



تَفْسِیْرُ کَمَالِیْنِ

شرح اُردو

تَفْسِیْرُ جَلالِیْنِ

شرح
حضرت مولانا محمد عظیم دیوبندی صاحب
استاذ تفسیر دارالعلوم دیوبند

تَفْسِیْرُ
علامہ جلال الدین محلی و علامہ جلال الدین سیوطی

دارالاشاعت

اردو بازار، کتب خانہ جامعہ روضہ کراچی پاکستان 021-32213768

تَفْسِيرُ رُكَمَالَيْنِ

شرح اُردو

تَفْسِيرُ رُجُلَا لَيْنِ

جلد سوم

پارہ ۱۱ تا پارہ ۱۵

بقیہ سورۃ التوبۃ

تا

سورۃ الکھف

تَفْسِیر

عَلَامَہ جَلالُ الدینِ محلی و عَلَامَہ جَلالُ الدینِ سیوطی

شرح

حضرت مولانا محمد نعیم دیوبندی صاحبِ ظہیر

استاذ تفسیر دارالعلوم دیوبند

مکتبہ

دارالاشاعت

اردو بازار، ایم اے جناح روڈ، کراچی پاکستان 2213768

کاپی رائٹ رجسٹریشن نمبر

پاکستان میں جملہ حقوق ملکیت بحق دارالاشاعت کراچی محفوظ ہیں

تفسیر کمالین شرح اردو تفسیر جلالین ۶ جلد مترجم و شارح مولانا نعیم الدین اور کچھ پارے مولانا انظر شاہ صاحب کی تصنیف کردہ کے جملہ حقوق ملکیت اب پاکستان میں صرف خلیل اشرف عثمانی دارالاشاعت کراچی کو حاصل ہیں اور کوئی شخص یا ادارہ غیر قانونی طبع و فروخت کرنے کا مجاز نہیں۔ سینٹرل کاپی رائٹ رجسٹرار کو بھی اطلاع دے دی گئی ہے لہذا اب جو شخص یا ادارہ بلا اجازت طبع یا فروخت کرتا پایا گیا اس کے خلاف کارروائی کی جائے گی۔ ناشر

انڈیا میں جملہ حقوق ملکیت وقار علی مالک مکتبہ تھانوی دیوبند کے پاس رجسٹرڈ ہیں

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی

طباعت : ایڈیشن جنوری ۲۰۰۸ء

نضامت : ۶ جلد صفحات ۳۲۳۲

تصدیق نامہ

میں نے ”تفسیر کمالین شرح اردو تفسیر جلالین“ کے متن قرآن کریم کو بغور پڑھا جو کی نظر آئی اصلاح کر دی گئی۔ اب الحمد للہ اس میں کوئی غلطی نہیں انشاء اللہ۔

محمد شفیق (فاضل جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن)

نمبر رجسٹر ۲۰۰۲/۳۳۸ R.ROAUQ

رجسٹرڈ پروف ریڈر محکمہ اوقاف سندھ



23/08/06

..... ملنے کے پتے ﴿﴾

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور

مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان

کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ رجب بازار راولپنڈی

مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد

مکتبہ المعارف محلہ جنگلی۔ پشاور

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی

بیت القرآن اردو بازار کراچی

ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ B-437 ویب روڈ سہیلہ کراچی

بیت القلم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی

مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد

﴿﴾ انگلینڈ میں ملنے کے پتے ﴿﴾

Islamic Books Centre
119-121, Halli Well Road
Bolton BL 3NE, U.K.

Azhar Academy Ltd.
At Continents (London) Ltd.
Cooks Road, London E15 2PW

یہ پاکستانی طبع شدہ ایڈیشن صرف انڈیا ایکسپورٹ نہیں کیا جاسکتا

اجمالی فہرست

جلد سوم، پارہ نمبر ۱۱ تا ۱۵

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۳۸	سے استدلال غلط ہے	۱۱	یعتذرون
۴۲	مہینہ اور سال کا حساب	۱۳	آیت میں منافقین کے حلف کی دو غرضیں اور تین حکم جمع کرنے کی توجیہ
۴۳	ایک اشکال کے دو جواب	۱۳	مسلمانوں اور کافرو منافق دیہاتیوں میں فرق
۴۳	توحید ایک فطری بات ہے	۱۹	صحابہ، تابعین، تبع تابعین میں درجہ بدرجہ فرق مراتب
۴۳	شکر اور ناشکری کی حالت	۲۰	تبوک میں نہ جانے والے صحابہ کی دو قسمیں
۴۳	دعاء مایوسی کے ساتھ کیسے جمع ہو سکتی ہے	۲۰	چند تحقیقات
۴۳	دو آیتوں میں تعارض	۲۰	مسجد ضرار کا واقعہ
۴۳	جواب	۲۱	صاحب مدارک کی رائے پر تنقید
۴۳	نیچریوں پر رد	۲۱	کیا منافقین کو مرنے کے بعد راحت مل جائے گی
۴۴	صداقت محمدی ﷺ کی دلیل	۲۱	ایک علمی شبہ کا ازالہ
۴۴	شریر ترین انسان	۲۱	جہاد مستقل ایک فضیلت ہے مگر ان ان خوبیوں سے اور
۴۴	رد شرک	۲۵	سونے پر سہاگہ ہو گیا
۴۴	بتوں کا سفارشی ہونا غلط ہے	۲۶	حضرت ابراہیم کا اپنے مشرکین والدین کیلئے استغفار
۴۸	راحت و مصیبت میں انسان کی حالت کا فرق	۲۶	اب بھی مشرک لوگوں کے لئے استغفار جائز ہے یا نہیں
۴۸	دنیا کی حالت سے انسان فریب کا شکار ہو جاتا ہے	۲۶	اب بھی مشرک لوگوں کیلئے آنحضرت ﷺ کی توبہ کا مطلب
۴۹	غافل انسان	۳۱	جہاد ضرورت کے موقع پر نفی فرض کفایہ ہے
۴۹	بت پرستی سے بتوں کی بے خبری	۳۲	ترتیب جہاد
۵۵	دو شبہوں کا ازالہ	۳۲	عرش کی عظمت
۵۶	حق کا مدار اور بقاء کسی خاص شخص پر نہیں ہے	۳۶	چاند کی گردش اور اس کی منزلیں
۵۶	شک کی چیخیں	۳۷	دین کی بنیاد وحی و رسالت پر ہے
۶۱	قرآن کریم کی چار خوبیاں	۳۷	توحید ربوبیت سے توحید الوہیت پر استدلال
۶۱	ہر چیز اصل میں مباح ہے	۳۸	آواگون اور آخرت کے نظریہ میں فرق ہے تناخ پر قرآن
۶۲	معتزلہ کے استدلال کا جواب		

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۹۱	آیت سے دو حکم اور ان پر شبہات مع جوابات	۶۷	صداقت انبیاء کی وزنی دلیل
۹۲	عمل اور پاداش میں برابری	۶۷	حضرت نوح کی نبوت آنحضرت ﷺ کی طرح عام نہیں تھی
۹۵	حضرت نوح کی دعوت کا جواب	۶۸	دعوت کے تین پہلو
۹۵	حضرت نوح کا جواب		نبی کے مقابلہ میں یا خود نبی بننے میں جادوگر کامیاب
۹۶	انکار کرنے والوں کا رد عمل	۶۸	نہیں ہو سکتا
۹۶	غریب اور کم درجہ کے لوگ ہی پہلے ہدایت قبول کرتے ہیں	۶۸	حضرت موسیٰ پر ایمان لانے والے کون تھے
۱۰۱	مخالفین حق کا انجام	۶۹	کسی نئی بات کے ماننے کی امید جو انوں سے جتنی ہوتی ہے
۱۰۱	حضرت نوح کی دعوت کا میدان		بوڑھوں سے نہیں ہوتی
۱۰۱	طوفان نوح محدود تھا یا عالمگیر	۶۹	توکل اور مکان اور مسجد بنانے کا مطلب
۱۰۲	طوفان نوح کے عام ہونے پر بعض اشکالات کے جوابات	۶۹	مسجد البیت
۱۰۲	پہلا شبہ اور جواب	۷۰	قبولیت دعاء کا اثر
۱۰۲	دوسرا شبہ اور جواب	۷۰	بد دعاء
۱۰۲	تیسرے شبہ کے تین جواب	۷۰	فرعون کا ایمان لانا
۱۰۲	واقعہ نوح کا تتمہ اور چند نکات	۷۱	فرعون کی نجات
۱۰۸	حضرت ہود کی دعوت کا جواب	۷۵	قرآن میں شبہ اور اہل علم سے پوچھنے کا مطلب
۱۰۸	حضرت ہود کا جواب الجواب	۷۵	قوم یونس کا حال
۱۰۸	مشرکین تو حید پر ربوبیت سے بے خبر نہ تھے مگر تو حید الوہیت	۷۶	رفع تعارض
	سے نا آشنا تھے	۷۶	ایک عظیم الشان حقیقت
۱۰۸	قوم کا رد عمل	۷۶	کھرا کھرا جواب
۱۰۸	حضرت صالح کا وعظ	۷۶	کھری کھری باتیں
۱۰۸	قوم کا جواب	۷۷	دین میں زبردستی
۱۰۸	عوام اتباع حق کو قابل پیشوائی نہیں سمجھتے بلکہ اپنی رائے کے موافق	۷۷	توکیل اور تذکیر کا فرق
	پیروی کرانا چاہتے ہیں	۷۷	زبردستی تبلیغ نہیں کی جاسکتی
۱۱۳	حضرت ابراہیم و لوط کا باہمی تعلق	۸۱	مختلف قوموں کا تاریخی ذکر
۱۱۳	قدرت کا تماشا	۸۱	قرآن کی باریکیاں
۱۱۳	خوف طبعی نبوت کے منافی نہیں ہے	۸۳	وامن دآبہ
	شروع میں توجہ نہیں ہوئی مگر بعد میں فراست نبوت سے	۹۰	علم الہی سے کوئی چیز بھی باہر نہیں
۱۱۳	فرشتوں کو پہچان لیا	۹۱	قرآن کے چیلنج میں تدریج
۱۱۳	قوم کی بہو بیٹیاں نبی کی اولاد ہوتی ہیں	۹۱	جیسے سب کفار کی نیت صرف دنیا ہی کمانا نہیں ہوتی ایسی ہی سب
۱۱۳	انقلاب اور پتھراؤ		مسلمانوں کی نیت میں خالص آخرت نہیں ہوتی

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۱۳۷	در باری خواب کی تعبیر سے واقف نہیں تھے	۱۱۴	اشکال کے تین حل
۱۳۷	تورات کا بیان	۱۱۴	طبعی تقاضے کمال کے منافی نہیں ہوتے
۱۱۳۹	وما ابری نفسی	۱۱۷	حضرت شعیب کی دعوت و تبلیغ
۱۵۵	حضرت یوسفؑ کی براءت اور بادشاہ مصر کی درخواست	۱۱۸	قوم کا جواب
۱۵۶	تورات کا بیان	۱۱۸	حضرت شعیبؑ کا جواب الجواب
۱۵۶	حضرت یوسفؑ کی زندگی کے دو دور	۱۱۸	مقام مدین
۱۵۷	تورات کا بیان	۱۱۸	مخالفت انبیاء کی اصل بناء
۱۵۷	تقدیر پر تدبیر غالب نہ آ سکی	۱۱۸	نامنصفانہ راہ کا آخری جواب
۱۵۷	اشکالات و جوابات	۱۲۵	اللہ تعالیٰ کی مہلتیں بھی عذاب کی گردش سے نہ بچا سکیں
۱۵۸	تقدیر کے سامنے تدبیر کی کچھ پیش نہ چل سکی	۱۲۵	اس سورۃ کی موعظت کا ماحصل
۱۶۴	برادران یوسفؑ کا مصر میں دوبارہ آنا اور بنیامین کا ملاپ	۱۲۶	واقعات بیان کرنے سے قرآن کا مقصود
۱۶۵	ایک شبہ کا جواب	۱۳۲	اولاد یعقوب
۱۶۵	شاہ مصر ایمان لایا تھا یا نہیں	۱۳۲	تورات کا بیان
۱۶۵	حضرت یوسفؑ نے غیر شرعی عہدہ قبول کیوں کیا	۱۳۲	داستان یوسفؑ بہترین قصہ ہے
۱۶۶	برادران یوسفؑ ایک دفعہ پھر آزمائش میں پڑ گئے	۱۳۳	طرز بیان کی خصوصیت
۱۶۶	زبان کے تیر و نشتر	۱۳۳	حضرت یوسفؑ اور ان کے بھائیوں کا خواب کی تعبیر سے
۱۶۶	حضرت یعقوبؑ کا بیٹوں پر دھوکا دہی کا الزام صحیح تھا یا غلط	۱۳۳	واقف ہونا
۱۶۷	نئے زخم سے پرانا زخم ہرا ہو جاتا ہے اور ٹیس بڑھ جاتی ہے	۱۳۳	حضرت یوسفؑ سے زیادہ محبت ہونے کی وجہ
۱۶۷	حضرت یوسفؑ کا پیمانہ صبر چھلک گیا	۱۳۴	کھیل کود کا حکم
۱۶۷	برادران یوسفؑ نے صدقہ خیرات کی درخواست کیسے کی	۱۳۴	صبر جمیل
۱۷۳	اللہ والوں کی نظر دور رس اور دور بین ہوتی ہے	۱۳۴	خون آلود کمرے نے فریب پر پردہ ڈالنے کی بجائے سارے
۱۷۴	بھائیوں کی معافی تلافی	۱۳۵	جھوٹ کی قلعی کھول دی
۱۷۴	پچھڑے ہوؤں کا ملاپ	۱۴۰	تورات کا بیان
۱۷۴	سجدہ تعظیم کی حقیقت اور حکم	۱۴۰	ذلت کی تدبیریں عزت کا زینہ بن گئیں
۱۷۵	اشتیاق موت	۱۴۰	یوسفؑ وزلیخا تورات کی نظر میں
۱۷۵	آنحضرت ﷺ کے پاس پچھلے واقعات	۱۴۰	حضرت یوسفؑ کی پاکدامنی
۱۸۰	معلوم کرنے کا ذریعہ وحی کے علاوہ دوسرا کوئی نہیں تھا	۱۴۱	زلیخا کا محل
۱۸۱	خلاصہ سورت	۱۴۱	ایک بچے کی شہادت معتبر ہے یا نہیں
۱۸۱	قرآن کی حقانیت	۱۴۲	قدیم تمدن کی ترقی
۱۸۱	قدرت الہی کے تین درجے	۱۴۵	تورات کا بیان

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۲۱۷	ربوبیت ہی دلیل معبودیت ہے	۱۸۱	زمین پر قدرت الہی کی نشانیاں
۲۱۸	مادی اور شرعی اسباب یکجا ہو سکتے ہیں یا نہیں	۱۸۲	تاثیر کے لئے فاعل کے ساتھ جوہر قابل کا ہونا ضروری ہے
۲۱۸	خدا کی بے شمار نعمتیں	۱۸۲	اقرار آخرت عجیب نہیں بلکہ انکار آخرت عجیب تر ہے
۲۱۸	مشرکین مکہ کی ناشکری	۱۸۲	انسان اچھائی کی طرح برائی کے چاہنے میں بھی جلد باز ہے
۲۱۹	حضرت ابراہیم کی پانچوں دعائیں مقبول	۱۸۷	اللہ کا علم و اندازہ اور قانون قدرت
۲۱۹	مشرکین کے حق میں دعاء ابراہیمی	۱۸۷	حفاظت اور حوادث
۲۲۳	قیامت میں زمین و آسمان بدل جائیں گے	۱۸۷	اللہ کی ناراضی اس کی نافرمانی کے بغیر نہیں ہوتی
۲۲۷	ربما		کوئی برائی بھی حقیقی برائی نہیں ہے کہ اس میں اچھائی
۲۳۱	قرآنی روشنی	۱۸۸	کا نشان بھی نہ ہو
۲۳۱	قرآنی اعجاز	۱۸۹	شریعت کا بیان صحیح ہے یا فلسفہ ٹھیک کہتا ہے
۲۳۲	حفاظت قرآنی	۱۸۹	ربوبیت سے الوہیت پر اصرار
۲۳۲	شبہات کا جواب	۱۸۹	بقاء النفع کا قانون اور اس کی دو مثالیں
۲۳۲	آسمانی بارہ برج	۱۹۴	شان نزول
۲۳۲	جمال فطرت کی جلوہ گری	۱۹۵	نیکوئوں اور نیکوں کا اعزاز
۲۳۳	شیطانوں کا چوری چھپے آسمانی خبریں سننا	۱۹۹	مشرکین بھی آسمان میں خدا کا کوئی شریک نہیں مانتے
۲۳۳	دو شبہات کا جواب	۲۰۰	ایک اشکال کا حل
۲۳۳	آنحضرت کی بدولت شیاطین آسمان سے روک دیئے گئے	۲۰۴	شان نزول
۲۳۴	شبہات کے اسباب	۲۰۵	ہر پیغمبر پیام الہی اپنی قومی زبان میں پیش کرتا ہے
۲۳۴	بارش کا سبب	۲۰۵	قوم اور امت کا فرق
۲۳۴	زمین کا گول ہونا	۲۰۵	قرآن صرف عربی زبان میں کیوں نازل کیا گیا
۲۳۴	زمینی چیزوں کا طبعی تناسب	۲۰۶	صبر و شکر
۲۳۵	خدا کی مقررہ نظام	۲۰۶	قدرت کے اصول اٹل ہیں
۲۳۵	زندگی اور موت کا اندازہ	۲۰۷	خدا کی ہستی میں شک کرنا ایسا ہے جیسے خود اپنی ہی ہستی میں
۲۴۰	انسان و شیطان کی پیدائش میں حکمت		شک و شبہ کرنا
۲۴۰	دو شبہوں کا جواب	۲۱۲	جہنمیوں کا حال پتلا ہوگا
۲۴۰	خصائص جنات	۲۱۲	آخرت میں کفار کی نجات کی کوئی صورت نہیں ہوگی
۲۴۱	جہنم کے سات دروازے	۲۱۲	دنیا میں مفید چیز ہی برقرار رکھی جاتی ہے
۲۴۶	قوم لوط پر عذاب کا وقت	۲۱۳	آخرت میں جھوٹی پیروی کا رآ مد نہیں ہوگی
۲۴۶	خدا کی طرف سے قسموں کا استعمال	۲۱۳	ایک اشکال کا حل
۲۴۶	ایکہ اور مدین اور حجر پر عذاب	۲۱۷	بھلائی کی طرف بڑوں ہی کو آگے بڑھنا چاہئے

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۲۷۸	دورائیں	۲۴۷	برائی سے درگزر کرنا
۲۷۸	شہد بیمار یوں کے لئے شفا ہے	۲۴۷	حکم الہی کی برتری
۲۷۸	شہد کی مکھی قدرت الہی کا نمونہ ہے	۲۴۷	سورہ فاتحہ قرآن کا نچوڑ ہے
۲۷۹	مٹھائی کی تاریخ	۲۴۷	نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا طریقہ
۲۷۹	سب روزی کے یکساں مستحق ہیں	۲۴۸	ایک شبہ اور اس کا جواب
۲۷۹	اللہ تصور کی گرفت سے باہر ہے	۲۴۸	پریشانی کا علاج
۲۷۹	اللہ ہی اپنی صحیح تمثیل بیان کر سکتا ہے	۲۵۵	عذاب الہی کا انتظار
۲۸۳	علم و عقل کی روشنی میں	۲۵۵	قدرت الہی کا کرشمہ
۲۸۳	بخشائش الہی	۲۵۶	زینت و آرائش اور فخر و تکبر میں فرق
۲۹۰	آیت کی جامعیت	۲۵۶	پرستش کے لائق کون ہے؟
۲۹۰	عدل و انصاف	۲۵۶	زمین گھومتی ہے یا ٹھہری ہوئی ہے؟
۲۹۰	محاسن اخلاق	۲۵۷	خدا کے انعامات انگنت اور بے شمار ہیں
۲۹۰	عہد کی پابندی یا عہد شکنی	۲۶۱	گناہ کی تاثیر زہر سے زیادہ ہلاکت انگیز ہے
۲۹۱	زمانہ جاہلیت اور وفائے عہد پاکیزہ زندگی	۲۶۱	وحی الہی کے متعلق ماننے اور نہ ماننے والوں کا رد عمل
۲۹۷	بہترین بستی بدترین بستی بن گئی	۲۶۲	آیت و حدیث میں تعارض
۲۹۷	حرام و حلال کرنے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے	۲۶۲	انسان کو کسی بات پر مجبور نہیں کیا گیا
۲۹۸	خلیل اللہ کی راہ	۲۶۳	آخرت کا عقیدہ کوئی انوکھا خیال نہیں تھا
۲۹۸	دعوت حق کا طریقہ	۲۶۳	خدا کا ارادہ کن فیکونی
۲۹۸	دینی راہ دنیوی راہ کی طرح جھگڑے اور دنگے کی راہ نہیں ہے	۲۶۶	اسلام میں سب سے پہلی ہجرت
۲۹۹	کٹ جتی قرآن کا طریقہ نہیں ہے	۲۶۶	سائے بھی قدرت الہی کے عجائبات میں سے ہیں
۲۹۹	بدلہ لینے کی اجازت اور اس کی حد	۲۶۷	مختلف قسم کی آفتیں
۲۹۹	قرآنی اصطلاح معقولی اصطلاح سے بدلی ہوئی ہے	۲۷۰	فرشتے دیوتا اور دیویاں ہیں یا خدا تعالیٰ کی بیٹیاں
۳۰۳	سبحن الذی	۲۷۰	عورتوں کی نسبت مشرکین کا متضاد خیال
۳۱۲	واقعہ معراج کی تفصیل	۲۷۱	دختر کشی کی رسم
۳۱۲	معراج اور اسراء کا حکم	۲۷۱	خدا تعالیٰ انسانی تصور کی گرفت سے باہر ہے
۳۱۲	آنحضرت کو جسمانی معراج ہوئی ہے یا خوابی اور روحانی؟	۲۷۱	قانون امہال
۳۱۳	جسمانی معراج پر نقلی اشکالات	۲۷۱	عقل کی در ماندگی اور وحی کی وسعت
۳۱۳	جسمانی معراج پر عقلی اشکالات	۲۷۷	دودھ ایک بہترین نعمت ہے
۳۱۵	معراج میں تجلی الہی ہوئی یا نہیں؟	۲۷۷	غلاظت و خون کے بیچ میں سے دودھ کی نہر نکلتی ہے
۳۱۷	بنی اسرائیل کی سرکوبی کے واقعات	۲۷۷	پھلوں کی پیداواری

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۳۲۸	روح سے کیا مراد ہے	۳۱۸	آیت کی دوسری توجیہ
۳۲۹	روح کی حقیقت وحی کے علاوہ کسی اور طریقہ سے معلوم ہو سکتی ہے یا نہیں	۳۲۳	انسان بھلائی برائی میں امتیاز نہیں کرتا
۳۲۹	علم انسانی کی حد	۳۲۳	بھلائی برائی نتیجہ اعمال ہے
۳۲۹	ذکر جنات کی وجہ	۳۲۳	امرا کی کثرت تباہی کا پیش خیمہ ہوتی ہے
۳۲۹	دو خاص گمراہیاں	۳۲۴	انسان دو طرح کے ہیں
۳۲۹	بے سرو پا فرمائشیں	۳۲۵	مال باپ کے حقوق
۳۵۰	قرآن کا جواب	۳۲۵	قرابت داروں کے حقوق
۳۵۰	اصلی جواب کار	۳۲۵	اسراف و تبذیر کا فرق
۳۵۰	رسول کا پیغام حق	۳۲۶	میانہ روی
۳۵۰	ایک لطیف تمثیل	۳۳۰	دختر کشی اور عام انسانی قتل
۳۵۱	انسان کی ہدایت کا کام انسان ہی کر سکتا ہے	۳۳۱	بلا تحقیق عملدرآمد نہیں کرنا چاہئے
۳۵۱	چند شبہوں کا جواب	۳۳۱	دلیل امتناعی سے اثبات توحید
۳۵۱	کٹ جھتی سے فرمائشی معجزات قطعاً کارآمد نہیں ہوتے	۳۳۱	کائنات کی ہر چیز تسبیح کرتی ہے
۳۵۱	کفار کی فرمائشیں راستبازی کی نیت سے نہیں تھیں	۳۳۲	کائنات ہستی سر تا سر حسن و جمال ہے
۳۵۲	حقیقی معنی بننے کی صورت میں مجاز اختیار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں	۳۳۲	ایک شبہ کا جواب
۳۵۲	دفع تعارض	۳۳۲	آیت وحدیث میں تعارض کے شبہ کا جواب
۳۵۲	آخری زندگی کی دلیل	۳۳۳	ابتدائی زندگی سے اخروی زندگی پر استدلال
۳۵۲	رحمت سے مراد نبوت بھی ہو سکتی ہے	۳۳۸	نرم کلامی موثر ہوتی ہے
۳۵۹	حدیث ترمذی سے آیت کا بظاہر تعارض	۳۳۸	سخت کلامی کا نقصان
۳۵۹	سجدہ میں گرنے سے کیا مراد ہے	۳۳۹	مصلح صرف داعی ہوتا ہے نہ کہ ذمہ دار
۳۵۹	دنیا میں بہت سے اختلاف محض لفظی جنگ کی حیثیت رکھتے ہیں	۳۳۹	مشیت اور قانون الہی
۳۵۹	اللہ اور رحمن کا مصداق ایک ہی ہے	۳۳۹	واقعہ معراج اور زقوم درخت کے فتنہ ہونے کا مطلب
۳۶۰	جہری نماز میں زیادہ زور سے نہ پڑھنے کی دو مصلحتیں	۳۴۰	شرف انسانی
		۳۴۳	اعمال نامے داہنے ہاتھ میں یا بائیں ہاتھ میں ہوں گے
		۳۴۳	توفیق الہی کی بدولت آنحضرت ﷺ سازشوں کا شکار نہیں ہو سکے
		۳۴۳	آیت سے متعلق واقعات
		۳۴۳	تہجد گزاری ایک بڑھ کر عبادت ہے
		۳۴۵	آنحضرت ﷺ اور امت کے بارہ میں تہجد کا حکم
		۳۴۵	مقام محمود کی تشریح

﴿پارہ نمبر ۱۱﴾

يُعْتَذِرُونَ

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۲۴	بتوں کا سفارشی ہونا غلط ہے	۱۱	یعتذرون
۲۸	راحت و مصیبت میں انسان کی حالت کا فرق		آیت میں منافقین کے حلف کی دو غرضیں اور تین حکم جمع کرنے کی توجیہ
۲۸	دنیا کی حالت سے انسان فریب کا شکار ہو جاتا ہے	۱۳	مسلمانوں اور کافروں میں فرق
۲۹	غافل انسان	۱۳	صحابہ، تابعین، تبع تابعین میں درجہ بدرجہ فرق مراتب
۲۹	بت پرستی سے بتوں کی بے خبری	۱۹	تبوک میں نہ جانے والے صحابہ کی دو قسمیں
۵۵	دو شہوں کا ازالہ	۲۰	چند تحقیقات
۵۶	حق کا مدار اور بقاء کسی خاص شخص پر نہیں ہے	۲۰	مسجد ضرار کا واقعہ
۵۶	شک کی چھجن	۲۰	صاحب مدارک کی رائے پر تنقید
۶۱	قرآن کریم کی چار خوبیاں	۲۱	کیا منافقین کو مرنے کے بعد راحت مل جائے گی
۶۱	ہر چیز اصل میں مباح ہے	۲۱	ایک علمی شبہ کا ازالہ
۶۲	معتزلہ کے استدلال کا جواب	۲۱	جہاد مستقل ایک فضیلت ہے مگر ان ان خوبیوں سے اور سونے پر سہاگہ ہو گیا
۶۷	صداقت انبیاء کی وزنی دلیل	۲۵	حضرت ابراہیم کا اپنے مشرکین والدین کیلئے استغفار
۶۷	حضرت نوح کی نبوت آنحضرت ﷺ کی طرح عام نہیں تھی	۲۶	اب بھی مشرک لوگوں کیلئے استغفار جائز ہے یا نہیں
۶۸	دعوت کے تین پہلو	۲۶	اب بھی مشرک لوگوں کیلئے آنحضرت ﷺ کی توبہ کا مطلب
	نبی کے مقابلہ میں یا خود نبی بننے میں جادوگر کا میاب نہیں ہو سکتا	۳۱	جہاد ضرورت کے موقع پر فی نفسہ فرض کفایہ ہے
۶۸	حضرت موسیٰ پر ایمان لانے والے کون تھے	۳۲	ترتیب جہاد
۶۹	کسی نئی بات کے ماننے کی امید جو انوں سے جتنی ہوتی ہے بوزھوں سے نہیں ہوتی	۳۲	عرش کی عظمت
۶۹	توکل اور مکان اور مسجد بنانے کا مطلب	۳۶	چاند کی گردش اور اس کی منزلیں
۶۹	مسجد البیت	۳۷	دین کی بنیاد وحی و رسالت پر ہے
۷۰	قبولیت دعاء کا اثر	۳۷	توحید ربوبیت سے توحید الوہیت پر استدلال
۷۰	بددعاء	۳۸	آواگون اور آخرت کے نظریہ میں فرق ہے تناخ پر قرآن سے استدلال غلط ہے
۷۰	فرعون کا ایمان لانا	۳۸	مہینہ اور سال کا حساب
۷۱	فرعون کی نجات	۴۲	ایک اشکال کے دو جواب
۷۵	قرآن میں شبہ اور اہل علم سے پوچھنے کا مطلب	۴۳	توحید ایک فطری بات ہے
۷۵	قوم یونس کا حال	۴۳	شکر اور ناشکری کی حالت
۷۶	رفع تعارض	۴۳	دعاء مایوسی کے ساتھ کیسے جمع ہو سکتی ہے
۷۶	ایک عظیم الشان حقیقت	۴۳	دو آیتوں میں تعارض
۷۶	کھرا کھرا جواب	۴۳	جواب
۷۶	کھری کھری باتیں	۴۳	نیچریوں پر رد
۷۷	دین میں زبردستی	۴۳	صداقت محمدی ﷺ کی دلیل
۷۷	توکیل اور تمذکیر کا فرق	۴۳	شریر ترین انسان
۷۷	زبردستی تبلیغ نہیں کی جاسکتی	۴۳	رد شرک
۸۱	مختلف قوموں کا تاریخی ذکر		
۸۱	قرآن کی باریکیاں		

يَعْتَذِرُونَ

يَعْتَذِرُونَ إِلَيْكُمْ فِي التَّحْلِفِ إِذَا رَجَعْتُمْ إِلَيْهِمْ مِنَ الْعَزْوِ قُلْ لَهُمْ لَا تَعْتَذِرُوا لَنْ نُؤْمِنَ لَكُمْ
نُصَدِّقْكُمْ قَدْ نَبَأَنَا اللَّهُ مِنْ أَخْبَارِكُمْ أَيْ أَخْبَرَنَا بِأَحْوَالِكُمْ وَسِيرَى اللَّهِ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ ثُمَّ
تُرَدُّونَ بِالْبَعْثِ إِلَى عِلْمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ أَيْ اللَّهُ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٩٣﴾ فَيَجَازِيكُمْ
عَلَيْهِ سَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ إِذَا انْقَلَبْتُمْ رَجَعْتُمْ إِلَيْهِمْ مِنْ تَبَوُّكِ أَنْتُمْ مَعْدُورُونَ فِي التَّحْلِفِ
لِتُعْرِضُوا عَنْهُمْ بتركِ الْمُعَابَةِ فَأَعْرِضُوا عَنْهُمْ إِنَّهُمْ رَجِسٌ قَدَّرَ لِيُخْبِتَ بَاطِنُهُمْ وَمَا وَنَهُمْ جَهَنَّمُ
جَزَاءُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٩٥﴾ يَحْلِفُونَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا
يَرْضَى عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ﴿٩٦﴾ أَيْ عَنْهُمْ وَلَا يَنْفَعُ رِضَاكُمْ مَعَ سَخَطِ اللَّهِ أَلَا غَرَابُ أَهْلِ الْبَدْوِ
أَشَدُّ كُفْرًا وَنِفَاقًا مِنْ أَهْلِ الْمُدُنِ لِحِفَائِهِمْ وَغِلْظِ طَبَاعِهِمْ وَبُعْدِهِمْ عَنْ سَمَاعِ الْقُرْآنِ وَأَجْدَرُ أُولَى
أَيْ بَانَ لَا يَعْلَمُوا حُدُودَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنَ الْأَحْكَامِ وَالشَّرَائِعِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِخَلْقِهِ
حَكِيمٌ ﴿٩٧﴾ فِي صُنْعِهِ بِهِمْ وَمِنْ الْأَعْرَابِ مَنْ يَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ مَغْرَمًا غَرَامَةً وَخُسْرَانًا
لَأَنَّهُ لَا يَرْجُوا ثَوَابَهُ بَلْ يُنْفِقُهُ خَوْفًا وَهُمْ بَنُو أَسَدٍ وَغُطْفَانٍ وَيَتَرَبَّصُّ يَنْتَظِرُ بِكُمْ الدَّوْآئِرَ دَوَائِرَ
الزَّمَانِ أَنْ يَنْقَلِبَ عَلَيْكُمْ فَيَتَخَلَّصَ عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السُّوءِ بِالضَّمِّ وَالْفَتْحِ أَيْ يَدُورُ الْعَذَابُ وَالْهَلَاكُ
عَلَيْهِمْ لَا عَلَيْكُمْ وَاللَّهُ سَمِيعٌ لِأَقْوَالِ عِبَادِهِ عَلِيمٌ ﴿٩٨﴾ بِأَفْعَالِهِمْ وَمِنْ الْأَعْرَابِ مَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ كَجُهَيْنَةَ وَمُزَيْنَةَ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ فِي سَبِيلِهِ قُرْبَةً قُرْبَةً عِنْدَ اللَّهِ وَوَسِيلَةً إِلَى
صَلَوَاتِ دَعَوَاتِ الرُّسُولِ لَهُمْ إِلَّا إِنَّهَا أَيْ نَفَقَتُهُمْ قُرْبَةً بِضَمِّ الرَّاءِ وَسُكُونِهَا لَهُمْ عِنْدَهُ
سَيَدْخِلُهُمُ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ جَنَّتهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ لَأَهْلِ طَاعَتِهِ رَحِيمٌ ﴿٩٩﴾ بِهِمْ.

ترجمہ..... جب تم ان کے پاس (جہاد سے) واپس جاؤ گے تو وہ تمہارے پاس معذرتیں کرنے آئیں (جہاد میں شریک نہ ہونے کی) تمہیں چاہیئے کہ (ان سے) کہہ دو "معذرت کی باتیں نہ بناؤ" اب ہم تمہارا اعتبار کرنے والے نہیں (تمہیں سچا نہیں سمجھیں گے) اللہ نے ہمیں پوری طرح تمہارا حال بتا دیا ہے (تمہارے حالات کی خبر دے دی ہے) اور آئندہ بھی اللہ اور اس کا رسول دیکھیں گے کہ تمہارا رویہ کیسا رہتا ہے اور پھر (قیامت میں) اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو پوشیدہ اور ظاہر ہر طرح کی باتیں جاننے والا ہے (یعنی اللہ) پس وہ تمہیں بتا دے گا کہ کیا کچھ تم کرتے رہے ہو (لہذا تمہیں وہ اس پر بدلہ بھی دے گا) جب تم لوٹ کر ان سے ملو گے (تبوک سے واپسی میں جہاد میں شریک نہ ہونے کا عذر کرتے ہوئے) تو ضرور یہ تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھا جائیں گے تاکہ تم ان سے درگزر کرو (ملامت وغیرہ نہ کرو) سو چاہیئے کہ تم ان سے درگزر ہی کر لو یہ ناپاک ہیں (بد بطنی کی وجہ سے یہ لوگ گندے ہیں) ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اس کمائی کے نتیجہ میں جو یہ کماتے رہے یہ تمہارے سامنے قسمیں کھائیں گے تاکہ ان سے راضی ہو جاؤ۔ سو اگر تم راضی بھی ہو گئے تو اللہ ایسے شریر لوگوں سے کبھی راضی ہونے والا نہیں ہے (اور اللہ کی ناراضگی کے ہوتے ہوئے ظاہر ہے کہ تمہاری خوشنودی کچھ سودمند نہ ہو سکے گی) دیہاتی (گاؤں کے باشندے) کفر و نفاق میں سب سے زیادہ سخت ہیں (بہ نسبت شہریوں کے، اپنی درشتی اور اکھڑ پن سے اور قرآن سننے کے مواقع سے دور رہنے کی وجہ سے) اور اس کے زیادہ مستحق ہیں کہ اللہ نے اپنے رسول پر جو احکام نازل کئے ہیں ان سے بے خبر رہیں (یعنی شریعت کی باتیں اور احکام) اللہ تعالیٰ بڑے علم رکھنے والے ہیں (اپنی مخلوق کا) اور (ان کے ساتھ کارروائی کرنے میں) بڑی حکمت رکھنے والے ہیں اور ان دیہاتیوں میں بعض ایسے بھی ہیں کہ جو کچھ خرچ کرتے ہیں (اللہ کی راہ میں) اسے جرمانہ سمجھتے ہیں (تاوان اور ڈانڈ سمجھتے ہیں کیونکہ اس کے ثواب کی امید تو ہوتی ہی نہیں۔ جو کچھ بھی خرچ کرنا ہوتا ہے وہ ڈر کر ہوتا ہے اور وہ بنوا سعد و غطفان قبائل کے لوگ ہیں) اور اس اگائے بیٹھے ہیں (منتظر ہیں) کہ تم پر کوئی گردش آئے (زمانہ کا کوئی چکر ایسا آئے جس سے انقلاب کا رخ تمہارے خلاف ہو جائے اور انہیں کسی طرح چھٹکارا مل جائے) حقیقت یہ ہے کہ بری گردش کے دن خود ان ہی پر آنے والے ہیں (لفظ سوء ضم اور فتنہ کے ساتھ ہے یعنی تباہی اور عذاب کی گردش کا رخ خود ان کے خلاف ہو گا نہ کہ تمہارے) اور اللہ (اپنے بندوں کی سب کچھ) سنتا ہے اور (ان کے کاموں سے) پوری طرح باخبر ہے اور دیہات کے رہنے والوں میں بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں (جیسے قبیلہ جہینہ اور مزینہ کے لوگ) اور (راہ مولیٰ میں) جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے اللہ کے تقرب اور رسول کی دعاؤں کا وسیلہ سمجھتے ہیں۔ تو سن رکھو کہ یہ (خرچ کرنا) بے شک ان کے لئے قرب ہی کا باعث ہے (لفظ قربۃ ضم راء اور سکون راء کے ساتھ ہے) ان کے لئے (اللہ کے نزدیک) اللہ انہیں اپنی رحمت (جنت) کے دروازہ میں داخل کرے گا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ (فرمانبرداروں کی) بڑی بخشش کرنے والے ہیں۔ اور (ان پر) بڑا رحم فرمانے والے ہیں۔

تحقیق و ترکیب:..... یعتذرون۔ یہ تم سے زائد منافقین تھے جو جہاد میں نہیں گئے تھے۔ ان میں سے کچھ معذرت کرنے کے لئے آگئے تھے۔ نصدقکم جلال مفسر نے لکم میں لام کے زائد ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اے اللہ یعنی ضمیر کی بجائے اسم ظاہر ملا کر تشدید میں اضافہ کر دیا۔ انہم معذرون۔ یعنی مخلوف علیہ کے محذوف ہونے کی طرف اشارہ کر دیا۔ من یتخذ من موصوفہ ہے یا موصولہ اور ماینفق۔ مفعول اول اور مغرما مفعول ثانی ہے۔

رابط آیات:..... پچھلی آیات میں ان منافقین کا ذکر تھا۔ جنہوں نے روانگی کے وقت بہانے تراشے تھے۔ ان آیات میں واپسی کے وقت بہانہ بازیاں کرنے والوں کا بیان ہے۔ گویا یہ آیات بھی آپ کی واپسی سے پہلے نازل ہو گئیں تھیں۔ جن میں ان کی بہانہ بازیوں کی پیش گوئی کی گئی ہے اور قل لا تعتذروا الخ سے جواب کی تعلیم ہے اور اس کے عذاب کی وعید ہے۔ اس کے بعد آیت

الاعراب الخ سے دیہاتی منافقین کی برائی اور مسلمان دیہاتیوں کی تعریف کی جا رہی ہے۔

﴿تشریح﴾:..... آیت میں منافقین کے حلف کی دو غرضیں اور تین حکم جمع کرنے کی توجیہ:.....

منافقین کے حلف اور عذر کرنے کی دو غرضیں بیان فرمائیں گئی ہیں۔ ایک جہادی مہم سے چھٹکارا پانا۔ دوسرے مسلمانوں کی خوشنودی حاصل کرنا۔ لیکن اس کے متعلق حکم تین بیان فرمائے جا رہے ہیں۔ ایک لا تعتذروا اور دوسرے اعرضوا تیسرے اللہ کی ناراضگی۔ پس ممکن ہے بعض کی غرض اول ہو اور بعض کی غرض دوسری۔ یا ظاہر میں تو سب کی غرض اول ہو اور باطن میں دوسری غرض مقصود ہو۔ یا سب کی اصلی غرض تو رضا ہوگی اور آخری درجہ میں اعراض۔ اسی طرح تینوں احکام کے جمع ہونے کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ دل سے تو رضامندی اور زبان سے اول تو لا تعتذروا ہو اور اس کے بعد اعراض ہو۔

مسلمان اور کافر و منافق دیہاتیوں میں فرق:..... دیہاتی منافقین کی برائی اور مسلمان دیہاتیوں کی تعریف کی بنیاد

یہ ہے کہ اول قسم کے لوگ تو اسباب علم سے دور رہتے ہیں۔ اس لئے ان میں خشوع و خضوع اور ایمان سے بھی دوری رہتی ہے برخلاف دوسری قسم کے لوگوں کے۔ وہ خود اہل علم کے پاس آتے جاتے ہیں۔ جس سے ان میں تواضع، کسر نفسی، کمال ایمان کی خوبیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ پس دیہاتی ہونے میں اگرچہ دونوں برابر ہیں مگر دونوں میں یہ فرق ہے۔

لفظ مغرما پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ پھر خوشدلی کے بغیر کسی کا مال لینا نہیں چاہیے؟

جواب یہ ہے کہ اول تو اسلام میں ایسا مال کسی سے لیا نہیں جاتا تھا۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ اعتقادی کراہت ثواب کا اعتقاد نہ ہونے کی وجہ سے تھی اور تقیہ کی بنیاد پر تھی جس میں منافع بھی طبعاً مرغوب و مطلوب تھے۔ اس لئے یہ اعتقادی ناگواری طبعی خوشدلی کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے۔ البتہ اگر دینے والے میں ریا ہو تو لینے والے کو لینا حرام نہیں ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ ممکن ہے وہ اپنے طور پر خرچ کرتے ہوں جس میں لینے والے کو ان کی ناگواری کا پتہ نہ چلتا ہو

لطائف آیات:..... آیت الاعراب الخ سے معلوم ہوا کہ صلحاء کی صحبت سے دور رہنا طریق خیر سے دور رہنا ہے۔ اس

لئے طریقت میں صحبت صلحاء کا بڑا اہتمام کیا جاتا ہے۔ آیات ومن الاعراب الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص اپنے کو مال کا مالک سمجھے گا اس کو خرچ کرنا تاوان معلوم ہوگا۔ لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ کو مالک سمجھے اور ان چیزوں کو اپنے پاس بطور عاریت سمجھے گا اسے خرچ کرنا بسا غنیمت معلوم ہوگا۔

وَالسَّبْقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَهُمْ مَنْ شَهِدُوا بَدْرًا أَوْ جَمِيعَ الصَّحَابَةِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ بِإِحْسَانٍ فِي الْعَمَلِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ بِطَاعَتِهِ وَرَضُوا عَنْهُ بِشَوَابِهِ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ وَفِي قِرَاءَةِ بَرِيَادَةٍ مِنْ خَلِيدَيْنِ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝۱۰۰
وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ يَا أَهْلَ الْمَدِينَةِ مِنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ كَانُوا سَلَامًا وَغَفَّارًا وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَنَافِقُونَ أَيْضًا مَرَدُّوا عَلَى النِّفَاقِ لِحُؤَافِهِ وَاسْتَمَرُّوا لَا تَعْلَمُهُمْ حِطَّاتُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَرَّتَيْنِ بِالْفُضَيْحَةِ أَوْ الْقَتْلِ فِي الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ ثُمَّ يَرْدُّونَ فِي الْأَجْرَةِ إِلَى
عَذَابٍ عَظِيمٍ ﴿۱۰۱﴾ هُوَ النَّارُ وَقَوْمُ آخِرُونَ مُبْتَدَأُ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ مِنَ التَّحْلُفِ نَعْتَهُ وَالْحَبْرُ خَلَطُوا
عَمَلًا صَالِحًا وَهُوَ جِهَادُهُمْ قَبْلَ ذَلِكَ وَآخِرَ سَيِّئًا وَهُوَ تَحْلُفُهُمْ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ إِنْ
اللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۰۲﴾ نَزَلَتْ فِي أَبِي لُبَابَةَ وَجَمَاعَةٍ أَوْ ثَقُفُوا أَنْفُسَهُمْ فِي سَوَارِي الْمَسْجِدِ لَمَّا بَلَغَهُمْ مَا
نَزَلَ فِي الْمُتَحَلِّفِينَ وَحَلَفُوا أَنْ لَا يَحْلُفُوا إِلَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَلَّاهُمْ لَمَّا نَزَلَتْ خُذْ مِنْ
أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيَهُمْ بِهَا مِنْ ذُنُوبِهِمْ فَأَخَذْتُ أَمْوَالَهُمْ وَتَصَدَّقَ بِهَا وَصَلَّ عَلَيْهِمْ
أَدْعُ لَهُمْ إِنْ صَلَوَتِكَ سَكُنَ رَحْمَةً لَهُمْ وَقِيلَ طَمَئِنَّةٌ بِقَبُولِ تَوْبَتِهِمْ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۱۰۳﴾ أَلَمْ
يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَأْخُذُ بِالصَّدَقَاتِ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ عَلَى عِبَادِهِ
بِقَبُولِ تَوْبَتِهِمُ الرَّحِيمِ ﴿۱۰۴﴾ بِهِمْ وَالْإِسْتِفْهَامُ لِلتَّقْرِيرِ وَالْقَصْدُ بِهِ تَهْيِجُهُمْ إِلَى التَّوْبَةِ وَالصَّدَقَةُ وَقِيلَ لَهُمْ
أَوِ النَّاسِ أَعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَسِيرَى اللَّهِ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ وَسُتْرُ دُونَ الْبَعْثِ إِلَى عِلْمِ
الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ أَيْ اللَّهُ فَيَسْبِغُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۱۰۵﴾ فَيَجَارِيكُمْ بِهِ وَآخِرُونَ مِنَ الْمُتَحَلِّفِينَ
مُرْجُونَ بِالْهَمْزَةِ وَتَرْكِه مُؤَخَّرُونَ عَنِ التَّوْبَةِ لِأَمْرِ اللَّهِ فِيهِمْ بِمَا يَشَاءُ أَمَّا يُعَذِّبُهُمْ بِأَنْ يُمِيتَهُمْ بِلا تَوْبَةٍ
وَأَمَّا يَتُوبُ عَلَيْهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِخَلْقِهِ حَكِيمٌ ﴿۱۰۶﴾ فِي صُنْعِهِ بِهِمْ وَهُمْ الثَّلَاثَةُ الْأَتُونُ بَعْدَ مِرَارَةٍ بَيْنَ
الرَّبِيعِ وَكَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَهَلَالِ بْنِ أُمَيَّةَ تَحَلَّفُوا كَسَلًا وَمِيلًا إِلَى الدَّعَةِ لَا نِفَاقًا وَلَمْ يَعْتَذِرُوا إِلَى النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَغَيْرِهِمْ فَوَقَّفَ أَمْرَهُمْ خَمْسِينَ لَيْلَةً وَهَجَرَهُمُ النَّاسُ حَتَّى نَزَلَتْ تَوْبَتُهُمْ بَعْدَ
مِنْهُمْ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا وَهُمْ اثْنَا عَشَرَ مِنَ الْمُنَافِقِينَ ضَرَارٌ مُضَارَّةٌ لِأَهْلِ مَسْجِدِ قُبَاءٍ وَكَفَرًا
لأنَّهُمْ بَنَوْهُ بِأَمْرِ أَبِي عَامِرٍ الرَّاهِبِ لِيَكُونَ مَعْقَلًا لَهُ يَقْدِمُ فِيهِ مَنْ يَأْتِي مِنْ عِنْدِهِ وَكَانَ ذَهَبَ لِيَأْتِي بِجُنُودٍ
مَنْ قِصَرَ لِقِتَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَفَرُّيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يُصَلُّونَ بِقُبَاءٍ بِصَلَاةِ بَعْضِهِمْ
فِي مَسْجِدِهِمْ وَأَرْضَادًا تَرْفُئًا لِمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ مِنْ قَبْلُ أَيْ قَبْلَ بَنَائِهِ وَهُوَ أَبُو عَامِرٍ
الْمَذْكُورُ لِيَحْلِفَنَّ أَنْ مَا أَرَدْنَا بِنَائِهِ إِلَّا الْفَعْلَةَ الْحُسْنَى مِنَ الرِّفْقِ بِالْمَسْكِينِ فِي الْمَطَرِ وَالْحَرِّ
وَالْتَّوَسُّعَةِ عَلَى الْمُسْلِمِينَ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَذِبُونَ ﴿۱۰۷﴾ فِي ذَلِكَ وَكَانُوا سَأَلُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَنْ يُصَلِّيَ فِيهِ فَنَزَلَ لَا تَقُمْ تُصَلِّي فِيهِ أَبَدًا فَأَرْسَلَ جَمَاعَةً هَدَمُوهُ وَحَرَّقُوهُ وَجَعَلُوا مَكَانَهُ كُمَاسَةً
تُلْقَى فِيهَا الْحَيْفُ لِمَسْجِدِ أُسُسَ بُيُوتُ قَوَاعِدُهُ عَلَى التَّقْوَى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ وَضَعَ يَوْمَ حُلَّتْ بَدَارُ

الْهَجْرَةِ وَهُوَ مَسْجِدُ قُبَاءٍ كَمَا فِي الْبَحَارِيِّ أَحَقُّ مِنْهُ أَنْ أَيْ بَانَ تَقُومَ تُصَلِّيَ فِيهِ فِيهِ رِجَالٌ هُمْ
الْأَنْصَارُ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَهَّرِينَ ﴿۱۰۸﴾ أَيْ يُشَبِّهُهُمْ وَفِيهِ إِدْغَامُ التَّاءِ فِي الْأَصْلِ فِي
الطَّاءِ رَوَى ابْنُ خُزَيْمَةَ فِي صَحِيحِهِ عَنْ عُثَيْمِرِ بْنِ سَاعِدَةَ أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُمْ فِي مَسْجِدِ قُبَاءٍ
فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَدْ أَحْسَنَ عَلَيْكُمُ الشَّاءَ فِي الطَّهْوَرِ فِي قِصَّةِ مَسْجِدِكُمْ فَمَا هَذَا الطَّهْوَرُ الَّذِي
تَطَهَّرُونَ بِهِ فَقَالُوا وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا نَعْلَمُ شَيْئًا إِلَّا أَنَّهُ كَانَ لَنَا جِيرَانٌ مِنَ الْيَهُودِ فَكَانُوا يَغْسِلُونَ
أَدْبَارَهُمْ مِنَ الْعَائِطِ فَغَسَلْنَا كَمَا غَسَلُوا وَفِي حَدِيثِ رَوَاهُ الْبَرَّاءُ فَقَالُوا كُنَّا نَتَّبِعُ الْحِجَارَةَ بِالْمَاءِ فَقَالَ هُوَ
ذَلِكَ فَعَلَيْكُمْوهُ أَفَمَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَى تَقْوَى مَخَافَةٍ مِنَ اللَّهِ وَرَجَاءِ رِضْوَانٍ مِنْهُ خَيْرٌ أَمْ مَنْ
أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَى شَفَا طَرْفٍ جُرْفٍ بِضَمِّ الرَّاءِ وَسُكُونِهَا جَانِبٍ هَارٍ مُشْرِفٍ عَلَى السُّقُوطِ فَانْهَارَ
بِهِ سَقَطَ مَعَ بَانِيهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَيْرٌ تَمْثِيلٌ لِلْبِنَاءِ عَلَى ضِدِّ التَّقْوَى بِمَا يَوَلُّ إِلَيْهِ وَالْإِسْتِفْهَامُ لِلتَّقْرِيرِ أَيْ
الْأَوَّلُ خَيْرٌ وَهُوَ مِثَالُ مَسْجِدِ قُبَاءٍ وَالثَّانِي مِثَالُ مَسْجِدِ الضَّرَارِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿۱۰۹﴾ لَا
يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِي بَنَوْا رِيبَةً شَكًّا فِي قُلُوبِهِمْ إِلَّا أَنْ تَقْطَعَ تَفَصَّلَ قُلُوبُهُمْ بِأَنْ يَمُوتُوا وَاللَّهُ
عَلِيمٌ بِخَلْقِهِ حَكِيمٌ ﴿۱۱۰﴾ فِي صُنْعِهِ بِهِمْ۔

۱۱۰

ترجمہ: اور مہاجرین اور انصار میں جو لوگ پہلے کرنے والے ہیں (اس سے مراد شہدائے بدر ہیں یا تمام صحابہؓ) اور جنہ
لوگ (قیامت تک) اخلاص اور راست بازی کے ساتھ (عمل میں) اس کی پیروی کرنے والے ہیں۔ تو اللہ ان سب سے (ان کی
اطاعت سے) راضی ہوا اور وہ سب اس سے (اس کے ثواب سے) خوش ہیں اور اللہ نے ان کے لئے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن
کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں (اور ایک قرأت میں لفظ من زیادہ ہے) وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے اور یہ ہے بہت بڑی فیروز مندی اور
تمہارے آس پاس (اے مدینہ والوں) کچھ دیہاتی منافق (جیسے قبیلہ اسلم اور اشجع اور غفار کے لوگ) اور کچھ مدینہ والوں میں (بھی
ایسے منافق) بستے ہیں جو نفاق میں پوری طرح مشاق ہو گئے ہیں (حد کمال پر پہنچے ہوئے ہیں اور اس پر ڈٹے رہتے ہیں) آپ انہیں
نہیں جانتے (نبی کریم ﷺ کو خطاب ہے) ان کو تو ہم ہی جانتے ہیں۔ ہم انہیں دوہری سزا دیں گے۔ (دنیا میں ان کی تھکا فٹ سختی ہوگی
اور قتل ہوں گے اور قبر میں جا کر گرفتار عذاب ہوں گے) پھر وہ (آخرت میں) بڑے بھاری عذاب (جہنم) کی طرف بھیجے جائیں گے
اور کچھ اور لوگ ہیں (یہ مبتداء ہے) جنہوں نے اپنی غلطیوں کو مان لیا ہے (جہاد میں نہ جانے کے متعلق یہ مبتداء کی صفت ہے اور خبر آگے
ہے) انہوں نے ملے جلے کام کئے تھے۔ کچھ اچھے (اس سے پہلے جہاد میں شریک ہونا۔ یا حالیہ غلطیوں کا اقرار کر لینا۔ یا دوسری
اچھائیاں) اور کچھ برے (یعنی حالیہ جہاد میں شریک نہ ہونا) تو کچھ بعید ہے کہ ان پر توجہ مبذول فرمائے۔ بلاشبہ اللہ بڑے ہی بخشنے
والے بڑی ہی رحمت والے ہیں (اگلی آیت ابولہابہ بھیسے حضرات کے بارے میں نازل ہوئی۔ جنہوں نے خود کو مسجد نبوی کے ستونوں
سے باندھ لیا تھا۔ جب انہیں جہاد میں شریک نہ ہونے والوں کے بارے میں وعیدوں کا نازل ہونا معلوم ہوا اور انہوں نے حلف اٹھایا
کہ جب تک نبی کریم ﷺ ہی ہمیں نہیں کھولیں گے یونہی بندھے رہیں گے۔ چنانچہ جب یہ آیت نازل ہوگئی تو آپ نے اپنے دست

مبارک سے انہیں کھول ڈالا) آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ قبول کر لیجئے۔ جس کے ذریعہ آپ انہیں پاک صاف کر دیں گے (ان کی خطاؤں سے)۔ چنانچہ آپ نے تہائی مال ان سے لے کر صدقہ کر دیا (نیز آپ ان کے حق میں دعائے خیر کیجئے)۔ (انہیں دعائے برکت دے دیجئے) یقیناً آپ کی دعا ان کے دلوں کے لئے سکون (راحت) ہے (اور بعض کی رائے میں اس کے معنی قبولیت توبہ کے اطمینان کرنے کے ہیں) اور اللہ تعالیٰ خوب سنتے ہیں، خوب جانتے ہیں۔ کیا انہیں معلوم نہیں کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور وہی صدقات کو قبول کرتا ہے۔ اور یہ کہ اللہ ہی (اپنے بندوں کی توبہ) زیادہ سے زیادہ قبول کرنے والا ہے اور بڑا ہی رحمت والا ہے (ان پر یہاں استفہام تقریری ہے اور مقصد توبہ اور صدقہ کی ترغیب دینا ہے) اور آپ (ان سے یا عام لوگوں سے) کہہ دیجئے کہ (جیسے چاہو) عمل کئے جاؤ۔ اب اللہ دیکھ لے گا کہ تمہارے عمل کیسے ہوتے ہیں اور اللہ کا رسول بھی دیکھے گا اور مسلمان بھی دیکھیں گے۔ اور ضرور تمہیں اسی کے پاس (قیامت میں) جانا ہے۔ جس کے علم سے نہ تو کوئی ظاہر بات پوشیدہ ہے اور نہ چھپی ہوئی (یعنی اللہ) سو وہ تمہیں تمہارا سب کیا ہوا بتلا دے گا (پس وہ تمہیں اس پر بدلہ دے گا) اور کچھ اور لوگ ہیں (جہاد میں نہ شریک ہونے والوں میں سے) جن کا معاملہ ملتوی ہے (یہ لفظ ہمزہ اور بلا ہمزہ کے ساتھ دونوں طرح ہے یعنی توبہ کا معاملہ معلق ہے) اللہ کا حکم آنے تک (ان کے بارے میں جو چاہے حکم فرما دے۔ وہ انہیں عذاب دے (بلا توبہ موت دے کر) یا ان کی توبہ قبول فرما لے اور اللہ تعالیٰ (اپنی مخلوق کو) خوب جاننے والے ہیں (ان کے ساتھ کارروائی کرنے میں) بڑی حکمت والے ہیں (اور وہ تین حضرات تھے جو ابھی تک نہیں آ سکے۔ مرارہ بن ربیع۔ کعب بن مالک۔ ہلال بن امیہ۔ یہ لوگ کسل مندی اور آرام طلبی کی وجہ سے پیچھے رہ گئے یہ منافق نہیں تھے۔ مگر دوسروں کی طرح آنحضرت ﷺ کی خدمت میں معذرت کے لئے حاضر بھی نہ ہو سکے جس کی وجہ سے ان کا معاملہ پچاس روز تک لٹکا رہا اور تمام صحابہؓ نے ان کا بایکاٹ کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ پھر ان کی توبہ قبول ہو گئی) اور (منافقین میں سے بعض لوگ) وہ بھی ہیں جنہوں نے ایک مسجد بنا کھڑی کی (وہ بارہ منافقین تھے) اس غرض سے کہ نقصان پہنچائیں (مسجد قبا والوں کو ضرر پہنچانے کے لئے) اور کفر کریں (ابو عامر راہب کے مشورہ سے یہ مسجد بنائی گئی تھی۔ تاکہ اس کے لئے یہ ایک سازش گاہ بن سکے اور ان لوگوں کے لئے بھی جو اس کے پاس آئیں جائیں۔ اور ابو عامر قیصر روم کے پاس نبی کریم ﷺ کے خلاف فوج کشی کرانے کے لئے گیا ہوا تھا) اور ایمان داروں میں تفرقہ ڈالیں (مسجد قبا کے نمازیوں کو توڑنے کے لئے) اور ان لوگوں کے لئے کمین گاہ بنائیں جو آج سے پہلے اللہ اور اس کے رسول سے لڑ چکے ہیں (یعنی اس مسجد ضرار کے بنانے سے پہلے۔ اس سے مراد وہی ابو عامر راہب ہے) وہ ضرور قسمیں کھا کر کہیں گے ہمارا مطلب (اس کے بنانے سے) اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ بھلائی (کا کام) ہو (بارش اور گرمی کے موسم میں غریبوں کے لئے آسانی اور مسلمانوں کے لئے سہولت ہو) اور اللہ گواہ ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں (اس بارے میں ان لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے اس مسجد ضرار میں نماز پڑھنے کی درخواست کی تھی۔ اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی) تم کبھی اس مسجد میں (نماز پڑھنے کے لئے) کھڑے نہ ہونا (چنانچہ آپ نے صحابہؓ کی ایک جماعت بھیج کر اس مسجد کو شہید کر دیا اور آگ لگوا دی اور وہاں کوڑا کباڑ، مردار چیزیں پھینکوا دیں) البتہ جس مسجد کی بنیاد داغ نبیل اول دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے (مسجد قبا مراد ہے جس کی بنیاد ہجرت کے سلسلہ میں تشریف آوری کے وقت رکھی گئی تھی۔ جیسا کہ بخاری میں ہے) وہ اس لائق ہے کہ آپ اس میں (نماز کے لئے) کھڑے ہوں۔ وہاں ایسے آدمی ہیں (انصار) کہ وہ خوب پاک و صاف ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب پاک صاف رہنے والوں کو پسند کرتے ہیں (یعنی انہیں ثواب دیں گے۔ لفظ يتطهرون میں دراصل تاکا ادغام طامیں ہو رہا ہے ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں عویمیر بن ساعدہ کی روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ اہل قبا کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ تمہاری مسجد کے واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے تمہاری پاکی کی تعریف کی ہے۔ تو وہ کون سی پاکی ہے جس کو تم

کرتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ: اس کے علاوہ ہمیں اور کچھ خبر نہیں کہ ہمارے پڑوس میں یہودی رہتے ہیں اور قضاء حاجت کے بعد آبدست لینے کے عادی ہیں۔ ان کی دیکھا دیکھی ہم بھی یہی کرنے لگے اور بزار کی بیان کردہ حدیث میں ہے کہ ہم لوگ ڈھیلوں یا پتھر کے ساتھ پانی کو بھی استعمال کرتے تھے۔ غرضیکہ آپؐ نے فرمایا کہ بس یہی بات ہے۔ لہذا آئندہ بھی تم اس پر کاربند رہو (کیا وہ شخص بہتر ہے جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ کے خوف اور اس کی خوشنودی (کی امید) پر رکھی یا وہ جس نے ایک کھائی (گھائی) کے کنارہ پر اپنی عمارت کی بنیاد رکھی (لفظ جسرف ضم راء اور سکون راء کے ساتھ ہے کنارہ کے معنی میں) جو گرنے ہی کو ہے (گرنے کے قریب ہے) پھر وہ اس کو لے کر (بنانے والے سمیت) جہنم کی آگ میں گر پڑی (کیا وہ بہتر ہے۔ یہ مثال ہے اس عمارت کی جو تقویٰ کے خلاف بنیاد پر بنائی گئی ہو اور استغناء پر مبنی ہے یعنی اول بہتر ہے جس کی مثال مسجد قبا ہے۔ دوسری جس کی مثال ”مسجد ضرار“ ہے) اور اللہ ایسے ظالموں کو سمجھ ہی نہیں دیتے یہ عمارت جو انہوں نے بنائی ہے ہمیشہ ان کے دلوں میں کھٹکتی رہے گی۔ ہاں مگر یہ کہ ان کے دلوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں (یہ مرجائیں) اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے ہیں (اپنی مخلوق کے بارے میں) اور (ان کے ساتھ کارروائی میں) بڑی حکمت والے ہیں۔

تحقیق و ترکیب:..... من المهاجرین ابن عباسؓ اور ابن المسیبؓ کی رائے ہے اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی اور تمام صحابہؓ کے سابقون اولون ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ وہ باقی تمام مسلمانوں سے مقدم ہیں۔
لا تعلمہم دوسری آیت میں ولتعرفہم الخ فرمایا گیا۔ ان دونوں آیتوں میں تعارض کا جواب یہ ہے کہ انکار کی آیت پہلے ہے اور اثبات کی بعد کی۔

واخرون تبوک میں نہ جانے والے لوگ تین طرح کے تھے (۱) جو اپنے نفاق پر ڈٹے رہے جن کا ذکر ومن حولکم الخ میں گزر چکا ہے (۲) جنہوں نے بعد میں حاضر ہو کر معذرت و توبہ کر لی اس آیت میں یہی لوگ مراد ہیں (۳) جو لوگ معذرت کرنے بھی نہیں آئے جن کا ذکر واخرون مرجون الخ میں آ رہا ہے۔
عسی اللہ قرآن کریم میں کلمات ترجی تحقیق کے معنی میں آتے ہیں۔ قسطائی فرماتے ہیں کہ اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ اللہ محض اپنے فضل سے توبہ قبول کرتا ہے۔ کچھ اس پر واجب نہیں ہے۔ بہر حال کریم کا طمع دلانا بھی دوسروں کے یقینی وعدوں سے بھی بڑھ کر ہوتا ہے۔

اوئلقوا ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ دس آدمی تبوک میں نہیں جاسکے تھے۔ جن میں سے سات نے خود کو ستون مسجد سے باندھ لیا۔ جلال محقق ابولبابہؓ کے ستون سے بندھنے کے واقعہ کو سورۃ انفال میں آنحضرت ﷺ کے انشاء راز کے سلسلہ میں نقل کر چکے ہیں۔ جس پر آیت یا ایہا الذین امنوا لا تخونوا اللہ الخ نازل ہوئی تھی اور یہاں تبوک کے سلسلہ میں بھی نقل کر رہے ہیں پس ممکن ہے مفسر علامؒ نے ان دونوں موقعوں میں ان کی شرکت مانی ہو۔

وصل علیہم صاحب مدارکؒ فرماتے ہیں کہ صدقات وصول کرنے والوں کو چاہئے کہ صدقہ دینے والوں کے حق میں صدقہ لینے کے وقت دعائے خیر و برکت کر دیا کریں۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ حاکم اور افسر کو چاہئے کہ ”اجرک اللہ فیما اعطیت وجعلہ طہورا وبارک لک ابقیت ثم رغب اللہ فی ذلک“ کہنا چاہئے۔ شرح اصول ابن حاجب میں لکھا ہے کہ آیت خذ من اموالہم سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ ہر نوع مال کو صدقہ لینا چاہئے۔ جیسا کہ ہماری رائے ہے کیونکہ جب ایک قسم مال سے صدقہ لے لیا تو خذ من اموالہم پر عمل ہو گیا۔ دوسرے یہ کہ ایک درہم و دینار بھی تو آخر مال ہی ہے۔ پس ان میں سے بھی صدقہ لینا

چاہئے۔ حالانکہ ایسا نہیں اس سے معلوم ہوا کہ مال کی ہر قسم مراد نہیں ہے۔ دوسرے اکثر حضرات کی رائے اس کے خلاف ہے اور مبنی اختلاف یہ ہے کہ اموال کی اضافت مفید استغراق ہے یا نہیں۔ البتہ من تبعضیہ ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ نہ سب مال لو اور نہ سب چھوڑو۔

تطہرہم اس میں اشارہ ہے کہ زکوٰۃ کا مال ایک طرح کا میل کچیل ہوتا ہے۔ جس کو ”اوساخ الناس“ فرمایا گیا ہے پس وضو کے پانی کی طرح ہوگا زکوٰۃ کا روپیہ ہے تو سید ہاشمی اور مالدار اور ذمی کو لینا حرام ہے لیکن نفلی صدقات لینے حرام نہیں ہیں ان میں میل کم ہوتا ہے۔ اور لفظ ”یاخذ الصدقات“ سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل لینے والا اللہ ہی ہوتا ہے۔ ان الصدقة تقع فی کف الرحمن قبل ان تقع فی کف الفقیر ضرورت کی وجہ سے مخصوص بندوں کو مصرف بنادیا گیا ہے گویا اللہ کے وعدہ و ما من دآبۃ فی الارض الا علی اللہ رزقہا کے پورا کرنے کا ایک طریق یہ بھی ہے کہ مالداروں سے وہ غریبوں کو دلا دیتا ہے۔ نیز غیر منقسم چیز کا ہبہ اگرچہ جائز نہیں ہے لیکن مشاع چیز کا صدقہ درست ہے۔ کیونکہ صدقہ لینے والا دراصل ایک ہی ہے یعنی اللہ۔ اس میں مشاع نہیں۔ برخلاف ہبہ کے اس میں اغنیاء متعدد ہو سکتے ہیں۔

خمسین لیلۃ سفر تبوک کی مدت بھی اتنی ہی ہے غیر حاضری کے مطابق ہی سزا ملی۔

لَمَسْجِدَ اَنْسَسَ سے مراد مسجد قباء ہے ہجرت کر کے اول آنحضرت ﷺ یہیں فروکش ہوئے تھے اور پھر سے جمعہ تک قیام فرمایا تھا اور بعض نے مسجد نبوی مراد لی ہے۔ ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا ہو مسجد کم ہذا مسجد المدینۃ صاحب مدارک کی رائے ہے کہ بعض کے نزدیک جو مسجد رضاء الہی کے علاوہ کسی اور غرض سے بنائی جائے۔ مثلاً فخر و مباہات ریاء و جمع پیش نظر ہو یا حرام مال سے بنائی جائے تو وہ مسجد ضرار کے حکم میں ہے۔

عطاء سے مروی ہے کہ فاروق اعظمؓ کے ہاتھ پر جب شہر کے شہر فتح ہونے لگے تو آپ نے حکم دیا تھا کہ ایک شہر میں دو دو مسجدیں اس طرح نہ بنائی جائیں کہ ایک سے دوسری کو نقصان ہو۔ علمائے اصول فرماتے ہیں کہ مغصوبہ زمین میں نماز، نماز ہونے کی وجہ سے ممنوع نہیں ہے بلکہ دوسرے کی زمین مشغول رکھنے کی وجہ سے لغیرہ ممنوع ہے لیکن چونکہ زمین اور جگہ کا تعلق نماز سے ایسا تو ہے نہیں جیسے وقت کا تعلق نماز روزہ سے ہوتا ہے اس لئے اوقات مکروہہ میں نماز جس طرح مکروہہ ہے نہ تو مغصوبہ زمین میں اس طرح مکروہہ ہوتی ہے اور نہ عید کے دن روزہ جس طرح فاسد ہو جاتا ہے اس طرح مغصوبہ جگہ میں نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

ان یتطہروا الخ اس میں پانی سے استنجہ کی فضیلت معلوم ہوئی۔ کیونکہ دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں یا ڈھیلوں اور پانی دونوں سے استنجا کرنے کی وجہ سے تعریف کی گئی ہو یا ڈھیلوں کے بعد پانی استعمال کرنے کی وجہ سے اظہار پسندیدگی کیا گیا ہوگا۔ جیسا کہ صاحب ہدایہ کی رائے ہے لیکن یہ استحباب اور فضیلت اس وقت ہے جب کہ نجاست اپنے مقام سے آگے نہ بڑھے اور اگر ادھر ادھر بھی پھیل جائے تو پھر پانی کا استعمال واجب ہو جائے گا۔ اس آیات سے علمائے اصول نے یہ سمجھا ہے کہ شرم گاہ کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ کیونکہ پانی سے استنجا کرنا جب قابل تعریف ہے تو اس میں ہاتھ کا بدن کو لگنا عادت ضروری ہے۔ پس اگر اس ہاتھ لگنے سے وضو ٹوٹ جاتا۔ تو پھر تعریف کے کیا معنی؟ فی نفسہ یہ استدلال اگرچہ مضبوط نہیں ہے۔ تاہم امام شافعیؒ پر الزام ہو سکتا ہے۔ البتہ یہاں ایک شبہ یہ ہو سکتا ہے کہ استنجہ کے معنی تو پاخانہ کے بعد پاکی کے ہیں اور پیشاب کے بعد طہارت کو استبراء کہا جاتا ہے۔ پس اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم صرف بڑے استنجے کا ہے۔ چھوٹے استنجے کا نہیں ہے۔ حالانکہ علمائے اصول کی رائے یہ ہے کہ دونوں استنجوں کا حکم یہی ہے۔

پس کہا جائے گا کہ فقہاء کے نزدیک یہی عام حکم ہی مراد ہے۔ البتہ بڑا استنجا چونکہ زیادہ تفصیل کا محتاج ہے اس لئے فقہاء کو

بیان کرنا پڑا کہ پہلا ڈھیلا پیچھے کو لے جائے اور دوسرے کو پہلے کے برخلاف پھیرے۔ اور تیسرے کو پہلے کی طرح استعمال کرے اور یہ ظاہر نہیں کیا کہ یہ تفصیل کسی مخصوص استغفہ کی ہے۔ فارسل جماعۃ اس سے مراد مالک بن خشم، معن بن عدی، عامر بن السکن وحشی ہیں جنہوں نے مسجد ضرار کو جا کر شہید کیا۔ یوم حلت اگر قباء میں آپ کا قیام چار روز رہا تو پیر سے جمعہ تک آپ کا قیام رہا اور یہ آنحضرت ﷺ نے پہلا جمعہ پڑھا تھا اور بعض نے چودہ روز اور بعض نے بائیس روز قیام بتلایا ہے۔

ان يتطهروا طہارت معنوی اور حسی دونوں مراد ہیں یا ایک۔

رابط آیات:..... اس سے پہلی آیت میں دیہاتی مسلمانوں کا ذکر تھا۔ یہاں عام مسلمانوں کا ذکر کیا جا رہا ہے پہلے افضل لوگوں کا اور بعد میں کم درجہ لوگوں کا۔ آیات و مومن حولکم الخ سے ان منافقین کا ذکر ہے جن کا نفاق آنحضرت ﷺ کو بھی معلوم نہیں تھا۔ اس کے بعد آیت و اخسرون اعترفوا الخ میں ان مسلمانوں کا بیان جو محض سستی اور کاہلی سے تبوک میں نہیں جاسکے۔ لیکن آنحضرت ﷺ کی خدمت میں معذرت پیش کرنے کے لئے حاضر تو نہیں ہوئے البتہ خود کو ستونوں سے باندھ دیا تھا۔ اور آیت و اخسرون مرجون الخ سے ان لوگوں کا بیان ہے جنہوں نے نہ معذرت کی اور نہ خود کوئی سزائیں کودی۔ اس کے بعد آیت والذین اتخذوا الخ سے مسجد ضرار کا واقعہ اور اس کا حکم ذکر کیا گیا ہے۔

شان نزول:..... ان مختلف آیات کے اسباب نزول کی طرف خود مفسر علام نے اشارہ فرمادیا ہے۔

﴿تشریح﴾:..... صحابہؓ، تابعینؓ، تبع تابعینؓ میں درجہ بدرجہ فرق مراتب:..... لفظ سابقون الاولون میں تمام انصار و مہاجرین صحابہؓ داخل ہو گئے اور الذین اتبعوہم الخ میں باقی تمام مسلمان آ گئے۔ اس طرح کہ اول وہ صحابہؓ جو مہاجرین و انصار کے علاوہ ہیں وہ داخل ہو گئے۔ کیونکہ بعد میں ہجرت فرض نہیں رہی تھی۔ ان کے بعد پھر تابعینؓ اور تبع تابعینؓ آ گئے۔ ان کے باہمی فضل و کمال میں ترتیب کے لحاظ سے یہی فرق رہے گا اور اولیت بعد والوں کے اعتبار سے تو اس لئے باعث فضیلت ہے ہی کہ یہ حضرات بانی نیکی ہونے کے لحاظ سے حدیث من سن سنة حسنة الخ اور الدال علی الخیر کفاعله کا مصداق ہیں۔ اگرچہ بعد والے پہلے زمانہ میں موجود نہ ہونے کی وجہ سے ایمان لانے پر قادر نہیں تھے۔ لیکن دوسرے معاصرین کے اعتبار سے اول لوگوں کا شرف اس لئے ہے کہ قدرت حاصل ہونے کے باوجود دوسرے لوگ ایمان لانے میں پیچھے کیوں رہے اور فرق مراتب ہی کے اعتبار سے ان حضرات کی جزاؤں میں بھی فرق ہوگا اور سابقون میں احسان کی قید اس لئے نہیں لگائی کہ ان کا مہاجر اور ناصر ہونا ہی احسان پائے جانے کی کافی دلیل ہے۔

سنعذبہم الخ میں ثم یردون الخ کے مقابل ہونے کی وجہ سے آخرت سے پہلا زمانہ مراد لیا جائے گا۔ جس میں دنیا کی زندگی اور برزخی زندگی دونوں آجائیں گی۔ پس دنیاوی اعتبار سے تو دوسرے منافقین کی نسبت ان منافقین کو دو ناعذاب اس لئے ہے کہ جن کا نفاق کھل گیا ان کا معاملہ تو ایک طرف ہوا۔ مگر جن کا نفاق ابھی نہیں کھلا انہیں ہر وقت کی پریشانی اور بے چینی ہے کہ کہیں اب بھانڈا نہ پھوٹ جائے۔ کہیں اب قلعی نہ کھل جائے۔ اس لئے ہر وقت اخفاء کی فکر میں رہتے ہیں۔ برخلاف دوسرے منافقین کے کہ وہ اس فکر سے تو بے فکر ہو گئے..... اور اخروی عذاب کا دو گنا ہونا تو ظاہر ہے۔ بہر حال چونکہ نفاق کا مدار اخفاء پر ہوتا ہے۔ اور یہ اخفاء میں اس قدر بڑھے ہوئے ہیں کہ باوجودیکہ رسول اللہ ﷺ کی ذکاوت و ذہانت کی گرد کو بھی کوئی شخص نہیں پہنچ سکتا۔ لیکن حد ہو گئی کہ انہوں نے آج تک آپ کو بھی پتہ چلنے نہیں دیا۔ اس لئے یہ نفاق میں سب سے بڑھے ہوئے نکلے۔

تبوک میں نہ جانے والے صحابہ کی دو قسمیں:..... تخلص صحابہ میں جو لوگ محض سستی اور کاہلی سے تبوک میں نہیں جاسکے۔ ان میں سے بعض نے اگرچہ حاضر خدمت ہو کر معذرت نہیں کی۔ لیکن بطور خود اپنے نفس کو مسجد کے ستونوں سے باندھ کر انہوں نے سزا لے لی۔ آیت آخرون اعترفوا بالخ میں ایسے ہی لوگوں کا بیان ہے۔ لیکن کچھ لوگ ایسے بھی رہے جنہوں نے نہ حاضر ہو کر معذرت کی اور نہ بطور خود کوئی سزا دی۔ آیت آخرون مرجون الخ میں ایسے ہی لوگوں کا بیان ہے۔

چند تحقیقات:..... ان آیتوں میں چند باتیں غور طلب ہیں (۱) گناہ اگرچہ توبہ سے معاف ہو جاتا ہے۔ لیکن اس گناہ کی ظلمت کا کچھ اثر باقی رہتا ہے۔ جو اگرچہ قابل مواخذہ نہ ہو۔ مگر آئندہ گناہ اور برائی کا اندیشہ رہتا ہے۔ جس کے لئے کسی بھی نیک عمل کا کرنا اس اثر اور کدورت کے ازالہ کا باعث ہو سکتا ہے۔ بالخصوص صدقہ جس کے لئے حدیث میں فرمایا گیا ہے۔ الصدقة تطفي غضب الرب اس کدورت کے ازالہ میں مؤثر سمجھا گیا ہے۔ اسی لئے خذ من اموالهم صدقة کا حکم دیا گیا ہے۔

(۲) جہاد اگرچہ فی نفسہ فرض کفایہ تھا فرض عین نہیں تھا کہ جس کی وجہ سے نہ جانا گناہ ہوتا یا عذاب کا احتمال ہوتا۔ مگر آنحضرت ﷺ کے فرمادینے کے بعد فرض عین ہو گیا۔ چنانچہ امام وقت کی طرف سے عام دعوت کے بعد جہاد میں جانا فرض عین ہو جاتا ہے۔ اس لئے پہلی جماعت کی طرف سے سوء عملی کی نسبت فرمائی اور دوسری جماعت کی طرف عذاب کا خطرہ بتلایا ہے۔

(۳) صدقہ دینے والے کے لئے مناسب دعائیہ کلمات ہونے چاہئیں۔ البتہ ”اللہم صل علی فلان“ اس لئے مناسب نہیں کہ اس سے نبوت کی طرف ایہام ہو جاتا ہے۔ لیکن قرآن کریم میں لغوی معنی کے اعتبار سے استعمال ہو رہا ہے۔ نیز اس وقت یہ عرفی معنی تھے بھی نہیں جس سے غلط ایہام ہوتا۔

(۴) بعض اوقات توبہ چونکہ شرائط کے مطابق نہیں ہوتی۔ اس لئے دوسری جماعت کے لئے توبہ کی قبولیت اور عذاب دونوں کا احتمال بیان کیا گیا ہے۔ پس یہ آیت دوسری آیات توبہ کے خلاف نہیں ہے۔

مسجد ضرار کا واقعہ:..... ”مسجد ضرار“ کے واقعہ کی طرف خود جلال محقق اشارہ کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی نیت فاسد سے کچھ منافقین نے یہ مسجد تیار کر کے کھڑی کر دی تھی اور نہایت ہی معصومانہ انداز سے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں برکت کے لئے دو گانہ پڑھنے کے لئے تشریف لے چلنے کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا اس وقت تو تبوک کی مہم سر پر ہے واپسی کے بعد دیکھا جائے گا۔ لیکن واپسی پر حق تعالیٰ نے حقیقت و اشکاف کر دی۔ تو آپ نے مالک بن دشتم، معن بن عدی، عامر بن السکنی، وحشی کو بھیجا اور مسجد کو گروا کر آگ لگوا دی۔ حالانکہ مسجد جس کو ”خیر البقاع“ فرمایا گیا ہے۔ اس کا بنانا جس درجہ مستحسن ہو سکتا ہے۔ وہ حدیث من بنی للہ مسجد اہنی اللہ لہ بیتا فی الجنة سے ظاہر ہے لیکن بری نیت کی وجہ سے ایک بہترین کام بدترین شمار کر لیا گیا ہے۔ لیکن اس کے بالقابل حاطب بن ابی بلتعہ غزوہ بدر کے موقع پر مکہ کے کافر دشمنوں کو آنحضرت ﷺ کے عزائم سے باخبر کر کے ایسا خطرناک جرم کرتے ہیں۔ جس کی سزا فوجی دنیا میں موت سے کسی طرح کم نہیں ہو سکتی۔ اسی لئے صحابہ سن کر بے حد فروختہ اور مشتعل ہو جاتے ہیں اور فاروق اعظمؓ جیسا صاف دل دماغ اور صاف گو جرنیل چیخ اٹھتا ہے کہ ”افلا نضرب عنقه“ لیکن زبان رسالت اس کی سن نیت کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ اس کی بات تسلیم کر کے اس کے عذر کی تصدیق کرتی ہے۔ بلکہ اس کو پروانہ خوشنودی و رضا بھی عطا کر دیا جاتا ہے۔ پس اتنا بدترین عمل لیکن حسن نیت کی بدولت جائز و معقول قرار پاتا ہے۔ یہی مطلب ہے حدیث انما الاعمال بالنیات اور انما لامری ما نوى الخ کا۔

صاحب مدارک کی رائے پر تنقید:..... مسجد ضرار کے اس واقعہ سے تفاخر و ریا کی نیت سے بنائی جانے والی مسجد کو بعض حضرات کا مسجد نہ سمجھنا محل کلام ہے۔ کیونکہ مسجد ضرار میں تو اصل نیت ہی مسجد بنانے کی نہیں تھی۔ بلکہ دوسری آباد مساجد اور دین کی بیخ کنی مقصود تھی۔ اس لئے وہ مسجد نہیں سمجھی گئی۔ لیکن شہرت و نام آوری اور دکھلاوے کی نیت سے مسجد بنانے میں مسجد بنانے کی نیت تو رہتی ہے ہاں اس میں ایک خرابی بھی شامل ہو گئی ہے۔ اس لئے ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے۔ جب کہ ایک جگہ تو فساد عقیدہ اور دوسری جگہ صرف فساد نیت پس ظاہری احکام کے اعتبار سے اس کو مسجد ہی کہا جائے گا۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس میں مقبولیت نہ ہو۔ مسجد ہونے اور مقبول بننے میں تلازم نہیں۔ نہ ایک طرف سے نہ دونوں جانب سے۔

کیا منافقین کو مرنے کے بعد راحت مل جائے گی؟..... آیت الا ان تقطع قلوبہم کے معنی محاورہ کے اعتبار سے دائمی حسرت کے ہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ مرنے کے بعد انہیں راحت مل جائے گی۔ یا یہ کہا جائے کہ موت کے باوجود چونکہ قلب حقیقی مرتا نہیں۔ پس گویا چونکہ قلب کا قطع حقیقی کبھی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے دوام حسرت مراد ہو۔

ایک علمی شبہ کا ازالہ:..... ایک طرف احادیث سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کا تعلق مسجد قباء والوں سے ہے اور آیت کا سیاق بھی بتا رہا ہے کہ لمسجد اسس علی التقویٰ سے مراد اہل قبا ہی ہیں۔ مگر اس بارے میں بعض صحابہؓ کی باہمی گفتگو ہوئی تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس سے میری مسجد مراد ہے؟۔ اس علمی شبہ کا جواب یہ کہ آپؐ کا منشاء یہ تھا کہ اس میں مسجد قباء کی تخصیص نہیں۔ بلکہ مسجد نبویؐ بھی اس میں داخل ہے۔ رہا آیت کا سیاق تو کہا جائے گا کہ عبارت النص سے تو مسجد قبا ہی مراد ہے۔..... لیکن دلالت النص کی رو سے مسجد نبویؐ بھی اس میں داخل ہے۔ کیونکہ صحابہؓ کی وجہ سے جب ایک مسجد میں یہ خوبی آگئی تھی تو خود صحابہؓ میں جس ذات قدسی کی بدولت نور کا ظہور ہوا۔ اس کی برکت سے خود اس کی بنائی ہوئی مسجد کے شرف و کمال کا کیا پوچھنا؟

اطائف آیات:..... آیت لا تعلمہم الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ قلبی اعمال جیسی مخفی چیزوں کے جاننے کا دعویٰ کرنا کسی کے لئے بھی زیبا نہیں ہے اور ایسی آیات قوی دلیل ہیں کہ جو شخص صفاء قلب اور تجرد نفس کے حاصل ہوتے ہی غیبی چیزوں کے کشف کا دعویٰ کرتا ہے وہ سراسر بے بنیاد ہے۔ نیز اس میں رسول اللہ ﷺ کے علم غیب کی صراحت نفی ہو رہی ہے۔

آیت واخسروا اعترفوا الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات میں برائی اور گناہ کی جڑ جمی نہیں تھی۔ بلکہ ان میں نور کی استعداد باقی تھی۔ جس کی وجہ سے ان کی طبیعتیں نرم ہو گئی تھیں خلطوا عملا صالحا و اخر سینا میں اسی طرف اشارہ ہے۔ آیت عسی اللہ ان یتوب علیہم میں اس طرف اشارہ ہے کہ وہ نفس لوامہ کے مرتبہ سے گزر کر قلبی اتصال کے مرتبہ میں پہنچ گئے تھے اور یہ مرتبہ قوی ہو کر ملک کے درجہ میں پہنچ گیا تھا۔ جس کے بعد انسان کو نفس کی مخالفت سے نجات مل جاتی ہے۔ آیت خذ من اموالہم الخ سے معلوم ہوا کہ اس اتصال بالقلب کو کبھی دوسرے اسباب سے بھی مدد مل جاتی ہے۔ پس مال جو بالطبع مرغوب ہوتا ہے اور تمام شہوات کی جڑ ہوتا ہے اس کو لے کر شروع ہی میں قوی نفس کو مضحمل اور کمزور کر دیا جائے اور اس کی خواہشات کو دبا دیا جائے۔ آیت صل علیہم میں ہمت و توجہ سے امداد کرنے اور صحبت کے انوار پہنچانے کا حکم ہے۔

اور ان صلوات تک سکن لہم سے معلوم ہوا کہ آپؐ کی یہ ہمت و افاضہ ان پر سیکھنے اترنے کا سبب ہے اور سیکھنے سے مراد نور قلب ہے۔ جس سے حق پر جماؤ ہو جاتا ہے اور بے استقلالیت سے نجات مل جاتی ہے۔ گناہ اور غلطی کا اقرار کر لینے کی فضیلت، معذرت کی

قبولیت، صدقہ وغیرہ اعمال اور شیخ کی برکت، شیخ کے لئے مرید کو تسلی دینے کی ہدایت ان آیات سے معلوم ہو رہی ہے۔

آیت فسیر اللہ الخ سے معلوم ہوا کہ توبہ کی حد اتنی ہو جائے کہ توبہ کرنے والے پر صالحین کی علامات ظاہر ہونے لگیں۔ کیونکہ مسلمانوں کے دیکھنے کا تعلق تو ان ہی علامات سے ہو سکتا ہے۔ آیت آخرون مرجون الخ سے معلوم ہوا کہ بعض اوقات مرید کے معاملہ کو خوف و امید کے درمیان چھوڑ دینا چاہیے۔ نہ تو صراحتہ اس کا عذر قبول کیا جائے کہ اس سے نصیحت کا اثر کمزور پڑ جاتا ہے اور نہ صراحتہ اس کو روک دینا چاہیے کہ اول تو اس سے توحش ہوگا اور پھر مایوسی اور پھر دوری۔ اور یہ سب باتیں اس کے لئے نقصان دہ ہوں گی۔ لیکن اس معلق رکھنے میں مرید کی بڑی مصلحتیں ہیں۔ آیت والذین اتخذوا الخ سے معلوم ہوا کہ دین کو اپنی فاسد غرض کا آلہ بنانا برا ہے۔

آیت لا تقم الخ سے معلوم ہوا کہ شرعی کراہت کا سبب بننے سے بھی بچنا ضروری ہے۔

آیت لمسجد اسس الخ سے معلوم ہوا کہ جس چیز کی بنیاد تقویٰ پر ہو اس سے نفس میں صفائی و قوت اور عمدگی حال، ذوق و جدان کا اثر پیدا ہو جاتا ہے اور جس چیز کی بنیاد خلاف تقویٰ پر ہو۔ اس سے نفس میں کدورت، تفرقہ قبض کا اثر پیدا ہو جاتا ہے اور آیت فیہ رجال میں اشارہ ہے تاثر صحبت کی طرف اور اس مجموعہ سے یہ معلوم ہوا کہ جمعیت خاطر حاصل ہونے میں مکان، زمان، اخوان طریق کو بڑا دخل ہے۔

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ يَّذُلُّوَهَا فِي طَاعَتِهِ كَالْجِهَادِ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةُ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ جُمْلَةً اسْتَيْسَافَ بَيَانٍ لِلشِّرَاءِ وَفِي قِرَاءَةِ بِتَقْدِيمِ الْمَبْنِيِّ لِلْمَفْعُولِ أَيْ فَيَقْتُلُ بَعْضُهُمْ وَيُقَاتِلُ الْبَاقِي وَعَدَا عَلَيْهِ حَقًّا مَصْدَرَانِ مَنْصُوبَانِ بِفَعْلِهِمَا الْمَحْذُوفِ فِي السُّورَةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ أَيْ لَا أَحَدٌ أَوْفَى مِنْهُ فَاسْتَبَشِرُوا فِيهِ الْبَقَاةَ عَنِ الْغَيْبَةِ بَبَيْعِكُمْ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ وَذَلِكَ الْبَيْعُ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١١٨﴾ النَّيْلُ غَايَةُ الْمَطْلُوبِ التَّائِبُونَ رَفَعَ عَلَى الْمَدْحِ بِتَقْدِيرِ مُبْتَدَأٍ مِنَ الشَّرْكِ وَالنِّفَاقِ الْعَبْدُونَ الْمُخْلِصُونَ الْعِبَادَةَ لِلَّهِ الْحَمْدُ لَهُ عَلَى كُلِّ حَالٍ السَّائِحُونَ الصَّائِمُونَ الرَّاكِعُونَ السَّجِدُونَ أَيْ الْمُصَلُّونَ الْأَمْرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَفِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ لَا حَكَمَ بِالْعَمَلِ بِهَا وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١١٩﴾ بِالْجَنَّةِ وَنَزَلَ فِي اسْتِغْفَارِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَمِّهِ أَبِي طَالِبٍ وَاسْتِغْفَارِ بَعْضِ الصَّحَابَةِ لِأَبَوَيْهِ الْمُشْرِكَيْنِ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أَوْلَىٰ قُرْبَىٰ قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿١٢٠﴾ النَّارُ بِأَنْ مَاتُوا عَلَى الْكُفْرِ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ بِقَوْلِهِ سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّي رَجَاءً أَنْ يُسَلِّمَ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ بِمَوْتِهِ عَلَى الْكُفْرِ تَبَرَّأَ مِنْهُ وَتَرَكَ الْإِسْتِغْفَارَ لَهُ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ كَثِيرُ التَّضَرُّعِ وَالِدُّعَاءِ حَلِيمٌ ﴿١٢١﴾

صَبُورٌ عَلَى الْآذَى وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ إِذْ هَدَاهُمْ لِلْإِسْلَامِ حَتَّى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَا يَتَّقُونَ مِنَ الْعَمَلِ فَلَا يَتَّقُوهُ فَيَسْتَحِقُّوا الْإِضْلَالَ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۱۱۵﴾ وَمِنْهُ مُسْتَحَقُّ الْإِضْلَالِ وَالْهُدَايَةِ إِنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَمَا لَكُمْ أَيْهَا النَّاسُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَىٰ غَيْرِهِ مِنْ وَلِيٍّ يَحْفَظُكُمْ مِنْهُ وَلَا نَصِيرٌ ﴿۱۱۶﴾ يَمْنَعُ عَنْكُمْ ضَرَرَهُ لَقَدْ تَابَ اللَّهُ أَىٰ آدَامَ تَوْبَتَهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ أَىٰ وَقْتُهَا وَهِيَ حَالُهُمْ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ كَانَ الرِّجَالُ لَا يَفْتَسِمَانِ تَمْرَةً وَالْعَشِيرَةُ يَعْتَقَهُونَ الْبَعِيرَ الْوَاحِدَ وَاشْتَدَّ الْحَرُّ حَتَّى شَرِبُوا الْفَرْتُ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ بِالنَّاءِ وَالْيَاءِ تَمِيلُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِنْهُمْ عَنْ اتِّبَاعِهِ إِلَى التَّحَلُّفِ لِمَا هُمْ فِيهِ مِنَ الشَّدَةِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ بِالثَّبَاتِ إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ﴿۱۱۷﴾ وَتَابَ عَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خَلَفُوا عَنِ التَّوْبَةِ عَلَيْهِمْ بِقَرِينَةٍ حَتَّى إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ أَىٰ مَعَ رَحْبِهَا أَىٰ سَعَتِهَا فَلَا يَجِدُونَ مَكَانًا يَطْمَئِنُّونَ إِلَيْهِ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ قُلُوبُهُمْ لِلْغَمِّ وَالْوَحْشَةِ بِتَأْخِيرِ تَوْبَتِهِمْ فَلَا يَسْعَاهَا سُرُورٌ وَلَا أُنْسٌ وَظَنُّوا أَيْقِنُوا أَنَّ مُحَفَّفَةً لَا مُلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ وَفَقَّهُمْ لِلتَّوْبَةِ لِيَتُوبُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿۱۱۸﴾

۱۱۸

ترجمہ: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانیں بھی خرید لیں اور ان کا مال بھی (تا کہ جہاد وغیرہ نیک کاموں میں اس کو صرف کریں) اور اس قیمت پر خرید لیں کہ ان کے لئے بہشت ہو۔ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں جس میں مارتے بھی ہیں اور مرتے بھی ہیں (یہ جملہ مستانفہ ہے شہداء کا بیان ہے اور ایک قرأت میں مجہول صیغہ پہلے ہے۔ یعنی بعض شہید ہو جاتے ہیں اور باقی لڑتے رہتے ہیں) اس پر سچا وعدہ کیا ہے (یہ دونوں مصدر فعل محذوف کی وجہ سے منصوب ہیں) تورات، انجیل، قرآن میں۔ اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو پورا کرنے والا اور کون ہو سکتا ہے؟ (یعنی اس سے زیادہ وفاء عہد کرنے والا کوئی نہیں ہے) پس خوشیاں مناؤ (اس میں صیغہ غائب سے الغات پایا جاتا ہے) اپنے اس سودے پر جو اللہ سے تم نے چکایا ہے اور یہی (تجارت) ہے جو بڑی سے بڑی فیروز مندی ہے (کامیابی جو انتہائی مطلوب ہے) وہ توبہ کرنے والے (اس پر رفع مدح کی وجہ سے ہے اور مبتداء مقدر ہے یعنی کفر و شرک سے توبہ کرنے والے ہیں) عبادت گزار (اللہ کے لئے خالص عبادت کرنے والے) اللہ کی حمد و ثناء کرنے والے (ہر حال میں) روزے دار (روزے رکھنے والے) رکوع سجدہ کرنے والے (نمازی) نیک باتوں کی تعلیم کرنے والے اور بری باتوں سے باز رکھنے والے اور اللہ کی حد بندیوں کی حفاظت کرنے والے ہیں (اللہ کے احکام پر عمل کر کے) اور ایسے ایمانداروں کو آپ خوشخبری سنا دیجئے (جنت کی۔ اگلی آیت اس وقت نازل ہوئی) جب کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے چچا ابوطالب کے لئے اور بعض صحابہؓ نے اپنے بھروسہ والوں کے لئے استغفار کرنا چاہا) پیغمبر کو اور دوسرے مسلمانوں کو جائز نہیں کہ مشرکین کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں۔ اگرچہ وہ رشتہ دار (قربت دار) ہی ہوں۔ اس بات کے واضح ہو جانے کے بعد کہ یہ لوگ دوزخی ہیں (بشرطیکہ یہ لوگ کفر کی حالت میں مر جائیں) اور ابراہیم نے جو اپنے باپ کے لئے بخشائش کی آرزو کی تھی تو صرف اس وجہ سے کہ اپنا وعدہ پورا کر دیں جو انہوں نے اس سے کر لیا تھا (اس کے مسلمان ہونے

کی توقع پر یہ کہہ دیا تھا کہ میں اللہ کی جناب میں تمہارے لئے استغفار کروں گا (لیکن ان پر جب یہ واضح ہو گیا کہ وہ خدا کا دشمن ہے) کفر پر مرجانے کی وجہ سے) تو وہ اس سے محض بے تعلق ہو گئے (اور ان کے لئے استغفار کرنا چھوڑ دیا) بلاشبہ ابراہیم بڑے ہی درمند (بے حد عاجزی اور دعا کرنے والے) بڑے ہی بردبار تھے (مصیبتوں پر صبر کرنے والے) اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ کسی قوم کو (اسلام کی) ہدایت دینے کے بعد گمراہ کر دے۔ جب تک ان پر وہ ساری باتیں واضح نہ کر دے جن سے انہیں بچنا چاہیے (پس جب ایسے کاموں سے وہ نہ بچے تو گمراہی کے مستحق ہو گئے) بلاشبہ اللہ کے علم سے کوئی بات باہر نہیں (وہ یہ بھی جانتا ہے کہ کون گمراہ کرنے کا مستحق ہے اور کون ہدایت پانے کا) بلاشبہ آسمان و زمین کی بادشاہت اللہ ہی کے لئے ہے وہی جلاتا ہے اور وہی مارتا ہے۔ اور (اے لوگوں) تمہارے لئے اللہ کے سوا نہ کوئی یار ہے (جو تمہاری حفاظت کر سکے) اور نہ کوئی مددگار ہے (جو تمہیں نقصان سے بچا سکے) یقیناً اللہ تعالیٰ نے توجہ فرمائی (یعنی ہمیشہ سے مہربان ہے) پیغمبر کے حال پر اور مہاجرین اور انصار کے حال پر بھی۔ جنہوں نے تنگی کی گھڑی میں بھی پیغمبر کا ساتھ دیا (یعنی تنگی کے وقت بھی جب کہ غزوہ تبوک میں ان کی یہ حالت تھی کہ دود و آدمی ایک ایک کھجور میں شریک تھے اور دس دس آدمی باری باری ایک ایک اونٹ پر سوار ہوتے اور انتہائی گرمی سے بلبل کر لید نچوڑ کر پینے پر مجبور ہو گئے تھے) جبکہ ایسی حالت ہو چکی تھی کہ قریب تھا (لفظ یزیغ تا اور یا کے ساتھ ہے یعنی مائل ہو جائیں) ان میں سے ایک..... گروہ کے دل ڈگمگائیں (آپ کے ساتھ چلنے سے انتہائی مشکلات کی وجہ سے) پھر وہ اپنی رحمت سے ان سب پر متوجہ ہو گیا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب پر بہت شفیق مہربان ہیں اور ان تین شخصوں کے حال پر بھی (توجہ فرمائی) جن کا معاملہ ملتوی چھوڑ دیا گیا تھا (توبہ سے بچے رہنے کی وجہ سے۔ اگلے الفاظ کے قرینہ کی وجہ سے) یہاں تک کہ زمین اپنی ساری کشادگی کے باوجود بھی جب ان کے لئے تنگ ہو گئی (یعنی اپنی وسعت کے باوجود کوئی جگہ انہیں اطمینان کی نصیب نہیں ہو سکی) اور وہ خود اپنی جان سے تنگ آ گئے (ان کے دلوں پر غم و وحشت سوار ہو گئی تھی۔ توبہ کا معاملہ ملتوی ہونے کی وجہ سے ان میں خوشی اور محبت کی رمت باقی نہیں رہی تھی) اور انہوں نے سمجھ لیا تھا (جان لیا تھا) کہ اللہ سے بھاگ کر انہیں کوئی پناہ نہیں مل سکتی مگر خود اس کے دامن میں۔ پس پھر ان کے حال پر توجہ فرمائی (انہیں توبہ کی توفیق بخش کر) تاکہ وہ آئندہ بھی اللہ کی طرف جھکتے رہا کریں بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت توجہ فرمانے والے، بڑے رحم کرنے والے ہیں۔

تحقیق و ترکیب:..... اشتری کنایہ ہے بدل اور عوض سے اور نہ حقیق معنی لینا محال ہے۔

مصدران۔ ای وعدہم وعدا وحق ذلك الوعد حقاً ومن اوفی یعنی مخلوق میں بھی وعدہ خلافی کریم لوگوں کی عادت کے خلاف ہے تو اللہ کی شان کریمی کے شایان کیسے ہو سکتی ہے۔

بتقدیر مبتداء۔ ای ہم التائبون اور من الشک کا تعلق تائبوں کے ساتھ ہے۔

السائحون ابن مسعود و ابن عباس اس کے معنی روزہ کے لیتے ہیں۔ بلکہ بقول ابن عباس قرآن کریم میں جہاں بھی لفظ

سیاحت آیا ہے اس کے معنی روزہ کے ہیں۔ ارشاد نبوی ہے سیاح امتی الصوم۔

لعمہ ابی طالب۔ شیخین کی روایت ہے کہ ابوطالب کی وفات کے وقت آنحضرت ﷺ نے فرمایا قل کلمۃ احاج بہا لک عند اللہ یعنی کلمہ توحید پڑھ لیجئے۔ تاکہ مجھے اللہ کے سامنے حجۃ کا موقع مل سکے۔ لیکن ابوطالب نے ایمان لانے سے انکار کر دیا آپ نے فرمایا لا ازال استغفرک ما لم انہہ یعنی جب تک مجھے اللہ کی طرف سے روکا نہیں جائے گا۔ یعنی تمہارے لئے برابر استغفار کرتا رہوں گا۔

واستغفار بعض الصحابة چنانچہ ترمذی نے حضرت علی کی روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو اپنے مشرک ماں

باپ کے متعلق استغفار کرتے سنا تو حضرت علیؓ نے اظہار تعجب کیا۔ لیکن ان صحابیؓ نے حضرت ابراہیمؑ کا نام لے کر حوالہ دیا کہ انہوں نے بھی اپنے مشرک باپ کے لئے استغفار کیا تھا۔ اس بات کا تذکرہ آنحضرت ﷺ سے کیا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ لیکن ابن مسعودؓ ایک روایت اور نقل کرتے ہیں کہ ایک روز آنحضرت ﷺ قبرستان میں ایک قبر پر دیر تک کچھ پڑھتے رہے اور روتے رہے اور فرمایا کہ یہ میرے ماں باپ کی قبریں ہیں۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے ان کے بارے میں اجازت چاہی تھی۔ لیکن مجھے منع کر دیا گیا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اگر اس آیت کا نزول کئی دفعہ مانا جائے تو یہ سب روایتیں جمع ہو سکتی ہیں۔ البتہ صحیحین کی روایت میں یہ اشکال ہے کہ ابوطالب کی وفات تو ہجرت سے پہلے ہو چکی ہے اور یہ سورت سب سے آخر میں مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی ہے۔ ابن حجرؒ یہ کہتے ہیں کہ یہ واقعہ پہلے ہو چکا تھا۔ مگر آیت بعد میں نازل ہوئی ہے۔

بسموتہ علی الکفر یعنی کافر ہونا تو پہلے ہی معلوم تھا۔ مگر یقینی عداوت اور ولایت کا تحقق تو مرنے کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔ ادام توبتہ یہ ایک اشکال کا جواب ہے کہ نبیؐ تو معصوم ہوتا ہے اور مہاجرینؓ و انصارؓ سے اس بارے میں کوئی قصور ہوا نہیں۔ کیونکہ انہوں نے تو ممانعت سے پہلے آپؐ کے اتباع میں ایسا کیا تھا؟ مفسر محقق اسی کا جواب دینا چاہتے ہیں کہ اصلی توبہ مراد نہیں۔ بلکہ دوام توبہ مراد ہے۔

الذین اتبعوه تقریباً ستر ہزار کا لشکر آپؐ کے ساتھ تھا۔ تمرۃ بلکہ ایک ایک آدمی ایک ہی کھجور کو تھوڑی دیر اپنے منہ میں رکھ کر دوسرے کو دے دیتا اور پھر دوسرا بھی ایسے ہی کرتا۔ حتیٰ کہ اسی طرح اس کھجور کی گٹھلی نکل آتی۔ اسی طرح نخڑی ہوئی لید کو کلیجہ پر رکھ لیتے۔ تاکہ کچھ ٹھنڈک ہی حاصل ہو جائے۔

ربط آیات: جہاد میں نہ جانے والوں کی برائی کے بعد اب شریک ہونے والے مجاہدین کی فضیلت و تعریف کی جارہی ہے۔ پھر ان میں سے بھی کالمین کی زیادہ توصیف کی جارہی ہے۔ اس کے بعد آیت ماکان للنبی الخ سے کفار و مشرکین کے ساتھ کامل اظہار بیزاری کیا جا رہا ہے۔ جیسا کہ شروع سورت میں بھی براءۃ من اللہ الخ سے بیزاری کا اعلان کیا گیا تھا۔ گویا اب ان کے لئے استغفار تک سے روکا جا رہا ہے اور چونکہ مشرکین کے حق میں استغفار ناجائز ہے اور ناجائز کام کرنے سے دل میں ایک طرح کی ظلمت پیدا ہو جاتی ہے۔ جس سے پھر گمراہی کا قریبی مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور بار بار کرنے سے اس میں اضافہ ہو سکتا ہے جس سے ایک مؤمن کو نقصان کا اندیشہ ہو سکتا ہے۔ اس لئے آیت ماکان اللہ لیضل الخ سے ضابطہ بیان فرما کر تسلی دی جاتی ہے۔ اس کے بعد آیت لقد تاب الخ سے تبوک میں نہ جانے والوں میں سے سچ بولنے والوں کی تعریف کی جارہی ہے۔

شان نزول: آیت ماکان للنبی الخ کے شان نزول کی طرف مفسر علامؒ خود اشارہ کر رہے ہیں اور چونکہ اس ممانعت سے صحابہؓ کو یہ اشکال ہو رہا تھا۔ کہ ممانعت سے پہلے جو لوگ اپنے مشرک والدین کے بارے میں استغفار کر چکے ہیں ان سے بھی مواخذہ ہوگا۔ اس کی تردید میں آیت ماکان اللہ لیضل الخ نازل ہوئی ہے۔

﴿تشریح﴾: جہاد مستقل ایک فضیلت ہے مگر ان خوبیوں سے اور سونے پر سہاگہ ہو گیا: آیت التائبون الخ کا یہ مطلب نہیں کہ جہاد کے لئے ان خوبیوں کا ہونا شرط کے درجہ میں ضروری ہے۔ کیونکہ بہت سے نصوص میں صرف جہاد پر بھی بشارت آئی ہے۔ بلکہ ان خوبیوں سے جہاد کے شرف میں اور زیادہ اضافہ ہو جائے گا۔ اس لئے لوگوں کو چاہئے کہ محض جہاد پر تکیہ کر کے نہ بیٹھ جائیں۔ بلکہ ان خوبیوں کو بھی پیدا کریں۔ بذل نفس سے مراد جہاد و قتال ہے ورنہ حقیقہ تو بذل نفس نہیں ہو سکتا۔

کیونکہ مرنے کے بعد بھی نفس و روح باقی رہتی ہے۔ اور انجیل میں جیسا کہ مشہور ہے کہ جہاد کا حکم نہیں ہے۔ پس انجیل میں اس حکم ہونے کا مطلب یا تو یہ ہوگا کہ اس میں امت محمدیہ کے لئے جہاد شروع ہونے کی خبر ہوگی اور ان سے وعدہ کی اطلاع ہوگی اور یا مال و نفس خرچ کرنے کی مطلقاً اس میں فضیلت کا ذکر ہوگا جس میں جہاد بھی آگیا۔ تاہم موجودہ انجیل کے نسخوں میں ان مضامین کا نہ پایا جانا اس لئے دلیل نہیں بن سکتا کیونکہ وہ خود معتبر و محفوظ نہیں ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کا اپنے مشرکین والدین کے لئے استغفار:..... ابراہیم علیہ السلام نے جو اپنے والد کے لئے جو واغفر لابی انہ کان من الضالین سے دعا کی تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ واھد ابی انہ کان من الضالین اسی طرح ایک آیت میں جو یوم یقوم الحساب کا لفظ آیا ہے۔ اس کے معنی ہوں گے۔ اھدھما لیغفر لھما یوم یقوم الحساب نیز بخاری میں ہے کہ قیامت کے روز ابراہیم علیہ السلام درخواست کریں گے۔ انک وعدتنی ان لا تخزینی یوم یبعثون۔ فای خزی اخزی الا بعد جس کے جواب میں ارشاد ہوگا انی حرمت الجنة علی الکافرین اور حکم ہوگا ماتحت رجلیک چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کو اپنے باپ کی شکل بجو کی سی نظر آئے گی اور اس کو جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ سو اس کا مطلب یہ نہیں کہ ابراہیم علیہ السلام اس وقت باپ کے لئے دعائے مغفرت کریں گے۔ بلکہ منشاء یہ ہوگا کہ آپ نے مجھے قیامت میں رسوا نہ کرنے کا وعدہ کیا تھا اور باپ کے جہنم میں جانے سے میری رسوائی ہو رہی ہے۔ پس حق تعالیٰ کے فرمانے کا حاصل یہ ہوگا کہ رسوائی سے بچانے کی صرف یہی ایک صورت نہیں کہ اس کی بخشش کر دی جائے۔ بلکہ ہم ایک دوسری صورت تجویز کئے دیتے ہیں کہ اس کی صورت مسخ کر دی گئی ہے۔ اب نہ اسے کوئی پہچانے گا اور نہ تمہاری رسوائی ہوگی۔

اب بھی مشرک لوگوں کے استغفار جائز ہے یا نہیں:..... غرضیکہ ”دعائے ابراہیمی“ کی اس توجیہ کے بعد اس پر کوئی اشکال نہیں رہتا۔ دوسروں کو بھی اس کی تقلید جائز ہے۔ اور سورہ ممتحنہ میں جو الا قول ابراہیم فرمایا گیا ہے کہ تمہیں دعائے ابراہیمی کی تقلید نہیں کرنی چاہیے۔ سو مطلب یہ ہے کہ اس قول کا جو ظاہری مطلب سمجھ میں آتا ہے۔ اس کی پیروی نہ کرو۔ آیت ماسکان اللہ لیصل الخ میں جس طرح ہدایت کے بعد گمراہی کا ہونا ”وضوح حق“ کے بعد ہوتا ہے اسی طرح ہدایت سے پہلے گمراہی بھی حق واضح ہونے کے بعد ہوتی ہے۔ جیسا کہ آیت وما کنا معذبین حتی نبعث رسولاً سے معلوم ہوتا ہے۔ پس یہ تخصیص خاص واقعہ کے اعتبار سے ہے۔

آنحضرت ﷺ کی توبہ کا مطلب:..... آیت لقد تاب الخ میں اگرچہ آنحضرت ﷺ کے ذکر کی ضرورت نہیں تھی۔ کیونکہ آپ کی مخصوص محبوبیت اظہر من الشمس ہے۔ لیکن تبرکاً نیز صحابہ کا دل خوش کرنے کے لئے آپ کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ جو خصوصی عنایات آپ پر متوجہ ہوں گی ان سے تم لوگ بھی محروم نہیں رہو گے۔ خلاف شرع کام کرنے کی وجہ سے کسی کو سلام کلام بند کرنے کی سزا دینا اب بھی جائز ہے اور حدیث میں جو تین دن تک کلام نہ کرنے کی ممانعت آئی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ کسی دینی رجحان کے بغیر ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔

لطائف آیات:..... آیت التائبون الخ میں ان لوگوں کی بد حالی کا اظہار ہے جو خود کو صالحین کے زمرہ میں سمجھتے ہوئے بھی

حدود کو ضائع کرتے ہیں اور ایسے کلمات بولتے ہیں جو صوفیاء کے نزدیک بھی واپس ہیں۔ آیت ماکان للنسی الخ سے معلوم ہوا کہ ایمان کے بغیر صرف تبرکات کام نہیں آتے۔ دیکھو آنحضرت ﷺ کی قرابت سے بڑھ کر اور کیا برکت ہو سکتی ہے۔ مگر پھر بھی یہ حکم دیا گیا ہے۔ آیت وماکان استغفار الخ سے معلوم ہوا کہ شیخ اپنے مرید کو کسی کام سے منع کرنے کے باوجود اگر خود کرنے پر مجبور ہو جائے تو مرید کے سامنے اجمالاً یا تفصیلاً اپنا عذر بیان کر دے تاکہ وہ اس کی پیروی نہ کر بیٹھے۔ آیت حتی اذا ضاقت الخ سے معلوم ہوا کہ حسب مصلحت مرید پر شیخ کا تشدد جائز ہے۔ آیت ثم تاب اللہ الخ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی عادت اپنے مجاہدین کے ساتھ یہ ہے کہ خلاف مقام ان سے کسی کام کے سرزد ہونے پر اگر ان کو ایک خاص قسم کے جواب سے تادیب و تنبیہ کی جاتی ہے تو جب وہ اس کی تکلیف چکھ چکے ہیں تو ان پر کرم کی بارش فرمائی جاتی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ بترك معاصيه وكونوا مع الصديقين ﴿۱۱۹﴾ فِي الْإِيمَانِ وَالْعُهُودِ بآن تَلْزَمُوا الصَّدَقَ مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ إِذَا غَزَا وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنْفُسِهِمْ عَنْ نَفْسِهِ بآن يَصُونُونَهَا عَمَّا رَضِيَهُ لِنَفْسِهِ مِنَ الشَّدَائِدِ وَهُوَ نَهَى بِلَفْظِ الْخَبَرِ ذَلِكَ أَيْ النَّهْيُ عَنِ التَّخَلُّفِ بِأَنَّهُمْ بِسَبَبِ أَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمًا عَطَشٌ وَلَا نَصَبٌ تَعَبٌ وَلَا مَخْمَصَةٌ جُوعٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَطْئُونَ مَوْطِنًا مَصْدَرٌ بِمَعْنَى وَطًا يَغِيظُ يَغْضِبُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ لِلَّهِ ثِيْلًا قَتْلًا أَوْ إِسْرًا أَوْ نُهْبًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ لِيَجْازُوا عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۲۰﴾ أَيْ أَجْرَهُمْ بَلْ يُشِيْبُهُمْ وَلَا يُنْفِقُونَ فِيهِ نَفَقَةً صَغِيرَةً وَلَوْ ثَمَرَةً وَلَا يَنْقُطُونَ وَادِيًا بِالسَّيْرِ إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ ذَلِكَ لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۲۱﴾ أَيْ جَزَاءَهُ وَلَمَّا وَبَّخُوا عَلَى التَّخَلُّفِ وَأَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً نَفَرُوا جَمِيعًا فَنَزَلَ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا إِلَى الْغَزْوِ كَافَّةً فَلَوْلَا فَهَلَّا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ قَبِيلَةٌ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ جَمَاعَةٌ وَمَكَثَ الْبَاقُونَ لِيَتَفَقَّهُوا أَيْ الْمَا كَثُورٌ فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ مِنَ الْغَزْوِ بِتَعْلِيمِ مَا تَعَلَّمُوهُ مِنَ الْأَحْكَامِ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ﴿۱۲۲﴾ عِقَابَ اللَّهِ بِأَمْتِثَالِ أَمْرِهِ وَنَهْيِهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَهَذِهِ مَخْصُوصَةٌ بِالسَّرَايَا وَالَّتِي قَبْلَهَا بِالنَّهْيِ عَنْ تَخَلُّفِ أَحَدٍ فِيمَا إِذَا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ أَيْ الْأَقْرَبَ فَلَا اقْرَبَ مِنْهُمْ وَلِيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً شِدَّةً أَيْ أَغْلِظُوا عَلَيْهِمْ وَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿۱۲۳﴾ بِالْعَوْنِ وَالنَّصْرِ وَإِذَا مَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ مِنَ الْقُرْآنِ فَمِنْهُمْ أَيْ الْمُنَافِقِينَ مَنْ يَقُولُ لِأَصْحَابِهِ اسْتَهِزَاءً أَيْكُمْ زَادَتْهُ هَذِهِ إِيْمَانًا تَصَدِيقًا قَالَ تَعَالَى فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَرَأَدَتْهُمْ إِيْمَانًا لِيَصْدِيقَهُمْ بِهَا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ﴿۱۲۴﴾ يَفْرَحُونَ بِهَا وَأَمَّا الَّذِينَ فِي

قُلُوبُهُمْ مَّرَضٌ ضَعْفُ اعْتِقَادٍ فَرَادَتْهُمْ رِجْسًا إِلَى رِجْسِهِمْ كُفْرًا إِلَى كُفْرِهِمْ لِكُفْرِهِمْ بِهَا وَمَاتُوا وَهُمْ كَافِرُونَ ﴿۱۱۵﴾ أَوْ لَا يَرَوْنَ بِالْبَاءِ أَيْ الْمُنَافِقُونَ وَالتَّاءُ أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ يُتَلَوْنَ فِي كُلِّ عَامٍ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ بِالْقَحْطِ وَالْأَمْرَاضِ ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ مِنْ نِفَاقِهِمْ وَلَا هُمْ يَذْكُرُونَ ﴿۱۱۶﴾ يَتَعَطَّوْنَ وَإِذَا مَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ فِيهَا ذِكْرُهُمْ وَقَرَأَهَا النَّبِيُّ نَظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ يُرِيدُونَ الْهَرَبَ وَيَقُولُونَ هَلْ يَرِيكُم مِّنْ أَحَدٍ إِذَا قُمْتُمْ فَإِنْ لَمْ يَرَهُمْ أَحَدٌ قَامُوا وَإِلَّا ثَبَتُوا ثُمَّ انْصَرَفُوا عَلَى كُفْرِهِمْ صَرَفَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ عَنِ الْهُدَى بَانَهِمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ﴿۱۱۷﴾ الْحَقُّ لِعَدَمِ تَدَبُّرِهِمْ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ أَيْ مِنْكُمْ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَزِيزٌ شَدِيدٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ أَيْ عَنَّتْكُمْ أَيْ مَشَقَّتْكُمْ وَلِقَاؤُكُمْ الْمَكْرُوهَ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ أَنْ تَهْتَدُوا بِالْمُؤْمِنِينَ رِءُوفٌ شَدِيدٌ الرَّحْمَةِ رَحِيمٌ ﴿۱۱۸﴾ يُرِيدُ لَهُمُ الْخَيْرَ فَإِنْ تَوَلَّوْا عَنِ الْإِيمَانِ بِكَ فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ بِهِ وَثِقْتُ لَا بَعِيرُهُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكُرْسِيِّ الْعَظِيمِ ﴿۱۱۹﴾ حَصَّةٌ بِالذِّكْرِ لَا تَهْ أَعْظَمُ الْمَخْلُوقَاتِ رَوَى الْحَاكِمُ فِي الْمُسْتَدْرَكِ عَنْ أَبِي ابْنِ كَعْبٍ قَالَ اخْرَاجِي نَزَلَتْ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ إِلَى اخْرِاجِ السُّورَةِ

ترجمہ:..... مسلمانوں خدا کے خوف سے (گناہ کر کے) بے پرواہ نہ ہو جاؤ اور چاہئے کہ بچوں کے ساتھی بنو (ایمان اور عہد کے بارے میں سچ کی پابندی کرو) مدینہ کے رہنے والوں کو اور جو دیہاتی اس کے آس پاس رہتے ہیں ان کو یہ زیبا نہیں تھا کہ رسول اللہ کا ساتھ نہ دیں (غزوہ کے موقع پر) اور نہ یہ بات لائق تھی کہ اپنی جان کو ان کی جان سے عزیز سمجھیں (کہ جن مصیبتوں سے آنحضرت ﷺ دوچار ہونا پسند کرتے ہیں ان سے یہ لوگ اپنا بچاؤ کرنے لگیں۔ الفاظ تو یہاں نہیں کے ہیں مگر مقصود خبر ہے) یہ (یعنی جہاد میں نہ جانے سے روکنا) اس لئے (اس سبب سے) ہے کہ انہیں جو پیاس لگی ہے اور جو محنت (تکلیف) انہوں نے جھیلی ہے اور جو بھوک لگی ہے اللہ کی راہ میں اور وہ قدم جو چلتا ایسا چلنا (یہ مصدر ہے بمعنی روندنا) جو کفار کے لئے غیظ (غضب) کا باعث ہوتا اور دشمنوں کی جو کچھ خبر لی (انہیں قتل کیا یا گرفتار کیا یا لوٹا) ان سب پر ان کے نام ایک ایک نیک کام لکھا گیا ہے (اسی کے مطابق انہیں بدلہ ملے گا) یقیناً اللہ تعالیٰ نیک کرداروں کا اجر کبھی ضائع نہیں کرتے (بلکہ انہیں اجر مرحمت فرماتے ہیں) اور وہ کوئی رقم خرچ نہیں کرتے وہ چھوٹی ہو (جیسے ایک کھجور) یا بڑی اور کوئی میدان (چل کر) انہیں ملے کرنے نہیں پڑتے۔ مگر ان کے نام کی نیکی لکھی گئی تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے کاموں کا بہتر سے بہتر بدلہ عطا فرمادے (یعنی جو کچھ انہوں نے کیا اس کا اجر چونکہ تبوک میں نہ جانے پر لوگوں کو جھڑپا دیا گیا تھا۔ اس لئے پھر بعد میں کسی موقع پر آنحضرت ﷺ نے کہیں کوئی فوجی دستہ بھیجنا چاہا تو سب نکل کھڑے ہوئے۔ اس پر آیت نازل ہوئی) مسلمانوں کو یہ نہیں چاہئے کہ (جہادی مہم کے لئے) سب ہی نکل کھڑے ہوں۔ پس ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ہر بڑی جماعت (خاندان) میں سے ایک مختصر حصہ (جماعت) نکل جایا کرے (اور باقی لوگ ٹھہرے رہیں) تاکہ یہ (باقی ماندہ) لوگ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہیں اور جب یہ لوگ (جہاد سے نبٹ کر) اپنی قوم کی طرف واپس جائیں تو لوگوں کو ذرائع (جو احکام انہوں نے خود سیکھے ہیں وہ..... دوسروں کو سکھلا کر) تاکہ وہ لوگ بچیں (اللہ کے عذاب سے شرعی احکام کی پابندی کر کے اور ممانعتوں سے بچ کر۔ ابن عباسؓ کی رائے ہے کہ یہ

حکم معمولی لڑائیوں کے متعلق ہے۔ لیکن پہلی آیتیں جن میں نہ جانے پر سرزنش کی گئی وہ اس وقت ہے جب کہ بنفس نفیس آنحضرت ﷺ بھی تشریف لے جائیں۔ مسلمانوں! ان کافروں سے جنگ کرو۔ جو تمہارے آس پاس ہیں (جو زیادہ نزدیک ہوں سب سے پہلے ان سے) اور چاہیے کہ وہ تمہاری سختی محسوس کریں (یعنی ان پر سختی کرو) اور یاد رکھو اللہ ان کا ساتھی ہے جو مقلی ہیں (مدد اور اعانت کے لحاظ سے) اور جب (قرآن کی) کوئی سورت اترتی ہے تو ان (منافقین) میں سے بعض لوگ کہتے ہیں (اپنے ساتھیوں سے تمسخر کے طریقہ پر) اس سورت نے تم میں سے کسی کے ایمان (تصدیق) میں ترقی دی؟ (حق تعالیٰ فرماتے ہیں) سو حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ ایمان رکھتے ہیں ان کا ایمان تو ضرور زیادہ کر دیا (کیونکہ وہ ان آیات کی تصدیق کرتے ہیں) اور وہ اس پر خوشیاں منارہے ہیں (خوش ہو رہے ہیں) جن کے دلوں میں روگ (اعتقاد کی کمزوری) ہے تو بلاشبہ اس سورت نے ان کی ناپاکی پر ایک اور ناپاکی بڑھادی (ان آیات کا کفر کرنے کی وجہ سے کفر دو گونہ ہو گیا) اور وہ کفر ہی کی حالت میں مر گئے اور کیا انہیں دکھائی نہیں دیتا (یسرون یا کے ساتھ ہے مراد منافقین ہیں اور تا کے ساتھ ہو تو مسلمانوں کو خطاب ہے) کہ یہ لوگ کسی نہ کسی آفت (مصیبت) میں پھنستے رہتے ہیں آئے سال ایک دو مرتبہ (خط سالی اور بیماریوں کی دلدل میں) پھر بھی باز نہیں آتے (اپنے نفاق سے) اور نہ نصیحت (کچھ) پکڑتے ہیں اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے (جس میں ان کا ذکر ہوتا ہے اور پھر اسے رسول اللہ پڑھ کر سناتے ہیں) تو وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگتے ہیں (بھاگنے کی سوچتے ہوئے کہنے لگتے ہیں) کہ تم پر کسی کی نگاہ تو نہیں پڑی؟ (جب تم کھڑے ہوئے تھے۔ پس اگر کسی نے نہ دیکھا تو کھڑے ہو گئے ورنہ وہ ٹھہر جاتے) پھر چل دیتے (اپنے کفر کی طرف) اللہ نے ان کے دل ہی پھر دیئے (راہ ہدایت سے) کیونکہ یہ لوگ سمجھ بوجھ سے کورے ہو گئے (غور نہ کرنے کی وجہ سے حق کو نہیں سمجھتے) تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تم ہی میں سے ہیں (یعنی محمد ﷺ جو تمہارے ہی ہم جنس ہیں) ان پر بہت ہی شاق (ناگوار) گزرتا ہے تمہارا رنج و کلفت میں پڑنا (یعنی تمہاری تکلیف، مشقت اور مصیبت سے دوچار ہونا انہیں کھٹکتا ہے) وہ تمہاری بھلائی (ہدایت) کے بڑے ہی خواہش مند ہیں وہ مومنوں کے لئے شفقت رکھنے والے (بڑے ہی شفیق) مہربان ہیں (مسلمانوں کا بھلا چاہتے ہیں) اس پر بھی اگر یہ لوگ (آپ پر ایمان لانے سے) سرتابی کریں تو ان سے کہہ دو میرے لئے اللہ کا سہارا بس (کافی) ہے اس کے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں۔ میں نے اسی پر بھروسہ کیا (اسی پر اعتماد کیا۔ کسی دوسرے پر نہیں) وہ عرش عظیم (کرسی) کا مالک ہے (خاص طور پر عرش کا ذکر اس لئے کیا کہ وہ ساری مخلوق میں سب سے بڑھ کر ہے۔ حاکم نے مستدرک میں ابی بن کعبؓ سے روایت کی ہے کہ سب سے آخری آیت لَقَدْ جَاءَكُمْ رسول الخ ہے۔

تحقیق و ترکیب: مع الصادقین۔ مع بمعنی من ہے۔ چنانچہ قرأت شاذہ بھی من کے ساتھ ہے اور چونکہ آیت میں صادقین کی معیت کا حکم دیا جا رہا ہے۔ جس سے ان کی بات کا ماننا لازم ہوا۔ پس اس سے اجماع کا حجت ہونا معلوم ہوا۔

بان تلزموا الصدق اس میں صادقین کی معیت کی صورت تجویز کی گئی ہے۔ ولا یسرغبوا یعنی پیغمبر جس کو پسند کرے انہیں اسے ناگوار نہیں سمجھنا چاہیے۔ کبیر کی رائے یہی ہے۔ لیکن ابوالسعود کہتے ہیں کہ جو شائد و تکالیف آپ کو اٹھانی پڑتی ہیں۔ تم بھی اپنے نفس کو ان سے بچانے کی کوشش نہ کرو۔ بانفسہم میں با تعدیہ کے لئے ہے۔ عمار ضیہ لنفسہ یعنی آنحضرت ﷺ جن مشقتوں کو گوارا فرماتے ہیں تم اپنا دامن مت بچاؤ۔ موطا مصدر میسی ہے بمعنی و طاً یا ظرف مکان ہے۔ ای اجرہم جلال مفسر اشارہ کر رہے ہیں کہ ضمیر کی بجائے یہاں اسم ظاہر لایا گیا ہے مدح کے خیال سے۔ صاحب کشاف ولا یطئون الخ کے تحت میں لکھتے ہیں کہ اس سے

اصحاب ابو حنیفہ استدلال کرتے ہیں کہ لڑائی ختم ہونے کے بعد بھی اگر کچھ فوجی دستے کمک کے طور پر پہنچے تو انہیں بھی شریک غنیمت کیا جائے گا۔ کیونکہ ان کی آمد سے بھی دشمنوں پر ایک دھاک بیٹھی ہے اور ان میں غیظ پیدا ہوا ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے بنو عامر کو غنیمت کا حصہ دیا تھا۔ حالانکہ وہ لڑائی کے بعد پہنچے تھے۔ اسی طرح صدیق اکبرؓ نے بھی مہاجرین کو کچھ حصہ دیا تھا۔ جب کہ انہیں عکرمہ بن ابو جہل کی سرکردگی میں امیہ اور زیاد بن ابی لبید کے پاس پانچ سو سواروں کے ساتھ بھیجا تھا۔ حالانکہ یہ فتح کے بعد پہنچے تھے۔ لیکن امام شافعیؒ اس سے متفق نہیں ہیں۔ صاحب کشافؒ نے بھی اس اختلاف کو ذکر کیا ہے۔ لیکن آیت سے تعرض نہیں کیا۔

فلولا نفر الخ اس آیت کی دو توجہیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ لیستفقہوا اور لینذروا اور رجعوا کی ضمیریں طائفہ کی طرف لوٹائی جائیں اور قوم سے مراد فرقہ ہو اور دوسری صورت یہ ہے کہ اس کا برعکس کیا جائے۔ پہلی صورت کا ماحصل یہ ہوگا کہ سب مسلمانوں کو ایک دم تعلیم ہی میں نہیں لگ جانا چاہیے کہ جہاد وغیرہ کے دوسرے شعبے تشنہ پڑے رہ جائیں۔ بلکہ ایسا ہونا چاہئے کہ ہر بڑی جماعت میں ایک چھوٹی جماعت کو تحصیل علم کے لئے باہر نکلتا چاہئے۔ تاکہ یہ جانے والے لوگ دین کی سمجھداری پیدا کر کے آئیں اور اپنی پسماندہ قوم کو آ کر راہ راست پر لائیں۔ پس اسی صورت میں اس آیت سے فقہ کا فرض کفایہ ہونا معلوم ہوا اور یہ کہ خبر واحد عمل کے لئے حجت ہوتی ہے ورنہ ماننا پڑے گا کہ چھوٹی جماعت کی خبر مفید عمل نہیں ہے۔ قاضی بیضاویؒ کی رائے یہی ہے اور فخر الاسلامؒ کہتے ہیں کہ اس آیت سے فقہ کا استحباب معلوم ہوا اور یہ کہ عمل کرنا فقہ میں داخل ہے۔ نیز خبر واحد کا واجب العمل ہونا لازم آیا اور دوسری صورت کا ماحصل یہ ہے کہ جہاد میں شریک نہ ہونے پر جو ملامت کی بوچھاڑ ہوئی تو صحابہؓ اس قدر ڈر گئے کہ ایک دم سارے جہاد میں لگ گئے اور احکام کی تعلیم و تعلم کو یکسر چھوڑ دیا۔ اس لئے حکم دیا گیا کہ ایسا نہ کرو۔ بلکہ ایک جماعت جہاد میں چلی جائے اور بقیہ لوگ فقہ کی تعلیم و تعلم میں لگے رہیں کہ یہ بھی جہاد اکبر ہے۔ غرض کہ بہر دو صورت تقسیم کار پر زور دیا گیا ہے۔ اس دوسری صورت میں خبر واحد کا حجت ہونا تو معلوم نہیں ہو گا۔ خبر مشہور کا حجت ہونا ثابت ہو گیا اور یہ کہ جہاد فرض کفایہ ہے اور فقہ کا حاصل کرنا بھی فرض کفایہ ہے۔ نیز یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ آیت کا یہ حکم اس وقت کے لئے ہے جب کہ نفیر عام نہ ہو کہ جہاد فرض کفایہ ہوتا ہے اور تفقہ کا معنی اجتہاد کے ہیں جو فرض کفایہ ہے۔ رہا ضروری مسائل کا سیکھنا۔ وہ فرض عین ہے طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ حدیث کی رو سے۔

بالسرایا سو سے زائد اور پانچ سو سے کم تعداد فوجی دستہ کو سریہ کہتے ہیں۔ اور جو آٹھ سو تک پہنچ جائے اسے منسر کہتے ہیں۔ اور جو اس سے بڑھ کر چار ہزار تک پہنچ جائے اسے جیش کہا جاتا ہے اور اس سے زیادہ کو حجفل کہتے ہیں۔ جن فوجی دستوں میں بنفس نفیس آپ شریک نہیں ہوئے ان کی تعداد ۴۷ ہے اور جن غزوات میں آنحضرت ﷺ خود تشریف لے گئے۔ ان کی تعداد ۲۷ ہے۔ جن میں سے آٹھ غزوات میں جنگ بھی ہوئی۔

قاتلوا یہ آیت دوسری آیت قاتلوا المشرکین کافۃ کے لئے ناسخ نہیں ہے۔ بلکہ جنگی آداب کی تعلیم کے لئے ہے۔ کیونکہ جب درجہ بدرجہ جنگ ہوگی تو دور و پاس کے سب دشمنوں سے جنگ ہو جائے گی اور یہی کافۃ کا مطلب ہے۔ چنانچہ آپؐ نے بھی اسی اصول پر جنگ کی۔ اول اپنی قوم سے نبئے۔ پھر باقی عرب والوں سے نبرد آزما ہوئے۔ اس کے بعد اہل کتاب سے۔ پھر روم اور شام والوں سے لڑے۔ اسی طرح آپؐ کی وفات کے بعد صحابہؓ چلے ہیں۔

ای اغلظوا یعنی مسبب بول کر سبب مراد لیا گیا ہے۔ فیہا ذکر ہو مفسر علامؒ نے یہ کہہ کر اشارہ کر دیا کہ اس میں تکرار نہیں ہے۔

نظر بعضهم یعنی آنکھیں مٹا کر ایک دوسرے کی طرف اشارہ بازی کرتے ہیں اور مسلمانوں سے نظریں بچانا اس لئے ضروری سمجھتے ہیں کہ ہنستے ہنستے ان کے پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں العرش العظیم آسمانی مخلوق کی طواف گاہ اور قبلہ دعا ہے۔ اس تفسیر پر یہ اعتراض ہے کہ عرش، کرسی کے علاوہ کوئی چیز ہے اور یہ کہ کرسی عرش سے چھوٹی ہے اور اس تفسیر سے دونوں کا ایک ہونا معلوم ہوتا ہے؟ جواب یہ ہے کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ بعض دونوں لفظوں کے ایک ہی معنی بتلاتے ہیں۔ لیکن مشہور یہ ہی ہے کہ عرش اور کرسی دونوں چیزیں الگ الگ ہیں۔

رابط آیات: پچھلی آیات میں جو مجاہدین اور تائبین کی تعریف کی گئی تھی اس کا مدار چونکہ تقویٰ اور اخلاص پر تھا۔ اس لئے آیت یا ایہا الذین الخ سے اس کا حکم دیا جا رہا ہے۔ آگے آیت ماکان لاهل المدینۃ الخ میں جہاد میں نہ جانے والوں پر ملامت اور مجاہدین کی فضیلت دونوں کو یکجا جمع کیا جا رہا ہے اور چونکہ اس ملامت سے جہاد کی عینی فرضیت کا شبہ ہو سکتا تھا۔ اس لئے آگے آیت وماکان المؤمنین الخ میں اس کا دفع کیا جا رہا ہے کہ فی نفسہ تو جہاد فرض کفایہ ہے۔ مگر امام وقت کے حکم سے ہر شخص پر فرض عین ہو جائے گا۔ اوپر کی آیات میں جہاد کی ترغیب دی گئی تھی۔

آیت یا ایہا الذین امنوا قاتلوا الخ میں جہاد کی ترغیب بیان کی جا رہی ہے۔ اس کے بعد آیت واذا ما انزلت سورۃ میں قرآن کریم کے ساتھ منافقین کے تمسخر کو مع جواب و عتاب کے ذکر کیا جا رہا ہے اور چونکہ سورۃ توبہ قرآن کریم کی آخری سورتوں میں سے ہے اس لئے خاتمہ پر حجت قائم کرنے اور دعوت پوری کرنے کے لئے آنحضرت ﷺ کی رسالت، خصوصیات، کمالات کو بیان کیا جا رہا ہے۔ جس میں ایک طرف نہ ماننے والوں کو ملامت ہے کہ ایسی قدسی صفات ذات کی بھی نہیں مانتے اور دوسری طرف ماننے والوں کو قدر افزائی پر ابھارا جا رہا ہے کہ آپ کی مزید قدر دانی کرو۔

شان نزول: قاضی بیضاوی نے آیت لا یرغبوا بانفسہم الخ کے ذیل میں لکھا ہے کہ ابو خثیمہ صحابی اپنے باغ میں پہنچے تو ان کی حسین بیوی نے ان کے لئے ایک ٹھنڈی جگہ فرش بچھایا اور ٹھنڈا پانی اور کھجوریں پیش کیں۔ ابو خثیمہ نے ان نعمتوں پر جو نظر ڈالی تو بے ساختہ رسول اللہ یاد آ گئے کہنے لگے ظل ظلیل و رطب یانع و ماء بارد و امرأة حسناء و رسول اللہ ﷺ فی الضح و الريح ما هذا بخیر یعنی کس قدر گھنا سائیہ، کئی کھجوریں، ٹھنڈا پانی، خوبصورت عورت مجھے میسر ہے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ تکلیف اور گرم لوؤں میں چل رہے ہوں گے۔ یہ بات میرے لئے کیسے مناسب ہو سکتی ہے۔ یہ کہتے ہی کھڑے ہو گئے اور تیر و تلواریں اور سواری لے کر ایک دم ہوا ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کی تلاش میں نکل گئے۔ آپ ﷺ نے سفر تبوک میں نظر اٹھا کر دیکھا تو گرد و غبار اڑاتے ہوئے کوئی سوار آرہا ہے۔ زبان مبارک سے نکلا کہ ابو خثیمہ ہوں گے۔ دیکھا تو واقعی وہی نکلے۔ آپ بڑے خوش ہوئے اور ان کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔ آیت وماکان المؤمنون الخ کے شان نزول کی طرف جلال محقق اشارہ کر رہے ہیں۔

﴿تشریح﴾: جہاد ضرورت کے موقع پر فی نفسہ فرض کفایہ ہے: آیت وماکان المؤمنون کا حاصل یہ ہے کہ جہاد فی نفسہ تو فرض کفایہ ہے۔ جس کا تقاضا یہ ہے کہ کچھ لوگ اس فریضہ کو انجام دیں اور کچھ لوگ دین کے دوسرے کاموں مثلاً احکام کی تعلیم و تعلم میں لگیں۔ ایک دم سے سب لوگ اس میں لگ جائیں گے تو رسول اللہ ﷺ کے پاس کون رہے گا اور آپ

پر جو وحی کا نزول ہوگا اس سے استفادہ کی کیا صورت ہوگی۔ کچھ لوگ اس کام کے لئے بھی وقف رہنے چاہئیں۔ یہ پہلو تو دینی مصلحت کا ہوا۔ لیکن دنیاوی مصلحت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ سب جہاد میں نہ چلے جائیں۔ ورنہ دارالاسلام اور دارالخلافت خالی رہ جائے گا۔ جس سے دشمن کے حملہ آور اور قابض ہو جانے کا خطرہ ہو سکتا ہے۔ غرض یہ کہ ان دونوں مصلحتوں کی رعایت اور دونوں نقصان سے حفاظت ضروری ہے۔ اور دینی تفقہ کے لئے باقی ماندہ لوگوں کی تخصیص اس لئے ہے کہ اکثر تحصیل علم شہر میں اور قیام کی حالت میں ہوا کرتا ہے۔ ہاں اگر آپ بنفس نفیس خود بھی تشریف لے جائیں تو پھر جہاد ہر شخص پر فرض عین ہو جائے گا۔ اور اس صورت میں چونکہ صحابہؓ کو آپؐ کی ہمرکابی حاصل رہے گی اس لئے نقصان تعلیم کا خطرہ بھی درپیش نہیں ہوگا امام وقت کے اذن عام کے بعد اب بھی یہی حکم ہے۔

ترتیب جہاد..... اور آیت یا ایہا الذین امنوا قاتلوا الخ میں جہاد کی ترتیب کا ذکر ہے کہ اپنے قریب سے کام شروع ہونا چاہیے۔ قریبی دشمن کو چھوڑ کر دور کے دشمنوں سے نبٹنے میں جو نقصانات ہیں وہ ظاہر ہیں آنحضرت ﷺ کے اور صحابہؓ کے غزوات کی ترتیب بھی اسی طرح رہی ہے۔

مرة او مرتین میں یہ خاص عدد مراد نہیں ہے۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ آئے سال ان پر مصیبتیں آتی ہی رہتی ہیں۔ کبھی ایک بار اور کبھی بار بار۔ عام اور خاص دونوں طرح کی۔ مگر ان پتھروں کے جو تک نہیں لگتی اور ان کی آنکھیں ہیں کہ کھلنے کا نام ہی نہیں لیتیں۔

عرش کی عظمت:..... عرش کی عظمت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ساری دنیا سے کئی گونہ بڑا آفتاب ہے لیکن دیکھو اس آسمان دنیا پر سورج کی جو حیثیت ہے وہ آنکھوں کے سامنے ہے۔ پھر آسمان اول دوسرے آسمان کے سامنے اور دوسرا تیسرے کے آگے بچھ رہا ہے۔ اسی طرح ان سارے آسمانوں کا مجموعہ کرسی کے سامنے ایسا ہے جیسے ایک بڑی ڈھال میں سات درہم ڈال دیئے جائیں اور پھر کرسی عرش الہی کے آگے وہی نسبت رکھتی ہے۔ اہل بیت کے اعتبار سے مرکز عالم سے فلک الافلاک کے مقعر تک دس کروڑ پانچ لاکھ تتر ہزار آٹھ سو سینتالیس (۱۰۰۵۷۳۸۴۷) کوس کا فاصلہ ہے اور فلک الافلاک کے محدب تک کا فاصلہ تو اہل رصد کو اب تک معلوم ہی نہیں ہو سکا۔ نیز ہیئت دان یہ ثابت نہیں کر سکے۔ کہ فلک الافلاک سے اوپر کچھ نہیں ہے۔ البتہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عرش سے اوپر کوئی جسم نہیں ہے۔ پس اگر فلک الافلاک عرش کے علاوہ کوئی اور چیز ہے تو عرش یقیناً فلک الافلاک سے بھی اوپر ہوگا۔ پس کیا ٹھکانا ہے اس کی عظمت و بڑائی کا۔ فسبحان ذی الملک والعلکوت والکبریاء والجبروت رب العرش العظیم۔

اس سورت کے تمام مطالب اپنی اصلی حیثیت میں اس وقت تک واضح نہیں ہو سکتے جب تک یہ حقیقت پیش نظر نہ ہو کہ تمام تر یہ سورت امت کے نام ایک دوائی پیام تھا اور احکام و مواعظ سے اصل مقصود مستقبل کے پیش آنے والے معاملات ہیں نہ کہ موجودہ حالات۔ یہ اصل پیش نظر رکھ کر سورت کے تمام مواعظ و احکام پر دوبارہ نظر ڈالو صاف واضح ہو جائے گا کہ آئندہ مرحلوں کے لئے لوگوں کو تیار کیا جا رہا ہے۔

لطف آیات:..... آیت یا ایہا الذین امنوا اتقوا الخ سے صحبت صالحین کی ترغیب معلوم ہوتی ہے آیت وما کان المؤمنون سے معلوم ہوا کہ دینی مہمات کا اہتمام و انصرام اس طرح ہونا چاہیے کہ دوسری ضروریات حتیٰ کہ معاشیات کے انتظام میں بھی خلل نہ پڑے۔ آیت یا ایہا الذین امنوا قاتلوا الخ سے یہ بات مستنبط ہوتی ہے کہ سب سے قریبی دشمن نفس ہے اس لئے اسی کے مجاہدہ سے جہاد کی ابتداء کرنی چاہیے۔ آیت اولاً یسرون الخ سے معلوم ہوا کہ بلاء و مصیبت کی حکمت توجہ الی اللہ ہے۔ آیت لقد جاءکم رسول الخ سے معلوم ہوا کہ شیخ جو نائب رسول ہوتا ہے اس میں بھی یہ صفات ہونی چاہئیں۔

سُورَةُ يُونُسَ

سُورَةُ يُونُسَ مَكِّيَّةٌ إِلَّا فَإِنْ كُنْتَ فِي شَكِّ الْآيَتَيْنِ أَوْ الثَّلَاثِ أَوْ مِنْهُمْ مَنْ يُؤْمِنُ

بِهِ الْآيَةُ مِائَةٌ وَتِسْعٌ أَوْ عَشْرُ آيَاتٍ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ﴿۱﴾ الرَّأى اللَّهُ أَعْلَمُ بِمُرَادِهِ بِذَلِكَ تِلْكَ أَى هَذِهِ الْآيَاتِ أَيْتُ الْكِتَابِ الْقُرْآنِ
وَالْإِضَافَةُ بِمَعْنَى مِنَ الْحَكِيمِ ﴿۱﴾ الْمُحَكَّمِ أَكَانَ لِلنَّاسِ أَى أَهْلِ مَكَّةَ اسْتَفْهَامُ انْكَارٍ وَالْجَارُ وَالْمَجْرُورُ
حَالٌ مِنْ قَوْلِهِ عَجَبًا بِالنَّصْبِ خَبَرٌ كَانَ وَبِالرَّفْعِ اسْمُهَا وَالْخَبَرُ وَهُوَ اسْمُهَا عَلَى الْأُولَى أَنْ أَوْ حِينًا أَى
أَيَّحَاؤُنَا إِلَى رَجُلٍ مِنْهُمْ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ مُفَسِّرَةٌ أَنْذِرِ خَوْفَ النَّاسِ الْكَافِرِينَ بِالْعَذَابِ
وَبَشِيرِ الَّذِينَ آمَنُوا أَنْ أَى بَانَ لَهُمْ قَدَمٌ سَلَفَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ أَى أَجْرًا حَسَنًا بِمَا قَدَّمُوا مِنْ
الْأَعْمَالِ قَالَ الْكَافِرُونَ إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ الْمُشْتَمِلَ عَلَى ذَلِكَ لَسِحْرٌ مُبِينٌ ﴿۲﴾ بَيْنَ وَفَى قِرَاءَةٍ لَسَاحِرٍ
وَالْمُشَارُ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ رَبَّكُمْ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ
مِنْ أَيَّامِ الدُّنْيَا أَى فِي قَدَرِهَا لِأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ ثَمَّ شَمْسٌ وَلَا قَمَرٌ وَلَاوْ شَاءَ لَخَلَقَهُنَّ فِي لَمَحَةٍ وَالْعُدُولُ عَنْهُ
لِتَعْلِيمِ خَلْقِهِ التَّثْبِتُ ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَاءً يَلِيقُ بِهِ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ بَيْنَ الْخَلَائِقِ مَا مِنْ زَائِدَةٍ شَفِيعٍ
يَشْفَعُ لِأَحَدٍ إِلَّا مِنْ بَعْدِ إِذْنِهِ رَدُّ لِقَوْلِهِمْ أَنَّ الْأَصْنَامَ تَشْفَعُ لَهُمْ ذَلِكَمُ الْخَالِقُ الْمُدَبِّرُ اللَّهُ رَبُّكُمْ
فَاعْبُدُوهُ وَخُدُّوهُ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿۳﴾ بِإِدْغَامِ التَّاءِ فِي الْأَصْلِ فِي الذَّالِ إِلَيْهِ تَعَالَى مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا
وَعَدَ اللَّهُ حَقًّا مَبْصُورًا مَبْصُورًا بِفَعْلِهِمَا الْمُقَدَّرِ أَنَّهُ بِالْكَسْرِ اسْتِيفًا وَالْفَتْحِ عَلَى تَقْدِيرِ اللَّامِ يَبْدُوا
الْخَلْقَ أَى بَدَأَهُ بِالْإِنْشَاءِ ثُمَّ يُعِيدُهُ بِالْبَعْثِ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ بِالْقِسْطِ
وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ شَرَابٌ مِنْ حَمِيمٍ مَاءٍ بَالِغِ نَهَايَةِ الْحَرَارَةِ وَعَذَابٌ أَلِيمٌ مَوْلَاهُمْ بِمَا كَانُوا

يَكْفُرُونَ ﴿۴﴾ اَيُّ لَيْثٍ يَسْبَبُ كُفْرَهُمْ هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسُ ضِيَاءً ذَاتَ ضِيَاءٍ اَيُّ نُورٍ وَالْقَمَرَ
نُورًا وَقَدَرَهُ مِنْ حَيْثُ سِيرِهِ مَنَازِلَ ثَمَانِيَةً وَعِشْرِينَ مَنَزَلًا فِي ثَمَانٍ وَعِشْرِينَ لَيْلَةً مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَيَسْتَرُّ
لَيْلَتَيْنِ اِنْ كَانَ الشَّهْرُ ثَلَاثِينَ يَوْمًا وَلَيْلَةً اِنْ كَانَ تِسْعَةً وَعِشْرِينَ يَوْمًا لَتَعْلَمُوا بِذَلِكَ عَدَدَ السِّنِينَ
وَالْحِسَابُ مَا خَلَقَ اللَّهُ ذَلِكَ اَلَمْذَكُورِ اِلَّا بِالْحَقِّ لَا عَبَثًا تَعَالَى عَنْ ذَلِكَ يُفَصِّلُ بِالْبَيِّنَاتِ وَالنُّونُ يُبَيِّنُ
الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿۵﴾ يَتَذَكَّرُونَ اِنَّ فِي اخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ بِالْذَّهَابِ وَالْمَجِئِ وَالزِّيَادَةِ
وَالنُّقْصَانِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ مِنْ مَلَائِكَةٍ وَشَمْسٍ وَقَمَرٍ وَنُجُومٍ وَغَيْرِ ذَلِكَ وَفِي الْاَرْضِ
مِنْ حَيَّوَانٍ وَجِبَالٍ وَبَحَارٍ وَانْهَارٍ وَاشْجَارٍ وَغَيْرِهَا لَايَاتٍ دَلَالَتٍ عَلَى قُدْرَتِهِ تَعَالَى لِقَوْمٍ يَتَّقُونَ ﴿۶﴾
فَيَوْمَئِذٍ نُوْحٍ خَصَّهِمْ بِالذِّكْرِ لَا تَنْهَى اَلَمْتَفَعُونَ بِهَا اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا بِالْبُعْثِ وَرَضُوا بِالْحَيَاةِ
الدُّنْيَا بَدَلِ الْآخِرَةِ لَانْكَارِهِمْ لَهَا وَاطْمَآنُونَا بِهَا سَكَنُوا اِلَيْهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ آيَاتِنَا دَلَائِلُ وَحَدَائِثُنَا
غَفْلُونَ ﴿۷﴾ تَارِكُونَ النَّظَرَ فِيهَا اُولَئِكَ مَاؤُهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۸﴾ مِنَ الشِّرْكِ وَالْمَعَاصِي
اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ يَهْدِيهِمْ يُرْشِدُهُمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ بِهِ يَانَ يَجْعَلْ لَهُمْ نُورًا يَهْتَدُونَ
بِهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهَارُ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ﴿۹﴾ دَعْوُهُمْ فِيهَا طَلَبُهُمْ لَمَّا يَشْتَهُونَهُ فِي
الْجَنَّةِ اَنْ يَقُولُوا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ اَيُّ يَا اَللّٰهُ فَاِذَا مَا طَلَبُوهُ بَيْنَ اَيْدِيهِمْ وَتَحْتَهُمْ فِيمَا بَيْنَهُمْ فِيهَا سَلَامٌ
وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ اَنْ مُمْسِرَةً الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ ﴿۱۰﴾

ترجمہ..... سورۃ یونس کی ہے بجز فان کنت فی شک الخ دو یا تین آیتوں کے یا صرف ایک آیت و منهم من یؤمن الخ کے اور کل آیتیں ایک سو نو یا ایک سو دس ہیں۔ الف۔ لام۔ را (اس کی اصلی مراد تو اللہ ہی کو معلوم ہے) یہ (یعنی یہ آیتیں) آیتیں ہیں ایسی کتاب کی (مراد قرآن ہے بواسطہ من ہے) جو پر از حکمت (مضبوط) ہے کیا لوگوں کو (مکہ والوں کو۔ استفہام انکاری ہے اور جار مجرور ترکیب میں حال واقع ہو رہا ہے اگلے لفظ سے) اچنبھا ہو رہا ہے (یہ لفظ نصب کے ساتھ تو کان کی خبر ہے اور رفع کے ساتھ کان کا اسم ہے اور اس صورت میں اس کی خبر آگے ہے جو پہلی صورت میں کان کا اسم تھا) اس بات سے کہ ہم نے وحی بھیجی ہے (یعنی ہمارا وحی بھیجنا) ان ہی میں ایک شخص (محمد ﷺ) پر۔ کہ (ان مفسرہ ہے) سب لوگوں (کافروں) کو ڈرائیے (خوف دلاؤ عذاب کا) اور جو ایمان لے آئے انہیں یہ خوشخبری سنائیے کہ پرودگار کے حضور ان کے نزدیک اچھا مقام ہے (یعنی ان کے اعمال کا بہترین صلہ ہوگا) کافر کہنے لگے بلاشبہ یہ (قرآن) جو ان مضامین پر مشتمل ہے (کھلا) صریح) جادو ہے (اور ایک قرأت میں ساحر ہے پھر مشارالہ نبی کریم ﷺ ہوں گے) بلاشبہ تمہارے پرودگار تو وہی اللہ ہیں جنہوں نے آسمانوں کو اور زمین کو کل پھرنے میں پیدا کیا (دنیا کے دنوں کے لحاظ سے یعنی اتنے متعینہ وقت میں۔ کیونکہ اس وقت نہ تو آفتاب تھا اور نہ ماہتاب کہ جن سے دنوں کا اندازہ لیا جاتا۔ اور اللہ چاہتے تو ان سب کو ایک لمحہ میں پیدا فرما سکتے تھے۔ لیکن مخلوق کو تدریج کی تعلیم دینے کے لئے ایسا کیا ہے) پھر اپنے تخت پر متمکن ہو گئے (جو تمکن ان کے شایان شان ہو) وہ (مخلوق کے) تمام کاموں کا بندوبست کر رہے ہیں۔ کوئی سفارشی نہیں (جو کسی کی سفارش کرے) ان کے حضور۔

ان کی اجازت کے بغیر (کفار کے اس کہنے کی تردید ہو گئی کہ بت ہمارے سفارشی ہو جائیں گے) یہ (پیدا کرنے والے اور بندوبست کرنے والے) ہیں اللہ تمہارے پروردگار۔ لہذا ان ہی کی بندگی کرو (توحید بجالاؤ) کیا تم غور و فکر سے کام نہیں لیتے؟ (دراصل اس میں تا کا ذال میں ادغام ہو رہا ہے) تم سب کو بالآخر اسی (اللہ تعالیٰ) کی طرف لوٹنا ہے۔ یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے (یہ دونوں مصدر ہیں جو اپنے فعل مقدر کی وجہ سے منصوب ہیں) بے شک وہی ہیں (ان کسر ہمزہ کے ساتھ جملہ متانفہ ہے اور فتح کے ساتھ بتقدیر لام) پہلی بار پیدا کرتے ہیں (یعنی پیدائش شروع بھی وہی کرتے ہیں) اور پھر دوبارہ بھی وہی پیدا کریں گے (قیامت کے دن) تاکہ جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے انہیں انصاف کے ساتھ بدلہ (ثواب) مرحمت فرمائے۔ باقی رہے وہ لوگ جنہوں نے کفر کی راہ اختیار کی تو انہیں کھولتا ہوا پانی (جو انتہائی طور پر گرم ہوگا) پینے کو ملے گا اور دردناک (تکلیف دہ) عذاب ان کے کفر کی پاداش میں (یعنی ان کے کفر کے سبب یہ سزا ملے گی) وہی ہیں جنہوں نے سورج کو چمکتا ہوا (روشنی والا یعنی نور) بنایا اور چاند کو نورانی اور پھر چاند کی منزلوں کا اندازہ (اس کی رفتار کے اعتبار سے) ٹھیرا دیا (ہر مہینہ کی ۲۸ راتوں میں ۲۸ منزلیں طے کرتا ہے۔ اگر پورا مہینہ تیس دن کا ہوتا ہے تو دورات اور اگر انتیس تاریخ کا چاند ہونا ہوتا ہے تو صرف ایک رات چھپا رہتا ہے) تاکہ تم (اس کے ذریعہ) برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کر لیا کرو۔ اللہ نے یہ سب (مذکورہ) چیزیں نہیں بنائیں۔ مگر حکمت و مصلحت کے ساتھ (پیکار و بے فائدہ نہیں کہ اللہ اس سے بالائے) ان لوگوں کے لئے جو جاننے والے (تدبر کرنے والے) ہیں۔ وہ دلیلیں کھول کھول کر بیان کر دیتے ہیں۔ بلاشبہ رات کے پیچھے دن اور دن کے پیچھے رات آنے میں (ان کے آنے جانے اور زیادتی کمی میں) اور ان تمام چیزوں میں جو اللہ نے آسمانوں میں (فرشتے، آفتاب و ماہتاب، ستارے وغیرہ) اور زمین میں (جانور، پہاڑ، سمندر، نہریں، درخت وغیرہ) پیدا کی ہیں نشانیاں ہیں (جو اللہ کی قدرت پر دلالت کرنے والی ہیں) ان لوگوں کے لئے جو ڈر مانتے ہیں (اور ایمان لے آتے ہیں خاص طور پر ان کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ اس سے یہی لوگ نفع اٹھانے والے ہیں) جنہیں ہمارے پاس آنے کا کھٹکا نہیں ہے (قیامت کے روز) اور وہ صرف دنیوی زندگی ہی پر مگن ہیں (آخرت کے بجائے کیونکہ وہ آخرت کو مانتے ہی نہیں ہیں) اور اس میں جی لگا بیٹھے ہیں (مطمئن ہو گئے ہیں) اور جو لوگ ہماری نشانیوں (دلائل وحدانیت) سے بالکل غافل ہیں (ان میں قطعاً نظر نہیں کرتے) تو ایسے ہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے ان کے کرتوتوں (شرک اور گناہوں) کی وجہ سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے تو ان کے ایمان کی وجہ سے ان کا پروردگار ان پر راہ کھول دے گا (ان کو ایک نور عطا فرمائے گا جس سے وہ قیامت کے روز رہنمائی پا سکیں گے) ان کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی جب کہ وہ نعمت الہی کے باغوں میں ہوں گے وہاں ان کا نعرہ (ان کی پکار جب کہ وہ جنت میں کچھ کہنا چاہیں گے) یہ ہوگا کہ خدایا ساری پاکیاں آپ ہی کے لئے ہیں (یعنی یا اللہ! پس جب وہ کسی چیز کی طلب کریں گے تو فوراً اسے اپنے سامنے پائیں گے) اور ان کا (یا ہمی) سلام جنت میں یہ ہوگا "السلام علیکم" اور اخیر بات یہ ہوگی (ان مفسرہ ہے) کہ الحمد للہ رب العلمین۔

تحقیق و ترکیب: یونس وجہ تسمیہ ظاہر ہے کہ حضرت یونس کا نام اور قصہ اس سورت میں مذکور ہے۔ الایتین اگر دوسری

آیت من الخاسرین پر ختم ہے تو تیسری آیت الالیم تک ہوگی یا دوسری آیت کا آخر الالیم ہے تو ولا تکونن الخ سے الالیم تک ایک آیت ہو جائے گی۔ بہر حال یہ تینوں آیات مدنی ہوں گی۔ تسلیت یا تو اس سورت کی آیات کی طرف اشارہ ہے اور یا اس سے پہلی سورت کی آیات کی طرف اشارہ ہے۔ الاضافة بمعنی من اس اضافت کے لئے شرط یہ ہوتی ہے کہ مجرور کا اطلاق مبین پر صحیح ہو جائے۔ یہاں بھی سورت کی آیات تو قرآن کی آیات ہیں۔ المحکم اشارہ اس طرف ہے کہ فعلیل بمعنی مفعول ہے۔ یعنی قرآن کریم کذب و تناقض سے محفوظ ہے زمانہ کے تغیرات کا اس پر کچھ اثر نہیں۔

والخبر وهو اسمها یعنی ان اوحینا پہلی قرأت پر کان کا اسم ہے اور دوسری قرأت پر کان کی خبر ہے "وهو اسمها"

”جملہ معترضہ ہے مبتدا خبر کے درمیان۔

قدم صدق۔ مسجد الجامع، صلوٰۃ الاولیٰ کی طرح موصوف کی اضافت صفت کی طرف ہے اور اس کا مقصد زیادتی مدح ہے۔ ان ربکم۔ یہ جواب ہے رسالت کے بارے میں کفار کے تعجب کا۔ یعنی جب ہم اتنے بڑے عالم کے پیدا کرنے پر قادر ہیں تو پھر رسول بھیجے پر کیسے قدرت نہیں ہوگی۔

من ایام الدنيا۔ ابن عباسؓ زمانہ آخرت مراد لیتے ہیں جس کا ہر دن ہزار سال کا ہے۔ ان یوما لیکن پہلا ہی قول رائج ہے۔ استواء یلیق بہ۔ یہ قید متقدمین کے طریقہ پر ہے۔ متاخرین استواء کے معنی بیٹھنے کے نہیں لیتے جس کی وجہ سے اس قید کی ضرورت پیش آئے۔ وہ استیلا اور غلبہ کے معنی مراد لیتے ہیں۔

لفظ ثلثم سے معلوم ہوتا ہے کہ جب زمین و آسمان کی پیدائش کے بعد یہ استواء ہوا ہے تو پہلے اللہ عرش سے بے نیاز تھا اور ظاہر ہے کہ پھر بعد میں بھی محتاج نہیں ہوا۔ بلکہ مستغنی ہی رہا اور جس کی شان یہ ہو وہ عرش پر مستقر نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ظاہر آیت میں تاویل کرنا ضروری ہو گیا۔ مبلغہما۔ ای وعد اللہ وعدا وحق حقا۔

ضیاء یہ لفظ سوط سیاط اور حوض حیاض کی طرح یا تو ضوء کی جمع ہے یا قیام قیاما اور صام صیاما کی طرح مصدر ہے۔ بہر دو صورت مضاف محذوف ہے۔ ای جعل الشمس ذات ضیاء القمر ذات نور نور اور ضوء میں یہ فرق ہے کہ ضوء کہتے ہیں نور قوی اور عظیم کو پس ضوء خاص ہوا بہ نسبت نور کے۔ یا ضیاء کہتے ہیں نور ذاتی کو اور نور کہتے ہیں جو غیر سے مستفاد ہو۔ ان لفظوں سے شمس و قمر کے انوار میں فرق ظاہر ہو گیا۔ آفتاب کی شعاع کو بعض نے جو ہر اور بعض نے عرض مانا ہے صحیح رائے دوسری ہی ہے۔

ثمانیۃ وعشرین منزلا۔ بارہ برجوں پر منقسم ہیں جن کے نام یہ ہیں۔ حمل۔ ثور۔ جوزا۔ سرطان۔ اسد۔ سنبلہ۔ میزان۔ عقرب۔ قوس۔ جدی۔ دلو۔ حوت۔ ہر برج کی پوری دو منزلیں اور تہائی منزل ہوتی ہیں۔ اس طرح ۲۸ منزلیں ۲۸ راتوں میں پوری ہو جاتی ہیں اور تیس تاریخ کی صورت میں اٹھائیس انتیس کو۔ اور انتیس تاریخ کی صورت میں صرف اٹھائیس کو چاند نظر نہیں آتا۔ جیسا کہ علامہ بغویؒ کی رائے ہے۔ لیکن کامل مہینہ کی صورت میں کبھی تین رات اور ناقص مہینہ کی صورت میں کبھی دو رات بھی چاند نظر نہیں آتا۔ جیسا کہ علامہ قشیریؒ نے شرح تذکرہ میں ذکر کیا ہے۔

چاند کی گردش اور اس کی منزلیں:..... چاند زمین کے گرد گردش میں رہتا ہے اور اپنی گردش کے فلک کو ۲۷ دن ۷ گھنٹوں اور ۴۳ منٹوں میں قطع کر لیتا ہے۔ اس دورہ کو علمائے ہیئت ”نجومی دور سے“ یا ”نجومی مہینہ“ سے تعبیر کرتے ہیں۔ کیونکہ اس دورہ کے ختم پر چاند پھر اسی ستارہ کے قریب دکھائی دیتا ہے۔ جہاں سے اس کی گردش شروع ہوئی تھی۔ نیز اپنی گردش کی ہر رات میں وہ کسی نہ کسی ستارہ یا ستاروں کے مجموعہ کے پاس ضرور پہنچ جاتا ہے اور وہ گویا اس کی گردش کے لئے ہر روز کی ایک منزل بن گیا ہے۔ وہ ہمیشہ ایک خاص منزل سے سفر شروع کرتا ہے۔ ہر روز کی منزل میں نمایاں ہوتا ہے اور پھر وہیں پہنچ جاتا ہے۔ جہاں سے زمین کا طواف شروع کیا تھا۔ اس طرح ۲۷ دن اور ۷ گھنٹہ کی مدت نے ۲۸ منزلیں بنادیں۔ جب ہم (۳۶۰) کے درجوں کو (جو کامل دورہ کی مقررہ مقدار ہے) ۲۸ راتوں پر تقسیم کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ چاند ہر روز تقریباً ۱۳ درجے مسافت اپنے فلک کی طے کر لیا کرتا ہے۔ اور تقریباً اس لئے کہا کہ حساب میں کچھ دقیقہ زیادہ ہوتے ہیں۔ انسان کی نگاہ کے لئے آسمان کی کوئی چیز بھی اس درجہ نمایاں اور پرکشش نہیں۔ جس قدر چاند اور سورج کا طلوع و غروب ہے اور ان کی مقررہ رفتاریں ہیں۔ معلوم ہوتا ہے چاند و سورج کی رفتاروں کے مطالعہ اور ضرورت کی یکساں حالت نے قوموں کو اسی طرف متوجہ کر دیا تھا۔ ہندوستان میں ان منازل کے لئے پچھتر کا لفظ اختیار کیا گیا ہے اور اس طرح ۲۷ پچھتر قرار دیئے گئے

جو ”اسونی“ سے شروع ہوتے ہیں اور ”ریونی“ پر ختم ہو جاتے ہیں۔ چینیوں نے بھی ۲۷ منزلیں بنائی تھیں اور اسے ”سیو“ کہتے تھے۔ بابل و اشور کے باشندوں نے شاید سب سے پہلے اس کا سراغ لگایا اور مجوسیوں کی ایک مذہبی کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ ایرانی بھی اس سے بے خبر نہ تھے۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ عرب جاہلیت نے آس پاس کی قوموں سے یہ حساب لیا یا بطور خود اس نتیجہ تک پہنچے تھے۔ تاہم یہ قاعدہ ان میں رائج ضرور تھا اور اسے چاند کی منزلوں سے تعبیر کرتے تھے۔ حکماء اسلام نے ان منزلوں کو بطلیموسی نقشہ سے تطبیق دی جو محسبلی میں درج ہے۔ اختلاف السیل زمان و مکان کے قرب و بعد کے لحاظ سے دن و رات میں نمایاں فرق رہتا ہے۔ نور ایہتدون حدیث میں ہے کہ مؤمن جب اپنی قبر سے نکلے گا تو اس کے اعمال اچھی صورت میں آکر کہیں گے انا عملک اور پھر وہی اسے جنت کی طرف لے جائیں گے۔ اسی طرح کافر جب قبر سے برآمد ہوگا تو اس کے اعمال بری صورت میں ظاہر ہوں گے اور انا عملک کہتے ہوئے اسے جہنم میں لے جائیں گے۔

رابط آیات: پچھلی سورت اور اس سورت میں اور اس کے اجزاء میں مناسبت یہ ہے کہ توحید و رسالت، قرآن و قیامت کا اثبات کیا جا رہا ہے اور بعض قصے تہدید و بیان کئے جا رہے ہیں۔ پہلی سورت میں بھی یہی مضامین تھے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہاں سنانی محلہ تھا اور یہاں لسانی ہے نیز وہاں کفار کے مختلف فرقوں سے خطاب تھا اور یہاں شرکین سے گفتگو ہے۔

شان نزول: ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی بعثت کے وقت عام طور پر اہل عرب نے انکار کیا کہ اللہ محمد جیسے شخص کو رسول بنانے سے بلند و بالا ہے۔ اس پر آیت اکان للناس عجباً اور وما ارسلنا قبلك الا رجالا نازل ہوئیں۔ اس پر کہنے لگے کہ انسان کو اگر نبی بنانا ہی ہے تو محمد کے علاوہ دوسرے لوگ زیادہ موزون و مناسب ہیں۔ لولا انزل هذا القرآن علی رجل من القریبتین عظیم یعنی مکہ میں ولید بن مغیرہ ہے اور طائف میں عروہ بن مسعود ثقفی ہے وہ زیادہ حقدار ہیں۔ جس کے جواب میں آیت اہم یقسمون رحمة ربک نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾: دین کی بنیاد وحی و رسالت پر ہے: اس سورت میں بھی تمام تر مواعظ کا مرکز اصلی دین حق کے مبادیات و اساسات ہیں۔ سلسلہ بیان منکرین وحی سے شروع ہو رہا ہے کیونکہ دینی ہدایت کی سب سے پہلی کڑی یہی ہے اور اسی اعتقاد پر تمام باتوں کا اعتقاد موقوف ہے۔ بہر حال یہ لوگ ایک طرف تو وحی و رسالت کا انکار کرتے ہیں۔ لیکن دوسری طرف وہ یہ بھی دیکھتے ہیں کہ یہ شخص عام لوگوں کی طرح نہیں ہے۔ اس میں کوئی نہ کوئی بات ضرور ہے۔ پھر جب اس کی کوئی توجیہ بن نہ پڑتی۔ تو کہنے لگتے ہونہ ہو یہ جادوگر اور قرآن جادوگری ہے پس ان کا یہ کہنا قرآن کی حیرت انگیز تاثیر کی سب سے بڑی شہادت ہے۔ گویا اس کا اثر اس درجہ نمایاں اور قطعی تھا کہ انکار و عناد کے باوجود اس سے انکار نہیں کر سکتے تھے۔ اپنے ضمیر کو جھٹلانے کے لئے جادوگری سے تعبیر کرنے پر مجبور ہو جاتے تھے۔

توحید ربوبیت سے توحید الوہیت پر استدلال: اس کے بعد توحید ربوبیت سے توحید الوہیت پر استدلال کیا جا رہا ہے کہ جب تم مانتے ہو کہ کائنات ہستی کا پیدا کرنے والا اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے تو پھر عالم کی تدبیر و انتظام کے لئے اقتدار کی بہت سی چو کھٹیں کیوں بنا رکھی ہیں؟ اور انہیں نیاز و بندگی کا مستحق کیوں سمجھتے ہو؟ جس طرح پیدا کرنے والی ہستی اس کے سوا کوئی نہیں۔ اسی طرح تدبیر و فرماں روائی بھی صرف اسی کی ہے۔ اس میں نہ تو کسی سفارشی کی سفارش کو دخل ہے اور نہ کسی مقرب کے تقرب کو۔

آخرت پر استدلال: پھر سلسلہ بیان آخرت کی زندگی کی طرف پھر گیا ہے۔ جس سے مشرکین عرب کو انکار تھا۔ یہاں تین باتوں کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے۔ (۱) پہلی مرتبہ وہی پیدا کرتا ہے اور وہی پھر دہرائے گا۔ پس اگر پہلی پیدائش پر یقین کرتے ہو تو دوسری پیدائش پر تمہیں کیوں تعجب ہو رہا ہے؟ (۲) جزائے عمل کا قانون چاہتا ہے کہ جس طرح ایک زندگی عمل کی آزمائش کے لئے ہے۔ اسی طرح ایک زندگی جزاء عمل کے لئے بھی ہونی چاہیئے (۳) خلقت کا یہ نظام اس بات کی شہادت دے رہا ہے کہ یہاں کوئی بات حکمت و مصلحت کے بغیر نہیں ہوتی۔ سورج کو دیکھو جس کی درخشندگی سے تمام ستارے روشنی حاصل کرتے ہیں اور چاند کو دیکھو جس کی گردش کی ۲۸ منزلیں مقرر کر دی گئی ہیں جس سے تم مہینوں کا حساب اور سالوں کی گنتی معلوم کرتے ہو۔ اگر یہ سب کچھ بغیر مصلحت کے نہیں تو کیا ممکن ہے کہ انسان کا وجود بغیر کسی غرض و مصلحت کے ہو اور صرف اس لئے ہو کہ کھائے پئے اور مر کر ہمیشہ کے لئے فنا ہو جائے۔ ادیان عالم کے بنیادی عقائد میں سے ایک عقیدہ یہ ہے کہ انسان کی زندگی اس دنیا میں ختم نہیں ہو جاتی۔ بلکہ اس کے بعد بھی ایک زندگی ہے اور اس زندگی میں جیسے کچھ اعمال کئے ہوں گے ویسے ہی نتائج دوسری زندگی میں پیش آجائیں گے۔ قرآن ایمان اللہ کا ایک بنیادی عقیدہ ہے اسی مسئلہ کو کہتا ہے۔ البتہ اس نے جو تعبیر اختیار کی ہے وہ دوسرے پیروان مذاہب کے عام تصور سے مختلف ہے۔ وہ اس گوشہ کو کائنات ہستی کے عالمگیر قوانین خلقت سے الگ نہیں قرار دیتا۔ بلکہ اسی کے ماتحت لاتا ہے۔ وہ کہتا ہے جس طرح دنیا میں ہر چیز کے خواص اور ہر حادثہ کے نتائج ہیں۔ ٹھیک اسی طرح انسانی اعمال کے بھی خواص و نتائج ہیں اور یہاں مادیات کی طرح معنویات کے قوانین بھی کام کر رہے ہیں پس اچھے عمل کا نتیجہ اچھائی ہوگا۔ اور برے عمل کا نتیجہ برائی۔

آواگون اور آخرت کے نظریہ میں فرق ہے تناخ پر قرآن سے استدلال غلط ہے: ہندوستان میں آخرت کی زندگی اور جزاء کے لئے آواگون (تناخ) کا عقیدہ پیدا ہوا۔ قحیم ہندو مذہب اور پیروان بودھ اور چینی لوگ تینوں جماعتیں اس خیال پر متفق ہیں۔ قدیم مصریوں کے عقائد میں بھی اس کا سراغ ملتا ہے اور بعض حکماء یونان بھی اسی طرف گئے ہیں۔ چونکہ قرآن نے آخرت کے معاملہ کے لئے ”رجوع“ کی تعبیر اختیار کی ہے یعنی وہ ہر جگہ کہتا ہے ”تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے“۔ اسی لئے حال میں بعض مصنفین نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ قرآن کا عقیدہ آخرت بھی تناخ کی بنیاد پر مبنی ہے۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ قرآن نے لوٹنے کی تعبیر اختیار کر کے اس طرف اشارہ کر دیا ہے کہ زندگی بار بار ظہور میں آتی ہے اور بار بار اصل مرکز کی طرف لوٹتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ استدلال کسی طرح بھی صحیح نہیں۔ بلاشبہ قرآن نے آخرت کی زندگی کو ”لوٹنے“ سے تعبیر کیا ہے اور وہ اس معاملہ کو یوں قرار دیتا ہے گویا انسانی ہستی کہیں سے آئی ہے اور پھر اسی طرف لوٹے گی۔ لیکن صرف اتنی ہی بات سے آواگون ثابت نہیں ہو جاتا۔ بلکہ فلسفیانہ تناخ کی بنیاد زندگی کے بار بار اعادہ گردش پر ہے۔ صرف روح کے لوٹنے پر نہیں ہے اور مذہبی تناخ کی بنیاد اس پر ہے کہ جزائے عمل کا معاملہ اسی اعادہ اور گردش سے مرتب ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ قرآن کریم میں ان دونوں عقیدہ کے لئے کوئی بنیاد نہیں ملتی۔

مہینہ اور سال کا حساب: یوں تو یہ دلائل سب کے لئے عام ہیں۔ مگر ایسے مواقع پر اکثر اہل علم اور تقویٰ کی تخصیص بلحاظ نفع کے ہے اور منزل سے مراد وہ مسافت ہے جسے کوئی ستارہ ایک دن رات میں طے کر لے۔ خواہ وہ مسافت خلاء ہو یا ملاء اور اس لحاظ سے آفتاب کو بھی ذی منازل کہہ سکتے ہیں۔ اسی لئے بعض نے قدرہ کی ضمیر ہر ایک کی طرف انفرادی طور پر لوٹائی ہے۔ لیکن چاند کی چال چونکہ سورج کی بہ نسبت تیز ہے اور اس کا منازل طے کرنا محسوس ہے۔ اس لئے سیر منازل کی تخصیص چاند کے ساتھ مناسب ہوئی اور اس اعتبار سے چاند کی ۲۹ و ۳۰ منزلیں ہونی چاہئیں۔ لیکن ۲۸ رات سے زیادہ چونکہ نظر نہیں آتا۔ اس لئے ۲۸ منزلیں مشہور ہو گئیں ہیں اور ہر

چند کے چاند و سورج دونوں سے سال اور مہینوں کے حسابات معلوم ہو سکتے ہیں۔ لیکن سورج کا دورہ سالانہ ہونے کی وجہ سے سال کے حساب کو سورج کے ساتھ وابستہ کرنا مناسب ہے اور ماہانہ جزوی حساب کو چاند سے منسوب کرنا موزوں ہوگا۔ ممکن ہے حساب کا لفظ اسی لئے بڑھایا گیا ہو۔ سبحان اللہ گنے چنے الفاظ میں حقیقت حال کی کیسی تصویر کھینچ دی ہے۔ جس سے کوئی گوشہ بھی باہر نہیں رہا اور ساتھ ہی آخرت کے تمام دلائل بھی نمایاں ہو گئے۔ آیت ان الذین امنوا الملتح سے معتزلہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ جنت میں داخل ہونا ایمان اور عمل صالح پر موقوف ہے۔ لیکن اہل سنت کی طرف سے جواب ظاہر ہے کہ یہ دونوں چیزیں مجموعی طور پر جنت میں داخل ہونے کا سبب ہیں نہ کہ شرط۔ اور دوسری نصوص سے صرف ایمان سے جنت میں داخل ہونا معلوم ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ اسباب میں تراجم اور منافات نہیں ہوتی۔ ایک چیز کے مختلف اسباب ہو سکتے ہیں۔

لطايف آیات: آیت ان الذین لا یرجون الخ سے معلوم ہوا کہ دنیا پر فریفتہ ہونا اور رنجھنا اور اس پر مطمئن ہو بیٹھنا سراسر برا ہے۔

وَنَزَلَ لِمَا اسْتَعْجَلَ الْمُشْرِكُونَ الْعَذَابَ وَلَوْ يُعَجِّلُ اللَّهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتَعْجَلَهُمْ أَى كَاسْتَعْجَلَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ بِالْبِنَاءِ لِلْمَفْعُولِ وَالْفَاعِلِ إِلَيْهِمْ أَجَلُهُمْ بِالرَّفْعِ وَالنَّصْبِ بِأَن يُهْلِكَهُمْ وَلَكِنْ يُمْهِلُهُمْ فَتَذَرُتُّكَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَ نَا فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿۱۱﴾ يَتَرَدَّدُونَ مُتَحَيِّرِينَ وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ الْكَافِرُ الضُّرُّ أَلْمَرَضُ وَالْفَقْرُ دَعَانَا لِجَنبِهِ أَى مُضْطَجِعًا أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا أَى فِي كُلِّ حَالٍ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهُ مَرَّ عَلَى كُفْرِهِ كَانَ مُحَقَّقَةً وَاسْمُهَا مَحْذُوفٌ أَى كَانَهُ لَمْ يَدْعُنَا إِلَى ضَرْ مَسَّهُ كَذَلِكَ كَمَا زَيْنَ لَهُ الدُّعَاءُ عِنْدَ الضَّرِّ وَالْإِعْرَاضُ عِنْدَ الرَّخَاءِ زَيْنَ لِلْمُسْرِفِينَ الْمُشْرِكِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۲﴾ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ الْأَمَمَ مِنْ قَبْلِكُمْ يَا أَهْلَ مَكَّةَ لَمَّا ظَلَمُوا بِالْشِّرْكِ وَقَدْ جَاءَ تَهُمْ رَسُولُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ الدَّلَالِ عَلَى صِدْقِهِمْ وَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا عَطَفٌ عَلَى ظَلَمُوا كَذَلِكَ كَمَا أَهْلَكْنَا أُولَئِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ ﴿۱۳﴾ الْكَافِرِينَ ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ يَا أَهْلَ مَكَّةَ خَلِيفَ جَمْعُ خَلِيفَةٍ فِي الْأَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ﴿۱۴﴾ فِيهَا وَهَلْ تَعْتَبِرُونَ بِهِمْ فَتَصَدِّقُوا رُسُلَنَا وَإِذَا تُلَّى عَلَيْهِمُ آيَاتُنَا الْقُرْآنُ بَيَّنَّتْ ظَاهِرَاتِ حَالٍ قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَ نَا لَا يَخَافُونَ الْبَعْثَ أَنْتَ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَذَا لَيْسَ فِيهِ عَيْبٌ إِلَهْتَنَا أَوْ بَدَلَهُ مِنْ تَلْقَاءِ نَفْسِكَ قُلْ مَا يَكُونُ يَنْبَغِي لِي أَنْ أَبْدِلَهُ مِنْ تَلْقَاءِ قَبْلِ نَفْسِي إِنْ مَا اتَّبَعُ إِلَّا مَا يُوحَى إِلَيَّ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي بِتَبْدِيلِهِ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿۱۵﴾ هُوَ يَوْمُ الْقِيَمَةِ قُلْ لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا تَلَوْتُهُ عَلَيْكُمْ وَلَا أَدْرِكُكُمْ أَعْلَمَكُمْ بِهِ وَلَا نَافِيَةٌ عَطَفٌ عَلَى مَا قَبْلَهُ وَفِي قِرَاءَةِ بِلَامِ جَوَابٍ لَوْ أَى لَا أَعْلَمَكُمْ بِهِ عَلَى لِسَانٍ غَيْرِي فَقَدْ لَبِثْتُ مَكْثُ فِيكُمْ عُمْرًا سِنِينًا

ارْبَعِينَ مِنْ قَبْلِهِ لَا أُحْدِثُكُمْ شَيْءًا أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۱۶﴾ أَنَّهُ لَيْسَ مِنْ قِبَلِي فَمَنْ أَى لَا أَحَدٌ أَظْلَمُ مِمَّنْ
 افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا بِسَبِّهِ الشَّرِيفِ أَوْ كَذَبَ بآيَتِهِ الْقُرْآنِ إِنَّهُ أَى الشَّانَ لَا يُفْلِحُ يُسْعِدُ
 الْمُجْرِمُونَ ﴿۱۷﴾ الْمُشْرِكُونَ وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَى غَيْرِهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ إِنْ لَمْ يَعْبُدُوهُ وَلَا
 يَنْفَعُهُمْ إِنْ عْبُدُوهُ وَهُوَ الْإِصْنَامُ وَيَقُولُونَ عَنْهَا هَؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ قُلْ لَهُمْ اتَّسِبُونَ اللَّهَ
 تُخْبِرُونَهُ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ اسْتَفْهَامُ انْكَارِ أَى لَوْ كَانَ لَهُ شَرِيكَ لَعَلِمَهُ إِذْ لَا
 يَخْفَى عَلَيْهِ شَيْءٌ سُبْحَنَهُ تَنْزِيهًا لَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۱۸﴾ مَعَهُ وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً
 عَلَى دِينٍ وَاحِدٍ وَهُوَ الْإِسْلَامُ مِنْ لَدُنْ آدَمَ إِلَى نُوحٍ وَقِيلَ مِنْ عَهْدِ إِبْرَاهِيمَ إِلَى عَمْرٍو بْنِ لُحَى فَاخْتَلَفُوا
 بِأَن تَبَتَّ بَعْضٌ وَكَفَرَ بَعْضٌ وَلَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ بِتَأْخِيرِ الْحِزَاءِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ لَقَضَى
 بَيْنَهُمْ أَى النَّاسِ فِي الدُّنْيَا فِيمَا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿۱۹﴾ مِنَ الدِّينِ بِتَعَذُّيبِ الْكَافِرِينَ وَيَقُولُونَ أَى أَهْلُ مَكَّةَ
 لَوْ لَا هَآءَا أَنْزَلَ عَلَيْهِ عَلَى مُحَمَّدٍ آيَةً مِنْ رَبِّهِ كَمَا كَانَ لِلْأَنْبِيَاءِ مِنَ النَّاقَةِ وَالْعَصَا وَالْيَدِ فَقُلْ لَهُمْ إِنَّمَا
 الْغَيْبُ مَا غَابَ عَنِ الْعِبَادِ أَى أَمْرُهُ لِلَّهِ وَمِنْهُ الْآيَاتُ فَلَا يَأْتِي بِهَا إِلَّا هُوَ وَإِنَّمَا عَلَى النَّبِيِّ الْبَلَاغُ فَانْتَظِرُوا
 الْعَذَابَ إِنْ لَمْ تُؤْمِنُوا أَنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظَرِينَ ﴿۲۰﴾

ترجمہ:..... (مشرکین نے جب عذاب نازل ہونے کا تقاضا کیا تو اگلی آیت نازل ہوئی) اور انسان جس طرح فائدہ کے لئے
 جلدی مچاتا ہے۔ اگر اسی طرح (یعنی لوگوں کی جلد بازی کی طرح) اللہ اسے نقصان پہنچانے میں جلد باز ہوتا تو کبھی کا پورا ہو چکا ہوتا
 (مجهول و معروف دونوں طرح ہے) اس کا وقت (رفع اور نصب کے ساتھ دونوں طرح ہے۔ یعنی لوگوں کو تباہ کر دیا جاتا لیکن اللہ تعالیٰ
 ٹلاتے رہتے ہیں) پس جن لوگوں کو ہمارے پاس آنے کا کھکا نہیں ہے ہم انہیں ان کی سرکشیوں میں سرگرداں چھوڑ دیتے ہیں (کہ وہ
 حیران و متردد رہتے ہیں) اور جب کبھی انسان (کافر) کو کوئی رنج (بیماری، تنگدستی) پہنچتا ہے تو ہمیں پکارنے لگتا ہے خواہ کسی حال میں
 ہو، کروش کے بل لیتا ہو، کھڑا ہو، بیٹھا ہو (یعنی ہر حال میں) لیکن جب ہم اس کا رنج دور کر دیتے ہیں تو پھر اس طرح (اپنے کفر پر) چل
 دیتا ہے گویا کہ (کمان مخففہ ہے اور اس کا اسم محذوف ہے یعنی کمانہ) رنج و مصیبت میں کبھی اس نے ہمیں پکارا ہی نہیں تھا۔ اسی طرح
 (جیسے کہ مصیبت کے وقت دہائی دینا اور مصیبت ہٹ جانے پر پھر انجان بن جانا خوشنا معلوم ہوتا ہے) خوشنا کر دیئے گئے ہیں۔ حد
 سے گزرنے والوں (مشرکین) کی نگاہوں میں ان کے کارنامے اور تم سے پہلے (اے مکہ والوں! کتنی ہی امتیں گزر چکی ہیں کہ جب
 انہوں نے ظلم (شرک) کی راہ اختیار کی تو ہم نے انہیں ہلاک کر دیا حالانکہ ان کے پاس رسول روشن دلیلیں (جو ان کی صداقت پر گواہ
 ہیں) لے کر آئے مگر وہ اس پر بھی ایمان نہیں لائے (ظلمو اپراں کا عطف ہے) مجرموں (کافروں) کو ہم اسی طرح ان کے جرموں کا
 بدلہ دیتے ہیں (جیسا کہ ان کو ہلاک کر کے رکھ دیا ہے) پھر تمہیں (اے مکہ کے باشندوں) ان امتوں کے بعد ہم نے دنیا میں ان کا
 جانشین (خلائف جمع خلیفہ) کیا ہے تاکہ ہم دیکھیں تمہارے کام کیسے ہوتے ہیں؟ (اس دنیا میں آیا ان لوگوں کی حالت دیکھ کر ان سے
 عبرت پکڑتے ہو اور ہمارے رسولوں کو سچا سمجھتے ہو؟) اور جب تم ہماری کھلی کھلی (واضح) آیتیں (قرآن کی) انہیں پڑھ کر سناتے ہو تو جن

لوگوں کو ہمارے پاس آنے کا کوئی کھٹکا نہیں ہے (قیامت کا ڈر نہیں ہے) وہ کہتے ہیں اس قرآن کے سوا کوئی دوسرا قرآن لا کر سناؤ (جس میں ہمارے معبودوں کی برائیاں نہ ہوں) یا اس میں کچھ رد و بدل کر دو (اپنی طرف سے) آپ کہہ دیجئے کہ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا (میرا یہ مقدور نہیں) کہ میں اپنی طرف سے اس میں کچھ کتر بیونت کر دوں۔ میں تو اس حکم کا تابع ہوں جو مجھ پر وحی کیا جاتا ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ اپنے پروردگار کے حکم سے سرتابی کروں (اس کے حکم میں رد و بدل کر کے) تو عذاب کا بہت بڑا دن آنے والا ہے (قیامت کا دن) آپ یوں کہئے اگر خدا کو منظور ہوتا تو نہ میں تم کو یہ قرآن سناتا اور نہ تمہیں اس سے خبردار کرتا (اس میں لانا فائدہ ہے جس کا ماقبل پر عطف ہو رہا ہے اور ایک قرأت میں لام کے ساتھ لو کے جواب میں اور معنی یہ ہیں کہ اگر اللہ چاہتا تو میرے علاوہ کسی اور ذریعہ سے تمہیں اس کی اطلاع دیتا) پھر دیکھو یہ واقعہ ہے کہ میں اس معاملہ سے پہلے تم لوگوں میں عمر کا ایک بڑا حصہ (چالیس سال) بسر کر (گزار) چکا ہوں (جس میں کبھی ایک بات بھی تم سے اس طرح کی بیان نہیں کی) کیا تم اتنی عقل بھی نہیں رکھتے ہو؟ (کہ یہ کلام میری اپنی طرف سے نہیں ہو سکتا) پھر بتاؤ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے؟ (کوئی نہیں ہو سکتا) جو اپنی جی سے جھوٹ بات بنا کر اللہ پر افتراء کر لے (شریک کی نسبت اللہ کی طرف کر کے) یا اس (قرآن) کی آیتوں کو جھٹلائے یقیناً ایسے مجرموں (مشرکوں) کو اصلاً فلاح (کامیابی) نہیں ہوگی اور یہ لوگ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہیں جو انہیں نہ نقصان پہنچا سکتی ہیں (اگر ان کی پوجا نہ کی جائے) اور نہ فائدہ (اگر ان کی پوجا کر لی جائے مراد بت ہیں) اور (ان بتوں کے متعلق) کہتے ہیں یہ ہیں اللہ کے حضور ہمارے سفارشی (ان سے) کہہ دو کیا تم اللہ کو ایسی بات کی خبر (اطلاع) دینی چاہتے ہو جو خود اسے معلوم نہیں نہ تو آسمانوں میں نہ زمین میں (یہ استفہام انکاری ہے یعنی اگر اس کا کوئی شریک ہوتا تو ضرور اللہ کو معلوم ہوتا کیونکہ کوئی چیز بھی اس سے پوشیدہ نہیں ہے) پاک (صاف) اور برتر ہے اس کی ذات اس شرک سے جو یہ (اس کے ساتھ) کر رہے ہیں اور تمام آدمی ایک ہی طریقہ کے تھے۔ (ایک دین اسلام پر تھے۔ آدم سے لے کر نوح تک اور بعض کی رائے میں ابراہیم کے وقت سے لے کر عمرو بن لُحی کے زمانہ تک) پھر یہ الگ الگ ہو گئے (بعض تو ایمان پر جمے رہے اور بعض نے کفر کا راستہ اختیار کر لیا) اور اگر تمہارے پروردگار کی طرف سے پہلے ایک بات نہ ٹھہرا دی گئی ہوتی (قیامت تک عذاب ملتوی کرنے کی) تو (ان لوگوں کے درمیان دنیا ہی میں) کبھی کا فیصلہ ہو چکا ہوتا جس (مذہبی) باتوں میں یہ اختلاف کر رہے ہیں (اس طرح کہ کافروں کو عذاب دے دیا جاتا) اور یہ لوگ (مکہ والے) یوں کہتے ہیں کہ ان (محمدؐ) پر ان کے پروردگار کی جانب سے کوئی نشانی کیوں نہ اتری؟ (جیسا کہ پچھلے انبیاء پر اونٹنی، لالھی اور ید بیضاء کے معجزات اتر چکے ہیں) سو (ان سے) کہہ دو غیب کا علم (جو چیزیں بندوں سے غائب ہیں ان کی خبر) تو صرف اللہ کو ہے (معجزات بھی ان ہی میں داخل ہیں اس لئے ان کو وہی ظاہر کر سکتا ہے میرا کام تو صرف تبلیغ ہے) بس انتظار کرو (عذاب کا ایمان نہ لانے کی صورت میں) میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔

تحقیق و ترکیب: استعجل المشرقون اس سے مراد نضر بن الحارث وغیرہ مشرکین ہیں جنہوں نے کہا تھا

اللهم ان كان هذا هو الحق من عندك فامطر علينا حجارة -

کہ استعجلالہم منصوب بنزع الخافض ہونے کی طرف مفسر علام اشارہ کر رہے ہیں۔ لننظر کیف تعملون استعارہ تمثیلیہ سے کام لیا گیا ہے بادشاہ جس طرح اپنی رعایا کے حالات کا جائزہ لیا کرتا ہے اسی طرح حق تعالیٰ فرما رہے ہیں۔ فقد لبثت فيكم عمرا یعنی پہلے سے تمہیں معلوم ہے کہ امی محض ہوں لکھنے پڑھنے سے مطلق واسطہ نہیں تھا۔ پھر ایک دم ایسی بے مثل کتاب اور لا جواب کلام کا پیش کرنا از خود کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ یہ وحی الہی ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

بما لا يعلم یہاں لازم کی نفی سے ملزوم کی نفی پر استدلال کیا گیا ہے۔ کیونکہ علم الہی ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے جو کچھ بھی

موجود ہوگا وہ اللہ کے علم میں ضرور ہوگا۔ لیکن جب کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے علم میں نہیں تو سمجھ لو کہ وہ چیز موجود ہی نہیں ہے اور مایہ شر کون میں ماموصولہ ہے یا مصدریہ۔

من ذریئہ ادم نوح علیہ السلام کے زمانہ میں شرک و کفر شروع ہو گیا جیسا کہ لا تذرن الہتکم الخ سے معلوم ہوتا ہے تو فساخذہم الطوفان الخ عذاب الہی سے انہیں تباہ کر ڈالا گیا۔ اسی طرح ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں نمرود ہلاک کیا گیا۔ پھر عمرو بن لُحی نے کفر و شرک پھیلایا۔ بحیرہ، سائبہ، وصیلہ، حام جانوروں کی حرمت کے احکامات گھڑے۔
لولا حکمۃ چونکہ دنیا دار العمل ہے اور آخرت دار الجزاء ہے اس لئے یہاں سزا جزا جاری نہیں کی گئی ہے۔

رابط آیات:..... پچھلی آیت اولئک ماؤہم النار میں عذاب آخرت کی دھمکی دی گئی تھی۔ لیکن وہ اسے نری دھمکی سمجھتے تھے اور کہتے تھے اگر واقعی عذاب کوئی چیز ہے تو ربنا عجل لنا قطننا قبل یوم الحساب پس آیت ولو یعجل اللہ میں اس کا جواب ارشاد ہے آگے آیت واذا مس الانسان الخ میں شرک کی ایک خاص طرز سے تردید کی جا رہی ہے کہ اگر واقعی ان کے معبود برحق ہوتے تو مصیبت میں کیوں انہیں یکسر چھوڑ بیٹھتے۔ معلوم ہوا کہ یہ خود بھی شرک کو صحیح نہیں سمجھتے۔ جیسے کہ واقعہ میں بھی صحیح نہیں ہے۔
اس کے بعد آیت ولقد اہلکنا الخ سے کفار کے مستحق عذاب ہونے کی تائید میں پچھلے کفار کا عذاب الہی میں ہلاک ہونا اجمالاً بیان فرماتے ہیں۔ تاکہ اشارہ ہو جائے کہ مستحق عذاب تو تم بھی ہو چکے ہو۔ مگر بعض حکمتوں سے دنیا میں یہ عذاب ٹل رہا ہے۔ تاہم آخرت میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ اس لئے لامحالہ عذاب واقع ہو کر رہے گا۔ وعید و معاد کی اس گفتگو کے بعد آیت واذا تتلٰی الخ سے قرآن اور رسالت کی سچائی اور حقانیت کا بیان ہے اور آیت ویعبدون الخ سے پھر شرک کی تردید کی جا رہی ہے۔ اور آیت ویقولون الخ میں مسئلہ رسالت کو پھر سے چھیڑا جا رہا ہے۔

شان نزول:..... نصر بن الحارث وغیرہ مشرکین کہا کرتے تھے کہ اللہ ان کاں هذا هو الحق من عندک فامطر علینا حجارة من السماء او ائتنا بعذاب الیم اس پر آیت ولو یعجل اللہ الخ نازل ہوئی ہے۔

﴿تشریح﴾:..... آیت ولو یعجل اللہ الخ میں ”قانون امہال“ بیان کیا جا رہا ہے تاہم یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ اس آیت سے دو چیزیں معلوم ہوں گی۔ ایک یہ کہ شر مانگنے سے بھی جلدی واقع نہیں ہوتا۔ دوسرے یہ کہ خیر مانگنے سے جلدی واقع ہو جاتی ہے۔ حالانکہ دونوں باتیں صحیح نہیں۔ کیونکہ بسا اوقات دونوں کے خلاف ہوتا رہتا ہے۔

ایک اشکال کے دو جواب:..... جواب یہ ہے کہ آیت کا مقصد اصلی یہ بتلانا ہے کہ رحمت الہی کی وجہ سے خیر کے معاملہ میں اصل اس کا جلد واقع کرنا ہے اور شر میں اصل اس کا ٹلنا ہے۔ لیکن اگر کسی عارضی مصلحت کی وجہ سے اس کے خلاف ہو جائے تو مدلول آیت کے منافی نہیں ہوگا غرضیکہ آیت میں تو دونوں کا اصل تقاضا بیان کیا جا رہا ہے۔ دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ممکن ہے جس چیز کو ہم شر سمجھ رہے ہیں وہ فی الحقیقت اس خاص شخص کے حق میں یا مصلحت عام پر نظر کرتے ہوئے کسی نہ کسی خیر کو اپنے اندر چھپائے ہوئے ہو۔ پس اس لحاظ سے اس شر کا واقع ہونا بھی گویا خیر ہی کا واقع ہونا ہے۔ اسی طرح جس خیر میں تاخیر ہوتی ہے۔ اس میں ضرور کوئی شر چھپا ہوتا ہے۔ پس اس شر کا ہونا گویا واقع میں خیر کا ہونا ہوتا ہے اور اس خیر کا نہ ہونا گویا شر کا نہ ہونا ہے۔

تو حید ایک فطری بات ہے:..... آیت واذا مسّ الانسان الخ میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے کہ رنج و مصیبت کی حالت میں انسان کے اندر وجدانی طور پر یہ ولولہ اٹھتا ہے کہ ایک بالائے ترستی موجود ہے جو میرا دکھ درد دور کر سکتی ہے اور اسی کو پکارنا چاہیے لیکن جب مصیبت دور ہو جاتی ہے تو پھر عیش و راحت کی غفلتوں میں پڑ کر اسے بھول جاتا ہے۔ گویا اس نے کسی کو پکارا ہی نہ تھا۔ قرآن نے جا بجا انسان کی اس فطری حالت سے استشہاد کیا ہے۔ کیونکہ مصیبت اور بے بسی کی حالت میں بے اختیار اس ولولہ کا اٹھنا اس بات کا ثبوت ہے کہ انسانی فطرت اپنے اندرونی ادراک میں خدا کی ہستی کا اعتقاد رکھتی ہے اور اعراض و غفلت اس کی وجدانی حالت نہیں ہے۔ بلکہ خارجی اثرات کا نتیجہ ہے۔

شکر اور ناشکری کی حالت:..... یہ مضمون قرآن کریم کی اسی قسم کی دوسری آیتوں میں بھی آیا ہے۔ جن کا حاصل یہ ہے کہ اچھی حالت میں انسان کی طرف سے اعراض کر لینا، بھول جانا، دعا چھوڑ بیٹھنا، اتر ا جانا اور اکڑ جانا پایا جاتا ہے اور یہ سب باتیں ایک ساتھ جمع ہو سکتی ہیں۔ اسی طرح بری حالت میں انسان کی طرف سے مایوسی، ناشکری اور دعا پائی جاتی ہے۔ ان میں سے مایوسی اور ناشکری دونوں تو خیر جمع ہو سکتی ہیں۔

دعاء مایوسی کے ساتھ کیسے جمع ہو سکتی ہے:..... لیکن مایوسی اور دعا کا اجتماع کیسے ہو سکتا ہے؟ کیونکہ دعا تو امید ہی میں کی جاتی اور امید ناامیدی کے ساتھ کیسے جمع ہو سکتی ہے؟ اس کے دو جواب ہیں۔ اول یہ کہ زبان سے تو وہ دعا کرتا ہے۔ مگر دل میں مایوسی اور ناامیدی رہتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اول اول خوب دعا کرتا ہے۔ مگر پھر مایوس ہو کر چھوڑ بیٹھتا ہے پس ان دونوں صورتوں میں دعا اور مایوسی دونوں جمع ہو گئیں۔

دو آیتوں میں تعارض:..... البتہ سورہ حم فصلت کے آخر میں جو لا یسنم الانسان من دعاء الخیر فرمایا گیا ہے۔ یعنی انسان کبھی دعائے خیر سے نہیں تھکتا۔ ہر وقت کچھ نہ کچھ مانگے ہی چلا جاتا ہے۔ اس میں اشکال یہ ہے کہ اگر اس سے خیر کی حالت میں دعا کرنا مراد ہے۔ تب تو ابھی معلوم ہو چکا ہے کہ انسان اچھی حالت میں دعا چھوڑ بیٹھتا ہے۔ پس دونوں آیتوں میں تعارض ہوا اور اگر بری حالت کے اعتبار سے یہ کہا جا رہا ہے تب بھی یہ کہنا مشکل ہے کہ انسان بری حالت میں ہمیشہ دعا کرتا ہے کیونکہ مایوسی کی حالت میں دعا میں نشاط یقیناً فوت ہو جاتا ہے اور جب نشاط نہیں تو دعا کہاں ہوئی؟

جواب:..... جواب یہ ہے کہ لا یسنم الانسان الخ کا حکم اچھی اور بری دونوں حالتوں کے اعتبار سے ہے لیکن دعا سے مراد جی لگا کر اور خوش دلی سے دعا کرنا نہیں ہے۔ بلکہ محض استدعاء تمنا اور خواہش و حرص کے درجہ میں ہے اور یہ باتیں دونوں صورتوں میں تازہ رہتی ہیں۔

نیچر یوں پر رد:..... مشرکین عرب پیغمبر اسلام کی صداقت اور فضیلت سے تو انکار نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن کہتے تھے کہ تمہاری باتیں سننے کے لئے ہم تیار ہیں مگر تم جو ایسی باتیں کہتے ہو جنہیں ہم قبول نہیں کر سکتے اس لئے ان میں کچھ ایسی ترمیم کر دو جس سے ہمارے پرانے عقیدوں کے مطابق ہو جائے۔ یا اس قرآن ہی کو بدل کر دوسرا قرآن لے آؤ۔ گویا وہ لوگ قرآن پاک کو بعض نیچریوں کی طرح کلام محمدی سمجھتے تھے۔ پس آیت واذا تسلی الخ میں اسی کے جواب کی تلقین کی جا رہی ہے کہ آپ کہہ دیجئے اس بارے میں بے

اختیار ہوں۔ جو کچھ مجھ سے کہلایا جاتا ہے وہ کہہ دیتا ہوں۔

صداقت محمدی ﷺ کی دلیل:..... رہ گئی میری صداقت سواس کی سب سے بڑی دلیل تو وہی فاتوا بسورۃ الخ ہے۔ لیکن آخری درجہ میں بطور تنزیل کے ایک وجدانی دلیل یہ بھی ہے کہ میری عمر کا چالیس سالہ بیشتر حصہ تم میں ہی گذر چکا ہے اور تمام علمائے اخلاق و نفسیات اس پر متفق ہیں کہ انسان کے اخلاق و خصائل کے ابھرنے اور بننے کا اصلی زمانہ یہی چالیس سالہ دور ہوتا ہے جو سانچہ اس عرصہ میں بن گیا۔ پھر بقیہ زندگی میں وہ پختہ ہو سکتا ہے۔ مگر بدل نہیں سکتا۔ پس اگر ایک شخص چالیس سال تک صادق، امین رہا ہے تو کیونکر ممکن ہے اکتالیسویں برس میں قدم رکھتے ہی ایسا جھوٹا لپائی بن جائے۔ کہ انسانوں ہی پر نہیں۔ بلکہ اپنے اور زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے پر افتراء کرنے لگے۔ میری ساری کتاب زندگی تمہارے سامنے ہے جس نے کبھی پڑھنے پڑھانے سے بلکہ پڑھوؤں سے بھی دور کا واسطہ نہ رکھا ہو۔ وہ دم کے دم میں آج کس طرح لا جواب تعلیمات کی کتاب پیش کر سکتا ہے۔ عادتاً یہ بات محال ہے اور معجزات میں محال عادی ہی پر مدار ہوا کرتا ہے۔

شریر ترین انسان:..... آگے فرمایا جاتا ہے کہ تم ان دو باتوں کا انکار نہیں کر سکتے۔ ایک تو جو شخص اللہ پر افتراء کرے اس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں اور دوسرے جو کسی سچے انسان کو جھٹلائے وہ بھی سب سے بڑھ کر شریر انسان ہے۔ اب صورت حال نے یہاں دونوں فریق پیدا کر دیئے ہیں۔ اگر میں خدا پر بہتان باندھ رہا ہوں گا تو مجھے ناکام و نامراد ہونا پڑے گا۔ ورنہ تم سچائی کو جھٹلا رہے ہو تو تمہیں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ فیصلہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے اور اللہ کا قانون ہے کہ مجرموں کو فلاح نہیں دیا کرتا۔ چنانچہ اللہ کا فیصلہ صادر ہو گیا کہ جو جھٹلا رہے تھے۔ ان کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہا اور جو سچا تھا اس کا کلمہ آج تک قائم ہے اور قائم رہے گا۔

رد شرک:..... فلا یضرہم ولا ینفعہم میں اگر حقیقت نفع و نقصان کا نہ ہونا مراد ہے تب تو اللہ تعالیٰ کے علاوہ سب معبودان کو یہ حکم شامل ہے۔ خواہ وہ زندہ ہوں یا بے جان۔ اور اگر محض ظاہری نفع نقصان مراد ہے تو پھر بھی اللہ تعالیٰ کے علاوہ مردہ معبودوں کو یہ حکم شامل رہے گا۔ جن بتوں کی پوجا مکہ کے باشندے کرتے تھے وہی مراد ہوں گے۔ رہا مشرکین کا یہ کہنا کہ بت ہمارے سفارشی ہیں اور سفارشی مستحق عبادت ہوتا ہے۔ آیت اتسبئون اللہ میں دو طرح سے اس کو رد کیا گیا ہے۔ اول صغریٰ کے غلط ہونے سے کہ یہ شفیع ہی نہیں۔ دوسرے کبریٰ کو باطل کر دینے سے کہ اگر شفیع بھی ہوں تو شفیع کا معبود بننا لازم نہیں۔ غرضیکہ غیر اللہ کی معبودیت کا اعتقاد خواہ بالذات ہو یا بالعرض شرک ہے۔

بتوں کا سفارشی ہونا غلط ہے:..... اور کفار کا بتوں کو شفیع ماننا دنیا کے لحاظ سے تو خیر حقیقت تھا۔ مگر آخرت کو چونکہ وہ نہیں مانتے تھے۔ اس لئے وہاں کے اعتبار سے انہیں شفیع ماننا فرضاً ہوگا۔ کہ بالفرض آخرت کوئی واقعی چیز ہوئی تو یہ ہمارے سفارشی ہوں گے۔

اطائف آیت:..... آیت واذا مس الانسان الخ سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں نے مشاہدہ ربوبیت میں حقائق عبودیت کا ادراک نہیں کیا۔ ان پر جب بلا آتی ہے تو وہ گڑگڑانے لگتے ہیں اور جب بلا دور ہو جاتی ہے تو ایک دم بے تعلق ہو جاتے ہیں۔ لیکن اگر یہ لوگ عارف ہوتے تو برابر گڑگڑاتے اور بندگی کرتے رہتے اور اگر انسان سے مراد کافر لیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ دعا و عبادت اگر ایمان کے ساتھ نہ ہوں بلکہ محض اضطرار ہوں تو ایسی دعا اور عبادت نفع بخش نہیں ہوتی۔

وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ آئِي كُفَّارٍ مَّكَّةَ رَحْمَةٍ مَّطَرًا وَخَصْبًا مِّنْ بَعْدِ ضَرَاءٍ بُّوسٍ وَجَدَبَ مَسْتَهُمْ إِذَا لَهُمْ

مَكْرُفِيَّ الْيَتَا بِالْإِسْتِهْزَاءِ وَالتَّكْذِيبِ قُلْ لَهُمُ اللَّهُ أَسْرَعُ مَكْرًا مُجَازَاةً إِنَّ رُسُلَنَا الْخَفِظَةَ يَكْتُبُونَ مَا تَمْكُرُونَ ﴿۲۱﴾ بِالتَّاءِ وَالْيَاءِ هُوَ الَّذِي يُسِيرُكُمْ وَفِي قِرَاءَةِ يُنْشِرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ حَتَّى إِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلِكِ السُّفُنِ وَجَرَيْنَ بِهِمْ فِيهِ الْتِفَاتٌ عَنِ الْخَطَابِ بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ لَيِّنَةٍ وَفَرَحُوا بِهَا جَاءَ تَهَا رِيحٌ عَاصِفٌ شَدِيدَةُ الْهُبُوبِ تَكْسِرُ كُلَّ شَيْءٍ وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّوْا أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ أَيْ أَهْلِكُوا دَعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ الدُّعَاءُ لَنْ لَمْ قَسَمَ أَنْجِيْتَنَا مِنْ هَذِهِ الْأَهْوَالِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ﴿۲۲﴾ الْمَوْجِدِينَ فَلَمَّا أَنْجَاهُمْ إِذَا هُمْ يَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ بِالشَّرْكِ يَأْتِيهَا النَّاسُ إِنَّمَا بَغْيُكُمْ ظُلْمُكُمْ عَلَى أَنْفُسِكُمْ لَا إِيْمَهُ عَلَيْهَا هُوَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا تَتَمَتَّعُونَ فِيهَا قَلِيلًا ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ بَعْدَ الْمَوْتِ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۲۳﴾ فَتُجَازِيَكُمْ عَلَيْهِ وَفِي قِرَاءَةِ يَنْصَبُ مَتَاعٌ أَيْ تَتَمَتَّعُونَ إِنَّمَا مَثَلُ صِفَةِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَا أَنَّ مَطَرًا أَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ سَبِيهُ نَبَاتُ الْأَرْضِ وَاشْتَبَكَ بَعْضُهُ بِبَعْضٍ مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ مِنَ الْبَرِّ وَالشَّعِيرِ وَغَيْرِهِمَا وَالْأَنْعَامُ مِنَ الْكَلَاءِ حَتَّى إِذَا أَخَذَتِ الْأَرْضُ زُخْرُفَهَا بِنُحْجَتِهَا مِنَ النَّبَاتِ وَازْيَنْتِ بِالزَّهْرِ وَأَصْلُهُ تَزَيَّنَتْ أُبْدِلَتْ التَّاءُ زَايَا وَادْغَمَتْ فِي الزَّايِ ثُمَّ أُجْتَلِبَتْ هَمْزَةُ الْوَصْلِ وَظَنَّ أَهْلُهَا أَنَّهُمْ قَدِرُونَ عَلَيْهَا أَيْ مُتَمَكِّنُونَ مِنْ تَحْصِيلِ ثَمَارِهَا أَتَاهَا أَمْرُنَا قَضَاؤُنَا أَوْ عَذَابُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنَاهَا أَيْ زَرْعَهَا حَصِيدًا كَالْمَحْصُودِ بِالْمَنَاجِلِ كَانَ مُخَفَّفَةً أَيْ كَانَتْهَا لَمْ تَغْنِ تَكُنْ بِالْأَمْسِ كَذَلِكَ نَفْصَلُ نُبَيِّنُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿۲۴﴾ وَاللَّهُ يَدْعُوْا إِلَى دَارِ السَّلَامِ أَيْ السَّلَامَةِ وَهِيَ الْجَنَّةُ بِالدُّعَاءِ إِلَى الْإِيْمَانِ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ هِدَايَتَهُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿۲۵﴾ دِينَ الْإِسْلَامِ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا بِالْإِيْمَانِ الْحُسْنَى الْجَنَّةَ وَزِيَادَةُ هِيَ النَّظَرُ إِلَيْهِ تَعَالَى كَمَا فِي حَدِيثِ مُسْلِمٍ وَلَا يَرَهُ قُ يُغْشَى وَجُوهُهُمْ قَتَرٌ سَوَادٌ وَلَا ذَلَّةٌ كَابَةٌ أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۲۶﴾ وَالَّذِينَ عَظِفَ عَلَى الَّذِينَ أَحْسَنُوا أَيْ وَلِلَّذِينَ كَسَبُوا السَّيِّئَاتِ عَمَلُوا الشَّرْكَ جَزَاءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا وَتَرْهَقُهُمْ ذَلَّةٌ مَالَهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ زَائِدَةٍ عَاصِمٌ مَانِعٌ كَأَنَّمَا أُغْشِيَتْ أَلْبَسَتْ وَجُوهُهُمْ قِطْعًا بِفَتْحِ الطَّاءِ جَمْعُ قِطْعَةٍ وَإِسْكَانِهَا أَيْ جُزْءًا مِنَ اللَّيْلِ مُظْلِمًا أُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۲۷﴾ وَاذْكُرْ يَوْمَ نَحْشُرُهُمْ أَيْ الْخَلْقَ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ نُصِيبُ بِالْزُّمُوْا مُقَدَّرًا أَنْتُمْ تَاكِدُ لِلْضَّمِيرِ الْمُسْتَتِرِ فِي الْفِعْلِ الْمُقَدَّرِ لِيُعْطَفَ عَلَيْهِ وَشَرَكَاؤُكُمْ أَيْ الْأَصْنَامُ فَزَيَّلْنَا مَيِّزَنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ كَمَا فِي آيَةٍ وَامْتَارُوا

الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ ﴿۲۸﴾ وَقَالَ لَهُمْ شُرَكَائُهُمْ مَا كُنْتُمْ إِيَّا نَا تَعْبُدُونَ ﴿۲۸﴾ مَا نَافِعُيْهُ وَقَدْ خَلَّيْنَا لَهَا فَاصلَةً
فَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا ﴿۲۹﴾ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْيَوْمَ الْمُحْجَفَةُ أَيُّ إِنَّ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغْفِيلِينَ ﴿۲۹﴾ هُنَالِكَ أَيُّ
ذَلِكَ الْيَوْمَ تَبْلُغُوا مِنَ الْبُلْوَى وَفِي قِرَاءَةِ بَنَاتَيْنِ مِنَ التَّلَاوَةِ كُلُّ نَفْسٍ مَّا أَسْلَفَتْ قَدَّمَتْ مِنَ الْعَمَلِ
وَرُدُّوْا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمْ الْحَقَّ الثَّابِتِ الدَّائِمِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۳۰﴾ عَلَيْهِ مِنَ
الشُّرَكَاءِ

ترجمہ: اور جب ہم لوگوں (کفار مکہ) کو دکھ درد (مختی، قحط سالی) کے بعد اپنی رحمت (بارش اور سرسبزی) کا مزہ چکھا دیتے
ہیں تو فوراً ہماری نشانیوں میں باریک باریک حیلے نکالنا شروع کر دیتے ہیں (تمسخر کرنے اور جھٹلانے لگتے ہیں) تم (ان سے) کہہ دو اللہ
ان باریکیوں میں سب سے زیادہ تیز ہے (سزا دینے میں) ہمارے فرشتے (محافظین) تمہاری یہ ساری مکاریاں قلم بند کر رہے ہیں (لفظ
یکتبون تا اور یا کے ساتھ ہے) وہی ہے جس نے تمہارے لئے سیر و گردش کا انتظام کر دیا ہے (اور ایک قرأت میں ینشروکم ہے)
خشکی اور تری میں یہاں تک کہ جب تم جہاز میں سوار ہوتے ہو اور (جہاز) موافق (نرم) ہوا پا کر تمہیں لے اڑتے ہیں (لفظ بھم میں
صیغہ خطاب سے التفات ہے) اور مسافر خوش ہوتے ہیں پھر اچانک ہوائے تند (ایسے سخت جھکڑ جن سے ہر چیز تہس نہس ہو جائے) کے
جھونکے آجاتے ہیں اور ہر طرف موجیں گھیر لیتی ہیں اور مسافر سمجھ لیتے ہیں کہ بس اب ان میں آگھرے (یعنی پھنس گئے) تو اس وقت
خالص اعتقاد کر کے (دعا میں) اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں خدایا: اگر (لام قسمیہ ہے) اس (دہشت ناک) حالت سے آپ ہمیں نجات
دے دیں تو ہم ضرور آپ کے شکر (توحید) گزار ہوں گے۔ پھر جب اللہ انہیں نجات دے دیتا ہے تو اچانک ملک میں ناحق (شرک
کر کے) سرکشی اور فساد کرنے لگتے ہیں۔ اسے لوگوں: تمہاری سرکشی (ظلم) کا وبال تو خود تمہاری ہی جانوں پر پڑنے والا ہے۔ (کیونکہ
ظلم کا گناہ ظالم ہی کو ہوگا) یہ دنیا کی زندگی کے فائدے ہیں (دنیا میں تھوڑے دنوں اترالو) پھر تمہیں ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے (مرنے
کے بعد) اس وقت ہم تمہیں بتلائیں گے کہ جو کچھ دنیا میں کرتے رہے اس کی حقیقت کیا تھی (لہذا تمہیں اس پر بدلہ دے گا اور ایک
قرأت میں متاع منصوب ہے۔ یعنی تم فائدہ اٹھاتے رہو) دنیا کی زندگی کی مثال (حالت) تو بس ایسی ہے جیسے آسمان سے ہم نے
(بارش کا) پانی برسایا پھر اس پانی (کی وجہ) سے خوب گنجان ہو کر نکلے زمین کے نباتات (ایک دوسرے میں گندھ کر) جو انسانوں کی غذا
میں کام آتی ہیں (گیہوں جو وغیرہ) اور چوپاؤں کے چارہ میں کام آتی ہے (یعنی گھاس پھوس) یہاں تک کہ جب زمین اپنی رونق کے
سارے زیور پہن چکی (لہلہاتی ہوئی گھاس سے) اور خوب شاداب ہو گئی (سرسبزی سے اصل میں تسزینت تاء کو زاء سے بدل کر زاء میں
ادغام کر دیا گیا ہے پھر ہمزہ وصل گر گیا) اور زمین کے مالک سمجھے کے اب فصل ہمارے قابو میں آگئی ہے (اس کے پھلوں پر اب ہم
قابض ہو چکے ہیں) تو اچانک ہماری طرف سے کوئی حادثہ (فیصلہ یا عذاب) آپڑا رات کے وقت یا دن کے وقت۔ سو ہم نے اسے
(کھیت کو) ایسا صاف کر کے رکھ دیا (جیسے درانیوں سے کاٹ دیا جائے) گویا کہ (ان مخففہ ہے یعنی کاناہا) ایک دن پہلے تک اس کا نام
نشان ہی نہ تھا۔ اسی طرح ہم دلیلوں کو کھول کھول کر بیان کر دیتے ہیں۔ ان لوگوں کے لئے جو غور و فکر کرتے ہیں اور اللہ سلامتی کے گھر کی
طرف بلاتا ہے (یعنی جنت کی طرف، ایمان کی دعوت دیتے ہوئے) اور جسے چاہتا ہے۔ (ہدایت دیتا ہے) اسے سیدھی راہ (اسلام) پر
لگا دیتا ہے جن لوگوں نے نیکی کی (ایمان لائے) ان کے لئے بھلائی (جنت) ہوگی۔ اور اس سے بھی کچھ زیادہ (اللہ کے جمال کی طرف

نظر کرنا جیسا کہ مسلم کی حدیث میں ہے) ان کے چہروں پر نہ تو کالک (سیاہی) تھپے گی (چھائے گی) اور نہ ذلت (پھٹکار) برے گی۔ ایسے ہی لوگ جنتی ہیں ہمیشہ جنت میں رہنے والے اور جن لوگوں نے (اس کا عطف للذین احسنوا پر ہے یعنی وللذین ہے) بد کام کئے (شرک کیا) تو برائی کا نتیجہ ویسا ہی نکلے گا۔ جیسی کچھ دیرانی و پریشانی ہوگی اور ان پر ذلت چھا جائے گی اللہ سے بھی انہیں بچانے والا کوئی نہ ہوگا (من زائدہ ہے) ان کے چہروں پر اس طرح کالک چھا جائے گی جیسے پر ت کے پر ت ان کے چہروں پر اڑھادیئے (پہنادیئے) گئے ہوں (لفظ قطعاً فتح اور سکون طاء کے ساتھ قطعۃ کی جمع ہے بمعنی ٹکڑہ) اندھیری رات کے۔ سو ایسے ہی لوگ دوزخی ہیں۔ دوزخ میں ہمیشہ رہنے والے۔ اور (یاد کیجئے) اس وقت کو جب کہ ہم ان سب (مخلوقات) کو اپنے حضور اکھٹا کریں گے۔ پھر مشرکین سے کہیں گے۔ تھرو: (لفظ مکان منصوب الزموا مقدر کی وجہ سے) تم (یہ فعل مقدر کی ضمیر مستتر کی تاکید ہے عطف درست کرنے کے لئے) اور وہ سب معبود جنہیں تم نے شریک ٹھہرایا تھا (یعنی بت) پھر پھوٹ ڈال دیں گے (الگ الگ کر دیں گے) ان میں (اور مسلمانوں میں جیسا کہ دوسری آیت و امتازوا اليوم ایہا المجرمون میں ہے) اور (ان سے) شرکاء بولیں گے کہ تم نے ہماری عبادت نہیں کی تھی (مانا فیہ ہے اور مفعول کو فاعل کی رعایت سے مقدم کر دیا گیا ہے) سو ہمارے تمہارے درمیان اللہ کافی گواہ ہے کہ (ان) مخففہ ہے یعنی انا تھا ہم تمہاری پرستشوں سے یکسر بے خبر تھے۔ اس مقام پر (یعنی اس دن) جانچ لے گا (یہ لفظ بسلوی سے ماخوذ ہے اور ایک قرأت میں یہ لفظ دو تار کے ساتھ آیا ہے۔ تلاوۃ سے مشتق کر کے) ہر آدمی جو کچھ کہ وہ پہلے کر چکا ہے (کارنامہ انجام دے چکا ہے) سب اللہ کے حضور جو ان کا مالک حقیقی (ثابت اور دائم) ہے لوٹائے جائیں گے اور جو کچھ معبود تراش رکھے تھے سب ان سے (شرکاء) غائب ہو جائیں گے۔

تحقیق و ترکیب: اذا اذقنا۔ اذا۔ شرطیہ ہے۔ جس کا جواب آگے اذا لہم مکر الخ میں اذا مفا جاتیہ سے آرہا ہے۔ وفی قراءۃ ابن عامر کی قرأت ہے ینشرکم کے معنی یفریکم کے ہیں۔ حتی اذا کنتم۔ حتی غایۃ کے لئے ہے۔ لیکن یسیرکم کی غایۃ صرف حتی اذا کنتم نہیں ہے۔ تاکہ یہ اشکال ہو کہ کشتی میں ہونا تو سیر کی غایۃ نہیں ہوتی۔ بلکہ کشتی میں ہونا سیر سے پہلے ہوا کرتا ہے۔ پس کہا جائے گا کہ مابعد کے معطوفات مل کر مجموعہ غایۃ بنے گا۔ اب یہ اشکال نہیں رہے گا۔

لام قسم۔ ای قائلین واللہ لن انجینا۔ بغیر الحق۔ ناحق کی قید لگا کر مسلمانوں کے کافروں پر استیلاء کو خارج کر دیا کہ وہ حق ہوتا ہے۔ اس لئے اب یہ شبہ نہیں رہا کہ نبی تو ناحق ہی ہوتا ہے۔ پھر یہ قید کیوں لگائی گئی ہے۔ لان اثمہ اشارہ ہے کہ انما بغیکم بتقدیر مضاف ہے ای انما اثم بغیکم۔

متاع الحیوۃ اکثر کی قرأت رفع کے ساتھ اور حفص کی قرأت نصب کے ساتھ ہے۔ رفع کی صورت میں بغیکم الخ مبتداء اور متاع خبر ہوگی۔ یا بغیکم مبتداء اور انفسکم خبر ہے۔ اور متاع خبر ہوگی مبتداء محذوف کی ای ہو متاع الحیوۃ الخ لیکن نصب کی حالت میں ترکیب اس طرح ہوگی کہ بغیکم مبتداء اور انفسکم اس کی خبر ہے اور متاع الحیوۃ مصدر مؤکد ہے۔ ای تمتعون متاع الحیوۃ لفظ نبی جب علی کے ذریعہ متعدی ہوتا ہے تو ظلم کے معنی میں۔ اور جب فی کے صلہ سے آتا ہے تو فساد کے معنی میں ہوتا ہے۔

کماء انزلناہ الخ آسمانی پانی کے ساتھ تشبیہ دینے میں اس طرف اشارہ ہے کہ آسمانی پانی کی طرح دنیا بلا کسب حاصل ہو جاتی ہے بخلاف زمینی پانی کے وہ آلات کا محتاج ہوتا ہے۔

احسنوا بالایمان یہ قید لگا کر اشارہ کر دیا کہ مؤمن اگرچہ گنہگار ہو تب بھی اس میں داخل ہو جائے گا۔

الحسنی مبتداء مؤخر ہے۔ و زیادة ترمذی و سلم کی روایت ہے کہ اہل جنت سے حق تعالیٰ دریافت فرمائیں گے۔ کچھ اور مزید چاہیے؟ عرض کریں گے آپ نے ہمیں جنت سے نوازا جہنم سے چھٹکارا بخشا اور کیا کمی رہ گئی۔ چنانچہ حجاب اٹھا دیا جائے گا کہ جمال الہی کا مشاہدہ ہو جائے گا۔ جس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہوگی۔

وقال شرکاءہم اس سے اگر بت وغیرہ بے جان چیزیں مراد ہوں تو حق تعالیٰ پہلے ان میں زندگی اور گویائی پیدا فرمادیں گے تب یہ گفتگو ہوگی۔

رابط آیات: آیت اذا اذقنا الناس الخ میں گذشتہ قول لولا انزل علیہ الخ کی علت اور اس علت کی علت اغراض و مقاصد کا حصول مع وعید بیان فرماتے ہیں۔ نیز اس آیت کا مضمون پچھلی آیت فلما کشفنا عنہ ضرہ الخ کا تتمہ اور آئندہ آیت فلما انجاہم الخ کی تمہید بھی ہے۔ آیت هو الذی الخ سے پھر توحید کا بیان ہے۔ جس میں هو الذی سے تحقیق اور دعوا اللہ الخ سے الزام دونوں سے کام لیا گیا ہے۔

آیت یا ایہا الذین الخ میں یہ بتلانا ہے کہ دنیا کی کامرانی چند روزہ ہے۔ پھر آخرت میں سزا بھگتنا ہے۔ آگے آیت انما مثل الخ میں دنیا کا فانی اور آخرت کا باقی ہونا بیان کیا جا رہا ہے۔ جزاء و سزا کی تفصیل ہے۔ آیت ویوم نحشرہم الخ معبودان باطل کا اپنے عابدین سے بے تعلق ہونا ظاہر کیا جا رہا ہے۔

﴿تشریح﴾: راحت و مصیبت میں انسان کی حالت کا فرق: جب تک دنیوی اسباب و علائق کا کوئی ادنیٰ سہارا بھی باقی رہتا ہے انسان کا وجدان بیدار نہیں ہوتا اور ایک تنکے کا سہارا بھی اس لئے کافی ہوتا ہے کہ وہ خدا کی طرف سے غافل ہو جائے لیکن جوں ہی اسباب و علائق کھڑے ٹوٹے اور یاس و ناامیدی کی کامل حالت طاری ہوئی اور اس نے دیکھا کہ اب دنیا کا کوئی ہاتھ اسے بچا نہیں سکتا۔ تو اچانک اس کا سویا ہوا وجدان بیدار ہو جاتا ہے اور خدا پرستی کا جوش اپنے سارے اخلاص کے ساتھ اس کے اندر ابھر آتا ہے۔ اس وقت وہ خدا کے سوا اور کسی کو نہیں دیکھتا۔ سارے رشتے، سارے بھروسے، ساری ہستیاں یک قلم نابود ہو جاتی ہیں۔ وہ بے اختیار خدا کو پکارنے لگتا ہے اور اس کی یہ پکار اس کے دل کے ایک ایک ریشہ کی پکار ہوتی ہے۔ لیکن پھر اس کے بعد کیا ہوتا ہے؟ کیا یہی پہلی حالت قائم رہتی ہے؟ نہیں جوں ہی اس کی ڈوبتی کشتی اچھلی اور امید و مراد کی گم شدہ صورت واپس آگئی، پھر وہی اس کی غفلتیں ہوتی ہیں اور وہی سرکشاں۔ اگر تم غور کرو گے تو اس حالت کی مثالیں خود اپنی ہی زندگی میں تمہیں مل جائیں گی۔ کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ تم بیمار ہوئے اور طبیبوں نے جواب دے دیا؟ یا کسی دوسری مصیبت میں پڑے اور دنیا کے سارے سہارے ہاتھ سے نکل گئے؟ اگر ایسا ہوا ہے تو یاد کرو اس وقت تمہاری خدا پرستی اور خدا پرستی کے اخلاص کا کیا حال تھا؟ قرآن نے جا بجا اس حالت کے بیان کے لئے بحری سفر کی مثال اختیار کی ہے۔ کیونکہ انسان کی بے بسی اور مایوسی کے لئے اس سے بہتر مثال نہیں ہو سکتی۔ دین حق کی تعلیم و تزکیہ کا مقصد یہی ہے کہ اس حالت سے انسان کو نجات دلا دے اور اس کا وجدان اس طرح بیدار کر دے کہ خدا پرستی کا جو اخلاص خاص خاص حالتوں میں ابھرتا ہے وہ اس کی پوری زندگی کی ایک دائم اور مستقر حالت ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ ایمان کی حالت یہ فرمائی گئی ہے کہ مصیبت کی گھڑی ہو یا راحت و سرور کا عالم۔ لیکن خدا کی یاد سے دل پر غفلت طاری نہ ہو۔

دنیا کی حالت سے انسان فریب کا شکار ہو جاتا ہے: یعنی دو لفظوں میں ہر قسم کی سرکشی داخل ہے لیکن جب اس کفافی الارض کے ساتھ کہا جائے تو اس سے مقصود وہ لوگ ہوتے ہیں جنہیں دنیا کی دولت و طاقت حاصل ہو جاتی ہے اور اس گھمنڈ

میں آکر ظلم و فساد کو اپنا شیوہ بنا لیتے ہیں۔ چونکہ ان کی سرکشی کا اصل سرچشمہ دنیوی زندگی کے سروسامان کا غرور ہوتا ہے اس لئے فرمایا جا رہا ہے کہ دنیاوی زندگی کی مثال تو بالکل ایسی ہے جیسے کاشتکاری کا دھندہ کہ آسمان سے پانی برستا ہے اور کھیت لہلہانے لگتے ہیں۔ پھر جب وہ وقت آتا ہے کہ تم سمجھتے ہو کہ اب فصل پک گئی اور ہماری محنت کی کمائی ہمارے قبضہ میں ہے تو اچانک کوئی حادثہ پیش آ جاتا ہے۔ اور ساری فصل اس طرح تباہ ہو جاتی ہے گویا اس کا نام و نشان ہی نہیں تھا۔ یعنی دنیاوی زندگی کی ساری کامرانیاں اور دلفریبیاں وقتی اور ہنگامی ہیں۔ تم یہاں کی کسی چیز اور کسی حالت پر بھروسہ نہیں کر سکتے کہ ضرور ایسی ہی رہے گی۔ اول تو زندگی ہی چند روزہ ہے۔ پھر اس کا بھی ٹھکانا نہیں۔ پھر زندگی کی ساری دلفریبیوں کا حال یہ ہے کہ صبح ہیں تو شام کو نہیں، شام کو ہیں تو صبح کو نہیں۔ ایسی حالت میں اس سے بڑھ کر غفلت و گمراہی کی اور کیا بات ہوگی کہ انسان حق و راستی کی راہ چھوڑ کر سرکشی پر اتر آئے اور کس چیز کے بھروسہ پر؟ اس زندگی کے سروسامان اور اقتدار کے بھروسہ پر جسے چند لمحوں کے لئے بھی قطعی اور برقرار نہیں کہہ سکتا۔

غافل انسان:..... لیکن انسانی غفلت کے عجائب کا یہی حال ہے کوئی نہیں جو اس حقیقت سے بے خبر ہو۔ مگر کوئی نہیں جو اس غرور باطل کی سرگردانیوں سے اپنی نگہداشت کر سکے۔ یہی غفلت ہے جسے دین حق دور کرنا چاہتا ہے وہ دنیا و دین کی کامرانیوں سے نہیں روکتا۔ مگر ان کے غرور باطل اور بے اعتدالی کی راہیں بند کر دینی چاہتا ہے۔ کیونکہ انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے سارے فتنوں کا اصلی سرچشمہ یہی غرور باطل ہے۔ خوشحالی اور کامرانی سے چہروں کا چمک اٹھنا اور نامرادی و خواری سے سیاہ پڑ جانا ایک طبعی حالت ہے۔ اسی کو فرمایا کہ قیامت کے دن ایک گروہ کے چہرے چمک اٹھیں گے دوسرے کے سیاہ پڑ جائیں گے۔

بت پرستی سے بتوں کی بے خبری:..... آیت **یوم نحشر النح** میں اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ تم جن پیشواؤں کو اپنی حاجت روائیوں کیلئے پکارتے ہو ان تک نہ تو تمہاری پکار پہنچتی ہے نہ تمہاری پرستاریوں کی انہیں کچھ خبر ہے پھر وہ تمہاری حاجت روائی کیا کریں گے؟ بلکہ وہ کہیں گے ہمیں ان سے کوئی واسطہ نہیں۔ یہ گوہارا نام لیتے ہوں۔ لیکن فی الحقیقت ہمیں نہیں پوجتے تھے۔ اپنی ہوا و نفس کے پجاری تھے۔ ہمیں تو ان کی پرستش کی خبر ہی نہیں۔ قیامت کے روز بتوں کا بولنا ناممکن نہیں ہے۔ رہا ان کا غافل ہونا تو وہ بھی صحیح ہے کہ وہ اپنے پجاریوں کی ان حرکات سے بے خبر ہیں اور فرشتے وغیرہ بھی اگر مراد ہوں تب بھی چونکہ ان کو علم محیط حاصل نہیں۔ پھر وہ سب اپنے اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ انہیں از خود کسی کی کیا خبر۔ اور ہنالک کی قید زیادہ تحقیق و علم کے اعتبار سے ہے۔ ورنہ مطلق علم تو مرتے ہی اور قبر میں جا کر حاصل ہو جاتا ہے۔ اور یہاں اللہ کو مولیٰ فرمانا باعتبار معنی مالکیت ہے اور آیت لا مولیٰ لہم میں اس کا ان کی نصرت و محبت کے معنی کے لحاظ سے ہے۔ اس لئے دونوں میں کوئی تعارض نہیں رہا۔

اطائف آیات:..... آیت **حسی اذا کنتم فی الفلک النح** سے معلوم ہوا کہ جو نادان لوگ ایسے وقت میں بھی اللہ تعالیٰ کی بجائے بزرگوں اور اولیاء اللہ کے نام کی دہائیاں دیتے ہیں۔ وہ اس بارے میں مشرکین سے بھی زیادہ قابل افسوس ہیں۔ آیت **للذین احسنوا النح** سے معلوم ہوا کہ تجلی الہی آخرت کی ساری نعمتوں سے زیادہ افضل ہے۔

قُلْ لَهُمْ مَنْ يَرْزُقُهُمْ مِنَ السَّمَاءِ بِالْمَطَرِ وَالْأَرْضِ بِالنَّبَاتِ أَمْ مَنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ بِمَعْنَى الْأَسْمَاعِ

أَيَّ خَلْقِهَا وَالْأَبْصَارَ وَمَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُدَبِّرُ الْأُمُورَ
 بَيْنَ الْخَلَائِقِ فَسَيَقُولُونَ هُوَ اللَّهُ فَقُلْ لَهُمْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ٥١ فَتَوَمَّنُونَ فَذَلِكُمُ الْفِعْلُ لِجَدِيدِ الْأَشْيَاءِ اللَّهُ
 رَبُّكُمْ الْحَقُّ الثَّابِتُ فَمَا ذَابَعَهُ الْحَقُّ إِلَّا الضَّلَالُ اسْتَفْهَامُ تَقْرِيرِ أَيِّ لَيْسَ بَعْدَهُ غَيْرُهُ فَصَحَّ أَلْطَفُ الْحَقِّ
 وَهُوَ عِبَادَةُ اللَّهِ وَقَعَ فِي الضَّلَالِ فَأَنَّى كَيْفَ تُصَرِّفُونَ ٥٢ عَنِ الْإِيمَانِ مَعَ قِيَامِ الشُّرْكَاءِ كَذَلِكَ كَمَا
 صَرَفَ هَذَا لَعَنَ عَنِ الْإِيمَانِ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِينَ فَسَقُوا كَفَرُوا وَهُمْ لَا أَمَلَ لَهُمْ فِيهِمْ إِلَّا
 أَوْ هِيَ أَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ٥٣ قُلْ هَلْ مِنْ شَرِكائِكُمْ مَنْ يَبْدُوا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ قُلِ اللَّهُ يَبْدُوا
 الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ فَأَنَّى تُؤْفِكُونَ ٥٤ تُصَرِّفُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ مَعَ قِيَامِ الدَّلِيلِ قُلْ هَلْ مِنْ شَرِكائِكُمْ مَنْ
 يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ بِنُصْبِ الْحُجَجِ وَخَلْقِ الْإِهْتِدَاءِ قُلِ اللَّهُ يَهْدِي لِلْحَقِّ أَفَمَنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ
 وَهُوَ اللَّهُ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ أَمْ لَا يَهْدِي يَهْدِي إِلَّا أَنْ يَهْدِي أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ اسْتَفْهَامُ تَقْرِيرِ وَتَوْجِيحِ أَيِ
 الْأَوَّلِ أَحَقُّ فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ٥٥ هَذَا الْحُكْمُ الْقَائِدُ مِنْ إِتْبَاعِ مَا لَا يَحِقُّ إِتْبَاعُهُ وَمَا يَتَّبَعُ
 أَكْثَرُهُمْ فِي عِبَادَةِ الْأَصْنَامِ إِلَّا ظَنًّا حَيْثُ قَلَّدُوا فِيهِ إِبَاءَهُمْ إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا مِمَّا
 الْمَطْلُوبُ مِنْهُ الْعِلْمُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ ٥٦ فَيُجَازِيهِمْ عَلَيْهِ وَمَا كَانَ هَذَا الْقُرْآنُ أَنْ يُفْتَرَى
 أَيِ افْتِرَاءٍ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَيْ غَيْرِهِ وَلَكِنْ أَنْزَلَ تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَتَفْصِيلَ الْكِتَابِ
 تَسْيِيقُ مَا كَتَبَ اللَّهُ مِنَ الْأَحْكَامِ وَغَيْرِهَا لَا رَيْبَ شَكٍّ فِيهِ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ٥٧ مُتَعَلِّقٌ بِتَصْدِيقِ أَوْ بِأَنْزَلِ
 الْمُسْحُوفِ وَقُرَى بِرَفْعِ تَصْدِيقِ وَتَفْصِيلِ بِتَقْدِيرِ هُوَ أَمْ بَلْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ اخْتِصَفَ مُحَمَّدٌ قُلْ فَاتُوا
 بِسُورَةٍ مِثْلِهِ فِي الْفَصَاحَةِ وَالْبَلَاغَةِ عَلَى وَجْهِ الْإِفْتِرَاءِ فَالَكُمْ عَرَبِيُّونَ فَصَحَاءُ مُتَلِّوْنَ وَادْعُوا إِلَى عِبَادَةِ اللَّهِ
 مَنْ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَيْ غَيْرِهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ٥٨ فِي آيَةِ الْإِفْتِرَاءِ فَلَمْ يَقْدَرُوا عَلَى ذَلِكَ قَالَ
 تَعَالَى بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ أَيْ بِالْقُرْآنِ وَلَمْ يَقْدِرُوا وَلَمَّا لَمْ يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ عَاقِبَةُ مَا فِيهِ
 مِنَ الْعَيْدِ كَذَلِكَ التَّكْذِيبُ كَذَبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ رُسُلُهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
 الظَّالِمِينَ ٥٩ تَكْذِيبُ الرُّسُلِ أَيْ إِجْرَاءُ أَمْرِهِمْ مِنَ الْهَلَاكِ فَكَذَلِكَ يُهْلِكُ هَؤُلَاءِ وَمِنْهُمْ أَيْ أَهْلُ مَكَّةَ
 مَنْ يُؤْمِنُ بِهِ لَعَلَّكَ اللَّهُ ذَلِكَ مِنْهُمْ وَمِنْهُمْ مَنْ لَا يُؤْمِنُ بِهِ ٦٠ وَرَبُّكَ أَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِينَ ٦١ تَهْدِيدُ
 لَهُمْ وَإِنْ كَذَّبُوا لَكَ فَقُلْ لَهُمْ لِي عَمَلِي وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ أَيْ كُلُّ جَزَاءٍ عَمَلُهُ أَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ مِمَّا أَعْمَلُ
 وَأَنَا بِرَبِّي مِمَّا تَعْمَلُونَ ٦٢ وَهَذَا مُبْتَدَأُ آيَةِ السَّيْفِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُونَ إِلَهُكَ ٦٣ فَاتُوا الْقُرْآنَ

اَفَاَنْتَ تَسْمَعُ الصَّمَّ شَهْتُهُمْ بِهِمْ فِي عَدَمِ الْإِنْتِفَاعِ بِمَا يُتْلَى عَلَيْهِمْ وَلَوْ كَانُوا مَعَ الصَّمِّ لَا يَعْقِلُونَ ﴿۵۲﴾
 تَدَبَّرُونَ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْظُرُ إِلَيْكَ أَفَاَنْتَ تَهْدِي الْعُمْى وَلَوْ كَانُوا لَا يُبْصِرُونَ ﴿۵۳﴾ شَهْتُهُمْ بِهِمْ
 فِي عَدَمِ الْإِسْتِذَاءِ بَلْ هُمْ أَعْظَمُ فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ إِنَّ اللَّهَ لَا
 يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَلَكِنَّ النَّاسَ أَنْفُسُهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿۵۴﴾ وَيَوْمَ يُخْشَرُهُمْ كَأَنَّهُمْ لَمْ يَلْبُثُوا
 فِي الدُّنْيَا إِلَّا سَاعَةً مِنَ النَّهَارِ يَهْوِلُ مَرَأًءُ أَوْ حُمَلَةُ الشَّيْبِ حَالُ مِنَ الضَّمِيرِ يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ
 يَعْرِفُتْ سَعْصَعُهُمْ بَعْضًا إِذَا يُعْثُوا ثُمَّ يَنْقَطِعُ التَّعَارُفُ لِشِدَّةِ الْأَهْوَالِ وَالْحُمَلَةُ حَالُ مُقَدَّرَةٍ أَوْ مُتَعَلِّقِ الظَّرْفِ
 قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَبُوا بِلِقَاءِ اللَّهِ بِالْبَعْثِ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴿۵۵﴾ وَأَمَّا فِيهِ إِذْغَامٌ يُؤْنِ أَنْ الشَّرْطِيَّةُ
 فِي مَا الرَّائِدَةُ تُسَوِّتُكَ بَعْضُ الَّذِي بَعْدَهُمْ بِهِ مِنَ الْعَذَابِ فِي حَيَاتِكَ وَجَوَابِ الشَّرْطِ مَحْذُوفٌ أَيْ
 فِدَاكَ أَوْ تَتَوَقَّعُكَ قَبْلَ تَعْدِيهِمْ فَالْيَسَا مَرُجِعُهُمْ ثُمَّ اللَّهُ شَهِيدٌ مَصْطَلَعٌ عَلَى مَا يَفْعَلُونَ ﴿۵۶﴾ مِنْ
 تَكْذِبِهِمْ وَكَفَرِهِمْ فَيُعَذِّبُهُمْ أَشَدَّ الْعَذَابِ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ مِنْ الْأُمَمِ رَسُولٌ فَإِذَا جَاءَ رَسُولُهُمْ رَأَوْهُ
 فَكَذَّبُوهُ فَضَىٰ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ بِالْعَدْلِ فَيُعَذِّبُوا وَيُنْجِي الرُّسُولَ وَمَنْ صَدَقَهُ وَهُمْ لَا يَظْلِمُونَ ﴿۵۷﴾
 بِتَعْدِيهِمْ بِغَيْرِ جُزْمٍ فَكَذَلِكَ يُفْعَلُ بِهِمْ لَاءَ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَذَا الْوَعْدُ بِالْعَذَابِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۵۸﴾
 فِيهِ قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي ضَرًّا أَدْفَعُهُ وَلَا نَفْعًا أَخْلُدُ إِلَّا بِمَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يُقَدِّرَ لِي عَلَيْهِ فَكَيْفَ أَمْلِكُ
 لَكُمْ خُلُوقَ الْعَذَابِ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ مَدَّةٌ مَعْلُومَةٌ لِهَلَاكِتِهِمْ إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ تَتَأَخَّرُونَ
 عَنْهُ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ﴿۵۹﴾ يَتَقَدَّمُونَ عَلَيْهِ قُلْ أَرَأَيْتُمْ أَخْبَرُونِي إِنْ أَنْتُمْ عَذَابُهُ أَيْ اللَّهُ بَيِّنَاتًا
 أَيْلًا أَوْ نَهَارًا مَاذَا أَيْ شَيْءٍ يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ أَيْ الْعَذَابِ الْمُحْرَمُونَ ﴿۶۰﴾ الْمُسْتَرْكُونَ فِيهِ وَضَعُ الظَّاهِرِ
 مَوْضِعَ الْمُضْمَرِ وَحُمَلَةُ الْإِسْتِفْهَامِ جَوَابُ الشَّرْطِ كَقَوْلِكَ إِنْ أَتَيْتُكَ مَاذَا تُعْطِينِي وَالْمُرَادُ بِهِ التَّهْوِيلُ أَيْ
 مَا أَعْظَمَ مَا اسْتَعْجَلُوهُ أَتَمَّ إِذَا مَا وَقَعَ حَلَّ بِكُمْ أَنْتُمْ بِهِ أَيْ اللَّهُ أَوْ الْعَذَابُ عِنْدَ تَرْوِيلِهِ وَالْهَمْزَةُ لِأَفْكَارِ
 النَّاسِ فَلَا يُقْبَلُ مِنْكُمْ وَيُقَالُ لَكُمْ أَلَسُنَ تُؤْمِنُونَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ ﴿۶۱﴾ اسْتِهْزَاءٌ ثُمَّ قِيلَ
 لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ أَيْ الَّذِي تَحْلَلُونَ فِيهِ هَلْ مَا تُعْزُونَ إِلَّا جَزَاءً بِمَا كُنْتُمْ
 تَكْسِبُونَ ﴿۶۲﴾ وَيَسْتَسْتَبْشِرُونَكَ بِسُخْرِيَّتِكَ أَحَقُّ هَلْوَ أَيْ مَا وَعَدْنَا بِهِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْبَعْثِ قُلْ أَيْ
 نَعَمْ وَرَبِّي إِنَّهُ لِحَقٌّ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ ﴿۶۳﴾ خَفَاتُ الشَّرِّ الْعَذَابِ

کون ہے جس کے قبضہ میں تمہارا سننا (سمیع بمعنی اسماع ہے یعنی کس نے سننے کی طاقت پیدا کی ہے) اور دیکھتا ہے اور کون ہے جو زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے؟ اور پھر وہ کون ہے جو تمام کارخانہ ہستی کا انتظام کر رہا ہے؟ یہ بول انھیں گے کہ (وہ) ”اللہ“ ہے پس تم (ان سے) کہو اگر ایسا ہی ہے تو پھر تم ڈرتے نہیں؟ (تمہیں ایمان لے آنا چاہیے) یہی (ان کاموں کو سرانجام دینے والا) اللہ ہے جو تمہارا پروردگار حقیقی ہے پھر بتلاؤ سچائی کے جان لینے کے بعد اسے نہ ماننا گمراہی نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ (استفہام تقریری ہے یعنی وضوح حق کے بعد نہ ماننا بجز گمراہی کے اور کچھ نہیں ہے۔ پس جو حق یعنی اللہ کی عبادت سے ہٹے گا وہ گمراہی میں پڑ جائے گا) تم منہ پھیرے کدھر جا رہے ہو؟ (دلائل موجود ہوتے ہوئے ایمان سے روگردانی کر رہے ہو) اسی طرح (جیسے ان لوگوں کو ایمان سے پھیر دیا ہے) آپ کے پروردگار کا فرمودہ ان لوگوں پر صادق آگیا۔ جو سرکش ہیں (کافر ہیں وہ فرمان الہی یا تو لا ملسن جہنم الخ ہے اور یا اگلی بات ہے) کہ وہ ایمان لانے والے نہیں اے پیغمبر! ان سے پوچھئے کیا تمہارے ٹھہرائے ہوئے شریکوں میں کوئی ایسا ہے جو خلقت کی پیدائش شروع کرے اور پھر اسے دہرائے؟ تم کہو یہ تو اللہ ہے جو پہلے پیدا کرتا ہے پھر اسے دہرائے گا۔ پس غور کرو تمہاری الٹی چال تمہیں کدھر لئے جا رہی ہے؟ (دلیل ہوتے ہوئے اس کی عبادت سے کہاں پھرے جا رہے ہو) ان سے پوچھو کیا تمہارے بنائے ہوئے شریکوں میں کوئی ہے جو حق کی راہ دکھاتا ہے (دلائل قائم کر کے اور سیدھی راہ چلنے کی توفیق بخش کر) تم کہہ دو اللہ ہی حق کا رستہ دکھاتا ہے۔ پھر جو حق کا رستہ دکھا دے (یعنی اللہ) وہ اس کا حق دار ہے کہ اس کی پیروی کی جائے یا وہ جو خود ہی راہ نہیں پاتا جب تک اسے راہ نہ دکھائی جائے (اس کا مستحق ہے کہ اس کی اتباع کی جائے۔ استفہام تقریری ہے تو بیخ کے لئے۔ یعنی پہلی ہی صورت والی ہستی حقدار ہے) تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم کیسے فیصلے کر رہے ہو؟ (اس طرح کے غلط فیصلے کہ جو پیروی کے لائق نہیں۔ اس کی پیروی کی جائے) اور ان لوگوں میں (بت پرستی کے متعلق) زیادہ تر ایسے ہی لوگ ہیں جو صرف وہم و گمان کی باتوں پر چلتے ہیں (چنانچہ ایسی باتوں میں یہ لوگ اپنے باپ دادا کی پیروی کرتے ہیں) اور فی الحقیقت سچائی اور حق کے پہچاننے میں بے اصل خیالات ذرا بھی مفید نہیں ہو سکتے (جہاں مقصد علم کا حاصل کرنا ہو) یہ جو کچھ کر رہے ہیں۔ یقیناً اللہ اس سے بے خبر نہیں ہے (لہذا وہ اس پر انہیں بدلہ دے گا) اور اس قرآن کا معاملہ ایسا نہیں ہے کہ اللہ کے سوا کوئی اپنے جی سے گھڑ لائے۔ بلکہ یہ تو ان تمام وحیوں کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے (کتابیں) نازل ہو چکی ہیں اور احکام ضروریہ کی تفصیل ہے (یعنی احکام وغیرہ) جو اللہ نے فرض کئے ہیں (اس میں کوئی شبہ نہیں۔ تمام جہانوں کے پروردگار کی طرف سے ہے) اس کا تعلق تصدیق کے ساتھ ہے۔ یا انزل محذوف کے ساتھ ہے اور تصدیق و تفصیل کو مرفوع بھی پڑھا گیا ہے تقدیر ہو کے ساتھ) کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اس شخص (محمدؐ) نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے؟ تم کہو اگر تم اپنے اس قول میں سچے ہو تو قرآن کی مانند ایک سورت بنا کر پیش کر دو (جو فصاحت و بلاغت میں قرآن کا نمونہ ہو تم بھی بنا لاؤ۔ آخر تم بھی میری طرح فصیح عربی بولنے والے ہو) اور خدا کے سوا (علاوہ) جن جن ہستیوں کو اپنی مدد (اعانت) کے لئے بلا سکتے ہو بلا لو۔ اگر تم سچے ہو (اس بارے میں کہ یہ قرآن من گھڑت ہے۔ لیکن تمہیں اس پر قدرت حاصل نہیں ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں) نہیں یہ بات نہیں ہے بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ جس بات پر اپنے علم سے احاطہ نہ کر سکے (قرآن کا اور اس میں تدبر کرنے کا) اور جس بات کا نتیجہ ابھی پیش نہیں آیا (قرآن میں جو وعیدیں ہیں ان کا انجام) اس کے جھٹلانے پر آمادہ ہو گئے ٹھیک اسی طرح (جیسے انہوں نے جھٹلایا) ان لوگوں نے بھی (اپنے نبی کو) جھٹلایا تھا جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں۔ تو دیکھو ظلم کرنے والوں کا کیسا انجام ہو چکا ہے (جنہوں نے اپنے نبیوں کو جھٹلایا۔ یعنی ان کا انجام تباہی ہوا۔ پس ایسے ہی یہ بھی برباد ہوں گے) اور ان (مکہ والوں میں) کچھ تو ایسے ہیں جو قرآن پر ایمان لائیں گے (علم الہی کے مطابق) کچھ ایسے ہیں جو ایمان لانے والے نہیں (کبھی بھی) اور آپ کا پروردگار مفسدین کو خوب جانتا ہے (یہ ان کے لئے دھمکی ہے) اور اگر یہ لوگ

آپ کو جھٹلائیں تو (ان سے کہہ دو میرے لئے میرا عمل ہے تمہارے لئے تمہارا) (یعنی ہر ایک کو اس کی کرنی کا پھل ملے) میں جو کچھ کرتا ہوں اس کی ذمہ داری تم پر نہیں۔ تم جو کچھ کرتے ہو اس کے لئے میں ذمہ دار نہیں (یہ حکم جہاد کی آیت سے منسوخ ہے) اور ان میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو آپ کی باتوں کی طرف کان لگا لگا بیٹھتے ہیں (جب آپ تلاوت قرآن فرماتے ہیں) پھر کیا آپ بہروں کو بات سنائیں گے (انہیں بہروں سے اس لئے تشبیہ دی کہ قرآن کی تلاوت سے انہیں فائدہ نہیں ہوتا) گوان کو (بہرے ہونے کے ساتھ) سمجھ بھی نہ ہو (مذہب نہ کرتے ہوں) اور کچھ ان میں ایسے بھی ہیں جو آپ کو تکتے رہتے ہیں۔ پھر کیا آپ اندھوں کو راہ دکھادیں گے۔ اگرچہ انہیں کچھ سوجھ نہ پڑتا ہو (انہیں اندھوں سے تشبیہ دی ہے راہ بھائی نہ دینے میں بلکہ یہ ان سے بھی بڑھ کر ہیں۔ کیونکہ یہ ظاہری آنکھوں کا جانا نہیں ہے۔ بلکہ اندرونی بینائی کا پٹ ہو جانا ہے) یہ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتے۔ مگر خود انسان ہی اپنے اوپر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں۔ اور جس دن ایسا ہوگا اللہ ان سب کو اپنے حضور جمع کرے گا اس دن انہیں ایسا معلوم ہوگا کہ گویا (یہ لوگ) اس سے زیادہ (دنیا میں یا قبروں میں) نہیں ٹھیرے جیسے گھڑی بھر کو لوگ ٹھیر جائیں (دہشت ناک منظر کی وجہ سے۔ اور جملہ تشبیہ ضمیر سے حال واقع ہو رہا ہے) اور آپس میں صاحب سلامت کر لیں (ایک دوسرے کو پہچان لیں قبروں سے اٹھتے ہی۔ بعد میں پھر ہولنا کیوں کی وجہ سے جان پہچان ختم ہو جائے گی۔ یہ جملہ حال مقدروہ ہے یا ظرف کے متعلق ہے) بلاشبہ وہ لوگ بڑے ہی گھائے میں رہے جنہوں نے (قیامت میں) اللہ کی ملاقات کا اعتقاد جھٹلایا اور وہ کبھی راہ پانے والے نہ تھے۔ اور یا (ان شرطیہ کا نون مساندہ میں ادغام ہو رہا ہے) جن جن باتوں کا ہم نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے ان میں سے بعض باتیں آپ کو دکھلا دیں گے (یعنی عذاب، آپ کی زندگی ہی میں، جواب شرط محذوف ہے۔ یعنی ”تب تو خیر“) یا ہم آپ کو وفات دے دیں (ان پر عذاب آنے سے پہلے) تب تو ہمارے پاس انہیں آنا ہی ہے۔ پھر اللہ ان کے سب کاموں پر مطلع ہے (یعنی جو انہوں نے تکذیب اور کفر کو اختیار کیا ہے۔ لہذا انہیں بدترین عذاب میں مبتلا کرے گا) اور (پہلی امتوں میں سے) ہر امت کے لئے ایک رسول آچکا ہے۔ پھر جب کسی امت میں ان کا رسول آچکتا ہے (اور وہ لوگ اس کے جھٹلانے پر تل جاتے ہیں) تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جاتا ہے (کہ انہیں عذاب میں گرفتار کر لیا جاتا ہے اور رسول اور اس کی تصدیق کرنے والوں کو بچا لیا جاتا ہے) اور ان پر ظلم نہیں کیا جاتا (کہہ بلا جرم ان کو عذاب دے دیا جائے۔ ایسے ہی ان کے ساتھ بھی کیا جائے گا) اور یہ لوگ کہتے ہیں اگر تم (اس بارے میں) سچے ہو تو بتلاؤ یہ وعدہ (عذاب) کب پورا ہوگا۔ آپ فرما دیجئے میں تو خود اپنی جان کا نقصان بھی اپنے اختیار میں نہیں رکھتا (کہ اس کو ہٹا سکوں) اور نہ نفع کا مالک ہوں (کہ اسے حاصل کر سکوں) وہی ہوتا ہے جو اللہ نے چاہا ہے (جس چیز پر مجھے قدرت دینا چاہتا ہے۔ پھر بھلا تم پر عذاب اتارنے کا مجھے کیا اختیار؟) ہر امت کے لئے ایک مقررہ وقت ہے (ان کی تباہی کی مدت معین ہے) جب وہ وقت آپہنچتا ہے تو پھر نہ ایک گھڑی پیچھے رہ سکتے ہیں (اس سے) نہ ایک گھڑی آگے (سرک سکتے ہیں) تم ان لوگوں سے کہو کیا تم نے اس بات پر بھی غور کیا (یہ تو بتلاؤ) اگر تم پر (اللہ کا) عذاب رات کو آپڑے یا دن دھاڑے تم پر مسلط ہو جائے تو تم کیا کرو گے۔ کوئی چیز ایسی ہے جس (عذاب) کے لئے مجرم (مشرک) جلدی مچار ہے ہیں؟ (اس میں ضمیر کی بجائے اسم ظاہر لایا گیا ہے اور جملہ استفہام جواب شرط ہے جیسے کہا جائے۔ اِنْ اَتَيْتُكَ مَا اِذَا نَعَطْتَنِي اور مقصد ڈرانا ہے یعنی کون سی ایسی بڑی بات ہے جس کی وجہ سے یہ جلدی مچار ہے ہیں) پھر کیا جب وہ آ ہی پڑے گا (تم پر واقع ہو جائے گا) تو اس وقت تم یقین کرو گے (اللہ پر یا عذاب پر جب وہ آپڑے گا اور ہمزہ تاخیر کے انکار کے لئے ہے۔ پس اس وقت تمہارا ایمان لانا مقبول نہیں ہوگا۔ بلکہ تم سے یوں کہا جائے گا) ہاں اب مانا (یقین کیا) حالانکہ تم ہی جلدی مچایا کرتے تھے (تمسخر کرتے ہوئے) پھر ظلم کرنے والوں سے کہا جائے گا کہ ہمیشگی کا عذاب چکھو (جس میں تم ہمیشہ رہو گے) تم کو تو تمہارے ہی کئے کا

بدل ملا ہے اور وہ آپ سے دریافت کرتے ہیں (پوچھتے ہیں) کہ کیا یہ بات واقعی سچ ہے؟ (یعنی عذاب یا قیامت کی بات جو آپ سے جاری کر رہے ہیں) (تم کہو ہاں) (جسے شک) قسم سے میرے پروردگار کی یہ سچائی کے سوا کچھ نہیں ہے اور تم کسی طرح اللہ کو ماجر نہیں کر سکتے (عذاب سے نہیں بچ سکتے)۔

تحقیق و ترکیب: مس بسرز قکم۔ توحید ثابت کر دے کے لئے حق تعالیٰ نے آٹھ سوال کئے۔ جن میں سے پانچ کا جواب مشرکین کی زبانی اور دو کا جواب پیغمبر کی زبانی دلایا گیا ہے اور ایک آخر کو ظاہر ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا ہے جس کو مفسر علام نے ظاہر کر دیا۔ اممن میں ام منقطع ہے فمماذا میں ماذا یا تو ایک ہی کلمہ ہے اشارہ پر استفہام کو غالب کر لیا گیا ہے اور ما موصولہ بمعنی الذی ہے ای مالذی۔

افمن میں من مبتداء احق اس کی خبر ہے اور امن لا بھدی مبتداء ہے خبر محذوف ہے جس کی تقدیر مفسر نے احق نکالی ہے لا بھدی میں تعلیل ہوئی ہے۔ امام رازی نے اس کے علاوہ چار قرأتیں اس لفظ میں اور بھی ذکر کی ہیں۔ فمما لکم جملہ مستقلہ ہے۔ اس لئے اس پر وقف کرنا چاہیئے۔

فیسما المطلوب منه العلم۔ یعنی علم اعتقادی کے لئے ظن مفید نہیں ہے۔ اس سے مطلقاً علم میں ظن کا غیر مفید ہونا لازم نہیں آتا۔ اس لئے خبر واحد یا قیاس کے حجت نہ ہونے پر اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں کہ اس کا تعلق فہیات سے ہوتا ہے نہ کہ عقائد و کلامیات سے۔ وما کان هذا القرآن یعنی فصاحت و بلاغت میں حد اعجاز کے اعلیٰ مرتبہ پر جیسے کلام الہی پہنچا ہوا ہے۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو من گھڑت کہا ہی نہیں جاسکتا۔

متعلق بتصدیق۔ ای انزل التصدیق من رب العلمین۔ وقرئ برفع۔ ای ولكن هو تصدیق الح و تفصیل۔ کا عطف بہر حال تصدیق پر ہوگا رفع اور نصب دونوں حالتوں میں ام بل اشارہ ہے ام منقطع ہونے کی طرف۔ سیبویہ وغیرہ اس کے بعد ہمزہ مقدر مانتے ہیں۔ یہ ایک کلام سے دوسرے کلام کی طرف منتقل کرنے کے لئے آتا ہے اور زخشری کی رائے میں اس کو الزام کی بجائے تقریر کے لئے مانا جاسکتا ہے۔

ولم یاتہم تاویلہ یعنی قرآن کریم میں جو غیب کی خبریں اور پیشگوئیاں ہیں ابھی تو وہ پوری ہو کر سامنے بھی نہیں آئیں۔ جس سے قرآن کے سچ یا غلط ہونے کا معیار نکلے۔ پھر یہ لوگ قبل از وقت کیسے تردید و تکذیب کر رہے ہیں۔ غرضیکہ قرآن کریم کا معجز ہونا دو وجہ سے ہے۔ ایک تو اعجاز نظمی۔ دوسرے اس کی پیشگوئیاں۔

بایۃ السیف۔ فاقتلوہم حیث وجدتموہم۔ افانت۔ اس میں آنحضرت ﷺ کو تسلی دینا مقصود ہے کہ یہ بہرے ہیں ان سے سننے کی امید مت رکھو۔

لا یصرون۔ مفسر علام نے بصارت کی نفی کی بجائے بصیرت کی نفی پر اس لئے محمول کیا ہے۔ تاکہ ومنہم من بنظر الیک کے خلاف لازم نہ آجائے۔ الا ساعة من النہار تاویلات تخمیرہ میں ہے کہ حشر تین طرح کا ہوتا ہے۔ ایک عام، دوسرے خاص، تیسرے اخص۔ عام حشر تو وہی ہے کہ قبروں سے اجسام اٹھائے جائیں گے۔ حشر خاص یہ ہے کہ اخروی ارواح کو دنیاوی اجسام کی قبروں سے نکالا جائے۔ سیر و سلوک کے لحاظ سے دنیا میں رہتے ہوئے روحانی طور پر۔ اور حشر اخص یہ ہے کہ اتانیت روحانی کو قبر سے ہویت ربانی کی طرف منتقل کر دیا جائے۔

واما لربک اس میں آنحضرت ﷺ کو تسلی دینا ہے۔ ولکل امۃ اسی طرح وان من امۃ الا خلا فیہا نذیر۔ وغیرہ

آیات سے ہر قوم کی طرف نبی کا آنا معلوم ہوتا ہے۔ پس زمانہ فترت کے بارے میں اشکال ہوگا۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے لے کر آنحضرت ﷺ کے زمانہ تک پانچ سو سال سے زیادہ گزرا ہے؟ جواب یہ ہے کہ رسول کے لئے ہمہ وقت رہنا ضروری نہیں ہے۔ بعد کے زمانہ تک اس کی دعوت کا رہنا وہ نبی کے رہنے ہی کے قائم مقام ہوگا۔ دوسرے نبی کے آنے تک پہلے ہی نبی کا دورہ باقی سمجھا جائے گا۔ جیسے آنحضرت ﷺ اگرچہ ہم میں تشریف فرما نہیں۔ مگر آپ کی شریعت آپ کے قائم مقام ہے۔ زمانہ فترت میں دعوت میں کمزوری تو آجاتی ہے۔ مگر بالکل دعوت نیست و نابود نہیں ہو جاتی۔ لیکن اسماعیل حقی صاحب روح البیان نے تفسیر کبیر کے اس جواب کو پسند نہیں کیا بلکہ دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ یہاں عام امت کے بارے میں گفتگو نہیں ہو رہی ہے۔ بلکہ جس امت کو ہلاک کرنا منظور ہوتا ہے اس کے بارے میں دستور بتلایا جا رہا ہے کہ تاوقتیکہ اتمام حجت نہ کر لی جائے۔ ہم اس وقت تک کسی بھی قوم کو عذاب سے ہلاک نہیں کرتے اور چونکہ حضرت اسماعیل کے بعد عرب میں بجز آنحضرت ﷺ کے کوئی اور نبی نہیں آیا۔ اس لئے قوم کو ہلاک بھی نہیں کیا گیا۔

لا یستقدمون یہ مستقل جملہ ہے یا اس کا عطف جملہ شرطیہ پر ہے۔ صرف جزاء پر عطف اس لئے درست نہیں ہوگا کہ وقت آپکنے کے بعد تو تقدیم کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی کہ جس کی نفی کی جائے اور بعض نے اس نفی کو مبالغہ پر محمول کرتے ہوئے جزاء پر عطف مانا ہے۔ بیاتنا بقدر المضاف ہے اسی وقت بیات وهو اللیل۔

انہم اذا ما وقع ہمزہ استفہام پرثم داخل ہوا ہے۔ انکار تاخیر کے لئے اور ما زائدہ ہے۔ اسی قل لہم ابعد ما وقع العذاب الان لفظاً تو منون مقدر مان کر عامل محذوف کی طرف اشارہ کر دیا ہے انہم کی وجہ سے نصب نہیں آیا۔ کیونکہ استفہام صدارت کلام کو چاہتا ہے۔ اس لئے اس کا ماقبل اس کے بعد عمل نہیں کرے گا۔

ای و ربی لفظ ای حروف ایجاب میں سے ہے نعم کے معنی میں یہ لوازم قسم میں سے ہے اسی لئے تصدیق کے موقع پر واؤ کے ساتھ لایا جاتا ہے۔ بولتے ہیں ای واللہ اس آیت میں اس طرف اشارہ ہے کہ اہل عقلیت کی نظر تو محسوسات تک ہی محدود رہتی ہے احوال آخرت اور اہول قیامت کا مشاہدہ انہیں نہیں ہوتا۔ لیکن ارباب معرفت کو تو محسوسات کی طرح ان چیزوں کا مشاہدہ بھی کر دیا جاتا ہے۔ شب معراج میں آنحضرت ﷺ نے چشم سر سے عالم غیب کے عجائبات کا معائنہ فرمایا ہے۔

رابط آیات: آیت قل من یرزقکم الخ سے بھی سابق طریقے پر توحید و شرک کا بیان ہو رہا ہے۔ آگے آیت وما کان هذا القرآن الخ سے قرآن کی حقانیت کا بیان چل رہا ہے۔ پھر آیت وان کذبوا لک الخ سے ان کے جھٹلانے کے اصرار کا اعراض کی صورت میں جواب دیا جا رہا ہے۔ جس میں ایک طرف اپنی براءت ہے اور دوسری طرف ان سے مایوسی کا اظہار ہے۔ جس سے آنحضرت ﷺ کی تسلی مقصود ہے۔ اس کے بعد آیت ویوم نحشرہم الخ سے ان کے اس شبہ کا جواب ہے کہ جب دنیا ہی میں ہم پر عذاب نہیں آیا تو آخرت میں بھی نہیں آئے گا۔ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ کبھی کسی مصلحت سے دنیا میں عذاب واقع نہیں ہوتا۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح نہیں ہے۔ پس آخرت میں تو ضرور عذاب ہوگا۔ کیونکہ اصلی اور مکمل عذاب کا وقت وہی ہے۔ چنانچہ کبھی کبھی عذاب کا کوئی حصہ دنیا میں بھی واقع کر دیا جاتا ہے۔ پس ان وجود سے دنیا میں عذاب کا واقع نہ ہونا میرے حق میں مضر ہے اور نہ میرے بس میں ہے۔ بلکہ ایک درجہ میں تمہارے لئے خلاف مصلحت ہے۔ کیونکہ فوری عذاب کی صورت میں ایمان لانے کے لئے مہلت کا موقع نہیں رہے گا۔

﴿تشریح﴾: دو شبہوں کا ازالہ: ثم بعیدہ۔ پر یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ کفار جب قیامت کے قائل ہی نہ

تھے۔ پھر ان سے اعادہ کے بارے میں کیوں پوچھا جا رہا ہے۔ جواب یہ ہے کہ اعادہ اور قیامت پر چونکہ قوی دلائل موجود ہیں۔ اس لئے اس کو مسلمات میں شمار کر کے حجت قائم کی گئی ہے۔

آیت لَمْ يَحِيطُوا کا مطلب یہ ہے کہ انسان جس بارے میں گفتگو کرے پہلے اس کی تحقیق کر لینی چاہیئے۔ تحقیق کے بعد اس پر کلام کرنے کا مجاز ہے۔ بعض لوگ آیت قُلْ فَاتُوا بَسُورَةَ میں یہ شبہ نکالتے ہیں کہ بعض کلام کرنے والوں میں کچھ ایسی مخصوص خصوصیات ہوتی ہیں جو دوسروں میں نہیں پائی جاتیں ایسے ہی آنحضرت ﷺ کے کلام میں بھی خصوصیات ہیں۔ جن کا مقابلہ کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔ پس اس سے آپ کے کلام کا اعجاز کہاں ثابت ہوا؟

جواب یہ ہے کہ اولاً تو اگر ایسی بات ہوتی تو یہ خصوصیت آپ کے تمام کلام میں ہونی چاہیئے تھی۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ بلکہ قرآن کریم اور احادیث کی خصوصیات میں نمایاں فرق ہے۔ دوسرے چالیس سال کے بعد ایک دم وہ خصوصیت کہاں سے آگئی۔ یعنی چالیس سال تک وہ بات نہیں تھی۔ مگر اکتالیسویں سال میں قدم رکھتے ہی آخر ایک دم کیسے یہ انقلاب ہو گیا۔ تیسرے کسی کے کلام میں ہزار خصوصیات کیوں نہ ہوں۔ لیکن دوسرے بلغاء کوشش کر کے تھوڑا بہت ایسا کلام کر سکتے ہیں۔ لیکن یہاں ایسا نہیں ہو سکا۔ آخر کیوں چوتھے یہ کہ کوئی خصوصیت والا آج تک یہ دعویٰ نہیں کر سکا کہ میرے جیسا کلام قیامت تک نہیں لایا جاسکے گا اور انفرادی اور اجتماعی کوششیں کر کے دیکھ لو۔ غرضیکہ کھلے بندوں چیلنج کیا گیا ہو۔ مگر ایک طرف سے سب کو سانپ سونگھ گیا ہو۔ دیوار بولے مگر وہ نہ بولے۔ آخر یہ کیا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں کفار نے اس قسم کے شبہات قائم نہیں کئے تھے اور کلام حدیث بھی اگرچہ تمام انسانی کلاموں سے فائق ہے مگر اس کے بارے میں اس طرح کا دعویٰ نہیں کیا گیا تھا۔

آیت وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُ الْخ میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جہل و فساد اور تعصب و تقلید کے جمود سے انسان میں ایسی حالت پیدا ہو جاتی ہے جو انسان کی عقل و بصیرت کو یک قلم بے کار کر دیتی ہے اور وہ اس قابل نہیں رہتا کہ سچائی اور حقیقت کا ادراک کر سکے۔

آیت إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ الْخ میں یہ بتلانا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو اس پر مجبور نہیں کرتا۔ کیونکہ اس طرح مجبور کرنا ظلم ہے اور خدا تعالیٰ کسی پر ظلم کو روا نہیں رکھتا۔ یہ تو خود انسان ہی ہیں۔ جو خدا کی دی ہوئی روشنی ضائع کر کے اندھا بہرا بن جاتا ہے۔ آیت وَيَوْمَ نَحْشُرْهُمْ الْخ میں یہ بتلانا ہے کہ آخرت طاری ہونے کے بعد انسان کو وہ تمام مدت جو مرنے کے وقت سے روز محشر تک ایسی محسوس ہوگی جیسے پلک جھپکنا۔ اس سے قیامت کے ہولناک اور دہشت ناک منظر کی طرف اشارہ کرنا ہے۔

حق کا مدار اور بقا کسی خاص شخص پر نہیں ہے:..... آیت إِنَّمَا نَرِيبُكَ الْخ کا مطلب یہ ہے کہ دعوت حق کی کامرانی اور کامیابی کی جو خبر دی گئی ہے کچھ ضروری نہیں کہ وہ سب کچھ آپ ہی کی زندگی میں ساری کی ساری سنا منے آجائے یا ان کی وعیدوں کا سلسلہ سب آپ کی موجودگی میں دہرایا جائے۔ ہو سکتا ہے کہ بعض باتیں آپ کے سامنے ہی پوری ہو جائیں اور بعض باتیں رہ جائیں وہ آپ کے بعد پوری ہو جائیں گی۔ اس سے منکروں کو یہ نہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ اس معاملہ کا سارا دار و مدار محمد کی زندگی پر ہے۔ آپ نہیں رہیں گے تو کچھ بھی نہ ہوگا۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ آپ رہیں یا نہ رہیں لیکن احکام حق کو پورا ہونا ہے اور وہ پورا ہو کر رہیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

شک کی چھن:..... آیت وَيَسْتَنْبِئُونَكَ الْخ میں ان لوگوں کی بات نقل کی جا رہی ہے جو صاف انکار تو نہیں کر رہے

تھے۔ البتہ متردد اور متاثر ضرور تھے۔ وہ جب پیغمبر اسلام ﷺ کی صدقت و دیانت پر غور کرتے تو ان کا دل کہتا کہ سچے آدمی کی زبان سے جھوٹی بات نہیں نکل سکتی۔ لیکن پھر جب دیکھتے کہ ان کی دعوت ایسی باتوں کا یقین دلاتی ہے جن سے وہ اور ان کے آباء و اجداد یکسر نا آشنا رہے ہیں۔ تو طبیعت بھیج جاتی اور شک و حیرت میں مبتلا ہو جاتے اور پوچھنے لگتے۔ کیا جو کچھ تم کہہ رہے ہو فی الحقیقت ایسا ہی ہے؟ فرمایا کہہ دیجئے جب تمہیں آج تک میری سچائی میں شبہ نہیں ہوا تو آج کیوں ہو رہا ہے؟ میں جو کچھ کہتا ہوں یہ حق ہے اور اس پر میرا پروردگار شاہد ہے۔

لَطَافُ آيَاتٍ: آیت وما يتبع اكثرهم الا ظنا سے معلوم ہوا کہ علماء سوء کی حالت بھی ایسی ہی ہوتی ہے۔ چنانچہ اہل ظواہر کے کلام میں ذات و صفات کے مسائل تک میں جو تعارض پایا جاتا ہے وہ ظاہر و باہر ہے۔ فلسفیات و معقولات سے تو شکوک و اوہام کا اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ سلف صالحین کے کلام میں ہی شفا ہے۔ آیت بل كذبوا الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل حجاب منکرین کی حالت بھی ایسی ہی ہو جاتی ہے کہ وہ بزرگوں کے کلام میں غور کئے بغیر اور ان کی اصطلاحات سے واقف ہوئے بغیر ہی اس پر اعتراض کر دیتے ہیں۔

آیت وان تكذبوا لك الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب فریق مخالف ضد اور ہٹ دھرمی پر اتر آئے۔ تو ماف اہل طریق یہی بات کہہ کر الگ ہو جاتے ہیں برخلاف ظاہر پرستوں کے کہ وہ کبھی مناظرہ بلکہ معارضہ بلکہ محاذ لہ تک سے باز نہیں آتے۔
آیت ولكل امة الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو بعض لوگ ایسی ولایتوں میں گزرے ہیں جہاں رسولوں کا آنا معلوم نہیں ہوا تو ان کے بارے میں توقف اور زبان بندی سے کام لینا چاہیئے۔ ممکن ہے وہاں بھی کوئی نہ کوئی رسول آیا ہو۔

وَلَوْ أَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ كَفَرَتْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِنَ الْأَمْوَالِ لَأُفْتُدَتْ بِهِ مِنَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَاسْرُوا النَّدَامَةَ عَلَى تَرْكِ الْإِيمَانِ لَمَّا رَأَوْا الْعَذَابَ أَيَّ أَخْفَاهَا رُؤُسًا وَهُمْ عَنِ الضُّعْفَاءِ الَّذِينَ أَضَلُّوهُمْ مَخَافَةَ التَّعْيِيرِ وَقَضَى بَيْنَهُمُ بَيْنَ الْخَلَائِقِ بِالْقِسْطِ بِالْعَدْلِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٥٣﴾ شَيْئًا إِلَّا إِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا أَنْ وَغَدَ اللَّهُ بِالْبَعْثِ وَالْجَزَاءِ حَقٌّ ثَابِتٌ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ أَيْ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٥٤﴾ ذَلِكَ هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٥٥﴾ فِي الْآخِرَةِ فَيُجَازِيكُمْ بِأَعْمَالِكُمْ يَأْتِيهَا النَّاسُ أَيْ أَهْلُ مَكَّةَ قَدْ جَاءَ تَكْمُلُ مَوْعِظَةٍ مِّنْ رَبِّكُمْ كِتَابٌ فِيهِ مَالِكُمْ وَعَلَيْكُمْ وَهُوَ الْقُرْآنُ وَشِفَاءٌ دَوَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ مِنَ الْعَقَائِدِ الْفَاسِدَةِ وَالشُّكُوكِ وَهُدًى مِنَ الضَّلَالَةِ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٥٦﴾ بِهِ قُلُوبُ الْإِسْلَامِ وَبِرَحْمَتِهِ الْقُرْآنُ فَبِذَلِكَ الْفَضْلِ وَالرَّحْمَةِ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ﴿٥٧﴾ مِنَ الدُّنْيَا بِالْبِأْسِ وَالنَّاءِ قُلُوبُ أَرَأَيْتُمْ أَخْبَرُونِي مَا أَنْزَلَ اللَّهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَحَلَالًا كَالْبَحِيرَةِ وَالسَّائِبَةِ وَالْمَيْتَةِ قُلُوبُ اللَّهِ أَذِنَ لَكُمْ فِي ذَلِكَ التَّحْرِيمِ وَالتَّحْلِيلِ لَا أَمَّ بَلْ عَلَى اللَّهِ تَفْتَرُونَ ﴿٥٨﴾ تَكْذِبُونَ بِنِسْبَةِ ذَلِكَ إِلَيْهِ وَمَا ظَنُّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ

الْكَذِبِ أَنْ يُقَالَ إِنَّهُمْ يَتَّبِعُونَ اللَّهَ لَا يُعَاقِبُهُمْ إِلَّا اللَّهُ لَدُوْهُمْ فَضَّلَ عَلَى النَّاسِ
 بِأَمْنِهِمْ وَالْإِنْعَامِ عَلَيْهِمْ وَلَكِنْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَشْكُرُونَ ﴿٦٠﴾ وَمَا تَكُونُ يَا مُحَمَّدُ فِي شَأْنٍ أَمْرٍ وَمَا
 تَتْلُوا مِنْهُ أَى مِنَ الشَّيْءِ أَوْ اللَّهُ مِنْ قُرْآنِ أَنْزَلَهُ عَلَيْكَ وَلَا تَعْمَلُونَ خَاصِيَةً وَأَمْتَهُ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا
 عَلَيْكُمْ شُهُودًا رُقَبَاءَ إِذْ تُفِيضُونَ تَأْخِذُونَ فِيهِ أَى الْعَمَلِ وَمَا يَعْرُوبُ يَعْبُ عَنْ رَبِّكَ مِنْ مَثْقَالِ
 وَزْنِ ذَرَّةٍ أَصْغَرَ نَسْلَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَلَا أَصْغَرَ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ
 مُبِينٍ ﴿٦١﴾ يَسِّرْهُ اللَّهُ الْمَحْفُوظَ إِلَّا أَنْ أَوْلِيَآءَ اللَّهِ لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٢﴾ فِي
 الْآخِرَةِ هُمْ الَّذِينَ أَمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿٦٣﴾ اللَّهُ بِأَمْثَالِ أَمْرِهِ وَلَنْهِيَ لَهُمُ الْبُشْرَى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا
 فَسَرَتْ فِي حَدِيثٍ صَحِيحَةٍ الْحَاكِمُ بِالرُّوْيَا الصَّالِحَةِ بِرَأْيِ الرَّجُلِ الْمُؤْمِنِ أَوْ تَرَى لَهُ وَفِي الْآخِرَةِ
 بِالْجَنَّةِ وَالْثَوَابِ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَتِ اللَّهِ لَا تُحْلَفُ لِمَوَاعِيدِهِ ذَلِكَ الْمَذْكُورُ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿٦٤﴾
 وَلَا يَحْزَنُكَ قَوْلُهُمْ لَكَ لَسْتُ مُرْسَلًا وَغَيْرُهُ إِنَّ اسْتِثْنَاءَ الْعِزَّةِ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا هُوَ السَّمِيعُ
 لِلْقَوْلِ الْعَلِيمُ ﴿٦٥﴾ بِالْفِعْلِ فَجَارِيهِمْ وَيَنْصُرُكَ إِلَّا أَنْ لِلَّهِ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ عِبْدًا أَوْ
 مَلَكًا وَخَلْقًا وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَعْْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَى غَيْرِهِ أَصْنَامًا شُرَكَاءَ لَهُ عَلَى الْحَقِيقَةِ
 تَعَالَى عَنْ ذَلِكَ إِنْ مَا يَتَّبِعُونَ فِي ذَلِكَ إِلَّا الظَّنَّ أَى ظَنُّهُمْ أَنَّهَا إِلَهَةٌ تُشْفِعُ لَهُمْ وَإِنْ مَا هُمْ إِلَّا
 يَخْرُصُونَ ﴿٦٦﴾ يَكْذِبُونَ فِي ذَلِكَ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الَّيْلَ لَتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصَرًا اسْنَادُ
 الْأَبْصَارِ إِلَيْهِ مَجَازٌ لِأَنَّهُ مُبْصَرٌ فِيهِ إِنْ فِي ذَلِكَ لَايَةٌ دَلَالَةٌ عَلَى وَحْدَانِيَّتِهِ تَعَالَى لِقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ﴿٦٧﴾
 سَمَاعٌ تَذَكُّرٌ وَاتِّعَازٌ قَالُوا أَى الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى وَمَنْ زَعَمَ أَنَّ الْمَلَكَةَ بَنَاتُ اللَّهِ اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا قَالَ
 تَعَالَى لَهُمْ سُبْحَنَهُ تَبَرَّيْهَا لَهُ عَنِ الْوَلَدِ هُوَ الْغَنِيُّ عَنْ كُلِّ أَحَدٍ وَإِنَّمَا يُطَلَّبُ الْوَلَدُ مَنْ يَحْتَاجُ إِلَيْهِ لَهُ مَا
 فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَلَكًا وَخَلْقًا وَعَبِيدًا إِنْ مَا عِنْدَكُمْ مِنْ سُلْطَنِ حُجَّةٍ بِهَذَا أَى الَّذِي
 تَقُولُونَ اتَّقُوا اللَّهَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٦٨﴾ اسْتَفْهَامٌ تَوْبِيخٌ قُلْ إِنْ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ
 الْكَذِبَ بِنِسْبَةِ الْوَلَدِ إِلَيْهِ لَا يُفْلِحُونَ ﴿٦٩﴾ لَا يُسْعِدُونَ لَهُمْ مَتَاعٌ قَلِيلٌ فِي الدُّنْيَا يَتَمَتَّعُونَ بِهِ مُدَّةَ حَيَاتِهِمْ
 ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ بِالْمَوْتِ ثُمَّ نَذِيقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيدَ بَعْدَ الْمَوْتِ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴿٧٠﴾

ترجمہ: اور اگر ہر ظالم (کافر) انسان کے قبضہ میں وہ سب کچھ آجائے جو روئے زمین میں ہے (یعنی تمام مال و دولت) تو
 وہ ضرور اسے فدیہ میں دے دے (قیامت کے عذاب سے بچنے کے لئے) اور دل ہی دل میں پچھتانے لگے (ایمان نہ لانے پر) جب

انہوں نے اپنے سامنے عذاب دیکھا (یعنی سرخسوں نے ان عوام سے چھپانا چاہا جن کو گمراہ کیا تھا بے عزتی کے اندیشہ سے) پھر ان (مخلوق) کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا گیا اور ایسا کبھی نہ ہوگا کہ ان پر کسی طرح کی زیادتی واقع ہو۔ یاد رکھو آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ ہی کے لئے ہے اور یہ بات کبھی نہ بھولو کہ اللہ کا وعدہ (قیامت اور جزاء کے بارے میں) حق ہے لیکن ان میں سے زیادہ تر لوگ (اس بات کو) جانتے ہی نہیں۔ وہی جلاتا ہے وہی مارتا ہے اور وہی ہے جس کی طرف تم سب کو لوٹنا ہے (آخرت میں لہذا وہ تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ دے گا)۔ اے لوگوں: (مکہ والوں) تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی جانب سے ایک ایسی چیز آگئی جو نصیحت ہے (کتاب جس میں تمہارے فائدہ اور نقصان کی باتیں درج ہیں یعنی قرآن کریم اور دلوں کے تمام روگوں کے لئے شفاء ہے (یعنی برے عقائد اور شبہات کے لئے) اور (گمراہی سے) ہدایت اور ان لوگوں کے لئے رحمت ہے جو (اس پر) یقین رکھتے ہیں۔ آپ کہتے یہ اللہ کا فضل (اسلام) ہے اور اللہ رحمت (قرآن) ہے پس چاہیے کہ اس (فضل و رحمت) پر خوشی منائیں اور یہ ان ساری چیزوں سے بدرجہا بہتر ہے جسے وہ (دنیا میں) جمع کرتے رہتے ہیں (یہ لفظ یا اور تا کے ساتھ دونوں طرح ہے) آپ ان کہتے کیا تم نے اس پر بھی غور کیا (ذرا یہ تو بتلاؤ) کہ جو روزی اللہ نے تمہارے لئے پیدا کی ہے تم نے اس میں سے بعض کو حرام ٹھہرا دیا اور بعض کو حلال سمجھ لیا ہے (جیسے بخیرہ، سائبہ اور مردار جانور) تم پوچھو کیا اللہ نے اجازت دی ہے (اس حرام حلال کرنے کی؟ نہیں ایسا نہیں ہے) یا تم اللہ پر بہتان باندھتے ہو؟ (جھوٹ بولتے ہو اللہ کی طرف اس کی نسبت کرتے ہوئے) اور جن لوگوں کی جراتوں کا حال یہ ہے کہ اللہ کے نام پر جھوٹ بول کر افتراء پرداز کر رہے ہیں انہوں نے کیا سمجھ رکھا ہے (ان کا کیا گمان ہے) قیامت کی نسبت (کیا ان کا خیال یہ ہے کہ ان پر عذاب نہیں ہوگا؟ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا) واقعی اللہ لوگوں پر بڑا ہی فضل کرنے والا ہے (کہ انہیں ڈھیل دیتا رہتا ہے بلکہ ان پر انعام کرتا رہتا ہے) لیکن ان میں سے زیادہ تر ایسے لوگ ہیں جو اس کا شکر بجا نہیں لاتے۔ اور (اے محمد) آپ کسی حال میں ہوں اور آپ کوئی سی بھی آیت پڑھ کر سناتے ہوں (وہ آیت آپ کے حال سے متعلق ہو یا اللہ سے) قرآن کی (جو آپ پر نازل ہوا ہے) اور تم کوئی سا بھی کام کرتے ہو (اس میں آپ کو اور امت کو خطاب کیا ہے) مگر ہمیں سب کی خبر رہتی ہے (ہم نگران ہیں) جب تم اس کام کو کرنا شروع کرتے ہو۔ اور آپ کے رب سے کوئی چیز ذرہ (کے وزن کی) برابر بھی (جو چیونٹی سے کم مقدار ہوتی ہے) غائب نہیں نہ زمین میں اور نہ آسمان میں۔ یا اس سے چھوٹی یا بڑی سب کچھ ایک واضح کتاب (لوح محفوظ) میں مندرج ہے۔ یاد رکھو کہ جو اللہ کے دوست ہیں ان کے لئے نہ تو کسی طرح کا خوف ہوگا اور نہ کسی طرح کی غمگینی (آخرت میں) یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور زندگی میں ڈرتے رہے (اللہ سے اس کے احکام کی تعمیل اور اس کی ممانعتوں سے بچتے ہوئے) ان کے لئے دنیا کی زندگی میں بھی بشارت ہے (جس کی تفسیر ایک حدیث میں آئی ہے جس کی تصحیح حاکم نے کی ہے کہ اچھے خواب مراد ہیں جو مؤمن خود دیکھے یا اس مؤمن کے متعلق کوئی دوسرا خواب دیکھے) اور آخرت کی زندگی میں بھی (جنت و ثواب کی خوشخبری ہے) اللہ کے فرمان اٹل ہیں کبھی بدلنے والے نہیں (اس کی دھمکیاں کبھی خلاف نہیں ہو سکتیں) اور یہی (مذکورہ باتیں) سب سے بڑی فیروز مندی ہے۔ آپ ان کی باتوں سے آزرده نہ ہو جیئے (اس قسم کی باتیں جو آپ کو سناتے ہیں کہ آپ رسول نہیں ہیں) بے شک (جملہ مستانفہ ہے) ساری عزتیں (قوتیں) اللہ ہی کے لئے ہیں وہ (باتیں) سننے والا اور (افعال) جاننے والا ہے (لہذا وہ انہیں سزا دے گا اور تمہاری مدد کریگا) یاد رکھو وہ تمام ہستیاں جو آسمانوں میں ہیں اور وہ جو زمین میں ہیں اللہ کے تابع فرمان ہیں (بندہ اور غلام اور مخلوق ہونے کے لحاظ سے) اور جو لوگ اللہ کے سوا اپنے ٹھہرائے ہوئے شریکوں (یعنی بتوں کو جو غیر اللہ ہیں) پکارتے ہیں (اللہ کا شریک حقیقی مان کر حالانکہ اللہ کہیں اس سے برتر ہے) تم جانتے ہو وہ کس بات کی پیروی کرتے ہیں؟ محض وہم و گمان کی وہ اس کے سوا کچھ نہیں ہیں کہ محض بے سند خیال کا اتباع کر رہے ہیں (یعنی یہ کہ بت ہمارے معبود ہیں

اور ہمارے سفارشی ہوں گے) اور محض اپنی انگلیں دوڑا رہے ہیں (اس بارے میں جھوٹ کہتے ہیں) وہی ہے جس نے تمہارے لئے رات کا وقت بنایا کہ اس میں آرام پاؤ اور دن کا وقت کہ اس کی روشنی میں دیکھو بھالو۔ (دکھلانے کی نسبت دن کی طرف مجازاً ہے ورنہ وہ تو دیکھنے کا وقت ہوتا ہے) بلاشبہ اس بات میں ان لوگوں کے لئے بڑی ہی نشانیاں ہیں (جن سے اللہ تعالیٰ کی یکتائی معلوم ہوتی ہے) جو سنتے ہیں (غور اور نصیحت کا سننا) کہتے ہیں (یہود و نصاریٰ اور جو لوگ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں مانتے ہیں) اللہ نے اپنا ایک بیٹا بنا رکھا ہے۔ (حق تعالیٰ جواب فرماتے ہیں) سبحان اللہ (اس کے لئے اولاد سے پاکی ہو) وہ تو بے نیاز ذات ہے (سب سے اور اولاد کی ضرورت تو اسے ہوتی ہے جو اولاد کا محتاج ہو) جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کے لئے ہے (غلام، مخلوق اور بندے ہونے کے لحاظ سے) تمہارے پاس ایسی بات کہنے کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے (جو کچھ تم بک رہے ہو) کیا تم اللہ کے بارے میں ایسی بات کہنے کی جرأت کرتے ہو جس کے لئے تمہارے پاس کوئی علم نہیں ہے؟ (استفہام تو بخوبی ہے) آپ کہہ دیجئے جو لوگ اللہ پر بہتان باندھتے ہیں (اولاد کی نسبت کر کے) وہ بھی فلاح پانے والے نہیں (کامیاب نہیں۔ ان کے لئے) صرف دنیا ہی کی (تھوڑی سی) پونجی ہے (زندگی بھر جس سے نفع اٹھا سکتے ہیں) پھر ہماری طرف لوٹنا ہے (مر کر) تب ہم انہیں سخت عذاب مزہ چکھائیں گے (مرنے کے بعد) کہ جیسی کچھ کفر کی باتیں کرتے رہے ہیں اس کا نتیجہ پالیں۔

تحقیق و ترکیب: ولوان لكل نفس الخ نہ کسی کے پاس زمین بھر مال و دولت ہوگا اور نہ فدیہ اور بدلہ ہو سکے گا۔ لافتدت۔ لازمی اور متعدی دونوں طرح ہو سکتا ہے۔ اسروا یہ اضداد میں سے ہے اس کے معنی مخفی کے بھی ہیں اور اظہار کے بھی آتے ہیں۔ اگرچہ اول معنی میں مشہور ہے۔

موعظة من ربکم مفسر علامؒ نے مالکم و علیکم کہہ کر موعظت کی دونوں صورتوں میں ترغیب و ترہیب کی طرف اشارہ کر دیا۔ الفضل والرحمة مفسرؒ نے اشارہ کر دیا کہ مشارالیه دونوں متحد بالذات ہیں۔ یاند کور کی تاویل میں ہیں۔ تاخذون یعنی افاضہ کے معنی یہاں مجازی ہیں کام شروع کرنا۔ ذرۃ یا چھوٹی چھوٹی کے معنی ہیں یا ہوا کے ذرات مراد ہیں۔ الا ان اولیاء اللہ ولایت کی دو صورتیں ہیں۔ عامہ، خاصہ۔ تمام مسلمانوں کو ولایت عامہ حاصل ہے۔ اللہ ولی الذین امنوا فرمایا گیا ہے اور ولایت خاصہ مخصوص سالکین کو حاصل ہوتی ہے۔ جو خود کو فنا کر کے بقا بالحق حاصل کرتے ہیں۔ تکوینی کرامات کا ہونا ولی کے لئے ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ خوارق کی بہت سی صورتیں ہوتی ہیں۔ جن میں سے بعض کے لئے مسلمان ہونا بھی ضروری نہیں۔ البتہ استقامت دین اور اتباع سنت اور کرامات قلبیہ ہونا ضروری ہے۔

خواجہ عبید اللہ احرارؒ کیا خوب فرماتے ہیں ”اگر بر آب روی حسے باشی: اگر برہو اپری مکسے باشی: دل بدست آر کہ کسے باشی“ تاہم جس طرح نبی معصوم ہوتا ہے اسی طرح ولی محفوظ ہوتا ہے۔ مراتب ولایت بے شمار ہیں۔ لیکن سب نبوت سے کم تر ہیں۔ جو لوگ الولایۃ افضل من النبوة کے قائل ہیں۔

حضرت مجدد سرہندی قدس سرہ مطلقاً ان کی تردید کر رہے ہیں۔ خواہ نبی کی ولایت ہو پھر بھی نبوت سے کمتر ہی ہے۔ ولاہم یحزنون مضارع پرفی داخل ہونے سے استمرار و دوام کا فائدہ ہوتا ہے۔ پس یہاں بھی خوف و حزن کا دوام انتفاء مراد ہے۔ انتفاء دوام مقصود نہیں۔ پس اہل اللہ کو اسباب حزن تو پیش آتے ہیں۔ مگر وہ حزن نہیں ہوتے۔ بلکہ راضی برضا اور صابر و شاکر رہتے ہیں۔ ان کی نظر تکلیف پر نہیں ہوتی۔ بلکہ تکلیف بھیجے والے پر ہوتی ہے۔ اس لئے وہ اس سے مسرور اور لذت اندوز رہتے ہیں اور یا کہا جائے کہ آخرت کے حزن و خوف کا انکار کیا جا رہا ہے۔ اس لئے یہ شبہ نہیں کرنا چاہئے کہ بسا اوقات اہل اللہ کو پریشان دیکھا

جاتا ہے۔ اس لئے بظاہر آیت کا مضمون صحیح نہیں ہے۔ رہا آخرت میں طبعی خوف و حزن کا ہونا آیت اس کی نفی نہیں کر رہی ہے۔ بلکہ عقلی اطمینان و سکون مقصود ہے۔ جو طبعی حزن کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے۔ آگے الذین امنوا سے ایسے اولیاء کی شان بیان کی جا رہی ہے۔ ان ہم الا یخربون قصر موصوف علی الصفة ہے۔ ہو الذی جعل لکم اللیل تو حید کی دلیل قطعی ہے۔ اس آیت میں صفت احتباک پائی جاتی ہے۔ کیونکہ ایک نظیر کو بیان کر دیا اور دوسری کو حذف کر دیا۔ چنانچہ اول سے لیل کا وصف مظلوم حذف کر دیا گیا ہے۔ اور اس کی حکمت بیان کر دی۔ لیکن نہار کی حکمت حذف کر دی اور اس کے وصف کو ذکر کر دیا۔ اصل عبارت اس طرح تھی۔ ہو الذی جعل لکم اللیل مظلما لتسکنوا فیہ والنہار مبصر لتبتغوا وتتحرکوا فیہ۔ النہار مبصر انہارہ صائم۔ لیلہ قائم کی طرح مجازی ہے۔ نہار سبب البصار ہوتا ہے۔

رابط آیات: آیت ولو ان لكل نفس الخ میں کفار کے لئے اسباب کا کارآمد نہ ہونا بتلانا ہے۔ کہ اس وقت کف افسوس ملیں گے۔ آیت یا ایہا الناس الخ میں قرآن کریم کی حقانیت کو پھر ثابت کیا جا رہا ہے اور ساتھ ہی ترغیبی دعوت بھی ہے۔ آگے آیت قل اذ یتم الخ میں مشرکین کے ایک بہت بڑے کھلے جرم کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ وہ بعض حلال جانوروں کو حرام کر دیتے تھے۔ یہ شریعت سازی کا حق انہیں آخر کس نے دیا ہے۔ اس کے بعد آیت وما تکنون فی شان الخ سے آپ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ ہمیں چونکہ تمام عام اور خاص حالات کی اطلاع رہتی ہے۔ نیز اپنے اطاعت گزاروں کو ہر طرح کی آفات و کمروہات سے محفوظ رکھتے ہیں۔ اس لئے آپ کسی طرح کا خوف و حزن نہ کیجئے۔ اس کے بعد آیت ہو الذی جعل لکم الخ سے پھر تو حید کو ثابت کیا جا رہا ہے۔

﴿تشریح﴾: قرآن کریم کی چار خوبیاں: آیت یا ایہا الذین الخ میں قرآن کریم کے چار اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔

۱: موعظت ہے یعنی دل میں اتر جانے والی دلیلوں اور روح کو متاثر کرنے والے طریقوں سے ان تمام باتوں کی ترغیب دیتا ہے جو خیر اور حق کی ہوں اور ان تمام باتوں سے روکتا ہے جو شر اور برائی کی ہیں۔ کیونکہ وعظ صرف نصیحت ہی کو نہیں کہتے۔ بلکہ مؤثر پیرایہ بیان اور دل نشین اسلوب اور دلائل کا ہونا بھی ضروری ہے۔

۲: وہ دل کی تمام بیماریوں کے لئے نسخہ شفاء ہے۔ انفرادی یا اجتماعی طور پر جو بھی اس نسخہ پر عمل کرے گا وہ ہر طرح کے مفاسد اور رذائل سے پاک ہو جائے گا۔ قلب اور فواد اور صدر کے الفاظ سے مقصود انسان کی معنوی حالت پر یعنی ذہن و فکر کی قوت، ادراک عقلی، جذبات، اخلاق، عادات وغیرہ۔ اس سے وہ عضو مقصود نہیں جو فن تشریح کا دل اور سینہ ہے۔ پس دل کی شفاء کا یہ مطلب ہوا کہ انسان کی فکری اور اخلاقی حالت کے جس قدر مرض ہو سکتے ہیں۔ ان سب کے لئے یہ نسخہ شفاء ہے۔

۳: یقین کرنے والوں کے لئے ہدایت ہے۔

۴: ان کے لئے پیغام رحمت ہے۔ یعنی ظلم و عداوت، بغض و عناد سے دنیا کو نجات دلاتا ہے اور رحمت و محبت، امن و سلامتی کی روح سے منور کرتا ہے۔

ہر چیز اصل میں مباح ہے: آیت قل اذ یتم الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کے نزدیک ان تمام چیزوں

میں جو کھانے پینے کی پیدا ہوتی ہیں اصل اباحت ہے نہ کہ حرمت۔ یعنی جنہی چیزیں کھانے کے قابل ہیں سب حلال ہیں۔ البتہ کہ وہی الہی نے کسی چیز کو حرام ٹھہرا دیا ہو۔ چنانچہ قرآن نے جا بجا یہ حقیقت کھول دی ہے کہ اس نے صرف ان ہی چیزوں سے روکا ہے۔ جو خباثت ہیں۔ مضر اور گندی ہیں باقی سب چیزیں حلال و طیب ہیں۔ نیز کسی چیز کو حرام ٹھہرا دینے کا حق صرف خدا کی شریعت کو ہے۔ کسی انسان کو یہ حق حاصل نہیں کہ محض اپنی قیاس اور رائے سے کوئی چیز حرام ٹھہرا دے۔ کیونکہ بغیر نص کے محض اپنی رائے اور تخمین سے کوئی چیز حرام ٹھہرا دینا خدا پر بہتان باندھنے میں داخل ہے اور انسان کے عقائد و اعمال کی بنیاد علم و یقین پر ہونی چاہیے نہ کہ وہم و گمان۔ وہ ہم و یقین کی روشنی اپنے سامنے نہ رکھنے اور محض اوہام و ظنون کے پرستار بننے کو بنیادی گمراہی قرار دیتا ہے۔ جو لوگ مباح کاموں کو اپنے اوپر تنگ کر لینا تقویٰ اور قرب الہی کی بات سمجھتے ہیں۔ یہ آیت ان کے خلاف بول رہی ہے۔

معتزلہ کے استدلال کا جواب:..... اس آیت سے معتزلہ استدلال کرتے ہیں۔ کہ حرام چیزیں رزق نہیں ہوتیں۔ حالانکہ آیت سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہاں رزق کی ایک خاص قسم کو بیان کیا گیا ہے نہ کہ مطلق رزق کو جس میں حرام حلال دونوں داخل ہوں۔ پس کفار تو حلال رزق کی بعض قسموں کو حرام کرتے تھے جس پر تکبر کی گئی ہے اور اہل سنت مطلق رزق کی دو قسمیں کرتے ہیں۔ حلال اور حرام۔ پس دونوں باتوں کو ایک سمجھنا سوہنہی اور بد عقلی ہے۔ آیت لا خوف المح میں خوف سے خوف حق اور غم سے غم آخرت کی نفی مراد نہیں ہے۔ بلکہ دنیوی خوف و غم کی نفی مراد ہے۔ یعنی کامل مؤمنین کو دشمنوں کا ڈر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہر وقت ان کا اعتماد اللہ پر ہے۔ وہ ہر واقعہ کی حکمت کا اعتقاد رکھتے ہیں اور اسی میں مصلحت سمجھتے ہیں اور اس سے معلوم ہو گیا کہ جس طرح آنحضرت ﷺ کو کفار کے گمراہ ہونے کا غم تھا۔ اسی طرح ان کی طرف سے مخالفت اور نقصان رسانی کا خطرہ بھی رہتا تھا۔

لطائف آیات:..... آیت يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا اللَّهَ سے معلوم ہوا کہ قلوب میں بھی شک و نفاق، حسد، کینہ وغیرہ بیماریاں ہوتی ہیں اور وہ بدنی بیماریوں سے زیادہ سخت ہوتی ہیں۔ آیت فَلْيُحْلِلِ اللَّهُ لَكُمْ سے معلوم ہوا کہ یہ فرحت کبھی بے اختیاری کی حد تک پہنچ جاتی ہے کہ فضل خداوندی کے اظہار پر آدمی مجبور ہو جاتا ہے۔ اور بعض دفعہ یہ اظہار ادب کی حدود سے بھی بڑھ جاتا ہے۔ آیت فَلْيُحْلِلِ اللَّهُ لَكُمْ سے ان متشقیں کی تردید ہو گئی جو بعض مباحات کو اعتقاد دیا کرتے تھے کہ حرام کر لیتے ہیں۔ البتہ بطور معالجات اگر حلال چیز کو چھوڑ دیا جائے تو وہ اس سے خارج ہے۔

آیت الْأَنْبِيَاءُ میں ولایت کی بنیاد ایمان و تقویٰ کو قرار دینے سے معلوم ہوا کہ ولایت کے لئے یہ تو شرط ہے۔ مگر حسی کرامت ضروری نہیں ہے۔ آیت أَنَّ الْعَصْرَةَ سے معلوم ہوا کہ دوسروں میں جو عزت نظر آتی ہے وہ اس کی عزت کا پر تو ہے اس سے مستند مظہریت کی اصل نکل آتی۔

آیت الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْحَيَاةَ سے معلوم ہوا کہ رات کو کسی قدر سو رہنا اولیٰ ہے۔ اس سے مصلحت الہیہ کی رعایت ہے جو ادب ہے۔ آیت اتَّقُوا اللَّهَ سے معلوم ہوا کہ آیات کے مسائل میں تخمینات سے کلام نہیں کرنا چاہیے۔ خواہ وہ تخمینات استدلالی ہوں یا ذوقی۔ جیسا کہ اہل علم اور اہل تصور اس میں ہستائیں۔

وَاتْلُ بِأَمْرِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِمْ أَيْ كُفَّارِ مَكَّةَ نَبَأَ خَيْرِ نَوْحٍ وَيُؤَدِّلُ مِنْهُ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ يَلْقَوْنَ أَنْ كَانَ كَبُرَ شَرُّ

عَلَيْكُمْ مَقَامِي أُنْشِ فِيكُمْ وَتَذَكِيرِي وَعَظِي إِيَّاكُمْ بَايْتُ اللَّهَ فَعَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْتُ فَأَجْمِعُوا
 أَمْرَكُمْ اعْبُدُوا عَلَى أَمْرٍ تَفْعَلُونَهُ بِي وَشُرَكَاءَ كُمْ الْوَاوُ بَسْعَى مَعَ ثُمَّ لَا يَكُنْ أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً
 مَسْتُورًا بَلْ أَظْهَرُوهُ وَجَاهَرُونِي بِهِ ثُمَّ اقْضُوا إِلَيَّ أَمْضُوا فِي مَا أَرَدْتُمُوهُ وَلَا تُنْظَرُونَ ﴿۱﴾ تَمَهَّلُوا فَإِنِّي
 لَسْتُ بِمَالِيَا بِكُمْ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ عَنْ تَذَكِيرِي فَمَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ ثَوَابٍ عَلَيْهِ فَيَقُولُوا إِنْ مَا أَجْرِي
 ثُمَّ إِنِّي إِلَّا عَلَى اللَّهِ وَأَمَرْتُ أَنْ أَكُونُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿۲﴾ فَكَذَّبُوهُ فَسَجَّيْنَاهُ وَمَنْ مَعَهُ فِي
 الْفُلِّ السَّقِيَّةَ وَجَعَلْنَاهُمْ أَيْ مِنْ مَعَهُ خَلَّافَ فِي الْأَرْضِ وَاعْرِفْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا بِالْطُّوفَانِ
 فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِينَ ﴿۳﴾ مِنْ أَهْلَاكِهِمْ فَخَدَّكَ بِمَعْلٍ مِنْ كَذَّبَكَ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِ
 أَيْ نُوْحَ رُسُلًا إِلَى قَوْمِهِمْ كَإِبْرَاهِيمَ وَهُودَ وَصَالِحَ فَجَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ بِالْمُعْجَزَاتِ فَمَا كَانُوا
 لِيُؤْمِنُوا بِمَا كَذَّبُوا بِهِ مِنْ قَبْلُ أَيْ قَبْلَ بَعَثِ الرُّسُلِ إِلَيْهِمْ كَذَلِكَ نَطْبَعُ نَحْنُ عَلَى قُلُوبِ
 الْمُعْتَدِينَ ﴿۴﴾ فَلَا تَقْبَلُ الْإِيمَانَ كَمَا طَبَعْنَا عَلَى قُلُوبِ أُولَئِكَ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُوسَى وَهَارُونَ
 إِلَى فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ قَوْمَهُ بِآيَاتِنَا السَّعِ فَاسْتَكْبَرُوا عَنِ الْإِيمَانِ بِهَا وَكَانُوا قَوْمًا مُجْرِمِينَ ﴿۵﴾ فَلَمَّا
 جَاءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا إِنَّ هَذَا لَسِحْرٌ مُبِينٌ ﴿۶﴾ يَتَّبِعُ ظَاهِرُ قَالِ مُوسَى اتَّقُوا لَوْ أَنَّ لِلْحَقِّ
 لَمَّا جَاءَكُمْ أَنَّهُ لَسِحْرٌ أَسْحَرٌ هَذَا وَقَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَلَى بِهِ وَأَبْطَلَ سِحْرَ السَّحَرَةِ وَلَا يُفْلِحُ
 السَّحَرُونَ ﴿۷﴾ وَالْإِسْتِفْهَامُ فِي الْمَوْضِعَيْنِ لِلانْكَارِ قَالُوا أَجْتَنَّا لِنُلْفِتْنَا لِرَدِّدْنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ
 آبَاءَنَا وَتَكُونُ لَكُمْ الْكِبْرِيَاءُ الْمَلِكُ فِي الْأَرْضِ أَرْضِ مِصْرَ وَمَا نَحْنُ لَكُمْ بِمُؤْمِنِينَ ﴿۸﴾
 مُصَدِّقِينَ وَقَالَ فِرْعَوْنُ أَتُؤْتِنِي بِكُلِّ سِحْرِ عَلِيمٍ ﴿۹﴾ فَأَتَوْا فِي عِلْمِ السَّحْرِ فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالَ
 لَهُمْ مُوسَى بَعْدَ مَا قَالُوا لَهُ إِنَّمَا أَنْ تُلْقَى وَأَمَّا أَنْ تَكُونَ نَحْنُ الْمُتْلِقِينَ الْقُوا مَا أَنْتُمْ مُلْقُونَ ﴿۱۰﴾ فَلَمَّا
 الْقُوا حِبَالَهُمْ وَعَصَاهُ قَالَ مُوسَى مَا اسْتَغْنَاهُمْ مُبْتَدَأُ خَيْرُهُ جِئْتُمْ بِهِ السَّحْرُ بَدَلٌ وَفِي قِرَاءَةِ بِهِمْ
 وَاحِدَةً أَحْبَابًا فَمَا مَوْصُولَةٌ مُبْتَدَأُ إِنَّ اللَّهَ سَيَبْطِلُهُ سَيُحَقِّقُهُ إِنَّ اللَّهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِينَ ﴿۱۱﴾
 وَيُحَقِّقُ يَشُبُّ وَيُظْهِرُ اللَّهُ الْحَقَّ بِكَلِمَتِهِ بِمَوَاعِيدِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ﴿۱۲﴾ فَمَا آمَنَ لِمُوسَى إِلَّا بِعِ
 ذَرِيَّةٍ طَائِفَةٍ مِنْ أَوْلَادِ قَوْمِهِ أَيْ فِرْعَوْنَ عَلَى خَوْفٍ مِنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِمْ أَنْ يَفْتَنَهُمْ يَصْرِفَهُمْ عَنْ
 دِينِهِمْ بِتَعْلِيلِهِ وَإِنْ فِرْعَوْنُ لَعَالٍ مُشَكِّرٍ فِي الْأَرْضِ أَرْضِ مِصْرَ وَإِنَّهُ لَمِنَ الْمُسْرِفِينَ ﴿۱۳﴾
 الْمُتَحَاوِرِينَ الْحَدَّ بِادِّعَاءِ الرُّبُوبِيَّةِ وَقَالَ مُوسَى يَقُومُ أَنْ كُنْتُمْ آمَنْتُمْ بِاللَّهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوا إِنْ كُنْتُمْ

﴿۸۳﴾ فَقَالُوا عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿۸۵﴾ أَى لَا تُظْهِرْهُمْ
 عَلَيْنَا فَيَطْنُونَا أَنَّهُمْ عَلَى الْحَقِّ فَيَفْتِنُونَا بِنَا وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِّنَ الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿۸۶﴾ وَأَوْحَيْنَا إِلَى
 مُوسَى وَأَخِيهِ أَن تَبَوَّآ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوتًا وَاجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قِبْلَةً مُّصَلًّى تُصَلُّونَ فِيهَا
 لِسَامِعُوا مِنَ الْخَوْفِ وَكَانَ فِرْعَوْنُ مَنَعُهُمْ مِنَ الصَّلَاةِ وَآقِمُْوا الصَّلَاةَ أَيْمُونَهَا وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۸۷﴾
 بِالنَّصْرِ وَالْجَنَّةِ وَقَالَ مُوسَى رَبَّنَا إِنَّكَ آتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَئَهُ زِينَةً وَأَمْوَالًا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا
 آتَيْتَهُمْ ذَلِكَ لِيُضِلُّوْا فِي عَافِيَّتِهِ عَن سَبِيلِكَ دِينِكَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَى أَمْوَالِهِمْ امْسَحْهَا وَاشْدُدْ
 عَلَى قُلُوبِهِمْ اطْبَعْ عَلَيْهَا وَاسْتَوِثْقُ فَلَا يُؤْمِنُوا حَتَّى يَرَوْا الْعَذَابَ الْآلِيمَ ﴿۸۸﴾ أَلَمْؤَلِمَ دَعَا عَلَيْهِمْ
 وَأَمَّنْ هَرُؤُنْ عَلَى دُعَائِهِ قَالَ تَعَالَى قَدْ أُجِيبَتْ دَعْوَتُكُمَا فَمُسِحَتْ أَمْوَالُهُمْ حِجَارَةً وَلَمْ يُؤْمِنْ فِرْعَوْنُ
 حَتَّى آذَرَكَ الْغُرْقُ فَاسْتَقِيمَا عَلَى الرِّسَالَةِ وَالْدَّعْوَةِ إِلَى أَن يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ وَلَا تَتَّبِعَنَّ سَبِيلَ الَّذِينَ لَا
 يَعْلَمُونَ ﴿۸۹﴾ فِي اسْتِعْجَالِ قَضَائِي رُوي أَنَّهُ مَكَتْ بَعْدَهَا أَرْبَعِينَ سَنَةً وَجَاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَءِيلَ الْبَحْرَ
 فَاتَّبَعَهُمْ لِحَقْوِهِمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُودُهُ بَغْيًا وَعَدُوًّا مَفْعُولٌ لَهُ حَتَّى إِذَا آذَرَكَ الْغُرْقُ قَالَ آمَنْتُ أَنَّهُ
 أَى بَأْسُهُ وَفِي قِرَاءَةِ بِالْكَسْرِ اسْتِيفًا لَا إِلَهَ إِلَّا الَّذِي آمَنْتُ بِهِ بَنُو إِسْرَءِيلَ وَأَنَا مِنَ
 الْمُسْلِمِينَ ﴿۹۰﴾ كَرَّرَهُ لِيُقْبَلَ مِنْهُ فَلَمْ يُقْبَلْ وَدَسَّ جَبْرِيلُ فِي فِيهِ مِنْ حَمَاءِ الْبَحْرِ مَخَافَةً أَن تَنَالَهُ الرَّحْمَةُ
 وَقَالَ لَهُ أَلَنْ تُوْمِنُ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ ﴿۹۱﴾ بِضَلَالِكَ وَإِضْلَالِكَ عَنِ الْإِيمَانِ
 فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ نَخْرُجُكَ مِنَ الْبَحْرِ بِبَدَنِكَ جَسَدِكَ الَّذِي لَا رُوحَ فِيهِ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ بِعَذَابِ
 آيَةٍ عِبْرَةً فَيَعْرِفُوا عُبُودِيَّتَكَ وَلَا يُقَدِّمُوا عَلَى مِثْلِ فِعْلِكَ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ بَعْضَ بَنِي إِسْرَءِيلَ شَكُّوا فِي
 مَوْتِهِ فَأَخْرَجَ لَهُمْ لِيَرَوْهُ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ أَى أَهْلِ مَكَّةَ عَنِ آيَتِنَا لَعْفُلُونَ ﴿۹۲﴾ لَا يَتَعَبَّرُونَ بِهَا

ترجمہ اور (محمدؐ) انہیں (کفار مکہ کو) نوح کا حال (خبر) سنائیے (آگے بدل ہے) جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے
 فرمایا "اے میری قوم! اگر تم پر یہ بات شاق (گراں) گزرتی ہے کہ میں تم کھڑا ہوں (رہوں) اور اللہ کی نشانیوں کے ساتھ میری نصیحت
 (وعظ) ہے تو میرا بھروسہ صرف اللہ پر ہے۔ تم میرے خلاف جو کچھ کرنا چاہتے ہو اسے ٹھان لو (یعنی جو کچھ کارروائی تم کرنا چاہتے ہو
 اسے پختہ کر لو) اور اپنے شریکوں کو بھی اپنے ساتھ لے لو (واؤ مع کے معنی میں ہے) پھر جو کچھ تمہارا منصوبہ ہو اسے اچھی طرح سمجھ بوجھ لو
 کہ کہیں کوئی پہلو نظر سے رہ نہ جائے (پوشیدہ۔ بلکہ اسے بھی برملا ظاہر کر دو) پھر جو کچھ میرے خلاف کرنا ہے کر گزرو (جو کچھ ارادہ ہو
 اسے پورا کر لو) اور مجھے ذرا بھی مہلت نہ دو (دیر نہ کرو۔ مجھے تمہاری کوئی پرواہ نہیں ہے) پھر بھی اگر (میرے وعظ سے) روگردانی کئے
 جاؤ تو میں نے تم سے کوئی معاوضہ تو نہیں مانگا (کچھ شمرہ کہ جس کی وجہ سے تم جان بچاتے پھر رہے ہو) میرا معاوضہ (ثواب) تو اللہ کے

ذمہ ہے مجھے حکم دے دیا گیا ہے کہ اس کے فرمانبرداروں میں شامل رہوں۔ اس پر بھی لوگوں نے انہیں جھٹلایا۔ اس لئے ہم نے انہیں اور ان کی کشتی کے سوار ساتھیوں کو بچا لیا اور ان (ساتھیوں) کو ہم نے (سرزمین میں) جانشین بنادیا اور جن لوگوں نے ہماری نشانیاں جھٹلائی تھیں انہیں ہم نے (طوفان میں) غرق کر دیا۔ تو دیکھو ان لوگوں کا حشر کیسا ہوا جو خبردار کر دیئے گئے تھے؟ (ان کی تباہی کی نسبت۔ پس یہی انجام ان لوگوں کا بھی ہوگا جو آپ کو جھٹلائیں گے) پھر نوح کے بعد ہم نے رسولوں کو ان کی قوموں میں پیدا کیا (جیسے ابراہیم، ہود، صالح) وہ ان کے پاس روشن دلیلیں (معجزات) لے کر آئے۔ اس پر بھی ان کی قومیں تیار نہ تھیں کہ جو بات پہلے جھٹلا چکی ہیں (ان کے پاس پیغمبروں کے آنے سے پہلے) وہ اسے مان لیں۔ سو دیکھو جو لوگ حد سے گزر جاتے ہیں ہم اسی طرح ان کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں (پس ان کا ایمان قبول نہیں کیا جائے گا جیسا کہ ہم نے ان کے دلوں پر سیل لگا دی ہے) پھر ہم نے ان رسولوں کے بعد موسیٰ اور ہارون کو۔ فرعون اور (اس کی قوم کے) درباریوں کی طرف اپنی (نو) نشانیاں سمیت بھیجا۔ مگر انہوں نے (ایمان لانے سے) گھمبند کیا اور وہ لوگ جرائم پیشہ تھے۔ پھر جب ہماری طرف سے سچائی ان پر نمودار ہو گئی تو کہنے لگے یقیناً صریح (کھلا ہوا) جادو ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم نے سچائی کے حق میں جب وہ نمودار ہو گئی۔ ایسی بات کہتے ہو؟ (کہ وہ جادو ہے) کیا یہ جادو ہے؟ (حالانکہ اس کو پیش کرنے والا کامیاب ہو گیا اور جادو گروں کا جادو ٹوٹ گیا) حالانکہ جادو گر تو کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے؟ (دونوں جگہ استفہام انکاری ہے) انہوں نے کہا کیا تم اس لئے ہمارے پاس آئے ہو کہ جس راہ پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو چلتے دیکھا ہے اس سے ہمیں ہٹا دو۔ اور ملک (مصر) میں تم دونوں بھائیوں کے لئے سرداری ہو جائے ہم تو تمہیں ماننے والے (سچا سمجھنے والے) نہیں ہیں "فرعون بولا۔ میری مملکت میں جتنے ماہر جادو گر (جو جادو گری میں یکتائے فن) ہوں۔ سب کو میرے حضور ظاہر کرو جب جادو گر آ موجود ہوئے تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا (جب کہ جادو گروں نے پوچھا کہ آپ پہل کرتے ہیں یا ہم پہلے ڈالیں؟) تمہیں جو کچھ میدان میں ڈالنا ہے ڈال دو۔ جب انہوں نے ڈال دیں (اپنی رسیاں اور لٹھیاں) تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم جو کچھ (ما استفہامیہ ہے مبتداء ہے جس کی خبر آگے ہے) بنا کر لائے ہو یہ جادو ہے (یہ بدل ہے اور ایک قرأت میں ایک ہمزہ کے ساتھ اخبار ہے۔ پس ماموصولہ مبتداء ہے) اور یقیناً اللہ اسے ملیا میٹ (درہم برہم) کر دے گا اور اللہ تعالیٰ مفسدوں کا کام نہیں سنوارتا۔ وہ حق کو اپنے وعدوں کے مطابق ضرور ثابت (ظاہر) کر دکھائے گا اگرچہ مجرم لوگ کیسا ہی ناگوار سمجھیں۔ پس اس پر بھی موسیٰ پر کوئی ایمان نہیں لایا۔ مگر صرف تھوڑے سے آدمی ایمان لاسکے جو (فرعون) کی قوم کے (نوجوانوں) میں سے تھے وہ بھی فرعون اور اپنے سرداروں سے ڈرتے ہوئے کہہیں کسی مصیبت میں نہ ڈال دیں (کسی عذاب میں مبتلا کر کے ہمیں مذہب سے نہ پھیر لیں) اور اس میں شک نہیں کہ فرعون ملک (مصر) میں بڑا ہی سرکش (مغرور) بادشاہ تھا اور بالکل ہی چھوٹ تھا (خدائی دعویٰ کر کے حد سے بڑھ گیا تھا) اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا۔ اگر تم فی الحقیقت اللہ پر ایمان لائے ہو اور اس کی فرمانبرداری کرنا چاہتے ہو تو صرف اسی پر بھروسہ کرو۔ انہوں نے کہا ہم نے اللہ پر بھروسہ کیا اے پروردگار! ہمیں اس ظالم طبقہ کے لئے تختہ مشق مت بنائیے (یعنی ہم پر انہیں غلبہ نہ دے کہ انہیں یہ گمان کرنے کا موقع ملے کہ وہ حق پر ہیں جس سے وہ ہمیں فتنہ میں مبتلا کر دیں) اور اپنی رحمت کا صدقہ ہمیں ان کافروں کے پیچھے سے نجات بخشیں۔ ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی پر وحی کی کہ اپنی قوم کے لئے مصر میں گھر بناؤ اور اپنے مکانوں کو قبلہ رخ تعمیر کرو (نماز کے لئے مساجد بناؤ تا کہ خوف سے مامون رہو۔ فرعون نے انہیں نماز پڑھنے سے منع کر دیا تھا) اور نماز قائم کرو (پورا کرو) اور ایمان لانے والوں کو (امداد اور جنت کی) بشارت دو اور موسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی۔ اے خدا! تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو اس دنیا کی زندگی میں زیب و زینت کی چیزیں اور طرح طرح کے مال و دولت بخشے ہیں تو خدا! کیا (آپ نے انہیں یہ سب کچھ اس لئے دیا ہے کہ) تیری راہ (دین) سے یہ لوگوں کو (انجام

کار) بھٹکائیں۔ خدایا ان کے مال و دولت کو مٹا دے (محو کر دے) اور ان کے دلوں پر مہر لگا دے (سیل کر کے سخت کر دے) کہ اس وقت تک ایمان نہ لائیں جب تک اپنے سامنے دردناک عذاب نہ دیکھ لیں (جو تکلیف وہ ہو حضرت موسیٰ دعا مانگتے رہے اور حضرت ہارون آمین کہتے رہے۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں) تم دونوں کی دعا قبول کر لی ہے (چنانچہ ان کا مال تو پتھروں کی صورت میں تبدیل کر دیا اور فرعون ایمان لانے کے لئے تیار نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ اس کے ڈوبنے کا وقت نہیں آ گیا) پس اب تم جم کر کھڑے ہو جاؤ (رسالت اور پیغام رسالت پر۔ حتیٰ کہ ان پر عذاب الہی آ جائے) اور ان کی پیروی نہ کرنا جو علم نہیں رکھتے (میرے فیصلہ کے متعلق جو جلد بازی مچانے کو نہیں جانتے) (روایت ہے کہ اس کے بعد چالیس سال تک حضرت موسیٰ علیہ السلام ٹھہرے رہے۔ یعنی قبولیت دعا میں چالیس سال لگے) اور پھر ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر پار اتار دیا۔ یہ دیکھ کر فرعون اور اس کے لشکر نے پیچھا کیا۔ (پیچھے لگ لیا) ظلم و شرارت کرنے کے لئے (یہ مفعول لہ ہے) مگر جب نوبت یہاں تک پہنچی کہ فرعون ڈوبنے لگا تو اس وقت پکار اٹھا۔ میں یقین کرتا ہوں کہ (ایک قرأت میں کسرۃ ہمزہ کے ساتھ جملہ مستانفہ ہے) کہ اس ہستی کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جس پر بنی اسرائیل ایمان رکھتے ہیں اور میں بھی فرمانبرداروں میں داخل ہوتا ہوں (اس بات کو اس لئے دہرایا کہ شاید اس کا ایمان قبول ہو جائے۔ مگر قبول نہیں ہوا۔ اور جبریل امین نے اس کے منہ میں کیچڑ ٹھونس دی کہ کہیں ایسا نہ ہو رحمت الہی اسے نواز دے اور اس سے کہنے لگے) ہاں اب تو ایمان لاتا ہے۔ حالانکہ پہلے تو نافرمانی کرتا رہا اور دنیا کے مفسدانوں میں سے ایک مفسد تھا۔ (خود ہی گمراہ رہا اور دوسروں کو بھی گمراہ کئے رکھا) پس آج ہم بچائے لے رہے ہیں (سمندر سے نکال لے رہے ہیں) تیری لاش (بے جان جسم) کوتا کہ (تیرے بعد) آنے والوں کے لئے سامان عبرت ہو (نشانی ہو جس سے تیرا بندہ ہونا جان سکیں اور تیرے جیسی جرأت نہ کر سکیں۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ کچھ بنی اسرائیل کو چونکہ اس کے مرنے میں شبہ تھا اس لئے لاش رونما کر دی گئی تاکہ وہ آنکھوں سے دیکھ لیں) اور اکثر (مکہ کے) لوگ ہماری نشانیوں سے یک قلم غافل رہتے ہیں (ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے)۔

تحقیق و ترکیب: نبأ نوح۔ اس پر وقف کرنا ضروری ہے۔ اجمعوا۔ اس کا تعدیہ علی کے ذریعہ سے ہوتا ہے جو یہاں محذوف ہے۔ غمۃ۔ اس کے معنی چھپانے کے ہیں۔ ”غم علینا الہلال“ چاند مشتبہ ہو گیا۔ حدیث میں ہے لا غمۃ فی امر اللہ۔ آیت کا حاصل یہ ہے کہ تمہیں میرے خلاف تدبیر کو چھپانے کی ضرورت نہیں۔ جو کچھ کرنا ہے بر ملا اور کھلم کھلا کرو۔ فان تولیتہم اس کی جزاء محذوف ہے۔ ای فلا ضیر علی لانی ما سألتکم۔ حضرت نوح کے ساتھ اسی مرد تھے یا چالیس مرد اور چالیس عورتیں تھیں۔ واغرقنا الخ غرق کے بعد میں ذکر کرنے میں اشارہ ہے کہ رحمت غضب پر سابق رہتی ہے۔ ایتنا التسع۔ سورۃ اعراف میں ان کا ذکر گزر چکا ہے۔ عصا۔ ید بیضاء۔ قحط سالی۔ طوفان۔ مڈی دل۔ کھٹل۔ مینڈک۔ خون۔ مسخ۔ جس کا ذکر اگلی آیت ربنا اطمس الخ میں آ رہا ہے۔ قال موسیٰ یہاں سے لے کر ولا یفلح الساحرون۔ تک تینوں جملے حضرت موسیٰ کے ہیں۔ اسحر هذا۔ مقولہ محذوف ہے کیونکہ ما قبل اس پر دلالت کر رہا ہے۔ فی الموضعین یعنی اتقولون الخ اور اسحر هذا من قومہ۔ ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ اس سے مراد فرعون کی بیوی آسیہ ہے اور اس کا وزیر خزائنہ اور اس کی بیوی اور اس کی ایک خادمہ ہیں جو ایمان لا چکے تھے۔

علی اللہ تو کلنا۔ توکل کی برکت سے انہیں دشمن سے نجات مل گئی۔ جس سے معلوم ہوا کہ توکل اگر ہو تو خالص ہونا چاہیے۔ بمصر اس کا تعلق تبوء سے بھی ہو سکتا ہے یا اس کی ضمیر سے حال ہو یا بیوت سے حال ہو یا القوم مکما سے حال ہو۔ واجعلوا بیوتکم۔ یعنی رہائشی مکانات کو نماز گاہ بناؤ اور قبلہ سے مراد خانہ کعبہ ہے یا بیت المقدس۔ جس طرح ابتداء میں

مسلمانوں کو نماز روزہ کی ممانعت رہی ہے یہی حال قوم موسیٰ کا تھا۔ ربنا اطمس۔ سب سے بڑا بت اللہ کے راستہ میں چونکہ مال دینا ہے اس لئے اسی کو پہلے ذکر کیا۔ مجاہد کی رائے ہے کہ اللہ نے اس مال کو بالکل ہلاک کر دیا تھا اور اکثر مفسرین مسخ مانتے ہیں اور قتادہ کہتے ہیں کہ ان کا مال پتھروں کی شکل میں تبدیل ہو گیا۔ محمد بن کعب قرظی کہتے ہیں کہ ان کی صورتیں پتھروں میں مل گئی تھیں۔ لیکن یہ رائے اس لئے کمزور ہے کہ حضرت موسیٰ نے مال کے مسخ کی بددعا کی تھی نہ کہ ان کی ذوات کے بارے میں۔ وامن ہارون مفسر محقق قد اجبت دعو تکما الخ سے تنبیوں کی تاویل کر رہے ہیں۔ اس سے آمین کا دعا ہونا بھی معلوم ہوا اور چونکہ دعا میں اخفاء اولیٰ ہے اس لئے آمین میں بھی اخفاء ہونا چاہیے۔ جہر نہیں ہونا چاہیے۔ دعا کی اجابت تو ہوئی مگر چالیس سال بعد جیسا کہ روی انہ مکث الخ سے معلوم ہوتا ہے۔

ودس۔ امام رازی اور زختری اس کو ضعیف بلکہ غلط قرار دے رہے ہیں۔ کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ جبریل اسلام لانے سے روک رہے تھے۔ لیکن چونکہ یہ ایمان یا س تھا۔ جس کا اعتبار نہیں۔ اس لئے تذلیل کے لئے جبریل نے خدائی کا دعویٰ کرنے والے فرعون کے منہ میں آ کر کچھ ٹھونس دی ہو۔ اور وہ بھی بحکم الہی جس کے بارے میں لا یسئل عما یفعل فرمایا گیا ہے۔ پس اب کوئی اشکال نہیں ہونا چاہیے۔ جب کہ جس میں بغض فی اللہ کا بھی اظہار ہو رہا ہے۔

ننجیت چونکہ ہلاک ہونے کے بعد نجات کے حقیقی معنی نہیں بنتے۔ اس لئے مفسر علام مجاز پر محمول کر رہے ہیں۔ بدنک بعض نے اس کے معنی برہنہ بدن کے لئے ہیں اور بعض نے ذرہ کے معنی لئے ہیں اور بامصاحبت کی لی ہے۔ خلفک اس کے معنی اگر بعد کے ہیں تب بھی ظرف زمان ہوگا اور سوا کے معنی اگر لئے جائیں تو ظرف مکان ہوگا۔ فاخرج لہ چنانچہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد سے پانی کسی مردہ جسم کو قبول نہیں کرتا فوراً اوپر پھینک دیتا ہے۔

رابط آیات:..... پچھلے مضامین کی تائید کے لئے آیت واتل الخ سے چند قصے بیان کئے جا رہے ہیں جس میں توحید و رسالت کی تائید بھی مقصود ہے اور تکذیب کرنے والوں کی تہدید و وعید بھی نوح علیہ السلام کے واقعہ کے بعد موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے قصہ کی تفصیلات پیش کی جا رہی ہیں۔

﴿تشریح﴾:..... صداقت انبیاء کی وزنی دلیل:..... آیت واتل علیہم الخ سے انبیاء کرام کی صداقت کی ایک بہت بڑی دلیل واضح ہو جاتی ہے۔ یعنی وہ ”یقین کامل“ اللہ کے رسول سچے ہونے کا اپنے اندر رکھتے ہیں۔ چنانچہ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو لگا کر دیا کہ اگر تم پر میری دعوت و نصیحت گراں گزرتی ہے اور مجھے جھوٹا سمجھتے ہو تو جو کچھ بھی تم میرے خلاف کر سکتے ہو زیادہ سے زیادہ کوشش اور زیادہ سے زیادہ اہتمام کے ساتھ کر گزرو۔ تم سب جمع ہو، آپس میں مشورے کرو، بہتر سے بہتر تدبیریں جو میرے مٹانے کے لئے سوچی جاسکتی ہیں سوچ لو۔ معاملہ کا کوئی پہلو ایسا نہ رہ جائے۔ جس کا پہلے سے بندوبست نہ کر لیا ہو۔ پھر پورے عزم کے ساتھ اٹھ کھڑے ہو اور اپنی حد تک ذرا بھی مہلت نہ دو۔ پھر یہ سب کچھ کر کے دیکھ لو۔ تم مجھے اور میری دعوت کو مٹا سکتے ہو یا نہیں۔ کیا ممکن ہے کہ محض بناوٹ اور افتراء پردازی سے ایسا یقین ابل سکے؟ کیا ممکن ہے کہ ایک فرد پوری قوم کو اسی طرح مقابلہ کا چیلنج دے اور اس کے دل میں ذرا بھی کھٹک موجود ہو کہ اپنے بیان میں سچا نہیں؟

حضرت نوح کی نبوت آنحضرت ﷺ کی طرح عام نہیں تھی:..... طوفان نوح کے عام ہونے سے

بعض لوگوں کو یہ شبہ ہو گیا کہ جب سارا عالم تباہ ہو چکا تھا اور صرف چند ہی آدمی بچے تھے۔ جو اس وقت عالم میں موجود تھے اور ان ہی کو نوح علیہ السلام نے دعوت پیش کی۔ یا انہوں نے آپ کی دعوت قبول کی۔ بہر صورت اس سے حضرت نوح کی عموم بعثت و دعوت ثابت ہوتی ہے۔ حالانکہ عموم بعثت خصائص محمدیہ میں سے ہے۔ یعنی اور انبیاء خاص اوقات اور خاص مقامات کی طرف نبی بنائے گئے۔ لیکن آنحضرت ﷺ زمانا اور مکانا عام نبی ہیں؟ جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی خصوصیت وہ عموم بعثت ہے کہ مختلف قومیں اور امتیں موجود ہوں اور آپ سب کے نبی ہوں۔ یہ خصوصیت بلاشبہ آپ کی محفوظ ہے برخلاف حضرت نوح کے وہاں مختلف قوموں کا وجود ہی کہاں رہا تھا۔ کہ عموم دعوت ثابت ہو۔ بلکہ جو چند اشخاص موجود تھے ان ہی کے اعتبار سے عموم کہہ لیا جائے تو دوسری بات ہے۔ کلام یہ ہے کہ جو صورت عموم کی تھی وہ خصائص محمدیہ میں سے نہیں اور جو عموم خصائص میں سے ہے وہ پایا ہی نہیں گیا۔

دعوت کے تین پہلو:..... اس کے بعد حضرت موسیٰ کی دعوت کا ذکر ہے۔ حضرت نوح اور حضرت موسیٰ کے حالات میں صرف ان ہی پہلوؤں پر زور دیا گیا ہے۔ جو سورت کی موعظت سے تعلق رکھتے ہیں مثلاً (۱) اللہ پر جھوٹ باندھنے والا اور اللہ کے سچے رسول کا مقابلہ کرنے والا کبھی فلاح نہیں پاسکتا (۲) ہدایت ایسی چیز نہیں ہے کہ زبردستی کسی کو پلا دو۔ جو ماننے والے نہیں وہ کبھی نہیں مانیں گے۔ خواہ کتنی ہی نشانیاں دکھلا دو۔ ہمیشہ ایسا ہی ہوا ہے اور اب بھی ایسا ہی ہوگا (۳) حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ تم حق کی نشانیوں کو جادو کہتے ہو۔ حالانکہ جادو گر کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جادو انسان کی بناوٹ اور شعبہ بازی ہے اور ایک انسان اپنی جادوگری، شعبہ بازی اور کرتبوں میں کتنا ہی ہوشیار ہو لیکن حق کے مقابلہ میں کبھی ٹک نہیں سکتا۔

نبی کے مقابلہ میں یا خود نبی بننے میں جادو گر کامیاب نہیں ہو سکتا:..... آیت لا یفلح الساحرون اور لا یصلح عمل المفسدین میں مطلق جادو گر اور مفسد مراد نہیں بلکہ جھوٹا دعوت نبوت کرنے والا جادو گر اور نبی کا مقابلہ کرنے والا مفسد مراد ہے کہ یہ لوگ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اس لئے اب یہ شبہ نہیں رہا کہ بعض جادو گر اور مفسد تو اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتے ہیں؟ پھر آیت میں کیسے انکار کیا گیا ہے؟ الحق حق کے معنی ثبوت اور قیام کے ہیں کہ جو بات اٹل اور امنٹ ہو اور باطل اس کی ضد کو کہتے ہیں یعنی جو بات مٹ جانے والی اور باقی نہ رہنے والی ہو۔ پس قرآن نے سچائی کو حق سے اور انکار کو باطل سے تعبیر کر کے یہ واضح کر دیا ہے کہ سچائی کا خاصہ ثبوت و قیام ہے اور باطل کے لئے نہ ٹک سکتا اور مٹ جانا ہے۔ جا بجا قرآن کریم میں اسی طرح کی تعبیرات ملتی ہیں کہ خدا حق کو حق کر دے گا اور باطل کو باطل۔ یعنی حق ثابت و قائم رہ کر اپنی حقانیت آشکارا کر دے گا اور باطل نابود ہو کر اپنے باطل ہونے کا ثبوت دے گا۔

حضرت موسیٰ پر ایمان لانے والے کون تھے:..... من قومہ کی ضمیر جلال محقق نے تو فرعون کی طرف لوٹائی ہے۔ یعنی فرعون کی قوم کے کچھ لوگ خوف کی وجہ سے درپردہ ایمان لائے۔ لیکن بعض حضرات اس کی ضمیر خود حضرت موسیٰ کی طرف لوٹاتے ہیں۔ یعنی حضرت موسیٰ کی قوم میں سے بعض لوگ مخفی طریقہ پر ایمان لائے۔ اس پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ بنی اسرائیل تو سب ہی فرعون کے ہاتھوں بتائے مصائب تھے۔ جس کی وجہ سے کوئی بھی حضرت موسیٰ کا مخالف نہ تھا۔ پھر چند آدمیوں کے اور وہ بھی پوشیدہ طریقہ سے ایمان لانے کے کیا معنی؟ اور پھر اپنے سرداروں سے ان کے ڈرنے کا کیا مطلب؟ درانحالیکہ سیر کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جب مصر سے چلے تو لاکھوں کی تعداد میں تھے؟ جواب یہ ہے کہ مخالف نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ایمان ہی لے آئیں۔

یہ خیال کیا ہوگا کہ ابھی سے کون مسلمان ہو کر پریشانی مول لے۔ جب وقت آئے گا دیکھا جائے گا۔ لیکن جو لوگ واقعی سچے طالب تھے انہوں نے ان سب نفسانی مصلحتوں کو نظر انداز کر دیا اور ایمان لے آئے۔ اگرچہ اس کا اعلان و اظہار نہیں کیا اور حکام سے مراد قبیلے ہیں کہ اس وقت وہی لوگ برسرِ اقتدار تھے۔ ادنیٰ تلبس کی وجہ سے سردار ہونے کی نسبت ان کی طرف کردی اور ابتداء یہ تعداد تھوڑی رہی ہوگی۔ بعد میں جوں جوں ہمت بندھتی گئی تعداد بڑھتی رہی چنانچہ مدارک میں اول الامر کی تصریح ہے۔

کسی نئی بات کے ماننے کی امید جوانوں سے جتنی ہوتی ہے بوڑھوں سے نہیں ہوتی:..... تاہم ذریعہ کے معنی کم سن اولاد کے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب کبھی مقاصد و عزائم کی راہ میں شدائد و مشکلات کا سامنا ہوتا ہے تو قوم کے بڑے بوڑھوں سے بہت کم امید کی جاسکتی ہے۔ زیادہ تر نئی نسل کے نوجوان ہی آگے بڑھتے ہیں۔ کیوں کہ بڑے بوڑھوں کی ساری زندگیاں ظلم و فساد کی آب و ہوا میں بسر ہو چکی ہیں اور محکومی کی حالت میں رہتے رہتے عافیت کوشی کے عادی ہو جاتے ہیں۔ البتہ نوجوانوں میں نیا دماغ ہوتا ہے، نیا خون ہوتا ہے، نئی امنگیں ہوتی ہیں، انہیں شدائد و مصائب کا خوف مرعوب نہیں کر سکتا اس لئے اول وہی قدم اٹھاتے ہیں۔ پھر تمام قوم ان کے پیچھے چلنے لگتی ہے۔ مصر میں حضرت موسیٰ کو ایسی ہی صورت پیش آئی۔ فرعون کے قہر و ظلم نے بنی اسرائیل کے بڑے بوڑھوں کی ہمتیں سلب کر دی تھیں۔ وہ شکر گزار ہونے کی جگہ الٹی شکایتیں کرتے۔ لیکن نوجوانوں کا یہ حال نہ تھا۔ ان میں ایک گروہ نکل آیا جس نے حضرت موسیٰ کے احکام کی تعمیل کی۔

توکل اور مکان اور مسجد بنانے کا مطلب:..... توکل کا مطلب یہ ہے کہ مخلوق کی طرف لالچ یا خوف کی نظر نہ رہے۔ اس لئے یہ توکل دعا کے خلاف نہیں بلکہ دونوں جمع ہو سکتے ہیں اور ان تبوا القوم کما بیوتا کا یہ مطلب نہیں کہ اب تازہ مکان بناؤ۔ تاکہ یہ اشکال ہو کہ مکانات تو پہلے سے بنے ہوئے تھے۔ پھر بنانے کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟ بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان مکانات کو دشمنوں کے حوالہ کر کے چھوڑ دمت۔ اپنے ہی پاس برقرار رہنے دو اور واجعلوا بیوتکم قبلۃ کا حاصل یہ ہے کہ کچھلی امتوں میں چونکہ مساجد کے علاوہ اور جگہ نماز نہیں ہوتی تھی۔ لیکن خطرات کے موقع پر حضرت موسیٰ کی قوم کو گھروں کے اندر نماز پڑھنے کی اجازت دینی گئی۔ جیسا کہ ابتداء اسلام میں خود مسلمانوں کا مکہ کی سرزمین پر یہی حال تھا۔ تاہم اجازت میں اس توسع کے ساتھ یہ تنگی بھی تھی کہ گھروں میں بھی ایک جگہ متعین کرنی پڑتی تھی۔ یہ نہیں کہ جہاں جی چاہا، نماز پڑھ لی۔ البتہ امت محمدیہ کی یہ خصوصیت ہے کہ ان کے لئے اس توسع میں توسع مکان بھی ہے جہاں چاہوں نماز پڑھ سکتے ہو جعلت لی الارض کلہا مسجدا و طہورا ارشاد نبوی ہے۔

مسجد البیت:..... آیت میں جس طرح قوم موسیٰ کے لئے بحالت خوف ”مسجد البیت“ بنانے کی اجازت دی گئی ہے۔ شرائع سابقہ کی حجیت کے اصول پر بوقت خوف ہمارے لئے بھی مسجد البیت کا جواز و استحباب معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ اس کا حکم عام مساجد کی طرح نہیں ہوگا۔ چنانچہ اس کی چھت پر جماع، پیشاب، پاخانہ کرنا جائز ہوگا عام مساجد کی چھتوں پر اس کی اجازت نہیں۔ جیسا کہ صاحب ہدایہ نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ بہر حال گھروں میں کسی جگہ کو مخصوص کرنا اور اس میں نوافل وغیرہ پڑھنا مستحب ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور تمام سلف کا یہی طریقہ رہا ہے کہ علاوہ فرائض کے عام طور پر نوافل۔ سنن مؤکدہ اور غیر مؤکدہ، بالخصوص سنت فجر، وتر، بالخصوص شب جمعہ کے وتر اس مسجد البیت میں ادا کرتے رہے ہیں۔

قبولیت دعا کا اثر:..... موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو اقيموا الصلوة کا حکم استعينوا بالصبر والصلوة کے طریقہ پر ہے اور گویا یہ تفصیل ہے۔ قال موسیٰ لقومه استعينوا بالله واصبروا کی اور ان سب احکام میں دعا کی قبولیت کا اثر نمایاں ہو رہا ہے۔ کیونکہ مکانات پر قہر کرنے کے حکم سے تو سفر کی تشویش سے بچا لیا اور گھروں میں نماز کی اجازت دینے سے نمازوں کے لئے باہر نکل کر اپنا ایمان ظاہر کرنے سے بچا لیا۔ اور نماز کا حکم دے کر نجات کی تدبیر بتلا دی اور بششیر میں نجات کی بشارت سنادی۔ غرضیکہ ان سب باتوں میں دعا کی قبولیت کا اثر ظاہر ہے۔

بددعا:..... آیت ربنا اطمس الخ سے یہ شبہ نہ کیا جائے کہ نبی کا آنا تو ہدایت کے لئے ہوتا ہے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام ہدایت نہ ملنے کی بددعا کیسے کر رہے ہیں؟ جواب یہ ہے کہ نبی کا ہدایت کے لئے آنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو دین کا راستہ دکھلائے اور بتلائے اور اس کی طرف بلائے۔ سو یہ تو بددعا کے بعد بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کرتے رہے۔ اس میں اور بددعا میں منافات نہیں ہے۔

رہا بددعا کا معاملہ۔ سواصل مقصد گمراہی کی بددعا کرنا نہیں ہے۔ بلکہ یقینی طریقہ پر وحی کے ذریعہ یہ معلوم ہونے کے بعد کہ یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔ ان کے لئے ہلاکت و تباہی کی بددعا کرنا ہے اور واسعہ دد علی قلوبہم سے قلبی قساوت خود مقصود نہیں۔ بلکہ تباہی کا پیش خیمہ ہونے کی وجہ سے مقصود بالعرض ہے اور اس میں عین موافقت ہے قضاء الہی کی۔ جو حضرت موسیٰ پر بذریعہ کشف عیاں ہو گئی ہوگی۔ اس لئے اس میں بھی کوئی اشکال نہیں۔ البتہ مال و دولت اور دنیا کی فراوانی کا سبب گمراہی ہونا۔ سو جب اللہ تعالیٰ حکیم مطلق ہیں اور حکیم کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ اس لئے اس میں بھی کوئی شبہ نہیں ہونا چاہیے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس حکمت کی تعین ہم نہ کر سکیں۔

فرعون کا ایمان لانا:..... فرعون کے ساتھ جبریل کی اس کارروائی پر لباب کو یہ اشکال ہے کہ غرغہ کی اس حالت میں فرعون دو حال سے خالی نہیں۔ مکلف تھا یا نہیں۔ پہلی صورت میں جبریل کو روکنا کیسے جائز تھا۔ بلکہ انہیں اور اعانت کرنی چاہیے تھی اور بالفرض انہوں نے روک بھی دیا تو اس نے دل سے توبہ کر لی ہوگی جو گونگے کی توبہ کی طرح معتبر ہونی چاہیے تھی اور دوسری صورت میں جبریل کا روکنا بے فائدہ ہے؟ جلال محقق اسی شبہ کا دفعیہ کر رہے ہیں کہ بغض فی اللہ کی وجہ سے جبریل نے یہ کارروائی کی ہے اور چونکہ یہ ایمان یاس کی حالت میں تھا۔ جب کہ آخرت کا معائنہ ہونے لگتا ہے۔ اس لئے اس کا اعتبار نہیں جیسا کہ آیت فلم یلک ینفعہم ایمانہم لما راؤ باسنا سے معلوم ہوتا ہے اور جس رحمت کا خطرہ حضرت جبریل کو ہو رہا تھا۔ اس سے مراد دنیاوی رحمت ہے۔ کیونکہ شرعاً ایمان معتبر نہ ہونے کی وجہ سے اخروی رحمت کا تو کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ البتہ انہیں یہ خطرہ ہوا کہ کہیں منافقین کی طرح یہ بھی دنیاوی رحمت سے فائدہ نہ اٹھالے جائے۔ اس کے منہ میں کیچڑ ٹھونس دی۔ چنانچہ آخرت میں منافقین کا ایمان معتبر نہیں۔ تاہم ظاہری کلمہ پڑھنے سے دنیا میں اس کی جان و مال محفوظ ہو جاتے ہیں۔ تو کہیں ایسا نہ ہو کہ الفاظ کی بدولت یہ دشمن خدا بھی غرق سے نہ بچ جائے اور عالم میں فتنہ فساد کا باعث بنے۔ منہ بند کر دیا۔ علامہ آلوسی نے ابن جریر سے اس روایت میں فیغفرلہ کے الفاظ بھی نقل کئے ہیں اس کو دنیاوی معافی پر محمول کیا جائے گا۔ یعنی جس طرح حقیقی اسلام سے حقیقہ پچھلے تمام گناہوں کی معافی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ظاہری ایمان سے صورت معافی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اس کے بعد دنیاوی احکام میں پہلے کفریات کا انتقام نہیں لیا جاتا۔

اور شیخ محی الدین ابن عربیؒ سے جو فرعون کے ایمان کی صحت منقول ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ بعد میں کسی شخص نے اپنی طرف سے ان کی تصنیف میں الحاق کر دیا ہوگا۔ جیسا کہ بہت سے اکابر کی کتابوں کے ساتھ مخالفین نے اسی قسم کی کارروائی کی ہے۔ چنانچہ البیواقیت والجو اھر میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

فرعون کی نجات:..... فرعون کی لاش بچالینے اور پانی پر تیر آنے کو مجازاً تمسخر کے طور پر نجات سے تعبیر فرما دیا ہے کہ تجھے ایسی نجات مل رہی ہے جو تیرے لئے مزید رسوائی کا باعث ہوگی۔ گویا اس طرح اس کی تشہیر کر کے اس کے دعویٰ خدایت میں ذلت کی آخری کیل ٹھوک دی گئی ہے۔

اور جلال محققؒ نے ابن عباسؓ کی روایت پیش کر کے ایک مطلب یہ بھی بتلادیا کہ فرعون کی انتہائی عظمت و ہیبت کی وجہ سے بعض لوگوں کو اس کے غرق ہونے میں شبہ تھا جو اس معائنہ سے دور ہو گیا۔

لیکن اگر دقت نظر سے کام لیا جائے تو یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ قدیم مصریوں میں حنوط کرنے اور حمیائے کا طریقہ رائج تھا۔ بادشاہوں اور امیروں کی نعشیں ایک خاص قسم کا مصالحہ لگا کر ایک عرصہ تک کے لئے محفوظ کر دی جاتی تھیں۔ چنانچہ اٹھارہویں صدی عیسوی سے لے کر اب تک بے شمار نعشیں مصر میں نکل چکی ہیں اور دنیا کا کوئی عجائب خانہ نہیں جن کے حصہ میں دو چار نعشیں نہ آئی ہوں۔ پس اب آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ تو اب موت سے تو نہیں بچ سکتا۔ لیکن تیرا جسم سمندر کی موجوں سے بچالیا جائے گا۔ تاکہ حسب معمول وہ محی کر کے رکھا جائے اور آنے والی نسلوں کے لئے عبرت و نصیحت کا سامان ہو۔ اگر مصریات کے بعض علماء کی یہ تحقیق درست ہے کہ یہ فرعون المسیس ثانی تھا۔ تو اس کا بدن آج تک نہیں مٹا۔ کیونکہ اس کی ”محی“ نکل آئی اور قاهرہ کے دارالآثار (عجائب گھر) میں صحیح سالم محفوظ ہے۔

لطائف آیات:..... آیت کذلک نطبع الخ میں فساد استعداد کو لفظ ”طبع“ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ آیت ولا یفلح الساحرون پر مشائخ بابل کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے۔ آیت ربنا لا تجعلنا الخ سے یہ سمجھنا کہ دعا توکل کے خلاف ہے۔ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ توکل کا حاصل ترک اسباب نہیں کہ وہ تعطل ہوتا ہے۔ بلکہ اسباب کی بجائے اسباب پیدا کرنے والے پر نظر رکھنا توکل ہے۔ پس اس اعتقاد کے ساتھ اگر اسباب بھی اختیار کر لئے جائیں تو کیا حرج ہے۔ پس غیر مادی اسباب کے ساتھ جن میں دعاء بھی داخل ہے بدرجہ اولیٰ توکل باقی رہے گا۔

وَلَقَدْ بَوَّأْنَا ابْنَ إِسْرَءِیْلَ مُبَوَّأَ صَدَقٍ مِّنْزِلٍ کَرَامَةٍ وَهُوَ الشَّامُ وَمِصْرُ وَرَزَقْنَاهُمْ مِّنَ الطَّيِّبِ

فَمَا اخْتَلَفُوا بِأَنْ أَمِنْ بَعْضٌ وَكَفَرَ بَعْضٌ حَتَّى جَاءَهُمُ الْعِلْمُ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ
فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿۹۳﴾ مِنْ أَمْرِ الدِّينِ بِإِنْجَاءِ الْمُؤْمِنِينَ وَتَعَذِيبِ الْكَافِرِينَ فَإِنْ كُنْتَ يَا مُحَمَّدُ
فِي شَكٍّ مِمَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ مِنَ الْقَصَصِ فَرَضًا فَسْئَلِ الَّذِينَ يَقْرَأُونَ الْكِتَابَ التَّوْرَةَ مِنْ قَبْلِكَ
فَإِنَّهُ ثَابِتٌ عِنْدَهُمْ يُخْبِرُونَكَ بِصِدْقِهِ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا أَشْكُ وَلَا أَسْأَلُ لَقَدْ جَاءَكَ الْحَقُّ
مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿۹۴﴾ الشَّاكِكِينَ فِيهِ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الَّذِينَ كَذَبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ
فَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿۹۵﴾ إِنَّ الَّذِينَ حَقَّتْ وَجَبَتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَةُ رَبِّكَ بِالْعَذَابِ لَا
يُؤْمِنُونَ ﴿۹۶﴾ وَلَوْ جَاءَ تَهُمْ كُلُّ آيَةٍ حَتَّى يَرَوْا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ﴿۹۷﴾ فَلَا يَنْفَعُهُمْ حِينُودٌ فَلَوْلَا فَهَلَا
كَانَتْ قَرْيَةً أُرِيدَ أَهْلُهَا أَمْنٌ قَبْلَ نُزُولِ الْعَذَابِ بِهَا فَانْفَعَهَا إِيْمَانُهَا إِلَّا لَكِنَّ قَوْمَ يُونُسَ لَمَّا آمَنُوا
عِنْدَ رُؤْيَا أَمَارَاتِ الْعَذَابِ الْمُوعُودِ وَلَمْ يُؤَخَّرُوا إِلَى حُلُولِهِ كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ
الدُّنْيَا وَنَجَّيْنَاهُمْ إِلَى حَيٍّ ﴿۹۸﴾ انْقِضَاءِ أَجَالِهِمْ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَأَمَنَّ مِنَ فِي الْأَرْضِ كُلَّهُمْ
جَمِيعًا أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ بِمَا لَمْ يَشَأَ اللَّهُ مِنْهُمْ حَتَّى يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ﴿۹۹﴾ لَا وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ
تُؤْمِنَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ بِإِرَادَتِهِ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ الْعَذَابَ عَلَى الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ﴿۱۰۰﴾ يَتَدَبَّرُونَ آيَاتِ اللَّهِ
قُلْ لِكُفَّارِ مَكَّةَ انظُرُوا مَاذَا آتَى الدِّي فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مِنَ الْآيَاتِ الدَّالَّةِ عَلَى وَحْدَانِيَةِ اللَّهِ
تَعَالَى وَمَا تَغْنِي الْآيَاتُ وَالنُّذُرُ جَمْعُ نَذِيرٍ آتَى الرُّسُلَ عَنْ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۱۰۱﴾ فِي عِلْمِ اللَّهِ آيٌ مَا
تَنْفَعُهُمْ فَهَلْ مَا يَنْتَظِرُونَ بِتَكْذِيبِكَ إِلَّا مِثْلَ أَيَّامِ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْأُمَمِ آيٌ مِثْلَ وَقَائِعِهِمْ
مِنَ الْعَذَابِ قُلْ فَانْتَظِرُوا ذَلِكَ إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ ﴿۱۰۲﴾ ثُمَّ نُنَجِّي الْمُضَارِعَ لِحِكَايَةِ الْحَالِ
الْمَاضِيَةِ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْعَذَابِ كَذَلِكَ الْإِنْجَاءُ حَقًّا عَلَيْنَا نُنَجِّ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۰۳﴾ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ حِينَ تَعَذِيبُ الْمُشْرِكِينَ قُلْ يَأَيُّهَا النَّاسُ آيٌ أَهْلَ مَكَّةَ إِنْ كُنْتُمْ فِي
شَكٍّ مِّنْ دِينِي أَنَّهُ حَقٌّ فَلَا أَعْبُدُ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ آيٌ غَيْرِهِ وَهُوَ الْأَصْنَامُ لِشَكِّكُمْ فِيهِ
وَلَكِنْ أَعْبُدُ اللَّهَ الَّذِي يَتَوَفَّكُم بِقَبْضِ أَرْوَاحِكُمْ وَأَمِرْتُ أَنْ آيٌ بِأَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۰۴﴾
وَقِيلَ لِي أَنْ أَقِمَّ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا مَّا بِلَا إِلَهِ وَلا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۰۵﴾ وَلَا تَدْعُ تَعْبُدُ
مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ إِنْ عِبَدْتَهُ وَلا يَضُرُّكَ إِنْ لَمْ تَعْبُدْهُ فَإِنْ فَعَلْتَ ذَلِكَ فَرَضًا فَإِنَّكَ إِذَا

مَنْ الظَّالِمِينَ ﴿۱۰۶﴾ وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ كَفَّيْرٍ وَمَرَضٍ فَلَا كَاشِفَ رَافِعٍ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ دَافِعٍ لِفَضْلِهِ الَّذِي أَرَادَكَ بِهِ يُصِيبُ بِهِ أَى بِالْخَيْرِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ يَأَيُّهَا النَّاسُ أَى أَهْلَ مَكَّةَ قَدْ جَاءَكُمْ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنِ اهْتَدَى فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ لَآ ثَوَابٌ لِهْتِدَائِهِ لَهُ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا لَآ وَبَالَ ضَلَالِهِ عَلَيْهَا وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ ﴿۱۰۸﴾ فَأَجْبِرْكُمْ عَلَى الْهُدَى وَاتَّبِعْ مَا يُوحَى إِلَيْكَ وَاصْبِرْ عَلَى الدَّعْوَةِ وَآذَاهُمْ حَتَّى يَحْكُمَ اللَّهُ فِيهِمْ بِأَمْرِهِ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ﴿۱۰۹﴾ أَعَدَّلْتُمْ وَقَدْ صَبَرَ حَتَّى حَكَمَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ عِ

بِالْقِتَالِ وَأَهْلَ الْكِتَابِ بِالْحِزْبَةِ

ترجمہ: اور ہم نے بنی اسرائیل کو بنسے کے لئے بہت اچھا ٹھکانا دیا (عزت کا مقام اور وہ شام و مصر کا خطہ ہے) اور پاکیزہ چیزوں سے ان کی روزی کا سامان کر دیا تھا۔ پھر جب کبھی انہوں نے اختلاف کیا (کہ بعض ایمان لائے اور بعض نے کفر اختیار کیا) تو علم کی روشنی ضرور ان پر نمودار ہوگئی۔ قیامت کے دن تمہارا پروردگار ان کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کر دے گا جن میں باہم اختلاف کرتے رہے ہیں (یعنی دین کی بات کہ مؤمنین کی نجات ہوگی اور کافروں کو عذاب) اور اگر آپ کو (اے محمدؐ) اس بات میں کسی طرح کا شک ہو جو ہم نے آپ پر (قصے) اتارے ہیں (بالفرض) تو آپ ان لوگوں سے پوچھ دیکھئے جو آپ سے پہلے کتاب (تورات) پڑھتے ہیں (کیونکہ یہ واقعات ان کے یہاں ثابت ہیں۔ ان کے سچ ہونے کی آپ کو یہ اطلاع دیں گے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ نہ مجھے شک ہے اور نہ مجھے پوچھنے کی ضرورت) کہ یقیناً سچائی ہے جو آپ کے پروردگار کی طرف سے آپ پر اتری ہے آپ ہرگز شک (شبہ) کرنے والوں میں سے نہ ہونے اور نہ ان لوگوں میں سے جنہوں نے اللہ کی نشانیاں جھٹلائیں اور نتیجہ یہ نکلا کہ نامراد ہوئے۔ جن لوگوں پر آپ کے پروردگار کا فرمان (عذاب) صادق آگیا (ثابت ہو گیا) ہے وہ کبھی ایمان نہیں لائیں گے۔ اگر ساری نشانیاں بھی ان کے سامنے آجائیں۔ جب بھی نہ مانیں۔ یہاں تک کہ دردناک عذاب اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں (مگر اس وقت ایمان لانا فائدہ مند نہیں رہے گا) پھر کیوں نہ کوئی بستی (مراد اہل بستی ہیں) ایسی نکلی کہ یقین کر لیتی (اس پر عذاب نازل ہونے سے پہلے) اور ایمان کی برکتوں سے فائدہ اٹھاتی بجز قوم یونس کے۔ جب یہ لوگ ایمان لے آئے (مقررہ عذاب کی علامات دیکھتے ہی اور عذاب اترنے کا انتظار انہوں نے نہیں کیا) تو ہم نے رسوائی کا وہ عذاب ان پر سے ٹال دیا جو دنیا کی زندگی میں پیش آنے والا تھا اور ایک خاص مدت تک سر و سامان زندگی سے بہرہ مند ہونے کی مہلت دے دی (پیاناہ عمر لبریز ہونے تک) اور اگر آپ کا پروردگار چاہتا تو جتنے آدمی روئے زمین پر ہیں سب کے سب ایمان لے آتے۔ سو کیا آپ ان پر زبردستی کر سکتے ہیں (جب کہ اللہ ان سے نہ چاہے) کہ وہ ایمان ہی لے آویں (ہرگز نہیں) حالانکہ کسی کا ایمان لانا اللہ کے حکم (ارادہ) کے بغیر اس کے اختیار میں نہیں۔ اور اللہ (عذاب کی) گندگی میں چھوڑ دیتا ہے جو عقل سے کام نہیں لیتے (اللہ کی نشانیاں میں غور نہیں کرتے) آپ (کفار مکہ سے) کہیں کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے (وہ نشانیاں جو اللہ کی یکتائی پر دلالت کرنے والی ہیں) ان سب پر نظر ڈالو۔ لیکن جو لوگ (علم الہی میں) ایمان لائے انہیں ہوتے ان کے لئے نہ تو نشانیاں ہی کچھ سودمند ہوتی ہیں اور نہ دھمکیاں (نذر جمع نذیر کی مراد رسول ہے) ہی فائدہ پہنچاتی

ہیں (انہیں کوئی نفع نہیں ہوتا) پھر اگر یہ لوگ (آپ کو جھٹلا کر) صرف ان لوگوں کے سے واقعات کا انتظار کر رہے ہیں جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں (پچھلی امتوں میں۔ یعنی جیسے ان پر عذاب واقع ہوا ہے) تو کہہ دو: اچھا (اس کا) انتظار کرو۔ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔ پھر ہم بچا لیتے تھے (یہ مضارع ہے حال ماضی کی حکایت کے لئے) اپنے رسولوں کو اور ایمان والوں کو (عذاب سے) اسی طرح ہم نے اپنے اوپر ضروری ٹھہرایا ہے کہ سب ایمان والوں کو بچا لیا کریں (نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب کو مشرکین نے تکلیفیں پہنچائیں) آپ کہہ دیجئے۔ اے لوگوں! (مکہ والوں) اگر تم میرے دین کے بارے میں کسی طرح کے شبہ میں ہو (کہ آیا وہ حق ہے) تو اللہ کے سوا جن ہستیوں کی تم بندگی کرتے ہو میں ان کی بندگی نہیں کرتا (یعنی غیر اللہ بتوں کی۔ کیونکہ تمہیں اس میں شک ہے) میں تو اللہ کی بندگی کرتا ہوں جو تمہاری جان قبض کرتا ہے (تمہاری روح نکال کر) اور مجھے اس کی طرف سے حکم دیا گیا ہے کہ ایمان لانے والوں کے زمرہ میں رہوں اور (مجھے یہ حکم بھی دیا گیا ہے) میں اپنا رخ اللہ کے دین کی طرف کر لوں ہر طرف سے ہٹ کر (اس کی طرف مائل ہو جاؤں) اور ایسا ہرگز نہ کیجیو کہ شرک کرنے والوں میں سے ہو جاؤ اور اللہ کے سوا کسی کو نہ پکارو (عبادت مت کرو) کہ وہ تمہیں فائدہ نہیں پہنچا سکتا (اگر تم اس کی بندگی بھی کرو) اور نقصان بھی نہیں پہنچا سکتا (اگر تم اس کی بندگی نہ کرو) اگر تم نے ایسا کیا (بالفرض) تو یقیناً پھر تم بھی ظلم کرنے والوں میں گئے جاؤ گے اور اللہ کے حکم سے تمہیں کوئی دکھ پہنچے (جیسے فاقہ یا بیماری) تو جان لو کہ اسے دور کرنے والا بجز اس کے کوئی نہیں اور اگر وہ تمہیں کوئی بھلائی پہنچانی چاہے تو کوئی اس کے فضل کو روکنے والا نہیں (سو تمہارے متعلق اس نے طے کر لیا ہے) وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے اپنا فضل مبذول فرمادے وہ بڑی مغفرت، بڑی رحمت والا ہے۔ آپ کہہ دیجئے اے لوگوں! (مکہ والوں) تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس سچائی پہنچ چکی ہے۔ پس جو ہدایت کی راہ اختیار کرے گا تو اپنے ہی بھلے کے لئے کرے گا (کیونکہ ہدایت پانے والے کا ثواب اسی کو ملے گا) اور جو بھٹکے گا تو اس کی گمراہی اس کے آگے آئے گی (کیونکہ اس کی بے راہ روی کا وبال اسی پر پڑے گا) میں تم پر نگران نہیں (کہ تمہیں ہدایت قبول کرنے پر مجبور کر سکوں) آپ پر جو کچھ وحی کی جاتی ہے اس پر چلتے رہیے اور جسے رہیے (اپنی دعوت پر اور ان کی اذیتوں پر) یہاں تک کہ اللہ فیصلہ کر دے (اس کے بارے میں اپنا کوئی حکم بھیج کر) اور وہ فیصلہ کرنے والوں میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے (منصفانہ فیصلہ۔ آنحضرت ﷺ نے صبر سے کام لیا۔ یہاں تک کہ مشرکین سے جہاد کرنے کا اور اہل کتاب پر جزیہ لگانے کا آپ کو حکم ہو گیا)۔

تحقیق و ترکیب:..... فَبِوَاصِدٍ عرب کی عادت یہ ہے کہ جب کسی چیز کی تعریف کی جاتی ہے تو اس کی نسبت صدق کی طرف کی جاتی ہے، رجل صدق، قدم صدق، مہو صدق۔ اسی اعتبار سے کہا جاتا ہے۔ مہو صدق کا مصداق کیا ہے۔ ایک قول میں مصر ہے اور دوسرے قول میں شام، قدس واردان ہیں۔ جو سرسبز و شاداب حصے ہیں۔ مشہور اگرچہ یہی ہے کہ بنی اسرائیل کی دوبارہ واپسی مصر میں نہیں ہوئی۔ فان كنت في شك اس میں بظاہر خطاب آنحضرت ﷺ کو ہے مگر مراد امت ہے یا ہر سننے والے کو عام خطاب ہے۔ بہر حال اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی بات انسان کو معلوم نہ ہو تو اہل علم کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ ما اذا مفسر نے الذی کہہ کر اشارہ کر دیا کہ یہ دو لفظ ہیں ما استفہامیہ بمعنی الذی ہے اور ظرف اس کا صلہ ہے اور بعض نے اس کو ایک ہی لفظ مرکب مانا ہے اسم اشارہ پر استفہام غالب آ گیا ہے۔ ماتنفعہم اشارہ کر دیا کہ ماتغنی میں مانا ہے۔ اگرچہ استفہامیہ بھی ہو سکتا ہے۔ كذلك ای مثل ذلك الانحاء ننحی المؤمنین منکم ونهلك المشركین اور حقا جملہ معترضہ ہے۔ ای حق ذلك علينا حقا۔ فلا عبد گویا یہ میرے دین کا خلاصہ ہے جس میں تمہیں شک ہو رہا ہے۔ لشککم فیہ یعنی تمہیں غیر اللہ کی عبادت پر ابھارنے والی چیز تمہارا شک

ہے میرے دین کی حقانیت کے بارے میں باقی مجھے تو کوئی شبہ نہیں اس لئے میں غیر اللہ کی پرستش بھی نہیں کرتا۔ فان فعلت ذلك فرضاً یہ اس اشکال کا جواب ہے کہ پیغمبر معصوم ہوتا ہے پھر اس سے شرک کیسے ہو سکتا ہے؟ خلاصہً جواب یہ ہے کہ یہ بطور فرض کے کہا جا رہا ہے۔

رابط آیات: آیت فان كنت الخ میں قرآن کی حقانیت سے حقانیت اسلام پر استدلال کیا جا رہا ہے پھر آیت ان الذين الخ سے آپ کو تسلی فرمائی جا رہی ہے کہ ان کی قسمت میں ایمان نہیں ہے۔ اس لئے آپ رنج نہ کیجئے۔ قوم یونس کی طرح اگر ان کی قسمت میں ایمان ہوتا تو یہ بھی ایمان لے آتے اور قوم یونس ہی کی کیا تخصیص ہے اگر سارے جہاں کے مقدر میں ایمان ہو جائے تو سب ہی ایمان لے آئیں۔ مگر مشیت الہی ہی نہیں ہے اس لئے آپ کیوں فکر میں گھلے۔ آیت قل انظروا الخ میں یاس کی حالت میں بھی تکلیفات شرعیہ سے باہر نہ ہونا بیان کیا جا رہا ہے اور عناد کی وجہ سے کفار کا مستحق عذاب ہونا بیان کیا جا رہا ہے۔ اس کے بعد آیت قل يا ايها الناس الخ سے توحید ثابت کی جا رہی ہے جو اسلام کا رکن اعظم ہے۔ پھر يا ايها الناس الخ سے اسلام کی حقانیت ظاہر کر کے اتمام حجت کی جا رہی ہے اور آیت واتبع الخ میں آپ کو تسلی دی جا رہی ہے۔

﴿تشریح﴾: اختلاف کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ نبی کو مان کر اس کے احکام میں جتیں نکالنا اور طرح طرح کے حیلے کرنا کہ یہ اختلاف علی الانبیاء ہے۔ دوسرے یہ کہ بعض انبیاء کو ماننا اور بعض کو نہ ماننا کہ یہ اختلاف مع الانبیاء ہے اور سلف پر انعام، گویا خلف پر بھی انعام ہوتا ہے۔

قرآن میں شبہ اور اہل علم سے پوچھنے کا مطلب: فان كنت الخ میں بظاہر خطاب آپ کو ہے مگر مقصود دوسروں کو خطاب ہے اور مقصود دراصل مبالغہ کرنا ہے کہ جب صاحب وحی کے لئے جو براہ راست اللہ سے علوم حاصل کرتا ہے اہل علم سے دریافت کرنا کافی ہے تو دوسروں کو یہ دریافت کرنا بدرجہ اولیٰ کافی ہونا چاہیئے۔ اسی طرح فلا تکونن۔ ولا تکونن۔ فتکونن میں بھی یہ بتلانا ہے کہ جس ذات گرامی میں شک اور جھٹلانے کا احتمال نہیں جب ان کو بھی روکا جا رہا ہے تو جہاں احتمال ہے بدرجہ اولیٰ روکنا چاہیئے۔ اس لئے آپ نے اپنے بارے میں فرمادیا کہ لا اشک ولا اسال باقی رہی یہ بات کہ صاحب وحی تو اہل علم سے بڑھ کر ہی ہے پھر کیسے کہا جا رہا ہے کہ تم اہل علم سے دریافت کرو؟ جواب یہ ہے کہ اہل علم سے پوچھنے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ متبوع اور مطاع ہیں۔ بلکہ ناقل ہونے کی حیثیت سے ان سے معلوم کرنے کو کہا جا رہا ہے اور وہ نقل صحیح سے حق کی تائید ہی ہوگی جو مقصود ہے۔ رہا یہ شبہ کہ اہل کتاب تو خود آپ کی تکذیب کرتے تھے پھر ان سے پوچھنا کیا معنی؟ جواب یہ ہے کہ ان سے صرف نقل کرانا اور اصل مضمون پڑھ کر سنوانا مقصود ہے۔ پھر اس میں اخفاء نہیں رہ سکتا۔

قوم یونس کا حال: الا قوم یونس الخ میں حضرت یونس کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ ان کا عبرانی نام ”یوناہ“ تھا۔ جو عربی میں ”یونس“ ہو گیا یہ بنی اسرائیل کے نبیوں میں سے ہیں اور عہد عتیق کے نوشتوں میں سے ایک نوشتہ ان کے نام سے بھی ہے۔ اس نوشتہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے نینوا کے لوگوں کو خبردار کیا تھا کہ چالیس روز کے بعد شہر تباہ ہو جائے گا۔ یہ سن کر انہوں نے سرکشی نہیں بلکہ بادشاہ سے لے کر گذریئے تک سب ہی توبہ و استغفار میں لگ گئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ چالیس دن گزر گئے مگر عذاب

نہ آیا۔ یہ اس لئے ہوا کہ انہوں نے بات مان لی تھی اور سرکشی نہیں کی۔ لیکن یہ مہلت ایک خاص مدت تک کے لئے دی گئی تھی۔ حضرت ”یوناہ“ کے بعد ۶۹۰ قبل مسیح ان کا غلبہ و فساد پھر حد سے گزر گیا اور ایک اور اسرائیلی نبی ”ناحوم“ نامی نے انہیں پیش آنے والی تباہی سے خبردار کر دیا۔ اس کے ستر برس بعد اہل بابل نے ان پر حملہ کیا۔ ساتھ ہی دریائے دجلہ میں اس زور کا سیلاب آیا کہ مینوا کی مشہور چہار دیواری جا بجا سے گر گئی اور حملہ آوروں کے لئے کوئی روک باقی نہ رہی۔ چنانچہ آشوری تمدن کا یہ مرکز اس طرح نابود ہوا کہ ۲۰۰ قبل مسیح میں اس کا جائے وقوع بھی لوگوں کو معلوم نہ تھا۔

رفع تعارض:..... بہر حال قوم یونس پر چونکہ عذاب نہیں آیا تھا اور نہ اس کے آثار قریبہ شروع ہوئے تھے کہ انہوں نے پہلے ہی توبہ کر لی اور وہ عذاب ٹل گیا۔ اس لئے فَلَمْ يَلْبِسْهُمْ غَلَابًا کے خلاف نہیں ہوگا کہ شبہ کیا جائے اور بعض نے آیت کے عموم سے قوم یونس کے واقعہ کو مستثنیٰ کر لیا ہے اور فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا قید احترازی نہیں بلکہ قید واقعی ہے کہ اس میں واقعہ کا اظہار ہے اور ایمان کا آخرت کے لئے نافع ہونا یقینی ہے۔ اخروی عذاب سے بچنا مسلمانوں کے لئے تو ظاہر ہے اور پہلے عذابوں میں دنیاوی اعتبار سے بچنا بھی ظاہر ہے اور اس امت کے کفار کے عذاب قتل سے مسلمانوں کا بچنا بایں معنی ہے کہ مسلمانوں پر قتل کے واقعات عذاب کی حیثیت نہیں ہوتے۔

ایک عظیم الشان حقیقت:..... آیت وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ الْخ میں ایک بڑی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے اور غور کرو کتنے مختصر لفظوں میں کتنی عظیم الشان بات کہہ دی ہے۔ فرمایا فکر و استعداد کا اختلاف یہاں ناگزیر ہے اور ایمان کوئی ایسی چیز نہیں کہ زور و بردستی سے کسی کے اندر ٹھونس دیا جائے۔ یہ تو اسی کے اندر پیدا ہوگا جس میں فہم و قبول کی استعداد ہے۔ پھر اگر تم پر یہ بات شاق گزر رہی ہے کہ کیوں لوگ مان نہیں لیتے تو کیا تم لوگوں پر جبر کر دو گے؟ کہ تمہیں ضرور مان ہی لینا چاہیے۔ اس آیت سے یہ حقیقت بھی واضح ہو گئی کہ قرآن کے نزدیک دین و ایمان کا معاملہ ایک ایسا معاملہ ہے جس میں جبر و اکراہ کی صورت کا ذکر ایک ان ہونی اور نا کردنی بات کی طرح کیا گیا ہے۔

کھرا کھرا جواب:..... آیت قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ الْخ کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم نے میری دعوت دین کی حقیقت ٹھیک ٹھیک نہیں سمجھی ہے اور اس وہم میں مبتلا ہو کہ شاید تمہارے مطلب کی باتیں بھی تھوڑی بہت میں مان لوں تو یہ وہم اپنے دماغ سے نکال دو۔ میرا اعلان صاف صاف یہ ہے کہ میں تمہارے گھڑے ہوئے معبودوں کو نہیں مانتا۔ صرف پروردگار عالم کی عبادت کرتا ہوں اور اسی کی طرف سے دعوت دینے پر مامور ہوں۔ اب اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد جو کچھ تمہارے جی میں آئے کر لو میری راہ میرے لئے ہے۔ تمہاری راہ تمہارے لئے اور فیصلہ اللہ کے ہاتھ ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ میرا دین تو یہ ہے جس میں کسی کو شک نہیں ہونا چاہیے۔ کفار و مشرکین جب کہ اسلام کے منکر تھے۔ پھر ان كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِّنْ دِينِي کیوں فرمایا گیا؟ سو دراصل اس طرف اشارہ کرنا ہے کہ دین اسلام ایسا ہے کہ اس میں تو شک بھی نہیں ہونا چاہیے۔ چہ جائیکہ تُحَدِّثُونَ۔

کھری کھری باتیں:..... آیت قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ الْخ یہ بات واضح کرنا ہے کہ مذہبی صداقت کی

دعوت کا معاملہ سرتاسر سمجھنے بوجھنے اور سمجھ بوجھ کر اختیار کر لینے کا معاملہ ہے اس میں نہ تو کسی طرح کی زبردستی ہے نہ کسی طرح کا لڑائی جھگڑا۔ تمہاری بھلائی کے لئے ایک بات کہی گئی ہے۔ اگر سمجھ میں آجائے تو مان لو، نہ آئے تو نہ مانو۔ تمہاری راہ تمہارے لئے ہماری راہ ہمارے لئے۔ اگر مان لو گے تو اپنا ہی بھلا کرو گے، نہ مانو گے تو اپنا ہی نقصان کرو گے۔ ہر شخص اپنے نفس کا مختار ہے۔ چاہے بھلائی کی راہ چلے اور بھلائی کمائے، چاہے برائی کی چال چلے اور برائی کمائے۔ اگر کوئی بھلائی کی راہ چلے گا تو کسی دوسرے کو کچھ نہیں دیدے گا کہ وہ اس کے پیچھے پڑ جائے۔ اگر کوئی برائی کی چال چلے گا تو کسی دوسرے کا نقصان نہیں کرے گا کہ وہ اس سے بگڑنے لگے۔ اپنی اپنی راہ ہے اور اپنی اپنی کمائی۔ ساتھ ہی یہ واضح کر دیا کہ داعی حق کی حیثیت کیا ہے؟ میں ایک مذکر ہوں۔ کچھ تم پر وکیل نہیں بنادیا گیا ہوں۔ میرا کام یہ ہے کہ نصیحت کی بات سمجھا دوں۔ یہ نہیں کہ نگہبان بن کر تم پر مسلط رہوں اور سمجھوں کہ مجھے تمہاری ہدایت کی ٹھیکہ داری مل گئی ہے۔ نیز جا بجا مختلف پیرایوں میں یہ حقیقت واضح کر دی کہ پیغمبر کا مقام اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ سچائی کی پکار بلند کرنے والا ہے۔ پیام حق پہنچانے والا ہے۔ نصیحت کی بات سمجھا دینے والا ہے۔ ایمان و عمل کے نتائج کی خوشخبری دیتا ہے۔ اور انکار و بد عملی کے نتائج سے خبردار کر دیتا ہے اس سے زیادہ اس کے سر کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔

دین میں زبردستی: غور کرو۔ اس سے زیادہ صاف بے لاگ اور امن و سلامتی کی کوئی راہ ہو سکتی ہے؟ اگر گردنیا نے دعوت حق کی یہ روح سمجھ لی ہوتی تو کیا ممکن تھا کہ کوئی انسان دوسرے انسان سے محض اختلاف عقائد و عمل کی بنیاد پر لڑتا؟ پچھلے تمام انبیاء کی دعوت کی طرح اسلام اور اس کے منکروں میں بھی جو نزاع شروع ہوئی وہ تمام تر یہی تھی۔ قرآن کہتا تھا میری راہ تبلیغ و تذکیر کی راہ ہے۔ مخالف کہتے تھے ہماری راہ جبر و تشدد کی ہے۔ قرآن کہتا تھا اگر میری بات سمجھ میں آئے تو مان لو، نہ سمجھ میں آئے تو ماننے والوں کو ان کی راہ چلنے دو۔ وہ کہتے تھے ہماری بات تمہاری سمجھ میں آئے یا نہ آئے تمہیں ماننی ہی چاہیے۔ نہیں مانو گے تو جبراً منوائیں گے۔

توکیل و تذکیر کا فرق: غور کرو سارے جھگڑوں کی اصلی بنیاد کیا ہے؟ یہی ہے کہ لوگ تذکیر و توکیل میں فرق نہیں کرتے اور قرآن کہتا ہے دونوں میں فرق کرو۔ تذکیر کی راہ یہ ہوئی کہ جو بات ٹھیک سمجھتے ہو اس کی دوسروں کو بھی ترغیب دو۔ مگر صرف ترغیب دو۔ اس سے آگے نہ بڑھو۔ یعنی یہ بات نہ بھول جاؤ کہ پسند کرنے نہ کرنے کا حق دوسروں کو ہے۔ تم اس کے لئے ذمہ دار نہیں ہو اور توکیل یہ ہوئی کہ ڈنڈا لے کر کھڑے ہو جاؤ اور جو کوئی تم سے متفق نہ ہو اس کے پیچھے پڑ جاؤ۔ گویا خدا نے تمہیں لوگوں کی ہدایت و گمراہی کا ٹھیکیدار بنادیا ہے۔ جب قرآن صاف صاف کہتا ہے کہ خدا کے رسولوں کا منصب بھی تذکیر و تبلیغ کے اندر محدود تھا۔ حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے مامور تھے تو پھر ظاہر ہے کسی دوسرے انسان کے لئے وہ کب گوارا کر سکتا ہے کہ وکیل مصیطر اور جبار بن جائے۔

زبردستی تبلیغ نہیں کی جاسکتی: دراصل اعمال انسانی کے تمام گوشوں میں اصلی سوال حدود ہی کا ہے اور ہر جگہ انسان نے اسی میں ٹھوکر کھائی ہے۔ یعنی ہر بات کی جو حد ہے اس کے اندر نہیں رہنا چاہتا۔ دو چیزیں ہیں اور دونوں کو اپنی اپنی حدود میں رہنا چاہیے ایک چیز تذکیر و تبلیغ ہے۔ پسند اور قبولیت ہر انسان کو اس کا حق ہے کہ جس بات کو درست سمجھتا ہے اسے دوسروں کو بھی سمجھائے۔ لیکن اس کا حق نہیں کہ دوسروں کے حق سے انکار کر دے۔ یعنی یہ بات بھلا دے کہ جس طرح اسے ایک بات کے ماننے نہ ماننے کا حق ہے۔ ویسا ہی دوسرے کو بھی ماننے نہ ماننے کا حق ہے اور ایک فرد دوسرے فرد کے لئے ذمہ دار نہیں۔ قرآن کہتا ہے جس بات کو تم سچ سمجھتے ہو

تمہارا فرض ہے کہ اسے دوسروں تک بھی پہنچاؤ۔ اگر اس میں کوتاہی کرو گے تو خدا کے آگے جواب دہ ہو گے۔ لیکن ساتھ ہی یاد رکھو۔ کہ فرض تذکیر و تبلیغ کا ہے تو کیل و اجبار کا نہیں اور جواب دہی اسی میں ہے کہ تبلیغ کی یا نہیں کی۔ اس میں نہیں کہ دوسروں نے مانا یا نہیں مانا۔ قرآن نے ایک طرف تذکیر و دعوت پر زور دیا تا کہ حق کی طلب و قیام کی روح افسردہ نہ ہو جائے۔ دوسری طرف انسان کی شخصی آزادی بھی محفوظ کر دی کہ جبر و تشدد بے جا مداخلت نہ کر سکے۔ حد بندی کا یہی خط ہے جو یہاں صحت و اعتدال کی حالت قائم رکھتا ہے۔ (ترجمان)

اطائف آیات: آیت لَمَّا آمَنُوا الْخ سے معلوم ہوا کہ مرید پر فیض ممکن ہے جس کی اطلاع شیخ کو بھی نہ ہو اگرچہ برکت شیخ ہی کی ہوگی۔ جیسے حضرت یونس علیہ السلام کو قوم کے ایمان قبول ہونے کی اطلاع نہیں ہوئی۔ حالانکہ تھی ان ہی کی برکت۔ آیت افانت تکرہ الناس الخ سے معلوم ہوا کہ تبلیغ کے بعد کسی کے درپے نہیں ہونا چاہیے۔ آیت قل انظروا الخ سے معلوم ہوا کہ حق کے لئے خلق پر نظر کرنا نظر الی الحق کے منافی نہیں ہے۔

سُورَةُ هُودٍ

سُورَةُ هُودٍ مَكِّيَّةٌ إِلَّا أَقِمِ الصَّلَاةَ الْآيَةُ أَوْ إِلَّا فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ الْآيَةُ وَأَوَّلُكَ يُؤْمِنُونَ

بِهِ الْآيَةُ مَائَةٌ وَثِنْتَانِ أَوْ ثَلَاثٌ وَعِشْرُونَ آيَةً

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ﴿۱﴾ الرَّأْيُ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمُرَادِهِ بِذَلِكَ هَذَا يَكْتُبُ أَحْكَمْتُ آيَتُهُ بِعَجِيبِ النَّظْمِ
وَبَدِيعِ الْمَعَانِي ثُمَّ فَصَّلْتُ بَيِّنَاتٍ بِالْأَحْكَامِ وَالْقِصَصِ وَالْمَوَاعِظِ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ ﴿۲﴾ أَيُّ اللَّهِ أَيْ
بِأَنَّ لَا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ إِنِّي لَكُمْ مِنْهُ نَذِيرٌ بِالْعَذَابِ إِنْ كَفَرْتُمْ وَبَشِيرٌ ﴿۳﴾ بِالثَّوَابِ إِنْ آمَنْتُمْ وَأَنْ
اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ مِنْ الشَّرِكِ ثُمَّ تَوَبُّوْا ارْجِعُوا إِلَيْهِ بِالطَّاعَةِ يُمَتِّعْكُمْ فِي الدُّنْيَا مَتَاعًا حَسَنًا بِطَيْبِ
عَيْشٍ وَسِعَةِ رِزْقٍ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى هُوَ الْمَوْتُ وَيُؤْتِي فِي الْآخِرَةِ كُلَّ ذِي فَضْلٍ فِي الْعَمَلِ فَضْلَهُ
جَزَاءً هُوَ وَإِنْ تَوَلَّوْا فِيهِ حُذِفَ أَحَدَى التَّائِيْنَ أَيْ تُعْرِضُوا فَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيرٍ ﴿۴﴾
هُوَ يَوْمُ الْقِيَمَةِ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۵﴾ وَمِنْهُ الثَّوَابُ وَالْعَذَابُ وَنَزَلَ كَمَا
رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ فَيَمْنُ كَانَ يَسْتَحْيِي أَنْ يَتَخَلَّى أَوْ يُجَامِعَ فَيُفْضِي إِلَى السَّمَاءِ وَقِيلَ فِي الْمُنَافِقِينَ
إِلَّا أَنَّهُمْ يَشْتُونَ ضُدُورَهُمْ لِيَسْتَخْفُوا مِنْهُ أَيْ اللَّهُ الْآحِينَ يَسْتَغْشُونَ ثِيَابَهُمْ لَا يَتَغَطُّونَ بِهَا يَعْلَمُ تَعَالَى مَا
يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ فَلَا يُغْنِي اسْتَخْفَاؤُهُمْ أَنَّهُ عَلَيْهِمْ لِبَدَاتِ الضُّدُورِ ﴿۶﴾ أَيْ بِمَا فِي الْقُلُوبِ

ترجمہ: سورۃ ہود کی ہے بجز آیت وان اقم وجهک الخ یا آیت فلعلک اور آیت واولئک یؤمنون بہ کے
اس میں کل ایک سو بائیس یا ایک سو تیس آیتیں ہیں۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم الف لام را (ان لفظوں کی حقیقی مراد تو اللہ
کو معلوم ہے) یہ کتاب ہے جس کی آیتیں مضبوط کی گئی ہیں (نظم عجیب اور بہترین معانی کے ساتھ) پھر کھول کھول کر واضح کر دی گئی ہیں
(احکام اور واقعات اور نصائح بیان کئے گئے ہیں) ایک حکیم باخبر ہستی (اللہ) کی طرف سے ہے۔ یہ کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو۔
یقین کرو کہ میں اسی کی طرف سے تمہیں خبردار کرنے والا (عذاب سے کفر کرنے کی صورت میں) اور خوشخبری دینے والا ہوں (ثواب کی
ایمان لانے کی صورت میں) اور یہ کہ اپنے پروردگار سے معافی کے طلبہ رہو (شرک سے) بھی اس کی طرف (اطاعت کر کے) متوجہ

ہو جاؤ (رجوع کرو) تمہیں (دنیا میں) زندگی کے فوائد سے بہت اچھی طرح بہرہ مند کرے گا (خوش عیشی اور رزق کی کشادگی کے ساتھ) ایک مقررہ وقت (مرنے) تک اور عطا فرمائے گا (آخرت میں) ہر زیادہ عمل کرنے والے کو زیادہ ثواب (جزاء) لیکن اگر تم نے روگردانی کی (دو تاء میں سے ایک تاء حذف ہو رہی ہے یعنی اگر تم نے اعراض کیا) تو میں ڈرتا ہوں کہ تم پر عذاب کا ایک بڑا دن نمودار نہ ہو جائے (قیامت کا دن) تم سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور اس کی قدرت سے کوئی بات باہر نہیں (اسی میں عذاب و ثواب بھی داخل ہے بخاری نے ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ اگلی آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو بیت الخلاء جانے کے وقت یا جماع کرتے ہوئے آسمان کا سامنا ہونے سے شرماتے تھے اور بعض کی رائے ہے کہ منافقین کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی) یاد رکھو وہ لوگ دوہرا کئے دیتے ہیں اپنے سینوں کو تا کہ اپنی باتیں اللہ سے چھپا سکیں۔ یاد رکھو کہ وہ لوگ جس وقت کپڑے لپیٹتے ہیں (ڈھانپتے ہیں) وہ اس وقت بھی سب کچھ جانتا ہے جو کچھ چپکے چپکے باتیں کرتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر باتیں کرتے ہیں (لہذا چھپنا ان کے لئے فائدہ مند نہیں ہے) وہ تو سینوں کے اندر کا بھیج جانے والا ہے (یعنی دلوں کے اندر کی باتیں)۔

تحقیق و ترکیب: سورۃ مبتداء ہے اور مکیہ خبر اول اور مائتہ خبر ثانی ہے۔ اقم الصلوٰۃ واؤچھوٹ گیا ہے۔ واقعہ الصلوٰۃ ہے یہ قول ابن عباسؓ کا ہے دوسرا مقاتلؓ کا ہے۔ جس میں دو آیتیں ہیں ایک **فَلْعَلَّكَ الْخ** دوسرے **اولئِكَ الْخ** هذا کتاب اشارہ کر دیا مبتداء محذوف کی طرف۔ ثم فصلت لفظ ثم محض اخبار کے لئے ہے جیسے کہا جائے۔ فلان کریم الاصل ثم کریم الفصل یعنی قرآن کریم محکم اور مفصل ہے اور یا ثم ترتیب زمان کے لئے ہو یعنی اولاً تو اللہ نے تمام قرآن کو محکم بنا دیا پھر مواقع اور ضرورتوں کا لحاظ کر کے تفصیل و اراتار دیا۔

ان لا تعبدوا تقدیر بات اشارہ کر دیا ان مصدر یہ ہونے کی طرف۔ منہ نذیر ضمیر اگر اللہ کی طرف راجع ہو تو کسی کے متعلق ہو کر صفت ہوگی لیکن اس پر صفت کی تقدیم کا اشکال لازم آئے گا تو حال سے توجیہ کر لی جائے گی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ضمیر کا مرجع کتاب کو قرار دیا جائے یعنی کتاب اللہ کی مخالفت سے ڈرانے والے ہیں۔ ثم توبوا اس سے معلوم ہوا کہ استغفار اور توبہ الگ الگ دو چیزیں ہیں۔ کل ذی فضل یہ مفعول ہے اور فضله مفعول ثانی ہے۔ یؤتی کا اور فضله کا ضمیر یا اللہ کی طرف ہے اور یا لفظ کل کی طرف راجع ہے۔ یثون بمعنی یخفون ثنیت الثوب کہتے ہیں جب کہ کپڑے میں پوشیدہ چیزیں لپیٹ دی جائیں۔

رابط آیات: سورۃ یونس میں تو الوہیت اور حقانیت قرآن و رسول اور کفر کا بطلان اور اس پر وعید کا بیان ہوا تھا اور اس سورۃ ہود میں کفار کا ہلاک ہونا اور مؤمنین کا نجات پانا اور دونوں کے لئے وعد و وعید کا ذکر ہے۔ یہ تو ہوئی دونوں سورتوں کے درمیان باہمی مناسبت۔ لیکن خود اس سورت کے مضامین کا حاصل یہ ہے کہ پہلے رسالت و توحید کا بیان اور ایمان لانے پر دونوں جہاں کی بھلائی کا وعدہ اور نہ لانے پر وعید ہے اور اسی مناسبت سے پھر قیامت کا ذکر اور عذاب نازل ہونے میں دیری سے کفار کا اشتباہ۔ اس کے بعد انکار رسالت سے آپ کا دل تنگ ہونا اور اس پر تسلی۔ پھر قرآن پر شبہ کا جواب اور کفار کے استخفاف عذاب کے شبہ کا جواب۔ پھر مسلمانوں کی فضیلت اور کفار کی بد انجامی اور ان دونوں میں فرق کی مثال۔ پھر ان مضامین کی تائید کے لئے چند واقعات اور ان پر تفریعات بیان کی گئی ہیں۔ پھر قیامت کی جزاء و سزا اور وعید میں سب مشرکین کا شریک ہونا۔ پھر آپؐ کی تسلی کے لئے مخالفت انبیاء کا ذکر اور عذاب میں دیر ہونے کی حکمت۔ پھر اپنے وقت پر عذاب کا آنا اور مسلمانوں کو کفار سے کنارہ کشی اختیار کر کے اپنے کاموں میں لگے رہنے کا مشورہ۔

استقامت دین۔ ترک موالات کفار۔ صبر و نماز کی اقامت کا بیان اور عبرت کے لئے کچھلی امتوں کا اجمالی حال اور عذاب کا ظاہری سبب جرائم کو اور حقیقی سبب مشیت الہی کو قرار دینا۔ پھر گزشتہ واقعات بیان کرنے کی حکمت اور اخیر میں کفار سے یہ کہہ کر بات ختم کر دینے کی تعلیم کہ اگر نہیں مانتے تو جس حال میں چاہو رہو نتیجہ خود دیکھ لو گے اور پھر اللہ کا عالم الغیب اور سب کاموں کا مرجع ہونا بتلادیا اور یہ کہ وہ سب کے کاموں سے باخبر ہے۔ اور اسی ذیل میں عبادت و توکل کا حکم ہے۔ غرضیکہ نہایت ترتیب و تہذیب کے ساتھ یہ سب مضامین مذکور ہیں۔ سب سے پہلے قرآن کا اللہ کی طرف سے نازل ہونا اور توحید پر مشتمل ہونا۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ کا نذیر و بشیر ہونا تو بہ و استغفار یعنی ایمان کا حکم اور اس پر بشارت مذکور ہے۔

فضائل سورت و شان نزول: ابی بن کعب کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا سورۃ ہود کو جو شخص پڑھے گا اس کو ان لوگوں کی تعداد سے دس گونہ ثواب ملے گا۔ جنہوں نے حضرت نوح، ہود، شعیب، صالح، لوط، ابراہیم علیہم السلام کی تصدیق یا تکذیب کی ہوگی۔ یا ارشاد نبویؐ ہے۔ شیتسی ہود سورۃ ہود نے مجھے بوڑھا بنا دیا ہے۔ مفسر علام نے آیت الا انھم یسئو الخ کے دو شان نزول بیان کئے ہیں۔ ایک تو بعض مسلمانوں کو غلبہ حیاء اور استحضار تام کی وجہ سے قضاء حاجت اور جماع وغیرہ میں رکاوٹ پیش آرہی تھی اور مغلوب الحال ہو رہے تھے۔ اس لئے آیت میں اعتدال کی تعلیم دی جارہی ہے۔ دوسرے یہ کہ بعض منافقین کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ ایک شخص مکان کی کوٹھڑی میں گھسا اور سامنے پردہ بھی ڈال لیا اور اپنے اوپر کپڑا ڈال کر کمر کو بھی دوہرا کر لیا اور کہنے لگا کہ کیا اب بھی خدا کو میرے دل کا حال معلوم ہو سکتا ہے؟ لیکن اس دوسرے شان نزول پر یہ اشکال کیا گیا ہے کہ سورت تو مکی ہے اس وقت منافقین کہاں تھے؟ جس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ اخس نامی منافق مکہ میں رہتا تھا۔

﴿تشریح﴾: مختلف قوموں کا تاریخی ذکر: سورۃ ہود مکی ہے اور اگرچہ اس میں خطاب عام منکرین کو ہو رہا ہے۔ لیکن خصوصیت کے ساتھ مشرکین مخاطب ہیں۔ قرآن نے کچھلی قوموں اور دعوتوں کا جا بجا ذکر کیا ہے اور ہر جگہ مناسب مقام ایک خاص نصیحت و استدلال ذکر کئے ہیں۔ منجملہ ان کے یہ سورت بھی ہے جس میں حضرت نوحؑ سے لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام تک کچھلی دعوتوں کی سرگزشتیں بیان کی گئی ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ ترتیب بیان تاریخی ہے۔ یعنی جس دعوت کا ذکر جس دعوت کے بعد کیا گیا ہے۔ وہی اس کی تاریخی جگہ ہے۔ اس نصیحت میں سورۃ اعراف کے بعد سب سے بڑی سورت یہی ہے۔ اس میں سب سے پہلے ان باتوں کا اعلان کیا جا رہا ہے۔ جو اول دن سے تمام دعوتوں کا عالمگیر اعلان رہا ہے۔ یعنی اللہ کے سوا کسی کی بخدگی نہ کرو اور میں اس کی طرف سے مامور ہوں۔ تاکہ انکار و سرکشی کے نتائج سے خبردار کر دوں اور ایمان و نیک عملی کی کامرانیوں کی خوشخبری سنا دوں۔ اس لئے سرکشی سے باز آ جاؤ اور توبہ و استغفار کرو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو مجھے اندیشہ ہے کہ تم عذاب الہی میں کہیں گرفتار نہ ہو جاؤ۔ کیونکہ سب کے اعمال کا ذرہ ذرہ اللہ کے سامنے ہے۔ اس کے علم سے جب ایک چیونٹی کا سوراخ بھی پوشیدہ نہیں۔ تو انسان کے افکار و اعمال کیونکر پوشیدہ رہ سکتے ہیں۔

قرآن کریم کی باریکیاں: غور کرو قرآن کے ایک ایک لفظ میں کیسی دقیق مناسبتیں پوشیدہ ہوتی ہیں سورت کی تمام تر نصیحت کا مرکزی نقطہ جزاء کا معاملہ ہے۔ اس لئے پہلی آیت میں قرآن کریم کے صرف اسی وصف ”احکمت ایاتہ“ کو بیان کیا گیا ہے۔ یعنی کوئی بات اس کی ایسی نہیں جو کمزور یا کچی نکلے۔ بلکہ سب مضبوط ہیں۔ اور چونکہ یہ حکیم و خیر کی طرف سے ہے۔ اس لئے حکیم

ہونے کے تقاضہ سے ضروری ہے۔ کہ جزائے عمل کا قانون ظہور میں آئے اور خیر ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ کوئی عمل اس سے چھپا ہوا نہیں رہنا چاہیے۔ اور جزائے عمل کا نفاذ ٹھیک ٹھیک ہو۔ لوگ اپنے سینوں کے بھید چھپاتے ہیں۔ اور نہیں جانتے کہ اس کے علم سے کوئی بات پوشیدہ نہیں۔

لطف آیات: آیت ثم توبوا الخ سے مراد حیات طیبہ ہے۔ جو ایسے شخص کے ساتھ مخصوص ہے جن میں ایمان اور نیک عمل پایا جاتا ہو۔ اور روح المعانی میں ہے کہ اس سے امن و راحت کی زندگی مراد ہے اور چونکہ امن سے مراد غیر اللہ سے امن ہے اور راحت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر نظر رکھے اور اس کا قرب حاصل کرنے سے خوش عیش ہو اس لئے یہ بات حدیث الدنیا سجن المؤمن اور حدیث ای الناس اشد بلاء قال الانبياء ثم الامثل فالامثل کے منافی نہیں ہوگی۔ کیونکہ ایسا شخص مشقت اور تکلیف کو راحت سمجھتا ہے۔

(الحمد للہ گیارہویں پارے کا ترجمہ و شرح وغیرہ تمام ہوئی)



﴿پارہ نمبر ۱۲﴾

وَمَامِنْ دَا بَّۃِ

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۱۱۴	قوم کی بہو بیٹیاں نبی کی اولاد ہوتی ہیں	۸۳	وامن دآبہ
۱۱۴	انقلاب اور پتھراؤ	۹۰	علم الہی سے کوئی چیز بھی باہر نہیں
۱۱۴	اشکال کے تین حل	۹۱	قرآن کے چیلنج میں تدریج
۱۱۴	طبعی تقاضے کمال کے منافی نہیں ہوتے	۹۱	جیسے سب کفار کی نیت صرف دنیا ہی کمانا نہیں ہوتی ایسی ہی سب
۱۱۷	حضرت شعیب کی دعوت و تبلیغ	۹۱	مسلمانوں کی نیت میں خالص آخرت نہیں ہوتی
۱۱۸	قوم کا جواب	۹۱	آیت سے دو حکم اور ان پر شبہات مع جوابات
۱۱۸	حضرت شعیب کا جواب الجواب	۹۲	عمل اور پاداش میں برابری
۱۱۸	مقام مدین	۹۵	حضرت نوح کی دعوت کا جواب
۱۱۸	مخالفات انبیاء کی اصل بناء	۹۵	حضرت نوح کا جواب
۱۱۸	نامنصفانہ راہ کا آخری جواب	۹۶	انکار کرنے والوں کا رد عمل
۱۲۵	اللہ تعالیٰ کی مہلتیں بھی عذاب کی گردش سے نہ بچا سکیں	۹۶	غریب اور کم درجہ کے لوگ ہی پہلے ہدایت قبول کرتے ہیں
۱۲۵	اس سورۃ کی موعظت کا حاصل	۱۰۱	مخالفین حق کا انجام
۱۲۶	واقعات بیان کرنے سے قرآن کا مقصود	۱۰۱	حضرت نوح کی دعوت کا میدان
۱۳۲	اولاد یعقوب	۱۰۱	طوفان نوح محدود تھا یا عالمگیر
۱۳۲	تورات کا بیان	۱۰۲	طوفان نوح کے عام ہونے پر بعض اشکالات کے جوابات
۱۳۲	داستان یوسف بہترین قصہ ہے	۱۰۲	پہلا شبہ اور جواب
۱۳۳	طرز بیان کی خصوصیت	۱۰۲	دوسرا شبہ اور جواب
۱۳۳	حضرت یوسف اور ان کے بھائیوں کا خواب کی تعبیر سے	۱۰۲	تیسرے شبہ کے تین جواب
۱۳۳	واقف ہونا	۱۰۲	واقعہ نوح کا تتمہ اور چند نکات
۱۳۳	حضرت یوسف سے زیادہ محبت ہونے کی وجہ	۱۰۸	حضرت ہود کی دعوت کا جواب
۱۳۴	کھیل کود کا حکم	۱۰۸	حضرت ہود کا جواب الجواب
۱۳۴	صبر جمیل	۱۰۸	مشرکین تو حید پر ربوبیت سے بے خبر نہ تھے مگر تو حید الوہیت
۱۳۴	خون آلود کرتے نے فریب پر پردہ ڈالنے کی بجائے سارے	۱۰۸	سے نا آشنا تھے
۱۳۵	جھوٹ کی قلعی کھول دی	۱۰۸	قوم کا رد عمل
۱۴۰	تورات کا بیان	۱۰۸	حضرت صالح کا وعظ
۱۴۰	ذلت کی تدبیریں عزت کا زینہ بن گئیں	۱۰۸	قوم کا جواب
۱۴۰	یوسف وزلیخا تورات کی نظر میں	۱۰۸	عوام اتباع حق کو قابل پیشوائی نہیں سمجھتے بلکہ اپنی رائے کے موافق
۱۴۰	حضرت یوسف کی پاکدامنی	۱۰۸	پیروی کرانا چاہتے ہیں
۱۴۱	زلیخا کا محل	۱۱۳	حضرت ابراہیم و لوط کا باہمی تعلق
۱۴۱	ایک بچے کی شہادت معتبر ہے یا نہیں	۱۱۳	قدرت کا تماشہ
۱۴۲	قدیم تمدن کی ترقی	۱۱۳	خوف طبعی نبوت کے منافی نہیں ہے
۱۴۵	تورات کا بیان	۱۱۳	شروع میں توجہ نہیں: وہی مگر بعد میں فراست نبوت سے
۱۴۷	در باری خواب کی تعبیر سے واقف نہیں تھے	۱۱۴	فرشتوں کو پہچان لیا
۱۴۷	تورات کا بیان		

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ

وَمَا مِنْ زَائِدَةٍ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ هِيَ مَادَبَّ عَلَيْهَا إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا تُكَفَّلُ بِهِ فَضْلًا مِنْهُ وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا مَسْكَنَهَا فِي الدُّنْيَا أَوْ الصُّلْبِ وَمُسْتَوْدَعُهَا بَعْدَ الْمَوْتِ أَوْ فِي الرَّحِمِ كُلُّ مِمَّا ذَكَرَ فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ﴿٦﴾ بَيِّنَ هُوَ اللَّوْحُ الْمَحْفُوظُ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ أُولَٰهَا الْأَحَدُ وَآخِرُهَا الْجُمُعَةُ وَكَانَ عَرْشُهُ قَبْلَ خَلْقِهِمَا عَلَى الْمَاءِ وَهُوَ عَلَى مَتْنِ الرِّيحِ لِيَبْلُوكُمْ مُتَعَلِّقٌ بِخَلْقِ أَى خَلْقِهِمَا وَمَا فِيهِمَا مَنَافِعَ لَكُمْ وَمَصَالِحَ لِيَخْتَبِرَ كُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا أَى أَطْوَعَ لِلَّهِ وَلَئِنْ قُلْتَ يَا مُحَمَّدُ لَهُمْ إِنَّكُمْ مَبْعُوثُونَ مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ مَا هَذَا الْقُرْآنُ النَّاطِقُ بِالْبَعْثِ أَوْ الَّذِي تَقُولُهُ إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ ﴿٧﴾ بَيِّنَ وَفِي قِرَاءَةِ سَاحِرٍ وَالْمُشَارُ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَئِنْ أَخْرْنَا عَنْهُمْ الْعَذَابَ إِلَىٰ مَجِيءِ أُمَّةٍ جَمَاعَةٍ أَوْ قَاتٍ مَعْدُودَةٍ لَيَقُولَنَّ اسْتَهِزَّاءٌ مَا يَحْبِسُهُ يَمْنَعُهُ مِنَ التُّزُولِ قَالَ تَعَالَىٰ إِلَّا يَوْمَ يَأْتِيهِمْ لَيْسَ مَصْرُوفًا مَدْفُوعًا عَنْهُمْ وَحَاقَ نَزْلُ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿٨﴾ مِنَ الْعَذَابِ وَلَئِنْ أَذَقْنَا الْإِنْسَانَ الْكَافِرَ مِنَّا رَحْمَةً غَنَىٰ وَصِحَّةٌ ثُمَّ نَزَعْنَاهَا مِنْهُ إِنَّهُ لَكَيُّوسٌ قَنُوطٌ مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ كَفُورٌ ﴿٩﴾ شَدِيدُ الْكُفْرِ بِهِ وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ نِعْمَاءَ بَعْدَ ضَرَاءٍ فَقَرَّ وَشَدِيدٌ مَسْتَهْزِءٌ لَيَقُولَنَّ ذَهَبَ السَّيِّئَاتِ الْمَصَائِبُ عَنِّي وَلَمْ يَتَوَقَّعْ زَوَالُهَا وَلَا يَشْكُرُ عَلَيْهَا إِنَّهُ لَفَرِحَ فَرَحَ بَطْرِ فَخُورٍ ﴿١٠﴾ عَلَى النَّاسِ بِمَا أُوتِيَ إِلَّا لَكِنَّ الَّذِينَ صَبَرُوا عَلَى الضَّرَاءِ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي النُّعْمَاءِ أُولَٰئِكَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ﴿١١﴾ هُوَ الْجَنَّةُ فَلَعَلَّكَ يَا مُحَمَّدُ تَارِكٌ بَعْضَ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ فَلَا تُبَلِّغُهُمْ آيَاهُ لِتَهَاوَنَهُمْ بِهِ وَضَائِقُ بِهِ صَدْرُكَ يَتَلَاوَتُهُ عَلَيْهِمْ لِأَجْلِ أَنْ يَقُولُوا لَوْلَا هَٰذَا أَنْزَلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ أَوْ جَاءَ مَعَهُ مَلَكٌ يُصَدِّقُهُ كَمَا اقْتَرَحْنَا إِنَّمَا أَنْتَ نَذِيرٌ فَلَا عَلَيْكَ

إِلَّا الْبَلَاغُ لَا الْإِتْيَانُ بِمَا افْتَرَحُوهُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ ﴿۱۲﴾ حَفِظْتُ فَيَحَارِبُهُمْ أَمْ بَلْ يَقُولُونَ
 افْتَرَاهُ الْقُرْآنُ قُلْ فَاتُوا بِعَشْرِ سُورٍ مِثْلِهِ فِي الْفَصَاحَةِ وَالْبَلَاغَةِ مُفْتَرِيَتْ فَإِنَّكُمْ عَرَبِيُونَ فَصَحَاءُ مِثْلِي
 تَحْدَاهُمْ بِهَا أَوْ لَا تُمْ بِسُورَةٍ وَادْعُوا لِلْمُعَاوَنَةِ عَلَى ذَلِكَ مَنْ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَيْ غَيْرِهِ إِنْ كُنْتُمْ
 صَادِقِينَ ﴿۱۳﴾ فِي أَنَّهُ افْتَرَاهُ فَإِذَا لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَكُمْ أَيْ مَنْ دَعَوْتُمُوهُمْ لِلْمُعَاوَنَةِ فَاعْلَمُوا خَطَابَ
 لِلْمُشْرِكِينَ أَنَّمَا أُنْزِلَ مُتَلَبِّسًا بِعِلْمِ اللَّهِ وَلَيْسَ افْتِرَاءً عَلَيْهِ وَأَنْ مُحَقَّقَةٌ أَيْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَهَلْ أَنْتُمْ
 مُسْلِمُونَ ﴿۱۴﴾ بَعْدَ هَذِهِ الْحُجَّةِ الْقَاطِعَةِ أَيْ أَسْلِمُوا مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا بِأَنْ أَصْرَّ
 عَلَى الشِّرْكِ وَقِيلَ هِيَ الْمُرَائِينَ نُوفَ إِلَيْهِمْ أَعْمَالُهُمْ أَيْ جَزَاءَ مَا عَمِلُوهُ مِنْ خَيْرٍ كَصَدَقَةٍ وَصِلَةٍ رَحِمَ
 فِيهَا بِأَنْ تُوسِّعَ عَلَيْهِمْ رِزْقُهُمْ وَهُمْ فِيهَا أَيْ الدُّنْيَا لَا يُيَخْسُونَ ﴿۱۵﴾ يُنْقَضُونَ شَيْئًا أُولَئِكَ الَّذِينَ
 لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ بَطُلٌ مَا صَنَعُوا فِيهَا أَيْ الْآخِرَةُ فَلَا ثَوَابَ لَهُمْ وَبَطُلٌ مَا
 كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۶﴾ أَفَمَنْ كَانَ عَلَى بَيِّنَةٍ بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّهِ وَهُوَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ الْمُؤْمِنُونَ
 وَهِيَ الْقُرْآنُ وَيَتْلُوهُ يَتَّبِعُهُ شَاهِدٌ يُصَدِّقُهُ مِنْهُ أَيْ مِنَ اللَّهِ وَهُوَ جِبْرِيلُ وَمَنْ قَبْلَهُ أَيْ الْقُرْآنُ كِتَابُ
 مُوسَى التَّوْرَةُ شَاهِدٌ لَهُ أَيْضًا إِمَامًا وَرَحْمَةً حَالٌ كَمَنْ لَيْسَ كَذَلِكَ أُولَئِكَ أَيْ مَنْ كَانَ عَلَى بَيِّنَةٍ
 يُؤْمِنُونَ بِهِ أَيْ بِالْقُرْآنِ فَلَهُمُ الْجَنَّةُ وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ جَمِيعَ الْكُفَّارِ فَالْنَّارُ مَوْعِدُهُ فَلَا
 تَكُ فِي مَرِيَّةٍ شَكٍّ مِنْهُ مِنَ الْقُرْآنِ إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ أَيْ أَهْلَ مَكَّةَ لَا
 يُؤْمِنُونَ ﴿۱۷﴾ وَمَنْ أَيْ لَا أَحَدٌ أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا بِنِسْبَةِ الشَّرِيكِ وَالْوَلَدِ إِلَيْهِ أُولَئِكَ
 يُعْرَضُونَ عَلَى رَبِّهِمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فِي جُمْلَةِ الْخَلْقِ وَيَقُولُ الْأَشْهَادُ جَمْعُ شَاهِدٍ وَهُمْ الْمَلَائِكَةُ
 يُشْهَدُونَ لِلرُّسُلِ بِالْبَلَاغِ وَعَلَى الْكُفَّارِ بِالتَّكْذِيبِ هَؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى رَبِّهِمْ أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى
 الظَّالِمِينَ ﴿۱۸﴾ الْمُشْرِكِينَ الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ دِينَ الْإِسْلَامِ وَيَبْغُونَهَا يَطْلُبُونَ السَّبِيلَ
 عَوِجًا مُعَوِّجَةً وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ تَاكِدٌ كَفَرُونَ ﴿۱۹﴾ أُولَئِكَ لَمْ يَكُونُوا مُعْجِزِينَ لِلَّهِ فِي
 الْأَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَيْ غَيْرِهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ أَنْصَارٍ يَمْنَعُونَهُمْ عَذَابَهُ يُضَعْفُ لَهُمْ
 الْعَذَابُ بِأَضْلَالِهِمْ غَيْرَهُمْ مَا كَانُوا يَسْتَطِيعُونَ السَّمْعَ لِلْحَقِّ وَمَا كَانُوا يُبْصِرُونَ ﴿۲۰﴾ أَيْ لِفَرْطِ
 كَرَاهَتِهِمْ لَهُ كَانَتْ هُمْ لَمْ يَسْتَطِيعُوا ذَلِكَ أُولَئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ لِمَصِيرِهِمْ إِلَى النَّارِ الْمُؤَبَّدَةِ
 عَلَيْهِمْ وَضَلَّ غَابَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۲۱﴾ عَلَى اللَّهِ مِنْ دَعْوَى الشِّرْكِ لَا جَرَمَ حَقًّا أَنَّهُمْ فِي

الْآخِرَةِ هُمْ الْآخْسَرُونَ ﴿۲۲﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآخَبْتُوا سَكَنُوا وَأُطْمَئِنُّوا
وَأَنَابُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۲۳﴾ مَثَلُ صِفَةِ الْفَرِيقَيْنِ الْكُفَّارِ
وَالْمُؤْمِنِينَ كَالْأَعْمَىٰ وَالْأَصَمِّ هَذَا مَثَلُ الْكَافِرِ وَالْبَصِيرِ وَالسَّمِيعِ هَذَا مَثَلُ الْمُؤْمِنِ هَلْ يَسْتَوِينَ
مَثَلًا لَا أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿۲۴﴾ فِيهِ إِدْغَامُ التَّاءِ فِي الْأَصْلِ فِي الذَّالِ تَتَعَطُّونَ

ترجمہ: اور زمین پر چلنے والا کوئی جانور (ما زائد ہے اور دلتہ سے مراد زمین پر چلنے والی ہر چیز ہے) نہیں ہے جس کی روزی

کا انتظام اللہ پر نہ ہو (جو اللہ نے محض اپنے فضل سے اپنے ذمہ لے لیا ہے) اور وہ نہ جانتا ہو کہ اس کا ٹھکانا کہاں ہے (دنیا میں رہنے کی جگہ۔ یا باپ کی کمر میں ٹھہرنا) اور وہ جگہ کہاں ہے جہاں بالآخر اس کا وجود سوئپ دیا جائے گا (مرنے کے بعد یا رحم مادر کی قرار گاہ) یہ سب (ذکر) واضح کتاب میں درج ہے (مراد لوح محفوظ ہے) اور وہی ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا (جس کی ابتداء اتوار کو اور ختم جمعہ کو ہوا) اور اس کے تخت کی فرمانروائی (آسمان و زمین کی پیدائش سے پہلے) پانی پر تھی۔ (اور پانی ہوا پر تھا) تاکہ تمہاری آزمائش کرے (اس کا تعلق خلق کے ساتھ ہے یعنی آسمان و زمین اور ان میں آباد مخلوق کو تمہارے منافع اور مصالح کی خاطر پیدا کیا ہے تاکہ تمہارا امتحان کیا جائے) کہ تم میں کون اچھے عمل کرنے والا ہے (اللہ کا زیادہ سے زیادہ فرمانبردار) اور اگر آپ (اے محمد) ان لوگوں سے کہو کہ تم مرنے کے بعد اٹھائے جاؤ گے۔ تو جو لوگ منکر ہیں وہ ضرور بول اٹھیں گے کہ یہ (قرآن جس سے قیامت کا ہونا معلوم ہوتا ہے یا وہ بات جو تم کہہ رہے ہو) تو صریح جادو کی سی باتیں ہیں (اور ایک قرأت میں لفظ ساحر ہے جس سے مراد آنحضرت ﷺ ہیں) اور اگر ان پر عذاب نازل کرنا ہم ملتوی کر دیتے تھوڑے دنوں (کے آنے) تک تو یہ کہنے لگتے (بطور تمسخر کے) کون چیز اس عذاب کو روک رہی ہے؟ عذاب آنے میں کیا رکاوٹ ہے (حق تعالیٰ فرماتے ہیں) سو سن رکھو جس دن ان پر عذاب آئے گا تو پھر کسی کے ٹالے نہیں ٹلے گا (ہٹے گا) اور جس بات (عذاب) کی یہ ہنسی اڑایا کرتے تھے۔ وہی انہیں آگئی (آدبایا) اور اگر انسان (کافر) کو اپنی رحمت (خوشحالی، تندرستی) کا مزہ چکھا دیں اور پھر اس سے چھین لیں تو یک قلم وہ مایوس (اللہ کی رحمت سے ناامید) اور ناشکرا (انتہائی کفر کرنے والا) ہو جاتا ہے اور اگر اسے کسی تکلیف (تنگدستی اور سختی) کے بعد جو اس پر واقع ہوئی ہو کسی نعمت کا مزہ چکھا دیں تو پھر کہنے لگتا ہے کہ میرا سب دکھ درد (دلذر) دور ہو گیا (حالانکہ اس کے دور ہونے کی اسے توقع نہیں تھی۔ نہ اس نے اس پر شکر ادا کیا) وہ اترانے (شخی بگھارنے) لگتا ہے اور ڈیگیں مارنے لگتا ہے (لوگوں کے سامنے اپنی خوشحالی پر) مگر ہاں! جو لوگ مستقل مزاج (مصیبتوں پر صبر کرنے والے) ہیں اور نیک کام کرتے ہیں (اچھی حالت میں بھی) ایسے ہی لوگ ہیں جن کیلئے بخشش اور بڑا اجر (جنت) ہے پھر کیا (اے محمد!) آپ ان احکام میں سے جو آپ کے پاس وحی کے ذریعہ بھیجے جاتے ہیں بعض کو چھوڑ دینا چاہتے ہیں (سستی کی وجہ سے ان کی تبلیغ نہیں کرنا چاہتے) اور آپ کا دل اس بات سے تنگ ہوتا ہے (ان کے سامنے قرآن تلاوت کرنے کی وجہ سے کیونکہ) وہ کہتے ہیں کہ لاپرواہی پر کوئی خزانہ کیوں نہیں نازل ہوا۔ یا ان کے ہمراہ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا (جو ان کی تصدیق کرتا جیسا کہ ہماری فرمائش بھی تھی) آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں (بجز تبلیغ کے آپ پر کوئی ذمہ داری نہیں۔ ان کی فرمائشیں پوری کرنا آپ کے ذمہ نہیں) اور ہر چیز پر اللہ ہی نگہبان ہے (نگران کا رہے لہذا وہی انہیں بدلہ دے گا) پھر کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ آپ نے یہ

(قرآن) اپنے جی سے گھڑ لیا ہے؟ آپ جواب دیجئے تم بھی دس سورتیں (فصاحت و بلاغت میں) اس جیسی گھڑی ہوئی لے آؤ (کیونکہ میری طرح تم بھی تو فصیح عرب ہو۔ پہلے پورے قرآن کا چیلنج دیا گیا۔ پھر صرف ایک سورت پر اکتفاء کر لیا گیا) اور (اپنی مدد کے لئے) اللہ کے سوا جس کسی کو پکار سکتے ہو پکار لو اگر تم سچے ہو (اس کہنے میں کہ یہ قرآن گھڑا ہوا ہے) پھر (جنہیں تم اپنی مدد کیلئے پکارو) اگر تمہاری پکار کا جواب نہ دیں تو سمجھ لو (مشرکین سے خطاب ہے) کہ قرآن اللہ ہی کے علم سے (آراستہ ہو کر) اتر رہا ہے (من گھڑت نہیں ہے) اور یہ بات بھی سچی ہے کہ (ان مخففہ ہے اصل عبارت انہ تھی) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اب بتلاؤ کیا پھر اب بھی مسلمان ہوتے ہو؟ (اس قطعی دلیل کے بعد۔ یعنی مسلمان ہو جاؤ) جو کوئی محض دنیا کی زندگی اور اس کی دلفریبیاں ہی چاہتا ہے (شرک پر جمار ہوتا ہے اور بعض نے ریا کار مراد لئے ہیں) تو اس کی کوشش و عمل کے نتائج ہم پورے پورے بھگتا دیتے ہیں (یعنی ان کے اچھے کاموں کا صلہ دے دیتے ہیں۔ مثلاً، انہوں نے اگر صدقہ دیا ہو یا کسی سے صلہ رحمی کی ہو) دنیا ہی میں (اس طرح کہ ان کو روزی میں فراخی دے دیتے ہیں) اور ان کے لئے دنیا میں کچھ کمی نہیں رہتی (کہ کچھ گھٹا کر دیا جائے) یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہ ہوگا اور انہوں نے جو کچھ کیا تھا وہ سب اکارت جائے گا (ناکارہ ثابت ہوگا یعنی آخرت میں انہیں کچھ ثواب نہیں ملے گا) اور جو کچھ وہ کر رہے ہیں۔ نیست و نابود ہونے والا ہے۔ پھر دیکھو جو لوگ اپنے پروردگار کی جانب سے ایک روشن دلیل رکھتے ہوں (نبی کریم ﷺ یا مسلمان۔ اور دلیل سے مراد قرآن ہے) اور ایک گواہ یعنی اللہ کی طرف سے (اس کی تصدیق کرنے والا) اس کے ساتھ (اس کے پیچھے) ہو (یعنی جبریل) اور ایک اس (قرآن) سے پہلے موسیٰ کی کتاب (تورات بھی شاہد ہو) پیشوائی کرتی ہو اور سراپا رحمت آچکی ہو (کیا اس شخص کی حالت اس کے برابر ہو سکتی ہے جو ایسا نہ ہو ہرگز نہیں) یہی لوگ (یعنی جن کے پاس دلیل موجود ہے) ہیں جو قرآن پر ایمان رکھتے ہیں (اس لئے ان کے لئے جنت بھی ہے) اور (کفار کے) مختلف گروہوں میں سے جو قرآن کا انکار کرے گا تو یقین کرو کہ آگ ہی اس کا ٹھکانا ہے جس کا اس سے وعدہ کیا گیا ہے۔ پس آپ اس (قرآن کی بابت کسی طرح کے شک میں مت پڑنا۔ بلا شک و شبہ تمہارے پروردگار کی جانب سے وہ سچی کتاب ہے البتہ بہت سے) مکہ کے) آدمی ایمان نہیں لاتے۔ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے (یعنی کوئی نہیں) جو اللہ پر جھوٹا بہتان باندھے (شریک اور اولاد کی نسبت اس کی طرف کر کے) جو ایسا کر رہے ہیں وہ اپنے پروردگار کے حضور پیش کئے جائیں گے (قیامت کے روز۔ سب مخلوق کے ساتھ) اور گواہی دینے والے فرشتے گواہی دیں گے (اشہاد جمع شاہد کی ہے وہ فرشتے جو انبیاء کے حق میں ان کی تبلیغ کی اور کفار کے خلاف ان کی تکذیب کی گواہی دیں گے) کہ یہ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کی نسبت جھوٹی باتیں لگائی تھیں۔ سب سن لو کہ ان ظالموں (مشرکوں) پر خدا کی پھٹکار جو اوروں کو بھی اللہ کی راہ (دین اسلام) سے روکتے تھے اور اس میں کجی نکالنے کی تلاش میں رہا کرتے تھے (غلط راستے ڈھونڈتے تھے) اور یہی لوگ آخرت کے بھی (دوسری ضمیر ہم تاکید کے لئے ہے) منکر تھے نہ تو یہ لوگ زمین کے تخت پر (اللہ کو) عاجز کر سکتے تھے۔ اور نہ اللہ کا ان کے سوا کوئی مددگار تھا (کہ جو انہیں عذاب الہی سے بچالے) انہیں دو گنا عذاب ہوگا (اپنے ساتھ دوسروں کو بھی گمراہ کرنے کی وجہ سے) یہ لوگ نہ تو (حق بات) سن سکتے تھے اور نہ دیکھ سکتے تھے۔ (یعنی حق سے اس قدر سخت نفرت تھی جس کی وجہ سے سننے اور دیکھنے کی طاقت کا انکار کیا جا رہا ہے) یہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو برباد کر لیا ہے (کیونکہ ان کا ٹھکانا ابدی آگ ہے) اور زندگی میں جو کچھ (اللہ پر شرک وغیرہ کا دعویٰ کر کے) افتراء پردازیاں کی تھیں وہ سب ان سے کھوئی گئیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہی لوگ ہیں کہ آخرت میں سب سے زیادہ تباہ حال ہوں گے۔ لیکن جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے اچھے کام کئے اور اپنے پروردگار کی طرف جھکے (سکون و اطمینان سے رہے اور اللہ کی طرف رجوع ہوئے) تو ایسے لوگ جنتی ہیں اور ہمیشہ کے لئے جنتی

ہیں۔ ان دونوں فریق (کفار اور مؤمنین) کی مثال (حالت) جیسے ایک اندھا بہرا (یہ تو کافر کی مثال ہوئی) اور دوسرا دیکھنے اور سننے والا (یہ مؤمن کی مثال ہے) بھلا بتلاؤ کیا یہ دونوں مثالیں برابر ہو سکتی ہیں؟ (ہرگز نہیں) کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے (دراصل اس میں تـسـا کا ادغام ذال میں ہو رہا ہے تذکرون بمعنی تتعظون ہے یعنی کیا تم اس سے سبق حاصل نہیں کرتے؟)۔

تحقیق و ترکیب: اولھا الاحد عالم کی پیدائش سے پہلے جب زمانہ بھی نہیں تھا۔ پھر ان دونوں کی تعین کیسی؟ رہا یہ جواب کہ مقدار ایام مراد ہیں تو یہ مطلقاً زمانہ کے وجود کا جواب تو ہو سکتا ہے۔ مگر دونوں کی تعین اس سے نہیں ہو سکتی۔ لیکن چونکہ یہ تعین حدیث میں آچکی ہے۔ جس کی تخریج ابن جریر نے کی ہے اس لئے قیاس کو دخل نہیں دینا چاہئے کہ دونوں کی تعین تو بالفعل زمانہ کو چاہتی ہے اور اس وقت زمانہ موجود ہی نہیں تھا۔

وکان عرشہ اس سے ثابت ہوا کہ زمین و آسمان کی پیدائش سے پہلے پانی اور عرش کا وجود ہو چکا تھا۔ دوسری آیت وجعلنا من الماء کل شیء حی سے بھی پانی کا منبع حیات ہونا معلوم ہوتا ہے۔ باقی پانی خود کیسے بنا۔ سورۃ ایت میں ہے کہ اللہ نے ایک بزر موتی پیدا فرما کر اس پر نظر ڈالی جس کی ہیبت سے وہ پانی پانی ہو گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہوا پیدا فرمائی اور اس کے ذریعہ پانی نے قرار پکڑا اور پانی پر عرش اعظم جو اللہ رب العزت کا پایہ تخت ہے ٹھیرایا گیا۔ بعض ہندو فرقے کنول کے پھول کو رام جی کا تخت کہتے ہیں۔ جس کی نیل پانی پر ہوتی ہے۔ ممکن ہے یہی بات کہی گئی ہو اور تعبیر میں ان سے غلطی ہو گئی ہو یا انہیں غلط تعبیر یا درہ گئی ہو اور ہزاروں لاکھوں سال پرانے مذہب کی نقول میں ایسا ہونا کچھ عجیب نہیں ہے۔ بہر حال عالم کی ابتداء کا حال مشکلات اور مہمات میں سے ہے۔ ہندو مذہب نے طول طویل مگر لا یعنی تفصیلات پیش کی ہیں۔ اسلام نے غیر ضروری ہونے کی وجہ سے نظر انداز کر دیا۔ زمین و آسمان کے وجود سے پہلے پانی پر عرش کے ہونے سے معلوم ہوا کہ عرش کا ان دونوں میں حلول نہیں ہے۔

علی متن الريح جیسا کہ ابن عباسؓ سے ثابت ہے لان قلت لام قسیمیہ ہے اس لئے ليقولن جواب قسم ہے لیکن جواب شرط محذوف ہے اسی طرح لنن اخرنا الخ اور لنن اذقنا الخ میں چاروں جگہ یہی ترکیب ہوگی۔

نعماء بعد ضراء نعماء کہتے ہیں جس کا اثر صاحب نعمت پر ظاہر ہوا اور ضراء جس کا اثر صاحب ضرر پر ظاہر ہو یہی فرق ہے نعمت اور نعماء میں اور ضرار اور اور ضراء میں۔ لعلک حرف شک ہے۔ لیکن اہل عرب کی عادت ہے کہ جب کسی کو کسی کام سے دور رکھنا ہو تو کہتے ہیں۔ لعلک تقدر ان تفعل کذا یا اپنے بچہ کو کسی کام کے کرنے کو کہنا ہو تو کہا جاتا ہے۔ لعلک تقصر فیما امرتک بہ اور مقصد تاکید ہوتی ہے کہ یہ کام مت چھوڑنا۔

تحداهم بها اولاً یعنی اولاً سورۃ اسراء میں پورے قرآن کے مثل کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ قل لنن اجتمعن الانس والجن علی ان یاتوا بمثل هذا القرآن لا یأتون بمثلہ اس کے بعد دس سورتوں کے مثل لانے کا مطالبہ اس آیت میں کیا جا رہا ہے۔ اس کے بعد سورۃ بقرہ میں فاتوا بسورۃ کا مطالبہ کیا گیا۔ جیسا کہ سورۃ یونس میں بھی گزر چکا ہے۔ پس سورۃ اسراء سب سے پہلے پھر سورۃ ہود ہے پھر سورۃ یونس پھر سورۃ بقرہ اخیر میں نازل ہوئی اور اس سے یہ اشارہ کرنا ہے کہ اگر تم ایک سورت بھی بنا لائے تو ہم اسے پورے قرآن کے برابر سمجھیں گے۔ لیکن ہم کہہ دیتے ہیں کہ جس طرح سارا قرآن بنانا تمہارے لئے ناممکن ہے۔ ایک سورت کا بنانا بھی پورے قرآن کے درجہ میں ناممکن ہے۔

یعلم اللہ یعنی جس طرح اللہ کا علم بے مثل ہے اسی طرح اللہ کا کلام بھی بے نظیر ہے۔ کیونکہ کلام بقدر علم متکلم ہوا کرتا ہے۔ من کان یرید اس آیت میں اہل دنیا کے اوصاف اور اگلی آیت افمن کان الخ میں اہل آخرت کے اوصاف بیان کئے جا رہے

ہیں۔ يتلوه يتلوه سے مشتق ہے تابع ہونے کے معنی میں ہیں۔ شاہد قرآن یا آنحضرت ﷺ یا جبریل مراد ہیں اور بعض نے اعجاز قرآنی مراد لیا ہے۔

کمن لیس كذلك اشارہ ہے افمن کان کے جواب محذوف کی طرف مریۃ بکسر المیم لغت حجاز ہے اور بالضم لغۃ اسد وتمیم ہے۔ مشہور اول ہے۔ ومن اظلم یہاں سے لاجرم الخ تک چودہ اوصاف بیان کئے ہیں لاجرم کے متعلق اختلاف ہے۔ خلیل اور سیدویہ کے نزدیک یہ لفظ خمسة عشر کی طرح مرکب اسم ہے اور معنی میں حق فعل کے ہے اور اس کا مابعد فاعلیت کی وجہ سے مرفوع ہوگا۔ اور حقاً مصدر ہے۔ جو اس کے قائم مقام ہے اور بعض کی رائے میں لا نافیہ ہے اور جرم فعل ہے بمعنی حق اور اس کا مابعد فاعل ہے اور بعض کے نزدیک لا زائد ہے اور جرم بمعنی کسب اور فاعل مضمر ہے اور بعض کے نزدیک لا رجل کی طرح مرکب ہے اور مابعد خبر ہے اور اس کے معنی لامحالہ اور لابد کے ہیں اور بعض نے اس کو بتقدیر جار مانا ہے اور بعض نے لاضد اور لامنع کے معنی لئے ہیں۔

رابط و آیات: آیت وما من دابة سے لے کر وهو الذی الخ تک توحید ثابت کرنے کے لئے علم قدرت کے ساتھ اللہ کی صفت ترزیق، تخلیق اور حکمت تخلیق کا بیان ہے اور چونکہ پچھلی آیت یمتکم میں ثواب کا وعدہ اور وان تولوا الخ میں وعید کا بیان گزر چکا ہے اور ظاہر ہے۔ کہ یہ دونوں باتیں قیامت میں ہوں گی۔ اس لئے آیت لئن قلت الخ سے آخرت کا مضمون شروع ہوتا ہے اور چونکہ عذاب کی تاخیر سے کفار عذاب ہی کا انکار کرنے لگے تھے۔ اس لئے آیت ولئن اذقنا الخ سے انسان کا ایک خاصہ بیان کر کے اس کی تائید کی جا رہی ہے اور ابتداء سورت میں توحید و رسالت کی بحث تھی۔

آیت فلعل الخ سے بھی رسالت کا مضمون اس ترتیب سے بیان کیا جا رہا ہے کہ اول کفار کے استہزاء سے قلب مبارک کے تکرر کو زائل کر کے تسلی دی جا رہی ہے۔ پھر قرآن سے متعلق کفار کے شبہ کا جواب اور قرآن کی حقانیت ہے۔ اسی کے ساتھ توحید کا بیان ہے جو رسالت کا مقصد عظیم ہے اور بعض آیات میں چونکہ توحید و رسالت، قرآن اور قیامت کے منکرین کی وعید کا ذکر تھا۔ ممکن ہے وہ اپنی مہمانداری یا صلہ رحمی جیسی بعض نیکیوں کو یاد کر کے یہ کہیں کہ قیامت اگر کوئی چیز ہے تو ہمیں ان خوبیوں پر ثواب ملنا چاہیئے نہ کہ عذاب۔ اس لئے آیت من کان الخ سے اس پندار کو بے بنیاد بتلایا جا رہا ہے اور کفار کے اس تذکرہ کے بعد آیت افمن کان سے قرآن کی تصدیق کرنے والے مؤمنین کا ذکر خیر اور جو قرآن کی حقانیت پر استدلال اور منکرین کے لئے وعید مذکور ہے اور قرآن کی تصدیق و تمذیب کرنے والوں کی حالت یکساں نہ ہونے کو بیان کر کے آیت ومن اظلم الخ میں دونوں کی جزاء کے یکساں نہ ہونا مع مثال بیان کیا جا رہا ہے۔

شان نزول: آیت من کان یزید الحیوة الخ کے شان نزول میں اختلاف ہے۔ بعض نے یہود و نصاریٰ کو مانا ہے اور بعض نے ان منافقین کو جو رسول اللہ ﷺ سے مال غنیمت مانگتے تھے اور بعض نے ریاکار مسلمانوں کے بارے میں آیت کو مانا ہے۔ لیکن الفاظ کے اعتبار سے صحیح عموم ہی ہے۔

﴿تشریح﴾: علم الہی سے کوئی چیز بھی باہر نہیں: مستقر اور مستودع کی یہ تفسیر مشہور ہے اگرچہ تمام جانوروں کو شامل نہیں ہے تاہم یہ کہا جاسکتا ہے کہ جب مستقر اور مستودع میں رہنے والی مستور چیزیں علم الہی سے باہر نہیں تو جو چیزیں مستقر اور مستودع نہیں وہ ظاہر و باہر ہونے کی وجہ سے بدرجہ اولیٰ احاطہ علم الہی میں داخل ہوں گی۔ پس اس اعتبار سے علمی تعلق کا عموم کلام کا مدلول ہو گیا۔

دابة سے مراد وہ جاندار ہیں جنہوں نے کچھ کھایا پیا ہو۔ اس لئے اب یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ بہت سے جاندار تو بغیر کھائے پئے مر جاتے ہیں۔ پس ان کو کہاں رزق پہنچتا ہے؟ اور خوش عیشی سے مراد حیات طیبہ ہے اور یسوت کل ذی فضل فضلہ کے لئے ایمان اس لئے ضروری ہے کہ ایمان کے بغیر اعمال معتبر نہیں ہوتے۔

آیت ولئن اذقنا الخ کا حاصل یہ ہے کہ جب دنیا میں واقع ہونے والے نقصان کے اثر کو زائل ہونے کے بعد بھول جاتے ہیں۔ حالانکہ اس نقصان کے پھر لوٹنے کا احتمال رہتا ہے تو قیامت تو ابھی واقع بھی نہیں ہوئی۔ اس کا انکار تو اور بھی باعث تعجب نہیں ہونا چاہیئے۔ اسی طرح نعمت چھٹنے کے بعد دوبارہ حاصل ہونے سے مایوسی اور ناامیدی ہو جاتی ہے۔ غرضیکہ واقع فی الحال کے عدم زوال کا یقین اور واقع فی المال کا عدم احتمال ان میں رہتا ہے۔

قرآن کے چینج میں مدرج:..... سورۃ یونس اور سورۃ بقرہ دونوں میں مثلہ کا لفظ آیا ہے۔ سورۃ بقرہ چونکہ مدنی ہے اور سورۃ ہود مکی۔ اس لئے تحدی میں یہ ترتیب مناسب ہے کہ پہلے سورۃ ہود میں دس سورتوں کا مطالبہ کیا گیا ہو گا وہ پورا نہیں ہو سکا۔ تو ایک سورت کا مطالبہ کیا گیا ہے اور بقول اتقان سورۃ یونس اگر مدنی ہو تو اس کی توجیہ بھی یہی ہوگی۔ لیکن اگر سورۃ یونس مکی ہو اور سورۃ ہود سے پہلے ہی ہو جیسا کہ اتقان کے دوسرے قول سے معلوم ہوتا ہے تو پھر اس کی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ مکہ معظمہ میں فی نفسہ معجزہ ہونے کے اعتبار سے تو ایک سورت کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ لیکن ان کے دعویٰ قدرت ”لو نشاء لقلنا مثل هذا“ کے لحاظ سے دس سورتوں کا مطالبہ کیا ہے۔

جیسے سب کفار کی نیت صرف دنیا ہی کمانا نہیں ہوتی ایسے ہی سب مسلمانوں کی نیت میں خالص آخرت

نہیں ہوتی:..... آیت ومن کان یزید الخ میں صرف ان کافروں کا حال بیان کیا گیا ہے۔ جن کی نیت بجز دنیا کے اور کچھ نہیں ہوتی۔ تمام کفار کا حال بیان نہیں کیا گیا۔ اس لئے اب یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ بعض کفار کا حال تو ایسا نہیں ہوتا۔ چنانچہ بعض مسلمانوں کی نیت بھی بجز دنیا کے اور کچھ نہیں ہوتی۔ اسی لئے بعض مفسرین نے آیت کو عام کہا ہے۔ لیکن لیس لهم فی الآخرة الا النار کے قرینہ سے کفار کے ساتھ خاص کرنا اولیٰ ہے۔ اگرچہ ان الفاظ میں بھی یہ تاویل ہو سکتی ہے کہ لیس لهم علی هذه الاعمال الا النار تاہم یہ تاویل ذرا بعید ہوگی اور یوں بھی ان میں معافی کا احتمال موجود ہے اور ریاکار مسلمانوں کے لئے اور احادیث بھی موجود ہیں۔ اسی طرح جن کفار کی نیت آخرت کا ثواب حاصل کرنے کی..... ہوتی ہے ان کا حکم دوسری جگہ سے معلوم ہو سکتا ہے۔ جن میں اعمال کی قبولیت کے لئے ایمان کا شرط ہونا معلوم ہو رہا ہے۔

آیت سے دو حکم اور ان پر شبہات مع جوابات:..... اور آیت سے بظاہر دو حکم معلوم ہو رہے ہیں۔ ایک یہ کہ دنیا میں ایسے لوگوں کو سزا ضرور ملتی ہے۔ اس پر تو یہ شبہ ہے کہ بعض دفعہ دنیا میں کچھ بھی سزا نہیں ملتی اور دوسرا حکم یہ معلوم ہو رہا ہے کہ ایسے لوگوں کو آخرت میں کچھ نفع نہیں ہوگا۔ اس پر یہ شبہ ہے کہ بعض روایات سے آخرت کے عذاب کی تخفیف کا ہونا معلوم ہوتا ہے۔ پہلے شبہ کا جواب تو یہ ہے کہ اچھے برے کاموں کے اثرات مختلف ہوتے ہیں دونوں کے مجموعہ کے اعتبار سے جو عذاب ہوگا۔ اسی کا اثر مرتب ہو جائے گا اور یہ خصوصیات علم الہی کے ساتھ مخصوص ہیں۔ ہمارے علم میں منضبط نہیں۔

اور دوسرے شبہ کا جواب یہ ہے کہ روایات تخفیف کا مطلب یہ ہے کہ بعض کفار کو شروع ہی سے ہلکا عذاب ہوگا۔ لیکن آیت کا حاصل یہ ہے کہ جس درجہ کا عذاب بھی ہوگا۔ پھر کم نہیں ہوگا۔ بلکہ آیت زدنا ہم عذابا فوق العذاب کی رو سے آئندہ کے لئے

بظاہر اضافہ ہی معلوم ہوتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اضافہ کے ساتھ ہلکا عذاب اس کی نسبت ہلکا ہوگا..... جو شروع ہی سے زائد ہے۔ پس اس اعتبار سے آنحضرت ﷺ کے چچا ابوطالب کا عذاب دوائی طور پر سب سے ہلکا رہے گا۔

عمل اور پاداش میں برابری:..... آیت يُضْعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ کی تفسیر میں اضلال کی قید بڑھادینے سے جلال محقق نے اس شبہ کو دور کر دیا کہ دوسری آیت من جاء بالسینۃ فلا یجزی الا مثلھا الخ سے تو گناہ اور سزائیں برابری معلوم ہو رہی ہے۔ جس سے زیادہ عذاب کی نفی ہوگئی۔ حاصل جواب یہ ہے کہ اس صورت میں بھی سزا عمل کے برابر ہی ہے۔ کیونکہ یہاں عمل بھی دوہرا ہے۔ ایک خود کی گمراہی اور ایک دوسروں کو گمراہ کرنا اس لئے سزا بھی دوگنی ہوگئی۔ پس مثلیت کے خلاف نہیں ہو رہا اور اگر ایعدون کے معنی صرف اعراض کرنے کے لئے جائیں۔ جس میں دوسروں کو گمراہ کرنا نہیں آتا۔ تو اب عمل تو ایک ہی رہا۔ دو گنا نہ ہوا۔ لیکن جرم اعراض کی شدت، عذاب کی زیادتی کو چاہتی ہے۔ اس لحاظ سے بھی مماثلت عذاب محفوظ رہی۔

لطائف آیات:..... آیت وما من دآبۃ الخ میں توکل کی عظیم ترغیب ہو رہی ہے۔ لیکن یہ اعتقاد کرتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ بغیر اسباب کے بھی انتظام کر سکتا ہے۔ اسباب کو اختیار کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے۔ غرضیکہ توکل کا تعلق اعتقاد اور قلب کے ساتھ ہے نہ کہ ترک اسباب کے ساتھ۔

آیت ولئن اذقنا الانسان الخ میں اللہ تعالیٰ اس شکایت سے یہ اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ بندہ کو ہر حال میں عیش ہو یا طیش، نعمت ہو یا نعمت، اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ اور توکل رکھنا چاہیے۔ آیت فلعلک الخ سے معلوم ہوا کہ مرید کو شیخ کے کلام کی طرف رغبت و توجہ نہ ہو تو شیخ کا قلب بھی منقبض ہو جاتا ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ ہدایت و ارشاد کی بات اگر ضروری ہو تو شیخ کو انقباض پر عمل نہیں کرنا چاہیے۔ یعنی کلام چھوڑنا نہیں چاہیے۔ آیت فان لم یسئجیوا الخ سے معلوم ہوا کہ خوارق اعتقاد کی قوت میں بڑا دخل ہوتا ہے۔

آیت من کین الخ سے معلوم ہوا کہ جو شخص آخرت کے کام سے دنیاوی اغراض کا ارادہ کرے انہیں دنیا ہی میں بدلہ چکا دیا جاتا ہے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ لذات نفسانیہ اور طبعی وجد و سرور کی نیت سے طاعت بجالانا بھی اس میں داخل ہے کیونکہ یہ چیزیں بھی دنیا ہیں۔

آیت ومن اظلم الخ سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنی وضع قطع اور دعویٰ سے اظہار ولایت کرے اور اولیاء اللہ جیسی باتیں کرے اور فی الحقیقت فاسق ہو وہ بھی اس آیت کا مصداق ہے۔

وَلَقَدْ ارسلنا نوحًا الى قومه اِنِّیْ اِیِّ بَآئِیْ وَفِیْ قِرَآءَۃٍ بِالْکَسْرِ عَلٰی حَذْفِ الْقَوْلِ لَکُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۲۵﴾
بَیِّنُ الْاِنذَارِ اَنْ اِیِّ بَانَ لَا تَعْبُدُوْا اِلَّا اللّٰهَ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْکُمْ اِنْ عَبَدْتُمْ غَیْرَہٗ عَذَابَ یَوْمِ الِیْمِ ﴿۲۶﴾
مُؤْلِمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ فَقَالَ الْمَلَا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَوْمِہٖ وَهُمْ الْاَشْرَافُ مَا نَرٰکَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا
وَلَا فَضْلَ لَکَ عَلَیْنَا وَمَا نَرٰکَ اَتَّبَعْلَکَ اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ اَرَادُوْا اَسَافِلُنَا کَالْحَاکِکَ وَالْاَسَاکِفَۃِ بَادِیَ
الرَّآئِ بِالْهَمْزَۃِ وَتَرْکِہٖ اِیِّ اِبْتَدَآءٍ مِنْ غَیْرِ تَفْکُرٍ فِیْکَ وَنَصْبِہٖ عَلٰی الظَّرْفِ اِیِّ وَقْتُ حَدُوْثٍ اَوَّلِ رَاہِمُمْ وَمَا

نَرَىٰ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ ۖ فَتَسْتَحِقُّونَ بِهِ الْإِتِّبَاعَ مِنَّا بَلْ نَظُنُّكُمْ كَاذِبِينَ ﴿۲۷﴾ فِي دَعْوَى الرَّسَالَةِ
 أَدْرَجُوا قَوْمَهُ مَعَهُ فِي الْخِطَابِ قَالَ يَقَوْمِ أَرَأَيْتُمْ أُخْبِرُونِي إِنْ كُنْتُ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّي وَآتَنِي
 رَحْمَةً نَّبَوَّةً مِّن عِنْدِهِ فَعَمِيَتْ عَلَيْكُمُ فِي قِرَاءَةِ قِرَاءَةٍ بِتَشْدِيدِ الْمِيمِ وَالْبِنَاءِ لِلْمَفْعُولِ أَنْزَلَ مُكْمُوها
 أَنْجِبُكُمْ عَلَىٰ قُبُولِهَا وَأَنْتُمْ لَهَا كَرِهُونَ ﴿۲۸﴾ لَا نَقْدِرُ عَلَىٰ ذَلِكَ وَيَقَوْمِ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ عَلَىٰ تَبْلِيغِ
 الرَّسَالَةِ مَالًا تُعْطُونِيهِ إِنْ مَا أَجْرِي ثَوَابِي إِلَّا عَلَى اللَّهِ وَمَا أَنَا بِطَارِدِ الَّذِينَ آمَنُوا ۖ كَمَا أَمَرْتُ مُؤْمِنِي
 أَنَّهُمْ مُلْقُوا رَبَّهُمْ بِالْبَعْثِ فَيَجَارِيهِمْ وَيَأْخُذُ لَهُمْ مِمَّنْ ظَلَمَهُمْ وَطَرَدَهُمْ وَلَكِنِّي أَرْكُمُ قَوْمًا
 تَجْهَلُونَ ﴿۲۹﴾ عَاقِبَةُ أَمْرِكُمْ وَيَقَوْمِ مَنْ يَنْصُرُنِي يَمْنَعُنِي مِنَ اللَّهِ أَيَّ عَذَابِهِ إِنْ طَرَدْتَهُمْ أَيَّ لَا نَاصِرَ
 لِي أَفَلَا فَهَلَّا تَذَكَّرُونَ ﴿۳۰﴾ بِإِذْغَامِ النَّاءِ الثَّانِيَةِ فِي الْأَصْلِ فِي الذَّالِ تَتَّعُطُونَ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي
 خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَنِّي أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ إِنِّي مَلَكٌ بَلْ أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلَا أَقُولُ لِلَّذِينَ
 تَزَيَّجْتُ تَحْتَهُمْ أَغْنِيكُمْ لَنْ يُؤْتِيَهُمُ اللَّهُ خَيْرًا اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا فِي أَنْفُسِهِمْ قُلُوبُهُمْ إِنِّي إِذَا إِنْ قُلْتُ
 ذَلِكَ لِمَنِ الظَّلْمِينَ ﴿۳۱﴾ قَالُوا يَنْوُحُ قَدْ جَادَلْتَنَا خَاصَمْتَنَا فَاكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاتِنَا بِمَا تَعِدُنَا بِهِ مِنَ
 الْعَذَابِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿۳۲﴾ فِيهِ قَالَ إِنَّمَا يَأْتِيَكُمْ بِهِ اللَّهُ إِنْ شَاءَ تَعْجِيلُهُ لَكُمْ، فَإِنَّ أَمْرَهُ إِلَيْهِ
 لَا إِلَهَ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ ﴿۳۳﴾ بِفَاتِيئِينَ اللَّهُ وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِي إِنْ أَرَدْتُ أَنْ أَنْصَحَ لَكُمْ إِنْ
 كَانَ اللَّهُ يُرِيدُ أَنْ يُغْوِيَكُمْ أَيَّ اغْوَائِكُمْ وَجَوَابُ الشَّرْطِ دَلَّ عَلَيْهِ وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِي هُوَ رَبُّكُمْ
 وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۳۴﴾ قَالَ تَعَالَىٰ أَمْ بَلْ يَقُولُونَ أَيَّ كُفَّارٍ مَّكَّةَ افْتَرَاهُ اخْتَلَقَ مُحَمَّدٌ الْقُرْآنَ قُلْ إِنْ
 افْتَرَيْتُهُ فَعَلَىٰ إِجْرَامِي أَيَّ عُقُوبَتُهُ وَأَنَا بَرِيءٌ مِّمَّا تُجْرِمُونَ ﴿۳۵﴾ مِنْ إِجْرَامِكُمْ فِي نِسْبَةِ الْإِفْتِرَاءِ إِلَىٰ

ترجمہ: اور یہ واقعہ ہے کہ ہم نے نوح کو ان کی قوم کے پاس رسول بنا کر بھیجا کہ میں (اور ایک قرأت میں کسر ہمزہ کے ساتھ ہے لفظ قول حذف کر کے) آشکارا طور پر خبردار کرنے والا (کھلے بندوں ڈرانے والا) ہوں۔ اللہ کے سوا کسی اور کی بندگی نہ کرو۔ میں ڈرتا ہوں (اگر تم نے غیر اللہ کی پوجا کی) کہیں تم پر عذاب کا ایک دردناک دن نہ آجائے (جو دنیا و آخرت میں تکلیف دینے والا ہو) اس پر قوم کے ان سرداروں نے کہا جنہوں نے کفر کی راہ اختیار کی تھی۔ ہم تم میں اس کے سوا کوئی بات نہیں دیکھتے کہ ہماری ہی طرح کے ایک آدمی ہو۔ (تمہیں ہمارے مقابلہ پر کوئی بڑائی حاصل نہیں ہے) اور جو لوگ تمہارے پیچھے چلتے ہیں انہیں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ہم میں کے بالکل ہی رذیل ہیں (کہنے جیسے جلا ہے، موچی) اور وہ بھی سرسری نظر سے بے سوچے سمجھے تمہارے پیچھے ہوئے (لفظ راہی ہمزہ کے ساتھ ہے اور بغیر ہمزہ کے یعنی انہوں نے تمہارے متعلق کچھ غور و فکر بھی نہیں کیا۔ اس پر نصب ظرفیت کی بناء پر ہے یعنی سطحی نظر کے وقت) ہم تو تم لوگوں میں اپنے سے کوئی بات بھی زیادہ نہیں پاتے (جس کی وجہ سے ہم تمہیں پیروی کے لائق سمجھیں) بلکہ تمہیں

جھوٹا سمجھتے ہیں (دعویٰ نبوت میں۔ اور خطاب میں ہی کے ساتھیوں کو بھی لے لیا) نوحؑ نے فرمایا اے میری قوم کے لوگوں! تم نے اس بات پر بھی غور کیا (مجھے ذرا یہ تو بتلاؤ) کہ اگر میں اپنے پروردگار کی طرف سے ایک روشن دلیل (بیان) پر قائم ہوں اور اس نے اپنے پاس سے رحمت (نبوت) بھی مرحمت فرمادی ہو مگر وہ تمہیں دکھائی نہ دے (نہ سوچھے اور ایک قرأت میں لفظ عصیت میم کی تشدید کے ساتھ اور مجہول صیغہ سے آیا ہے تو کیا ہم اسے تمہارے گلے مڑھ دیں (زبردستی اسے منوائیں) اور تم اس سے بیزاری کئے چلے جاؤ؟ (یعنی ہم ایسا نہیں کر سکتے) لوگوں یہ جو کچھ میں کر رہا ہوں میں تم سے اس (تبلیغ) پر کچھ مال نہیں مانگتا (کہ تم مجھے دو) میرا معاوضہ (ثواب) تو صرف اللہ کے ذمہ ہے اور یہ بھی سمجھ لو کہ جو لوگ ایمان لائے ہیں میں انہیں اپنے پاس سے نہیں دھتکار سکتا (جیسا کہ تم چاہتے ہو) انہیں بھی اپنے پروردگار سے ایک دن ملنا ہے (قیامت کے روز کہ وہی انہیں صلہ مرحمت فرمائے گا۔ ہاں! جنہوں نے ان میں سے ظلم کیا ہو گا وہ انہیں خود رسوا کرے گا اور دھکے دے دے گا) لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ جہالت کر رہے ہو (انجام سے بے خبر ہو) اے میری قوم کے لوگوں! مجھے بتلاؤ اگر میں ان لوگوں کو اپنے پاس سے نکال باہر کروں تو اللہ (کے عذاب) کے مقابلہ میں کون میری مدد کرے (کے مجھے بچا) لے گا (یعنی مجھے کوئی نہیں بچا سکتا) کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے؟ (در اصل اس میں تائے ثانی ذال میں مدغم ہو رہی ہے بمعنی تتعظون) اور دیکھو میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے تمام خزانے ہیں نہ یہ کہتا ہوں کہ میں تمام غیب کی باتیں جانتا ہوں اور نہ میرا دعویٰ یہ ہے کہ میں فرشتہ ہوں (بلکہ تمہاری ہی طرح کا ایک انسان ہوں) اور نہ ان تمام لوگوں کی نسبت جن کو تمہاری نگاہیں حقیر سمجھتی ہیں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز ثواب نہیں دے گا۔ ان کے دل میں جو کچھ ہے اللہ ہی بہتر جانتا ہے میں (اگر ایسی بات کہوں تو) ایسی صورت میں ظالم ہی ٹھہروں گا۔ وہ لوگ کہنے لگے اے نوح! تم ہم سے بحث کر چکے (جھگڑ چکے) اور بحث بھی خوب ہی کر چکے۔ سو جس (عذاب) سے تم ہمیں دھمکایا کرتے ہو وہ ہمارے سامنے لا دکھاؤ اگر تم سچے ہو (اس بارے میں) نوحؑ نے فرمایا: اگر اللہ کو منظور ہو گا تو بلاشبہ تم پر وہ بات لے آئے گا (اگر اسے جلدی منظور ہو گا۔ کیونکہ یہ تو اس کے اختیار میں ہے نہ کہ میرے بس میں) اور تمہیں یہ قدرت نہیں کہ اسے مات دے دو۔ (یعنی اللہ سے بچ کر نہیں جاسکتے) اور اگر اللہ کی مشیت یہی ہے کہ تمہیں ہلاک کرے تو میں کتنا ہی نصیحت کرنا چاہوں میری نصیحت کچھ سودمند نہ ہوگی (ان یغویکم اغوائکم کے معنی میں ہے اور جواب شرط محذوف ہے۔ لا ینفعکم نصیحتی اس پر دلالت کرتا ہے) وہی تمہارا پروردگار ہے۔ اسی کی طرف تمہیں لوٹنا ہے (حکم الہی ہوا) کیا یہ لوگ (مکہ کے کافر) کہتے ہیں کہ اس شخص نے اس کو اپنے جی سے گھڑ لیا ہے؟ (محمدؐ نے قرآن گھڑ لیا ہے) آپ کہہ دیجئے۔ اگر میں نے یہ بات گھڑ لی ہے تو میرا یہ جرم مجھ پر آئے گا (یعنی اس کی سزا) اور تم جو جرم کر رہے ہو میں اس سے بری الذمہ ہوں (قرآن تراشنے کی نسبت میری طرف کر کے جو جرم کر رہے ہو)

تحقیق و ترکیب:..... حذف القول۔ ای فقال لقومه بین اشارہ کر دیا کہ مبین ابان لازم ہے۔ ان لا تعبدوا اشارہ اس طرف ہے کہ ان مصدر یہ ہے اور با کا تعلق ارسلنا سے ہے اور لا ناہیہ ہے۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ نوح سے مراد روح اور قوم سے مراد قلب، نفس، بدن ہے اور دنیا اور اس کی شہوات کی پر سنش اور آخرت اور اس کے درجات کی طلب۔ الیم۔ یوم کی صفت نہیں بلکہ عذاب کی صفت ہے اور نہ ہارہ صانم کی طرح اسناد مجازی ہے۔ قال الملا یہاں سے تین شبہ قوم نے پیش کئے۔ اول مانراک الا بشرا دوسرے مانراک اتبعک تیسرے ما نری لکم ان تینوں کا اجمالی جواب یا قوم اریتم الخ سے اور تفصیلی جواب لا اقول الخ سے دیا گیا ہے۔ یہ آخری شبہ کا جواب ہے اور لا اعلم الغیب دوسرے شبہ کا اور لا اقول لکم اول شبہ کا جواب ہے۔

سادی الراى۔ بدو کے معنی ظاہر کے ہیں۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اراذل سے مراد روح کے خدام بدن اور ظاہری اعضاء ہیں۔ کیونکہ بدن کو روح کی دعوت قبول کرنی چاہیئے اور اعضاء کو احکام شرع کی تعمیل میں لگا دینا چاہیئے۔ لیکن نفس امارہ کفر پر ابھارتا رہتا ہے اور بدن کو طاعت دیدیہ میں لگنے نہیں دیتا۔

نصحی زخشریٰ اور تفتازانی کی رائے کے بموجب تقدیر کلام اس طرح ہے ان کان اللہ یرید ان یغویکم لا ینفعکم نصحی ان اردت ان انصح لکم لیکن بیضاوی نے پورے جملہ شرطیہ کو دلیل کا جواب بنایا ہے۔ اس صورت میں تقدیر کلام ایسے ہوگی ان کان اللہ یرید ان یغویکم فان اردت ان انصح لکم لا ینفعکم نصحی۔

چنانچہ اگر کوئی یہ کہے کہ انت طالق ان دخلت الدار ان کلمت زیدا اور عورت پہلے مکان میں داخل ہو جائے پھر کلام کرے تو طلاق پڑ جائے گی۔ پس اس صورت میں کلام متضمن دو شرطوں کو ہوگا۔ ایک شرط دوسری کا جواب ہوگی اور پہلی کی صورت میں ایک شرطیہ مقید ہوگا۔

وجواب الشرط یعنی پہلی شرط کا جواب محذوف ہے اور لا ینفعکم الخ کو اس لئے جواب نہیں بتایا کہ بصریوں کے نزدیک جواب شرط پر مقدم نہیں ہوتا۔ اگرچہ کو فیوں کے نزدیک جائز ہے۔ یعنی دوسری شرط کا جواب پہلی شرط ہے اور خود اپنا جواب بھی ہے اور تقدیر عبارت اس طرح ہوگی۔ ان کان اللہ یرید ان یغویکم فان اردت ان انصح لکم فلا ینفعکم نصحی کیونکہ کلام میں جب دو شرطیں جمع ہو جائیں۔ اور ایک جواب۔ تو شرط ثانی اول کی شرط ہو جاتی ہے۔ پس جواب واقع نہیں ہوگا۔ جب تک دوسری شرط حاصل نہیں ہو جائے گی اور واقع میں پہلی شرط سے پہلے پائی جائے گی۔ کیونکہ خارج میں مشروط سے پہلے شرط نہیں پائی جایا کرتی۔ پس اگر معاملہ برعکس ہو جائے کہ پہلی شرط پہلے پائی جائے تو معلق شرط بھی نہیں پائی جائے گی۔ مثلاً اگر کوئی اپنے غلام سے کہے انت حر ان کلمت زیدا ان دخلت الدار تو جب تک کلام سے پہلے مکان میں داخل ہونا نہیں پایا جائے گا۔ اس وقت تک غلام آزاد نہیں ہوگا۔ لیکن اگر کلام پہلے پایا جائے تو معلق چیز بھی نہیں پائی جائے گی۔

ام یقولون افترمہ اکثر مفسرین اس کو قصہ نوح میں شمار کرتے ہیں۔ لیکن جلال محقق اس کو جملہ معترضہ مان رہے ہیں جس میں آنحضرت ﷺ اور کفار مکہ کی طرف کلام منتقل کیا گیا ہے۔

رابط آیات:..... تو حید و رسالت، معاد کی حقانیت کے مسائل اور وعد و وعید کے مضامین گزر چکے ہیں اس کے بعد ہی گذشتہ وقائع کا بیان شروع ہو گیا ہے۔ اس سلسلہ کی پہلی کڑی حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت ہے۔

﴿تشریح﴾:..... حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت کا جواب:..... نوح علیہ السلام کی سیدھی سادی دعوت کے جواب میں قوم کے مغرور نمائندوں نے کہا ”تم بھی ہماری ہی طرح ایک آدمی ہو پھر تمہاری بات کیوں مانیں۔ یعنی اگر تم میں کوئی ایسا اچھا پایا جاتا جو اوروں میں نہیں پایا جاتا۔ یا دیوتاؤں کی طرح تم بھی اتر آئے ہوتے تو تمہاری تصدیق کر لیتے اور کہنے لگے جو ہم میں کہینے ہیں وہی بے سمجھے بوجھے تمہیں مان رہے ہیں پھر کیا ان بے وقوفوں کی طرح ہم بھی مان لیں؟ نیز ایسی جماعت میں ہم کیوں کر شریک ہو سکتے ہیں۔ جہاں رذیل و شریف میں کوئی امتیاز نہ ہو؟

حضرت نوح کا جواب:..... حضرت نوح نے فرمایا: انسان کی ہدایت تو انسان ہی کے ذریعہ ہو سکتی ہے اور وہ اتنا ہی کر سکتا ہے جو اس کے اختیار میں ہے۔ تم کہتے ہو میں جھوٹا ہوں لیکن بتلاؤ اگر تم مجھے سچا سمجھتے تو کیا اس بات کی توقع رکھتے کہ میں جبراً

تمہیں سچائی کی راہ دکھا دوں۔ خدا کی طرف سے کتنی ہی واضح دلیل حق مجھے مل گئی ہو۔ لیکن تم سمجھنے سے انکار کر دو تو میں کیا کر سکتا ہوں؟ اور فرمایا کہ تم جن لوگوں کو ذلیل سمجھتے ہو میں کبھی نہیں کہوں گا کہ وہ ذلیل ہیں اور انہیں خوبی و سعادت نہیں مل سکتی۔ اگر میں ایسا کروں تو خدا کے مواخذہ سے بچ نہیں سکوں گا اور فرمایا کہ میرا دعویٰ صرف یہ ہے کہ سچائی کا پیغامبر ہوں۔ مجھے طاقت و تصرف کا دعویٰ نہیں۔ نہ میں انسانیت سے بالاتر کوئی ہستی ہوں۔

انکار کرنے والوں کا ردِ عمل: لیکن انکار کرنے والوں نے نہ صرف یہ کہ ان دلائل و مواعظ سے انکار کیا اور ان کو جدال قرار دیا۔ بلکہ خود عذاب کا مطالبہ کرنے لگے۔ اس پر ارشاد الہی ہوا کہ ان سے کہہ دو ”تم کہتے ہو میں جھوٹا ہوں۔ اچھا اگر میں جھوٹا ہوں تو میرا گناہ مجھ پر۔ اور تم اگر سچائی کو جھٹلا رہے ہو تو اس کی پاداش تمہیں جھیلنی ہے۔ میں اس سے بری ہوں۔ اب فیصلہ کا انتظار کرو۔“

انسی لا استلکم علیہ مالا میں مال کی تخصیص اس لئے کہ اکثر جھوٹے لوگوں کا مقصد مال ہی ہوتا ہے اور عزت بھی اگر مطلوب ہوتی ہے تو مال ہی کی خاطر اور ایمان لانے والوں کو اراذل ان کی غربت اور معمولی پیشوں کی وجہ سے کہا جنہیں عرفا لوگ حقیر سمجھتے ہوں۔

غریب اور کم درجہ کے لوگ ہی پہلے ہدایت قبول کرتے ہیں: اور کفار نے جو مسلمانوں کو کمزور رائے سمجھا اور ان کی شرافت کا انکار کر دیا۔ چونکہ نبوت کا ثابت کرنا اس جواب پر موقوف نہیں تھا۔ اس لئے اس کے جواب کی فکر نہیں کی گئی اور ویسے ہی جواب ظاہر ہے کہ حق کے قبول کرنے میں ایسی باتوں کا لحاظ کرنا غلط ہے۔ بلکہ ایسے ہی لوگ حق کو جلد قبول کر لیا کرتے ہیں۔ کیونکہ ان لوگوں میں عرفی بڑائی نہیں ہوتی۔ بلکہ ایک درجہ یہ بھی ان کی سلامتی رائے اور فضیلت کی دلیل ہے اور جب حضرت نوح کی نبوت دلیل سے ثابت ہو گئی۔ تو پھر اس کو بعید سمجھنا اول تو کوئی چیز نہیں۔ کیونکہ بعض چیزیں جو عقل کی گرفت سے باہر ہوتی ہیں وہ اگرچہ بعید معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن ان چیزوں کے فی نفسہ ممکن ہونے کے ساتھ۔ اگر مخبر صادق کی سچی خبر بھی ان کے ساتھ مل جائے تو ان چیزوں کا واقع ہونا مرجح ہو جاتا ہے۔ ہاں اگر عقلی یا شرعی دلیل سے ان چیزوں کا ممتنع ہونا ثابت ہو جائے تو پھر بلاشبہ وہ استبعاد مقبول و معتبر ہوگا بلکہ استبعاد سے بڑھ کر پھر تو محال اور ممتنع ماننا واجب ہوگا۔ لیکن یہاں تو حضرت نوح نے کوئی مستبعد چیز بھی پیش نہیں کی۔ اگر ایسا کرتے تو انکار کا کسی درجہ میں مضائقہ نہیں تھا۔ اگرچہ دلیل کے بعد وہ انکار بھی پھر قابل انکار ہو جاتا۔

حضرت نوح نے انہم مُلْقُوا رِبْہِمُ الخ سے پہلے تو اہل ایمان کو ثابت فرمایا۔ پھر لا اقول للذین تزدری الخ سے تلطیف دعوت کے طور پر فرمایا کہ اگر تم ان مسلمانوں کے اخلاص کے معتقد نہیں ہو تو کم از کم بلا دلیل انہیں غیر مخلص بھی نہ مانو۔ آیت قل ان افتریثہ الخ میں اخیر درجہ کا جواب دیا گیا ہے۔ ورنہ اصل جواب تو وہی ہے کہ تم پہلے اس افتراء کا افتراء ہونا ثابت کر دکھاؤ۔ لیکن جو شخص نہ دلیل کو تسلیم کرے اور نہ اس میں قدح کر سکے۔ اس لئے آخری بات یہی کہی جاسکتی ہے کہ میاں جیسا میں نے کیا ہوگا۔ میں جھگتوں گا جیسا تم کر رہے ہو تم جھگتو گے۔

اطائف آیات: آیت وما نراک اتباع الخ سے ان لوگوں کی تردید ہو رہی ہے جو ولایت کو عرفی شرافت کے ساتھ خاص سمجھتے ہیں۔ آیت انلزمکموا الخ سے معلوم ہوا کہ منکرین اہل اللہ سے مستفید نہیں ہو سکتے۔ آیت یا قوم لا استلکم الخ سے معلوم ہوا کہ مشائخ کو بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ کیوں کہ طلب مال لوگوں کو طلب ہدایت سے روک دے گا۔ بلکہ امور خیر میں چندہ کرنے سے بھی انہیں احتیاط کرنی چاہیئے۔

آیت یا قوم من یصرنی الخ سے معلوم ہوا کہ طالبین کے یہ حقوق مشائخ کے ذمہ ہونے چاہئیں۔ کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے والے سے اعراض کرے خدا اس سے اعراض کر لے گا۔ آیت لا اقول لکم عندی الخ سے معلوم ہوا کہ صاحب ارشاد کا صاحب تصرف یا صاحب کشف ہونا یا انسانی ضروریات میں عوام سے ممتاز ہونا ضروری نہیں ہے۔ البتہ رشد و ہدایت کرنے والے کے لئے علم و عمل سے متصف ہونا ضروری ہے۔

آیت انما یتکم الخ سے معلوم ہوا کہ اہل حق کی یہی شان ہوتی ہے۔ لیکن باطل پرست لوگ فضول کی ڈیگیں مارا کرتے ہیں کہ میری مخالفت میں فلاں کا حال ایسا ہوگا۔ آیت لا ینفعکم نصحی سے معلوم ہوا کہ شیخ کے قبضہ میں ہدایت نہیں ہوتی۔ آیت ان تسخروا الخ سے معلوم ہوا کہ انتقام کے موقع پر ترکی پر ترکی جواب دینا مکارم اخلاق کے خلاف نہیں ہے۔

وَأَوْحَىٰ إِلَىٰ نُوحٍ أَنَّهُ لَنْ يُؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ إِلَّا مَنْ قَدْ آمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿۳۶﴾ مِنَ الشِّرْكِ فِدَعَا عَلَيْهِمْ بِقَوْلِهِ رَبِّ لَا تَذَرُ الْخَ فَاجَابَ اللَّهُ تَعَالَىٰ دُعَاءَهُ وَقَالَ وَاصْنَعِ الْفُلَكَ السَّفِينَةَ بِأَعْيُنِنَا بِمَرَأَىٰ مِنَّا وَحِفْظِنَا وَوَحِينَا أَمَرْنَا وَلَا تُخَاطِبُنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا كَفَرُوا بِرَبِّكَ أَهْلًا كَيْهَمُ إِنَّهُمْ مُّغْرَقُونَ ﴿۳۷﴾ وَيَصْنَعُ الْفُلَكَ حِكَايَةً حَالِ مَاضِيَةٍ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأَ جَمَاعَةً مِّنْ قَوْمِهِ سَخِرُوا مِنْهُ اسْتَهْزَؤُا بِهِ قَالَ إِنْ تَسْخَرُوا مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُونَ ﴿۳۸﴾ إِذَا نَجَوْنَا وَغُرِقْتُمْ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ مَنْ مَوْصُولَةٌ مَّفْعُولُ الْعِلْمِ يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ نَزْلُ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴿۳۹﴾ ذَاتُ حَتَّىٰ غَايَةٍ لِلصَّنْعِ إِذَا جَاءَ أَمْرُنَا بِأَهْلًا كَيْهَمُ وَفَارَ التَّنُورُ لِلْخَبَازِ بِالْمَاءِ وَكَانَ ذَلِكَ عَلَامَةً لِّنُوحٍ قُلْنَا احْمِلْ فِيهَا فِي السَّفِينَةِ مِنْ كُلِّ زَوْجَيْنِ آيٍ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ آيٍ مِنْ كُلِّ أَنْوَاعِهِمَا اثْنَيْنِ ذَكَرًا وَأُنْثَىٰ وَهُوَ مَفْعُولٌ وَفِي الْقِصَّةِ إِنَّ اللَّهَ حَشَرَ لِّنُوحٍ السِّبَاعَ وَالطَّيْرَ وَغَيْرَهُمَا فَجَعَلَ يَضْرِبُ بِيَدَيْهِ فِي كُلِّ نَوْعٍ فَتَقَعُ يَدُهُ الْيُمْنَىٰ عَلَى الذَّكَرِ وَالْيُسْرَىٰ عَلَى الْأُنْثَىٰ فَيَحْمِلُهُمَا فِي السَّفِينَةِ وَأَهْلَكَ آيٍ زَوْجَتَهُ وَأَوْلَادَهُ إِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ آيٍ مِنْهُمْ بِالْإِهْلَاكِ وَهُوَ زَوْجَتُهُ وَوَلَدُهُ كِنَعَانُ بِخِلَافِ سَامَ وَحَامَ وَيَافِثَ فَحَمَلَهُمْ وَزَوْجَاتِهِمْ ثَلَاثَةً وَمَنْ آمَنَ وَمَا آمَنَ مَعَهُ إِلَّا قَلِيلٌ ﴿۴۰﴾ قِيلَ كَانُوا سِتَّةَ رِجَالٍ وَنِسَاءُهُمْ وَقِيلَ جَمِيعُ مَنْ كَانَ فِي السَّفِينَةِ ثَمَانُونَ يَصِفُهُمْ رِجَالٌ وَيَصِفُهُمْ نِسَاءٌ وَقَالَ نُوحٌ ارْكَبُوا فِيهَا بِسْمِ اللَّهِ مَجْرِبَهَا وَمُرْسَاهَا بَفَتْحِ الْمِيمَيْنِ وَضَمِّهِمَا مَصْدَرَانِ آيٍ جَرِيهَا وَرُسُوهَا آيٍ مُنْتَهَىٰ سِيرَهَا إِنَّ رَبِّي لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۴۱﴾ حَيْثُ لَمْ يُهْلِكْنَا وَهِيَ تَجْرِي بِهِمْ فِي مَوْجٍ كَالْجِبَالِ تَضِيهِ الْإِرْتِفَاعِ وَالْعَظَمِ وَنَادَىٰ نُوحٌ ابْنَهُ كِنَعَانَ وَكَانَ فِي مَعْرِزٍ عَنِ السَّفِينَةِ يَثْبُنِي أَرْكَبُ مَعَنَا وَلَا تَكُنْ مَعَ الْكَافِرِينَ ﴿۴۲﴾ قَالَ سَاوِي إِلَىٰ جَبَلٍ يَعْصِمُنِي يَمْنَعُنِي مِنَ الْمَاءِ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ

أَمَرَ اللَّهُ عَذَابَهُ إِلَّا لَكُنْ مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ فَهُوَ الْمَعْصُومُ قَالَ تَعَالَى وَحَالٌ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمَغْرُقِينَ ﴿۳۳﴾ وَقِيلَ يَا رِضْ أَبْلَعِي مَاءَ لِكَ الَّذِي نَبَعَ مِنْكَ فَشَرِبَتْهُ دُونَ مَا نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ فَصَارَ أَنهَارًا وَبَحَارًا وَيَسْمَاءُ أَقْلَعِي أَمْسِكِي عَنِ الْمَطَرِ فَأَمْسَكَتْ وَغِيضَ نَقَصَ الْمَاءُ وَقَضِيَ الْأَمْرُ تَمَّ أَمْرُ هَلَاكِ قَوْمِ نُوحٍ وَاسْتَوَتْ وَقَفَتِ السَّفِينَةُ عَلَى الْجُودِيِّ جَبَلٌ بِالْحَزِيرَةِ بِقُرْبِ الْمُوَصِّلِ وَقِيلَ بَعْدًا هَلَاكَ لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿۳۴﴾ الْكَافِرِينَ وَنَادَى نُوحٌ رَبَّهُ فَقَالَ رَبِّ إِنَّ ابْنِي كُنَعَانٌ مِنْ أَهْلِي وَقَدْ وَعَدْتَنِي بِنَجَاتِهِمْ وَإِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ الَّذِي لَا خُلْفَ فِيهِ وَأَنْتَ أَحْكَمُ الْحَكَمِينَ ﴿۳۵﴾ أَعْلَمُهُمْ وَأَعَدُّهُمْ قَالَ تَعَالَى يَنُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ النَّاجِينَ أَوْ مِنْ أَهْلِ دِينِكَ إِنَّهُ سُوَالُكَ إِيَّايَ بِنَجَاتِهِ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ فَإِنَّهُ كَافِرٌ وَلَا نَجَاةَ لِلْكَافِرِينَ وَفِي قِرَاءَةِ بِكْسَرٍ مِيمٌ عَمَلٌ فِعْلٌ وَنَصَبٌ غَيْرُ فَالْضَّمِيرُ لِابْنِهِ فَلَا تَسْأَلُنِ بِالْتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيدِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ مِنْ أَنْجَاءِ ابْنِكَ إِنِّي آعِظُكَ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ ﴿۳۶﴾ بِسُوَالِكَ مَا لَمْ تَعْلَمْ قَالَ رَبِّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ أَنْ أَسْأَلَكَ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ وَإِلَّا تَغْفِرْ لِي مَافَرَطَ مِنِّي وَتَرْحَمْنِي أَكُنْ مِنَ الْخَسِرِينَ ﴿۳۷﴾ قِيلَ يَنُوحُ اهْبِطْ انْزِلْ مِنَ السَّفِينَةِ بِسَلَامٍ بِسَلَامَةٍ أَوْ بِتَحِيَّةٍ مِّنَّا وَبَرَكَاتٍ خَيْرَاتٍ عَلَيْكَ وَعَلَى أُمَمٍ مِّمَّنْ مَعَكَ فِي السَّفِينَةِ أَى مِنْ أَوْلَادِهِمْ وَذُرِّيَّتِهِمْ وَهُمْ الْمُؤْمِنُونَ وَأُمَمٌ بِالرَّفْعِ مِمَّنْ مَعَكَ سَنُمَتِّعُهُمْ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِنَّا عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۳۸﴾ فِي الْآخِرَةِ وَهُمْ الْكُفَّارُ تِلْكَ أَى هَذِهِ الْآيَاتُ الْمُتَضَمِّنَةُ قِصَّةَ نُوحٍ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ أَخْبَارِ مَا غَابَ عَنْكَ نُوحِيهَا إِلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَا أَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هَذَا الْقُرْآنِ فَاصْبِرْ عَلَى التَّبْلِغِ وَأَذَى قَوْمِكَ كَمَا صَبَرَ نُوحٌ إِنَّ الْعَاقِبَةَ الْمَحْمُودَةَ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۳۹﴾

ترجمہ: اور نوح پر وحی کی گئی کہ تمہاری قوم میں سے جو لوگ ایمان لا چکے ہیں ان کے سوا اب اور کوئی ایمان لانے والا نہیں ہے۔ پس جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں اس پر کچھ غم (رنج) نہ کھاؤ (یعنی شرکیہ کام پر چنانچہ پھر نوح نے قوم کے لئے رب لا تذرا الخ سے بددعا کی اور اللہ نے ان کی دعا قبول فرما کر حکم دیا کہ اور ہماری نگرانی ہمارے سامنے اور ہماری حفاظت میں اور ہمارے حکم کے مطابق ایک کشتی بنانا شروع کر دو اور ان ظالموں کے بارے میں (جنہوں نے کفر کیا ہے) اب ہم سے کچھ عرض معروض نہ کرنا (کہ انہیں ہلاک نہ کیا جائے) یقیناً یہ سب غرق کئے جائیں گے۔ چنانچہ نوح کشتی بنانے لگے (یہ حکایت حال ماضیہ ہے) جب ان میں سے کچھ لوگوں کا گزرنووح علیہ السلام پر ہوتا تو لوگ تمسخر کرنے لگتے (نوح علیہ السلام کا مذاق اڑانے لگتے) نوح انہیں جواب دیتے کہ تم اگر ہماری ہنسی اڑاتے ہو تو اسی طرح ہم بھی ہنسیں گے (جب ہم بچیں گے اور تم ڈوبو گے) وہ وقت دور نہیں جب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کون ہے (یہ موصولہ علم کا مفعول ہو رہا ہے) جس پر عذاب آتا ہے کہ اسے رسوا کر دے اور پھر دائمی عذاب بھی اس پر نازل ہو۔ یہاں

تک کہ (یہ کشتی بنانے کی غایت ہے) جب وہ وقت آ گیا کہ (انہیں ہلاک کرنے کے متعلق) ہمارا حکم آپہنچا اور نور نے جوش مارا (جو روٹیاں پکانے کا تھا۔ اس سے پانی اٹھنے لگا اور نوح علیہ السلام کو یہی عذاب کی علامت بتلائی گئی تھی) تو ہم نے حکم دیا کہ ہر قسم کے جوڑے، (یعنی ایک ایک نر اور ایک ایک مادہ ہر قسم کے جانوروں میں سے) دو دو (نر اور مادہ) ترکیب میں یہ مفعول ہے اور واقعہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح کے لئے درندے پرندے وغیرہ سب جانور اکٹھے کر دیئے۔ چنانچہ جب پکڑنے کے لئے وہ ہاتھ بڑھاتے تو بے اختیاری میں ان کا داہنا ہاتھ نر پر اور بائیں ہاتھ مادہ پر پڑتا تھا۔ غرضیکہ اس طرح ان جانوروں کو انہوں نے کشتی میں چڑھا لیا (لے لو اور اپنے گھر والوں (بیوی بچوں) کو بھی سوار کر لو۔ مگر اہل وعیال میں وہ لوگ داخل نہیں جن کے لئے پہلے کہا جا چکا ہے) (یعنی جن کے ہلاک ہونے کا حکم ہو چکا ہے۔ آپ کی بیوی اور کنعان لڑکا۔ بخلاف سام، حام، یافث کے۔ چنانچہ ان تینوں صاحبزادوں کو مع ان کی بیویوں کے ساتھ لے لیا) اور ان لوگوں کو بھی لے لو جو ایمان لائے ہیں اور نوح پر بہت ہی تھوڑے لوگ ایمان لاسکے (بعض کی رائے میں چھ مرد اور عورتیں تھیں اور بعض نے کشتی پر سب کی مجموعی تعداد اسی بتلائی ہے جن میں سے آدھے مرد اور آدھی عورتیں تھیں) اور (نوح نے) ساتھیوں سے کہا کشتی پر سوار ہو جاؤ اللہ کے نام سے اسے چلنا ہے اور اللہ ہی کے نام سے ٹھہرنا (دونوں لفظوں میں میم کا فتح اور ضمہ ہے اور دونوں مصدر ہیں۔ یعنی اس کا چلنا اور ٹھہرنا جس سے مراد کشتی کے ٹھہرنے کی انتہاء ہے) بلاشبہ میرا پروردگار بخشنے والا رحمت والا ہے (کہ اس نے ہمیں ہلاک نہیں کیا) اور ایسی موجوں میں جو (بلند اور بڑی ہونے میں پہاڑ کی طرح اٹھتی ہیں کشتی انہیں لے جا رہی ہے اور نوح نے اپنے بیٹے (کنعان) کو پکارا۔ وہ (کشتی سے) ایک طرف کنارہ پر کھڑا تھا۔ اے میرے پیارے بیٹے! ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہو جاؤ کافروں کے ساتھ مت رہ۔ کہنے لگا کہ میں ابھی کسی پہاڑ کی پناہ لے لوں گا جو مجھے پانی سے بچالے گا۔ نوح نے کہا: آج اللہ کے قہر (عذاب) سے کوئی بچانے والا نہیں ہے مگر ہاں وہی جس پر اللہ رحم کر دے (وہی بچ سکتا ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں) کہ اتنے میں ان دونوں کے بیچ میں ایک موج حائل ہو گئی۔ پس وہ بھی غرق ہو گیا اور حکم ہوا کہ اے زمین! اپنا پانی پی لے (جو تیرے اندر سے نکلا تھا۔ چنانچہ زمین نے سارا پانی چوس لیا۔ البتہ آسمان سے جو پانی برسا تھا وہ ندی، نالوں، دریاؤں، سمندروں کی شکل میں باقی رہ گیا اور اے آسمان! تھم جا (برسنے سے رک جا پس وہ بھی ٹھہر گیا) اور پانی کا چڑھاؤ اتر گیا (گھٹ گیا) اور قصہ ختم ہوا (قوم نوح کے ہلاک ہونے کا حادثہ پورا ہو گیا) اور کشتی جو دی (ایک پہاڑ ہے موصل کے قریب ایک جزیرہ میں) اس پر ٹھہر گئی اور کہہ دیا گیا کہ نامرادی (تباہی) ظلم کرنے والے کافروں کے (گروہ کے لئے ہے اور نوح نے اپنے پروردگار سے دعا کی اور عرض کیا خدایا! میرا بیٹا (کنعان) تو میرے گھر کے لوگوں میں سے ہے (جن کے بارے میں آپ نے نجات کا وعدہ کر رکھا ہے) اور یقیناً آپ کا وعدہ سچا ہے۔ آپ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کوئی نہیں (جو آپ سے زیادہ باخبر اور منصف ہو) فرمایا (حق تعالیٰ نے) اے نوح! وہ تمہارے گھر کے لوگوں میں شمار نہیں (جو نجات پانے والے یا آپ کے دین پر ہوں) واقعہ یہ ہے کہ یہ (تمہارا اس کی نجات کے متعلق سفارش کرنا ہی) ٹھیک کام نہیں ہے (کیونکہ وہ کافر ہے اور کافروں کی نجات ہوگی نہیں اور ایک قرأت میں عمل فعل کے میم کا کسرہ پڑھا گیا ہے اور غیر منصوب ہے پس اس صورت میں ضمیر ابن کی طرف لوٹ رہی ہے۔ پس جس بات کی تمہیں خبر نہ ہو (یعنی اپنے بیٹے کی رہائی) اس کے بارے میں مجھ سے درخواست مت کرو (لفظ تسئلن تخفیف اور تشدید نون کے ساتھ پڑھا گیا ہے) میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں۔ کہ تم نادان مت بن جاؤ۔ (جس بات کا پتہ نہ ہو اس کا سوال کر کے) عرض کیا خدایا! میں اس بات سے آپ کے حضور پناہ مانگتا ہوں کہ ایسی بات کا سوال کروں کہ جس کی حقیقت کا مجھے علم نہ ہو۔ اگر آپ نے مجھے (اپنی کوتاہی پر) معاف نہ کیا اور مجھ پر رحم نہ فرمایا تو میں تباہ حال لوگوں میں سے ہو جاؤں گا۔ حکم ہوا اے نوح! اب کشتی سے اتر آؤ (کشتی سے باہر نکل آؤ) ہماری طرف سے سلامتی (سلام بمعنی

سلامتی ہے یا سلام کرنا مراد ہے) اور برکتیں (بھلائیاں) لے کر۔ جو آپ پر اور آپ کے ساتھ والی جماعتوں پر ہوں (جو کشتی میں ساتھ رہیں یعنی ان کی اولاد اور نسل پر مراد تمام اہل ایمان ہیں) اور کتنی ہی جماعتیں ہیں (رفع کے ساتھ ہے آپ کے ہمراہیوں میں سے) جنہیں ہم (دنیا میں) چند روز عیش دیں گے۔ لیکن پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔ (آخرت میں اس سے مراد کفار ہیں) یہ قصہ (یعنی یہ آیتیں جن میں قصہ نوح کی تفصیل ہے) غیب کی خبروں میں سے ہے (جو باتیں آپ کے سامنے کی تھیں) جسے وحی کے ذریعہ ہم آپ کو بتا رہے ہیں (اے محمد) اس (قرآن) سے پہلے نہ تو یہ خبریں آپ جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم کو پتہ تھا۔ پس صبر کیجئے (تبلیغ کے سلسلہ میں اور اپنی قوم کے ستانے پر۔ جس طرح نوح علیہ السلام نے صبر کیا تھا) یقیناً (نیک) انجام متقیوں ہی کے لئے ہے۔

تحقیق و ترکیب: بصرای اشارہ اس طرف ہے کہ حفاظت سے کنایہ ہے ورنہ حقیقۃ اللہ تعالیٰ جو ارح سے منزہ ہے۔ لا تسخطبہ تفسیر کبیر میں ہے کہ ایک معنی تو اس کے یہ ہیں کہ عذاب کی تاخیر ان کے بارے میں مت چاہنا۔ کیونکہ ان کے لئے عذاب مقدر ہو چکا ہے اس کے بعد منشاء خداوندی کو سامنے رکھتے ہوئے۔ رب لا تذر الخ سے حضرت نوح نے بددعا کی۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ ان کے متعلق عذاب کی جلدی مت کرنا کیونکہ مقررہ وقت سے تبدیلی ممکن نہیں ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ الذین ظلموا الخ سے ان کی بیوی اور بیٹا مراد ہیں۔ صاحب روح البیان نے اخیر جواب کو پسند کیا ہے۔ استہزؤا چنانچہ کشتی بناتے دیکھ کر کہنے لگے کہ نبوت کے بعد یہ آپ کو نجاری خوب ملی۔ ویسے بھی یا تو یہ لوگ کشتی کو جانتے نہیں ہوں گے۔ اس لئے نئی چیز کو دیکھ کر مذاق اڑانا شروع کر دیا بغیر پانی کے کیسے چلے گی۔ اس پر ہنسے ہوئے۔

للخباز اور کوفہ میں ایک جگہ تھی جس کا نام عاروق تھا۔ غرق کی ابتداء وہیں سے ہوئی تھی۔ اور بعض نے کہا ہے کہ یہ تنور حضرت آدم کا تھا جو پتھر کا تھا۔ تنور کی جگہ میں اختلاف ہوا ہے۔ بعض نے نوح کے مکان میں بتلایا ہے اور بعض نے کوفہ میں گر جا کے قریب جگہ بتلائی ہے۔ اور بعض نے ہند میں کوئی جگہ بتلائی ہے اور بعض نے شام میں ”عین اردہ“ ایک جگہ بتلائی ہے اور بعض نے تنور کے معنی ظاہر زمین کے کہے ہیں۔ عرب روئے زمین کو تنور کہتے ہیں۔ ومن کل زوجین کشتی کے تین حصے تھے۔ نچلے میں وحوش اور درمیانی میں کھانے پینے کی چیزیں اور اوپر کی منزل میں خود حضرت نوح اور ان کے ساتھی تھے اور بعض نے اوپر کے حصے میں پرندے اور دو میان میں آدمی بتلائے ہیں۔ واهلک حضرت نوح کی دو بیویاں ہوں گی۔ ایک مؤمنہ ایک کافرہ۔ مؤمنہ ان کے ساتھ رہی اور کافرہ غرق ہوئی جس کا نام ”واعلہ“ تھا۔

بسم اللہ یہ خبر مقدم ہے اور مجربہا و مرساہا مبتداء مؤخر ہے مجری میں امالہ ہونے کی وجہ سے ”مرساہا“ کے خلاف پڑھا جائے گا۔ آیت قیل یا ارض ابلعی الخ اس کے متعلق صاحب کشاف نے لکھا ہے کہ علمائے بیان اس آیت کے لطائف معانی اور نکات فصاحت و بلاغت پر سر دھنتے ہیں۔ جس کی جھلک روح المعانی میں دکھلائی گئی ہے۔ چنانچہ اس آیت میں کل انیس کلمات ہیں مگر علم بدیع کی ۳۱ اقسام کی صفتیں موجود ہیں (۱) مناسبت (۲) مطابقت (۳) مجاز (۴) استعارہ (۵) اشارہ (۶) تمثیل (۷) ارواث (۸) تعطیل (۹) صحت التقسیم (۱۰) احترا (۱۱) ایضاح (۱۲) مساوات (۱۳) حسن خلق (۱۴) ایجاز (۱۵) تسہیم (۱۶) تہذیب (۱۷) حسن بیان (۱۸) تمکین (۱۹) تجنیس (۲۰) مقابلہ (۲۱) زم وصف۔ ان کی تفصیلات میں علماء نے بڑی عرق ریزی سے کام لیا ہے۔

ان ابسی من اہلی۔ دعا کے لئے اہل کا ہونا ضروری نہیں۔ تاہم قبولیت سے قریب کرنے کے لئے ذکر کیا ہے۔ نیز لن

یؤمن الخ کی وجہ سے جن لوگوں کے ایمان سے ناامید تھے۔ ان کے بارے میں تو انہوں نے لب تک نہیں ہلائے۔ مگر اس سوتیلے بیٹے کا ایمان معلوم نہیں تھا۔ محتمل الایمان ہونے کی وجہ سے اس کے بارے میں دعا کر دی۔ تورات میں گنغان کو حضرت کا بیٹا ہونے کی بجائے پوتا ہونا لکھا ہے۔ یعنی حام کا بیٹا تھا۔ مگر قرآن پاک کے مقابلہ میں تورات کا بیان غیر معتبر ہے کیونکہ اس میں بکثرت تحریفات ہوئی ہیں۔

رابط آیات: اس رکوع میں بھی حضرت نوحؑ کے واقعہ کا تہہ ہے۔

﴿تشریح﴾: مخالفین حق کا انجام: فرمایا: پس جو لوگ ایمان لا چکے ہیں ان کے سوا کوئی ایمان لانے والا نہیں ہے۔ بلکہ اب تو یہ سب لوگ غرق ہونے والے ہیں۔ اس لئے ایک کشتی بنالو۔ لیکن نہ ماننے والوں نے اس کا بھی مذاق اڑایا۔ آخر کار اپنے ٹھیک وقت پر طوفان نوحؑ کا ظہور ہوا اور حضرت نوحؑ ان سب کو ساتھ لے کر سوار ہوئے جن کے ساتھ لینے کا حکم ہوا تھا۔ غرضیکہ سیلاب اور طوفانی ہواؤں کا یہ عالم تھا کہ پہاڑ جیسی اونچی اونچی موجیں اٹھنے لگیں۔ اسی میں حضرت نوحؑ کا اپنا سوتیلا بیٹا گنغان یاد آیا۔ جوش پدری سے اسے آواز دی۔ مگر وہ آوارہ صحبت میں نالائق ہو چکا تھا۔ اس کی مت ماری گئی تھی۔ اس لئے باپ کی نصیحت و شفقت کو نہ سمجھا۔ بے بنیاد سہاروں پر کھڑا ہونا چاہا کہ تقدیر الہی اور اپنی شامت اعمال سے ایک پانی کا ریلہ باپ بیٹے کے درمیان آ کر حائل ہو گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے باپ کی نظروں سے اوجھل کر کے موجوں کی آغوش کے حوالہ کر دیا۔ باپ ٹپ اٹھا اور جوش محبت میں بے چین ہو کر بولا خدا یا! وہ میرے اہل و عیال میں سے ہے۔ جس کے محفوظ رکھنے کا تو نے وعدہ کیا تھا مگر یہ کیا ہوا؟

ارشاد ہوا وہ بد عمل تھا اس لئے وہ تمہارا نہیں تھا۔ برا اچھوں میں کیسے ہو سکتا ہے۔ غرضیکہ یہ جسمانی رشتہ ایک برگزیدہ پیغمبر کا بھی کام نہ آیا۔ جو کچھ ہے وہ ایمان و عمل کا آمد ہے۔ حضرت نوحؑ نے لجاجت کے ساتھ معذرت کی۔ طوفان اور سیلاب تھا، کشتی جودی پہاڑ پر رکی۔ اور قصہ ختم ہوا۔

سورۃ قمر کی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان سے لگاتار بارش ہوئی تھی اور زمین کی تمام نہروں میں سیلاب آ گیا تھا۔ تورات میں اتنا اشارہ اور ہے کہ بڑے سمندر کی تمام سوتیں پھوٹ نکلیں تھیں۔

حضرت نوحؑ کی دعوت کا میدان: حضرت نوحؑ کا ظہور اس سر زمین میں ہوا تھا جو دجلہ اور فرات کی وادیوں میں واقع ہے۔ دجلہ اور فرات آرمینیا کے پہاڑوں سے نکلی ہیں اور بہت دور نکل کر الگ الگ بہہ کر عراق زیرین میں جا کر باہم مل گئی ہیں اور پھر خلیج فارس میں سمندر سے جا ملی ہیں۔ آرمینیا کے یہ پہاڑ ارات کے علاقہ میں واقع ہیں۔ اسی لئے تورات میں اسے ارات کا پہاڑ کہا گیا ہے۔ لیکن قرآن نے اس پہاڑ کا ذکر کیا۔ جس پر کشتی ٹھہری تھی اور وہ جودی پہاڑ تھا۔ زمانہ حال کے بعض شارحین تورات کا خیال بھی اس کی تصدیق کر رہا ہے اور کم از کم یہ واقعہ تاریخی ہے کہ آٹھویں صدی عیسوی تک وہاں ایک معبد موجود تھا جس کا نام لوگوں نے کشتی کا معبد رکھ دیا تھا۔

طوفان نوحؑ محدود تھا یا عالمگیر: طوفان نوحؑ کے سلسلہ میں مفسرین کی دورائے ہیں۔ بعض تو اس کو ایک خاص ملک میں محدود مانتے ہیں۔ لیکن عام مفسرین اس طوفان کو عام مانتے ہیں۔ جس کی لپیٹ میں سارا عالم آ گیا تھا۔ چنانچہ آیت وجعلنا ذریئہ ہم الباقین اور آیت رب لا تنزل علی الارض من الکافرین دیارا کے الفاظ بھی عموم پر دلالت کرتے ہیں۔ جن کی

تاویل ذرا مشکل سے ہوگی۔

طوفانِ نوح کے عام ہونے پر بعض اشکالات کے جوابات: البتہ طوفانِ نوح کو عام ماننے پر مندرجہ ذیل بعض اشکالات ہو سکتے ہیں۔ ان اشکالات اور جوابات کو ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

پہلا شبہ اور جواب: (۱) جانوروں کی ہزاروں لاکھوں قسموں کا اگر ایک ایک جوڑا بھی لیا جائے تو اتنی بڑی تعداد کیسے ایک کشتی میں سما سکتی ہے۔ جواب یہ ہے کہ جس قدر جانور پانی کے رہنے والے ہیں ان کے سوار کرنے کی تو چنداں ضرورت نہیں تھی۔ اس لئے ان کو خارج مانا جائے۔ رہ گئے خشکی کے جانور تو ان میں سے جو محتاج تناسل نہیں وہ بھی خارج رہیں۔ ان کے علاوہ وہ جانور جو انسانی ضروریات سے غیر متعلق ہوں ان کو بھی نکال دیا جائے جیسے درندے وغیرہ۔ ان کو اللہ نے دوبارہ پیدا کر دیا ہو گا یا بطور خرق عادت اسی کشتی میں ان کے لئے بھی جگہ کر دی گئی ہوگی۔ اب صرف وہ جانور رہ جاتے ہیں جو انسان کے کھانے، سواری اور لادنے، جوتنے کے کام آتے ہوں تاکہ طوفان ختم ہونے کے بعد آئندہ چل کر بقیہ افراد انسانی کو تکلیف نہ ہو۔ سو ایسے جانوروں کی تعداد تو بہت ہی مختصر رہ جاتی ہے۔ ان کا ایک ایک جوڑا رکھنا کچھ مشکل نہیں۔

دوسرا شبہ اور جواب: (۲) ایک اشکال یہ ہے کہ جانوروں نے آخر کیا خطا کی تھی۔ جس کی وجہ سے انہیں بھی مبتلائے عذاب کیا گیا؟ جواب یہ ہے کہ ضروری نہیں کہ جو بھی مبتلائے مصیبت ہوا سے مبتلائے عذاب بھی کہا جائے۔ چھوٹے معصوم بچے آخر حوادث کا شکار ہوتے ہیں۔ انہوں نے کون سا قصور کیا ہے کہ مبتلائے عذاب کہا جائے۔ بات یہ ہے کہ ایک ہی واقعہ کے کئی کئی رخ ہوتے ہیں۔ اب یہی طوفانِ نوح ہے وہ کفار کے حق میں تو مکلف ہونے کی وجہ سے تھا۔ لیکن جانوروں کے حق میں طبعی موت کے درجہ میں تھا۔ چنانچہ جیل میں وارڈ کے ملازمین اور آفیسران بھی ہوتے ہیں اور قیدی اور مجرم بھی ہوتے ہیں۔ لیکن ایک کے حق میں وہی جیل باغ و چمن ہے اور دوسرے کے حق میں قید محن یا جہنم میں مامور فرشتے اور داروغہ جہنم بھی رہیں گے اور کفار و فساق بھی لیکن دونوں کے لئے جہنم کا حکم الگ الگ ہوگا۔

تیسرے شبہ کے تین جواب (۳): ایک شبہ یہ ہے کہ نابالغ بچے جو معصوم اور غیر مکلف تھے۔ انہوں نے جب کوئی خطا ہی نہیں کی تھی۔ پھر انہیں کیوں غرق طوفان کیا گیا؟ اس کا ایک جواب تو وہی ہے جو ابھی گزر چکا کہ یہ کیا ضروری ہے کہ وہ واقعہ ان کے حق میں عذاب ہی ہو۔ بلکہ ان کے حق میں وہ صرف ایک حادثہ اور دوسرے مصائب کی طرح ایک آفت تھی۔ دوسرا جواب یہ بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ روح المعانی میں عبد اللہ بن زیاد بن سمعان سے اسحاق بن بشیر کی ایک روایت بھی نقل کی گئی ہے کہ طوفان سے چالیس سال پہلے تو والد و تناسل روک دیا گیا تھا۔ پس پرانے نابالغ تو اس عرصہ میں بالغ ہو گئے ہوں گے۔ اور تازہ نابالغ کوئی آیا نہیں۔ اس لئے شبہ کی بنیاد ہی ختم ہو گئی۔ تیسری وجہ بر سبیل تسلیم یہ ہو سکتی ہے کہ چونکہ آئندہ چل کر وہ بچے بڑے ہو کر کافر ہونے والے تھے۔ اس لئے ان کو پہلے ہی ہلاک کر دیا گیا۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ اور خضر کی ملاقات کے واقعہ میں بھی ایسا ہی ہوا۔

واقعہ نوح کا تتمہ اور چند نکات: کشتی میں سوار ہونے والے مؤمنین کی تعداد میں اختلاف ہے۔ سب سے بڑا عدد اسی مرد اور اسی عورتوں کا ہے۔ لیکن بعد میں نسل سب سے نہیں چلی۔ بلکہ موجودہ تمام عالم کا سلسلہ نسب صرف حام، سام، یافث کی نسل سے

چل رہا ہے۔ اسی لئے حضرت نوح کو آدم ثانی کہا جاتا ہے کہ وہ از سر نو اس دوسری آبادی کے باوا آدم ہیں۔ رہا یہ کہ وہ کشتی حضرت نوح نے الہام خداوندی سے خود بنائی تھی یا کاریگروں سے بنوائی تھی؟ دونوں قول ہیں۔ اور کنعان کو بعض نے ان کا حقیقی بیٹا مانا ہے اور بعض نے ربیب یعنی داحلہ نامی بیوی کا بیٹا مانا ہے۔ جو حضرت نوح کا سوتیلہ بیٹا ہوتا ہے۔ تورات کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ پانی پہاڑ سے بھی پندرہ پندرہ ہاتھ اونچا ہو گیا اور قصہ ختم ہونے میں حضرت نوح کی نجات، کافروں کا غرق ہونا اور طوفان کا فرو ہو جانا سب ہی چیزیں آگئیں۔

حق تعالیٰ نے **واہلک** کے ساتھ اگرچہ **الا من سبق علیہ القول** سے اشارہ فرمادیا تھا کہ نااہل اہل میں داخل نہیں۔ مگر اس کا مصداق متعین نہیں فرمایا تھا۔ اور یہ ابہام غرق یا نجات کے واقعہ ہونے تک ہونا مصلحت تھا۔ پس کھلے کافر کے حق میں دعا کرنے کی ممانعت تو اس سے مقصود تھی ہی۔ لیکن جن کی حالت مشتبہ تھی وہ بھی اس ممانعت میں داخل تھے، جیسے پسر نوح۔ اسی طرح **لا تخاطبونی فی الذین ظلموا الخ** بھی اگرچہ عام تھا یقینی اور مشتبہ ظالم کو۔ مگر حضرت نوح صرف یقینی کو سمجھے اور مشتبہ ان پر مشتبہ رہے اس لئے شفقت پدری سے انہوں نے دعا کر دی۔ بیٹے کا کافر ہونا انہیں معلوم نہیں تھا۔ ادھر **الذین ظلموا الخ** سے مراد **ظلموا فی علمنا** تھی۔ یعنی حضرت نوح سمجھے کہ **ظلموا فی علم نوح** مراد ہے۔ اس لئے اپنی دانست کے مطابق اسے غیر کافر سمجھتے ہوئے دعا کر بیٹھے۔ اس لئے جب لتاڑ پڑی تو مالیس لٹ بہ علم بھی فرمایا گیا اور آئندہ کے لئے فہمائش کر دی گئی۔

اگر شبہ ہو کہ **لن یؤمن من قومک** تو فرمادیا گیا تھا۔ جس سے حضرت نوح سمجھ جاتے کہ بیٹا مؤمن نہیں ہے۔ جواب یہ ہے کہ وہ بلحاظ قوم کے فرمایا گیا ہے **من اہلک** کی قید اس میں نہیں ہے۔ اس لئے حضرت نوح کی عصمت پر کوئی حرف نہیں آتا۔ ایسے طوفان و سیلاب کے بعد دنیا کی جو حالت ہو گئی ہوگی اس کی ہولناکی محتاج بیان نہیں۔ قدرتی طور پر حضرت نوح اور ان کے ساتھیوں کو خیال گزرا ہوگا کہ یہ سرزمین زندگی اور زندگی کے تمام سامانوں سے خالی ہو گئی ہے۔ اب اس وحشت کدہ میں ہم کیوں کر زندگی بسر کریں گے؟ اس لئے اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ سلامتی اور برکتوں کے ساتھ زمین پر قدم رکھو۔ تمہارے لئے خوف کی کوئی بات نہیں۔ سامان زندگی کی تمام برکتیں پھر ظہور میں آجائیں گی **وامم سمنتمہم** تمہارے بعد جو امتیں آئیں گی۔ انہیں اگرچہ زندگی کی ساری کامرانیاں ملیں گی۔ مگر پھر پاداش عمل سے تباہی میں پڑیں گی۔

حضرت نوح کے اعتبار سے مخاطبین کی چار ہی قسمیں ہو سکتی ہیں (۱) ان کے سامنے موجودہ مسلمان (۲) اور آئندہ آنے والے غائب مسلمان (۳) کافر حاضر (۴) کافر غائب۔ پہلی اور چوتھی قسم یعنی حاضر مسلمان اور غائب کافر تو صراحتہ علی الترتیب و علی امم ممن معک وامم سمنتمہم میں مذکور ہیں اور دوسری قسم یعنی غائب مسلمان بھی پہلے جملہ و علی امم کے مفہوم میں داخل ہیں۔ البتہ تیسری قسم یعنی کافر حاضر اس وقت رہے ہی نہیں تھے سب ختم ہو چکے تھے۔ آیت **قل یا نوح الخ** میں تقریباً بیس میم جمع کر دیئے گئے ہیں۔

لطائف آیات: آیت **ونادی نوح الخ** سے معلوم ہوا کہ جن اسباب کے اختیار کرنے کی اجازت ہو ان کو اختیار کرنا توکل کے منافی نہیں ہے۔ جیسے کشتی پر سوار ہونا۔ لیکن جن اسباب کے اختیار کرنے کی اجازت نہیں ہے ان کو اختیار کرنا خلاف توکل ہوگا جیسے کنعان کا پہاڑ کی پناہ لینا۔

آیت **انہ لیس من اہلک الخ** سے معلوم ہوا کہ شرف نسبی کے ساتھ اصلاح نہ ہو تو وہ کالعدم ہے اور نیک و بد صحبت کا مؤثر ہونا بھی پسر نوح کے واقعہ سے معلوم ہوا۔ آیت **فلا تسئلن الخ** سے معلوم ہوا کہ بعض مشائخ جو ہر قسم کی جائز و ناجائز، مناسب و نامناسب دعا کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں یا بعض سالکین بعض ایسے احوال کی دعا کرنے لگتے ہیں جن کا نفع نقصان کچھ معلوم نہیں۔ پس ایسا کرنا مناسب نہیں ہے۔

وَأَرْسَلْنَا إِلَىٰ عَادِ أَخَاهُمْ مِنَ الْقَبِيلَةِ هُودًا قَالَ يَلْقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَحَدُّوهُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَائِدَةٍ إِلَّاهِ غَيْرُهُ
 إِنَّ مَا أَنْتُمْ فِي عِبَادَتِكُمُ الْآوثَانِ إِلَّا مُفْتَرُونَ ﴿٥٠﴾ كَذِبُونَ عَلَى اللَّهِ يَلْقَوْمِ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ عَلَى
 التَّوْحِيدِ أَجْرًا إِنْ مَا أَجْرِي إِلَّا عَلَى الَّذِي فَطَرَنِي خَلَقَنِي أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٥١﴾ وَيَقَوْمِ اسْتَغْفِرُوا
 رَبَّكُمْ مِنَ الشِّرْكِ ثُمَّ تَوْبُوا ارْجِعُوا إِلَيْهِ بِالطَّاعَةِ يُرْسِلِ السَّمَاءَ الْمَطَرَ وَكَانُوا قَدْ مَنَعُوهُ عَلَيْكُمْ
 مَدْرَارًا كَثِيرًا الدُّرُورَ وَيَزِدُّكُمْ قُوَّةً إِلَىٰ مَعَ قُوَّتِكُمْ بِالسَّمَالِ وَالْوَلَدِ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِينَ ﴿٥٢﴾
 مُشْرِكِينَ قَالُوا يَهُودُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ يُّرْهَانِ عَلَى قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ بِتَارِكِي الْهَيْتَا عَنْ قَوْلِكَ أَيْ
 لِقَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ ﴿٥٣﴾ إِنْ مَا نَقُولُ فِي شَانِكَ إِلَّا اعْتَرَلَتْ أَصَابِكَ بَعْضُ الْهَيْتَا
 بِسُوءٍ فَجَبَلَتْ بِسَبِّكَ إِيَّاهَا فَانْتَ تَهْدِي قَالَ إِنِّي أَشْهَدُ اللَّهَ عَلَى وَأَشْهَدُوا أَنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا
 تَشْرِكُونَ ﴿٥٤﴾ بِهِ مِنْ دُونِهِ فَكَيْدُونِي احْتَالُوا فِي هَلَاكِي جَمِيعًا أَنْتُمْ وَأَوْثَانُكُمْ ثُمَّ لَا تَنْظُرُونَ ﴿٥٥﴾
 تُمَهِّلُونَ إِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ رَبِّي وَرَبِّكُمْ مَا مِنْ زَائِدَةٍ دَابَّةٍ نَسَمَةٌ تَدُبُّ عَلَى الْأَرْضِ إِلَّا هُوَ
 اخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا أَيْ مَالِكُهَا وَقَاهِرُهَا فَلَا نَفْعَ وَلَا ضَرَرَ إِلَّا بِإِذْنِي وَخُصَّ النَّاصِيَةُ بِالتَّذْكَرِ لِأَنَّ مَنْ أَخَذَ
 بِنَاصِيَةٍ يَكُونُ فِي غَايَةِ الدَّلَالِ إِنْ رَبِّي عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿٥٦﴾ أَيْ طَرِيقَ الْحَقِّ وَالْعَدْلِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فِيهِ
 حَذَفَ أَحَدَى الثَّانِيَيْنِ أَيْ تُعْرِضُوا فَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ مَا أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَيْكُمْ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّي قَوْمًا
 غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّونَهُ شَيْئًا بِأَشْرَاكُمْ إِنْ رَبِّي عَلَى كُلِّ شَيْءٍ حَفِیظٌ ﴿٥٧﴾ رَقِيبٌ وَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا
 عَذَابُنَا نَجَّيْنَا هُودًا وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِنَّا وَنَجَّيْنَا هُمْ مِنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ ﴿٥٨﴾ شَدِيدٍ
 وَتِلْكَ عَادٌ أَشَارَةٌ إِلَىٰ آثَارِهِمْ أَيْ فَسِيحُوا فِي الْأَرْضِ وَانْظُرُوا إِلَيْهَا ثُمَّ وَصَفَا أحوَالَهُمْ فَقَالَ جَحَدُوا
 بِأَيِّتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهُ جَمْعٌ لِأَنَّ مِنْ عَصَى رَسُولًا عَصَى جَمِيعِ الرُّسُلِ لِأَشْتَرَاكِهِمْ فِي أَصْلِ
 مَا جَاءُوا بِهِ وَهُوَ التَّوْحِيدُ وَاتَّبِعُوا أَيْ السَّفَلَةَ أَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ﴿٥٩﴾ مُعَانِدٍ مُعَارِضٍ لِلْحَقِّ مِنْ
 رُؤَسَائِهِمْ وَاتَّبِعُوا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً مِنَ النَّاسِ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ لَعْنَةً عَلَى رُؤُسِ الْخَلَائِقِ إِلَّا إِنْ عَادَا
 كَفَرُوا جَحَدُوا رَبَّهُمْ إِلَّا بُعْدًا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ لِعَادِ قَوْمِ هُودٍ ﴿٦٠﴾ وَأَرْسَلْنَا إِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ مِنَ
 الْقَبِيلَةِ صَالِحًا قَالَ يَلْقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَحَدُّوهُ مَا لَكُمْ مِّنْ إِلَهِ غَيْرُهُ هُوَ أَنْشَأَكُمْ ابْتَدَأَ خَلْقَكُمْ مِنَ
 الْأَرْضِ بِخَلْقِ آيِكُمْ أَدَمَ مِنْهَا وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا جَعَلَكُمْ عُمَّارًا تَسْكُنُونَ بِهَا فَاسْتَغْفِرُوا مِنْ الشِّرْكِ
 ثُمَّ تَوْبُوا ارْجِعُوا إِلَيْهِ بِالطَّاعَةِ إِنْ رَبِّي قَرِيبٌ مِنْ خَلْقِهِ يَعْلَمُهُ مُجِيبٌ ﴿٦١﴾ لِمَنْ سَأَلَهُ قَالُوا يَصْلِحْ قَدْ

كُنْتُ فِيْنَا مَرْجُوًّا نَرْجُوْا اَنْ تَكُوْنَ سَيِّدًا قَبْلَ هٰذَا الَّذِیْ صَدَرَ مِنْكَ اَتَنْهٰنَا اَنْ نَّعْبُدَ مَا یَعْبُدُ اٰبَاؤُنَا مِنْ
 الْاَوْتَانِ وَاِنَّا لَفِیْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَا اِلَیْهِ مِنَ التَّوْحِیْدِ مُرِیْبٍ ﴿۶۲﴾ مَوْقِعٌ فِی الرَّیْبِ قَالِ یَقُوْمُ
 اَرَءَیْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰی بَیِّنَةٍ بِّیَانٍ مِّنْ رَبِّیْ وَاَتٰنِیْ مِنْهُ رَحْمَةٌ نَّبُوَّةٌ فَمَنْ یَنْصُرُنِیْ یَمْنَعْنِیْ مِنَ اللّٰهِ اِیْ
 عَذَابِهِ اِنْ عَصٰیْتُهُ فَمَا تَزِیْدُ وُنِّیْ بِاَمْرِكُمْ لِیْ بِذٰلِكَ غَیْرَ تَخْسِیْرٍ ﴿۶۳﴾ تَضَلَّلِ وَیَقُوْمُ هَذِهِ نَاقَةُ اللّٰهِ
 لَكُمْ اٰیَةٌ حَالٌ عَامِلُهُ الْاِشَارَةُ فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِیْ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمْسُوْهَا بِسُوْءٍ عُقْرٍ فَاِذَا خَذَكُمْ
 عَذَابُ قَرِیْبٍ ﴿۶۴﴾ اِنْ عَقَرْتُمْوْهَا فَعَقَرُوْهَا عَقْرَهَا قَدَارًا بِاَمْرِہِمُ فَقَالَ صَالِحٌ تَمَتَّعُوا عِشُّوْا فِیْ
 دَارِکُمْ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ ثُمَّ تُهْلِكُوْنَ ذٰلِكَ وَعَدٌ غَیْرُ مَكْذُوْبٍ ﴿۶۵﴾ فِیْہِ فَلَمَّا جَاءَ اَمْرُنَا بِاَهْلَاکِہِمُ نَجَّیْنَا
 صَالِحًا وَّالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهُ وَہُمْ اَرْبَعَةُ اَلْفٍ بِرَحْمَةٍ مِنَّا وَنَجَّیْنَاہُمْ مِنْ حِزْیِ یَوْمَئِذٍ بِكَسْرِ الْمِیْمِ
 اَعْرَابًا وَفَتَحْنَا بَنَاءً لِاَضَافَتِہِ اِلَیْ مَبْنِیٍّ وَہُوَ الْاَکْثَرُ اِنْ رَبَّنَا هُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ ﴿۶۶﴾ الْغَالِبُ وَاَخَذَ
 الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا الصَّیْحَةَ فَاصْبَحُوْا فِیْ دِیَارِہِمُ جَثَمِیْنٍ ﴿۶۷﴾ بَارِکِیْنَ عَلٰی الرَّکْبِ مَبِیَّتِیْنَ کَانَ مُخَفَّفَةً
 وَاِسْمُہَا مَحْذُوْفٌ اِیْ کَانَہُمْ لَمْ یَغْنَوْا یُقِیْمُوْا فِیْہَا فِیْ دَارِہِمُ اِلَّا اِنْ ثَمُوْدًا کَفَرُوْا رَبَّہُمْ اِلَّا بُعْدًا
 لِّثَمُوْدٍ ﴿۶۸﴾ بِالصَّرْفِ وَتَرْکِہِ عَلٰی مَعْنٰی الْحَیِّ وَالْقَبِیْلَةِ

ع ۶

ترجمہ: اور ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے (قبیلہ کے) بھائی بندوں میں سے ہود کو بھیجا۔ انہوں نے فرمایا: اے میری قوم کے لوگوں! اللہ کی بندگی (توحید) بجا لاؤ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ یقین کرو تم اس کے سوا کچھ نہیں ہو کہ (بت پرستی کر کے) افتراء پر دازیاں کر رہے ہو (خدا پر جھوٹ باندھ رہے ہو) اے میری قوم کے لوگوں! میں تم سے اس (توحید کی دعوت) پر کچھ معاوضہ نہیں مانگتا۔ میرا معاوضہ تو صرف اس ذات پر ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے پھر کیا تم یہ بھی نہیں سمجھتے؟ اور اے میری قوم کے لوگوں! اپنے پروردگار سے (شرک کی) معافی مانگو اور اس کی جناب میں توبہ مانگو (اس کی اطاعت کی طرف رجوع کرو) وہ تم پر خوب (موسلا دھار) بارش برسائے گا (ان پر بارش کی بندش تھی) اور تمہاری قوت میں (مال و اولاد کے ذریعہ سے) اور قوت کا اضافہ فرمائے گا اور جرم (شرک) کرتے ہوئے اس سے منہ نہ موڑو۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ اے ہود! آپ ہمارے سامنے کوئی دلیل تو لے کر آئے نہیں (اپنے دعویٰ پر کوئی پیش نہیں کی) ہم تو تمہارے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں ہیں اور نہ تم پر ایمان لانے والے ہیں (آپ کے متعلق) ہمارا فیصلہ تو یہ ہے کہ ہمارے معبودوں ہی میں سے کسی کی مار (آفت) تم پر پڑ گئی ہے (ان کی شان میں برا بھلا کہنے اور بے ادبی کرنے کی وجہ سے تمہارے دماغ میں فتور آ گیا جس سے تم یہ ہدیان بک رہے ہو) ہود نے جواب دیا کہ میں اللہ کو گواہ ٹھہراتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ جن ہستیوں کو تم نے اللہ کا شریک ٹھہرا رکھا ہے میں ان سے بیزار ہوں بجز خدا کے۔ لہذا تم سب مل کر (تم اور تمہارے معبود) میرے خلاف جو کچھ داؤ گھات، ہلاک کرنے کی تدبیر) کر سکتے ہو ضرور کرو۔ پھر مجھے ذرا بھی مہلت نہ دو۔ میرا بھروسہ اللہ پر ہے جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے کوئی حرکت کرنے والی (زمین پر چلنے والی چیز) نہیں ہے (من زائد ہے) مگر اس کی چوٹی اس نے پکڑ رکھی ہے (یعنی اللہ ہی سب کا مالک اور سب پر غالب ہے اس کی اجازت کے بغیر کسی کو بھی نفع نقصان نہیں پہنچ سکتا اور

خصوصیت سے پیشانی کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ جس کی پیشانی دوسرے کے قبضہ میں چلی جاتی ہے وہ انتہائی بے بس اور عاجز ہو جاتا ہے (بلاشبہ میرا پروردگار سیدھی راہ (حق و انصاف کے طریقہ) پر ہے۔ پھر بھی اگر تم پھر سے رہے (دوتا میں سے ایک تاحذف ہو رہی ہے۔ یعنی اگر تم نے روگردانی کی) تو جس بات کے لئے میں بھیجا گیا ہوں وہ میں نے تم تک پہنچا دی ہے اور میرا پروردگار کسی دوسرے طبقہ کو تمہاری جگہ دے دے گا اور تم اس کا کچھ بگاڑ نہ سکو گے (اس کے ساتھ شرک کر کے) (یقیناً میرا پروردگار ہر چیز کا نگران حال (نگہبان) ہے اور جب ہمارا حکم (عذاب) آپہنچا۔ تو ہم نے اپنی رحمت (ہدایت) سے ہود کو اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو بھی بچایا اور ایسے عذاب سے بچایا جو بہت ہی سخت (شدید) تھا۔ یہ سرگزشت عادی تھی (اس قوم کے حالات کی طرف اشارہ ہے یعنی ملک میں چل پھر کر ان آثار پر نظر ڈالو۔ چنانچہ ان احوال کا تذکرہ کیا جا رہا ہے) جنہوں نے اپنے پروردگار کی نشانیاں جھٹلائیں اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی (رسول کو جمع کے صیغہ سے اس لئے بیان کیا گیا ہے کہ جس شخص نے ایک رسول کی نافرمانی کی اس نے سب رسولوں کی نافرمانی کی۔ کیونکہ اصل دعوت تو حید تو سب کی ایک ہی تھی) اور (ان میں سے کمتر درجہ کے لوگ) متکبر اور ضدی لوگوں (حق کا مقابلہ کرنے والے سرکش سرداروں) کے کہنے پر چلتے رہے۔ اس دنیا میں بھی ان پر (لوگوں کی) لعنت ملامت پڑی۔ اور قیامت کے دن بھی (سب کے سامنے پھٹکار) پڑے گی۔ خوب سن لو تو قوم عاد نے اپنے پروردگار کے ساتھ کفر کیا۔ خوب سن لو کہ (رحمت الہی سے) دوری ہو گئی عاد کو جو قوم تھی ہود کی۔ اور ہم نے قوم ثمود کی طرف ان کے (برادری کے) بھائی بندوں میں سے صالح کو بھیجا۔ صالح نے وعظ کیا کہ اے میری قوم کے لوگوں! اللہ کی (تباہی) بندگی کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا (شروع میں بنایا) زمین سے (سب انسانوں کے باپ آدم کو مٹی سے پیدا کیا) پھر اسی میں تمہیں بسا دیا (تمہیں آباد کر دیا کہ تم اس میں رہنے لگے) پس چاہئے کہ اس سے بخشش مانگو (شرک سے) اور (اطاعت کر کے) اس کی طرف رجوع کرو، یقیناً کرو میرا پروردگار پاس ہے (اپنی مخلوق کے علم کے لحاظ سے) اور قبول فرمانے والا ہے۔ (دعاؤں کو) کہنے لگے اے صالح! (اس معاملہ سے) پہلے تو تم ایسے آدمی تھے کہ ہم سب کی امیدیں قوم سے وابستہ تھیں (کہ تم سب میں ہونہار ہو گے) پھر کیا تم ہمیں ان چیزوں کی پوجا سے روکتے ہو (بت پرستی سے) جن کی پوجا ہمارے باپ دادا کرتے چلے آئے ہیں۔ ہمیں اس بات میں بڑا ہی شبہ ہے جس (توحید) کی طرف تم بلا رہے ہو جس نے ہمیں تردد میں ڈال رکھا ہے (دل میں اترتی نہیں ہے) صالح نے فرمایا کہ اے میری قوم کے لوگوں! کیا تم نے اس بات پر بھی غور کیا کہ اگر میں اپنے پروردگار کی طرف سے ایک روشن دلیل (بیان) پر ہوں اور اس نے اپنی رحمت (نبوت) مجھے مرحمت فرمائی ہو۔ تو پھر کون ہے جو اللہ کے (عذاب کے) مقابلہ میں میری مدد کرے اگر میں اس کے حکم کی سرتابی کروں؟ پس تم مجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچا رہے ہو (مجھے اس بات پر آمادہ کر کے) مگر میرا سہرا نقصان کر رہے ہو (گمراہ کر کے) (ہو زائے میری قوم کے لوگوں! دیکھو یہ اللہ کی اونٹنی ہے۔ تمہارے لئے ایک نشانی ہے) (آیت حال ہے جس میں ہذہ اسم اشارہ ہے مثل کر رہا ہے) پس اسے چھوڑو اللہ کی زمین میں چرتی پھرے۔ اسے کسی طرح کی اذیت مت پہنچانا (کبھی کو چیس کاٹ دو) ورنہ فوراً تمہیں عذاب آپکڑے گا (اگر تم نے اس کی ٹانگیں چھانگیں) لیکن لوگوں نے اسے مار ڈالا (قدار نامی ایک شخص نے سب لوگوں کے کہنے سے اس کی کو چیس کاٹ ڈالیں) تب صالح بولے کہ تم اپنے گھروں میں کھاپی لو (مزے اڑالو) تین دن (پھر تم پر تباہی آنے والی ہے) اس وعدہ میں ذرا جھوٹ نہیں ہے۔ پھر جب ہمارا حکم (ان کی تباہی کے بارے میں) آپہنچا تو ہم نے صالح کو اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ ایمان لا چکے تھے (چار ہزار آدمی) اپنی رحمت سے بچا لیا اور اس دن کی بڑی رسوائی سے نجات دے دی۔ یومئذ میم کے کسرہ کی صورت میں معرب اور فتح میم کی صورت میں مبنی ہو گا۔ مبنی کی طرف مضاف ہونے کی وجہ اور یہی اکثری حالت ہے (بلاشبہ پروردگار ہی قوت اور

غلبہ والا (غالب) ہے اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا ایک زور کی کڑک نے انہیں آلیا جب صبح ہوئی تو سب اپنے گھروں میں اوندھے پڑے تھے (گھٹنوں کے بل مردہ پڑے تھے) گویا (ان مخففہ ہے اس کا اسم محذوف ہے کماہم تھا) ان (گھروں) میں کبھی بسے (آباد ہوئے) ہی نہ تھے۔ خوب سن رکھو کہ قوم ثمود نے اپنے پروردگار کی ناشکری کی۔ ثمود کو رحمت سے دوری ہو گئی (لفظ ثمود منصرف اور غیر منصرف پڑھا گیا ہے۔ قبیلہ کے معنی میں لے کر)۔

تحقیق و ترکیب: وارسلنا اشارہ کر دیا کہ مفرد پر عطف نہیں ہے بلکہ جملہ کا جملہ پر عطف ہے۔ ہود ۱ یہ سام کی اولاد میں سے ہے۔ حضرت نوح کے آٹھ سو سال بعد ہوئے۔ عاد قبیلہ کا نام ہے۔ یہ بھی اولاد نوح سے ہے۔ عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح سلسلہ نسب ہے۔ اسی طرح ہود بن عبد اللہ بن رباح بن خلود بن عاد ہے۔ حضرت ہود کی عمر چار سو سال ہوئی یا چار سو ساٹھ سال۔

لا اسئلكم اس سے مقصود خود ستائی نہیں بلکہ مخاطبین کو قبول ہدایت کے لئے آمادہ کرنا ہے۔
ثم لا تنصرون اس قدر قوت قلبی کا مظاہرہ کرنا معجزہ ہے بغیر تائید نبی کے پورے مخالف ماحول کا اس آزادی سے مقابلہ کرنا ممکن نہیں ہے۔

فان تولوا جواب محذوف ہے **وقد ابلغتکم** دال پر جواب ہے۔ **يستخلف** یہ سخت وعید ہے۔ **وعصوا** سئلہ انسان العیون میں ہے کہ قوم جب کسی نبی کی تکذیب کرتی تھی تو نبی بیت اللہ میں آکر مقیم ہو جاتے اور وہیں اپنی عمر پوری کرتے۔ چنانچہ رکن یمانی اور رکن اسود کے درمیانی حصہ جنت کا ایک ٹکڑا ہے جس میں ہود، شعیب، صالح، اسماعیل علیہم السلام کے مزارات ہیں۔
ثمود قبیلہ کا نام ہے ثمود بن عامر بن ارم بن سام کے نام پر رکھا گیا اور صالح بن مجید بن جادر بن ثمود ہیں اور بعض نے صالح بن عبید بن آسف بن ماسخ بن عبید بن خاور بن ثمود کہا ہے **من الارض** بعض نے **من کوفی** کے معنی میں لیا ہے ای فی الارض۔

بخلق ابیکم مادہ منویہ اور نطفہ بھی زمین ہی کی پیداوار سے بنتا ہے۔ **مرب** راب لازم سے ہے بمعنی صار یا راب متعدی سے اسم فاعل ہے۔ شک کی طرف سے اسناد مجازی ہے۔ **ان کنت علی بینة** حرف شک ارعاء عنان کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ **ناقة الله** ایک متعین پتھر سے اونٹنی برآمد کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔ سو وہ پورا کر دیا گیا اور بیت اللہ کی طرف اضافت تشریف ہے۔
تاکل ای تشرب من ماء الله۔ **سرایل تقیکم الحر** کی طرح ایک پر اکتفاء کیا گیا ہے۔ **بسوء** اس کو عام ہی رکھنا چاہیے کو نجس کا ثنا بھی اس میں داخل ہے۔

ثلاثة ایام تین روز اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے ہلاک ہونے پر غمزدہ رہا۔ اس لئے تین روز کی مہلت دی گئی۔ پہلے روز زرد رو ہو کر اٹھے اور دوسرے روز چہرے سرخ ہو گئے تھے اور تیسرے روز رو سیاہ ہو کر ہلاک ہو گئے۔

رابط آیات: نوح علیہ السلام کے بعد حضرت ہود و صالح علیہما السلام کی دعوت و تبلیغ کی مساعی کو ذکر کیا جا رہا ہے۔

﴿تشریح﴾: حضرت ہود کے وعظ کا حاصل بھی یہی ہے کہ اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ تمہارے عقائد و اعمال حقیقت کے خلاف محض افتراء ہیں۔ میں کسی معاوضہ کا طلب گار و امیدوار نہیں ہوں۔ بلکہ یہ محض اداء فرض کا تقاضہ ہے جو مجھے دعوت حق پر مجبور کر رہا ہے۔

حضرت ہودؑ کی دعوت کا جواب: مگر قوم نے ان نصائح پر کان دھرنے سے انکار کر دیا اور کہنے لگے کہ تمہارے پاس کوئی ایسی بات نہیں جو ہمارے نزدیک دلیل ہو۔ اس لئے ہم تو اپنے معبودوں کی پرستش چھوڑنے والے نہیں ہیں۔ ہماری رائے تو یہ ہے کہ ہمارے معبودوں میں سے کسی کی مارتھ پر پڑی ہے۔ جن کی شان میں تم نے گستاخیاں اور بے ادبیاں کی ہیں۔ اسی لئے ایسے خیالات آنے لگے اور ہڈیاں بکنے لگے ہو۔

حضرت ہود علیہ السلام کا جواب الجواب: فرمایا کہ تم کہتے ہو تمہارے معبودوں کی مارتھ پر پڑی ہے۔ میں اعلان کرتا ہوں کہ مجھے تمہارے معبودوں سے کوئی سروکار نہیں۔ اب تم اور تمہارے معبود جو کچھ میرے خلاف کر سکتے ہو کر دیکھو۔ تمہارا بھروسہ ان معبودوں پر ہے۔ میرا بھروسہ اللہ پر ہے جو میرا تمہارا سب کا پروردگار ہے۔ میرا کام تبلیغ حق تھا۔ سو وہ میں نے کر دیا۔ اب اگر سچائی کی طرف سے تم نے رخ پھیر ہی لیا ہے تو جان لو کہ قانون الہی کے مطابق تمہاری جگہ کسی دوسری قوم کو مل جائے گی۔ اور تم ہلاکت سے دوچار ہو گے۔ چنانچہ یہی ہوا کہ مؤمنوں نے نجات پائی اور سرکش ہلاک ہو گئے۔

مشرکین تو حیدر ابو بیت سے بے خبر نہ تھے مگر تو حیدر الوہیت سے نا آشنا تھے: آیت ربی وربکم کا سارا زور اس بات پر ہے کہ ان تمام مشرک قوموں کو اس بات سے تو انکار نہیں تھا کہ ایک خالق و پروردگار ہستی موجود ہے اور اصلی طاقت اسی کی طاقت ہے۔ یعنی وہ تو حیدر ابو بیت سے بے خبر نہ تھے۔ لیکن ساری گمراہی یہ تھی کہ تو حیدر الوہیت میں کھو گئے تھے۔ یعنی سمجھتے تھے کہ اس پروردگار ہستی کے ماتحت دوسری ہستیاں بھی ہیں۔ جنہیں تصرف کا اختیار مل گیا ہے اور اسی لئے ہمیں ان کی پوجا کرنی چاہیے۔ پس مطلب یہ ہوا کہ میرا بھروسہ تو اس پر ہے جسے میں بھی رب یقین کرتا ہوں اور تم بھی رب مانتے ہو۔

قوم کا ردِ عمل: آیت وتلك عاد الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم عاد پر ظالم و سرکش بادشاہ حکمران تھے اور فرعون مصر کی طرح اپنے آپ کو بچواتے تھے۔ عوام خدا کے رسولوں کی تو نافرمانی کرتے تھے اور ظالم و سرکش حکمرانوں کا کہا مانتے تھے۔ یعنی جو حق و عدالت کی طرف بلاتے تھے۔ ان سے تو منکر ہوئے اور جو ظلم و سرکشی کرتے تھے ان کے پیچھے چلتے۔ ایسے لوگوں کے لئے ہلاکت کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔

حضرت صالحؑ کا وعظ: قوم ثمود میں حضرت صالح علیہ السلام کے وعظ کا خلاصہ یہ ہے کہ لوگوں! اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس نے تمہیں زمین کی مٹی کے خمیر سے پیدا کیا اور تم سے زمین کو آباد کر دیا۔ پھر پروردگار عالم کے سوا کوئی پرستش کے لائق ہو سکتا ہے؟ سرکشی سے باز آؤ اور اس کی طرف رجوع ہو جاؤ۔

قوم کا جواب: قوم بولی کہ ہمیں تو تمہاری ذات سے بڑی بڑی امیدیں تھیں کہ قوم کی رہنمائی کرو گے۔ لیکن ساری امیدیں خاک میں مل گئیں۔ یہ دیکھ کر کہ ہمارے بزرگوں کو برا بھلا کہتے ہو اور ان سے ہمیں برگشتہ کرنا چاہتے ہو؟

عوام اتباع حق کو قابل پیشوائی نہیں سمجھتے بلکہ اپنی رائے کے موافق پیروی کرانا چاہتے ہیں: ہمیشہ سے یہ بات دیکھنے میں آئی ہے کہ جب کبھی کوئی غیر معمولی قابلیت کا آدمی قوم میں پیدا ہو جاتا ہے۔ تو لوگ اس کی قابلیت سراہتے ہیں اور اس

سے بڑی بڑی امیدیں قائم کر لیتے ہیں کہ یہ باپ دادوں کا نام روشن کرے گا۔ لیکن جب وہ کوئی ایسی بات کہہ دیتا ہے یا ایسا کام کر لیتا ہے جو ان کی عام روش اور طور طریق کے خلاف ہوتا ہے تو لوگ گردن موڑ لیتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں کہ یہ تو بڑا نکما نکلا، ساری امیدوں ہی پر اوس پڑ گئی۔ گویا بزرگی اور پیشوائی کا طریقہ یہ نہیں کہ جو بات حق معلوم ہو اس کی لوگوں کو دعوت دی جائے۔ بلکہ جسے لوگ حق کہتے یا سمجھتے ہوں اس کی پیروی کی جائے اور اسی کی طرف لوگوں کو بھی دعوت دی جائے۔ حضرت صالح نے کہا: اگر ایک شخص پر اللہ نے علم و بصیرت کی راہ کھول دی ہو اور وہ دیکھ رہا ہو کہ سچائی وہ نہیں ہے جو لوگوں نے سمجھ رکھی ہے۔ تو کیا محض لوگوں کی پاس خاطر سے اس کا اظہار نہ کرے۔ اچھا بتلاؤ اگر وہ حکم حق سے سرتابی کرے تو خدا کے مواخذہ سے اسے کون بچالے گا۔ اگر میں محض اس خیال سے کہ تمہاری امیدوں کو ٹھیس نہ لگے۔ سچائی کا اعلان نہ کروں تو اس کا مطلب یہی ہوگا۔ کہ اپنے آپ کو تباہی میں ڈال دوں۔ بہر حال قوم نے سرکشی کی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مومنوں نے نجات پائی۔ سرکش ہلاک ہوئے۔ حضرت ہودؑ اور حضرت صالحؑ کی سرگذشتوں میں اختصار رہا۔ کیونکہ ان دونوں کا ظہور عرب ہی میں ہوا تھا اور اہل عرب ان سے نا آشنا نہ تھے۔

لطائف آیات: آیت ویقوم استغفروا الخ سے معلوم ہوا کہ طاعت کو دنیاوی راحت و آرام اور خوش عیشی میں بھی دخل ہے۔ آیت فکیدونی جمیعاً الخ سے معلوم ہوا کہ قوی توکل کی یہی شان ہوتی ہے کہ انسان بڑے سے بڑے گردن کشوں کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔ آیت وعصو رسلہ الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض مقبولین کا انکار کرنا ایسا ہی ہے جیسے سب مقبولین کا انکار کر دیا جائے۔ کیونکہ سب کا مقصود ایک ہی ہوتا ہے۔ آیت الا بعد العاد الخ سے معلوم ہوا کہ مخالفین حق کی ہلاکت کی دعا کرنا کمال کے خلاف نہیں ہے۔

وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَىٰ أَيَّ بِاسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ بَعْدَهُ قَالُوا سَلَامًا مَّصَدَّرٌ قَالَ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ فَمَا لَبِثَ أَنْ جَاءَ بِعِجْلٍ حَنِيدٍ ﴿٦٩﴾ مَشْوِيٌّ فَلَمَّا رَأَىٰ أَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ إِلَيْهِ نَكَرَهُمْ بِمَعْنَىٰ أَنْكَرَهُمْ وَأَوْجَسَ أَضْمَرَ فِي نَفْسِهِ مِنْهُمْ خِيفَةً خَوْفًا قَالُوا لَا تَخَفْ إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمٍ لُّوطٍ ﴿٧٠﴾ لِنُهْلِكَهُمْ وَأَمْرَاتُهُ أَيَّ إِبْرَاهِيمَ سَارَةً قَائِمَةً تَخْدُمُهُمْ فَضَحِكَتْ إِسْتَبْشَارًا بِهَلَاكِهِمْ فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِنْ وَرَاءِ بَعْدَ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ ﴿٧١﴾ وَلَدَهُ تَعِيشُ إِلَىٰ أَنْ تَرَاهُ قَالَتْ يَوِيلَتِي كَلِمَةً تَقَالُ عِنْدَ أَمْرِ عَظِيمٍ وَالْأَلْفُ مُبْدَلَةٌ مِنْ يَاءٍ الْإِضَافَةُ ءَ الدُّ وَآنَا عَجُوزٌ لِّيُتَسَّعَ وَتَسْعُونَ سَنَةً وَهَذَا بَعْلِي شَيْخًا لَهُ مِائَةٌ وَعِشْرُونَ سَنَةً وَنَصَبُهُ عَلَى الْحَالِ وَالْعَامِلُ فِيهِ مَا فِي ذَا مِنْ الْإِشَارَةِ إِنَّ هَذَا الشَّيْءَ عَجِيبٌ ﴿٧٢﴾ أَنْ يُوَلَّدَ وَلَدٌ لِهَرَمَيْنِ قَالُوا اتَّعَجِبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ قُدْرَتِهِ رَحِمَتُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْبَيْتِ بَيْتِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَحْمُودٌ مَجِيدٌ ﴿٧٣﴾ كَرِيمٌ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ الرَّوْعُ وَالْخَوْفُ وَجَاءَتْهُ الْبُشْرَىٰ بِالْوَلَدِ أَخَذَ يُجَادِلُنَا يُجَادِلُ رُسُلَنَا فِي شَأْنِ قَوْمِ لُوطٍ ﴿٧٤﴾ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ كَثِيرٌ الْإِنَانَةُ أَوَّاهٌ مُنِيبٌ ﴿٧٥﴾ رَجَاعٌ فَقَالَ لَهُمْ أَتُهْلِكُونَ قَرْيَةً فِيهَا ثَلَاثُ مِائَةٍ مُؤْمِنٍ قَالُوا لَا قَالَ أَتُهْلِكُونَ قَرْيَةً فِيهَا

مِائَتًا مُؤْمِنٍ قَالُوا لَا قَالَ افْتُهِلْكُ قَرِيَةً فِيهَا أَرْبَعَةٌ عَشَرَ
 مُؤْمِنًا قَالُوا لَا قَالَ افرءَ يُتَمُّ إِنْ كَانَ فِيهَا مُؤْمِنٌ وَاحِدٌ قَالُوا لَا قَالَ إِنْ فِيهَا لُوطًا قَالُوا لَنَحْنُ أَعْلَمُ بِمَنْ فِيهَا
 الْخَ فَلَمَّا أَطَالَ مُجَادِلَتَهُمْ قَالُوا يَا بَرَاهِيمُ اعرَضْ عَنْ هَذَا الْجِدَالِ إِنَّهُ قَدْ جَاءَ أَمْرُ رَبِّكَ بِهِلَاكِهِمْ
 وَإِنَّهُمْ أَتِيهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُودٍ ﴿٤٦﴾ وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِئَاءَ بِهِمْ حَزَنٌ بِسَبَبِهِمْ وَضَاقَ
 بِهِمْ ذَرْعًا صَدْرًا لِأَنَّهُمْ حَسَنُوا الْوُجُوهُ فِي صُورَةِ أَصْيَافٍ فَخَافَ عَلَيْهِمْ قَوْمُهُ وَقَالَ هَذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ ﴿٤٧﴾
 شَدِيدٌ وَجَاءَ هَ قَوْمُهُ لَمَّا عَلِمُوا بِهِمْ يُهْرَعُونَ يَسْرِعُونَ إِلَيْهِ وَمِنْ قَبْلُ قَبْلُ مَجِيئِهِمْ كَانُوا يَعْمَلُونَ
 السَّيِّئَاتِ هِيَ إِيَّانَ الرِّجَالِ فِي الْأَذْبَارِ قَالَ لُوطٌ يَقُومُ هَؤُلَاءِ بَنَاتِي فَتَزَوَّجُوهُنَّ هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ
 فَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تُخْزَوْنَ تَفْضُحُونِي فِي ضَيْفِي أَضْيَافِي أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ ﴿٤٨﴾ يَا أَمْرُ
 بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَى عَنِ الْمُنْكَرِ قَالُوا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِي بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ حَاجَةٍ وَإِنَّكَ لَتَعْلَمُ
 مَا نُرِيدُ ﴿٤٩﴾ مِنْ إِيَّانَ الرِّجَالِ قَالَ لَوْ أَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةً طَاقَةً أَوْ أَوْى إِلَى رُكْنٍ شَدِيدٍ ﴿٥٠﴾ عَشِيرَةٌ
 تَنْصُرُنِي لَبَطَشْتُ بِكُمْ فَلَمَّا رَأَتْ الْمَلِكَةُ ذَلِكَ قَالُوا يَلُوطُ إِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَصِلُوا إِلَيْكَ
 بِسُوءٍ فَاسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ طَائِفَةٍ مِنَ السَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ أَحَدٌ لِنَلَّا يَرَىٰ عَظِيمٍ مَا يَنْزِلُ بِهِمْ إِلَّا
 أَمْرَاتُكَ بِالرَّفْعِ بَدَلٌ مِنْ أَحَدٍ وَفِي قِرَاءَةٍ بِالنَّصَبِ اسْتِثْنَاءٌ مِنَ الْأَهْلِ أَيْ فَلَا تَسْرِبْهَا إِنَّهُ مُصِيبُهَا مَا
 أَصَابَهُمْ فَقِيلَ إِنَّهُ لَمْ يَخْرُجْ بِهَا وَقِيلَ حَرِّحْتُ وَالتَّفَتُّ فَقَالَتْ وَأَقَوْمَاهُ فَجَاءَهَا حَجَرٌ فَقَتَلَهَا وَسَأَلَهُمْ
 عَنْ وَقْتِ هَلَاكِهِمْ فَقَالُوا إِنْ مَوْعِدُهُمُ الصُّبْحُ فَقَالَ أُرِيدُ أَعْجَلُ مِنْ ذَلِكَ قَالُوا أَلَيْسَ الصُّبْحُ
 بِقَرِيبٍ ﴿٥١﴾ فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا بِأَهْلَاكِهِمْ جَعَلْنَا عَلَيْهَا أَيْ قُرَاهُمْ سَافِلَهَا بِأَنْ رَفَعَهَا جَبْرًا يُلْ إِلَى
 السَّمَاءِ وَأَسْقَطَهَا مَقْلُوبَةً إِلَى الْأَرْضِ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيلٍ طِينٍ طَبَخَ بِالنَّارِ
 مَنصُودٍ ﴿٥٢﴾ مُتَّبَاعٌ مُّسَوِّمَةٌ مُّعَلَّمَةٌ عَلَيْهَا اسْمُ مَنْ يُرْمَىٰ بِهَا عِنْدَ رَبِّكَ ظَرْفٌ لَهَا وَمَا هِيَ الْحِجَارَةُ
 هِيَ أَوْ بِلَادُهُمْ مِنَ الظَّالِمِينَ أَيْ أَهْلَ مَكَّةَ بِبَعِيدٍ ﴿٥٣﴾

ترجمہ: اور یہ واقعہ ہے کہ ہمارے بیچے ہوئے فرشتے ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر آئے تھے (حضرت اسحاق کی اور
 ان کے بعد حضرت یعقوب کی) انہوں نے سلام کیا (یہ مصدر ہے) ابراہیم نے بھی سلام کا جواب دیا۔ پھر ابراہیم فوراً ایک بھنا ہوا
 (تلا ہوا) پکھڑا لے کر آئے۔ پھر جب ابراہیم نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے تک نہیں بڑھتے تو انہیں تو حش (اچنبھا) ہوا اور جی میں
 ڈرے (دل میں خطرہ محسوس کیا) فرشتے بولے۔ ڈرو مت۔ ہم تو قوم لوط کی طرف (انہیں ہلاک کرنے کے لئے) بھیجے گئے ہیں۔ اور
 ابراہیم کی بیوی (سارہ) کھڑی ہوئی تھیں (ان کی مدارات کر رہی تھیں) وہ ہنس پڑیں (قوم لوط کے ہلاک ہونے کی خوشخبری سن کر)

پس ہم نے انہیں اسحاق کی خوشخبری سنائی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی (جو اسحاق کے فرزند ہوں گے۔ گویا اسحاق اتنے دنوں زندہ بھی رہیں گے کہ اپنے بیٹے یعقوب کو دیکھ سکیں گے) وہ بولیں ہائے خاک پڑے (یہ لفظ کسی بڑے حادثہ پر بولا جاتا ہے۔ اس میں الف یائے اضافت سے بدلا ہوا ہے) اب میں بڑھیا ہو کر بچہ جنوں گی (ننانوے سال کی میری عمر آئی) اور یہ میرے میاں بالکل بڑھے میاں ہیں (جن کی ایک سو بیس سال عمر ہے۔ شیخا حال کی وجہ سے منصوب ہے اور ذال اسم اشارہ اس میں عامل ہے) یہ تو بڑے تعجب کی بات ہے (کہ ایسے دو بڑھوں کے بھی اولاد ہوگی) فرشتوں نے کہا کیا تم اللہ کے کاموں (قدرت) پر تعجب کرتی ہو؟ اس خاندان (ابراہیم) پر تو اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں۔ بے شک اللہ تعریف کے لائق، بڑی ہی شان والے (کریم) ہیں۔ پھر جب ابراہیم کے دل سے اندیشہ (خوف) دور ہو گیا اور ان کو (بچہ کی) خوشی کی خبر ملی تو قوم لوط کے بارے میں ہم سے (ہمارے فرشتوں سے) جھگڑنا شروع کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ابراہیم بڑے ہی بردبار (متحمل) بڑے ہی نرم دل، رقیق القلب (رجوع فرمانے والے) تھے (چنانچہ فرشتوں سے کہنے لگے کہ تم ایسی بستی کو برباد کرنے چلے ہو جس میں تین سو مؤمن رہتے ہیں۔ فرشتے بولے: کہ نہیں۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ جس بستی میں دو سو مسلمان رہتے ہوں انہیں تباہ نہیں کرو گے؟ کہنے لگے نہیں۔ فرمایا جس میں چالیس مسلمان رہتے ہوں؟ عرض کیا نہیں۔ پھر حضرت ابراہیم نے پوچھا کہ جس بستی میں چودہ مسلمان رہتے ہوں؟ بولے کہ نہیں۔ فرمایا اچھا اگر صرف ایک مؤمن رہتا ہو؟ کہا کہ پھر بھی نہیں۔ فرمایا کہ اس میں لوط علیہ السلام تو رہتے ہیں۔ فرشتوں نے عرض کیا۔ نحن اعلم بمن فیہا الخ غرضیکہ جب دیر تک اس طرح کی رد و قدح ہوتی رہی تو فرشتے بولے کہ۔ اے ابراہیم! اب اس بات (بحث مباحثہ) کو جانے دو۔ تمہارے پروردگار کا حکم (ان کی ہلاکت کے بارے میں) آچکا ہے اور ان پر عذاب آرہا ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتا اور پھر جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس پہنچے تو لوط ان فرشتوں کے آنے سے کچھ رنجیدہ (مغموم) سے ہوئے اور کچھ گھٹے رہے (کیونکہ فرشتے خوبصورت مہمانوں کی شکل میں آئے تھے۔ اس لئے حضرت لوط اپنی قوم کی بدکرداری سے ڈرے) اور کہنے لگے کہ آج کا دن بہت بھاری (سخت) ہے اور ان کی قوم کے لوگ دوڑے ہوئے آئے (جب انہیں ان خوبصورت مہمانوں کا آنا معلوم ہوا) اور پہلے سے (ان کی آمد کے) نامعقول کاموں کے عادی تھے ہی (یعنی لواطت کے۔ لوط علیہ السلام بولے کہ) اے میری قوم کے لوگو! یہ میری بیٹیاں ہیں (تم ان سے بیاہ شادی کر سکتے ہو) یہ تمہاری لئے اچھی خاصی ہیں اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں کے ساتھ مجھ کو فضیحت (رسوا) مت کرو۔ کیا تم میں کوئی بھلا مانس نہیں؟ (جو اچھی بات کرائے اور برائی سے روکے) وہ لوگ کہنے لگے کہ آپ کو معلوم ہے کہ ہمیں آپ کی ان بیٹیوں کی کوئی ضرورت نہیں اور آپ تو جانتے ہیں جو ہمارا مطلب ہے (یعنی لواطت) فرمانے لگے کیا خوب ہوتا اگر میرا تم پر کچھ زور (بس) چلتا یا کوئی سہارا ہوتا جس کا آسرا پکڑ سکتا (میرا خاندان یہاں ہوتا جو میری مدد کرتا تو میں تمہاری اچھی طرح خبر لیتا غرضیکہ فرشتوں نے جب یہ صورت حال دیکھی تو) فرشتے بولے اے لوط! ہم تو آپ کے پروردگار کی طرف سے بھیجے ہوئے آئے ہیں۔ آپ تک ہرگز ان کی رسائی نہیں ہوگی (کسی بری نیت سے) آپ ایسا کیجئے کہ جب رات کا ایک حصہ گزر جائے تو اپنے گھر والوں کو لے کر نکل چلئے اور تم میں سے کوئی پیچھے پھر کر نہ دیکھے (کہیں اسے وہ ہولناک منظر نظر نہ آجائے) مگر ہاں آپ کی بیوی نہیں جائے گی (یہ رفع کے ساتھ بدل ہے احد سے اور ایک قرأت میں نصب کے ساتھ اہل سے استثناء ہے یعنی بیوی کو لے کر نہ جائے) اس پر بھی وہی آفت آنے والی ہے جو اوروں پر آئے گی (چنانچہ بعض کی رائے ہے کہ وہ بیوی ساتھ نہیں گئی اور بعض کہتے ہیں گئی۔ لیکن مرکز جو دیکھا تو بے ساختہ ایک طرف تو منہ سے نکلا ”ہائے افسوس قوم“ اور دوسری طرف ایک دم اس کے پتھر آ کر لگا۔ جس سے وہیں ڈھیر ہو گئی۔ حضرت لوط نے فرشتوں سے عذاب کا وقت پوچھا تو کہنے لگے) ان لوگوں کے لئے عذاب کا مقررہ وقت صبح کا ہے

(فرمانے لگے لو ط علیہ السلام کہ میں تو اس سے بھی پہلے چاہتا ہوں۔ فرشتوں نے جواب دیا کہ) صبح کے آنے میں تو کچھ دیر ہے۔ سو جب ہمارا حکم (ان کی تباہی کے بارے میں) آپہنچا۔ تو ہم نے اس زمین (بستیوں) کے اوپر کا طبقہ تو نیچے کر دیا (حضرت جبریل اس حصہ کو آسمان تک لے گئے اور پھر وہاں سے اوندھا کر کے پلک دیا) اور اس سرزمین پر کنکر (آگ میں پکے ہوئے) پتھر برسانا شروع کر دیئے لگاتار (مسلل) جن پر نشان لگے ہوئے تھے (ان پر ان لوگوں کا نام تھا۔ جن کے مارے گئے) آپ کے پروردگار کی طرف سے (عند ربک طرف ہے مسومہ کا) اور یہ (پتھر یا ان کی بستیاں) ان ظالموں (مکہ والوں) سے کچھ دور نہیں ہیں۔

تحقیق و ترکیب:..... رسلنا ان فرشتوں کی تعداد میں اختلاف ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ تین فرشتے تھے۔ جبریل، میکائیل، اسرافیل۔ اور بعض کی رائے میں نو فرشتے تھے۔ اور مقاتلؓ کے نزدیک بارہ فرشتے تھے۔ محمد بن کعب قرطبیؒ کہتے ہیں کہ جبریل کے ہمراہ سات فرشتے اور تھے۔ سدیؒ کہتے ہیں کہ گیارہ فرشتے تھے اور سب خوبصورت غلاموں کی طرح تھے۔

سلاما۔ ای سلمنا سلمنا فرشتوں نے جملہ خطاب یہ کہا (اور حضرت ابراہیمؑ نے جواب میں جملہ اسمیہ استعمال کیا سلام۔ ای سلام علیکم پس ”فحیوا باحسن“ کی رو سے یہ جواب بڑھ گیا۔ باقی یہ قول حکایت ہوگی۔ حضرت ابراہیمؑ کے ”السلام علیکم“ کہنے کی اس لئے شیعوں کے لئے یہ کہنے کی گنجائش نہیں کہ السلام علیکم کی بجائے سلام علیکم کہنا بہتر ہے۔ ویسے بھی الف لام سے جو استغراق حاصل ہو رہا ہے وہ نکرہ کی صورت میں نہیں رہتا اور اسلامی سلام میں ابتدائی سلام ”السلام علیکم“ میں سلام کو تفادلاً مقدم کیا گیا ہے۔ اگر ”وعلیکم السلام“ کہا جاتا تو علی سے ضرر کا ایہام ہوتا جو اول ملاقات میں غیر مناسب تھا۔ لیکن جوابی سلام ”علیکم السلام“ میں علی سے یہ ایہام اس لئے نہیں رہا کہ واو کے ذریعہ سے اس جواب کا عطف پہلے جملہ السلام علیکم پر ہے اور وہاں سلام کا لفظ پہلے آچکا ہے وہ کافی ہے۔ تسخیمہم اول تو دیہات کی تہذیب سادگی لئے ہوئے ہوتی ہے۔ دوسرے بڑھیاں تھیں۔ تیسرے مہمان کی مدارات میں ایسی معمولی چیزیں نظر انداز کر دی جاتی ہیں۔ بلکہ مکارم اخلاق میں شمار ہوتی ہیں۔ چوتھے ان کے فرشتے ظاہر ہونے کے بعد سامنے آئی ہوں گی۔

باسحاق۔ حضرت اسماعیلؑ حضرت اسحاقؑ سے تیرہ یا چودہ سال پہلے پیدا ہوئے حضرت ہاجرہ کے گطن سے۔ یعقوب سے عقب سے ماخوذ ہے بعد کے معنی ہیں۔ انگریزی میں یعقوب کو جبکہ اور یوسف کو جوزف کہتے ہیں۔ یسجد لسنایہ جھگڑنا ایسا تھا جیسا کہ ایک فقیر مینوا کریم اور غنی کے آگے جھگڑتا ہے۔ گویا اپنے طبعی تحمل کا اظہار عذاب کو ٹلانے کے اصرار سے کر رہے تھے۔ جس پر حلیم او اہ منیب دلالت کر رہا ہے۔

بنائی اگر یہ لڑکیاں حضرت لوطؑ کی حقیقی تھیں تو اس وقت مسلمان اور کافروں میں نکاح کی اجازت ہوگی۔ چنانچہ ابتداء اسلام میں بھی ایسا رہا۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ مجازی معنی مراد ہیں۔ یعنی قوم کی بچیاں جو حضرت لوطؑ کی بیٹیاں ہی ہوئیں۔ لو ان لسی بکم قوۃ ان دو جملوں میں سے پہلے جملہ کا مطلب تو یہ ہے کہ کاش مجھ میں مدافعت کی قوت ہوتی۔ خواہ اندرونی یا بیرونی۔ اور دوسرے جملہ کا مطلب یہ ہے کہ کم از کم میں اپنا بچاؤ ہی کر لیتا۔ اگر ان کی مدافعت نہ کر سکتا۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ پہلے جملہ میں تو ان کی گستاخی دیکھ کر مدافعت کی تمنا کی۔ بعد میں دوسرے جملہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونے کو اولی خیال کیا۔

رابط آیات:..... قوم نوحؑ، عاد و ثمود کے واقعات کے بعد حضرت ابراہیمؑ و لوطؑ کے واقعات کا تذکرہ کیا جا رہا ہے اور اکثر مقامات میں حضرت ابراہیمؑ کے بعد حضرت لوطؑ کے واقعہ کو ذکر کیا گیا ہے۔ یہاں بھی فصاحت خطبکم کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ

زیادہ مقصود قوم لوط کا واقعہ بیان کرنا ہے۔ لیکن چونکہ دونوں جگہ فرشتوں کی ایک ہی جماعت مامور ہوئی تھی۔ نیز دونوں بستیاں قریب قریب بھی تھیں۔ پھر لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم کے بھتیجے اور حاران کے بیٹے تھے اور اصل صاحب شریعت نبی حضرت ابراہیم ہی تھے۔ لوط علیہ السلام تو نیابت میں کام کر رہے تھے۔ ان ہی گونا گوں خصوصیات کی وجہ سے حضرت ابراہیم نے ان کے بارے میں فرشتوں سے دیر تک تبادلہ خیال اور سفارشی مکالمہ کیا۔ اسی طرح ان دونوں قصوں میں سے ایک قصہ دوسرے قصہ کے لئے متمم ہے۔

غرضیکہ ان وجوہ سے ان دونوں قصوں کو یکجا ذکر کیا گیا ہے۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ قہر و مہر کا مدار اصلی طاعت و معصیت پر ہے۔ ایک ہی جماعت تھی جو ابراہیم کو بشارت سنانے آئی۔ لیکن وہی جماعت پاس کی بستی میں قوم لوط کے پاس عذاب بردوش ہو کر پہنچی۔ جس سے معلوم ہوا کہ مقصود اصلی قوم لوط کا واقعہ ہے۔ اسی لئے پہلے قصوں کی طرح اس واقعہ میں بھی لفظ ارسلنا لایا گیا ہے لیکن حضرت ابراہیم کے واقعہ کی ابتداء عام روش کے خلاف ولقد جاءت کے ساتھ کی گئی ہے اور اس تغیر اسلوب میں اس طرف اشارہ ہے کہ اور واقعات کی طرح اس واقعہ میں عذاب نہیں آیا تھا۔

﴿تشریح﴾: حضرت ابراہیم و لوط کا باہمی تعلق: اس رکوع میں حضرت لوط کی دعوت اور باشندگان

سدوم کی تباہی کا حال ہے۔ تورات میں ہے کہ حضرت لوط حضرت ابراہیم کے بھتیجے اور حاران کے بیٹے تھے۔ جو حضرت ابراہیم کے ساتھ شہر ادر سے آکر سدوم ایک بستی میں ٹھہر گئے۔ جو دریائے یرون کی ترائی میں واقع تھا۔ چونکہ سدوم کی ہلاکت کی خبر پہلے حضرت ابراہیم کو دی گئی۔ اس لئے سرگذشت کی ابتداء ان ہی کے ذکر سے ہوئی۔ چنانچہ فرشتوں نے دو باتوں کی خبر دی۔ ایک قوم لوط کی ہلاکت کی۔ دوسرے حضرت سارہ کے بطن سے حضرت اسحاق کی پیدائش کی اور پھر پوتہ یعقوب کی ولادت کی بشارت۔ پس فرشتوں نے گویا بیک وقت دونوں باتوں کی اطلاع کی۔ ایک میں ایمان و عمل کی کامرانیوں کا اعلان تھا اور دوسری میں انکار و بد عملی کی ہلاکتوں کا۔ یعنی جس دن اس بات کی خبر دی گئی۔ کہ سدوم اور عمورہ کا علاقہ بد عملیوں کی پاداش میں ہلاک ہونے والا ہے۔ اسی دن اس کی بھی بشارت دے دی گئی کہ نیک عملی کے نتائج ایک نئی نسل تیار کر رہے ہیں اور وہ عنقریب اس تمام ملک پر حکمرانی کرنے والی ہے۔

قدرت کا تماشا: پھر اس کا ایک دوسرا پہلو بھی ہے۔ سدوم اور عمورہ کا علاقہ فلسطین کا سب سے زیادہ شاداب علاقہ تھا اور معلوم ہے کہ حضرت سارہ تمام عمر اولاد کی تمنائیں کرتے کرتے بالآخر مایوس ہو چکی تھیں۔ پس قدرت الہی نے بیک وقت دونوں کرشمے دکھلا دیئے۔ جو زمین سب سے زیادہ شاداب ہے۔ وہ بد عملیوں کی پاداش میں ایسی اجڑے گی کہ پھر کبھی سرسبز و شاداب نہ ہو سکے گی۔ اور جو شجر بالکل سوکھ چکا ہے وہ اچانک اس طرح سرسبز ہو جائے گا کہ صدیوں تک اس کی شاخیں بار آور رہیں گی۔

چنانچہ سدوم اور عمورہ کا علاقہ آتش فشاں مادہ کے پھٹنے سے ایسا بنجر ہوا کہ آج تک بنجر ہے اور بشارت پر پورا سال بھی نہیں گزرا تھا کہ حضرت اسحاق کی پیدائش ہو گئی اور پھر ان کی نسل روز بروز بڑھتی اور پھیلتی گئی حضرت ابراہیم کی ایک بیوی سارہ اور دوسری ہاجرہ تھیں۔ ہاجرہ سے حضرت اسماعیل پیدا ہوئے۔ لیکن سارہ سے کوئی اولاد نہیں تھی۔ یہاں تک کہ وہ مایوس ہو گئیں۔ پھر مایوسی کے بعد یہ بشارت ملی اور حضرت اسحاق پیدا ہوئے۔

خوف طبعی نبوت کے منافی نہیں: فرشتوں کے انسانی شکل میں آنے سے حضرت ابراہیم نہیں پہچان سکے ہوں گے۔ اسی لئے کھانا پیش کیا۔ کھانا نہ کھانے سے جو انہیں پریشانی ہوئی وہ طبعی تھی۔ کیونکہ مہمان کے کھانا قبول نہ کرنے کا مطلب ان کے دستور کے مطابق شیخی اور عداوت ہوتا تھا۔ ممکن ہے خدام میں سے اس وقت کوئی دوسرا گھر میں موجود نہ ہو۔ اس لئے گھبرائے۔

پس یہ طبعی خوف نبوت کے منافی نہیں ہے۔

شروع میں توجہ نہیں ہوئی مگر بعد میں فراست نبوی سے فرشتوں کو پہچان لیا: اور ان کو فرشتے مان لینا محض ان کے کہنے کی وجہ سے نہیں تھا۔ بلکہ فراست نبوت اور قدسی قوت کی وجہ سے تھا۔ اولاً توجہ نہیں فرمائی ہوگی۔ لیکن ان کے کہنے سے متوجہ ہوئے پہچان لیا اور محسوسات میں بھی ایسا ہوتا رہتا ہے۔ اور فما خطبکم سے پوچھنا نبوی فراست کی وجہ سے تھا وہ یہ سمجھے کہ ضرور انہیں کوئی مہم درپیش ہے اور حضرت سارہ یا تو کھانا وغیرہ کھلا رہی ہوں گی اور یا پہلے پردہ میں ہوں گی۔ پھر جب معلوم ہو گیا کہ فرشتے ہیں۔ ان سے کیا پردہ۔ سامنے آگئیں۔ رہا ان کا ہنسنا تو یہ عورتوں کی فطرت ہوتی ہے۔ کہ بات بے بات پر ہنسی آ جاتی ہے۔

قوم کی بہو بیٹیاں نبی کی اولاد ہوتی ہے: هؤلاء بناتى سے مجازاً ان کی امت کی عورتیں ہیں۔ بہر حال نبی بمنزلہ باپ کے ہوتا ہے اور امت بمنزلہ اولاد غرضیکہ یہ فرمانا کہ یہ بہو بیٹیاں جو تمہاری اپنی بیویاں اور عورتیں ہیں۔ ان سے جائز طریقہ پر اپنی ضروریات پوری کرو۔ حقیقی بیٹیاں تو یہاں اس لئے مراد نہیں ہو سکتیں کہ اگر دس پانچ بھی ہوں تو کس کس کا نکاح کر دیا جاتا۔ کیونکہ وہ سب اس دیوانگی میں مبتلا تھے۔ درمنثور کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کنکریوں پر کچھ خاص رنگ کے نشانات اور مخصوص ہیئت کے نقوش بنے ہوئے تھے۔ جو عام پتھروں میں نہیں ہوتے۔

انقلاب اور پتھراؤ: یہاں دو عذاب بیان کئے گئے ہیں۔ ایک زمین کا تختہ الٹ دینا۔ دوسرا پتھراؤ کر دینا۔ پہلے زمین اوپر لے کر الٹ دی گئی اور جب نیچے کو آنے لگی تو اوپر سے پتھراؤ کر دیا گیا۔ لیکن اس صورت میں یہ اشکال ہوگا کہ زمین کے ثقل کی وجہ سے اس کی طبعی حرکت ہوگی بہ نسبت ان پتھروں کے کیونکہ ہلکے ہونے کی وجہ سے ان کی حرکت ہلکی ہوگی۔ پس جب زمین اور پتھر دونوں ساتھ حرکت کریں گے تو زمین بوجھل ہونے کی وجہ سے آگے بڑھ جائے گی اور پتھر ہلکا ہونے کی وجہ سے پیچھے رہ جائیں گے اور زمین آگے ہو اور پتھر پیچھے تب بھی تو بدرجہ اولیٰ پتھراؤ کی کوئی صورت نہیں؟

اشکال کے تین حل: جواب یہ ہے کہ اگر زمین کی طبیعت کا یہ تقاضا اس وقت بھی باقی رہا ہو تو اتنی بات مان لینی پڑے گی کہ الٹنے کے وقت پتھراؤ کرنے کے لئے زمین کو کچھ دیر کے لئے معلق روک لیا ہوگا۔ ورنہ پتھراؤ کی کوئی صورت نہیں ہوگی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ بطور خرق عادت اس وقت زمین کا تقاضہ طبعی باقی نہ مانا جائے۔ تو پھر پہلی توجیہ کی ضرورت نہیں رہے گی اور پتھراؤ پر کوئی اشکال نہیں ہوگا۔

تیسری توجیہ بعض نے یہ کی ہے کہ ان میں سے جو لوگ بستی میں رہ گئے تھے ان کو تو الٹ دیا گیا اور جو بستی سے باہر گئے ہوئے تھے ان پر پتھراؤ کر دیا گیا۔ گویا ان دونوں عذابوں کا محل ایک نہیں رہا کہ اشکال ہو بلکہ دو محل ہو گئے۔

طبعی تقاضے کمال کے منافی نہیں ہوتے اور حضرت لوط کا او ای الی رکن شدید فرمانا اور اسباب ظاہر کی طرف توجہ کرنا طبعی تقاضہ کا اثر تھا۔ چنانچہ حدیث ترمذی میں ہے کہ پھر ان کے بعد تمام انبیاء جتھے والے ہوئے تاکہ اس طرح کی بے کسی کی پریشانی نہ ہونے پائے۔ نیز ایک آیت میں فاخذتهم الصبحۃ آیا ہے۔ ممکن ہے پہلے صبح کا عذاب آیا ہو۔ اور پھر زمین الٹنے اور پتھراؤ کرنے کا آیا ہو۔ جیسا کہ وہاں فعلنا کی الفا سے معلوم ہوتا ہے۔

لَطَافِ آیات: آیت فَمَا لَبِثَ الْخ سے دو باتیں معلوم ہوتیں۔ ایک ضیافت و دعوت کا یہ ادب کہ پہلے قیام میں اکرام کرے۔ پھر طعام میں اکرام کرے۔ دوسرے یہ کہ بعض دفعہ کامل کو بھی کشف نہیں ہوتا۔ چنانچہ حضرت ابراہیم اور حضرت لوط دونوں نے فرشتوں کو اول وہلہ میں نہیں پہچانا۔

آیت أَلَدُوا نَا عَجُوزَ الْخ سے معلوم ہوا کہ مسبب الاسباب پر یقین رکھنے کے باوجود اسباب پر تعجب ہو سکتا ہے۔ آیت اتعجبین الْخ سے معلوم ہوا کہ فرشتے انبیاء کے علاوہ سے بھی کلام کر سکتے ہیں۔

آیت فَلَمَّا ذَهَبَ الْخ سے معلوم ہوا کہ یہ مقام ناز کا اثر تھا۔ جو حضرت ابراہیم نے ایسی باتیں کیں جن کو مجادلہ فرمایا گیا ہے۔ آیت هَؤُلَاءِ بَنَاتِي الْخ سے معلوم ہوا کہ رکی اور فرضی چیزوں پر شرعی مصلحتیں ہوتی ہیں اور شریعت کے مقابلہ میں عرف کا اعتبار نہیں ہے۔ بشرطیکہ بناتی کے معنی حقیقی لئے جائیں۔

وَأَرْسَلْنَا إِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَحِذُّوهُ مَالَكُمْ مِّنْ إِلَهِ غَيْرُهُ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ إِنِّي أَرَاكُمْ بِخَيْرٍ نِّعْمَةٍ تَغْنِيْكُمْ عَنِ التَّطَفُّيفِ وَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ إِن لَّمْ تُؤْمِنُوا بِعَذَابِ يَوْمٍ مُحِيطٍ ﴿٨٣﴾ بِكُمْ يَهْلِكُكُمْ وَوَصَفُ الْيَوْمِ بِهِ مَجَازٌ لُّوْقُوْعِهِ فِيهِ وَيَقُومُ أَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ اتِّمُّوْهُمَا بِالْقِسْطِ بِالْعَدْلِ وَلَا تَبْخُسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ لَا تَنْقُصُوهُمْ مِّنْ حَقِّهِمْ شَيْئًا وَلَا تَعْتُوا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿٨٥﴾ بِالْقَتْلِ وَغَيْرِهِ مِّنْ عَثَىٰ بِكُسْرِ الْمُثَلَّثَةِ أَفْسَدُوا مُفْسِدِينَ حَالٌ مُُّوَكَّدَةٌ لِّمَعْنَى عَامِلِهَا تَعْتُوا بِقِيَّتِ اللَّهِ رِزْقَهُ الْبَاقِي لَكُمْ بَعْدَ إِيفَاءِ الْكَيْلِ وَالْوَزْنِ خَيْرٌ لَّكُمْ مِّنَ الْبَخْسِ إِن كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ ﴿٨٦﴾ رَقِيبٌ أَجَازِيكُمْ بِأَعْمَالِكُمْ إِنَّمَا بُعِثْتُ نَذِيرًا قَالُوا لَهُ اسْتَهْزَأْ بِشُعَيْبٍ أَصْلُوتُكَ تَأْمُرُكَ بِتَكْلِيفِنَا أَنْ نَتْرَكَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا مِنَ الْأَصْنَامِ أَوْ نَتْرَكَ أَنْ نَفْعَلَ فِي أَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ الْمَعْنَى هَذَا أَمْرٌ بَاطِلٌ لَا يَدْعُو إِلَيْهِ دَاعِيٌ خَيْرٌ إِنَّكَ لَأَنْتَ الْحَلِيمُ الرَّشِيدُ ﴿٨٧﴾ قَالُوا ذَلِكَ اسْتَهْزَاءٌ قَالَ يٰقَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كُنْتُ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَبِّي وَرَزَقْنِي مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا حَلَالًا أَفَأَشُوْبُهُ بِالْحَرَامِ مِنَ الْبَخْسِ وَالتَّطَفُّيفِ وَمَا أُرِيدُ أَنْ أُخَالِفَكُمْ وَأَذْهَبُ إِلَىٰ مَا أَنهَكُمْ عَنْهُ فَارْتَكِبْهُ إِنْ مَا أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ لَكُمْ بِالْعَدْلِ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِي قُدْرَتِي عَلَىٰ ذَلِكَ وَغَيْرِهِ مِنَ الطَّاعَاتِ إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ﴿٨٨﴾ أَرْجِعْ وَيَقُومُ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ يَكْسِبَنَّكُمْ شِقَاقِي خِلَافِي فَاعِلٌ يَجْرِمُ وَالضَّمِيرُ مَفْعُولٌ أَوَّلٌ وَالثَّانِي أَنْ يُصِيبَكُمْ مِّثْلُ مَا أَصَابَ قَوْمَ نُوحٍ أَوْ قَوْمَ هُودٍ أَوْ قَوْمَ صَالِحٍ مِنَ الْعَذَابِ وَمَا قَوْمُ لُوطٍ أَىٰ مَنَازِلُهُمْ أَوْ زَمَنَ هِلَاكِهِمْ مِّنْكُمْ بَعِيدٌ ﴿٨٩﴾ فَاعْتَبِرُوا وَاسْتَغْفِرُوا

رَبِّكُمْ ثُمَّ تَوْبُوا إِلَيْهِ إِنَّ رَبِّي رَحِيمٌ بِالْمُؤْمِنِينَ وَذُودٌ ﴿۹۰﴾ مُجِبٌ لَهُمْ قَالُوا ائِذْنَا بِقَلَّةِ الْمَبَالَاةِ يُشْعِبُ مَانَفَقَهُ نَفَهُمْ كَثِيرًا مِّمَّا تَقُولُ وَإِنَّا لَنَرِيكَ فِينَا ضَعِيفًا ذَلِيلًا وَلَوْ لَا رَهْطُكَ عَشِيرَتُكَ لَرَجَمْنَاكَ بِالْحِجَارَةِ وَمَا أَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيزٍ ﴿۹۱﴾ كَرِيمٌ عَنِ الرَّجْمِ وَإِنَّمَا رَهْطُكَ هُمُ الْاِعِزَّةُ قَالَ يَقَوْمِ اَرَهْطِيْ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ فَتَتْرَكُون قَتْلِي لَا جَلِيَّ لَهُمْ وَلَا تَحْفَظُونِي لِلَّهِ وَاتَّخَذْتُمُوهُ اَيُّ اللَّهِ وَرَأَى كُمْ ظَهْرِيًّا مُنْبُوذًا خَلَفَ ظُهُورُكُمْ لَا تُرَاقِبُونَهُ اِنَّ رَبِّي بِمَا تَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ﴿۹۲﴾ عَلِمَا فَيَحَازِيكُمْ وَيَقَوْمِ اَعْمَلُوا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ حَالَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ عَلَىٰ حَالَتِي سَوْفَ تَعْلَمُونَ مَنْ مَوْصُولَةٌ مَّفْعُولُ الْعِلْمِ يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ وَارْتَقِبُوا اِنْتِظَرُوا عَاقِبَةَ اَمْرِكُمْ اِنِّىْ مَعَكُمْ رَقِيبٌ ﴿۹۳﴾ مُنْتَظَرٌ وَلَمَّا جَاءَ اَمْرُنَا بِاَهْلَاكِهَمْ نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَالدِّينَ اٰمَنُوْا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِنَّا وَاَخَذَتِ الدِّينَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةَ صَاحَ بِهِمْ جَبْرِيلُ فَاصْبَحُوا فِي دِيَارِهِمْ جَثْمِينَ ﴿۹۴﴾ بَارِكَيْنِ عَلَى الرُّكْبِ مَيِّتَيْنِ كَانَ مُخَفَّفَةً اَيُّ كَانَهُمْ لَمْ يَغْنَوْا يُقِيمُوا فِيهَا اِلَّا بَعْدًا لِمَدَيْنِ كَمَا بَعْدَتْ ثُمُوذٌ ﴿۹۵﴾

ترجمہ: اور ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔ انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم کے لوگوں! اللہ کی بندگی (توحید) بجا لاؤ۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے اور ناپ تول میں کمی نہ کیا کرو۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم فراغت کی حالت میں ہو (نعمت میں خوشحال ہو۔ تمہیں اس کٹوتی کی کیا ضرورت) مجھے اندیشہ ہے کہ (اگر تم ایمان نہ لائے تو) کہیں تم پر ایسے دن کا عذاب نہ آجائے جو سب پر چھا جائے (اور تمہیں سب کو برباد کر کے رکھ دے اور دن کی صفت لانا مجازا ہے کیونکہ عذاب اس دن واقع ہوگا) اور اے میری قوم کے لوگو! ناپ تول پوری پوری کیا کرو اور لوگوں کی چیزوں میں کٹوتی مت کرو (ان کے سامان میں حقوق سے کم مت کرو) اور ملک میں شرف و فساد پھیلاتے مت پھرو (مار دھاڑ کر کے لا تعشو۔ عشی سے ہے کسر ثا کے ساتھ بمعنی افسد اور مفسدین حال موکد واقع ہو رہا ہے اپنے عامل تعشو کے معنی کے لئے) اللہ کا دیا جو کچھ بچ رہے (ناپ تول کرنے کے بعد تمہارے پاس جو کچھ بچ جائے) اس میں تمہارے لئے بہتری ہے (بہ نسبت کٹوتی کرنے کے) اگر تم میرا کہا مانو اور میں کچھ تم پر پہرہ دار نہیں ہوں (نگران کہ تمہارے کئے کا بدلہ دیتا ہوں۔ بلکہ میں خبردار کر دینے والا ہوں) کہنے لگے (تمسخر کرتے ہوئے) اے شعیب! کیا تمہاری یہ نمازیں اس کی تعلیم دیتی ہیں کہ (تم ہمیں اس کا پابند کرو کہ) ہم ان معبودوں کی پرستش نہ کریں جن (بتوں) کی پوجا ہمارے باپ دادا کرتے چلے آئے ہیں؟ یا یہ کہ ہم اپنے مالوں میں جو چاہیں تصرف نہ کریں؟ (مطلب یہ ہے کہ تمہاری یہ باتیں غلط ہیں کسی داعی خیر نے یہ باتیں نہیں کہیں) بس تم ہی ایک نرم دل اور راست باز آدمی رہ گئے ہو (یہ بات لوگوں نے تمسخر کے طور پر کہی تھی) شعیب نے فرمایا کہ اے میری قوم کے لوگوں! کیا تم نے اس بات پر بھی غور کیا کہ اگر میں اپنے پروردگار کی طرف سے ایک روشن دلیل رکھتا ہوں اور اللہ اپنے فضل و کرم سے مجھے اچھی روزی عطا فرما رہا ہو (حلال رزق تو کیا پھر بھی میں اسے کٹوتی اور کمی کے ذریعے حرام کر کے کھاؤں؟) اور میں یہ نہیں چاہتا کہ جس بات سے میں تمہیں روکوں۔ اس سے تمہیں تو روکوں مگر خود اس کے خلاف چلنے لگوں (اور اسے میں کرنے لگوں) میں اس کے سوا کچھ نہیں چاہتا کہ جہاں تک میرے بس میں ہے اصلاح حال کی کوشش کروں (انصاف کے ساتھ) میرا کام بنتا ہے (اس کام میں اور دوسری باتوں میں اگر مجھے قدرت حاصل ہو رہی ہے) تو اللہ ہی کی مدد سے بنتا ہے۔ میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف

رجوع ہوں اور اے میری قوم کے لوگوں! کہیں ایسی بات نہ کر بیٹھنا (اس پر آمادہ نہ ہو جانا) میری ضد (خلاف) میں آکر (لفظ شقاق فاعل ہے۔ یعجوم کا اور مفعول اول اس کی ضمیر ہے اور مفعول ثانی آگے ہے) کہیں تمہیں بھی ویسی ہی مصیبتیں پیش آجائیں جیسا کہ قوم نوح کو یا قوم ہود کو یا قوم صالح کو (عذاب کی صورت میں) پیش آچکی ہیں اور قوم لوط (یعنی ان کے مکانات یا ان کا زمانہ) تو کچھ تم سے دور نہیں ہے (لہذا تمہیں ان سے عبرت حاصل کرنی چاہئے) اور دیکھو اللہ سے معافی مانگو اور اس کی طرف لوٹ جاؤ۔ بلاشبہ میرا پروردگار (مسلمانوں پر) بڑا ہی رحمت والا بڑا ہی محبت والا (دوست) ہے۔ کہنے لگے اے شعیب! بہت سی باتیں تمہاری کہی ہوئی تو ہمارے سمجھ ہی میں نہیں آتیں اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ تم ہم لوگوں میں ایک معمولی (حقیر) آدمی ہو۔ اگر تمہاری برادری (خاندان) کا پاس نہ ہوتا تو ہم تمہیں (پتھروں سے) سنگسار کر چکے ہوتے اور ہمارے سامنے تمہاری کوئی ہستی نہیں ہے (سنگسار سے باز رکھنے والی البتہ تمہارا خاندان آبرو مند ہے) شعیب نے فرمایا کہ اے میری قوم کے لوگو! کیا اللہ سے بڑھ کر تم پر میری برادری کا دباؤ ہوا؟ (کہ برادری کی وجہ سے تو میرے قتل سے رکھتے ہو۔ مگر اللہ کی وجہ سے میری حفاظت نہیں کر سکتے؟) اور اللہ تمہارے لئے کچھ نہ ہوا کہ اسے پیچھے ڈال دیا؟ (پس پشت ڈال دیا کہ اس کا ذرا بھی لحاظ نہیں؟) یقیناً میرا پروردگار تمہارے کرتوتوں کو اپنے گھیرے میں لئے ہوئے ہے (یعنی سب اس کے علم میں ہے لہذا وہی تمہیں بدلہ دے گا) اور اے میری قوم کے لوگو! تم اپنی جگہ (حالت پر) کام کئے جاؤ۔ میں بھی (اپنی حالت پر) سرگرم عمل ہوں۔ بہت جلد پتہ چل جائے گا کہ کس پر (یہ موصولہ ہے علم کا صلہ ہے) رسوا کرنے والا عذاب آتا ہے اور کون فی الحقیقت جھوٹا ہے انتظار کرو (اپنے انجام کا) میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔ پھر جب ہمارا حکم (ان کے ہلاک کرنے کا) آپہنچا۔ تو ہم نے شعیب کو اور ان کے مسلمان ساتھیوں کو اپنی رحمت سے بچالیا اور جو لوگ ظالم تھے انہیں ایک سخت آواز (جبریل کی چیخ) نے آپکڑا۔ پس جب صبح ہوئی تو اپنے اپنے گھروں میں اوندھے پڑھے ہوئے تھے (گھٹنوں کے بل مردہ) گویا (ان مخفہ ہے یعنی کانہم تھا) ان گھروں میں کبھی بے (رہے سہ) ہی نہیں تھے۔ خوب سن لو: کہ قبیلہ مدین کے لئے بھی محرومی ہوئی جس طرح قوم ثمود کے لئے محرومی ہوئی تھی۔

تحقیق و ترکیب: بقیۃ اللہ اس کے معنی طاعت اللہ کے بھی لئے گئے ہیں۔ استہزاء یعنی ان الصلوۃ تنہی عن الفحشاء والمنکر کی طرح انہوں نے مجازی معنی مراد نہیں لئے تھے۔ بلکہ بطور تمسخر کہا تھا انک لانت الحلیم الرشید ربیع الابرار میں لکھا ہے کہ لغت مدین میں اس کے معنی احمق سفیہ کے تھے اور ابن عباس فرماتے ہیں کہ عرب کی عادت کے مطابق اپنی ضد کے معنی میں استعمال ہے اور بعض نے کہا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ تم اپنے گمان میں ایسے ہو اور بعض نے کہا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ آپ جب ایسے ہیں۔ تو آپ پر قوم کی نالائقیوں کا اثر نہیں ہونا چاہئے۔ پھر آپ اتنے متاثر کیوں ہو رہے ہیں اور بعض نے اس کو بھی تمسخر پر محمول کیا ہے۔

رابط آیات: ان ہی واقعات کی ایک کڑی قوم شعیب کا واقعہ بھی ہے جو بیان ہو رہا ہے۔

﴿تشریح﴾: حضرت شعیب کی دعوت و تبلیغ: تورات میں ہے کہ قسطورا کے لطن سے حضرت ابراہیم کے چھ لڑکے ہوئے جن میں سے ایک لڑکے کا نام مدیان تھا۔ جو عربی میں آکر مدین ہو گیا۔ اس کی اولاد بحر قلزم کے کنارے آباد ہو گئی تھی۔ جہاں حضرت شعیب کا ظہور ہوا۔ ان کے وعظ کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، ناپ تول میں خیانت نہ کرو۔ نہ تو حق سے زیادہ لو، نہ حق سے کم دو، ملک میں شر و فساد نہ پھیلاتے پھرو۔ لوٹ مار نہ کرو۔ کیونکہ تم خوشحال ہو پھر تمہیں ان غلط طریقوں کی کیا ضرورت، میں ڈرتا ہوں کہیں تم بتلائے عذاب نہ ہو جاؤ۔

قوم کا جواب:..... مگر لوگوں نے جواب دیا کہ تم اپنے خدا کی جتنی عبادت کرنی چاہو شوق سے کرو۔ لیکن کیا تمہاری نمازیں یہ بھی کہتے ہیں کہ دوسروں کو ان کی راہ سے ہٹاؤ۔ جس راہ پر کہ ان کے باپ دادا چلتے آئے ہیں؟ ہم اپنے مال کے مالک مختار ہیں جس طرح چاہیں خرچ کریں۔ تم اپنے ناپ تول کی باتیں رہنے دو۔ معلوم ہوتا ہے ساری دنیا میں صرف تم ہی ایک نیک اور خوش معاملہ آدمی رہ گئے ہو۔

حضرت شعیبؑ کا جواب الجواب:..... حضرت شعیبؑ بولے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر علم و بصیرت کی راہ کھول دی ہو اور میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ہلاکت کی طرف جارہے ہو تو بتلاؤ کیا میرا فرض نہیں ہے کہ تمہیں سلامتی کی راہ دکھلاؤں؟ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مجھے دولت رزق عطا فرمائی ہے۔ پھر کیا یہ کفران نعمت نہ ہوگا کہ اس کے اداء فرض میں کوتاہی کروں؟ اور پھر تم میری ضد میں آکر حق سے کیوں منہ موڑتے ہو؟ میں تمہیں کسی بات سے روک کر خود تو اس کے خلاف نہیں کرتا۔ بلکہ اسی بات کو کہتا ہوں جس پر خود بھی عامل ہوں۔ غرضیکہ تم میری تبلیغ سے بگڑتے کیوں ہو؟ میں کچھ تم پر چوکیدار بن کر تو آیا نہیں کہ تمہیں مجبور کرتا رہوں۔ میں تو صرف اصلاح چاہتا ہوں۔ جہاں تک میرے بس میں ہے میرے کام تو صرف اللہ ہی کی مدد سے بنتے ہیں اور میرا بھروسہ اسی کی ذات پر ہے۔

مقام مدین:..... بحر قلزم کی جوشاخ عرب اور جزیرہ نمائے سینا کے درمیان گزری ہے اسی کے کنارے مدین کا قبیلہ آباد تھا۔ چونکہ یہ جگہ شام، افریقہ اور عرب کے تجارتی قافلوں کا نقطہ اتصال تھی۔ اس لئے اشیاء تجارت کے مبادلہ کی بڑی منڈی بن گئی تھی اور لوگ خوشحال ہو گئے تھے۔ اسی لئے حضرت شعیبؑ نے فرمایا کہ تمہیں خوشحال پاتا ہوں۔ لیکن جب لوگوں کے اخلاق فاسد ہو گئے تو کاروبار میں خیانت کرنے لگے۔ حضرت شعیبؑ نے خصوصیت کے ساتھ اسی لئے اس برائی سے روکا۔

مخالفت انبیاء کی اصل بناء:..... اس مکالمہ سے معلوم ہوا کہ کفار کو اعتراض اس پر تھا کہ تم دوسروں کو دعوت کیوں دیتے ہو؟ جو کچھ تمہیں کرنا ہے خود کئے جاؤ جس پر حضرت شعیبؑ نے ان کے اس مطالبہ سے انکار کر دیا۔ معلوم ہوا کہ اتباع حق کے لئے صرف اتنا ہی کافی نہیں کہ آدمی خود متبع ہو جائے۔ بلکہ ضروری ہے کہ دوسروں کو بھی اس کی دعوت دے، نیز حق کی پیروی کرنے میں سب سے بڑی روک ذاتی خصومت اور شخصی عداوت ہوتی ہے۔ اس مکالمہ سے یہ بات نکلتی ہے کہ قبیلہ کے سرداروں کو حضرت شعیبؑ سے ذاتی خصومت پیدا ہو گئی تھی۔ اس لئے حضرت شعیبؑ نے فرمایا کہ میری ضد میں آکر پیام حق کی مخالفت مت کرو۔ ورنہ خدا کے مواخذہ میں گرفتار ہو جاؤ گے۔

نامنصفانہ راہ کا آخری جواب:..... انسان انسانوں کا پاس کرتا ہے لیکن سچائی کا پاس نہیں کرتا وہ انسانوں کے خیال سے ایک بات چھوڑ دیتا ہے۔ لیکن خدا کے خیال سے نہیں چھوڑتا چنانچہ منکروں کا یہ کہنا کہ ہم تجھے سنگسار کر دیتے، لیکن تیرے کنبہ کے خیال سے ایسا نہیں کرتے۔ حضرت شعیبؑ نے فرمایا کہ افسوس تم پر تمہیں میرے کنبہ کا تو پاس ہوا مگر خدا کا نہ ہوا۔ خدا کی بات تو تمہارے خیال میں کوئی بات ہی نہیں حضرت شعیبؑ نے فرمایا کہ اچھا آخری بات یہ ہے کہ تم اپنی راہ چلو۔ میں اپنی راہ چل رہا ہوں اور نتیجہ کا انتظار کرو۔ چنانچہ نتیجہ سامنے آ گیا کہ اہل ایمان محفوظ رہے اور سرکش ہلاک ہو گئے۔ نویں پارے کے شروع میں قوم شعیبؑ پر عذاب ربضہ کا ذکر آیا ہے اور یہاں عذاب صیحه کا ذکر کیا گیا ہے۔ پس یہاں بھی قوم ثمود کی طرح دونوں عذاب کا اجتماع ممکن ہے اور مفسرین کے بیان کے مطابق کما بعدت میں یہی وجہ تشبیہ ہے دونوں واقعوں کے درمیان۔

لطائف آیات: ان ارید الاصلاح الخ سے معلوم ہوا کہ شیخ میں بھی یہی بات ہونی چاہیے۔ کہ خلوص کے ساتھ اصلاح کی کوشش کرے اور سعی کے ساتھ توکل بھی کرے نہ صرف سعی پر بھروسہ کرے اور نہ محض توکل کی وجہ سے سعی چھوڑ بیٹھے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿٩٦﴾ بُرْهَانَ بَيْنٍ ظَاهِرٍ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَاتَّبَعُوا أَمْرَ فِرْعَوْنَ وَمَا أَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيدٍ ﴿٩٧﴾ سَدِيدٍ يَقْدُمُ يَتَقَدَّمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَيَتَّبِعُونَهُ كَمَا اتَّبَعُوهُ فِي الدُّنْيَا فَلَوْرَدَهُمُ ادْخَلَهُمُ النَّارُ وَبُسَّ الْوَرْدُ الْمَوْرُودُ ﴿٩٨﴾ هِيَ وَاتَّبَعُوا فِي هَذِهِ أَيْ الدُّنْيَا لَعْنَةُ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ لَعْنَةُ بُسَّ الرِّفْدِ الْعَوْنُ الْمَرْفُودُ ﴿٩٩﴾ رَفَدَهُمْ ذَلِكَ الْمَذْكُورُ مُبْتَدَأُ خَبَرِهِ مِنْ أَنْبَاءِ الْقُرَى نَقْصُهُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ مِنْهَا أَيْ الْقُرَى قَائِمٌ هَلَكَ أَهْلُهُ دُونَهُ وَمِنْهَا حَصِيلٌ ﴿١٠٠﴾ هَلَكَ بِأَهْلِهِ فَلَا أَثَرَ لَهُ كَالزَّرْعِ الْمَحْصُودِ بِالْمَنَاجِلِ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ بِأَهْلَانِهِمْ بِغَيْرِ ذَنْبٍ وَلَكِنْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ بِالشِّرْكِ فَمَا أَغْنَتْ دَفَعَتْ عَنْهُمْ إِلَهُتُهُمُ الَّتِي يَدْعُونَ يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَيْ غَيْرِهِ مِنْ زَائِدَةٍ شَيْءٍ لَمَّا جَاءَ أَمْرُ رَبِّكَ عَذَابُهُ وَمَا زَادُوهُمْ بِعِبَادَتِهِمْ لَهَا غَيْرَ تَتَبِيبٍ ﴿١٠١﴾ تَحْسِيرٍ وَكَذَلِكَ مِثْلَ ذَلِكَ الْآخِذِ أَخَذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَى أُرِيدَ أَهْلُهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ بِالذُّنُوبِ أَيْ فَلَا يُغْنِي عَنْهُمْ مِنْ أَخْذِهِ شَيْءٌ إِنْ أَخَذَهُ إِلِيمٌ شَدِيدٌ ﴿١٠٢﴾ رَوَى الشَّيْخَانِ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ اللَّهُ لِيُمْلِي لِلظَّالِمِ حَتَّى إِذَا أَخَذَهُ لَمْ يُفْلِتْهُ ثُمَّ قرَأَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَذَلِكَ أَخَذُ رَبِّكَ الْآيَةَ أَنَّ فِي ذَلِكَ الْمَذْكُورِ مِنَ الْقِصَصِ لَآيَةً لَعِبْرَةٌ لِمَنْ خَافَ عَذَابَ الْآخِرَةِ ذَلِكَ أَيْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ يَوْمَ مَجْمُوعٍ لَهُ فِيهِ النَّاسُ وَذَلِكَ يَوْمَ مَشْهُودٍ يَشْهَدُهُ جَمِيعُ الْخَلَائِقِ وَمَا نُؤَخِّرُهُ إِلَّا لِأَجَلٍ مَعْدُودٍ ﴿١٠٣﴾ لِيُوقِتَ مَعْلُومٌ عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ يَأْتِ ذَلِكَ الْيَوْمُ لَا تَكَلَّمُ فِيهِ حَذَفُ إِحْدَى التَّائِينَ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ تَعَالَى فَمِنْهُمْ أَيْ الْخَلْقِ شَقِيٌّ وَمِنْهُمْ وَسَعِيلٌ ﴿١٠٤﴾ كُتِبَ كُلُّ ذَلِكَ فِي الْأَزْلِ فَأَمَّا الَّذِينَ شَقُّوا فِي عِلْمِهِ تَعَالَى فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ صَوْتُ شَدِيدٌ وَشَهِيْقٌ ﴿١٠٥﴾ صَوْتُ ضَعِيفٌ خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ أَيْ مُدَّةَ دَوَامِهِمَا فِي الدُّنْيَا إِلَّا غَيْرَ مَا شَاءَ رَبُّكَ مِنَ الزِّيَادَةِ عَلَى مُدَّتَيْهِمَا مِمَّا لَا مُنْتَهَى لَهُ وَالْمَعْنَى خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا إِنْ رَبُّكَ فَعَالٌ لِمَا يُرِيدُ ﴿١٠٦﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ سَعِدُوا بِفَتْحِ السَّيْنِ وَضَمِّهَا فَفِي الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا غَيْرَ مَا شَاءَ رَبُّكَ كَمَا تَقَدَّمَ وَدَلَّ عَلَيْهِ فِيهِمْ قَوْلُهُ عَطَاءٌ غَيْرَ مَجْدُودٍ ﴿١٠٧﴾ مَقْطُوعٌ وَمَا تَقَدَّمَ مِنَ التَّوِيلِ

هُوَ الَّذِي ظَهَرَ لِي وَهُوَ خَالٍ عَنِ التَّكْلِيفِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمُرَادِهِ فَلَا تَلُتْ يَا مُحَمَّدُ فِي مَرِيَّةٍ شَكٍّ مِمَّا
يَعْبُدُ هَؤُلَاءِ مِنَ الْأَصْنَامِ إِنَّا نَعَذِّبُهُمْ كَمَا عَذَّبْنَا مَنْ قَبْلَهُمْ وَهَذَا تَسْلِيَةٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا
يَعْبُدُونَ إِلَّا كَمَا يَعْبُدُ آبَاؤُهُمْ أَى كَعِبَادَتِهِمْ مِّنْ قَبْلُ وَقَدْ عَذَّبْنَا هُمْ وَإِنَّا لَمُوقِفُوهُمْ مِثْلَهُمْ نَصِيبُهُمْ
حَظُّهُمْ مِنَ الْعَذَابِ غَيْرَ مَنْقُوصٍ ﴿٩٩﴾ أَى تَامًا وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ التَّوْرَةَ فَاخْتَلَفَ فِيهِ
بِالتَّصْدِيقِ وَالتَّكْذِيبِ كَالْقُرْآنِ وَلَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ بِتَأْخِيرِ الْحِسَابِ وَالْجَزَاءِ لِلْخَلَائِقِ
إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ لَقَضَى بَيْنَهُمْ فِي الدُّنْيَا فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ وَإِنَّهُمْ أَى الْمُكَذِّبِينَ بِهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ
مُرِيبٍ ﴿١٠٠﴾ مَوْعِدِ الرَّبِّيَّةِ وَإِنَّ بِالتَّشْدِيدِ وَالتَّخْفِيفِ كُلًّا أَى كُلَّ الْخَلَائِقِ لَمَّا مَا زَائِدَةٌ وَاللَّامُ مُوَطَّئَةٌ
لِقَسَمٍ مُّقَدَّرٍ أَوْ فَارِقَةٍ وَفِي قِرَاءَةٍ بِتَشْدِيدٍ لَمَّا بِمَعْنَى إِلَّا فَإِنْ نَافِيَةٌ لِيُوفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ أَعْمَالَهُمْ أَى جَزَاءَهَا
إِنَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿١٠١﴾ عَالِمٌ بِبَوَاطِنِهِ كَظَوَاهِرِهِ فَاسْتَقِمْ عَلَى الْعَمَلِ بِأَمْرِ رَبِّكَ وَالدُّعَاءِ إِلَيْهِ كَمَا
أَمَرْتَ وَلَيْسَتْ قِمَّةٌ مِنْ تَابٍ أَمِنْ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا تَجَاوَزُوا حُدُودَ اللَّهِ إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿١٠٢﴾
فَيَجَارِيكُمْ بِهِ وَلَا تَرْكَنُوا تَمِيلُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا بِمَوَادَّةٍ أَوْ مَدَاهِنَةٍ أَوْ رَضِيَ بِأَعْمَالِهِمْ فَتَمَسَّكُمْ
تَصِيبُكُمْ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ أَى غَيْرِهِ مِنْ زَائِدَةٍ أَوْ لِيَاءٍ يَحْفَظُونَكُمْ مِنْهُ ثُمَّ لَا تَنْصَرُونَ ﴿١٠٣﴾
تَمْنَعُونَ مِنْ عَذَابِهِ وَاقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ الْغَدَاةَ وَالْعِشَاءَ أَى الصُّبْحَ وَالظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَزُلْفًا جَمْعُ
زُلْفَةٍ أَى طَائِفَةٍ مِّنَ اللَّيْلِ أَى الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ كَالصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ
الذُّنُوبِ الصَّغَائِرَ نَزَلَتْ فِيمَنْ قَبْلَ أَجْنِبِيَّةٍ فَاجْبِرَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَلَيْ هَذَا قَالَ لِجَمِيعِ أُمَّتِي
كُلِّهِمْ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ذَلِكَ ذِكْرِي لِلذَّاكِرِينَ ﴿١٠٤﴾ عِظَةٌ لِلْمُتَعِظِينَ وَاصْبِرْ يَا مُحَمَّدُ عَلَى أَدَى
قَوْمِكَ أَوْ عَلَى الصَّلَاةِ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿١٠٥﴾ بِالصَّبْرِ عَلَى الطَّاعَةِ فَلَوْ لَا فَهَلَا كَانَ
مِنَ الْقُرُونِ الْأَمَمِ الْمَاضِيَةِ مِنْ قَبْلِكُمْ أُولُو بَقِيَّةٍ أَصْحَابُ دِينٍ وَفَضْلٍ يَنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي
الْأَرْضِ الْمُرَادُ بِهِ النَّفْيُ أَى مَا كَانَ فِيهِمْ ذَلِكَ إِلَّا لَكِنْ قَلِيلًا مِّمَّنْ أَنْجَيْنَا مِنْهُمْ نُهُوا فَنَجَّوْا وَمِنْ لِّلْبَيَّانِ
وَاتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا بِالْفَسَادِ أَوْ تَرَكَ النَّهْيَ مَا أُتْرِفُوا نَعَمُوا فِيهِ وَكَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿١٠٦﴾ وَمَا كَانَ
رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرَى بِظُلْمٍ مِنْهُ لَهَا وَأَهْلُهَا مُصْلِحُونَ ﴿١٠٧﴾ مُؤْمِنُونَ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ
النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً أَهْلَ دِينٍ وَاحِدٍ وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ ﴿١٠٨﴾ فِي الدِّينِ إِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ أَرَادَ
لَهُمُ الْخَيْرَ فَلَا يَخْتَلِفُونَ فِيهِ وَلِلذَلِكَ خَلَقَهُمْ أَى أَهْلَ الْإِخْتِلَافِ لَهُ وَأَهْلَ الرَّحْمَةِ لَهَا وَتَمَّتْ كَلِمَةُ

رَبِّكَ وَهِيَ لَا مُلْتَنَ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ الْحَنِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿۱۱۹﴾ وَكُلًّا نُسَبِّ بِنَقْصٍ وَتَنْوِينُهُ عَوِضٌ عَنِ الْمُضَافِ إِلَيْهِ أَيْ كُلُّ مَا يَحْتَاجُ إِلَيْهِ نَقْصٌ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا بَدَلُ مِنْ كُلِّ نَشِئَتْ نَطْمِنُ بِهِ فَوَإِذَا لَكَ قَلْبَكَ وَجَاءَ لَكَ فِي هَذِهِ الْأَنْبَاءِ أَوِ الْآيَاتِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَذِكْرٌ لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۲۰﴾ خُصُّوا بِالذِّكْرِ لِإِنْتِفَاعِهِمْ بِهَا فِي الْإِيمَانِ بِخِلَافِ الْكُفَّارِ وَقُلْ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ أَعْمَلُوا عَلَى مَكَانَتِكُمْ حَالَتِكُمْ إِنَّا عَمِلُونَ ﴿۱۲۱﴾ عَلَى حَالَتِنَا تَهْدِيدٌ لَهُمْ وَانْتَظِرُوا عَاقِبَةَ أَمْرِكُمْ إِنَّا مُنْتَظِرُونَ ﴿۱۲۲﴾ ذَلِكَ وَلِلَّهِ غَيْبُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَيْ عَلِيمٌ مَا غَابَ فِيهِمَا وَإِلَيْهِ يُرْجَعُ بِالْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ يَعُودُ وَلِلْمَفْعُولِ يُرَدُّ الْأَمْرُ كُلُّهُ فَيَنْتَقِمُ مِمَّنْ عَصَى فَاعْبُدْهُ وَحْدَهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ثِقْ بِهِ فَإِنَّهُ كَافِيكَ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿۱۲۳﴾ وَإِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيُوقْتَهُمْ وَفِي قِرَاءَةِ بِالْفَوْقَانِيَةِ

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں اور روشن دلیل (واقعی سند) کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس بھیجا تھا۔ مگر وہ لوگ فرعون کی رائے پر چلتے رہے اور فرعون کی بات کچھ ٹھیک نہ تھی۔ قیامت کے دن وہ اپنی قوم کے آگے آگے ہوگا (اور لوگ اس کے پیچھے اسی طرح ہوں گے جیسے دنیا میں رہا کرتے تھے) پھر انہیں دوزخ میں جاتا رہے گا (پہنچا کر رہے گا) وہ بہت ہی بری جگہ ہے اترنے کی اور اس دنیا میں بھی لعنت ان کے ساتھ ساتھ رہی اور قیامت کے دن بھی (لعنت رہے گی) کیا ہی برا صلہ (انعام) ہے جو ان کے حصہ میں آیا (انہیں دیا گیا) یہ (مذکورہ واقعات یہ مبتداء ہے جس کی خبر آگے ہے) ان بستیوں کے تھوڑے سے حالات تھے جنہیں ہم آپ سے (اے محمد) بیان کر رہے ہیں۔ ان (بستیوں) میں سے کچھ تو اب تک قائم ہیں (ان کے رہنے والے برباد ہو گئے مگر وہ نہیں خراب ہوئیں) اور کچھ بالکل اجڑ گئیں (رہنے والوں سمیت فنا ہو گئیں کہ ان کا نشان تک نہیں رہا۔ جیسے کسی نے درانتی سے کھیت کو صاف کر دیا ہو) اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا (کہ بلا قصور انہیں برباد کر دیا ہو) بلکہ خود انہوں نے ہی اپنے اوپر ظلم کیا (شرک کر کے) سو ان کے وہ معبود جنہیں وہ خدا کو چھوڑ کر پوجتے تھے۔ ان کے کچھ کام بھی نہ آ سکے (من زائد ہے) جب آپ کے پروردگار کا حکم (عذاب) آپہنچا اور انہوں نے کچھ فائدہ نہیں پہنچایا (ان کی بندگی کرنے کا) بجز نقصان پہنچانے کے اور آپ کے پروردگار کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے (جیسی پکڑ ان کی ہوئی) جب وہ آبادیوں (میں رہنے والوں) کو ظلم کرتے ہوئے پکڑتا ہے (گناہ کر کے یعنی پھر ان کی پکڑ سے کوئی نہیں بچتا) یقیناً ان کی پکڑ بڑی ہی دردناک بڑی ہی سخت ہوتی ہے (شیخین نے ابو موسیٰ اشعرئ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتے رہتے ہیں پھر جب پکڑ ہی لیتے ہیں تو کسی طرح پھر نہیں چھوٹ سکتا۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے یہی آیت و کذلک السخ تلاوت فرمائی) ان (مذکورہ واقعات) میں بڑی ہی عبرت (نصیحت) ہے اس کے لئے جو شخص عذاب کا خوف رکھتا ہو۔ یہ (آخرت کا دن) وہ دن ہے جب تمام انسان اکٹھے کئے جائیں گے اور یہ وہ دن ہے جس میں سب کی حاضری ہوگی (سب اس کا نظارہ کر سکیں گے) اور ہم اس کو صرف تھوڑی سی مدت کے لئے (جو اللہ کو معلوم ہے) ملتوی کئے ہوئے ہیں۔ جس وقت وہ دن آئے گا کسی شخص کی مجال نہیں ہوگی کہ بغیر اللہ کی اجازت کے زبان کھولے (تکلم میں ایک تاء حذف ہو رہی ہے) پھر (مخلوق میں سے) کچھ ایسے ہوں گے جن کے لئے محرومی ہے اور (کچھ ان میں سے) ایسے ہوں گے جن کے لئے سعادت ہے (یہ سب روز اول میں لکھا جا چکا ہے) پس جو لوگ محروم ہوئے (علم الہی میں) وہ دوزخ میں ہوں گے ان کے لئے وہاں چیخنا چلانا (شور مچانا) ہوگا (شہیق کمزور آواز کو کہتے ہیں) وہ اسی میں رہیں گے جب تک آسمان وزمین قائم ہیں (یعنی دنیا میں جتنا ان کا دوام رہا ہے) ہاں! اگر خدا ہی کو منظور ہو (زمین و آسمان کی مدت میں زمانہ غیر متناہی کی زیادتی

غرضیکہ ہمیشگی مراد ہے) بے شک آپ کا پروردگار اپنے کاموں میں مختار ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جن لوگوں نے سعادت پائی (سین کے فتح اور ضمہ کے ساتھ ہے) سو وہ جنت میں ہوں گے اور اسی میں رہیں گے جب تک آسمان و زمین قائم ہیں۔ ہاں اگر خدا ہی کو منظور ہو تو دوسری بات ہے (اس کا مطلب وہی ہے جو ابھی گزر چکا ہے۔ جس پر اگلا قول دلالت کر رہا ہے) یہ عطیہ ہمیشہ رہے گا (منقطع نہیں ہوگا یہی تاویل میری سمجھ میں آئی ہے اور بے تکلف ہے۔ واللہ اعلم) جن (بتوں) کی یہ لوگ پرستش کرتے ہیں ان کے بارے میں (اے محمد) آپ کو ذرا شبہ نہیں ہونا چاہیئے (کیونکہ پہلوں کی طرح ہم انہیں بھی عذاب دیں گے اس کا مقصد نبی کریم ﷺ کو تسلی ہے) یہ اسی طرح پرستش کر رہے ہیں جس طرح ان کے باپ دادا (پرستش کرتے تھے) ان سے پہلے (جنہیں ہم سزا دے چکے ہیں) اور ہم یقیناً (ان کی طرح) ان (کے عذاب) کا پورا پورا حصہ (بے کم و کاست) انہیں پہنچا دیں گے اور ہم نے موسیٰ کو کتاب (تورات) دی پھر اس میں اختلاف کیا (قرآن کی طرح اس کی بھی بعض نے تصدیق کی اور بعض نے تکذیب) اور اگر آپ کے پروردگار کی طرف ایک بات پہلے سے نہ ٹھہرا دی گئی ہوتی (مخلوق کے حساب و جزاء کے مسئلہ کو قیامت پر ملتوی رکھنے کی) تو ان کا فیصلہ کبھی کا ہو چکا ہوتا (دنیا ہی میں ان کے اختلافات کے متعلق) اور یہ (جھٹلانے والے) اس کی طرف سے شبہ ہی میں پڑے ہوئے ہیں جو انہیں تردد (شک) میں ڈال رہا ہے۔ بالیقین (تشدید و تخفیف کے ساتھ ہے) سب کے لئے (ساری مخلوق کے واسطے) یہی ہوتا ہے کہ جب وقت آئے گا (مازائد ہے اور لام قسمیہ ہے اور قسم مقدر ہے۔ یا یہ لام ان نافیہ اور مؤکدہ میں فرق کرنے کے لئے ہے اور ایک قرأت میں لما مشدد ہے الا کے معنی میں۔ پس اس صورت میں ان نافیہ ہو جائے گا) تو آپ کے پروردگار ان کے عمل (کا بدلہ) انہیں پورا پورا دے گا وہ یقیناً ان کے سب اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے (ظاہر کی طرح وہ باطن کو بھی جانتا ہے) اور آپ (اپنے پروردگار کے حکم کے مطابق تعمیل کرنے میں اور اس سے دعا کرنے میں) استوار رہیں۔ جس طرح آپ کو حکم دیا گیا ہے اور وہ لوگ بھی جو (ایمان کی بدولت) توبہ کر کے آپ کے ہمراہی ہیں اور حد سے نہ بڑھو (اللہ کے مقرر کردہ دائرہ سے مت نکلو) یقین کرو جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے (لہذا وہ تمہیں اس کا بدلہ دے گا) اور ان ظالموں کی طرف (ان سے پیٹنگیں بڑھا کر یا دین میں بودا پن دکھلا کر یا ان کے کاموں سے خوش ہو کر) مت جھکنا (مائل نہ ہونا) کہیں تمہیں بھی آگ چھو جائے (لگ جائے) اللہ کے سوا (من زائد ہے) تمہارا کوئی رفیق نہیں (جو اللہ سے تمہاری حفاظت کر سکے) پھر تم کہیں مدد نہ پاؤ گے (جو عذاب الہی سے تمہیں بچالے) اور نماز قائم کرو جب دن شروع ہونے کو ہو اور اس وقت جب دن ختم ہونے کو ہو (صبح، شام یعنی نماز فجر، ظہر، عصر) نیز اس وقت جب ابتدائی حصہ گزر رہا ہو (یہ جمع زلفۃ کی یعنی کچھ حصہ) رات کا (یعنی نماز مغرب و عشاء) یاد رکھو نیکیاں (جیسے پانچوں وقت کی نماز) برائیوں کو دور کر دیتی ہے (چھوٹے گناہوں کو یہ آیت اس شخص کے بارے میں اتری تھی جس نے کسی اجنبی عورت کا بوسہ لے لیا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے جب اسے اس حکم کی اطلاع کی تو عرض کرنے لگا۔ یا رسول اللہ! یہ حکم صرف میرے لئے ہے؟ آپ نے فرمایا کہ سب کے لئے عام حکم ہے۔ یہ روایت بخاری و مسلم کی ہے) یہ نصیحت ان لوگوں کے لئے ہے۔ جو نصیحت پذیر ہوں (ماننے والوں کے لئے یہ وعظ ہے) اور صبر کرو (اپنی قوم کی طرف سے تکلیفوں پر یا نماز پڑھنے میں) کیونکہ اللہ تعالیٰ اچھے کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے (جو اطاعت پر صبر کرنے والے ہیں) پھر ایسا کیوں نہیں ہوا کہ جو عہد (پچھلے زمانے) تم سے پہلے گزر چکے ہیں ان میں اہل خیر (دیندار، سمجھ دار) باقی رہے ہوتے جو دوسروں کو ملک میں شرف و فساد پھیلانے سے روکتے (اس سے مراد نفی ہے یعنی ان میں ایسے لوگ نہیں ہوئے) بجز چند آدمیوں کے جنہیں ان میں سے ہم نے بچا لیا تھا (انہوں نے لوگوں کو باز رکھا۔ اس لئے وہ نجات پا گئے۔ اس میں من بیانہ ہے) اور ظلم کرنے والے (فساد پھیلانے والے یا نہ روکنے والے) وہ جس ناز و نعمت میں تھے۔ اس کے پیچھے پڑے رہے اور یہ لوگ جرائم کے عادی تھے اور ایسا ہر گز نہیں ہو سکتا کہ آپ کا پروردگار آبادیوں کو ناحق (ان پر ظلم کر کے) ہلاک کر دے اور وہاں کے رہنے والے اصلاح میں لگے ہوں (ایماندار ہوں) اور آپ کا پروردگار چاہتا تو تمام انسانوں کو ایک امت (ایک دین) بنا دیتا اور یہ لوگ ہمیشہ (دین میں) اختلاف ہی کرتے رہیں گے۔ مگر ہاں! جس پر آپ کے پروردگار کی رحمت ہو (اور وہ ان کی خیر چاہیں تو پھر لوگ اختلاف نہیں کر سکتے) اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اسی واسطے پیدا کیا ہے (یعنی اختلاف کرنے والوں کو اختلاف کے لئے اور رحمت کرنے والوں کو رحمت کے لئے) اور آپ کے پروردگار کی یہ بات پوری

ہوگی۔ کہ میں جہنم کو جنات اور انسان دونوں سے بھردوں گا اور یہ سارے قصے (لفظ کلام منسوب ہے نقص کی وجہ سے اور تنوین مفاف الیہ کے بدلہ میں ہے۔ اصل عبارت کل ما یحتاج الیہ تھی۔ یعنی تمام ضروری واقعات) پیغمبروں کے جوہم آپ سے بیان کر رہے ہیں تو ان سب میں یہی بات ہے کہ (لفظ ما بدل ہے کلا سے) آپ کے قلب (دل) کو ان سے تقویت (اطمینان) دے دیں اور ان (واقعات اور نشانیوں) میں آپ کے پاس راست مضمون بھی پہنچا ہے اور مسلمانوں کے لئے نصیحت اور یاد دہانی ہے (مسلمانوں کی تخصیص اپنے ایمان سے نفع اٹھانے کے اعتبار سے ہے اور کفار ایسے نہیں ہوتے) اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان سے کہہ دیجئے کہ تم اپنی جگہ (حالت پر) کام کئے جاؤ۔ ہم بھی (اپنی حالت پر) سرگرم عمل ہیں (یہ ان کے لئے بطور دھمکی ہے) اور منتظر رہو (اپنے عمل کی پاداش کے) ہم بھی (اس کے) منتظر ہیں اور آسمان وزمین میں جتنی غیب کی باتیں ہیں۔ اللہ ہی کو (ان سب چھپی ہوئی چیزوں کا) علم ہے اور اسی کی طرف رجوع ہوتے ہیں (معروف صیغہ سے یعود کے معنی میں ہے اور مجہول صیغہ سے یود کے معنی میں ہے) سارے کام (لہذا وہ نافرمانی کرنے والے سے انتقام لے گا) آپ اسی کی عبادت (توحید) میں لگے رہئے اور اسی پر بھروسہ رکھئے (اعتماد کیجئے۔ کیونکہ وہی آپ کے لئے کافی ہے) اور آپ کا پروردگار ان باتوں سے بے خبر نہیں ہے جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں (لیکن مقررہ وقت تک کے لئے انہیں مہلت دی جا رہی ہے اور ایک قرأت میں تعلمون تاکہ ساتھ ہے)۔

تحقیق و ترکیب:..... رشید یہ لفظ اگرچہ قوم کی صفت ہوتا ہے۔ مگر یہاں امر کی صفت میں لایا گیا ہے اس لئے مفسر نے سدید کے ساتھ ترجمہ کیا ہے۔ فاورد اس میں تشبیہ استعمال کی گئی ہے۔ رفد اس کے معنی عون کے بیان کئے ہیں جس سے مراد نفع ہے۔ انباء القری مذکورہ سات وقتوں کی طرف اشارہ ہے۔ و کذلک اخذ ربک آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ حکم پچھلی امتوں کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ سب کے لئے عام ہے۔ مجموعہ لہ اشارہ کر دیا کہ لام بمعنی فی ہے۔ لا تکلم چونکہ قیامت کا دن بہت لمبا ہوگا اس لئے یہ حکم دوسری آیت یوم ناتی کل نفس تجادل الخ یا واللہ ربنا ما کنا مشرکین کے حکم کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ مختلف اوقات میں مختلف احکام ہوں گے۔ فمنہم شقی شقاوت کی علامات پانچ ہیں۔ دل کی سختی، آنکھوں سے آنسو نہ جاری ہونا۔ دنیا کی طرف رغبت، امید کا لمبا ہونا، حیا زیادہ ہونا اور تاویلات نجیمہ میں ہے کہ شقاوت کی علامت حق سے بے توجہی اور اس کی طلب سے بے رخی کرنا اور گناہوں پر بغیر ندامت کے اصرار کرنا، دنیا کے حرام و حلال کی حرص کرنا، خواہش کی پیروی کرنا ہے اور سعادت کی پہچان۔ اللہ کی طرف توجہ اور اور گناہوں سے استغفار، اور اللہ کی طرف رجوع کرنا، تھوڑی سی دنیا پر قناعت کر لینا، طلب حلال، سنت کی اتباع، بدعات سے بچنا۔ خواہشات کی مخالفت کرنا ہے اور بعض کی رائے ہے کہ دنیا اور اہل دنیا کی طرف رغبت کرنا اور اہل اللہ سے نفرت کرنا یہ بھی شقاوت میں داخل ہے اور اللہ اور اہل اللہ کی طرف رغبت کرنا اور دنیا اور اہل دنیا سے نفرت کرنا سعادت میں داخل ہے۔

ذفیر و شہیق ذفیر کہتے ہیں زور سے سانس نکالنے کو اور شہیق کہتے ہیں زور سے سانس کھینچنے کو۔ گدھے کی ابتدائی آواز کو ذفیر اور انتہائی آواز نہیق کہا جاتا ہے اور بعض کی رائے میں ذفیر کا تعلق گلے اور شہیق کا تعلق سینہ سے ہے۔ الا ماشاء اشارہ کر دیا کہ الا استثنایہ نہیں ہے۔ بلکہ بمعنی غیر ہے۔ بہر حال ان دونوں آیتوں سے کفار کے جہنم سے اور مؤمن کے جنت سے نکلنے پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ مادامت السموات الخ سے مراد ابدیت ہے۔

فَعَالٍ لِّمَا یَرِید یعنی اس کے وعدہ اور وعید میں خلاف نہیں ہوگا اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ اس کی وعید میں خلاف ہو جاتا ہے۔ اس سے گنہگاروں کی وعید ہے نہ کہ کفار کی۔

واما الذین سعدوا۔ ان دونوں آیتوں میں محسنات بدعیہ میں سے جمع، تفریق، تقسیم پائی جاتی ہے۔ یوم بات الخ میں توجع ہے اور فمنہم الخ سے تفریق ہے اور فاما الذین الخ سے تقسیم ہے۔ ما دامت السموات عرب کی عادت ہے کہ کسی چیز کے دوام کو

آسمان وزمین کے دوام سے تعبیر کرتے ہیں مجازاً لیکن اگر حقیقی معنی مراد لئے جائیں تو آسمان وزمین بھی جنت کے مراد ہوں گے نہ کہ دنیا کہ جیسا کہ دوسری آیت میں ہے۔ یوم تبدل الارض غیر السموات یا اور ثنائاً الارض نبتوء من الجنة حیث نشاء۔

الا ماشاء۔ ای الا ماشاء ربك من الزيادة التي لا اخر لها اور ابوالسعودؒ کی رائے یہ ہے کہ یہ خلود سے استثناء ہے۔ جیسے لا یدوقون فیہا الموت الا الموتۃ الاولى یا حتی یلج الجہل فی سم الخیاط فرمایا گیا ہے۔ فرق اتنا ہے کہ ان چیزوں کا محال ہونا تو عقلاً معلوم ہے اور اللہ کی مشیت کا عدم خلود سے تعلق کا محال ہونا نقل سے معلوم ہو رہا ہے۔ یعنی یہ لوگ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ ہاں! اگر اللہ چاہے گا تو ہمیشہ نہیں رہیں گے اور یہ ممکن نہیں ہے نص قطعی کی وجہ سے۔ پس ان کی مدت کی انتہاء بھی ممکن نہیں ہے اور روح البیان میں ہے کہ خلود نار سے استثناء ہے اور مراد اس سے کافر نہیں بلکہ مسلمان فاسق ہیں جو سزا کے بعد نکل جائیں گے اور صحت استثناء کے لئے اتنا بھی کافی ہے اور ایک شخص پر شقاوت و سعادت دونوں کا اجتماع ممکن ہے مگر ایک اعتبار سے نہیں بلکہ الگ الگ اعتبار سے۔ چنانچہ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اہل شقاوت کی دو قسمیں ہیں۔ شقی اور اشقی۔ گنہگار مسلمان گناہوں کی وجہ سے تو شقی اور توحید کی وجہ سے سعید ہوتا ہے۔ گناہ اسے جہنم میں لے جائیں گے اور توحید جنت میں برخلاف کافر کے وہ اشقی ہوتا ہے اس لئے ابدی جہنم کی نذر ہوگا۔

الذی ظہر لی یعنی الا کو غیر کے معنی میں لینے کی تاویل و توجیہ کا اختیار کرنا میرے لئے ظاہر ہوا ہے یہ مطلب نہیں کہ یہ توجیہ صرف میں نے کی ہے کیونکہ دوسری کتابوں میں بھی یہ توجیہ مذکور ہے۔

فلا تلک خطاب اگرچہ آنحضرت ﷺ کو ہے مگر مراد دوسرے لوگ ہیں۔ اس میں آنحضرت ﷺ کے مخالفین کا بیان مذکور ہے۔ لما لیوفینہم اگر لما مشدد ہے تو لام قسمیہ اور مخفف ہے تو لام فرق کرنے کے لئے ہوگا۔ ان مخففہ اور ان نافیہ کے درمیان۔ لیکن ان دونوں میں فرق کی ضرورت اس وقت ہوگی جب کہ ان مؤکدہ کا عمل نہ ہو رہا ہو۔ وہ ان مؤکدہ کے عمل کی صورت میں تو عمل سے فرق ہو جائے گا کسی فرق کی ضرورت نہیں رہے گی۔ حاصل ترکیب یہ ہوگا کہ کلام منصوب ہوگا ان کا اسم ہونے کی وجہ سے اور جملہ قسم مع جواب کے خبر ہوگی اور لما میں لام قسمیہ ہونے کی صورت میں لیوفینہم جواب قسم ہوگا۔ اور لما مشدد ہونے کی صورت میں لیوفینہم جملہ خبریہ ہے اور لام جواب قسم مقدر ہوگا۔

لا تطغوا اور لا ترکنوا دونوں میں خطاب اگرچہ آنحضرت ﷺ کو ہے لیکن مراد امت ہے ان ہی خطابات کی وجہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا شیتنی ہود۔

نزلت اس سے مراد ابوالیسرؒ ہیں۔ ان کے پاس ایک عورت کھجوریں خریدنے کے لئے آئی تو انہوں نے اس بہانہ سے اندر بلایا کہ اچھی کھجوریں اندر رکھی ہوئی ہیں اور وہ اندر آئی تو انہوں نے اس کا بوسہ لے لیا۔ کرنے کو تو یہ غلطی کر گئے۔ مگر پھر جو دل نے ملامت کی تو حضرت ابوبکرؓ کے پاس دوڑے گئے۔ ان سے صورت حال بتلائی۔ انہوں نے فرمایا کہ کسی سے ذکر مت کرو اور توبہ کرو۔ لیکن ان سے ضبط نہ ہوسکا اور گھبرا کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سن کر آپؐ نے دیر تک گردن جھکائے رکھی۔ تب یہ آیت اقسام الصلوٰۃ نازل ہوئی۔ ابوالیسرؒ بول اٹھے کہ یہ حکم میرے مخصوص ہے یا سب کے لئے عام ہے۔ آپؐ نے فرمایا سب کے لئے عام ہے۔

رابط آیات: آیت ولقد ارسلنا موسیٰ الخ میں آخری اور آٹھواں قصہ حضرت موسیٰ کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ آگے آیت ذلک من انباء سے کفار کو تہدید اور مسلمانوں کو بشارت سنائی جا رہی ہے۔

آگے آیت ولقد اتینا الخ سے پھر بقیہ قصہ موسیٰ کو بیان کیا جا رہا ہے۔ اس کے بعد آیت فلو لا کان الخ سے عزاب کا قریبی سبب نافرمانیاں اور سبب بعید اللہ کی حکمت و مشیت بیان کی جا رہی ہے۔ اول سے اپنا رحم و کرم اور دوسری بات سے آنحضرت ﷺ کی تسلی مقصود ہے۔ محکی عنہ یعنی واقعات کی اس حکمت و علت کے بعد آیت وکلا نقص الخ سے حکایت یعنی ان قصوں کے بیان کرنے کی حکمت ذکر کی جا رہی ہے۔ اور چونکہ پوری سورت میں توحید و رسالت، قیامت، حقانیت قرآن، وعدہ و وعید کا

ذکر اور شبہات کا جواب دے کر اتمام حجت اور دعوت کا پورا پورا حق ادا کر دیا گیا ہے۔ اس لئے اگر یہ لوگ اب بھی نہ مانیں تو ان سے آیت **وَقُلْ لِلَّذِينَ الْخ** بیان کر کے بات ختم کر دینی چاہئے۔

شان نزول:..... آیت **وَاقِمِ الصَّلَاةَ الْخ** کے شان نزول کی طرف جلال محقق نے اشارہ کر دیا ہے کہ ابوالیسر ایک صحابی سے ایک غلطی سرزد ہو گئی تھی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

﴿تشریح﴾:..... اللہ کی مہلتیں بھی عذاب کی گردش سے نہ بچا سکیں:..... حضرت موسیٰ کی زندگی اور دعوت کے ضروری اجزاء کے ذیل میں آیت **وَمَا ظَلَمْنَهُم الْخ** سے یہ بتلایا جا رہا ہے کہ ان قوموں کو جو کچھ پیش آیا۔ وہ اس لئے نہیں پیش آیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر کوئی زیادتی کی ہو۔ ان کا قانون جزاء تو سراسر عدل و رحمت ہے۔ بلکہ اس لئے ہوا کہ خود انہوں نے اپنے اوپر ظلم کرنا چاہا اور نجات کی راہ سے منہ موڑ کر ہلاکت کی طرف چلنے لگے۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے مہلتیں دی ہیں اور روشنی کو اندھیرے سے بالکل الگ کر دیا ہے۔ لیکن ایک قوم اگر روشنی سے یک قلم منہ موڑ لے تو پھر نتائج کا ظہور کبھی نہیں رک سکتا اور اس ظہور کی دردناکی اور شدت کبھی دور نہیں ہو سکتی۔ ہر انسان کے لئے جو آخرت کے خیال سے بے خوف نہ ہو۔ اس بات میں حقیقت کی بڑی ہی نشانی ہے۔ کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جزائے عمل کا قانون یہاں نافذ نہیں اور اللہ کے رسولوں کا پیام جھوٹا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں ہر بات کے لئے ایک حساب ہے اور ہر معاملہ کے لئے ایک مقررہ میعاد ہے۔ جب تک وہ وقت نہ آئے اس بات کا ظہور نہیں ہو سکتا۔ آخرت کا دن بھی اس لئے پیچھے ڈال دیا گیا ہے کہ اپنے مقررہ وقت پر رونما ہو۔ اس دن جو شقی نکلیں گے ان کے لئے شقاوت ہوگی۔ جو سعید نکلیں گے ان کے سعادت۔

آیت **فَلَا تَكُنْ الْخ** میں آپ کو خطاب ہے کہ آپ کو یہ خیال نہیں ہونا چاہئے کہ عرب کے مشرکین شرک سے کیوں نہیں باز آتے؟ اور انہیں کیوں مہلت مل رہی ہے؟ وہ تو اسی طریقہ پر چل رہے ہیں جس پر ان کے باپ دادا چلے۔ اس لئے انہیں ان کی سرکشیوں کا پورا پورا نتیجہ ملنے والا ہے۔

اس سورت کی موعظت کا ماحصل:..... پھر آیت **فَاسْتَقِمْ الْخ** سے آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں کو اس سورت کی موعظت کا خلاصہ بتلانا ہے کہ (۱) جو راہ تمہیں بتلائی گئی ہے اس پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہو اور اپنا کام کئے جاؤ۔ (۲) اپنی حد سے آگے نہ بڑھو یعنی مضبوطی کا مطلب یہ نہیں ہونا چاہئے کہ مخالفوں پر کسی طرح کی زیادتی کرنے کا خیال کرنے لگو یا لڑنے یا جھگڑنے لگو۔ اپنے دائرہ کے اندر رہو۔ مگر اپنے طریقہ پر قائم رہو (۳) لیکن یہ بھی نہیں ہونا چاہئے کہ مخالفین کی طرف جھک پڑو۔ کہیں ان کی گمراہی کی چھینٹ تم پر بھی نہ پڑ جائے۔ غرضیکہ نہ تو اپنے حصہ سے بڑھنا چاہئے اور نہ ان کی طرف جھکنا چاہئے (۴) نماز کو اس کی ساری حقیقتوں کے ساتھ اپنے اپنے وقتوں میں ادا کرتے رہو۔ تمہاری طاقت کا اصل سرچشمہ یہی ہے یہ بڑی نیک عملی ہے اور نیک چلنی برائیاں دور کر دیا کرتی ہے۔

آیت **طَرَفِي النَّهَارِ** میں دن کے دوسروں سے مراد بعض کے نزدیک صرف فجر و عصر ہے اور بعض کے نزدیک فجر، ظہر، عصر تینوں نمازیں مراد ہیں اور رات کے ایک حصہ سے مراد مغرب و عشاء ہیں۔ ایک قول پر پانچ اور ایک قول پر چار نمازیں مراد ہوں گی اور ظہر کا بیان دوسری آیت **وَحِينَ تَظْهَرُونَ** سے ثابت ہو جائے گا اور یہاں چار نمازوں کی تخصیص اہتمام کی وجہ سے ہو جائے گی اور سینات سے مراد صغیرہ گناہ ہوں گے۔

(۵) صبر سے کام لو۔ اللہ کا قانون یہ ہے کہ وہ نیک کرداروں کا اجر و صلہ ضائع نہیں کرتا۔ اس لئے ضروری ہے کہ آخر کار کامیابی ان ہی کے حصہ میں آئے کچھلی تو میں جو سب کی سب ہلاک ہوئی ہیں تو اس لئے ہوئی ہیں کہ ان میں اہل خیر و صلاح اٹھ گئے

تھے۔ کوئی نہیں رہا تھا جو شر و فساد سے روکے۔ اگر اچھائی کے پھیلانے اور برائیوں کے مٹانے کا کام کرنے والے لوگ موجود رہتے تو کبھی اس نتیجہ سے دوچار نہ ہوتے۔ آخر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک بستی پر عذاب آئے اور اس کے باشندے مصلح ہوں۔ اس سے سمجھ لو کہ اگر تم اپنی راہ پر جمے رہے اور ایک جماعت داعیان حق کی پیدا ہوگی۔ تو پھر یہ سر زمین ایسے عذاب سے محفوظ رہے گی۔ جو پچھلی قوموں کی طرح ایک قلم نیست و نابود کر دینے والا ہو (۶) دنیا میں فکر و عمل کا اختلاف ناگزیر ہے۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ سب ایک ہی راہ پر چلنے والے ہو جائیں اور حق و باطل کی کشمکش نہ رہے۔ پس اس بات سے مایوس نہ ہو کہ تمام آدمی کیوں دعوت حق قبول نہیں کر لیتے؟ نہ تو پہلے ایسا ہوا۔ نہ اب اس کی توقع رکھنی چاہئے۔ بہت سے مانیں گے، بہت سے نہیں مانیں گے۔ تم اپنے کام میں سرگرم رہو۔

واقعات بیان کرنے سے قرآن کا مقصود..... آیت کلا نقص الخ سے یہ بتلانا ہے کہ ان قصص سے قرآن کا کیا مقصود ہے؟ سب سے پہلے بات تو یہ ہے کہ آپ کو قوم کی نالائقوں سے پریشانی اور بے چینی ہوتی ہے۔ ان قصوں سے آپ کو تسکین و تسلی ہو۔ اصلاح و دعوت کا جو ولولہ اور جوش آپ کو مضطرب رکھتا ہے۔ ان سرگزشتوں میں غور و فکر کرنا باعث اطمینان ہوگا کہ پہلے بھی ہمیشہ ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔ بلکہ سرکشی کے اس سے بھی زیادہ سخت مظاہرے ہو چکے ہیں۔ نیز ان سرگزشتوں میں دلائل کی روشنیاں ہیں۔ جو یہ بتلاتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے قانون میں کبھی تبدیلی نہیں ہوتی۔ ان میں سننے والوں کے لئے عبرت و نصیحت کی باتیں ہیں جو غرور و ناتوانی سے بیدار کرتی ہیں۔ مومنوں کو سچائی کی یاد دلاتی ہیں۔ اور غفلت دور کرتی ہیں۔

یہ چاروں باتیں سامنے رکھ کر قرآن کے قصص واقعات کا اگر مطالعہ کیا جائے تو ذہن کی گرہیں کھلتی چلی جاتی ہیں۔

آیت قل للذین الخ کا حاصل یہ ہے کہ آپ منکروں سے وہی بات کہہ دیجئے جو ہمیشہ کہی گئی کہ تم اپنی جگہ کام کئے جاؤ۔ ہم اپنی جگہ کر رہے ہیں۔ تم بھی نتیجہ کا انتظار کرو ہم بھی منتظر ہیں۔ نتیجہ فیصلہ کر دے گا جس طرح ہمیشہ ہو چکا ہے اللہ ہی جانتا ہے کہ پردہ غیب میں کیا چھپا ہے۔ سارے کام اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو اللہ کی عبادت میں لگے رہنا اور اسی پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔ (ترجمان)

لطف آیات:..... آیت فاما الذین شقوا الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ طاعت پر ناز نہیں کرنا چاہئے اور نہ معصیت کی وجہ سے رحمت الہی سے مایوس ہونا چاہئے۔

آیت فاستقم الخ کا حاصل یہ ہے کہ حق اور خلق دونوں کا حق ادا کیا جائے اور کثرت وحدت میں اور وحدت کا کثرت میں مشاہدہ کرنا چاہئے۔ نیز آپ کی استقامت اور ہے اور آپ کے تبعین کی استقامت اور۔

آیت ولا ترکوا الخ سے مدہانت کرنے اور قدرت کے باوجود برائیوں کو نہ روکنے اور کفار کی وضع اختیار کرنے اور ان کی تعظیم کرنے اور بلا ضرورت شرعی ان کے ساتھ بیٹھنے کی ممانعت معلوم ہو رہی ہے۔

آیت ان الحسنات الخ طاعت کے ملکہ کے غالب آنے سے گناہ کے مادہ کا مضحمل ہونا بھی داخل ہے۔

آیت ولذلک خلقہم الخ سے معلوم ہوا کہ لوگ اللہ کے جمال و جلال اور قہر و مہر کے مظاہر ہیں۔ یہ آیت دوسری

آیت وما خلقت الجن الخ کے خلاف نہیں ہے کیونکہ ایک شرعی غایت کا بیان ہے اور دوسری تکوینی غایت کا۔ آیت وکلا نقص الخ سے معلوم ہوا کہ مقبولین کے واقعات سے قلوب کی تسکین، تقویت، اور اچھی باتوں کا شوق اور بری باتوں سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ اسی لئے اولیاء اللہ اور بزرگوں کی حکایات جمع کرنے کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔ آیت والیہ یرجع الخ سے مشائخ کے اس مقولہ کی اصل معلوم ہوتی ہے جو انہوں نے ”سیر الی اللہ“ کے سلسلہ میں کہی ہے کہ ہر چیز کی سیر ہر وقت اللہ کی طرف رہتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ چیز اللہ تعالیٰ تک پہنچ جاتی ہے پھر سیر الی اللہ بھی ختم ہو جاتی ہے۔

سُورَةُ يُوسُفَ

سُورَةُ يُوسُفَ مَكِّيَّةٌ مِائَةٌ وَاحِدَى عَشْرَةَ آيَةً

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ﴿۱﴾ الرَّأْيُ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمُرَادِهِ بِذَلِكَ تِلْكَ هَذِهِ الْآيَةُ اِيْتُ الْكِتَابِ الْقُرْآنِ
وَالْإِضَافَةُ بِمَعْنَى مِنَ الْمُبِينِ ﴿۲﴾ الْمُظْهِرُ لِلْحَقِّ مِنَ الْبَاطِلِ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ قُرْءَانًا عَرَبِيًّا بِلُغَةِ الْعَرَبِ لَعَلَّكُمْ يَا
أَهْلَ مَكَّةَ تَعْقِلُونَ ﴿۳﴾ تَفْهَمُونَ مَعَانِيَهُ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا أَوْحَيْنَا بِإِبْرَاهِيمَ
إِلَيْكَ هَذَا الْقُرْآنُ وَإِنْ مُمْخَفَّةٌ أَيْ وَإِنَّهُ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الْغَافِلِينَ ﴿۴﴾ أَذْكَرُ إِذْ قَالَ يُوسُفُ
لِأَبِيهِ يَعْقُوبُ يَا أَبَتِ بِالسَّكْرِ دَلَالَةٌ عَلَى يَأَى الْإِضَافَةِ الْمَحْذُوفَةِ وَالْفَتْحُ دَلَالَةٌ عَلَى أَلِفٍ مَحْذُوفَةٍ قُلْتُ
عَنِ الْيَأَى إِنِّي رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ تَاكِدًا لِي سَجْدِينَ ﴿۵﴾
جُمِعَ بِالْيَأَى وَالنُّونِ لِلْوَصْفِ بِالسُّجُودِ الَّذِي هُوَ مِنْ صِفَاتِ الْعُقَلَاءِ قَالَ يُنَبِّئُ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ
عَلَى إِخْوَتِكَ فَيَكِيدُوا لَكَ كَيْدًا يُحْتَالُوا فِي هَلَاكِكَ حَسَدًا يَعْلَمُهُمْ بِتَاوِيلِهَا مِنْ أَنَّهُمْ الْكَوَاكِبُ
وَالشَّمْسُ أُمُّكَ وَالْقَمَرُ أَبُوكَ إِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوٌّ مُبِينٌ ﴿۶﴾ ظَاهِرُ الْعَدَاوَةِ وَكَذَلِكَ كَمَا
رَأَيْتَ يَجْتَبِيكَ يَخْتَارُكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاوِيلِ الْأَحَادِيثِ تَعْبِيرِ الرُّؤْيَا وَيَتِمُّ نِعْمَتُهُ
عَلَيْكَ بِالنُّبُوَّةِ وَعَلَى آلِ يَعْقُوبَ أَوْلَادُهُ كَمَا أَتَمَّهَا بِالنُّبُوَّةِ عَلَى أَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلِ إِبْرَاهِيمَ
وَإِسْحَاقَ إِنَّ رَبَّكَ عَلِيمٌ بِخَلْقِهِ حَكِيمٌ ﴿۷﴾ فِي صُنْعِهِ بِهِمْ لَقَدْ كَانَ فِي خَبَرِ يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ وَهُمْ
أَحَدٌ عَشَرَ آيَةً عِبْرٌ لِلسَّائِلِينَ ﴿۸﴾ عَنْ خَبَرِهِمْ أَذْكَرُ إِذْ قَالُوا أَيْ بَعْضُ إِخْوَةِ يُوسُفَ لِبَعْضِهِمْ لِيُوسُفَ
مُبْتَدَأٌ وَإِخْوَهُ شَقِيقُهُ بَنِيَامِينَ أَحَبُّ خَبَرٍ إِلَى آبِنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ جَمَاعَةٌ إِنَّ آبَانَا لَفِي ضَلَالٍ خَطَاً
مُبِينٍ ﴿۹﴾ بَيْنَ بَايْثَارٍ هَمَّا عَلَيْنَا إِقْتُلُوا يُوسُفَ أَوْ اطْرَحُوهُ أَرْضًا أَيْ بَارِضٍ بَعِيدَةٍ يَخْلُ لَكُمْ وَجْهُهُ

أَبِيكُمْ بِأَنْ يُقْبَلَ عَلَيْكُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ لِعَيْرِكُمْ وَتَكُونُوا مِنْ بَعْدِهِ أَيْ بَعْدَ قَتْلِ يُوسُفَ أَوْ طَرَحِهِ قَوْمًا
 صَالِحِينَ ﴿۹﴾ بِأَنْ تَتُوبُوا قَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ هُوَ يَهُودٌ لَا تَقْتُلُوا يُوسُفَ وَالْقَوَّةَ اطْرَحُوهُ فِي غَيْبِ
 الْجُبِّ مُظْلِمِ الْبِيرِ وَفِي قِرَاءَةِ بِالْجَمْعِ يَلْتَقِطُهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ الْمَسَافِرِينَ إِنْ كُنْتُمْ فَعِلِينَ ﴿۱۰﴾ مَا أَرَدْتُمْ
 مِنَ التَّفْرِيقِ فَافْتَقَرُوا بِذَلِكَ قَالُوا يَا أَبَانَا مَا لَكَ لَا تَأْمَنَّا عَلَى يُوسُفَ وَإِنَّا لَهُ لَنَصْحُونَ ﴿۱۱﴾ لَقَائِمُونَ
 بِمَصَالِحِهِ أَرْسَلَهُ مَعَنَا غَدًا إِلَى الصَّحَرَاءِ يَّرْتَعُ وَيَلْعَبُ بِالنُّونِ وَالْيَاءِ فِيهِمَا نَشِطٌ وَنَتْسَعُ وَإِنَّا لَهُ
 لَحَافِظُونَ ﴿۱۲﴾ قَالَ إِنِّي لَيَحْزُنُنِي أَنْ تَذْهَبُوا أَيْ ذَهَابُكُمْ بِهِ لِفِرَاقِهِ وَأَخَافُ أَنْ يَأْكُلَهُ الذِّئْبُ
 وَالْمُرَادُ بِهِ الْجِنْسُ وَكَانَتْ أَرْضُهُمْ كَثِيرَةَ الذِّئَابِ وَأَنْتُمْ عَنْهُ غَفْلُونَ ﴿۱۳﴾ مَشْغُولُونَ قَالُوا لَئِنْ لَمْ نَقَسِمِ
 أَكْلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ جَمَاعَةٌ إِنَّا إِذَا لَنُخْسِرُونَ ﴿۱۴﴾ عَاجِزُونَ فَأَرْسَلَهُ مَعَهُمْ فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهِ
 وَاجْتَمَعُوا اعْزَمُوا أَنْ يَجْعَلُوهُ فِي غَيْبِ الْجُبِّ وَجَوَابُ لَمَّا مَحْذُوفٌ أَيْ فَعَلُوا ذَلِكَ بِأَنْ نَزَعُوا
 قَمِيصَهُ بَعْدَ ضَرْبِهِ وَاهَانَتِهِ وَإِرَادَةُ قَتْلِهِ وَأَذْلُوهُ فَلَمَّا وَصَلَ إِلَى نِصْفِ الْبِيرِ الْقَوَّةَ لَيَمُوتَ فَسَقَطَ فِي الْمَاءِ ثُمَّ
 أَوَى إِلَى صَخْرَةٍ فَنَادَوْهُ فَاجَابَهُمْ لَظَنٌ رَحْمَتِهِمْ فَأَرَادُوا رِضْخَهُ فَمَنْعَهُمْ يَهُودًا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ فِي الْجُبِّ
 وَحَى حَقِيقَةً وَلَهُ سَبْعَ عَشْرَةَ سَنَةً أَوْ دُونَهَا تَطْمِينًا لِقَلْبِهِ لَتَنْبِئَهُمْ بَعْدَ الْيَوْمِ بِأَمْرِهِمْ بِصُنْعِهِمْ هَذَا وَهُمْ
 لَا يَشْعُرُونَ ﴿۱۵﴾ بِكَ حَالُ الْأَنْبَاءِ وَجَاءُوا آبَاهُمْ عِشَاءً وَقَتَ الْمَسَاءِ يَبْكُونَ ﴿۱۶﴾ قَالُوا يَا أَبَانَا إِنَّا
 ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ زَمِيٍّ وَتَرَكْنَا يُوسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا يَبِينَا فَاكْلَهُ الذِّئْبُ وَمَا أَنْتَ بِمُؤْمِنٍ مُصَدِّقٍ لَنَا
 وَلَوْ كُنَّا صَادِقِينَ ﴿۱۷﴾ عِنْدَكَ لَا تَهْمُنَا فِي هَذِهِ الْقِصَّةِ لِمَحَبَّةِ يُوسُفَ فَكَيْفَ وَأَنْتَ تُسَيِّءُ الظَّنَّ بِنَا
 وَجَاءُوا عَلَى قَمِيصِهِ مَحَلَّهُ نَصَبٌ عَلَى الظَّرْفِيَّةِ أَيْ فَوْقَهُ بِدَمٍ كَذِبٌ أَيْ ذِي كَذِبٍ بِأَنْ ذَبَحُوا سَخْلَةً
 وَلَطَخُوهُ بِدَمِهَا وَذَهَلُوا عَنْ شَقِّهِ وَقَالُوا إِنَّهُ دُمُهُ قَالَ يَعْقُوبُ لَمَّا رَأَاهُ صَاحِحًا وَعَلِمَ كَذِبَهُمْ بَلْ سَوَّلَتْ
 زَيْنَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا فَفَعَلْتُمُوهُ بِهِ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ لَا جَزَعَ فِيهِ وَهُوَ خَبِرٌ مُبْتَدَأٌ مَحْذُوفٌ أَيْ أَمْرِي
 وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ الْمُطْلُوبُ مِنْهُ الْعَوْنُ عَلَى مَا تَصِفُونَ ﴿۱۸﴾ تَذَكَّرُونَ مِنْ أَمْرِ يُوسُفَ وَجَاءَتْ سَيَّارَةٌ
 مُسَافِرُونَ مِنْ مَدِينٍ إِلَى مِصْرَ فَنَزَلُوا قَرِيبًا مِنْ جُبِّ يُوسُفَ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمُ الَّذِي يَرُدُّ الْمَاءَ لِيَسْتَسْقِيَ
 مِنْهُ فَأَدْلَى أَرْسَلَ دَلْوَهُ فِي الْبِيرِ فَتَعَلَّقَ بِهَا يُوسُفَ فَأَخْرَجَهُ فَلَمَّا رَأَاهُ قَالَ يَبْشُرِي وَفِي قِرَاءَةِ بُشْرِي
 وَبِنْدَاءِهَا مَجَازٌ أَيْ أَحْضَرِي فَهَذَا وَقْتُكَ هَذَا غَلَمٌ فَعَلِمَ بِهِ اخْوَتُهُ فَاتَوْهُمْ وَأَسْرَوْهُ أَيْ أَخْفَوْا أَمْرَهُ
 إِجَاعِلِيهِ بِضَاعَةً بِأَنْ قَالُوا هُوَ عَبْدُنَا أَبَقَ وَسَكَتَ يُوسُفُ خَوْفًا أَنْ يَقْتُلُوهُ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿۱۹﴾

وَشَرَوْهُ اٰیۡ بَاۡعُوْهُ مِنْهُمْ بِشَمْنٍۭ اَبْخَسٍۭ نَّاقِصٍۭ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍۭ عِشْرَیْنِۭ اَوْ اِثْنِیْنِۭ وَعِشْرَیْنِۭ وَكَانُوْۤا اٰیۡ
اِخْوَتَهٗ فِیْهِ مِنَ الزَّاهِدِیْنَ ﴿۲۰﴾ فَجَاءَتْ بِهٖ السَّیَّارَةُ الِیْ مُصْرَ فَبَاۡعَهُ الَّذِیۡۤ اِشْتَرَاهُ بِعِشْرَیْنِۭ دِیْنَارًا وَزُوْجِیۡ
نَعْلٍ وَتَوَیَّیْنِ۔

ترجمہ: سورۃ یوسف مکی ہے جس میں ایک سو گیارہ آیتیں ہیں۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ الف، لام، را (ان حرفوں کی واقعی مراد اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے) یہ آیتیں ہیں کتاب (مراد قرآن ہے اور اضافت بواسطہ من ہے) روشن کی (جو حق و باطل کو ظاہر کر دینے والی ہے) ہم نے اتارا ہے عربی (زبان) میں قرآن تاکہ (اے مکہ والو!) تم سمجھو بوجھو (ان کے معانی سمجھ سکو) ہم آپ سے بڑا عمدہ ایک قصہ بیان کر رہے ہیں اس وحی کے ذریعہ جو ہم نے آپ پر قرآن اتارا ہے اور یقیناً (ان مخففہ ہے بمعنی انہ) آپ اس سے پہلے محض بے خبر تھے۔ (یاد فرمائیے وہ وقت) جب یوسف نے اپنے والد (حضرت یعقوبؑ) سے عرض کیا کہ اے ابا جان! (یہ لفظ کسرۃ تاکہ ساتھ ہے۔ یائے محذوف پر دلالت کرنے کے لئے اور فتح تاء کے ساتھ بھی ہے۔ الف محذوف پر دلالت کرنے کے لئے جو یاء سے بدلا ہوا ہے) میں نے (خواب میں) دیکھا ہے کہ گیارہ ستارے اور سورج اور چاند ہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں (یہ تاکید ہے) کہ یہ سب مجھے سجدہ کر رہے ہیں (یا اور نون کے ساتھ جمع لایا گیا ہے۔ کیونکہ سجدہ کرنا ذی عقل چیزوں کی شان اور صفت ہوتی ہے) فرمایا کہ بیٹا! اپنے اس خواب کو اپنے بھائیوں کے روبرو مت بیان کر دیجیو۔ کہ وہ تمہارے خلاف کسی منصوبہ کی تدبیریں کرنے لگیں (حسد کے مارے کہیں تمہاری تباہی کے سامان نہ کرنے لگیں۔ کیونکہ ان کا ذہن اس خواب کی تعبیر کی طرف چلا جائے گا کہ ستاروں سے مراد وہ خود ہیں اور سورج سے مراد تمہاری والدہ اور چاند سے مراد تمہارے باپ ہیں) یاد رکھو شیطان انسان کا صریح دشمن ہے (کھلم کھلا دشمنی کرنے والا) ایسے ہی (جیسے تم نے دیکھا ہے) تمہارے پروردگار تمہیں برگزیدہ (منتخب) کرنے والا ہے اور تمہیں خوابوں کی تعبیر کا علم عنایت فرمائے گا اور تم پر اور خاندان (اولاد) یعقوبؑ پر اپنی نعمت (نبوت) پوری فرمائے گا۔ جیسا کہ اس نعمت (نبوت) کو پہلے تمہارے دادا پر دادا ابراہیمؑ و اسحاقؑ پر پوری فرما چکا ہے۔ واقعی تمہارا پروردگار بڑے علم والا ہے۔ (اپنی مخلوق کے متعلق) بڑی حکمت والا ہے (لوگوں کے ساتھ کارروائی کرنے میں) یوسفؑ کے اور ان کے (گیارہ) بھائیوں کے قصہ میں بڑی نشانیاں (عبرتیں) موجود ہیں (ان کے حالات) پوچھنے والوں کے لئے (وہ وقت یاد فرمائیے) جب کہ بھائیوں نے گفتگو کی (یعنی حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے آپس میں گفتگو کی) کہ یوسفؑ (یہ مبتداء ہے) اور اس کا بھائی (سگا بھائی بنیامین) ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارا ہے۔ حالانکہ ہم ایک پوری جماعت ہیں۔ واقعی ہمارے باپ کھلی غلطی (خطا) پر ہیں (ان دونوں بھائیوں کو ہمارے مقابلہ میں بڑھا کر) پس یوسفؑ کو مار ڈالو یا ان کو کہیں ایسی جگہ (دور دراز) پھینک دو کہ تمہارے باپ کا رخ خالص تمہاری ہی طرف رہے (تمہاری ہی طرف توجہ ہو جائے کسی دوسری طرف نہ رہے) اور اس کے بعد (یعنی یوسفؑ کو قتل کرنے یا کنویں میں ڈالنے کے بعد) پھر تم نیک بن جانا (توبہ کر کے) پھر ان میں سے ایک کہنے والے (یہودا) نے کہا یوسفؑ کو قتل مت کرو۔ ان کو کسی اندھیرے کنویں میں ڈال دو (پھینک دو۔ جو تاریک ہو اور ایک قرأت میں لفظ غیابۃ جمع کے ساتھ ہے) کوئی راہ چلتا (مسافر) نکال لے گا اگر تمہیں یہ کرنا ہی ہے (انہیں جدا ہی کرنا چاہتے ہو تو اتنے ہی پر بس کرو) سب کہنے لگے ابا جی! اس کی کیا وجہ ہے کہ یوسفؑ کے بارے میں ہمارا اعتبار نہیں کرتے؟ حالانکہ ہم تو ان کے خیر خواہ ہیں (ان کی مصلحتوں کا لحاظ رکھتے ہیں) کل آپ انہیں ہمارے ساتھ (جنگل) بھیجے۔ کچھ کھائے پئے اور کھیلے کودے (یہ دونوں لفظ یا اور نون کے ساتھ ہیں تفریح کریں گے آزادی سے رہیں گے) ہم ان کی پوری حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔ فرمایا کہ یہ بات مجھے غم

میں ڈالتی ہے کہ تم اسے اپنے ساتھ لے جاؤ اور میں ڈرتا ہوں کہیں ایسا نہ ہو اسے بھیڑیا کھالے۔ (اس سے مراد عام بھیڑیا ہے۔ کیونکہ وہ سرزمین بھیڑیوں کی آبادی تھی) اور تم اس سے بے خبر رہو (کسی دوسرے دھندے میں لگے رہو) بولے یہ کیسے ہو سکتا ہے (لام قسمیہ ہے) کہ بھیڑیا اسے کھالے اور ہمارا پورا جھٹہ موجود ہو۔ اگر ایسا ہو تو ہم نرے نکمے ہی نکلے (بالکل ہی گئے گزرے ہوئے۔ چنانچہ باپ نے بیٹے کو بھائیوں کے ساتھ بھیج دیا) پھر جب یہ لوگ یوسف کو ساتھ لے جانے لگے اور سب نے اس پر اتفاق (پختہ ارادہ) کر لیا کہ انہیں کسی اندھے کنویں میں ڈال دیں (لما) کا جواب محذوف ہے یعنی انہوں نے یہ کارروائی اس طرح شروع کر دی کہ انہیں مارنے پیٹنے توہین کرنے قتل کی ٹھان لینے کے بعد کرتا اتار کر ننگا کرنا شروع کر دیا۔ اور ڈول میں بٹھلا کر کنویں میں لٹکا دیا۔ جب یوسف آدھے کنویں تک پہنچا تو اسے مار ڈالنے کے لئے چھوڑ دیا۔ چنانچہ بے چارہ پانی میں جا گرا۔ پھر وہاں کسی پتھر کو پکڑ لیا۔ بھائیوں نے جو آواز دی تو یہ سمجھ کر کہ شاید بھائیوں کو ترس آ گیا ہو۔ حضرت یوسفؑ نے آواز کو جواب دیا۔ لیکن بھائیوں نے چاہا کہ بڑے سے پتھر سے اسے ختم کر ڈالیں۔ مگر یہودا پھر آڑے آیا) تو ہم نے یوسف کے پاس وحی بھیجی (کنویں میں سچ مچ وحی آئی۔ حالانکہ ان کی عمر کل سترہ سال یا اس سے کم تھی۔ ان کی تسلی اور دلجمعی کی خاطر) کہ (اس کے بعد) ایک دن ضرور آنے والا ہے کہ جب تم ان بھائیوں کو (ان کی یہ کارستانیوں) جتاؤ گے اور وہ تمہیں پہچانیں گے بھی نہیں (جتلانے کے وقت) اور یہ لوگ اپنے باپ کے پاس عشاء کے وقت (رات کو) روتے پیٹتے پہنچے کہنے لگے ابا ہم سب تو (تیر اندازی کرتے ہوئے) آپس میں دوڑنے میں لگ گئے اور یوسف کو اپنے سامان (کپڑے لتوں) کے پاس چھوڑ دیا۔ پس ایسا ہوا کہ کہیں سے بھیڑیا آنکلا اور یوسف کو کھا گیا اور آپ تو ہمارا یقین کا ہے کہ کو کرنے لگے۔ گو ہم کیسے ہی سچے ہوں (آپ کے نزدیک۔ لیکن تب بھی آپ یوسف کی محبت میں ہمیں جھوٹا سمجھیں گے اور جب آپ بدگمان بھی ہوں پھر تو کیا ہی پوچھنا؟) اور یوسف کے کرتے پر (علی قمیصہ محل نصب میں ہے ظرفیت کی وجہ سے بمعنی فوقہ) جھوٹ موٹ کا خون بھی لگا لائے تھے (جھوٹا خون کہ ایک بکری کا بچہ کاٹ کر اس کے خون میں آلودہ تو کر لیا۔ مگر کرتے کو پھاڑنا یاد نہ رہا۔ کہنے لگے دیکھئے کرتے پر یوسف کا خون ہے۔ یعقوبؑ نے (جب کرتہ صحیح سالم دیکھا اور ان کے جھوٹ بولنے کا یقین ہو گیا تو) فرمایا کہ نہیں یہ تو تم نے اپنے دل ایک بات بنائی (گھڑلی) ہے (اسی لئے تم یہ کر رہے ہو) خیر اب تو صبر ہی کروں گا۔ جس میں شکایت کا نام نہیں ہوگا (بے قراری نہیں ہوگی۔ یہ مبتدائے محذوف کی خبر ہے۔ اصل عبارت اس طرح تھی۔ ”امری صبر جمیل“) اور اللہ ہی مدد کرے گا (ان ہی کی مدد مطلوب ہے) جو باتیں تم بنا رہے ہو (یوسف کا معاملہ بیان کر رہے ہو) ایک قافلہ آنکلا (جو مدین سے مصر کو جا رہا تھا۔ جب ان لوگوں نے یوسفؑ کو الے کنویں کے قریب ہی پڑاؤ ڈالا) چنانچہ قافلہ والوں نے اپنا سقہ پانی کے لئے بھیجا (جو پانی بھرنے کے لئے کنویں پر پہنچا) جوں ہی اس نے اپنا ڈول (کنویں میں) ڈالا (تو یوسفؑ اس میں لٹک گئے۔ سقہ نے انہیں نکالا۔ لوگوں نے دیکھا) پکارا اٹھا ارے بڑی خوشی کی بات ہے (اور ایک قرأت میں بشری آیا ہے مجاز اندا ہے۔ یعنی اے خوشخبری آ جا کہ یہی تیرے آنے کا وقت ہے) یہ تو بڑا اچھا لڑکا نکل آیا (یوسف کے بھائیوں کو پتہ چلا تو دوڑے ہوئے آئے) قافلہ والوں نے یوسفؑ کو چھپا لیا (یعنی یوسف کے معاملہ کو چھپا لیا) سامان کے طور پر (کہنے لگے یہ ہمارا غلام ہے جو بھاگ گیا تھا۔ یوسفؑ اس ڈر سے خاموش رہے کہ کہیں بھائی مار نہ ڈالیں) اور اللہ کو ان کی سب کارگزاریاں معلوم تھیں۔ اور بھائیوں نے یوسفؑ کو بیچ ڈالا (قافلہ والوں کے ہاتھ فروخت کر ڈالا) بہت ہی سستے داموں۔ تھوڑے سے پیسوں میں (بیس یا بائیس روپے میں) اور وہ (بھائی) یوسف کے کچھ قدردان تو تھے ہی نہیں (چنانچہ قافلہ والے یوسفؑ کو بازار مصر میں لے گئے اور انہیں بیس اشرفیوں، ایک جوڑی جوتے اور دو کپڑوں کے تھان کے بدلہ میں فروخت کر ڈالا۔

تحقیق و ترکیب:..... هذا القرآن اس میں نقص اور اوحینا کا تنازع ہو رہا ہے۔ دوسرے فعل کا معمول بنا کر پہلے

فعل میں ضمیر لے آئے اور فضلہ ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا گیا۔ ان کنت۔ ان نافیہ کے ساتھ نہیں آیا کرتا اور ان تحقیقیہ میں خبر پر لام آتا ہے۔ کو کبا گیارہ ستاروں کے نام یہ ہیں (۱) جریان (۲) طارق (۳) زیال (۴) قابس (۵) عمودان (۶) فلیق (۷) مصح (۸) صروح (۹) فرع (۱۰) وثاب (۱۱) ذوالکفین۔

والشمس اصل ماں کو سورج اس لئے کہا گیا کہ سورج سے جس طرح چاند روشن ہوتے ہیں۔ اسی طرح انبیاء جو چاند کی مانند ہیں ماں سے پیدا ہوتے ہیں اور باپ کو چاند سے تشبیہ دی گئی ہے۔ کیونکہ باپ چاند کی طرح اندھیرے اور تاریکی میں رہنمائی کرتا ہے اور بھائی چاند و سورج کے بعد ظاہر ہے کہ ستاروں ہی کے درجہ پر آسکتے ہیں اور بعض کی رائے میں حضرت یوسف کی والدہ راحیل کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس لئے سورج سے مراد ان کی خالہ لیا ہے۔

للسائلین یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے داستان یوسف دریافت کی تھی۔ یا یہ پوچھا تھا۔ کہ حضرت یعقوبؑ کی اولاد کنعان کی بجائے مصر میں کیوں جا کر مری؟ اس پر آپؐ نے یہ پورا قصہ سنایا جو تو رات کے مطابق نکلا۔ اس لئے یہ آپؐ کے لئے دلیل نبوت ہے۔

عصبة عصبہ اور عصابہ دس سے زیادہ یا چالیس تک آدمیوں کی جماعت کو کہا جاتا ہے کیونکہ کاموں کو ان سے تقویت پہنچتی ہے۔ یہود اسب بھائیوں میں اسی کی رائے بہتر رہی ہے۔

برتع پھل پھلائی وغیرہ کھانا۔ غیابة الحجب یہ کنواں کنعان کی آبادی سے تین میل پر تھا۔ شداد نے اردن کو آباد کرنے کے لئے یہ بنوایا تھا۔ اور پر کا حصہ تنگ اور نیچے سے کشادہ تھا اور بقول کاشفی ستر گز یا ستر گز سے زیادہ گہرا تھا۔ القوہ ری کاٹ دی جس سے ڈول گر گیا۔ اس وقت ان کی عمر بارہ سال تھی یا بقول بعض سترہ یا اٹھارہ سال تھی۔

لتبئنہم بامرہم یعنی مستقبل میں یہ تمہیں نہیں پہچان سکیں گے اور تم ان سے باخبر رہو گے۔ ولو کنا صدقین یہ مطلب نہیں کہ حضرت یعقوبؑ سچے آدمی کو بھی سچا نہیں سمجھتے۔ بلکہ منشاء یہ ہے کہ گو ہم واقع میں سچ بولیں۔ مگر یوسف کی محبت میں چونکہ آپؐ بدگمان ہیں اس لئے آپؐ کو یقین نہیں آئے گا۔

کذب یا تو کذب بمعنی ذی کذب ہے اور یا مصدر بطور مبالغہ استعمال کیا گیا ہے۔

فباعہ بعض نے بردہ فروشی کے بازار میں لے جا کر قیمت لگوانے کو مانا ہے اور وہاں ان کی بولی بولی گئی تو قیمت اتنی چڑھ گئی کہ ان کے ہموزن مشک اور ان کے ہموزن چاندی اور ان کے ہموزن حریری تھان ہونے چاہئیں۔ چنانچہ قطفیر مصر نے یوسف کو اس قیمت پر خرید لیا۔ اس وقت ان کا عمر سترہ سال تھی۔ تیرہ سال قطفیر کے یہاں رہے۔ جس میں قید خانہ کی مدت بھی داخل ہے۔ پھر تیس سال کی عمر میں ریان کے وزیر بنے اور تینتیس سال کی عمر میں نبوت سے سرفراز ہوئے اور ایک سو بیس سال کی عمر میں وفات ہوئی۔

بہر حال ”ثمن بخس“ کے معنی اگر حرام قیمت کے لئے جائیں تو اس سے آزاد آدمی کا بیچنا ناجائز معلوم ہوا اس پر اجماع بھی ہے البتہ اختلاف ہے کہ منحصر اور اضطرار کی حالت میں بھی آزاد کو بیچنا جائز ہے یا نہیں؟ مشہور جواز ہے لیکن بعض نے مطلقاً ہر حال میں ناجائز کہا ہے۔ البتہ امام اعظمؒ اور دوسرے مجتہدین کی یہ رائے نہیں ہے۔ اور ممکن ہے یہ اجازت ضرورت کے موقع پر دی گئی ہو۔ مثلاً: ایک مسکین مظلوم اس طرح اپنا حق ظالم سے وصول کرنا چاہتا ہو۔ اور اس بہانہ سے وصول کر کے ظالم کے دعویٰ کرنے پر اپنے آپ کو آزاد ظاہر کر دے گا۔

ربط آیات:..... پچھلی سورت میں وکلا نقص الخ سے قصوں کی حکمت کا بیان ہوا تھا۔ اسی حکمت کے پیش نظر تقریباً اس

پوری سورت میں حضرت یوسف علیہ السلام کی داستان لذیذ بیان کی گئی کچھلی سورت میں سات آٹھ واقعات بیان کرنے کا مقصد بھی آپ کو تسلی دینا تھی۔ کہ آپ ان مخالفتوں سے نہ گھبرائیے۔ کیونکہ ایسا ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا ہے۔ اس قصہ سے بھی یہی مقصود ہے کہ حضرت یوسفؑ کے بھائیوں کی طرح آپؑ کے بھائی برادر بھی ناکام رہیں گے۔ اور آپؑ ہر طرح مظفر و منصور ہوں گے۔ یہ تو دونوں سورتوں کا باہمی ربط ہوا۔ لیکن اس سورت کے اجزاء کا اجمالی ربط یہ ہے کہ واقعہ کے شروع کرنے سے پہلے قرآن کی حقانیت بیان کی گئی ہے۔ اس کے بعد واقعہ کی تفصیلات ہیں۔ پھر آخر میں توحید کا مضمون اور اس کی خلاف ورزی پر وعید۔ اس کے بعد رسالت کی بحث اور انکار کرنے والوں کی بد انجامی کا ذکر ہے اور ساتھ ہی ایسے واقعات کا عبرت انگیز ہونا اور قصص قرآنی کا حق ہونا بتلایا گیا ہے اور اسی پر سورت ختم ہو گئی ہے۔

اس اجمالی ربط کے بعد دوسری سورتوں کی طرح اس میں تفصیلاً ربط کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ کہ ہر آیت کا الگ الگ ربط بیان کیا جائے۔

شان نزول:..... ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ہمیں کوئی عمدہ قصہ سنا دیجئے تو بہتر ہو۔ اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔ ابن عباسؓ کی دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود نے آپؐ سے امتحان اس واقعہ کی فرمائش کی تھی تب یہ سورت نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾..... اولاد یعقوب:..... حضرت یعقوبؑ کے بارہ لڑکے تھے۔ لیاہ بیوی سے چھ لڑکے (۱) روبن (۲) شمعون (۳) لاوی (۴) یہودا (۵) اشکار (۶) زبلون۔ اور بلہا بیوی سے دو لڑکے (۱) دان (۲) نفتانی۔ اور زلفہ بیوی سے دو لڑکے (۱) جد (۲) آشر۔ اور راحل بیوی سے دو لڑکے (۱) یوسف (۲) بنیامین۔ پیدا ہوئے۔ ان میں یوسف اور بنیامین دونوں سب سے چھوٹے تھے اور بنیامین کی پیدائش کے بعد ان کی والدہ کا انتقال ہو گیا تھا۔ پس اس گھرانہ میں والدین اور یہ بارہ بھائی یعنی کل چودہ آدمی رہ گئے تھے۔

تورات کا بیان:..... تورات کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ لیاہ اور راحل دونوں بیویوں میں سخت رقابت رہتی تھی۔ جس کا اثر ان کی اولاد پر بھی پوری طرح نمایاں ہوا۔ چونکہ یوسفؑ ان سب میں ہونہار اور حضرت یعقوبؑ کو سب سے زیادہ عزیز تھے۔ اس لئے سوتیلے بھائیوں کو یہ بات نہایت شاق گزری۔ جس کے پیش نظر حضرت یعقوبؑ کو خصوصیت سے یوسفؑ کو فہمائش کرنی پڑی کہ خواب ان سے بیان مت کرنا۔ اور تورات ہی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خواب دیکھنے کے وقت حضرت یوسفؑ کی عمر سترہ سال تھی اور یہ کہ یوسفؑ نے بھائیوں سے یہ خواب بیان کر دیا تھا۔ ممکن ہے ممانعت سے پہلے بیان کر دیا ہو۔ جس کے مضر اثرات سامنے آئے۔ غرض کہ یوسفؑ و بنیامین حقیقی بھائی تھے اور باقی دس بھائی علانی تھے۔ ان سے تو نقصان کا اندیشہ تھا ہی۔ لیکن ممکن ہے بنیامین کے منہ سے بات نکل جائے۔

داستان یوسفؑ بہترین قصہ ہے:..... اس قصہ میں چونکہ حاسد، محسود، مالک، مملوک، شاہد، مشہود، عاشق، معشوق، جس، آزادی، خوش حالی، خشک سالی، گناہ، معافی، فراق، وصال، بیماری، صحت، عزت، ذلت وغیرہ متضاد چیزوں کا بیان ہے اور قضاء و قدر کے متعلق بتلایا گیا ہے کہ انہیں کوئی روک نہیں سکتا۔ نیز حق تعالیٰ کوئی چیز کسی کو پہنچانا چاہیں تو کوئی روک نہیں سکتا۔ اور حسد کرنے

سے حاسد ہی کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے اور صبر کامیابی کی کنجی ہے اور تدبیر کرنا عقل کی بات ہے اور معاشی چیزوں میں عقل کا رآمد چیز ہے۔ غرضیکہ اسی قسم کی گونا گوں خوبیوں کی وجہ سے بقول روح المعانی اس واقعہ کو ”حسن القصص“ فرمایا گیا ہے۔

طرز بیان کی خصوصیت: نیز چونکہ صحابہؓ یا دوسرے لوگوں کی فرمائش یا درخواست پر یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ اس لئے دوسرے واقعات کی طرح اسے توڑ توڑ کر تھوڑا تھوڑا بیان نہیں کیا گیا کہ مقصود اور سیری حاصل نہ ہوتی۔ بلکہ پوری شرح و بسط کے ساتھ سیر حاصل طریقہ پر قصہ بیان کیا گیا ہے۔ اور اسی لئے غالباً دوسرے اکثر قصوں کی طرح قرآن میں اس قصہ کو بار بار نہیں دہرایا گیا ہے۔ ورنہ نشاط بھی فوت ہو جاتا اور مقصد بھی حاصل نہ ہوتا۔ کیونکہ دوسرے قصوں میں جہاں جتنا ٹکڑا مقصود ہوتا ہے اتنا ہی ہر مقام کے ساتھ اسے جوڑ دیا جاتا ہے۔ اسی طرح مختلف پہلوؤں اور فوائد کی خاطر بار بار دہرانا مناسب سمجھا جاتا ہے۔ مگر یہاں مقصود ہی سب کچھ یکجائی بیان کر دینا ہے۔ اس لئے ایک ہی مرتبہ بیان کو مفید سمجھا گیا۔

یایوں کہا جائے کہ دوسرے قصوں میں گناہوں اور نافرمانیوں پر ڈانٹ ڈپٹ مقصود ہے۔ ان کے اہتمام کی وجہ سے بار بار انہیں دہرایا گیا۔ لیکن اس موقع میں اور اسی طرح اصحاب کھف، ذی القرنین اور خضر و موسیٰ کی ملاقات اور حضرت اسماعیل کے ذبح میں یہ بات نہیں ہے۔ اس لئے ان سب کو ایک ہی دفعہ بیان کر دینا کافی سمجھا گیا ہے۔

حضرت یوسفؑ اور ان کے بھائیوں کا خواب کی تعبیر سے واقف ہونا: یوسف علیہ السلام کا یہ دیکھنا غالباً خواب میں ہوگا۔ کیونکہ روایا کا لفظ اکثر خواب پر بولا جاتا ہے اور بھائیوں کا تعبیر سمجھ لینا خاندان نبوت کی مناسبت سے تھا۔ اس لئے ان کا نبی یا ولی ہونا ضروری نہیں ہے اور حضرت یوسفؑ کو علم تعبیر قطعی دیا گیا اور بھائیوں کو ظنی طور پر تھا۔ اس لئے دونوں کا تاویل الاحادیث کے شرف میں برابر ہونا لازم نہیں آتا اور بھائیوں کے مکر سے یہ ضروری نہیں کہ خواب کی تعبیر رک جائے۔ وہ تو بہر صورت یقیناً پوری ہوگی۔ لیکن اب حسد سے ایذا پہنچانے کے درپے ہو جائیں گے۔ پس فی الحقیقت ایذا سے بچانا مقصود ہے اور حضرت یعقوبؑ نے خواب کی تعبیر یا تو اس خواب ہی سے سمجھے ہوں گے اور یا وحی الہی سے بھائیوں کو ستاروں کے مثل ماننے سے نبی ہونا لازم نہیں آتا۔ صحابیت کا نور بھی تو ہو سکتا ہے۔ چنانچہ سجدہ کرنے کے وقت توبہ کر کے وہ کامل درجہ کے صحابی ہو گئے تھے۔

اسی طرح آل یعقوبؑ ہونے سے بھی نبوت ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ اول تو نعمت سے مراد عام ہے۔ عمل کے اختلاف سے اس کی خصوصیات مختلف ہو سکتی ہیں۔ پس مطلق نعمت میں شریک ہونا مقصود ہے۔ دونوں میں یکسانیت ضروری نہیں ہے۔ دوسرے آل یعقوبؑ سے مراد بالواسطہ اولاد بھی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ آگے چل کر اسی خاندان میں بہت سے نبی ہوئے ہیں اور اتمام نعمت کے ذیل میں اپنا ذکر تواضعاً نہیں فرمایا۔

حضرت یوسفؑ سے زیادہ محبت ہونے کی وجہ: حضرت یوسفؑ سے حضرت یعقوبؑ کی سب سے زیادہ محبت کرنے کی کئی وجہ ہو سکتی ہیں سب سے اقرب وجہ یہ ہے کہ فراست نبوت سے ان کا ہونہار ہونا معلوم ہو گیا تھا اور خواب سن کر اس خیال کو اور بھی زیادہ تقویت ہو گئی تھی۔ البتہ دوسرے بھائیوں کا خیال یہ تھا کہ محبت کے متعلق حضرت یعقوبؑ سے اجتہادی غلطی ہو رہی ہے جو نبوت کے مخالف نہیں ہے۔ ضلال سے مراد خطا اجتہادی ہوگی۔ ورنہ اعتقادی گمراہی کی نسبت پیغمبر کی طرف کرنا کفر ہوگا۔ حالانکہ یہ سب بھائی نبی نہ ہوں۔ مگر مؤمن یقیناً تھے۔ اس زمانہ میں قبائلی لوگوں کی دولت و ثروت کا بڑا مدار مویشی پر تھا۔ دن بھر لوگ مویشی چراتے۔ شام کو خیموں میں آکر آرام کرتے تھے۔ اسی طرح کی زندگی حضرت یعقوبؑ کے گھرانے کی بھی تھی۔ ادھر بھیڑیے

موسیٰ کے دشمن ہوتے ہیں۔ اس لئے ہمیشہ کوئی نہ کوئی حادثہ ہوتا رہتا تھا۔ اسی وجہ سے بے اختیار حضرت یعقوبؑ کی زبان سے نکل گیا کہ کہیں ایسا ہی حادثہ یوسفؑ کو پیش نہ آجائے۔ یوسفؑ کے بھائیوں نے یہی بات پکڑ لی اور اسی کا جھوٹا قصہ بنا کر سنا دیا۔ بھائیوں کی اس کارروائی کی چونکہ کوئی تاویل کرنی دشوار ہے۔ اس لئے ظاہراً کہا جائے گا کہ انہوں نے گناہ کبیرہ کیا۔ تاہم قصہ کے آخر میں ان کی توبہ و استغفار منصوص ہے اور توبہ سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں

کھیل کود کا حکم:..... اور چونکہ تیر اندازی اور بھاگ دوڑ وغیرہ کھیل بہت سے فوائد اور مصالح لئے ہوتے ہیں۔ جیسے نشاط طبع اور جی خوش ہونا وغیرہ جو بچوں کے لئے ضروری ہے اور دوسرے مشاغل میں جی لگنے کا ذریعہ بھی ہیں اور ضروری کام کا ذریعہ اور مقدمہ بھی ضروری ہوا کرتا ہے۔ اور چونکہ یوسفؑ کی محبت کا زیادہ ہونا بالذات تھا اور بنیامین کی محبت زیادتی بالعرض تھی۔ اس لئے یوسفؑ کے بارے میں جو تدبیر بتلائی وہ بنیامین کے متعلق نہیں فرمائی۔

صبر جمیل:..... ”صبر جمیل“ کے معنی خوبی کے ساتھ مصائب جھیلنے کے ہیں۔ جس میں شکوہ نہ ہو، درد و الم کی شکایت زبان پر نہ آئے اور چونکہ حضرت یعقوبؑ کی فراست نبوت سے معلوم ہو گیا تھا کہ پچھلی بشارتیں یوسفؑ ہی کے ذریعہ پوری ہونے والی ہیں۔ اس لئے وہ کبھی باور نہیں کر سکتے تھے کہ اس طرح اس کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ پس انہیں اس معاملہ میں قدرت الہی کا ہاتھ صاف نظر آیا اور انہوں نے اس کے سوا چارہ نہیں دیکھا کہ بغیر شکوہ و شکایت اور درد و فراق جھیلتے رہیں اور اس کی کاروائیوں کے ظہور کے انتظار کرتے رہیں۔

خون آلودہ کرتے نے فریب پر پردہ ڈالنے کی بجائے سارے جھوٹ کی قلعی کھول دی:..... آیت و جاء و اعلیٰ قمیصہ میں خون آلودہ کرنے کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیا۔ کیونکہ اس سے ان کا سارا جھوٹ کھل گیا۔ انہوں نے اپنے خیال میں یہ بڑی ہوشیاری کی بات کی تھی کہ یوسفؑ کے کرتے پر بکری کا خون لگا کر بطور شہادت لے آئے۔ لیکن یہ نہ سمجھے کہ اگر بھیڑیے نے حملہ کیا تھا تو کرتہ کیسے بچ رہا۔ اس کے تو پرزے پرزے ہو جاتے۔ حضرت یعقوبؑ نے جب کرتہ دیکھا تو انہیں پورا یقین ہو گیا کہ ساری کہانی من گھڑت ہے۔ اس پر یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ جب حضرت یعقوبؑ کو یقین یا غالب گمان سے برادران یوسفؑ کے بیان کا غلط ہونا معلوم ہو گیا تھا تو انہوں نے تلاش کیوں نہیں کیا۔ ایسے صبر میں تو دوسرے کی جان جانے کا اندیشہ تھا؟ سو غالباً وحی کے ذریعہ انہیں اطمینان ہو گیا ہوگا کہ یوسفؑ اس طرح ضائع نہیں ہوں گے۔ چونکہ قسمت میں یہ لمبی دوری مقدر تھی۔ اس لئے تلاش کو بے سود سمجھا۔

بل سولت لکم انفسکم الخ ایک بلیغانہ جملہ میں قرآن کریم نے کس طرح ساری باتیں کہہ دیں۔ جو اس معاملہ میں کہی جاسکتی ہیں۔ بھائیوں کا حسد کرنا۔ سازش کر کے معاملہ کی ایک پوری بناوٹی صورت بنالینی اور پھر سمجھنا کہ اس طرح ہم کامیاب ہو جائیں گے اور ہمارا جھوٹ بھی نہیں کھلے گا۔ سب کی طرف اس جملہ میں اشارے ہو گئے۔ اور حضرت یعقوبؑ کا یہ فرمانا قمیص دیکھ کر ہوگا۔ لیکن یہ روایت ثابت نہ ہو تو اجتہادی ذوق اور قلبی شہادت کی بناء پر ہوگا۔ جو اکثر تو واقع کے مطابق نکل آتا ہے۔ جیسے یہاں ہوا۔ لیکن کبھی انبیاء علیہم السلام کا گمان بھی واقع کے خلاف نکل آتا ہے۔ جیسے بنیامین کے واقعہ میں ہوا کہ بعینہ یہی جملہ حضرت یعقوبؑ نے فرمایا۔ حالانکہ وہاں ظاہراً تسویل نہیں تھی۔

تورات کا بیان آیت وجاءت سیارة الخ میں کس قافلہ کا بیان ہے؟ تورات میں ہے کہ قافلہ اسماعیلیوں کا تھا۔ جو گرم مصالحہ، بلسان اور مصر لے جا رہا تھا اور اس وقت پہنچا جب برادران یوسف اپنا کام پورا کر کے روٹی کھانے بیٹھے تھے۔ یہودانے کہا بہتر ہے ہم یوسف کو ان کے ہاتھ بیچ ڈالیں اس کے مار ڈالنے سے ہمیں کیا فائدہ ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے بیس سکوں میں بیچ ڈالا۔ اور تورات میں ہے کہ یہ کنواں بیابان میں تھا۔ جس میں ایک بوند پانی نہیں تھا۔ ”لیکن پانی کی تلاش میں جب سقہ نے کنویں میں ڈول ڈالا۔ تو حضرت یوسف علیہ السلام کنویں میں پڑے ہوئے تھے۔ یہ سمجھے کہ شاید کوئی آدمی مجھے نکالنے آیا ہے اور ڈول میں بیٹھ گئے۔ اس طرح ان کی رہائی کا خود بخود سامان ہو گیا۔

لطائف آیات: آیت اذ قال یوسف الخ سے معلوم ہوا کہ مرید کو جو حال یا وارد جا گئے یا سونے میں خواب کے ذریعہ پیش آئے اسے اپنے شیخ سے بیان کر دے۔ آیت قال یا بنی لا تقصص الخ سے معلوم ہوا کہ شیخ کے علاوہ اپنا حال کسی سے نہ کہے کہ اس میں نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے اور نقصان مقامات کے اعتبار سے مختلف ہو سکتا ہے۔

آیت اذ قال یوسف واخوه الخ سے سے معلوم ہوا کہ اگر کسی مرید میں رشد و ہدایت کے آثار زیادہ محسوس ہوں تو شیخ سے اس زیادہ محبت رکھ سکتا ہے۔ نیز بعض دفعہ دوسرے مریدین کو برادران یوسف کی طرح شیخ کی اس زیادتی تعلق کے متعلق خطاء اجتہادی کا گمان ہو سکتا ہے۔

آیت یخل لکم الخ سے معلوم ہوا کہ شیخ کی توجہ کو مریدین کی اصلاح میں بڑا دخل ہے۔ آیت ارسل معنا الخ سے معلوم ہوا کہ بعض دفعہ اس قسم کی مصلحت کے لئے زبانی یا عملی تفریح میں مرید کا لگنا درست ہوتا ہے۔

آیت بل سولت لکم الخ سے معلوم ہوا کہ فراست اور کشف کا ہمیشہ صحیح ہونا ضروری نہیں۔ آیت وشروه بثمان الخ سے معلوم ہوا کہ جس طرح یہاں آزاد کا بیچنا ناجائز تھا۔ لیکن خوف کی وجہ سے منع نہیں کر سکے۔ اسی طرح نقصان کے اندیشہ سے ایسے مواقع پر سکوت اختیار کرنا کمال کے منافی نہیں ہوگا۔

وَقَالَ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِنْ مِصْرَ وَهُوَ قُطَيْبُ الْعَزِيزِ لَامْرَأَتِهِ زُلَيْخَا أَكْرَمِيْ مَثْوَاهُ مَقَامَهُ عِنْدَنَا عَسَى أَنْ يَنْفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا وَكَانَ حَصُورًا وَكَذَلِكَ كَمَا نَجَّيْنَاهُ مِنَ الْقَلْبِ وَالْحُبِّ وَعَظَفْنَا قَلْبَ الْعَزِيزِ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ أَرْضَ مِصْرَ حَتَّى بَلَغَ مَا بَلَغَ وَلِنُعَلِّمَهُ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ تَعْبِيرًا لِرُؤْيَا عَظَفَ عَلَى مُقَدَّرٍ مُتَعَلِّقٍ بِمَكْنَا أَيْ لِنُمَكِّنَهُ أَوِ الْوَأُو زَائِدَةٌ وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَى أَمْرِهِ تَعَالَى لَا يُعْجِزُهُ شَيْءٌ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ وَهُمْ الْكُفَّارُ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۲۱﴾ ذَلِكَ وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَهُوَ ثَلَاثُونَ سِنَةً أَوْ ثَلَاثِينَ حُكْمًا حِكْمَةً وَعِلْمًا فَقَهَا فِي الدِّينِ قَبْلَ أَنْ يُبْعَثَ نَبِيًّا وَكَذَلِكَ كَمَا جَزَيْنَاهُ نَجْرِي الْمُحْسِنِينَ ﴿۲۲﴾ لِأَنفُسِهِمْ وَرَأَوْدَتُهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا هِيَ زُلَيْخَا عَنْ نَفْسِهِ أَيْ طَلَبَتْ مِنْهُ أَنْ

يُؤَاقِعَهَا وَغَلَقَتِ الْأَبْوَابَ لِلْبَيْتِ وَقَالَتْ لَهُ هَيْتَ لَكَ أَيُّ هَلُمَّ وَاللَّامُ لِلتَّبَيُّنِ وَفِي قِرَاءَةٍ بِكُسْرِ الْهَاءِ
وَأُخْرَى بِضَمِّ التَّاءِ قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ ذَلِكَ إِنَّهُ أَيُّ الَّذِي اشْتَرَانِي رَبِّي سَيَدِي أَحْسَنَ مَثْوَايَ
مَقَامِي فَلَا أَخُوْنُهُ فِي أَهْلِهِ إِنَّهُ أَيُّ الشَّانِ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿۳۳﴾ الزَّانَاةُ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ قَصَدَتْ مِنْهُ
الْجَمَاعَ وَهَمَّ بِهَا قَصَدَ ذَلِكَ لَوْ لَا أَنْ رَأَى بُرْهَانَ رَبِّهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مِثْلَ لَهُ يَعْقُوبُ فَضْرَبَ صَدْرَهُ
فَخَرَجَتْ شَهْوَتُهُ مِنْ أَنَامِلِهِ وَجَوَابُ لَوْ لَا لَجَامَعَهَا كَذَلِكَ أَرَيْنَاهُ الْبُرْهَانَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ
الْخِيَانَةَ وَالْفَحْشَاءَ الزَّانَا إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ ﴿۳۴﴾ فِي الطَّاعَةِ وَفِي قِرَاءَةٍ بِفَتْحِ اللَّامِ أَيُّ
الْمُخْتَارِينَ وَاسْتَبَقَا الْبَابَ بِإِدْرَاءٍ إِلَيْهِ يُوسُفُ لِلْفِرَارِ وَهِيَ لِلتَّشَبُّثِ بِهِ فَاْمَسَكَتْ ثَوْبَهُ وَجَذَبَتْهُ إِلَيْهَا
وَقَدَّتْ شَتَّ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ وَالْفِيَا وَجَدَ سَيِّدَهَا زَوْجَهَا لَدَا الْبَابِ فَتَرَهَتْ نَفْسَهَا ثُمَّ قَالَتْ مَا
جَزَاءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوءًا إِنْ أَلَّا أَنْ يُسَجَّنَ أَيُّ يُحْبَسَ أَيُّ السَّجْنِ أَوْ عَذَابُ الْيَمِّ ﴿۳۵﴾ مُؤَلِّمٌ
بِأَنْ يُضْرَبَ قَالَ يُوسُفُ مُتَبَرِّئًا هِيَ رَاوَدْتَنِي عَنْ نَفْسِي وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ أَهْلِهَا ابْنُ عَمِّهَا رَوَى أَنَّهُ
كَانَ فِي الْمَهْدِ فَقَالَ إِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قَدْ مِنْ قُبْلِ قُدَّامٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكَذِبِينَ ﴿۳۶﴾ وَإِنْ كَانَ
قَمِيصُهُ قَدْ مِنْ دُبُرٍ خَلَفَ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿۳۷﴾ فَلَمَّا رَأَى زَوْجَهَا قَمِيصَهُ قَدْ مِنْ دُبُرٍ
قَالَ إِنَّهُ أَيُّ قَوْلِكَ مَا جَزَاءُ مَنْ أَرَادَ الْخَ مِنْ كَيْدٍ كُنَّ إِنْ كَيْدُ كُنَّ أَيُّهَا النِّسَاءُ عَظِيمٌ ﴿۳۸﴾ ثُمَّ قَالَ يَا
يُوسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هَذَا الْأَمْرِ وَلَا تَذْكُرْهُ لَعَلَّكَ تَلْذِيقُ وَاسْتَغْفِرِي يَا زُلَيْخَا لِدُنْبَلِكِ إِنَّكَ كُنْتَ مِنَ
الْخَاطِئِينَ ﴿۳۹﴾ الْأَيْمِينَ وَاشْتَهَرَ الْخَبْرُ وَشَاعَ وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِينَةِ مَدِينَةُ مِصْرَ امْرَأَتُ الْعَزِيزِ
تُرَاوِدُفَتْهَا عَبْدُهَا عَنْ نَفْسِهِ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا تَمَيِّزُ أَيُّ دَخَلَ حُبَّهُ شَغَفَ قَلْبَهَا أَيُّ غَلَفَهُ إِنَّا لَنَرَاهَا فِي
ضَلَالٍ خَطَإٍ مُبِينٍ ﴿۴۰﴾ بَيْنَ بِحُبِّهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ غِيَبْتِهِنَّ لَهَا أَرْسَلَتْ إِلَيْهِنَّ
وَأَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَأً طَعَامًا يُقْطَعُ بِالسَّكِينِ لِلاتِّكَاءِ عِنْدَهُ وَهُوَ الْأَتْرُجُ وَآتَتْ أَعْطَتْ كُلَّ
وَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ سِكِّينًا وَقَالَتْ لِيُوسُفَ أَخْرِجْ عَلَيْهِنَّ فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ أَعْظَمْنَهُ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ
بِالسَّكَاكِينِ وَلَمْ يَشْعُرَنَّ بِالْأَلَمِ لِشُغْلِ قَلْبِهِنَّ بِيُوسُفَ وَقُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ تَنْزِيْهَا لَهُ مَا هَذَا أَيُّ يُوسُفُ بَشَرًا
إِنْ مَا هَذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ ﴿۴۱﴾ لَمَّا حَوَاهُ مِنَ الْحُسْنِ الَّذِي لَا يَكُونُ عَادَةً فِي النَّسَمَةِ الْبَشَرِيَّةِ وَفِي
الصَّحِيحِ أَنَّهُ أُعْطِيَ شَطْرَ الْحُسْنِ قَالَتْ امْرَأَةُ الْعَزِيزِ لَمَّا رَأَتْ مَا خَلَّ بِهِنَّ فَذَلِكَ فَهَذَا هُوَ الَّذِي
لُمْتُنِّي فِيهِ فِي حُبِّهِ بَيَانٌ لِعُذْرِهَا وَلَقَدْ رَاوَدْتَهُ عَنْ نَفْسِهِ فَاسْتَعْصَمَ اِمْتَنَعَ وَلَيْنَ لَمْ يَفْعَلْ مَا أَمَرَهُ

بِهِ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُونَا مِنَ الصَّغِيرِينَ ﴿۳۲﴾ الَّذِينَ قُلْنَا لَهُ اطَّعْ مَوْلَاتِكَ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِي إِلَيْهِ وَإِلَّا تَصْرِفْ عَنِّي كَيْدَهُنَّ أَصْبُ أَملُ إِلَيْهِنَّ وَأَكُنْ أَصْرُ مِنَ الْجَاهِلِينَ ﴿۳۳﴾ الْمُذْنِبِينَ وَالْقَصْدُ بِذَلِكَ الدُّعَاءُ فَلَمَّا قَالَ تَعَالَى فَاسْتَجَابَ لَهُ رَبُّهُ دُعَاءَهُ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْغَلِيمُ ﴿۳۴﴾ بِالفِعْلِ ثُمَّ بَدَأَ ظَهَرَ لَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا رَأَوْا آيَاتِ الدَّالَّاتِ عَلَى بَرَاءَةِ يَوْسُفَ إِنْ يَسْجَنُوهُ دَلَّ عَلَى هَذَا لَيَسْجَنُنَّهُ حَتَّىٰ إِلَىٰ حِينٍ ﴿۳۵﴾ يَنْقَطِعُ فِيهِ كَلَامُ النَّاسِ فَسُجِنَ

ترجمہ: اور اہل مصر میں سے جس شخص نے یوسف کو قافلہ والوں سے مول لیا تھا (یعنی قطفیر عزیز) اس نے اپنی بیوی (زلیخا) سے کہا اسے خاطر سے رکھنا (اس کا مقام ہمارے یہاں بلند رہنا چاہیے) عجب نہیں یہ ہمارے کام آئے یا ہم اسے بیٹا بنا لیں (کیونکہ عزیز مصر نامرد تھا) اسی طرح (جیسے ہم نے انہیں قتل اور کنویں میں ڈالنے سے نجات بخشی اور عزیز مصر کا دل ان کی طرف مائل کر دیا) ہم نے یوسف کا قدم سرزمین مصر میں جما دیا (یہاں تک کہ انہوں نے اس قدر ترقی کر لی) اور تاکہ ہم انہیں خواب کی تعبیر دینا بتلا دیں (اس کا عطف مقدر پر ہو رہا ہے اور ممکنہ کے متعلق ہے۔ یعنی ہم نے انہیں جما دیا۔ یا واؤ زائد ہے) اور اللہ کو جو معاملہ کرنا ہوتا ہے وہ کر کے رہتا ہے (اسے کوئی مات نہیں دے سکتا) لیکن اکثر آدمی (کفار) ایسے ہیں جو نہیں جانتے (یہ بات) اور پھر جب یوسف اپنی جوانی کو پہنچے (یعنی تیس، تینتیس سال کے ہوئے) تو ہم نے انہیں کارفرمائی کی قوت (حکمت) اور علم کی دولت بخشی (نبوت سے پہلے دین کی سمجھ عطا کی) ہم نیک عملوں کو ایسا ہی بدلہ (جیسے انہیں بخشا) دیا کرتے ہیں اور جس عورت (زلیخا) کے گھر میں یوسف رہتے تھے وہ اس پر ڈورے ڈالنے لگی (خواہش پوری کرنے کے لئے انہیں پھسلانے لگی) اور اس نے (اپنے گھر کے) دروازے بند کر دیئے اور (ان سے) بولی ”لو آؤ“ تم ہی سے کہتی ہوں (یعنی آ جاؤ اس میں لام بیانیہ ہے اور ایک قرأت میں کسرہ ہاء کے ساتھ اور دوسری قرأت میں ضمہ تاء کے ساتھ ہے) یوسف کہنے لگے معاذ اللہ (اللہ بچائے اس کام سے) وہ (جس نے مجھے مول لیا ہے) میرا مربی (آقا ہے) اس نے مجھے عزت کے ساتھ جگہ دی (اس لئے مجھے اس کی امانت میں خیانت نہیں کرنی چاہیے) ایسے حق فراموشوں (زنا کاروں) کو فلاح نہیں ہوا کرتی اور عورت کے دل میں یوسف کا خیال جم ہی چکا تھا (ان سے خواہش پورا کرنے کا ارادہ کر چکی تھی) اور ان کو بھی اس عورت کا کچھ کچھ خیال ہو چلا تھا (اس طرف مائل ہونے لگے تھے) اگر ان کے پروردگار کی دلیل ان کے سامنے نہ آگئی ہوتی (ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یوسف کے سامنے حضرت یعقوبؑ کی شبیہ کردی گئی۔ جس نے یوسف کی چھاتی پر ایسا ہاتھ مارا کہ ان کی شہوت انگلیوں کے راستے سے نکل گئی۔ لو لا کا جواب لجامعہا محذوف ہے) اسی طرح (ہم نے انہیں دکھلا دی) تاکہ برائی (خیانت) اور بے حیائی (زنا) کی باتیں ان سے دور رکھیں۔ بلاشبہ وہ ہمارے ان بندوں میں سے تھے جو برگزیدگی کے لئے جن۔ لئے گئے (بملاحظہ اطاعت کے اور ایک قرأت میں فتح لام کے ساتھ آیا ہے بمعنی پسندیدہ) اور دونوں آگے پیچھے دروازہ کی طرف دوڑے (یوسف تو بھاگنے کے لئے دوڑے اور زلیخا انہیں پکڑنے کے لئے لپکی اور ان کا کپڑا پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگی) عورت نے یوسف کا کرتہ پیچھے سے کھینچا اور پھاڑ ڈالا (اور دونوں نے دیکھا (پایا) کہ عورت کا خاوند (شوہر) دروازہ کے پاس کھڑا ہے (اس لئے اپنی برأت کرنی شروع کر دی اور) لگی جو آدمی تیرے اہل خانہ کے ساتھ بری بات (زنا) کا ارادہ کرے اس کی کیا سزا ہونی چاہیے؟ بس اسے تو جیل خانہ بھیج دینا چاہیے (یعنی جیل میں بند کر دینا چاہیے) یا کوئی اور دردناک سزا دی جائے (تکلیف دہ ہو۔ انہیں پیدائے)

یوسف بولے (اپنی برأت کرتے ہوئے) کہ خود اسی نے مجھ پر ڈورے ڈالے ہیں کہ میں پھسل پڑوں۔ اور اس عورت کے کنبہ والوں میں سے ایک گواہ نے گواہی دی (جو اس کا چچا زاد بھائی تھا۔ روایت ہے کہ اس نے گہوارے میں بات کی کہ) یوسف کا کرتہ اگر آگے (سامنے) سے پھٹا ہے تب تو عورت سچی ہے یوسف جھوٹے ہیں اور اگر پیچھے سے دو ٹکڑے ہوا ہے تو عورت نے جھوٹ بولا یوسف سچے ہیں۔ پس جب عورت کے شوہر نے دیکھا کہ یوسف کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا ہے تو کہنے لگا کہ یہ (تیرا کہنا کہ ما جزاء الخ) تم عورتوں کی چالاکی ہے۔ بے شک تمہاری چالاکیاں بھی غضب ہی کی ہوتی ہیں (پھر بولا کہ) اے یوسف! درگزر کر اس معاملہ سے (کسی سے اس کا ذکر مت کرنا ورنہ بات پھیل جائے گی) اور (اے زلیخا) اپنے قصور کی معافی مانگ لے۔ بے شک تو ہی سرتاپا قصور وار ہے (خطا کار ہے۔ یہ خبر پھیل کر مشہور ہو گئی) اور شہر (مصر) کی چند عورتیں کہنے لگیں۔ دیکھو عزیز کی بیوی اپنے غلام پر ڈورے ڈالنے لگی۔ کہ اسے رجھالے۔ وہ اس کی چاہت میں دل ہار گئی (یہ تمہیز ہے۔ یعنی اس کی محبت اس کے دل میں جگہ پکڑ گئی) ہمارے خیال میں تو وہ صریح بد چلنی میں پڑ گئی (اس سے محبت کر کے کھلی ہوئی غلطی کر رہی ہے) جب عزیز مصر کی بیوی نے مکاری (اپنی غیبت) کی یہ باتیں سنیں تو انہیں بلوا بھیجا اور ان کے لئے مسندیں آراستہ کیں۔ (ایسی کھانے کی چیز جو ٹیک لگائے ہوئے چھری سے کاٹ کر کھائی جاسکتی ہے یعنی ترنج) اور ہر ایک کو ایک چھری پیش کر دی۔ پھر (یوسف سے) کہا ان سب کے سامنے نکل آؤ۔ جب عورتوں نے یوسف کو دیکھا تو حیران (ہکا بکا) رہ گئیں اور اپنے ہاتھ کاٹ بیٹھیں (چاقوؤں سے اور یوسف کی طرف توجہ ہونے کی وجہ سے انہیں تکلیف کا احساس تک نہ ہوا) اور پکارا انھیں ”سبحان اللہ“ یہ (یوسف) تو انسان نہیں ہے۔ ضرور ایک فرشتہ ہے بڑے رتبہ کا (کیونکہ وہ حسن کے اس درجہ پر تھے جو عادی کسی انسان میں جمع نہیں ہوتا۔ حدیث میں ہے کہ حضرت یوسف کو آدھا حسن عطا فرمایا گیا تھا) بولی (عزیز مصر کی بیوی۔ ان عورتوں کی بدحواسی دیکھ کر) یہ ہے وہ آدمی جس کی (محبت کے) بارے میں تم نے مجھے طعنے دیئے تھے (اس میں اپنی معذرت بیان کی ہے) ہاں! بیشک میں نے اس کا دل اپنے قابو میں لینا چاہا تھا۔ مگر وہ بے قابو نہ ہوا (بچار ہا) اور آئندہ اگر یہ میرا کہنا نہیں مانے گا تو ضرور جیل خانہ کی ہوا کھائے گا اور بے عزت بھی ہوگا (عورتیں یوسف کو سمجھانے لگیں کہ تمہیں اپنی مالکہ کا کہنا مان لینا چاہیئے) یوسف نے اللہ کے حضور دعا کی۔ خدایا! مجھے قید میں رہنا اس بات سے کہیں زیادہ پسند ہے جس کی طرف یہ عورتیں بلا رہی ہیں۔ اگر آپ نے ان کی مکاریوں کے دام سے نہ بچایا تو عجب نہیں میں ان کی طرف جھک پڑوں اور نادانی کا کام کر بیٹھوں (کو تا ہی کر گزروں اور ان جملوں کا مقصد چونکہ دعائھی اس لئے حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں) سوان کے پروردگار نے ان کی (دعا) سن لی اور ان عورتوں کے داؤ پیچ سے انہیں بچالیا۔ بلاشبہ وہی ہے (دعا کا) بڑا سننے والا اور (کاموں کو) خوب جاننے والا۔ پھر مختلف علامات دیکھنے کے بعد (جو یوسف کی پاک دامنی پر دلالت کر رہی ہیں۔ انہیں جیل بھیجنا ہی مناسب معلوم ہوا۔ جیسا کہ اگلے جملہ سے معلوم ہو رہا ہے) یہی مصلحت معلوم ہوئی کہ ایک خاص وقت تک کے لئے یوسف کو قید میں ڈال دیں (لوگوں کے چرچے کم ہو جانے تک۔ چنانچہ انہیں حوالہ جیل کر دیا گیا)

تحقیق و ترکیب:..... حصو را جو عورتوں کے لائق نہ ہو یا قاضی کی رائے کے مطابق بانجھ ہو۔ واللہ غالب بعض آثار

میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ابن ادم ترید وانا ارید ولا یکون الا ما ارید فان اسلمت لی فیما ارید اعطیتک ما ترید وان نازعنی فیما ارید اتصبتک فیما ترید ثم لا یکون الا ما ارید اس لئے ادب کا تقاضہ یہ ہے کہ تقدیر الہی پر بندہ کو چوں و چر انہیں کرنی چاہیئے۔ وراودتہ باب مفاعلة میں اصل تو جانبین کی شرکت ہوتی ہے۔ لیکن یہاں صرف ایک جانب سے ہے اور دوسری جانب میں سبب کو فعل کے قائم مقام کر دیا گیا ہے۔ یعنی حضرت یوسف کا حسن و جمال مراد دت کا باعث بنا۔ جیسے مداوات مریض کا سبب بیماری

ہے جو بیمار کے ساتھ لگی ہوئی ہوتی ہے۔

زلیخا حق تعالیٰ نے نام صراحتہ ذکر نہیں کیا۔ استہجان کے اعتبار سے اور ستر اور تعلیم ادب کے لئے کہ کسی کو اپنی بیوی کا نام نہیں لینا چاہیے۔ اسی لئے قرآن کریم میں بجز حضرت مریم کے کسی عورت کا نام ذکر نہیں کیا تا کہ عیسائیوں کے اس خیال کی تردید ہو جائے کہ مریم اللہ کی بیوی ہے۔

ہیت لث اسم فاعل ہے بمعنی ہلم۔ معاذ اللہ مصدر بمعنی فعل ہے۔ وہم بھا اختیاری ارادہ مراد نہیں بلکہ طبعی میلان اور تقاضہ شہوت مراد ہے جس کے روکنے پر شرعاً ثواب اور مدح ہے اور یا ارادہ کے قریبی درجہ کو مجازاً ارادہ سے تعبیر کیا ہے جیسے کہا جاتا ہے۔ قتلته لو لم اخف اللہ جب کہ ارادہ قتل کے قریب ہو جائے اور تفسیر کبیر میں ہے کہ یوسف وزلیخا دونوں نے ارادہ کیا۔ مگر ہر ایک کے ارادہ کی نوعیت الگ الگ تھی۔ زلیخا پکڑنا چاہتی اور یوسف بھاگنا چاہتے۔

لو لا ان رای یہ حرف امتناع ہے یعنی امتناع لو جود رویۃ البرہان اور یا اس کا تعلق ہم کے ساتھ کیا جائے ای لو لا رویۃ برہان ربہ لہم بھا لکنہ امتنع ہمہ بھا لو جود رویۃ برہان ربہ۔

قالت ما جزاء اپنی جان بچانے کے لئے تو یہ پینتر بدلا اور یوسف کی جان بچانے کے لئے الا ان یسجن کی آڑی۔ جس سے زلیخا کی محبت کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اس بہانہ یوسف کے جمال سے سیراب ہوتی رہے گی اور الا جعلہ من المسجونین کی بجائے الا ان یسجن کہتے ہیں سزا کے ہلکا ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

فی المہد اور ایک روایت یہ بھی کہ وہ شخص بوڑھا دانش مند تھا۔ پہلی روایت کے مطابق تین یا چار یا چھ مہینہ کا بچہ تھا اور یہی رائج ہے۔ ارشاد نبوی ہے کہ چار بچوں نے کلام کیا ہے۔ فرعون کی بیٹی ماشطہ کے لڑکے اور شاہد یوسف اور صاحب جرتج نے اور عیسیٰ علیہ السلام نے۔

ان کید کن عظیم عورتوں کے مکر کی نسبت تو عظیم فرمایا گیا ہے اور شیطان کی نسبت کہا گیا ہے۔ ان کید الشیطن کان ضعیفا جس سے بعض علماء نے یہ سمجھا کہ عورتوں کا مکر شیطان کے مکر سے بڑھا ہوا ہوتا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ عورتوں کے مکر کی بڑائی مردوں کی نسبت سے ہے اور شیطان کی تدبیر کا کمزور ہونا بہ نسبت حق تعالیٰ کے مقصود ہے۔

غلافہ جس کو حجاب القلب اور لسان القلب کہا جاتا ہے۔

متکا اس کے معنی سہارے کی جگہ کے اور کھانے کے اور ترنج کے اور ایسی کھانے کی چیزوں کے آتے ہیں۔ جو چاقو چھری سے کاٹی جائیں۔

قطعن زلیخا چونکہ محبت میں صاحب تمکین تھی اس لئے ہاتھ نہیں کاٹے۔ البتہ زنان مصر خام تھیں اس لئے غلبہ حال میں ہاتھ کاٹ بیٹھیں۔ ماہذا بشر حدیث اعطی شطر الحسن سے بظاہر حضرت یوسف کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حسن میں بڑھا ہونا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن یہ فضیلت جزئی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فضیلت کل حاصل ہے یا کہا جائے کہ حسن صباحت میں حضرت یوسف بڑھے ہوئے ہیں اور حسن ملاحت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بڑھے ہوئے ہیں اور احادیث میں آپ کے حسن صورت کی روایتیں بھی کافی ملتی ہیں۔

احب الی یہ اسم تفضیل اپنے معنی میں نہیں ہے۔ بلکہ دو برائیوں میں سے اہون البلیتین کو ترجیح دینا ہے اور بعض کی رائے ہے کہ اگر یوسف جیل خانہ پسند نہ کرتے تو اس میں مبتلا بھی نہ ہوتے۔ اسی لئے انسان کو ہر حال میں عافیت طلب کرنی چاہیے۔

﴿تشریح﴾:..... تورات کا بیان:..... تورات میں ہے کہ جس مصری نے حضرت یوسف کو خرید لیا تھا اس کا نام فوطی فار تھا۔ اور وہ فرعون کا امیر اور سردار فوج تھا۔ قرآن بھی اسے عزیز کہتا ہے۔ یعنی ایسا آدمی جو ملک میں بڑی جگہ رکھتا تھا۔ عزیز مصر نے پہلے تو محض ایک خوبصورت لڑکا سمجھ کر خرید لیا تھا۔ لیکن جب تھوڑے ہی دنوں میں اس پر حضرت یوسف کے جوہر کھل گئے تو ان کی راست بازی، نیک عملی، نفس کی پاکی سے اس درجہ متاثر ہوا کہ اپنے سارے گھربار اور علاقہ کا مختار کل بنادیا۔ تورات میں ہے کہ یوسف کے انتظامات سے فوطی فار کی آمدنی دوگنی ہوگئی تھی۔

ذلت کی تدبیریں عزت کا زینہ بن گئیں:..... جب معاملہ یہاں تک پہنچ گیا تو گویا حضرت یوسف کی مصری کامرانیوں کی بنیاد پڑ گئی اور وہ میدان آگیا جہاں ان کے جوہر کھلنے والے اور بتدریج تخت مصر تک پہنچانے والے تھے۔ چنانچہ مصر میں اللہ تعالیٰ نے یوسف کے قدم اس طرح جمائے کہ پہلے اگرچہ غلام ہو کر بکے۔ لیکن پھر معزز و محترم ہو کر زندگی بسر کرنے لگے اور خواب کی تعبیر کا علم اور دانش و حکمت مرحمت ہوئی۔ بھائیوں نے یوسف کو نامراد کرنا چاہا تھا۔ لیکن انہوں نے جو کچھ کیا وہی ان کی فتح و فیروزی کا ذریعہ بن گیا۔ ولما بلغ اشدہ سے معلوم ہوا کہ جب کئی سال رہنے کے بعد وہ جوان ہوئے تو حکمرانی کی سمجھ اور علم کی روشنی مرتبہ کمال کو پہنچ گئی اور قانون الہی یہ ہے کہ نیک کرداروں کو اسی طرح ان کے حسن عمل کے نتائج ملا کرتے ہیں۔

یوسف وزلیخا تورات کی نظر میں:..... تورات میں ہے کہ یوسف خوبصورت اور نور پیکر تھے۔ پس جب جوانی کو پہنچے تو (عزیز مصر) بیوی ان پر فریفتہ ہوگئی۔ اور جب دیکھا دوسری طرف سے جواب نہیں ملتا۔ تو جیسا کہ قاعدہ ہے لبھانے کے لئے طرح طرح کی تدبیریں کام میں لائیں۔ پھر جب وہ اس پر بھی نہ پھسلے تو ایک دن جوش میں وہ بات کر بیٹھی۔ جو اس معاملہ کی انتہائی حد ہے۔ یعنی ہر طرح کی رکاوٹیں جو کسی انسان کو ضبط نفس پر مجبور کر سکتی ہیں راستہ سے دور کر دیں اور کھلے لفظوں میں میں طلبگار اور مضمر ہوئی۔ زنا اگرچہ ہر طرح بری چیز ہے خواہ کسی کے ساتھ ہو۔ مگر پھر بھی ”انہ ربی“ کہنا زیادہ برائی کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ہوگا۔ جیسا کہ حدیث میں پڑوسن کے ساتھ زنا کرنے کی زیادہ وعید آئی ہے۔ دوسرے چونکہ گفتگو زلیخا سے ہو رہی تھی اور وہ شرعی برائی سے ناواقف تھی اور باریک عقلی برائی کو بھی نہیں سمجھتی۔ اس لئے کھلی برائی کی طرف اشارہ کر دیا۔ تاکہ اس پر حجت ہو سکے۔

حضرت یوسف کی پاکدامنی:..... آیت وہم بہا کی دو توجہیں ہو سکتی ہیں۔ بہت سے محققین کے نزدیک تو اس کے ساتھ لولا ان رای الخ کی قید لگی ہوئی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر حضرت یوسف اللہ تعالیٰ کی برہان کو نہ دیکھتے تو اس کا رروائی میں مبتلا ہو جاتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے بچالیا۔ اس لئے خیال بھی پیدا نہیں ہوا۔ یہ توجہ اگرچہ نہایت لطیف ہے۔ مگر دوسری توجہ اس سے بھی زیادہ عمدہ ہے کہ لولا ان رای الخ کا تعلق وہم بہا سے نہ مانا جائے۔ دونوں جملوں کو الگ الگ رکھا جائے اور دوسرے جملہ شرطیہ کی جزاء محذوف مانی جائے۔ جس کا حاصل یہ ہوگا کہ دوسرے کے درجہ میں حضرت یوسف کو زلیخا کی طرف التفات اور میلان ہو چلا تھا۔ اور درجہ ہم میں دوسرے غیر اختیاری ہونے کی وجہ سے معاف ہے اس لئے حضرت یوسف کی عفت و عصمت پر کوئی حرف نہیں آتا۔ بلکہ اور زیادہ کمال واضح ہو جاتا ہے۔ کیونکہ طبعی قوت، بدنی صحت، جسمانی اعتدال، سلامتی اعضاء کی وجہ سے رغبت کے باوجود ضبط نفس اور پاکدامنی کے معیار پر پورا اترنے میں زیادہ صبر اور مجاہدہ کرنا پڑتا ہے۔ البتہ اگر نعوذ باللہ اس میں مبتلا ہو جاتے تو اشکال ہوتا۔

باقی یوسف وزلیخا اگرچہ دونوں فعل ہم میں شریک تھے۔ لیکن دونوں کے ارادوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے کیونکہ حضرت یوسف کا ارادہ بھاگنے کا تھا اور زلیخا کا ارادہ انہیں پکڑنے کا تھا۔ اس صورت میں بنیاداً اشکال ہی ختم ہوگئی۔ اسی لئے ولقد ہممت بہ وہم بھا فرمایا گیا ہے اور ”ہما“ یا ”ہم کل واحد“ نہیں فرمایا گیا اور اسی فرق کو ظاہر کرنے کے لئے پہلے جملہ میں تاکید کے لئے لقد لایا گیا اور دوسرے جملہ میں نہیں لایا گیا۔ حضرت یوسف اور زلیخا کے ارادے چونکہ صورت شکل میں ایک تھے۔ اس لئے دونوں کو ”ہم“ سے تعبیر کیا گیا ورنہ حضرت یوسف کا ارادہ ہم کے درجہ سے پہلے تھا۔

انلث میت وانهم میتون میں بھی اسی نکتہ کی طرف اشارہ کرنے کے لئے مختصر جملہ ”انکم میتون“ کی بجائے ”انک میت وانهم میتون“ لمبی عبارت کے بولا گیا ہے۔ کیونکہ نفس موت میں اگرچہ سب شریک ہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت اور دوسروں کی موت کی نوعیت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ مسئلہ حیات النبی پر اس طرز عبارت سے روشنی پڑ رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد ثم انکم یوم القيامة تبعثون فرمایا گیا ہے۔ وہاں الگ الگ جملے نہیں لائے گئے۔ کیونکہ قیامت میں اٹھنا سب کو ہوگا۔

زلیخا کا محل:..... غلقت الابواب کے جملہ سے کئی دروازوں کا ہونا معلوم ہوتا ہے اور واستبقا الباب الخ سے دروازہ کا ایک ہونا معلوم ہو رہا ہے۔ اسی طرح والفیاسیدھا لدی الباب سے دروازہ کا کھلا ہوا ہونا اور غلقت سے بند ہونا معلوم ہو رہا ہے۔ کہا جائے گا کہ امراء اور بادشاہوں کے محل اور کوٹھی بنگلوں کی طرح گھر کے دروازے چاروں طرف مختلف ہوں گے۔ آگے پیچھے ڈیوڑھیوں کی طرح ترتیب دار نہیں ہوں گے۔ پس حضرت یوسف ان میں سے کسی ایک دروازہ کی طرف دوڑے ہوں گے اور اسے کھول کر جلدی سے باہر گئے ہوں گے۔ یعنی معمولی طریقہ پر صرف کنڈی لگا کر دروازہ بند کر لیا ہوگا۔ اس کے بعد زنجیر کھول کر باہر گئے ہوں گے۔ باقی دروازوں کے آگے پیچھے ہونے اور خاص اہتمام اور کیفیت کے ساتھ بند ہونے اور کھلنے کے لئے دلیل کی ضرورت ہے۔

وہ شاید کون تھا؟ مسند احمد، صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شاید بچہ تھا۔ آئندہ آیت والایات سے بھی بظاہر اس کی تائید ہوتی ہے۔

ایک بچہ کی شہادت معتبر ہے یا نہیں:..... بچہ کی شہادت دینے کا یہ واقعہ حضرت یوسف کی نبوت سے پہلے پیش آیا ہے تو اسے معجزہ کی بجائے ارہاص کہا جائے گا۔ نیز اس شاید کا فیصلہ کوئی شرعی حجت نہیں۔ حجت کافیہ تو اس بچہ کا بولنا تھا۔ مگر حاضرین کے مذاق کے موافق اس کا بیان کر دینا حجت اصلہ کے لئے زیادہ تائید کا باعث ہو گیا۔ پس اس سے ایسی ظنی چیزوں کا حجت ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ جیسے اسامہ کو دیکھ کر ایک قیافہ شناس نے حضرت زید کا بیٹا بتلایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے خوش ہوئے کہ مخالفین قیافہ شناس کی بات کا اعتبار کرتے تھے۔ اگرچہ یہ کوئی شرعی دلیل نہیں تھی۔ لیکن شرعی دلیل ”الولد للفراش“ کی اس سے تائید ہو رہی تھی۔ اس لئے آپؐ نے خوشنودی کا اظہار فرمایا۔

اور اس بچہ کو شاید کہنا بولنے کے اعتبار سے تو ظاہر ہے کہ اس میں زلیخا کے سچ بولنے کے احتمال سے تعرض ہی نہیں۔ لیکن اس فیصلہ کے اعتبار سے اس کا شاید کہنا حالانکہ اس فیصلہ میں یوسف وزلیخا میں سے دونوں کے سچ ہونے کا احتمال تھا۔ اس لئے ہے کہ آخر میں اس فیصلہ کا نفع حضرت یوسف ہی کے حق میں ہوا۔ پس گویا حضرت یوسف ہی کی شہادت دینا مقصود تھی۔

اس عورت کا نام اگرچہ زلیخا مشہور ہے۔ لیکن بعض نے راعیل نام بتلایا ہے یا ان میں سے ایک لقب اور دوسرا نام۔ اور اس کے شوہر کا نام قطفیر تھا جو مصر کا مدارالمہام تھا۔ جس کو عزیز کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

قدیم تمدن کی ترقی: واعتدت لهن الخ سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ اس زمانہ کی مصری معاشرت کس درجہ شائستہ ہو چکی تھی۔ دعوت کی مجلسیں خاص طور پر آراستہ کی جاتی تھیں۔ بیٹھنے کے لئے مسندیں لگائی جاتی تھیں۔ کھانے کے لئے ہر شخص کے سامنے چھری کاٹے، تراش خراش کی چیزیں رکھی جاتی تھیں۔ چنانچہ مصر کے آثار قدیمہ اور یونانی مؤرخوں کی شہادت سے جو حالات روشنی میں آئے ہیں ان سے بھی اس متمدن معاشرت کی تصدیق ہوتی ہے۔ بالخصوص اس نقوش سے جن میں امراء کی مجلسوں کا مرقع دکھایا گیا ہے اور جو قرآن کے ان ارشادات کی پوری تفسیر ہے۔

حضرت یوسف کا وان لا تصرف الخ کہنا عصمت نبوت کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ یہ عصمت بھی تو اللہ کی حفاظت کی بدولت ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی نظر اصل مؤثر حقیقی پر ہونے کی وجہ سے انہیں اپنی عصمت پر اعتماد اور ناز نہیں ہوتا۔ پس حضرت یوسف کے ان لا تصرف کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ مجھ سے اس فتنہ کو پھیر دیجئے۔ اسی لئے آگے فاستجاب الخ اور فصرف الخ فرمایا گیا ہے۔ لیکن قید میں جانا قبولیت دعا کا جزو نہیں ہے۔ جیسا کہ مشہور ہے کہ قید کی دعا کرنے کی وجہ سے یوسف گرفتار ہوئے۔ ظاہر ہے کہ انہوں نے اس بدفعی کو قید ہونے سے بدتر قرار دیا ہے۔ اس سے اس کا درخواست ہونا کہاں سے لازم آیا۔ اور آیات سے مراد معجزہ ہے جو دلیل عقلی ہے اور قیص کا دامن خاص طریقہ سے چاک ہونا دلیل عادی ہے اور زلیخا کا خود اقرار کر لینا دلیل شرعی ہے۔ یہ سب باتیں عزیز مصر تک پہنچ گئی تھیں۔ جن سے حضرت یوسف کی پاکدامنی ٹپک رہی تھی۔

اطائف آیات: آیت قال معاذ اللہ الخ سے معلوم ہوا کہ محسن اگر کافر بھی ہو تب بھی اس کی رعایت کرنی چاہیے۔ جیسا کہ اہل طریقت کا معمول ہے۔ آیت قال ہسی راودتسی الخ سے معلوم ہوا کہ مخالف کا عیب ایسے وقت ظاہر کر دینا جب چھپانے میں اپنے نقصان کا اندیشہ ہو مکارم اخلاق کے خلاف نہیں ہے۔ آیت فلما راينہ الخ سے بقول ابن عطار معلوم ہوا کہ جب مخلوق کے مشاہدہ کے غلبہ کا یہ اثر ہے تو مشاہدہ حق کا کیا کچھ اثر ہو سکتا ہے۔ پس اگر اس حالت میں ایسے شخص سے کوئی بات ظاہر کے خلاف سرزد ہو جائے تو اس پر اعتراض اور انکار نہیں کرنا چاہیے۔

وَدَخَلَ مَعَهُ السَّجْنَ فَتَيْنِ غَلَامَانِ لِمَمْلِكٍ أَحَدُهُمَا سَاقِيهِ وَالْآخَرُ صَاحِبُ طَعَامِهِ فَرَأَاهُ يُعْبِرُ الرُّوْيَا فَقَالَا لَنُخْبِرَنَّهُ قَالَ أَحَدُهُمَا السَّاقِيُ إِنِّي أَرِنِي أَغْصِرُ خَمْراً أَوْ عِنْبًا وَقَالَ الْآخَرُ صَاحِبُ الطَّعَامِ إِنِّي أَرِنِي أَحْمِلُ فَوْقَ رَأْسِي خُبْزًا تَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ نَبِّئْنَا خَبْرًا نَأْتِيهِ بِتَعْبِيرِهِ إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ﴿۳۶﴾ قَالَ لَهُمَا مُخْبِرًا أَنَّهُ عَالِمٌ بِتَعْبِيرِ الرُّوْيَا لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقْنِهِ فِي مَنَامِكُمَا إِلَّا نَبَّاتُكُمَا بِتَأْوِيلِهِ فِي الْيَقْظَةِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَكُمَا تَأْوِيلُهُ ذَلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي فِيهِ حَتَّى عَلَى إِيْمَانِهِمَا ثُمَّ قُوَاهُ بِقَوْلِهِ إِنِّي تَرَكْتُ مِلَّةَ دِينِ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ تَاكِدُ كَفَرُونَ ﴿۳۷﴾ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ مَا كَانَ يَنْبَغِي لَنَا أَنْ نُشْرِكَ بِاللَّهِ مِنْ زَائِدَةٍ

شَيْءٌ لِّعَصْمَتِنَا ذَلِكَ التَّوْحِيدُ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ وَهُمْ الْكُفَّارُ لَا يَشْكُرُونَ ﴿۳۸﴾ اللَّهُ فَيُشْرِكُونَ ثُمَّ صَرَّحَ بِدُعَائِهِمَا إِلَى الْإِيمَانِ فَقَالَ يٰصَاحِبِي سَاكِنِي السِّجْنِ ۖ أَرَبَابٌ مُتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمْ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۳۹﴾ خَيْرٌ اسْتَفْهَامُ تَقْرِيرٍ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِهِ أَيْ غَيْرِهِ إِلَّا أَسْمَاءَ سَمَّيْتُمُوهَا سَمَّيْتُمْ بِهَا أَصْنَامًا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا بِعِبَادَتِهَا مِنْ سُلْطَانٍ حُجَّةٍ وَبُرْهَانٍ إِنْ مَا الْحُكْمُ الْقَضَاءُ إِلَّا لِلَّهِ وَحْدَهُ أَمَرَ الْأَتَّعِبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ذَلِكَ التَّوْحِيدُ الدِّينُ الْقِيمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ وَهُمْ الْكُفَّارُ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۴۰﴾ مَا يَصِيرُونَ إِلَيْهِ مِنَ الْعَذَابِ فَيُشْرِكُونَ يٰصَاحِبِي السِّجْنِ أَمَّا أَحَدُكُمَا أَيْ السَّاقِي فَيُخْرِجُ بَعْدَ ثَلَاثٍ فَيَسْقِي رَبَّهُ سَيِّدَهُ خَمْرًا عَلَى عَادَتِهِ هَذَا تَأْوِيلُ رُؤْيَاهُ وَأَمَّا الْآخَرُ فَيُخْرِجُ بَعْدَ ثَلَاثٍ فَيُصْلَبُ فَتَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَأْسِهِ هَذَا تَأْوِيلُ رُؤْيَاهُ فَقَالَا مَا رَأَيْنَا شَيْئًا فَقَالَ قُضِيَ تَمَّ الْأَمْرُ الَّذِي فِيهِ تَسْتَفْتِينَ ﴿۴۱﴾ عَنْهُ سَأَلْتُمَا صَدَقْتُمَا أَمْ كَذَبْتُمَا وَقَالَ لِلَّذِي ظَنَّ أَيقِنَ أَنَّهُ نَاجٍ مِنْهُمَا وَهُوَ السَّاقِي اذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ سَيِّدِكَ فَقُلْ لَهُ إِنْ فِي السِّجْنِ غُلَامًا مَحْبُوسًا ظَلَمًا فَخَرَجَ فَنَاسَهُ أَيْ السَّاقِي الشَّيْطَانُ ذَكَرَ يُوسُفَ عِنْدَ رَبِّهِ فَلَبِثَ مَكَّةَ يُوسُفُ فِي السِّجْنِ بَضْعَ سِنِينَ ﴿۴۲﴾ قِيلَ سَبْعًا وَقِيلَ اثْنَى عَشَرَ وَقَالَ الْمَلِكُ مَلِكُ مِصْرَ الرِّيَّانُ بْنُ الْوَلِيدِ إِنِّي أَرَى أَى بَصَرٍ رَأَيْتُ سَبْعَ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ يَبْتَلِعُهُنَّ سَبْعٌ مِنَ الْبَقَرِ عِجَافٌ جَمْعُ عَجْفَاءٍ وَسَبْعَ سُنبُلَاتٍ خُضِرٍ وَآخَرَ أَى سَبْعَ سُنبُلَاتٍ يَبْسُتُ قَدْ التَّوَتَّ عَلَى الْخُضْرِ وَعَلَّتْ عَلَيْهَا يَأْيُهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِي فِي رُءْيَايَ يَبْنُو إِلَى تَعْبِيرِهَا إِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَى يَا تَعْبُرُونَ ﴿۴۳﴾ فَعَبَّرُوهَا قَالُوا هَذِهِ أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ وَمَا نَحْنُ بِتَأْوِيلِ الْأَحْلَامِ بِعَالِمِينَ ﴿۴۴﴾ وَقَالَ الَّذِي نَجَا مِنْهُمَا أَى مِنَ الْفَتَيْنِ وَهُوَ السَّاقِي وَادَّكَرَ فِيهِ إِبْدَالُ النَّاءِ فِي الْأَصْلِ دَالًا وَادْغَامُهَا فِي الدَّالِ أَى تَذَكُّرُ بَعْدَ أَمَةٍ حِينَ حَالَ يُوسُفُ أَنَا أَنْبِئُكُمْ بِتَأْوِيلِهِ فَأَرْسِلُونِ ﴿۴۵﴾ فَأَرْسَلُوهُ إِلَيْهِ فَاتَى يُوسُفَ فَقَالَ يَا يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ الْكَثِيرُ الصِّدْقِ أَفْتِنَا فِي سَبْعَ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعَ سُنبُلَاتٍ خُضِرٍ وَآخَرَ يَبْسُتُ لَعَلِّي أَرْجِعُ إِلَى النَّاسِ أَى الْمَلِكِ وَأَصْحَابِهِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿۴۶﴾ تَعْبِيرُهَا قَالَ تَزْرَعُونَ أَى ازْرَعُوا سَبْعَ سِنِينَ دَابًّا يَسْكُونُ الْهَمْزَةُ وَفَتْحُهَا مُتَابِعَةٌ وَهِيَ تَأْوِيلُ السَّبْعِ السِّمَانِ فَمَا حَصَدْتُمْ فَذَرُوهُ أَتْرُكُوهُ فِي سُنبُلِهِ لِيَلَّا يَفْسُدَ إِلَّا قَلِيلًا مِمَّا تَأْكُلُونَ ﴿۴۷﴾ فَذَوُّهُ ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ أَى السَّبْعِ الْمُخَصَّبَاتُ سَبْعَ شِدَادٍ مُجَدِّبَاتٍ صِعَابٌ وَهِيَ تَأْوِيلُ السَّبْعِ الْعِجَافِ يَأْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ مِنْ

الْحَبِّ الْمَزْرُوعِ فِي السِّنِينَ الْمُخَصَّصَاتِ أَى تَاكُلُونَهُ فِيْهِنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ﴿۳۸﴾ تَذَخِرُوْنَ ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ اَى السَّبْعِ الْمُجَدَّبَاتِ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ بِالْمَطَرِ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ الْاَعْنَابَ وَغَيْرَهَا لِخَصْبِهِ وَقَالَ الْمَلِكُ لَمَّا جَاءَهُ الرَّسُوْلُ وَاخْبَرَهُ بِتَاوِيْلِهَا اَتْتُونِيْ بِهٖ اَى بِالَّذِي عَبَّرَهَا فَلَمَّا جَاءَهُ اَى يُوسُفَ الرَّسُوْلُ وَطَلَبَهُ لِلْخُرُوْجِ قَالَ قَاصِدًا اِظْهَارَ بَرَاءَتِهِ اَرْجِعْ اِلَى رَبِّكَ فَسْأَلُهُ اَنْ يَسْأَلَ مَا بَالُ حَالِ النِّسْوَةِ الَّتِي قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ اِنَّ رَبِّيْ سَيَدِيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ﴿۵۰﴾ فَرَجَعَ فَاخْبَرَ الْمَلِكَ فَجَمَعَهُنَّ قَالَ مَا خَطْبُكُمْ شَانُكُمْ اِذْ رَاوَدْتُنَّ يُوسُفَ عَنْ نَفْسِهِ هَلْ وَجَدْتُنَّ مِنْهُ مَيْلًا اِلَيْكُمْ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْءٍ قَالَتْ اُمْرَاةُ الْعَزِيْزِ اِنَّ حَصْحَصَ الْحَقِّ اَنَا رَاوَدْتُهُ عَنْ نَفْسِهِ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۵۱﴾ فِى قَوْلِهِ هِيَ رَاوَدْتُنِيْ عَنْ نَفْسِيْ فَاخْبَرَ يُوسُفَ بِذَلِكَ فَقَالَ ذَلِكَ اَى طَلَبَ الْبَرَاءَةِ لِيَعْلَمَ الْعَزِيْزُ اَنِّيْ لَمْ اَخْنُهُ فِىْ اَهْلِيْ بِالْغَيْبِ حَالٌ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخٰثِلِيْنَ ﴿۵۲﴾

ترجمہ: اور یوسف کے ساتھ دو غلام اور بھی جیل خانہ میں داخل ہوئے (یہ شاہی غلام تھے۔ ان میں سے ایک ساقی اور دوسرا شاہی باورچی خانے کا داروغہ تھا۔ چنانچہ جب ان دونوں نے دیکھا کہ یوسف خواب کی تعبیر بیان کرتے ہیں تو کہنے لگے ہم بھی آزما کر دیکھیں) ان میں سے ایک نے کہا (جو ساقی تھا) کہ میں اپنے کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ شراب (انگور) پھوڑ رہا ہوں۔ دوسرے نے کہا (جو کھانے کا منتظم تھا) مجھے ایسا دکھائی دیا ہے کہ سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں اور پرندے اسے کھا رہے ہیں۔ ہمیں اس خواب کی تعبیر بتلائیے۔ آپ ہمیں نیک آدمی معلوم ہوتے ہیں یوسف نے (انہیں اپنے تعبیر کے فن سے باخبر ہونا بتلاتے ہوئے) کہا تمہارا کھانا (خواب میں) کھانے کے لئے ملا تھا۔ میں تمہیں اس کی حقیقت بتلا دوں گا (جاگنے کی حالت میں) اس تعبیر کے ظاہر ہونے سے پہلے یہ بتلا دوں گا اس علم کی بدولت ہے جو میرے پروردگار نے مجھے تعلیم فرمایا ہے (اس جملہ میں ان باتوں کے ماننے کی ترغیب دینی ہے۔ پھر آگے اس کی تائید کے لئے ارشاد ہے) میں نے ان لوگوں کا طریقہ (اپنی قوم کا مذہب) چھوڑ دیا ہے۔ جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے۔ اور وہ لوگ آخرت کو بھی نہیں مانتے۔ میں نے اپنے باپ دادوں۔ یعنی ابراہیم، اسحاق، یعقوب کا طریقہ اختیار کر رکھا ہے۔ ہم ایسا نہیں کر سکتے (مناسب نہیں ہے) کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک ٹھہرائیں (کیونکہ ہم معصوم ہیں) یہ (توحید) ہم پر اور لوگوں پر اللہ کا ایک فضل ہے۔ لیکن اکثر آدمی (کفار) شکر بجا نہیں لاتے۔ (اللہ کا کہ شرک کرنے لگتے ہیں۔ پھر آگے کھل کر ایمان کی طرف بلا تے ہوئے فرمایا) اے میرے قید خانہ کے ساتھیوں! کیا متفرق معبود اچھے ہیں یا ایک برحق معبود جو سب سے زبردست ہے۔ (وہ اچھا ہے یہ استفہام تقریری ہے) تم لوگ تو اللہ کو چھوڑ کر صرف چند بے حقیقت ناموں کی پرستش کرتے ہو (جنہیں تم بت کہتے ہو) جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھ لئے ہیں۔ اللہ نے ان کی (عبادت کی) کوئی سند (دلیل) نہیں اتاری۔ حکم (فیصلہ) تو (تنہا) اللہ ہی کے لئے ہے۔ اس کا فرمان یہ ہے کہ صرف اللہ ہی کی بندگی کرو۔ اور کسی کی نہ کرو یہی (توحید) سیدھا طریقہ ہے۔ لیکن اکثر آدمی (کفار) جانتے نہیں (کہ انہیں کیسا عذاب ہوگا۔ اس لئے وہ شرک میں لگے رہتے

ہیں) اے قید خانہ کے ساتھیوں! تم میں سے ایک آدمی (یعنی ساقی تین روز بعد جیل سے رہا ہوگا) تو اپنے آقا کو شراب پلایا کرے گا۔ (پہلی عادت کے مطابق۔ یہ اس کے خواب کی تعبیر ہے) اور وہ دوسرا (تین روز بعد رہا ہو کر) سولی پر چڑھایا جائے گا اور پرند اس کے سر نوچیں گے (یہ اس کے خواب کی تعبیر ہے۔ دونوں کہنے لگے کہ ہم نے کچھ دیکھا ہی نہیں ہے۔ فرمایا) جس بات کے متعلق تم سوال کرتے ہو (خواہ تم نے صحیح پوچھا یا جھوٹ) وہ اسی طرح مقدر (طے) ہو چکا ہے۔ اور یوسف نے جس آدمی کی نسبت سمجھا تھا کہ نجات پائے گا (یعنی ساقی) اس سے کہا کہ اپنے آقا کے پاس جاؤ تو مجھے یاد رکھنا (اور اس سے کہنا کہ جیل خانہ میں ایک قیدی کو ظلم سے گرفتار کر رکھا ہے۔ لیکن جب ساقی رہا ہوا) تو شیطان نے اس (ساقی) کو یوسف کا تذکرہ اپنے آقا کے سامنے کرنا بھلا دیا۔ پس یوسف کئی برس (سات سال، بارہ سال) جیل خانہ میں رہے اور پھر ایسا ہوا کہ (مصر کے) بادشاہ (ریان ابن ولید) نے کہا میں کیا دیکھتا ہوں (یعنی میں نے خواب میں دیکھا) کہ سات گائیں ہیں موٹی تازی جنہیں نگل رہی ہیں (کھا رہی ہیں) سات دہلی گائیں (عجاف جمع ہے عجفاء کی) اور سات بالیں ہری ہیں اور دوسری (یعنی سات بالیں) سوکھیں ہیں (جو ہری بالوں پر لپٹی جا رہی ہیں اور ان پر چھا گئی ہیں) اے دربار والوں! میرے خواب کا مطلب حل کرو (اس کی تعبیر بتلاؤ) اگر تم خواب کا مطلب حل کرنا جانتے ہو؟ (تو اس کی تعبیر بتلاؤ) درباریوں نے عرض کیا (یہ باتیں) یوں ہی پریشان خواب و خیال ہیں۔ اور ہم خوابوں کی تعبیر کا علم صحیح طور پر رکھتے نہیں ہیں۔ اور جس آدمی نے دو قیدیوں میں سے نجات پائی تھی (یعنی دونوں جوانوں میں سے ساقی) اسے یاد آیا (در اصل اس میں تاؤ کو دال بنا کر دال میں ادغام کر دیا یعنی تذکر) مدت کے بعد (یوسف کا حال) کہنے لگا میں اس خواب کی تعبیر کی خبر لائے دیتا ہوں۔ ذرا مجھے جانے کی اجازت دیجئے (چنانچہ درباریوں نے اسے بھیج دیا۔ اور اس نے حضرت یوسف کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا) اے یوسف! اے مجسم سچائی! (بہت زیادہ سچا) اس خواب کا ہمیں حل بتا دیجئے۔ کہ سات موٹی گائیں ہیں جنہیں سات دہلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات بالیں ہری ہیں اور سات سوکھی۔ تاکہ میں ان لوگوں (بادشاہ اور درباریوں) کے پاس واپس جاسکوں۔ تاکہ انہیں بھی معلوم ہو جائے (اس خواب کی تعبیر) یوسف نے فرمایا کہ تم کھیتی کرتے رہو گے (یعنی غلہ بونا) سات برس تک لگاتار (ہمزہ کے سکون اور فتح کے ساتھ یہ لفظ پڑھا گیا ہے یعنی مسلسل۔ یہی مطلب ہے سات موٹی گایوں کا) پھر جو فصل کاٹو اسے بالوں ہی میں رہنے دینا (تاکہ گھن نہ لگ جائے) البتہ صرف اتنی مقدار الگ کر لیا کرنا جو تمہارے کھانے کے کام آئے (اسے کھالیا کرو) پھر اس کے بعد (یعنی سرسبزی کے سات سالوں کے بعد) سات برس بڑی سخت مصیبت کے آئیں گے (جو قحط کے اعتبار سے بڑے کٹھن ہوں گے سات دہلی گایوں کا مطلب یہی ہے) تم کھاؤ الو گے اپنا پچھلا کیا ہوا ذخیرہ (پیداوار کے برسوں میں بوئے ہوئے غلہ کے دانے۔ یعنی ان خشک سالوں میں کھاپی لو گے) مگر ہاں تھوڑا سا جو تم روک رکھو گے بچ رہے گا (جسے تم نے ذخیرہ کر لیا ہوگا) پھر ان (قحط کے برسوں) کے بعد ایک برس آئے گا ایسا۔ جس میں لوگوں کے لئے خوب بارش ہوگی اور اس میں شیرہ خوب نچوڑیں گے (انگور وغیرہ کا پھل پھول زیادہ ہونے کی وجہ سے) اور بادشاہ (جب قاصد اس کے پاس خواب کی تعبیر لے کر پہنچا) کہنے لگا ان (جنہوں نے خواب کی تعبیر بتلائی ہے) میرے پاس لے کر آؤ۔ لیکن جب (یوسف کے پاس) پیام لے جانے والا پہنچا (اور ان سے چلنے کی فرمائش کی) تو یوسف نے فرمایا (اپنی برائت ظاہر کرنے کے خیال سے) تو اپنی سرکار کی طرف لوٹ جاؤ پھر ان سے دریافت کرو (کہ وہ پوچھیں) ان عورتوں کا کیا معاملہ تھا۔ جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے۔ جیسی کچھ مکاریاں انہوں نے کی تھیں میرا پروردگار انہیں خوب جانتا ہے (چنانچہ قاصد لوٹا اور بادشاہ کو یہ پیغام سنایا۔ جس کی وجہ سے بادشاہ نے عورتوں کو جمع کیا) بادشاہ نے پوچھا تمہیں کیا معاملہ پیش آیا تھا؟ جب تم نے یوسف پر ڈورے ڈالے تھے کہ اسے اپنی طرف مائل کر لو (تو کیا تم نے اپنی طرف مائل پایا تھا؟) وہ بولیں حاشا للہ ہم نے ذرا بھی تو ان میں کوئی برائی کی بات نہیں پائی۔

عزیز مصر کی بیوی بول اٹھی جو حقیقت تھی وہ تو اب ظاہر ہو گئی ہاں وہ میں ہی تھی جس نے یوسف پر ڈورے ڈالے کہ اپنا دل ہار بیٹھے بلاشبہ وہ بالکل سچا ہے (اپنے دعویٰ میں کہ ہسی راودتسی عن نفسی الخ چنانچہ جب یوسف کو اس کی اطلاع دی گئی تو کہنے لگے) یہ (اپنی براءت محض اس لئے طلب کی) تاکہ (عزیز مصر کو) معلوم ہو جائے۔ کہ میں نے اس کے پیٹھ پیچھے (اس کی بیوی کے بارے میں) خیانت نہیں کی (بالغیب حال ہے) اور یہ کہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کے فریب کو چلنے نہیں دیتا۔

تحقیق و ترکیب: و دخل معه یعنی ایک ساتھ یہ تینوں شخص قید خانہ میں داخل کئے گئے۔ حضرت یوسف پر تو عزیز مصر کی بیوی کا الزام تھا اور باقی دو جوان خود بادشاہ کو زہر دینے کے الزام میں ماخوذ ہوئے تھے۔ ایک شاہی باورچی خانہ کا منتظم اور دوسرا ساقی تھا۔ پہلے کا نام غالب یا مقلب اور دوسرے کا نام ابرو ہایا یعزنا تھا۔ کچھ دشمنوں نے بادشاہ کو زہر دینے کے لئے انہیں رشوت دینا چاہی مگر ساقی نے انکار کر دیا۔ البتہ باورچی راضی ہو گیا اور روٹیوں میں زہر ملا دیا۔ جب دسترخوان پر کھانا چنا گیا تو ساقی بولا اے بادشاہ! کھانا مت کھائیے کہ زہر آلود ہے اور باورچی بھی کہنے لگا کہ شراب مت پیجئے کہ زہر ملا ہوا ہے۔ چنانچہ بادشاہ نے ساقی کو پہلے خود شراب پینے کا حکم دیا وہ پی گیا اور اسے کوئی نقصان نہ پہنچا۔ باورچی سے کھانا کھانے کے لئے کہا گیا تو اس نے انکار کر دیا۔ جس سے اس کا مجرم ہونا ثابت ہو گیا۔ اس لئے دونوں کو جیل خانہ بھجوا دیا۔ خمرا انگور مراد ہیں یا ان کی زبان میں انگوروں کو خمر ہی کہا جاتا ہوگا۔ اس کے خواب کا حاصل یہ تھا کہ اس نے اپنے آپ کو باغ میں دیکھا جس میں درخت تھے اور انگور کے تین خوشے لگ رہے تھے اور دیکھا کہ شاہی جام اس کے ہاتھ میں ہے۔ جس سے بادشاہ کو شراب پلار ہا ہے۔

لایاتیکما جلال محقق نے اس کو خواب پر محمول کیا ہے۔ یعنی جس کھانے کو تم نے خواب میں دیکھا ہے۔ اور جس کی مجھے اطلاع دے رہے ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ جن لوگوں کا غالب مشغلہ خواب و خور ہوتا ہے انہیں خواب بھی اسی کے نظر آتے ہیں ”فکر ہر کس بقدر ہمت اوست“ بلی کے خواب میں جھپٹڑے کسی نے سچ کہا ہے۔

مارائنا شیئا ایک قول یہ ہے اور دوسری رائے یہ ہے کہ انہوں نے فی الحقیقت دیکھا تھا۔ محض آزمائش نہیں تھی اور ایسا کہنا صرف باورچی کی طرف سے ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس کے خواب کی تعبیر بری نکلی۔

ظن اگر ظن سے مراد اجتہاد ہے تو اجتہاد کا ظنی ہونا معلوم ہوا خواہ انبیاء کا اجتہاد ہو۔

وقال الملک اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف کی رہائی کے لئے اس خواب کو بہانہ بنا دیا ہے۔

سبع بقرات ان چودہ گایوں کو بادشاہ نے سمندر سے نکلتے دیکھا تھا۔ جن میں سے سات دہلی گایوں نے سات موٹی گایوں کو نگل لیا۔

جمع عجباء قیاس یہ چاہتا ہے کہ عجب ہو کیونکہ افعال فعلاء کی جمع فعال کے وزن پر نہیں آتی۔ لیکن حمل النظیر علی النظیر کے طریقہ پر سمان پر حمل کر کے جمع لائی گئی ہے۔

سبع سُبُلَت اسم عدد کے محذوف ہونے کی طرف اشارہ کر دیا۔ کیونکہ بقرات کی تقسیم سنبلات کی تقسیم کو بھی چاہتی ہے۔ احلام جمع حلم کی ہے۔ پریشان بے اصل خواب و خیال۔ اضغات ضغت کی جمع ہے خشک و تر گھاس۔ حال یوسف یہ معقول ہے تذکر کا ای تذکر حال یوسف۔

انا انبئکم یہ قال کا مقولہ ہے۔ تذرعون مفسر علام نے اشارہ کر دیا کہ امر کا صیغہ کبر کی صورت میں ہے مبالغہ کے لئے۔ ثم یاتی یہ تعبیر سے زائد بشارت ہے جو الہام یا وحی کی وجہ سے کی ہوگی اور یا خیال کیا ہوگا کہ عادت الہیہ ہے کہ ہر مصیبت کے بعد راحت ہوتی ہے۔ مابال النسوة زلیخا کا ذکر اس کے حق کی رعایت سے یا تا دبا نہیں کیا۔ ان ربی عزیز مصر مراد ہے اور علامہ زخشر کی نے اللہ مراد لیا ہے۔

﴿تشریح﴾:..... تورات کا بیان:..... تورات میں ہے کہ حضرت یوسف نے ساقیوں کے سردار کو اس خواب کی تعبیر یہ بتلائی تھی کہ تین دن کے اندر فرعون تجھے تیرے منصب پر بحال کر دے گا اور آگے کی طرح تو اس کے ہاتھ میں شراب کا جام دے گا اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا تھا کہ جب تو خوشحال ہو تو مجھے یاد رکھیو اور فرعون سے میرا ذکر کیجیو۔ کہ لوگ عبرانیوں کے ملک سے مجھے چرالائے اور یہاں لا کر بھی بغیر کسی قصور کے قید میں ڈال دیا اور باورچیوں کے سردار سے کہا تھا کہ تین دن کے اندر تیری موت کا فیصلہ ہو جائے گا۔ اور تیری لاش درخت پر لٹکائی جائے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ تیسرے دن فرعون کی سالگرہ کا دن تھا۔ اس دن سردار ساقی بحال کر دیا گیا۔ مگر باورچیوں کے سردار کو سزا ہو گئی۔ مگر رہا ہونے والے نے بحال ہو کر یوسف کو یاد نہ رکھا وہ یہ معاملہ بھول گیا۔

اسباب عادیہ کا اختیار کرنا چونکہ جائز ہے۔ اس لئے حضرت یوسف علیہ السلام کے اذکار فی عند ربک فرمانے پر کوئی اشکال نہیں ہونا چاہئے اور فلسفۃ الخ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ غیر اللہ سے حضرت یوسف کی درخواست کرنے کی سزا میں ان کو جیل خانہ میں رکھا گیا۔ بلکہ رہا ہونے والے کے بھول جانے پر اسے مرتب فرمایا ہے کہ اس کے بھولنے کی وجہ سے یوسف کی رہائی کا سامان نہیں ہوسکا۔ اس کے بعد حضرت یوسف کے حالات میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی اور وہ کئی سال قید خانہ میں پڑے رہے۔ اس کے بعد بادشاہ نے عجیب طرح کا خواب دیکھا اور جب درباری دانشمندوں سے تعبیر دریافت کی تو وہ کوئی تشفی بخش جواب نہ دے سکے۔

درباری خواب کی تعبیر سے واقف نہیں تھے:..... قالوا اضغاث احلام الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ درباری لوگ فن تعبیر سے واقف نہیں تھے۔ کیونکہ اول تو بادشاہ کے کلام ان کنتم للرؤیا تعبرون الخ میں شک پایا جاتا ہے۔ دوسرے خود درباریوں کے جواب ”وما نحن بتاویل الاحلام“ میں اس کے جاننے کا انکار معلوم ہو رہا ہے۔ رہا ان کا ”اضغاث احلام“ کہنا اس سے ان کا جاننا لازم نہیں آتا۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ تعبیر کی تفصیلات تو ہم نہیں جانتے۔ البتہ اتنا کہہ سکتے ہیں خوابوں کی جوشان ہوتی ہے وہ اس خواب میں نہیں پائی جاتی۔ اس لئے خواب کی بجائے یہ محض خیال معلوم ہوتا ہے تو اتنا جان لینا مہارت فن کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ اور اضغاث احلام کہنے کا منشاء بادشاہ کو بے فکر کرنا تھا۔ اس لئے یہ شبہ نہیں رہا کہ صرف دوسرا جملہ کافی تھا۔ پہلے جملہ کی ضرورت نہیں تھی۔ نیز ساقی کے انا انبشکم الخ کہنے سے بھی ظاہر ایہی معلوم ہوتا ہے کہ درباری فن تعبیر سے واقف نہیں تھے۔ ورنہ علماء تعبیر کے فیصلہ کے بعد ارکان سلطنت کے سامنے ایسی جرأت ہی نہ ہوتی اور چونکہ ان درباریوں کا یہ جواب باقاعدہ تعبیر نہ تھا۔ اس لئے حضرت یوسف نے جو خواب کی تعبیر دی وہی واقع ہوئی۔ ورنہ بروئے حدیث پہلی تعبیر اگر اصول تعبیر کے لحاظ سے صحیح ہوتی تو وہی واقع ہونی چاہئے تھی۔ ہاں! اگر قاعدہ کے اعتبار سے محتمل نہ ہو تو پھر اس کا واقع ہونا ضروری نہیں ہے۔ پس جہاں متعدد تعبیروں میں سے کوئی واقع نہ ہو تو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ تعبیر اصول کے موافق نہ تھی۔ اور فن تعبیر ایک مشکل ترین فن ہے۔ جس میں ظاہری اور باطنی دقیق اصول معیار بنائے بنتے ہیں۔ اس لئے ہر ایک اس کا اہل نہیں۔ شیخ ابن سیرین اس فن کے امام مانے گئے ہیں۔ ان کی ایک تالیف میں ان دقیق اصول کی طرف رہنمائی کی گئی ہے۔ اور حضرت یوسف کا تم یاتسی من بعد ذلک عام فرمانا ممکن ہے اس لئے ہو کہ ”سبع شداد“ سے مراد جب قحط ہے تو اتنے سالوں کے بعد پھر قحط نہیں رہنا چاہئے۔ یعنی بارش وغیرہ ہوگی۔

تورات کا بیان:..... تورات میں ہے کہ بادشاہ نے مصر کے تمام حکماء اور جادوگروں کو جمع کر کے تعبیر پوچھی۔ مگر کوئی اس کی تعبیر نہ بتلا سکا۔ جس سے بادشاہ کو اور زیادہ اشتیاق اور بے چینی پیدا ہوئی۔ چنانچہ اب جو یوسف علیہ السلام کی تعبیر بادشاہ کو پہنچی تو تعبیر اس درجہ واضح اور چسپاں تھی کہ سنتے ہی پھرک اٹھا اور ان کی ملاقات کا مشتاق اور گرویدہ ہو گیا۔ چنانچہ حکم دیا گیا کہ فوراً انہیں قید خانہ سے نکالا جائے اور باعز از تمام دربار میں لایا جائے۔ اس تعبیر سے بادشاہ کے دل میں حضرت یوسف کا اس درجہ احترام پیدا ہو گیا تھا کہ

اس نے ایک پیغامبران کے لانے کے لئے بھیجا۔ لیکن انہوں نے کہا میں اس طرح رہا ہونا پسند نہیں کرتا۔ پہلے میرے معاملہ کی تحقیقات کر لی جائے۔ کہ قید خانہ میں کیوں ڈالا گیا ہوں؟ اگر میں مجرم ہوں تو رہائی کا مستحق نہیں۔ اگر مجرم نہیں ہوں تو بلاشبہ مجھے رہا ہونا چاہیئے۔ اس سلسلہ میں حضرت یوسف نے عزیز مصر کی بیوی کی بجائے ان عورتوں کا ذکر اس لئے کیا کہ یوسف کو قید کرنے کے معاملہ میں ان کا بھی ہاتھ تھا۔ انہوں نے اپنی ناکامی کی ذلت مٹانے کے لئے جھوٹے الزام تراش لئے ہوں گے۔ یہی وجہ تھی کہ قید کا معاملہ ان کے معاملہ کے بعد ظاہر ہوا۔ عزیز مصر کی بیوی نے ان سب کے سامنے ان کی بے گناہی اور اپنی طلب و جستجو کا اقرار کیا تھا۔ پس یہ سب اس بات کی گواہ تھیں کہ عزیز مصر کی بیوی کے معاملہ میں ان کا دامن بے داغ ہے اور ان سب کے ساتھ جو معاملہ پیش آیا خود اس سے بھی عزیز مصر کی بیوی کا الزام بے اصل ثابت ہو گیا تھا۔ کیونکہ جس شخص کی پاکدامنی کا یہ حال ہو کہ تمام فتنہ گروں اور خوبروؤں کا متفقہ اظہار عشق بھی اسے مسخر نہ کر سکا۔ کیونکہ باور کیا جاسکتا ہے کہ ایسا آدمی اپنے آقا کی بیوی پر ہاتھ ڈالے اور ایسی حالت میں ہاتھ ڈالے کہ وہ متنفر اور گریزاں ہو دوسرے اس اخفائے نام میں ایک دقیق نکتہ یہ بھی ہے کہ جب عزیز مصر پر اپنی بیوی کا قصور ثابت ہو گیا تھا تو اس نے کہا تھا کہ جو ہوا سو ہوا۔ اب اس بات سے درگزر کرو اور اس کا چرچا نہ کیجیو کہ اس میں میری بدنامی ہے بعد میں اگرچہ عزیز مصر اپنی بات پر نہ رہا اور حضرت یوسف کو قید میں ڈال دیا۔ لیکن حضرت یوسف کا اخلاق ایسا نہ تھا کہ یہ بات بھول جاتے۔ عزیز نے انہیں غلام کی حیثیت سے خریدا تھا اور پھر اپنے عزیزوں کی طرح عزت و احترام کے ساتھ رکھا تھا۔ وہ اس کا یہ احسان نہیں بھول سکتے تھے۔ پس ان کی طبیعت نے گوارا نہیں کیا کہ اس موقع پر اس کی بیوی کا ذکر کر کے اس کی رسوائی کا باعث ہوں۔ صرف ہاتھ کاٹنے والی عورتوں کا ذکر کر دیا کہ ان میں کوئی نہ کوئی ضرور نکل آوے گی جو سچائی کے لحاظ سے باز نہیں رہے گی۔ عزیز مصر کی بیوی بھی اب وہ عورت نہیں رہی تھی جو چند سال پہلے تھی۔ اب وہ ہوس کی خام کاریوں سے نکل کر عشق کی پختگی و کمال تک پہنچ چکی تھی۔ اس کیلئے اب ممکن نہ تھا کہ اپنی رسوائی کے خیال سے اپنے محبوب کے سرالٹا الزام لگائے۔ جب عورتوں نے یوسف کی پاکی کا اقرار کیا تو اس نے بھی خود بخود اعلان کر دیا کہ سارا قصور میرا تھا وہ بے جرم اور راست باز ہے۔

لطف آیات: آیت لا یتیکما طعام الخ سے معلوم ہوا کہ بعض بزرگوں نے جو اپنے کمالات اس لئے بیان کئے ہیں کہ لوگ ان سے استفادہ کریں اور اس کی پرواہ نہیں کہ لوگ انہیں مدعی کہیں گے اس کا منشاء بھی یہی ہے۔ آیت اذ کرنسی عند ربک سے معلوم ہوا کہ جائز اسباب اختیار کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے اور اسے اپنے احسان کا عوض چاہنا نہ کہا جائے گا۔ کیونکہ احسان کرنے سے محبت پیدا ہو جاتی ہے اور محبت سے یہ استعانت گوارا ہو جاتی ہے۔ آیت تزدعون الخ سے معلوم ہوا کہ جس طرح حضرت یوسف نے اپنی فرمائش پوری نہ کرنے پر تعبیر دریافت کرنے والے پر کچھ ملامت نہیں کی بلکہ غایت و حلم و کرم سے فوراً تعبیر بتلانی شروع کر دی۔ ایسے ہی اہل طریق کی شان ہونی چاہیئے کہ ایسے شخص کے حقوق میں کمی نہ کریں۔ جو ان کے حق میں کمی کرے۔ آیت فسئلہ ما بال النسوة الخ سے معلوم ہوا کہ مقتدا کے شایان شان یہی بات ہے کہ اول اپنے اوپر آئی ہوئی تہمت کے ازالہ کا اہتمام کرے تاکہ اس کی دعوت حق میں تاثیر کی شان پیدا ہو سکے۔ حدیث لا حبب الداعی الخ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تواضع کے ساتھ حضرت یوسف کے کمال و حکم و استقلال کو بیان فرمادیا ہے۔



﴿پارہ نمبر ۱۳﴾

وَمَا أُبْرِئُ

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۱۸۷	اللہ کا علم و اندازہ اور قانون قدرت	۱۱۴۹	وما ابری نفسی
۱۸۷	حفاظت اور حوادث	۱۵۵	حضرت یوسفؑ کی براءت اور بادشاہ مصر کی درخواست
۱۸۷	اللہ کی ناراضی اس کی نافرمانی کے بغیر نہیں ہوتی	۱۵۶	تورات کا بیان
	کوئی برائی بھی حقیقی برائی نہیں ہے کہ اس میں اچھائی	۱۵۶	حضرت یوسفؑ کی زندگی کے دو دور
۱۸۸	کا نشان بھی نہ ہو	۱۵۷	تورات کا بیان
۱۸۹	شریعت کا بیان صحیح ہے یا فلسفہ ٹھیک کہتا ہے	۱۵۷	تقدیر پر تدبیر غالب نہ آسکی
۱۸۹	ربوبیت سے الوہیت پر اصرار	۱۵۷	اشکالات و جوابات
۱۸۹	بقاء النفع کا قانون اور اس کی دو مثالیں	۱۵۸	تقدیر کے سامنے تدبیر کی کچھ پیش نہ چل سکی
۱۹۴	شان نزول	۱۶۴	برادران یوسفؑ کا مصر میں دوبارہ آنا اور بنیامین کا ملاپ
۱۹۵	نیکوئوں اور نیکوں کا اعزاز	۱۶۵	ایک شبہ کا جواب
۱۹۹	مشرکین بھی آسمان میں خدا کا کوئی شریک نہیں مانتے	۱۶۵	شاہ مصر ایمان لایا تھا یا نہیں
۲۰۰	ایک اشکال کا حل	۱۶۵	حضرت یوسفؑ نے غیر شرعی عہدہ قبول کیوں کیا
۲۰۴	شان نزول	۱۶۶	برادران یوسفؑ ایک دفعہ پھر آزمائش میں پڑ گئے
۲۰۵	ہر پیغمبر پیام الہی اپنی قومی زبان میں پیش کرتا ہے	۱۶۶	زبان کے تیر و نشتر
۲۰۵	قوم اور امت کا فرق	۱۶۶	حضرت یعقوبؑ کا بیٹوں پر دھوکا دہی کا الزام صحیح تھا یا غلط
۲۰۵	قرآن صرف عربی زبان میں کیوں نازل کیا گیا	۱۶۷	نئے زخم سے پرانا زخم ہر اہو جاتا ہے اور میس بڑھ جاتی ہے
۲۰۶	صبر و شکر	۱۶۷	حضرت یوسفؑ کا پیمانہ صبر چھلک گیا
۲۰۶	قدرت کے اصول اٹل ہیں	۱۶۷	برادران یوسفؑ نے صدقہ خیرات کی درخواست کیسے کی
۲۰۷	خدا کی ہستی میں شک کرنا ایسا ہے جیسے خود اپنی ہی ہستی میں	۱۷۳	اللہ والوں کی نظر دور رس اور دور بین ہوتی ہے
	شک و شبہ کرنا	۱۷۴	بھائیوں کی معافی تلافی
۲۱۲	جہنمیوں کا حال پتلا ہوگا	۱۷۴	بچھڑے ہوؤں کا ملاپ
۲۱۲	آخرت میں کفار کی نجات کی کوئی صورت نہیں ہوگی	۱۷۴	سجدہ تعظیم کی حقیقت اور حکم
۲۱۲	دنیا میں مفید چیز ہی برقرار رکھی جاتی ہے	۱۷۵	اشتیاق موت
۲۱۳	آخرت میں جھوٹی پیروی کا رآمد نہیں ہوگی	۱۷۵	آنحضرت ﷺ کے پاس پچھلے واقعات
۲۱۳	ایک اشکال کا حل		معلوم کرنے کا ذریعہ وحی کے علاوہ دوسرا کوئی نہیں تھا
۲۱۷	بھلائی کی طرف بڑوں ہی کو آگے بڑھنا چاہئے	۱۸۰	خلاصہ سورت
۲۱۷	ربوبیت ہی دلیل معبودیت ہے	۱۸۱	قرآن کی حقانیت
۲۱۸	مادی اور شرعی اسباب یکجا ہو سکتے ہیں یا نہیں	۱۸۱	قدرت الہی کے تین درجے
۲۱۸	خدا کی بے شمار نعمتیں	۱۸۱	زمین پر قدرت الہی کی نشانیاں
۲۱۸	مشرکین مکہ کی ناشکری	۱۸۲	تاثیر کے لئے فاعل کے ساتھ جو ہر قابل کا ہونا ضروری ہے
۲۱۹	حضرت ابراہیمؑ کی پانچوں دعائیں مقبول	۱۸۲	اقرار آخرت عجیب نہیں بلکہ انکار آخرت عجیب تر ہے
۲۱۹	مشرکین کے حق میں دعاء ابراہیمؑ	۱۸۲	انسان اچھائی کی طرح برائی کے چاہنے میں بھی جلد باز ہے
۲۲۳	قیامت میں زمین و آسمان بدل جائیں گے		

وَمَا أَبْرَىٰ

ثُمَّ تَوَاضَعَ لِلَّهِ فَقَالَ وَمَا أَبْرَىٰ نَفْسِي مِنَ الزَّلَلِ إِنَّ النَّفْسَ الْجَنَسَ لَأَمَّارَةٌ كَثِيرَةٌ بِالْأَمْرِ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا بِمَعْنَى مَنْ رَحِمَ رَبِّي فَعَصِمَهُ إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٥٣﴾ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ أَسْتَخْلِصُهُ لِنَفْسِي أَجْعَلُهُ خَالِصًا لِي دُونَ شَرِيكَ فَجَاءَهُ الرَّسُولُ وَقَالَ أَجِبِ الْمَلِكَ فَقَامَ وَودَعَ أَهْلَ السِّجْنِ وَدَعَا لَهُمْ ثُمَّ اغْتَسَلَ وَلَبَسَ ثِيَابًا حَسَنًا وَدَخَلَ عَلَيْهِ فَلَمَّا كَلَّمَهُ قَالَ لَهُ إِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِينٌ أَمِينٌ ﴿٥٤﴾ ذُو مَكَانَةٍ وَأَمَانَةٍ عَلَى أَمْرِنَا فَمَاذَا تَرَى أَنْ نَفْعَلَ قَالَ اجْمَعِ الطَّعَامَ وَازْرَعْ زَرْعًا كَثِيرًا فِي هَذِهِ السِّنِينَ الْمُخَصَّصَةِ وَادْخِرِ الطَّعَامَ فِي سُنْبُلِهِ فَيَأْتِيَ إِلَيْكَ الْخَلْقُ لِيَمْتَارُوا مِنْكَ فَقَالَ مَنْ لِي بِهَذَا قَالَ يُوسُفُ اجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ أَرْضُ مِصْرَ إِنِّي حَفِظْتُ عَلَيْهِمْ ﴿٥٥﴾ ذُو حِفْظٍ وَعِلْمٍ بِأَمْرِهَا وَقِيلَ كَاتِبٌ وَحَاسِبٌ وَكَذَلِكَ كَانَعَا مِنَّا عَلَيْهِ بِالْخَلَاصِ مِنَ السِّجْنِ مَكْنًا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ أَرْضُ مِصْرَ يَتَّبِعُوا يَنْزِلُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ بَعْدَ الضِّيقِ وَالْحَبْسِ وَفِي الْقِصَّةِ أَنَّ الْمَلِكَ تَوَجَّهَ وَخَتَمَهُ وَوَلَّاهُ مَكَانَ الْعَزِيزِ وَعَزَلَهُ وَمَاتَ بَعْدَ فَرْوَجِهِ إِمْرَأَتُهُ زُلَيْخَا فَوَجَدَ هَاعِذْرَاءَ وَوَلَدَتْ لَهُ وَلَدَيْنِ وَأَقَامَ الْعَدْلَ بِمِصْرَ وَدَانَتْ لَهُ الرِّقَابُ نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَشَاءُ وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٥٦﴾ وَلَا جُرْأَ الْآخِرَةِ خَيْرٌ مِنْ أَجْرِ الدُّنْيَا لِلَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿٥٧﴾ وَدَخَلَتْ سِنَةُ الْقَحْطِ وَأَصَابَ أَرْضَ كِنَعَانَ وَالشَّامَ وَجَاءَ إِخْوَةُ يُوسُفَ إِلَّا بَنِيَامِينَ لِيَمْتَارُوا لِمَا بَلَغَهُمْ أَنَّ عَزِيزَ مِصْرَ يُعْطِي الطَّعَامَ بِثَمَنِهِ فَدَخَلُوا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ أَنَّهُمْ إِخْوَتُهُ وَهُمْ لَهُ مُنْكَرُونَ ﴿٥٨﴾ لَا يَعْرِفُونَهُ لِبُعْدِ عَهْدِهِمْ بِهِ وَظَنَّهُمْ هَلَاكَهُ فَكَلَّمُوهُ بِالْعِبْرَانِيَةِ فَقَالَ كَا لِمُنْكَرٍ عَلَيْهِمْ مَا أَقْدَمَكُمْ بِلَادِي فَقَالُوا لِلْمِيرَةِ فَقَالَ لَعَلَّكُمْ عُيُونٌ قَالُوا مَعَاذَ اللَّهِ قَالَ فَمِنْ أَيْنَ أَنْتُمْ قَالُوا مِنْ بِلَادِ كِنَعَانَ وَأَبُونَا يَعْقُوبُ نَبِيُّ اللَّهِ قَالَ وَلَهُ أَوْلَادٌ غَيْرُكُمْ قَالُوا نَعَمْ كُنَّا اثْنَى عَشَرَ فَذَهَبَ أَصْغَرُنَا

هَلَكَ فِي الْبَرِيَّةِ وَكَانَ أَحَبُّنَا إِلَيْهِ وَبَقِيَ شَقِيقُهُ فَاحْتَبَسَهُ لِيَتَسَلَّى بِهِ عَنْهُ فَأَمَرَ بِإِزَالِهِمْ وَإِكْرَامِهِمْ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ وَفِي لَهُمْ كَيْلُهُمْ قَالَ اتُّنُونِي بِأَخٍ لَكُمْ مِّنْ أَيْبِكُمْ أَيُّ بَنِيَامِينَ لَا أَعْلَمُ صِدْقَكُمْ فِيمَا قُلْتُمْ إِلَّا تَرَوْنَ أَنِّي أُوْفِي الْكَيْلَ أُتِمُّهُ مِنْ غَيْرِ بَحْسٍ وَأَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ ﴿۵۹﴾ فَإِنْ لَّمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِي أَيُّ مِيرَةٍ وَلَا تَقْرَبُونِ ﴿۶۰﴾ نَهَى أَوْ عَطَفَ عَلَى مَحَلٍّ فَلَا كَيْلَ أَيُّ تُحْرَمُوا وَلَا تُقْرَبُوا قَالُوا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ أَبَاهُ سَنَجْتَدُّ فِي طَلَبِهِ مِنْهُ وَإِنَّا لَفَاعِلُونَ ﴿۶۱﴾ ذَلِكَ وَقَالَ لِفَتِيْنِهِ وَفِي قِرَاءَةِ لِفَتِيَانِهِ غِلْمَانِهِ اجْعَلُوا بِضَاعَتَهُمُ الَّتِي اتَّوَابَهَا ثَمَنَ الْمِيرَةِ وَكَانَتْ دَرَاهِمُ فِي رِحَالِهِمْ أَوْعِيْتَهُمْ أَوْعِيْتَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُونَهَا إِذَا انْقَلَبُوا إِلَى أَهْلِهِمْ وَفَرَّغُوا أَوْعِيْتَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۶۲﴾ إِنَّا لَنَبْنِي لَكُمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ إِمْسَاكَهَا فَلَمَّا رَجَعُوا إِلَى أَبِيهِمْ قَالُوا يَا أَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ إِنْ لَّمْ تُرْسِلْ مَعَنَا أَخَانًا إِلَيْهِ فَارْسِلْ مَعَنَا أَخَانًا نَكْتَلُ بِالنُّونِ وَالْيَاءِ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴿۶۳﴾ قَالَ هَلْ مَا آمَنُكُمْ عَلَيْهِ إِلَّا كَمَا آمَنْتُكُمْ عَلَى أَخِيهِ يُوْسُفَ مِنْ قَبْلُ وَقَدْ فَعَلْتُمْ بِهِ مَا فَعَلْتُمْ فَاللَّهُ خَيْرٌ حَفِظًا وَفِي قِرَاءَةِ حَافِظًا تَمَيِّزٌ كَقَوْلِهِمْ لِلَّهِ دَرَّةٌ فَارِسًا وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّحِمِينَ ﴿۶۴﴾ فَارْجُوا أَنْ يَمَنَّ بِحِفْظِهِ وَلَمَّا فَتَحُوا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ إِلَيْهِمْ قَالُوا يَا أَبَانَا مَا نَبْغِي مَا اسْتِفْهَامِيَّةٌ أَيُّ شَيْءٍ نَطْلُبُ مِنْ إِكْرَامِ الْمَلِكِ أَعْظَمُ مِنْ هَذَا وَقُرَى بِالْفَوْقَانِيَةِ خِطَابًا لِيَعْقُوبَ وَكَانُوا ذَكَرُوا لَهُ إِكْرَامَهُ لَهُمْ هَذِهِ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ إِلَيْنَا وَنَمِيرُ أَهْلَنَا نَأْتِي بِالْمِيرَةِ لَهُمْ وَهِيَ الطَّعَامُ وَنَحْفِظُ أَخَانًا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيرٍ لِأَخِينَا ذَلِكَ كَيْلُ يَسِيرٍ ﴿۶۵﴾ سَهَّلَ عَلَى الْمَلِكِ لِسَخَائِهِ قَالَ لَنْ أُرْسِلَهُ مَعَكُمْ حَتَّى تُؤْتُونِ مَوْثِقًا عَهْدًا مِّنَ اللَّهِ بِأَنْ تَحْلِفُوا لَتَأْتِنَنِي بِهِ إِلَّا أَنْ يُحَاطَ بِكُمْ أَيُّ تَمُوتُوا أَوْ تُغْلَبُوا فَلَا تُطِيقُوا إِلَّا تَيَّانَ بِهِ فَاجَابُوهُ إِلَى ذَلِكَ فَلَمَّا أَتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ بِذَلِكَ قَالَ اللَّهُ عَلَى مَا نَقُولُ نَحْنُ وَأَنْتُمْ وَكَيْلٌ ﴿۶۶﴾ شَهِيدٌ وَأَرْسَلَهُ مَعَهُمْ وَقَالَ يُبْنَى لَا تَدْخُلُوا مِصْرَ مِنْ بَابٍ وَاحِدٍ وَادْخُلُوا مِنْ أَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ لِّئَلَّا تُصِيبَكُمْ الْعَيْنُ وَمَا أُغْنِي أَدْفَعُ عَنْكُمْ بِقَوْلِي ذَلِكَ مِّنَ اللَّهِ مِنْ زَائِدَةٍ شَيْءٌ قُدَّرَ عَلَيْكُمْ وَإِنَّمَا ذَلِكَ شَفَقَةٌ إِنْ مَا الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ وَحْدَهُ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ بِهِ وَثِقْتُ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ ﴿۶۷﴾ قَالَ تَعَالَى وَلَمَّا دَخَلُوا مِنْ حَيْثُ أَمَرَهُمْ أَبُوهُمْ أَيُّ مُتَفَرِّقِينَ مَا كَانَ يُغْنِي عَنْهُمْ مِّنَ اللَّهِ أَيُّ قَضَائِهِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا لَكِنْ حَاجَةٌ فِي نَفْسٍ يَعْقُوبَ قَضَاهَا وَهِيَ إِرَادَةُ دَفْعِ الْعَيْنِ شَفَقَةٌ وَإِنَّهُ لَدُوْعٌ لِّمَا عَلَّمْنَاهُ لِنَعْلِمَنَّا إِيَّاهُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ وَهُمْ الْكُفَّارُ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۶۸﴾ إِلَهُامُ اللَّهِ لَا وَلِيَّائِهِ

ترجمہ:..... (پھر حضرت یوسف تواضع اختیار کرتے ہوئے بولے) میں اپنے نفس کی پاکی کا دعویٰ نہیں کرتا (لغزشوں سے) آدمی کا نفس (کوئی بھی ہو) برائی کے لئے بڑا ہی ابھارنے والا بتلانے والا ہے۔ مگر ہاں (ما بمعنی من ہے) اسی حال میں کہ میرا پروردگار رحم کرے (اور اسے بچالے) بلاشبہ میرا پروردگار بڑا ہی بخشنے والا بڑا ہی رحم کرنے والا ہے اور بادشاہ نے حکم دیا یوسف کو میرے پاس لاؤ کہ اسے خاص اپنے لئے مقرر کروں۔ (اپنا پرائیویٹ سیکرٹری بنالوں۔ چنانچہ حضرت یوسف کے پاس قاصد یہ پیغام لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا۔ کہ چلئے بادشاہ نے یاد کیا ہے۔ حضرت یوسف نے تیاری فرمائی اور جیل خانہ والوں سے رخصتی ملاقات کی اور ان کے لئے دعائے خیر کی، شکر یہ ادا کیا اور نہادھو کر آراستہ لباس پہن کر بادشاہ کے پاس پہنچے پس جب بادشاہ نے (ان سے) باتیں کیں تو بادشاہ کہنے لگا آج کے دن تو ہماری نگاہوں میں بڑا صاحب اقتدار اور امانت دار انسان ہے (معزز و معتبر، اس لئے فرمائیے کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟ حضرت یوسف نے ارشاد فرمایا کہ غلہ کا اسٹاک کیجئے اور ان خوشحالی کے برسوں میں پیداوار کی اسکیموں پر زور دیجئے اور غلہ کو بالوں سمیت محفوظ رکھئے۔ تاکہ دوسروں کو غلہ کی برآمدگی میں سہولت رہے۔ بادشاہ بولا اس ذمہ داری کا اہل کون ہو سکتا ہے؟) فرمایا (یوسف نے) ملکی خزانوں پر (مصر میں) مجھے مختار بنادیتجئے۔ میں حفاظت کر سکتا ہوں اور میں خوب واقف ہوں (خزانوں کی دیکھ بھال اور جانچ پڑتال جانتا ہوں اور بعض نے حفیظ کے معنی کا تب کے اور علیم کے معنی محاسب کے لئے ہیں) اور اسی طرح (جیسے ہم نے انہیں جیل سے رہا کر کے انعام کیا) ہم نے سرزمین (مصر) میں یوسف کے قدم جمادیئے کہ جس جگہ چاہیں رہیں کہیں (تنگی اور جیل کی زندگی کے بعد اور قصہ کا باقی حصہ یہ ہے کہ بادشاہ نے یوسف کو تاج اور انگوٹھی پیش کی اور مدار المہام کے عہدہ پر انہیں مامور کر دیا۔ عزیز مصر کو معزول کر کے۔ اس کے بعد عزیز مصر کا انتقال ہو گیا اور بادشاہ نے اس کی بیوی زلیخا سے یوسف کی شادی کر دی۔ زلیخا ابھی تک باکرہ ہی تھی۔ چنانچہ ان سے دو بچے پیدا ہوئے اور حضرت یوسف نے مصر میں انصاف قائم کر دیا اور سب لوگوں نے یوسف کے آگے اپنی گردنیں جھکا دیں) ہم جس پر چاہیں اپنی عنایت متوجہ کر دیں اور ہم نیکی کرنے والوں کا اجر کبھی ضائع نہیں کرتے اور جو لوگ ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کیا۔ ان کے لئے تو آخرت کا اجر (دنیا کے اجر سے) کہیں زیادہ بہتر ہے (اور قحط سالی شروع ہو گئی اور کنعان اور شام اس کی لپیٹ میں آ گئے) اور یوسف کے بھائی آئے (بجز بنیامین کے اناج حاصل کرنے کے لئے نکل پڑے۔ جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ عزیز مصر قیمۃ غلہ دیتا ہے) پھر یوسف کے پاس پہنچے۔ سو یوسف نے تو انہیں پہچان لیا (کہ یہ میرے بھائی ہیں) مگر انہوں نے یوسف کو نہیں پہچانا (زیادہ زمانہ گزر جانے کی وجہ سے شناخت نہیں کر سکے۔ کیونکہ ان کے خیال میں تو یوسف مرگل چکے تھے۔ چنانچہ یوسف سے ان بھائیوں نے عبرانی زبان میں بات چیت کی تو حضرت یوسف نے انجان بن کر پوچھا کہ تم میرے ملک میں کیوں آئے ہو؟ عرض کیا غلہ حاصل کرنے کے لئے۔ حضرت یوسف بولے تم جاسوس تو نہیں ہو؟ تو کہنے لگے نہیں۔ خدا کی پناہ۔ پوچھا پھر تم کون لوگ ہو؟ بولے کہ کنعان کے رہنے والے ہیں اور حضرت یعقوب پیغمبر خدا کی اولاد ہیں۔ یوسف نے پوچھا کہ تمہارے غلا وہ کوئی اور اولاد بھی ہے؟ کہنے لگے ہاں ہم بارہ بھائی تھے۔ لیکن ہمارا ایک چھوٹا بھائی کہیں جنگل میں ہلاک ہو گیا اور سب سے زیادہ ہمارے والد کو اس سے محبت تھی۔ البتہ اس کا سگا بھائی موجود ہے جسے انہوں نے اپنے پاس تھام لیا ہے تاکہ اس سے کچھ تشفی تسلی رہے۔ اس کے بعد حضرت یوسف نے سب کو باعزاز ٹھیرایا) اور جب یوسف نے ان کا سامان تیار کر دیا (غلہ ٹاپ کر دے دیا) تو فرما دیا کہ تم اپنے علاقائی بھائی کو بھی ساتھ لانا (یعنی بنیامین کو تاکہ تمہاری بات کا سچ ہونا ظاہر ہو سکے) تم نے اچھی طرح دیکھ لیا ہے کہ میں پورا ٹاپ کر دیتا ہوں (بغیر کمی کئے پورا دیتا ہوں) اور میں سب سے زیادہ مہمان نوازی کرتا ہوں۔ لیکن اگر اسے میرے پاس نہ لائے تو پھر یاد رکھو نہ میرے پاس تمہارے نام کا غلہ ہوگا اور نہ تم میرے

پاس آنا (یہ نبی کا صیغہ ہے یا فلا کیل کے محل پر معطوف ہے یعنی تم محروم رہو گے میرے پاس مت آنا) وہ بولے ہم اس کے والد کو اس بات کی ترغیب دیں گے (ہم اس کے لانے میں پوری کوشش کریں گے) اور ہم ضرور اس کام کو کریں گے اور یوسف علیہ السلام نے اپنے نوکروں کو حکم دیا کہ ان لوگوں کی پونجی (جو کچھ پیسے اناج خریدنے کے لئے لائے ہیں) ان ہی کے بوروں (خرجین) میں رکھ دو۔ جب یہ لوگ اپنے گھر کی طرف لوٹیں گے (اور اپنا سامان کھولیں گے) تو بہت ممکن ہے اپنی پونجی دیکھ کر پہچان لیں اور پھر عجب نہیں کہ دوبارہ آجائیں (ہمارے پاس۔ کیونکہ وہ اسے اپنے پاس رکھنا جائز نہیں سمجھیں گے) غرض جب یہ لوگ اپنے باپ کے پاس پہنچے کہنے لگے۔ اے ابا! آئندہ کو ہمارے لئے غلہ کی روک کر دی گئی ہے (اگر آپ نے ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو نہ بھیجا) پس ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے۔ کہ غلہ لاسکیں (نون اور یاء کے ساتھ ہے) اور ہم اس کی پوری حفاظت رکھیں گے۔ حضرت یعقوبؑ نے فرمایا: بس میں اس کے بارہ میں بھی تمہارا ویسا ہی اعتبار کرتا ہوں جس طرح پہلے اس کے بھائی (یوسف) کے بارے میں کر چکا ہوں (اور تم نے اس کے ساتھ بس جو کچھ کیا وہ کیا ہی ہے) سو اللہ ہی سب سے بہتر حفاظت کرنے والا ہے (اور ایک قرأت میں حفیظا کے بجائے حافظا ہے للہ درہ فارسا کی طرح تمیز ہوگی) اور اس سے بڑھ کر رحم کرنے والا کوئی نہیں ہے (اس لئے مجھے امید ہے کہ وہ اپنی حفاظت سے نوازے گا) اور جب ان لوگوں نے اپنا سامان کھولا تو دیکھا کہ ان کی پونجی ان ہی کو لوٹا دی گئی ہے۔ کہنے لگے اے ابا! اس سے زیادہ ہمیں اور کیا چاہیئے (ما استفہامیہ ہے یعنی بادشاہ کی اس عزت افزائی سے زیادہ اور کیا چیز ہمیں چاہیئے اور ایک قرأت میں تبسغی تائے فوقانیہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ حضرت یعقوبؑ کو خطاب کرتے ہوئے کہا۔ کیونکہ ان لوگوں نے اپنے والد کے سامنے بادشاہ کی عزت افزائی کا حال سنایا تھا) دیکھو یہ ہماری جمع پونجی بھی تو ہمیں لوٹا دی گئی ہے ہم اپنے گھر والوں کے لئے اور رسد (غلہ اور خوراک) لے کر آئیں گے اور اپنے بھائی کی ہم حفاظت کریں گے اور ایک اونٹ کا بوجھ غلہ اور زیادہ لے لیں گے (اپنے بھائی کا حصہ) یہ غلہ تو بہت تھوڑا ہے (بادشاہ غنی ہے اس لئے اسے بھی ناگوار نہیں گزرے گا) یعقوبؑ نے فرمایا کہ میں اسے کبھی تمہارے ساتھ نہیں بھیجوں گا جب تک اللہ کی قسم کھا کر مجھے پکا قول نہیں دو گے کہ تم اسے ضرور ہی لے آؤ گے۔ ہاں اگر کہیں گھر ہی جاؤ تو مجبوری ہے (یعنی اگر تم ہی مر جاؤ یا مغلوب ہو جاؤ جس سے تم میں اسے لانے کی طاقت نہ رہے تو دوسری بات ہے۔ غرضیکہ اس پابندی کو انہوں نے مان لیا) پس جب وہ (اس بارے میں) قسم کھا کر اپنے والد کو قول دے چکے تو یعقوب علیہ السلام بولے کہ ہم لوگ جو کچھ بات چیت کر رہے ہیں۔ یہ سب اللہ کے حوالہ ہے (اللہ نگہبان ہے۔ چنانچہ بنیامین کو دوسرے بھائیوں کے ساتھ بھیج دیا) اور یعقوبؑ نے فرمایا کہ تم لوگ (شہر میں) ایک دروازہ سے داخل مت ہونا بلکہ الگ الگ دروازوں سے جانا (تاکہ تمہیں نظر بد نہ لگ جائے) اور میں اللہ کے حکم کو (اپنے اس کہنے کی وجہ سے) تم پر سے ٹال نہیں سکتا (تمہارے بارے میں اس کے تقدیری فیصلہ کو روک نہیں سکتا۔ البتہ یہ باتیں صرف شفقت کہہ رہا ہوں) حکم تو بس اللہ ہی کا چلتا ہے۔ اسی پر بھروسہ (اعتماد) رکھتا ہوں اور وہی ہے جس پر تمام بھروسہ کرنے والوں کو بھروسہ رکھنا چاہیئے (حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں) اور جب باپ کے فرمانے کے مطابق وہ سب جا داخل ہوئے (یعنی الگ الگ) تو باپ کا ارمان پورا ہو گیا۔ ان کا خیال بیٹوں سے اللہ کے حکم کو ماننا نہیں تھا۔ لیکن یعقوبؑ کے دل میں ایک ارمان تھا۔ جس کو انہوں نے ظاہر کر دیا (یعنی شفقت بدنگاہی سے اولاد کو محفوظ رکھنا) اور بلاشبہ وہ بڑے عالم تھے کہ ہم نے ان پر علم کی راہ کھول دی تھی (ہم نے انہیں سکھلا دیا تھا) لیکن اکثر لوگ (کفار) نہیں جانتے (اللہ اپنے خاص بندوں کو جواہرام کرتا ہے)۔

تحقیق و ترکیب: وما ابرئ حضرت یوسفؑ کے انی لم اخنہ کہنے سے خود ستائی معلوم ہو رہی تھی۔ اس لئے برأت

کی ضرورت پیش آئی اور بعض کی رائے ہے کہ یہ زلیخا کا قول ہے ان النفس جنس نفس مراد ہے کوئی خاص نفس مراد نہیں ہے۔

وَدَعَا لَهُمْ قَيِّدِيۡوْنَ كَے حَقِّ مِیۡں یَہ دَعَا كِی اللّٰہم اَعْطِفْ قُلُوۡبَ الصّٰلِحِیۡنَ عَلَیْہِمۡ وَلَا تَسْتَرْ لِّلَاخْبَارِ عَنْہُمۡ اور جیل خانہ كَے دروازہ پر یہ عبارت لكھ دی ہذہ منازل البلوی و قبور الاحیاء و شماتۃ الاعداء و تجوبۃ الاصدقاء۔

فَلَمَّا كَلَّمَهُ سَب سے پہلے حضرت یوسفؑ نے عربی زبان میں سلام کیا تو بادشاہ نے حیرت سے پوچھا یہ کونسی زبان ہے۔ فرمایا میرے چچا حضرت اسماعیلؑ کی زبان ہے۔ اس كَے بعد عبرانی زبان میں باتیں كرنے لگے تو بادشاہ نے پھر حیرت سے پوچھا یہ کونسی زبان ہے؟ فرمایا یہ میرے باپ دادا کی زبان ہے۔ لیکن بادشاہ ستر زبانیں جاننے كے باوجود یہ دونوں زبانیں نہیں جانتا تھا۔ برخلاف اس كے بادشاہ جس زبان میں بات كرتا حضرت یوسفؑ اسی زبان میں جواب دیتے۔ حالانكہ ان کی عمر كل تیس سال تھی۔ جس میں سے تیرہ سال کی مدت تو زلیخا كے یہاں اور قید تنہائی میں گزری تھی۔ غرض كہ كمسنی كے باوجود اس كمال كو ديكھ كر بادشاہ تو فریفتہ ہو گیا۔

اجعلنی عہدہ کی طلب یا توجی الہی سے کی ہوگی یا ضرورت كے موقعہ پر منصب کی طلب جائز ہے۔ فی الارض مصر کی حدود چالیس میل مربع تھی۔

فَرَّوَجَہ كہا جاتا ہے كہ اپنے شوہر كے مرنے كے بعد زلیخا دنیا كے عیش سے الگ تھلگ ہو گئی تھی اور اپنا برا حال كر لیا تھا۔ حضرت یوسفؑ كے انتظار دید میں سر راہ كھڑی رہتی۔ مگر حضرت یوسفؑ کی ملاقات نہ ہونے سے تنگ دل رہتی۔ بتوں کی نذر و نیاز سے بھی جب كام نہ چلا تو ان بتوں پر بھی لات ماری اور اللہ کی طرف رجوع ہو گئی۔ آخر كار یوسف علیہ السلام تك رسائی ہوئی۔ اس کی اس شكستہ حالی سے وہ بھی ملول و متاثر ہوئے۔ پوچھا کیا چاہتی ہے؟ كہنے لگی كہ تمہارے فراق میں میری جوانی لٹ گئی اور میری آنکھیں چلی گئیں۔ دعا کیجئے كہ میرا حسن و جمال اور شباب واپس آجائے اور پھر آپ سے شادی کی آرزو ہے۔ چنانچہ یہ سب مرادیں پوری ہوئیں۔

• اخوة یوسف چونكہ غلہ آنے والے كو ملتا تھا۔ غائب اور غیر حاضر لوگوں كے نام سے نہیں دیا جاتا تھا۔ اس لئے ایک دم دس بھائی آئے تا كہ غلہ کی مقدار کافی ہاتھ لگے۔

لَا یَعْرِفُوۡنَہ تقریباً چالیس سال كا عرصہ گزر چكا تھا۔ نیز خلاف توقع حضرت یوسفؑ میں غیر معمولی تغیر پیش آچكا تھا۔ پھر شاہی رعب و ہیبت الگ۔ ان سب وجوہ سے بھائی پہچان نہیں سكے۔

اجعلوۡا بضاعَتَہُم تا كہ حضرت یوسفؑ کی بخشش ظاہر ہو سكے اور دوبارہ آنے میں سہولت ہو سكے اور یہ خیال ہوا ہوگا كہ قحط كا زمانہ ہے ممكن ہے والد كے پاس اخراجات نہ ہوں۔ نیز بے منت حسن سلوك كرنا ہوگا یا بھائیوں سے قیمت لینا پسند نہیں كیا ہوگا اور یا ان کی دیانت و امانت پر اعتماد كر كے یہ كارروائی کی ہوگی۔

ابواب متفرقة چاروں طرف شہر پناہ كے دروازے مراد ہیں۔

لنلا تصیبكم العین اہل سنت كے نزدیک نظر بد میں بھی تلوار اور زہر کی طرح تاثیر ہوتی ہے۔ گویا یہ بھی سبب عادی ہے اور فلاسفہ کی رائے یہ ہے كہ بد نظر شخص کی نگاہ سے زہریلی شعاع برآمد ہو كر جس چیز پر پڑتی ہے۔ وہ ہلاك ہو جاتی ہے تو گویا بد نظری میں بالذات تاثیر ہوتی ہے۔ لیكن ان كا خیال غلط اور گمراہی ہے۔ الاحاجۃ یہ استثناء منقطع ہے بمعنی لكن ان لم یكن تعرفہم دافعا عنہم من قدر اللہ شیئا لكن حاجۃ فی نفس یعقوب۔

﴿تشریح﴾: حضرت یوسفؑ کی برأت اور بادشاہ مصر کی درخواست: حضرت یوسف علیہ السلام كے اس اہتمام برأت سے معلوم ہوا كہ تہمت اور الزام كے صاف كرنے میں كوشش كرنا مطلوب چیز ہے احادیث سے بھی اس کی

مطلوبیت معلوم ہوتی ہے۔ اس کا ایک فائدہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ غیبت سے بچتے ہیں۔ اپنا دل بھی تشویش سے محفوظ رہتا ہے۔ اور عزیز مصر کو اگرچہ برأت سے پہلے معلوم تھی۔ تاہم اس یقین کو مضبوط کرنا اور عوام کی بدنامی سے بچنا مزید مصلحت تھی۔ جب تحقیقات کا نتیجہ ظاہر ہو گیا تو حضرت یوسف بادشاہ سے ملنے کے لئے تیار ہو گئے۔ کیونکہ اب ان کی رہائی بادشاہ کی بخشش نہ رہی تھی۔ بلکہ ان کا اپنا حق ہو گئی۔ اس معاملہ نے بادشاہ کا اشتیاق اور زیادہ کر دیا۔ اس نے خیال کیا جس شخص کی راست بازی، امانت داری اور وفائے عہد کا حال یہ ہے۔ تو اس سے بڑھ کر مملکت کے کاموں کے لئے اور کون موزوں ہو سکتا ہے؟ اس لئے کہا کہ فوراً میرے پاس لاؤ۔ میں اسے اپنے کاموں کے لئے خالص کر لوں گا۔ چنانچہ حضرت یوسف آئے اور پہلی ہی ملاقات میں بادشاہ اس درجہ مسحور ہوا کہ بول اٹھا کہ مجھے تم پر پورا بھروسہ ہے۔ تم میری نگاہ میں بڑا مقام رکھتے ہو۔ مجھے بتلاؤ اس آنے والی مصیبت سے جس کی تعبیر خواب میں دی گئی ہے مملکت کیوں کر بچائی جاسکتی ہے؟

حضرت یوسف نے کہا۔ اس طرح کہ ملک کی آمدنی کے تمام وسائل میرے ماتحت کر دیئے جائیں۔ میں علم و بصیرت کے ساتھ اس کی حفاظت کر سکتا ہوں۔ معلوم ہوا کہ جب کسی کام کی لیاقت اپنے اندر منحصر دیکھے اور مقصود نفع رسانی ہو، نفس پروری پیش نظر نہ ہو تو خود اس کی درخواست کرنا بھی جائز ہے، غرضیکہ بادشاہ نے ایسا ہی کیا۔ حضرت یوسف جب دربار سے نکلے تو تمام مملکت مصر کے حکمران اور مختار تھے۔

تورات کا بیان:..... تورات میں ہے کہ فرعون نے یوسف کی باتیں سن کر درباریوں سے کہا۔ ہم ایسا آدمی کہاں پاسکتے ہیں جیسا یہ ہے۔ جس میں خدا کی روح بول رہی ہے؟ پھر یوسف سے کہا دیکھو میں نے ساری زمین مصر پر تجھے حکومت بخشی۔ صرف ایک تخت نشینی ہی میں تجھ سے اوپر رہوں گا۔ بادشاہ نے اپنی انگوٹھی اتار کر یوسف کو پہنادی اور گلے میں سونے کا طوق ڈالا اور کتان کا لباس عطا کیا اور اپنی رتھ سواری کودی۔ کہ شاہی رتھوں میں دوسری رتھ تھی۔ پھر جب وہ نکلا تو اس کے آگے آگے نقیب پکارتے تھے ”سب ادب سے رہو“ اور فرعون نے حکم دیا کہ یوسف کو صاحب مملکت کے نام سے یاد کیا جائے۔

حضرت یوسف کی زندگی کے دو دور:..... حضرت یوسف کی مصری زندگی کے دو انقلاب انگیز نقطے تھے ایک وہ جب غلام ہو کر بکے اور پھر عزیز کی نظروں میں ایسے معزز ہوئے کہ اس علاقہ کے مختار ہو گئے۔ دوسرا دور یہ کہ قید خانہ سے نکلے اور نکلتے ہی وہاں پہنچ گئے۔ جہاں حکمران کی مسند جلال پر جلوہ آراء نظر آئے۔ پس جب پہلے انقلاب تک سرگذشت پہنچی تھی۔ تو آیت کذلک مَکِّنَّا لِيُؤسِفَ فِي الْأَرْضِ میں حکمت الہی کی کرشمہ سنجیوں پر توجہ دلائی گئی تھی اور دوسرا انقلاب پیش آیا تو اسی طرح آیت کذلک مَکِّنَّا لِيُؤسِفَ فِي الْأَرْضِ فرمایا گیا ہے اور لا نَضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ میں یہ بتلانا ہے کہ ہمارے قانون میں نیک عملی کا بیج کبھی ضائع نہیں ہوتا۔ ضروری ہے کہ پھل لائے۔

بہر حال پہلے سات سال بڑھتی کے گزرے اور جو تدبیر تجویز کی تھی۔ اسی کے مطابق انہوں نے غلہ کے ذخیرے جمع کر لئے پھر جب قحط کے سال شروع ہوئے تو وہی ذخیرے کام میں لائے گئے اور حکومت کی جانب سے غلہ تقسیم ہونے لگا۔ تورات میں ہے کہ ”تمام روئے زمین پر کال پڑ گیا تھا“ یعنی مصر کے تمام اطراف و جوانب قحط کی لپیٹ میں آ گئے۔ حضرت یوسف کی بخشش کا غلغلہ دور دور پہنچا تو ان کے بھائی بھی کنعان سے غلہ کی فراہمی کے لئے آئے اور اس طرح اس سرگذشت کا آخری باب اپنی عجیب و غریب عبرتوں اور نصیحتوں کے ساتھ ظاہر ہونا شروع ہوا حضرت یوسف انہیں دیکھتے ہی پہچان گئے۔ لیکن وہ کیوں کر پہچان سکتے تھے؟ کیونکہ

اول تو یوسف جب گھر سے جدا ہوئے سترہ برس کے تھے اور اب چالیس کے لگ بھگ عمر تھی۔ پھر اس بات کا کہ گمان ہو سکتا تھا۔ کہ چند سکوں کا بکا ہوا غلام مصر کا حکمران ہوگا۔ حضرت یوسف نے جب انہیں دیکھا ہوگا تو گھر کا سارا نقشہ نگاہوں کے سامنے گھوم گیا ہوگا اس لئے کھود کھود کر ان سے گھر کے حالات پوچھے اور چلتے وقت کہا کہ اگر پھر آنا ہو تو یاد رکھنا اب کے میں غلہ ج بھی دوں گا کہ اپنے بھائی بنیامین کو بھی ساتھ لاؤ۔

تورات کا بیان:..... تورات میں ہے کہ یہ صورت اس طرح پیش آئی کہ یوسف نے انہیں جاسوس کہا تھا۔ جب انہوں نے اپنی بریت میں اپنے گھرانے کے حالات سنائے تو ان کی بات پکڑ لی اور کہا کہ تم کہتے ہو تمہارا ایک بھائی اور بھی ہے؟ اچھا اسے بھی اپنے ساتھ لاؤ تا کہ تمہارے بیان کی تصدیق ہو جائے اور اس وقت تک کے لئے ایک آدمی یہاں چھوڑ جاؤ۔

تقدیر پر تدبیر غالب نہ آسکی:..... ممکن ہے اسی جاسوسی کے شبہ کی وجہ سے حضرت یعقوب نے بھائیوں کو نصیحت کی ہو کہ ایک ہی راستہ سے مصر میں مت داخل ہونا ورنہ کہیں مصریوں کے شبہ کو مزید تقویت نہ ہو جائے۔ لیکن جو کچھ پیش آنے والا تھا وہ دوسرا ہی معاملہ تھا۔ جاسوسی کی بناء پر نہیں بلکہ ایک دوسری مصلحت کی بناء پر بنیامین کو روک لیا اور جس بات کی احتیاط کی تھی وہی پیش آگئی اور یہ احتیاط کچھ کام نہ دے سکی۔ ہاں حضرت یعقوب نے ایک خطرہ محسوس کیا تھا۔ سو اپنی جگہ اس کی پیش بندی کر لی۔ پھر آگے ان کے علم و دانشمندی کا بھی اظہار کر دیا۔ تا کہ واضح ہو جائے۔ انہوں نے جو احتیاط کی تھی وہ گو کام نہ دے سکی لیکن یہ قصور علم کی وجہ سے نہیں ہوا۔ علم کا تقاضا تو یہی تھا کہ تدبیر و احتیاط میں کمی نہ کرتے اور پھر سب کچھ اللہ پر چھوڑ دیتے جیسا کہ فی الحقیقت انہوں نے کیا۔

اشکالات و جوابات:..... یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت یوسف نے جس طرح اپنے بھائی بنیامین کے بلانے کی تدبیر کی۔ اپنے والدین کے بلانے کا اہتمام کیوں نہیں کیا۔ چاہے صاف طور سے اپنے حال کی اطلاع کر کے یا کسی دوسری تدبیر سے؟ جواب یہ ہے کہ ممکن ہے آپ کو وحی سے معلوم ہو گیا کہ ابھی ملاقات مقدر نہیں یا دوسری کوئی مصلحت سامنے ہو اس لئے کوشش نہیں کی۔ رہا یہ شبہ کہ حضرت یعقوب اور حضرت یوسف مشہور ہونے کے باوجود پھر کیسے ایک دوسرے پر مخفی رہے؟ جواب یہ ہے کہ کسی مصلحت کے پیش نظر قضاء و قدر کی وجہ سے ایسا ہوا ہے۔

البتہ یہ شبہ کہ حضرت یعقوب کو جب ان بیٹوں کا ایک دفعہ حضرت یوسف کے بارے میں تجربہ ہو چکا تھا پھر بنیامین کو خطرہ میں کیوں ڈالا؟

جواب یہ ہے کہ نہ بھیجنے کی صورت میں غلہ نہ ملتا۔ اس لئے نقصان یقینی تھا اور بھیجنے کی صورت میں نقصان محتمل تھا۔ اس لئے آپ نے احتمالی نقصان کو یقینی پر ترجیح دی اور قسم وغیرہ سے اس محتمل نقصان کا تدارک بھی کرنا چاہا۔ غرضیکہ ان کا بھیجنا جائز ہی نہیں بلکہ ضروری ہو گیا۔

ایک شبہ یہ بھی ہے کہ پہلی دفعہ جب یہ صاحبزادے غلہ لے گئے اس وقت حضرت یعقوب نے لا تدخلوا من باب واحد کی نصیحت کیوں نہیں فرمائی؟

اس کے دو جواب ہیں ایک تو یہ کہ اس وقت تک مصر والے انہیں پہچانتے نہ تھے اس لئے کسی کے التفات کا شبہ بھی نہیں ہوا ہوگا۔ چہ جائیکہ نقصان پہنچتا۔ لیکن جانے پر حضرت یوسف نے جو خصوصی برتاؤ کیا اس سے لوگوں کی نظریں پڑنے لگیں۔ سب شکیل و وجہ بھی تھے۔ جس سے نظر بد اور حسد کا احتمال تھا۔ پھر جاسوسی کا شبہ بھی ڈالا جا چکا تھا۔ اس لئے کافی احتیاط سے کام لیا گیا۔ دوسرے یہ

کہ زیادہ مقصود بنیامین کی حفاظت تھی۔ اس دفعہ وہ ساتھ تھے اور پہلی بار وہ نہیں گئے تھے۔

تقدیر کے سامنے تدبیر کی کچھ پیش نہ چل سکی:..... آیت ماکان یعنی الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یعقوب کی تدبیر مفید نہیں رہی۔ حالانکہ نظر بد اور حسد وغیرہ نقصانات سے یقیناً بچت رہی۔ جس سے معلوم ہوا کہ نفع ہوا؟

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ نفع نہ ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ حضرت یعقوب کا مقصود اصلی جو یہ تھا کہ ان پر کسی بھی طرح کا کوئی حادثہ نہ آئے بالکل محفوظ و سلامت رہیں۔ حسد وغیرہ کی تخصیص مقصود نہیں تھی اور اس مقصد میں کامیابی نہیں ہوتی۔ چنانچہ ان کے ذہن میں وہی باتیں آئیں جو واقع ہونے والی نہیں تھیں اور ان ہی کی تدبیریں بتلا دیں۔ لیکن جو باتیں مقدر تھیں وہ ذہن ہی میں نہ آئیں اور واقع ہو گئیں۔ پس تدبیر کا نفع نہ ہونا بلحاظ مقصود اصلی کے صحیح ہوا۔

اور لا تدخلوا الخ سے مقصد اس قول کا نقل کرنا یا ایسی تدبیروں کی ترغیب دینا نہیں ہے۔ بلکہ اس شبہ کا جواب دینا ہے کہ ایسی تدبیر نبوت کی شان کے خلاف نہیں ہیں کیونکہ ان کو موثر حقیقی نہیں سمجھا گیا۔ اور توکل کے ساتھ تدبیر کرنا شان نبوت کے منافی نہیں ہے۔ ہاں اگر نظر بد کوئی چیز نہ ہوتی۔ پھر بھی شبہ ہو سکتا تھا۔ لیکن جب نقلی دلیل اور تجربہ سے اس کا موثر ہونا ثابت ہے تو اب بالکل شبہ کی گنجائش نہیں رہی۔

لطا ئف آیات:..... آیت اجعلنی علی خزائن الارض الخ سے معلوم ہوا کہ کسی منصب اور عہدہ کی درخواست سے اگر اپنا کوئی نقصان نہ ہو بلکہ دوسروں کا نفع ہو تو یہ خلاف کمال نہیں ہے۔

آیت الا تسرون انی اوفی الکیل الخ سے معلوم ہوا کہ اگر اپنی تعریف مقصود نہ ہو بلکہ کوئی مصلحت پیش نظر ہو تو اپنی خوش معاملگی کو ظاہر کرنا خلاف تواضع نہیں ہے۔

آیت لن ارسله الخ سے معلوم ہوا کہ جائز تدبیر خلاف توکل نہیں ہے۔

آیت کذلک کدنا الخ سے معلوم ہوا کہ کامل شخص کے افعال افعال حق کے مظہر ہوتے ہیں۔

وَلَمَّا دَخَلُوا عَلَى يُوسُفَ أَوَىٰ ضَمَّ إِلَيْهِ أَخَاهُ قَالَ إِنِّي أَنَا أَخُوكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٦٩﴾ مِنَ الْحَسَدِ لَنَا وَآمْرُهُ أَنْ لَا يُخْبِرَهُمْ وَتَوَاطَأَ مَعَهُ عَلَىٰ أَنَّهُ سَيَحْتَالُ عَلَىٰ أَنْ يُثَبِّتَهُ عِنْدَهُ فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَّازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ هِيَ صَاعٌ مِنْ ذَهَبٍ مُرْصَعٍ بِالْجَوَاهِرِ فِي رِجْلِ أَخِيهِ بَنِيَامِينَ ثُمَّ أَذِنَ مُؤَذِّنٌ نَادَىٰ مُنَادٍ بَعْدَ انْفِصَالِهِمْ عَنْ مَجْلِسِ يُوسُفَ أَيَّتُهَا الْعِيرُ الْقَافِلَةُ إِنَّكُمْ لَسَرِقُونَ ﴿٧٠﴾ قَالُوا وَقَدْ أَقْبَلُوا عَلَيْهِمْ مَاذَا مَا الَّذِي تَفْقِدُونَ ﴿٧١﴾ قَالُوا نَفَقْدُ صَوَاعَ صَاعِ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ مِنَ الطَّعَامِ وَأَنَا بِهِ بِالْحِمْلِ رَاعِيٌّ ﴿٧٢﴾ كَفِيلٌ قَالُوا تَاللَّهِ قَسَمَ فِيهِ بِمَعْنَى التَّعَجُّبِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كُنَّا سَارِقِينَ ﴿٧٣﴾ مَا سَرَقْنَا قَطُّ قَالُوا أَيُّ الْمُؤَذِّنِ وَأَصْحَابِهِ فَمَا جَزَاؤُهُ أَيُّ السَّارِقِ إِنْ كُنْتُمْ كَذِبِينَ ﴿٧٤﴾ فَبِي قَوْلِكُمْ مَا كُنَّا سَارِقِينَ وَوُجِدَ فِيكُمْ قَالُوا جَزَاؤُهُ

مُبْتَدَأُ خَبْرَهُ مَنْ وَجَدَ فِي رَحْلِهِ يَسْتَرِقُ ثُمَّ أَكَّدَ بِقَوْلِهِ فَهُوَ آيِ السَّارِقِ جَزَاؤُهُ آيِ الْمَسْرُوقِ لَا غَيْرُ
وَكَانَتْ سُنَّةُ آلِ يَعْقُوبَ كَذَلِكَ الْجَزَاءِ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ﴿۷۵﴾ بِالسَّرْقَةِ فَضَرَفُوا إِلَى يُوسُفَ لِتَفْتِيشِ
أَوْعِيَّتِهِمْ فَبَدَأَ بِأَوْعِيَّتِهِمْ فَفَتَّشَهَا قَبْلَ وَعَاءِ أَخِيهِ لِئَلَّا يَتَّهِمُ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا آيِ السَّقَايَةِ مِنْ وَعَاءِ
أَخِيهِ قَالَ تَعَالَى كَذَلِكَ الْكَيْدُ كَذْنَا لِيُوسُفَ عَظَمْنَا الْإِحْتِيَالَ فِي أَخْذِ أَخِيهِ مَا كَانَ يُوسُفُ لِيَأْخُذَ
أَخَاهُ رَقِيقًا عَنِ السَّرْقَةِ فِي دِينِ الْمَلِكِ حُكْمِ مَلِكٍ مُضَرٍّ لِأَنَّ جَزَاؤَهُ عِنْدَهُ الضَّرْبُ وَتَغْرِيمُ مِثْلِي
الْمَسْرُوقِ لَا الْإِسْتِرْفَاقُ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ أَخْذَهُ بِحُكْمِ أَبِيهِ آيِ لَمْ يَتِمَّ كُنْ مِنْ أَخْذِهِ إِلَّا بِمَشِيئَةِ اللَّهِ تَعَالَى
بِالْهَامِ سُؤَالَ إِخْوَتِهِ وَجَوَابَهُمْ بِسُنَّتِهِمْ نَرَفَعُ دَرَجَتِ مَنْ نَشَاءُ بِالْإِضَافَةِ وَالتَّنْوِينِ فِي الْعِلْمِ كَيُوسُفَ
وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ مِنَ الْمَخْلُوقِينَ عَلَيْهِمُ ﴿۷۶﴾ أَعْلَمُ مِنْهُ حَتَّى يَنْتَهِيَ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى قَالُوا إِنْ يَسْرِقْ
فَقَدْ سَرَقَ أَخٌ لَهُ مِنْ قَبْلُ آيِ يُوسُفَ وَكَانَ سَرَقَ لِأَبِي أُمِّهِ صَنَمًا مِنْ ذَهَبٍ فَكَسَّرَهُ لِئَلَّا يَعْبُدَهُ فَاسَرَّهَا
يُوسُفُ فِي نَفْسِهِ وَلَمْ يُبْدِهَا يُظْهِرُهَا لَهُمْ وَالضَّمِيرُ لِلْكَلِمَةِ الَّتِي فِي قَوْلِهِ قَالَ فِي نَفْسِهِ أَنْتُمْ
شَرِّمَكَانًا مِنْ يُوسُفَ وَأَخِيهِ لِسَرَقَتِكُمْ أَخَاكُمْ مِنْ أَبِيكُمْ وَظُلْمِكُمْ لَهُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا
تَصِفُونَ ﴿۷۷﴾ تَذَكُّرُونَ فِي أَمْرِهِ قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ إِنَّ لَهُ أَبَا شَيْخًا كَبِيرًا يُحِبُّهُ أَكْثَرُ مِنَّا وَيَتَسَلَّى بِهِ
عَنْ وَلَدِهِ الْهَالِكِ وَيَحْزَنُهُ فِرَاقُهُ فَخُذْ أَحَدَنَا اسْتَعْبُدْهُ مَكَانَهُ بَدَلًا مِنْهُ إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ﴿۷۸﴾
فِي أَفْعَالِكَ قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ نَصَبٌ عَلَى الْمَصْدَرِ حُذِفَ فِعْلُهُ وَأُضِيفَ إِلَى الْمَفْعُولِ آيِ نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ أَنْ
نَأْخُذَ إِلَّا مَنْ وَجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهُ لَمْ يَقُلْ مَنْ سَرَقَ تَحَرُّزًا مِنَ الْكِذْبِ إِنَّا إِذَا أَنْ أَخَذْنَا غَيْرَهُ
لَظْلَمُونَ ﴿۷۹﴾ فَلَمَّا اسْتَيْسَسُوا يَتَسَوَّاهُ مِنْهُ خَلَصُوا اعْتَزَلُوا نَجِيًّا مَصْدَرٌ يَصْلُحُ لِلوَاحِدِ وَغَيْرِهِ آيِ
يُنَاجِي بَعْضُهُمْ بَعْضًا قَالَ كَبِيرُهُمْ سِنَارُ وَيْلُ أَوْ رَأُ يَا يَهُودَا أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّ أَبَاكُمْ قَدْ أَخَذَ عَلَيْكُمْ
مَوْثِقًا عَهْدًا مِنَ اللَّهِ فِي أَخِيكُمْ وَمِنْ قَبْلُ مَا زَائِدَةٌ فَرَطْتُمْ فِي يُوسُفَ وَقِيلَ مَا مَصْدَرِيَّةٌ مُبْتَدَأُ خَبْرَهُ مِنْ
قَبْلُ فَلَنْ أَبْرَحَ الْأَرْضَ أَرْضَ مِصْرَ حَتَّى يَأْذَنَ لِي أَبِي بِالْعُودِ إِلَيْهِ أَوْ يَحْكُمَ اللَّهُ لِي بِخَلَاصِ
أَخِي وَهُوَ خَيْرُ الْحَكِمِينَ ﴿۸۰﴾ أَعْدَلُهُمْ إِرْجَعُوا إِلَى أَبِيكُمْ فَقُولُوا يَا أَبَانَا إِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ وَمَا
شَهِدْنَا عَلَيْهِ إِلَّا بِمَا عَلَّمَنَا تَيَقَّنًا مِنْ مُشَاهَدَةِ الصَّاعِ فِي رَحْلِهِ وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ لِمَا غَابَ عَنَّْا حِينَ
إِعْطَاءِ الْمُوْتَقِ حَفِظَيْنِ ﴿۸۱﴾ وَلَوْ عَلَّمْنَا أَنَّهُ يَسْرِقُ لَمْ نَأْخُذْهُ وَسَّئِلَ الْقَرْيَةَ الَّتِي كُنَّا فِيهَا هِيَ مِصْرُ آيِ

أَرْسِلْ إِلَىٰ أَهْلِهَا فَأَسْأَلُهُمْ وَالْعِيرَ أَيُّ أَصْحَابِ الْعِيرِ الَّتِي أَقْبَلْنَا فِيهَا وَهُمْ قَوْمٌ مِنْ كُنْعَانَ وَإِنَّا
لَصَادِقُونَ ﴿٨٢﴾ فِي قَوْلِنَا فَارْجِعُوا إِلَيْهِ وَقَالُوا لَهُ ذَلِكَ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا
فَفَعَلْتُمُوهُ اتَّهَمَهُمْ لِمَا سَبَقَ مِنْهُمْ فِي أَمْرِ يَوْسُفَ فَصَبَرَ جَمِيلٌ صَبِرَ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَنِي بِهِمْ
يُوسُفَ وَأَخْوِيهِ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ بِحَالِي الْحَكِيمُ ﴿٨٣﴾ فِي صُنْعِهِ وَتَوَلَّى عَنْهُمْ تَارِكًا خِطَابَهُمْ
وَقَالَ يَا سَفَى الْأَلْفُ بَدَلٌ مِنْ بَاءِ الْإِضَافَةِ أَيْ يَأْخُزْنِي عَلَى يَوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنُهُ أَنْ مُحِيقَ سَوَادُهُمَا
وَبَدَلٌ بِيَاضًا مِنْ بُكَائِهِ مِنَ الْحُزَنِ عَلَيْهِ فَهُوَ كَظِيمٌ ﴿٨٤﴾ مَغْمُومٌ مَكْرُوبٌ لَا يُظْهَرُ كَرَبُهُ قَالُوا تَاللَّهِ لَا
تَفْتُوا تَزَالُ تَذْكُرُ يَوْسُفَ حَتَّى تَكُونَ حَرَضًا مُشْرِفًا عَلَى الْهَلَاكِ لَطُولِ مَرَضِكَ وَهُوَ مَصْدَرٌ يَسْتَوِي
فِيهِ الْوَاحِدُ وَغَيْرُهُ أَوْ تَكُونَ مِنَ الْهَالِكِينَ ﴿٨٥﴾ أَلَمَوْتِي قَالَ لَهُمْ إِنَّمَا أَشْكُوا بَثِّي هُوَ عَظِيمُ الْحُزَنِ
الَّذِي لَا يَصْبِرُ عَلَيْهِ حَتَّى يَبْتَ إِلَى النَّاسِ وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ لَا إِلَى غَيْرِهِ فَهُوَ الَّذِي تَنْفَعُ الشَّكَاوَى إِلَيْهِ
وَأَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٨٦﴾ مِنْ أَنَّ رُؤْيَا يَوْسُفَ صَدَقَ وَهُوَ حَىٌّ ثُمَّ قَالَ يَبْنِي إِذْ هَبُوا
فَتَحَسَّسُوا مِنْ يَوْسُفَ وَأَخِيهِ أَطْلُبُوا خَبَرَهُمَا وَلَا تَأْيِسُوا تَقْنَطُوا مِنْ رَوْحِ اللَّهِ رَحْمَتِهِ إِنَّهُ لَا
يَأْيِسُ مِنْ رَوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ ﴿٨٧﴾ فَانْطَلَقُوا نَحْوَ مِصْرَ لِيُوسُفَ فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَيْهِ قَالُوا
يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ مَسَّنَا وَأَهْلَنَا الضُّرُّ الْجُوعُ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُزْجَلَةٍ مَدْفُوعَةٍ يَدْفَعُهَا كُلُّ مَنْ رَأَاهَا لِرِذَائَتِهَا
وَكَانَتْ دَرَاهِمُ زُيُوفًا أَوْ غَيْرَهَا فَأَوْفِ أَتَمَّ لَنَا الْكِيلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا بِالْمُسَامَحَةِ عَنْ رِذَائَةِ بِضَاعَتِنَا إِنَّ
اللَّهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ ﴿٨٨﴾ يُثَبِّتُهُمْ فَرَقَ عَلَيْهِمْ وَأَدْرَكَتْهُ الرَّحْمَةُ وَرَفَعَ الْحِجَابَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُمْ ثُمَّ قَالَ
لَهُمْ تَوْبِيخًا هَلْ عَلِمْتُمْ مَا فَعَلْتُمْ بِيُوسُفَ مِنَ الضَّرْبِ وَالْبَيْعِ وَغَيْرِ ذَلِكَ وَأَخِيهِ مِنْ هَضْمِكُمْ لَهُ بَعْدَ
فِرَاقِ أَخِيهِ إِذْ أَنْتُمْ جَاهِلُونَ ﴿٨٩﴾ مَا يَوُلُ إِلَيْهِ أَمْرُ يَوْسُفَ قَالُوا بَعْدَ أَنْ عَرَفُوهُ لِمَا ظَهَرَ مِنْ شَمَائِلِهِ
مُسْتَشْبِهِينَ إِنَّكَ بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَتَسْهِيلِ الثَّانِيَةِ وَإِدْخَالِ أَلِفٍ بَيْنَهُمَا عَلَى الْوَجْهِينِ لَأَنْتَ يَوْسُفُ
قَالَ أَنَا يَوْسُفُ وَهَذَا أَخِي قَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا بِالْاجْتِمَاعِ إِنَّهُ مَنْ يَتَّقِ يَخْفِ اللَّهُ وَيَصْبِرُ عَلَى مَا
يَنَالُهُ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٩٠﴾ فِيهِ وَضِعَ الظَّاهِرُ مَوْضِعَ الْمُضْمَرِ قَالُوا تَاللَّهِ لَقَدْ
اِثْرَكَ فَضَلَّكَ اللَّهُ عَلَيْنَا بِالْمُلْكِ وَغَيْرِهِ وَإِنْ مُحَقَّقَةٌ أَيْ إِنَّا كُنَّا لَخَطِئِينَ ﴿٩١﴾ اِثْمِينَ فِي أَمْرِكَ
فَإِذْ لَنَا لَكَ قَالَ لَا تَثْرِبَ عَنَّا عَلَيْكُمْ الْيَوْمَ خَصَّه بِالذِّكْرِ لِأَنَّهُ مَظْنَّةُ التَّثْرِبِ فَغَيْرُهُ أَوْلَى يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ

وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّحِمِينَ ﴿۹۲﴾ وَسَأَلْتَهُمْ عَنْ آيِهِ فَقَالُوا ذَهَبَتْ عَيْنَاهُ فَقَالَ اذْهَبُوا بِقَمِيصِي هَذَا وَهُوَ قَمِيصُ إِبْرَاهِيمَ الَّذِي لَبِسَهُ حِينَ أُلْقِيَ فِي النَّارِ كَانَ فِي عُنُقِهِ فِي الْجُبِّ وَهُوَ مِنَ الْحَنَّةِ أَمْرَهُ جِبْرِئِيلُ بِإِسْمَالِهِ لَهُ وَقَالَ إِنَّ فِيهِ رَيْحَهَا وَلَا يُلْقَى عَلَى مُبْتَلَى إِلَّا عُوْفَى فَالْقُوْهُ عَلَى وَجْهِ أَبِي يَأْتِ يَصِرُ بِصِيرًا ۖ وَآتُونِي بِأَهْلِكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۹۳﴾

ترجمہ اور جب بھائی یوسف کے پاس پہنچے تو انہوں نے اپنے بھائی بنیامین کو اپنے پاس بٹھالیا (ٹھیرالیا) کہنے لگے میں تیرا بھائی ہوں۔ پس جو کچھ انہوں نے (ہمارے ساتھ حسد) کیا ہے اس پر رنج (غم) مت کرنا۔ (اور بنیامین کو یہ حال بھائیوں کو بتانے سے منع کر دیا اور بنیامین کو اس پر آمادہ کر لیا کہ اسے اپنے پاس رکھنے کے لئے ایک حیلہ کروں گا) پھر جب یوسف نے ان لوگوں کی روانگی کے لئے سامان تیار کر دیا۔ تو اپنا کٹورہ (جو سونے کا بنا ہوا اور جواہر جڑا ہوا تھا) اپنے بھائی (بنیامین) کے بورے میں رکھ دیا۔ پھر ایک اعلانیٰ نے اعلان کر دیا (حضرت یوسف کی مجلس سے روانگی کے بعد ایک پکارنے والے نے پکارا) اے قافلہ والو! ہونہ ہو تم ہی چور ہو۔ وہ پکارنے والے کی طرف پھرے اور پوچھا تمہاری کیا چیز کھو گئی ہے؟ شاہی پیادوں نے کہا ہمیں شاہی پیانا نہیں ملتا۔ جو شخص اسے لا حاضر کرے اسے ایک اونٹ بوجھ (غلہ) انعام ملے گا اور میں اس (انعام) کا ضامن (ذمہ دار) ہوں انہوں نے کہا اللہ جانتا ہے (اس قسم میں تعجب کے معنی ہیں) ہم یہاں اس لئے نہیں کہ ملک میں شرارت کریں اور کبھی ہمارا شیوہ یہ نہیں رہا ہے کہ چوری کریں (ہم نے کبھی بھی چوری نہیں کی ہے) کارندوں (اعلانیٰ اور اس کے ساتھیوں) نے کہا اچھا اگر تم جھوٹے نکلے (اپنے چوری نہ کرنے کے دعویٰ میں کہ تمہارے پاس سے مال برآمد ہو جائے) تو اس (چور) کی سزا کیا ہونی چاہئے؟ انہوں نے جواب دیا چور کی سزا (یہ مبتداء ہے خبر آگے ہے) یہ ہے کہ جس کی بوری میں چوری کا مال نکلے (چرایا ہو مال برآمد ہو۔ اگلا جملہ اس کی تاکید ہے) وہ (چور) آپ اپنی سزا میں پکڑا جائے (چوری کی پاداش میں خود اسی کو پکڑا جائے کسی دوسرے کو نہیں اور حضرت یعقوب کے یہاں کا یہی قانون تھا) اسی (سزا) کی طرح ہم ظالموں کو سزا دیا کرتے ہیں (جو چوری کر کے ظلم کرتے ہیں اس کے بعد ان سب کی تلاشی کے لئے حضرت یوسف کے سامنے جا کر حاضر کیا) پس دوسرے بھائیوں کی تلاشی لی اپنے بھائی کی تلاشی سے پہلے (تاکہ کسی قسم کا شہ نہ رہے) پھر ان کے بھائی کی بوری سے (پیالہ) نکال لیا (حق تعالیٰ فرماتے ہیں) اسی طرح (کی تدبیر) ہم نے یوسف کے لئے کی ہے (اپنے بھائی کے رکھنے کا حیلہ ہم نے یوسف کو بتلایا) یوسف اپنے بھائی کو (چوری کی سزا میں غلام بنا کر) بادشاہ کے قانون کی رو سے روک نہیں سکتے تھے (کیونکہ مصری قانون کے اعتبار سے چوری کی سزا میں پٹائی ہوتی تھی اور چوری کے سامان کے برابر تاوان لیا جاتا تھا۔ غلام نہیں بنایا جاتا تھا) مگر ہاں اس صورت میں کہ اللہ کو نکال دینا منظور ہوتا (ان کے آبائی قانون کی رو سے یعنی بھائی کو روکنے پر یوسف قادر نہیں تھے جب تک اللہ بھائیوں کو سوال کا الہام اور اپنے طریقہ کے مطابق جواب دلانا نہ چاہتے) ہم جسے چاہتے ہیں بلند درجوں تک پہنچا دیتے ہیں (لفظ درجات اضافت اور تنوین کے ساتھ ہے اور ہم یوسف کی طرح جس کے چاہتے ہیں درجات بلند کرتے ہیں اور (مخلوق میں) ہر علم والے کے اوپر ایک علم والی ہستی ہے (جو پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہوتی ہے یہاں تک کہ یہ سلسلہ حق تعالیٰ پر جا کر ختم ہو جاتا ہے) بھائی کہنے لگے کہ اس نے چوری کی تو اس سے پہلے اس کا سگا بھائی بھی چوری کر چکا ہے (یعنی یوسف جنہوں نے اپنے نانا کا بت چرا کر توڑ ڈالا تھا تاکہ اس کی پوجا نہ ہو سکے) پس یوسف نے یہ بات اپنے دل میں رکھ لی ان پر ظاہر نہ کی اور بس دھما کی ضمیر اس بات کی طرف

راجع ہے جو انہوں نے اپنے دل میں انتہا شرم مہکنا کہا تھا) کہ اس درجہ میں تو تم اور زیادہ برے ہوئے (بہ نسبت یوسف اور اس کے بھائی کے کیونکہ تم نے تو اپنے باپ کی چوری کی اور بھائی کو چرایا اور اس پر ظلم کیا) اور جو کچھ تم یہاں کر رہے ہو اللہ ہی اسے بہتر جاننے والا ہے۔ بھائی بولے ”اے عزیز! ان کے باپ بہت بوڑھے ہیں (ہم میں سب سے زیادہ اس سے محبت کرتے ہیں اور اپنے تلف ہوئے ہوئے بچہ کا غم اسے دیکھ کر ہلکا کر لیتے ہیں۔ اب اس کے نہ ہونے سے اور زیادہ غمگین ہوں گے) پس ان کی جگہ ہم میں سے کسی کو (ان کے بدلہ) رکھ لیجئے (غلام بنا لیجئے) ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ہی نیک مزاج ہیں (کردار میں) یوسف نے کہا خدا کی پناہ (مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے یہ لفظ منصوب ہے۔ اس کا فعل محذوف ہے اور اس کی اضافت مفعول کی طرف ہو رہی ہے) (یعنی نعوذ باللہ) ہم اس آدمی کو چھوڑ کر جس کے پاس ہمارا سامان نکلا۔ دوسرے کو پکڑ لیں (یہاں سامان پانا کہا ہے جھوٹ سے بچنے کے لئے) اگر ایسا کریں (کہ دوسرے کو پکڑ لیں) تو ہم ظالم ٹھہرے گے) پھر جب یہ بھائی یوسف کی جانب سے مایوس ہو گئے تو علیحدہ ہو کر آپس میں مشورہ کرنے لگے (یہ مصدر ہے واحد اور غیر واحد سب کے لئے آتا ہے یعنی باہم مشورہ کرنے لگے) ان سب میں جو بڑا تھا (عمر کے لحاظ سے روئیل اور بہ لحاظ عقل یہودا) کہنے لگا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے باپ تم سے خدا کی قسم کہلا کر (تمہارے بھائی کے بارہ میں) کیا عہد لے چکے ہیں اور اس سے پہلے یوسف کے بارہ میں تم کس درجہ کوتاہی کر چکے ہو تو (بعض کے نزدیک ماسا مصدر یہ مبتداء ہے اور من قبل اس کی خبر ہے) سو میں تو یہاں سے (مصر سے) ٹلنے والا ہوں نہیں جب تک خود باپ مجھے (لوٹنے کا) حکم نہ دیں یا پھر اللہ میرے لئے کوئی دوسرا فیصلہ کر دیں (کہ میرے بھائی کی رہائی کی کوئی صورت کر دیں) اور وہ سب سے بہتر (عہدہ) فیصلہ کرنے والے ہیں۔ تم لوگ اپنے باپ کے پاس واپس جاؤ اور کہو کہ ”اے ابا! آپ کے صاحبزادے نے چوری کی ہے اور ہم (اس کے متعلق) وہی کہہ رہے ہیں جو ہمیں معلوم ہوا ہے (اس کے بورے سے کٹورہ برآمد ہونے سے جو یقین ہمیں ہوا ہے) اور ہم غیب کی باتوں کے (عہد لینے کے وقت جو چیزیں ہمارے سامنے نہیں تھیں ان کے) تو حافظ ہیں نہیں (اگر ہمیں یہ معلوم ہوتا کہ یہ چوری کرے گا تو ہم عہد ہی نہ کرتے) اور آپ اس بستی سے معلوم کر لیجئے جہاں ہم ٹھہرے ہوئے تھے (مراد مصر ہے۔ یعنی مصریوں کے پاس کسی کو بھیج کر حال دریافت کر لیجئے) اور اس قافلہ (کے آدمیوں) سے پوچھ لیجئے جن کے ساتھ ہم آئے ہیں (اور وہ کنعان کی قوم کے لوگ ہیں) اور یقین جانئے کہ ہم بالکل سچ کہہ رہے ہیں (یہ باتیں چنانچہ اس قرارداد کے مطابق یہ سب بھائی باپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ سب باتیں عرض کیں) یعقوب فرمانے لگے یہ بات نہیں بلکہ اپنے دل سے تم نے ایک بات بنالی ہے (اسی کے مطابق تم کا روائی کر رہے ہو، یوسف کے معاملہ پر قیاس کر کے حضرت یعقوب نے ان بھائیوں کو متہم سمجھا) خیر میرے لئے صبر کے سوا چارہ نہیں، صبر بھی ایسا کہ جس میں شکایت کا نام نہ ہوگا اللہ سے امید ہے کہ ان سب کو (یوسف اور اس کے بھائیوں کو) مجھ تک پہنچا دے گا۔ وہ خوب جاننے والا (میرے حال کو) اور (اپنی تدبیر میں) بڑا حکمت والا ہے۔ اور یعقوب نے بیٹوں سے دوسری طرف منہ پھیر لیا (ان سے بات چیت بند کر دی) اور فرمانے لگے ہائے افسوس! (اس میں الف یائے اضافت کے بدلہ میں ہے۔ یعنی ہائے افسوس) یوسف۔

اور ان کی آنکھیں سفید پڑ گئیں (زیادہ رونے سے آنکھوں کی پتلیوں کی سیاہی سفیدی سے بدل گئی) شدت غم سے اور ان کا سینہ غم سے لبریز تھا (اپنے جی ہی جی میں گھٹا کرتے تھے) بیٹے کہنے لگے بخدا تم سدا کے سدا یوسف کی یادگاری میں لگے رہو گے یہاں تک کہ گھل گھل کر جاں بلب ہو جاؤ گے (بیماری گھسیٹے گھسیٹے لب دم ہوئے جارہے ہو) حرصاً مصدر ہے اس میں واحد اور غیر واحد ب برابر ہیں) یا بالکل ہی مر جاؤ گے (ہلاک ہو جاؤ گے) یعقوب نے (بیٹوں سے) فرمایا کہ میرے پہاڑ جیسے غم (اس درجہ کا رنج کہ جس پر بے صبر ہو کر لوگوں کے آگے واویلا کرنے لگے) اور رنج کا رونا صرف اللہ کے سامنے ہے (اس کے سوا کسی دوسرے کے آگے نہیں ہے)

صرف اسی کی ذات ہے جس کے پاس شکایت فائدہ مند ہو سکتی ہے) اور میں اللہ کی جانب سے وہ بات جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے (یعنی یہ کہ یوسف کا خواب سچا ہے اور وہ زندہ ہے پھر فرمانے لگے) اے میرے بیٹوں! جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو (ان کا سراغ لگاؤ) اور اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو۔ اس کی رحمت سے کافر ہی ناامید ہوا کرتے ہیں (چنانچہ یہ سب بھائی مصر کی طرف یوسف کے پاس چلے) پھر جب یوسف کے پاس پہنچ گئے تو کہنے لگے اے عزیز! ہم پر اور ہمارے گھر والوں پر بڑی سختی (بھوک) کے دن گزر رہے ہیں۔ ہم ایک معمولی سی پونجی لے کر حاضر ہوئے ہیں (نکمی چیز جسے ہر دیکھنے والا بیکار سمجھ کر پھینک دے کہ وہ کچھ کھوٹے درہم وغیرہ تھے) سو غلہ کی پوری مقدار عنایت فرمادیتے اور ہماری امداد کیجئے (یعنی نکمی چیزوں سے چشم پوشی کیجئے) بلاشبہ اللہ تعالیٰ خیر خیرات کرنے والوں کو ان کا اجر دیتا ہے (ثواب مرحمت فرماتا ہے)۔ حضرت یوسف کا دل بھر آیا اور جوش رحمت سے بے قابو ہو گئے اور اپنے بھائیوں کے درمیان سے حجاب اٹھا دیا۔ پھر ڈانٹ کے لہجہ میں بھائیوں سے (بولے تمہیں یاد ہے تم نے یوسف کے ساتھ کیا کیا تھا؟ (مارنا، پیٹنا، بیچنا وغیرہ) اور اس کے بھائی کے ساتھ بھی (یوسف کے بعد بنیامین پر تم نے جو ظلم توڑا) جب کہ تم نادان تھے؟ (یوسف کے معاملہ سے ناواقف) کہنے لگے (جب یوسف کی کچھ خصلتیں دیکھنے کے بعد انہیں پہچانتے ہوئے غور کر رہے تھے) کہ کیا سچ مچ (دونوں ہمزہ کی تحقیق اور دوسری ہمزہ کی تسہیل کر کے اور دونوں صورتوں میں ان دونوں ہمزہ کے درمیان الف داخل کر کے پڑھا گیا ہے) تم ہی یوسف ہو؟ فرمایا کہ ہاں! میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ اللہ نے پھر بڑا احسان کیا ہے کہ باہم ملایا (واقعی جو شخص ڈرتا ہے (اللہ کا خوف رکھتا ہے) اور (مصیبتوں پر) صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے نیک کام کرنے والوں کا اجر بھی ضائع نہیں کیا کرتا (یہاں اسم ظاہر بجائے ضمیر کے لایا گیا ہے) بھائی کہنے لگے بخدا! اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ نے آپ کو ہم پر برتری (فضیلت) بخشی (سلطنت وغیرہ مرحمت فرما کر) اور (بلاشبہ ان مخففہ ہے) ہم سرتاسر قصور وار تھے (آپ کے معاملہ میں خطا وار تھے اس لئے ہمیں آپ کے سامنے ذلیل ہونا پڑا) یوسف نے فرمایا کہ نہیں آج کے دن تم پر کوئی الزام (عتاب) نہیں (اس دن کی تخصیص اس لئے کی کہ اس میں غصہ کا احتمال تھا۔ پس دوسرے وقت تو بدرجہ اولیٰ الزام نہیں) اللہ تعالیٰ ہمارا قصور معاف فرمائے وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے (پھر اپنے والد ماجد کے بارہ میں حضرت یوسف علیہ السلام پوچھتے چھتے رہے۔ بھائیوں نے بتلایا کہ ان کی آنکھیں جاتی رہیں۔ یوسف علیہ السلام بولے) یہ میرا کرتا اپنے ساتھ لیتے جاؤ (اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وہ پیرا ہن تھا جو انہوں نے آگ میں گرنے کے وقت زیب تن فرمایا تھا وہی یوسف کے کنویں میں گرنے کے وقت ان کے گلے میں پڑا ہوا تھا۔ وہ ایک جنتی کرتہ تھا۔ حضرت جبریل نے حضرت یوسف علیہ السلام سے حضرت ابراہیم کے پاس بھیجنے کے متعلق کہا تھا اور یہ بھی فرمایا تھا کہ اس کرتہ میں جنت کی خوشبو ہے۔ کسی بیمار پر اس کو ڈالا جائے تو وہ تندرست ہو جائے گا) اور اس کرتہ کو میرے والد کے چہرے پر ڈال دو۔ ان کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی اور اپنے سب گھر والوں کو میرے پاس لے کر آ جاؤ۔

تحقیق و ترکیب: صَاعٌ مِّنْ ذَهَبٍ پانی پینے کا پیالہ ہوگا جس سے بعد میں پیمانہ کا کام لیا جانے لگا ہوگا۔ انکم لسارقون بظاہر یہ کہنا کہ حضرت یوسف کے ایماء سے ہوگا۔ پس ایک بے قصور شخص پر چوری کا الزام نبی کی شان سے بعید ہے۔ جواب یہ ہے کہ انہوں نے تعریض کر کے یوسف کی چوری مراد لی ہے یا اس کلام کو استفہام پر محمول کیا جائے۔ اے انکم لسارقون اس لئے اس میں کذب کا احتمال نہیں۔ تیسری توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ کارندوں کی طرف سے حضرت یوسف کے علم و اطلاع کے بغیر کہا ہوگا جس کی ذمہ داری حضرت یوسف پر نہیں آتی یا اس دروغ کو مصلحت آمیز ہونے کی وجہ سے جائز قرار دیا جائے۔ لقد علمتم اس لئے کہا کہ

لوگوں میں ان کا تقدس اور نیک چلنی مشہور ہو گئی تھی۔ اپنے جانوروں کے منہ پر انہوں نے تو برے چڑھا دیئے تھے۔ تاکہ لوگوں کی گھاس پھوس غلط طریقہ سے نہ کھا سکیں۔ اسی طرح ان کے سامان میں اگر کوئی زائد چیز نظر آئی تو اسے بھی واپس کر دیا تھا۔ جس سے لوگوں میں نیک نامی کا اثر تھا۔ کذلک کدنا لیوسف کیونکہ کٹورہ چھپانے کی تدبیر منجانب اللہ القاء کی گئی تھی۔ اس لئے انکم لسا رفون کہنے میں حضرت یوسف پر کذب بیانی کا الزام نہیں آتا۔ فی العلم کیوسف اس کا تعلق دفع کے ساتھ ہے۔ یعنی ہم جس کو چاہتے یوسف کی طرح بلند درجہ کر دیتے ہیں۔ وکان سرق بعض کہتے ہیں مرغی یا انڈا اٹھایا تھا۔ والغصیر اس میں تین قول ہیں ایک تو یہ کہ انتم شر مکانا کی طرف ضمیر راجع ہو۔ دوسرے یہ کہ فقد سرق اخ له من قبل الخ قول مراد ہو۔ تیسرے یہ کہ ”حجت“ کی طرف ضمیر راجع ہو۔ یعنی اس احتجاج کو یوسف نے اپنے دل میں چھپائے رکھا۔ یا ایہا العزیز اصحاب سیر نے لکھا ہے کہ بنیامین کی خربین سے جب کٹورہ برآمد ہوا تو رونیل ایک بھائی نہایت برا فروختہ ہوا اور اولاد یعقوب کا مزاج یہ تھا کہ جب انہیں غصہ آتا تو ان کے جلال کے سامنے کوئی چیز ٹھہر نہیں سکتی تھی اور ان میں سے جب کوئی چیختا، چلاتا تو حاملہ عورتوں کا حمل ہیبت کے مارے گر جاتا۔ لیکن اس کے باوجود اگر اولاد یعقوب میں سے کوئی اسی حالت میں انہیں چھو دیتا تو ان کا غصہ کافور ہو جاتا۔ رونیل یا شمعون اس بارے میں سب سے بڑھے ہوئے تھے۔ چنانچہ جب رونیل غضب ناک ہوا تو حضرت یوسف نے اپنے چھوٹے صاحبزادے کو اشارہ کیا کہ ان کے پہلو میں کھڑے ہو کر ہاتھ لگا دے۔ چنانچہ اس کا چھوٹا تھا کہ سارا غصہ کافور ہو گیا۔ تب یہ مسکت کے لہجہ اختیار کرتے ہوئے یا ایہا العزیز الخ نیاز مندانہ گفتگو شروع کی۔ من وجدنا اگر اس کے بجائے من سرق کہا جاتا تو غلط بیانی ہوتی۔ استیأسوا اس میں ست زائد ہونے کی طرف اشارہ کر دیا۔ کبیر ہم ریاست کے اعتبار سے ان میں سب سے بڑا شمعون تھا۔ تالک لا تفتوء چونکہ مثبت قسم کے جواب میں لام یا نون کے ساتھ فعل کو مؤکد کر کے لایا جاتا ہے اور یہاں دونوں تاکیدوں میں سے کوئی نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ قسم مثبت نہیں بلکہ منفی ہے۔ اسی لئے بعض حنفیہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی واللہ اجینک غذا کہے تو فعل منفی مراد لیا جائے گا۔ یعنی آنے سے قسم ٹوٹ جائے گی۔ نہ آنے سے نہیں ٹوٹے گی۔ اگر یہ شبہ ہو کہ جس چیز کی حقیقت معلوم نہ ہو تو اس پر قسم کیسے کھائی گئی ہے؟ جواب یہ ہے کہ غلبہ ظن کو یقین کے قائم مقام کر لیا گیا ہے گویا یہ یمن لغو ہے۔ جس پر مؤاخذہ نہیں ہوتا۔ وہو حی ایک روایت یہ ہے کہ ایک مرتبہ ملک الموت حضرت یعقوب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے میرے بیٹے یوسف کی جان قبض کی ہے؟ انہوں نے عرض کیا نہیں تب حضرت یعقوب کو اطمینان ہوا اور برابر پر امید رہے۔ ورفع الحجاب بعض کہتے ہیں یہ لٹام تھا اور بعض کی رائے میں عام پردہ مراد ہے اور بعض کہتے ہیں کہ تاج مراد ہے اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ بھائیوں نے یوسف کو اس وقت تک نہیں پہچانا تھا جب تک انہوں نے سر سے تاج نہیں اتار لیا۔ کیونکہ ان کے سر پر ایک خاص علامت اور نشانی تھی۔ جو حضرت یعقوب، اسحاق اور سارہ کے بھی تھی۔ اسی کو دیکھ کر بھائیوں نے شناخت کیا اور انک لانت یوسف بول اٹھے۔

﴿تشریح﴾: برادران یوسف کا مصر میں دوبارہ آنا اور بنیامین کا ملاپ: بہر حال بنیامین کو

لے کر جب دوبارہ بھائی مصر پہنچے تو حضرت یوسف نے اس پر اپنی حقیقت ظاہر کر دی اور چونکہ جانتے تھے سوتیلے بھائی سرور اس کے ساتھ بد سلوکی کرتے ہوں گے۔ اس لئے کہا کہ اب دن پھرنے والے ہیں۔ آزرده خاطر نہ ہو۔ حضرت یوسف نے اپنے حقیقی بھائی بنیامین کو اتنی مدت کے بعد دیکھا تو کسی طرح دل نہیں مانتا تھا کہ اسے جدا ہونے دیں۔ مگر مشکل یہ آپڑی کہ روک بھی نہیں سکتے تھے

کیونکہ اس بارہ میں مصر کا قانون بہت سخت تھا۔ بلاوجہ کسی آدمی کو خصوصاً اجنبی کو روک لینے کی اجازت نہیں تھی اور ابھی اس کا وقت بھی نہیں آیا تھا کہ اپنی شخصیت بھائیوں پر ظاہر کریں۔ اس لئے مجبور ہو کر رخصت کر دیا۔ اس غرض سے کہ اپنی ایک نشانی اسے دے دیں۔ اس کے سامان میں اپنا چاندی کا کٹورہ رکھ دیا۔ چونکہ بھائیوں پر اس بات کا اظہار خلاف مصلحت تھا۔ اس لئے یہ بات پوری پوشیدگی کے ساتھ عمل میں آئی۔ لیکن جب یہ لوگ روانہ ہو گئے تو محل کے کارندوں نے پیالہ ڈھونڈا اور جب نہ ملا تو ان لوگوں کے تعاقب میں نکلے۔ انہیں پیالہ کا حال معلوم نہ تھا اور چونکہ ان لوگوں کے سوا کوئی اور آدمی محل میں ٹھہرا نہیں تھا۔ اس لئے سمجھے ہوئے نہ ہو انہیں اجنبیوں کی کارستانی ہے۔ پھر جب کارندوں کے سردار نے تلاشی لی تو بنیامین کی خرچین سے پیالہ برآمد ہوا۔ اب کوئی وجہ نہیں تھی کہ اس کے چور ہونے میں انہیں شبہ نہ ہوتا۔ وہ ان سب کو لے کر حضرت یوسف کے پاس پہنچے۔ جب حضرت یوسف نے معاملہ سنا تو سمجھ گئے۔ کہ اس حادثہ میں خدا کا ہاتھ کام کر رہا ہے اور اس نے بنیامین کو روک لینے کا خود بخود سامان کر دیا ہے وہ خاموش ہو رہے اور فرمایا کہ ہم صرف اسی کو روک سکتے ہیں۔ جس کے پاس ہماری چیز نکلی اور اس کا اقرار وہ لوگ خود ہی کر چکے تھے۔ اس لئے چپ ہو جانا پڑا۔ یہی وہ مخفی تدبیر ہے جسے کید فرمایا گیا ہے۔ یہ شاہی کٹورا پانی پینے کا ہوگا جسے اکرام کے لئے پیالہ میں استعمال کیا گیا اور ضرورت کے مطابق سب کو غلہ پہنچ جانے کے لئے چھوٹا برتن تجویز کیا گیا۔

ایک شبہ کا جواب:..... من وجد فی رحله فہو جزاء ہ میں یہ بھی احتمال ہے کہ کسی اور نے رکھ دیا ہو پھر کیسے اس پر چوری کی سزا مرتب کی گئی ہے؟ جواب یہ ہے کہ متہم شخص جب خود یہ احتمال پیش نہیں کر رہا ہے تو ظاہر یہی ہے کہ اس نے چوری کو تسلیم کر لیا۔ اس لئے یہ سزا تجویز کی گئی ہے۔ بنیامین کی خرچین سے جب کٹورہ نکل آیا تو بھائیوں کے سوتیلے پن کا حسد جوش میں آ گیا اور کہنے لگے کہ اگر اس نے چوری کی تو یہ کوئی عجیب بات نہیں۔ اس کا بھائی یوسف بھی چور تھا۔ یہ محض ایک بغض و حسد کی بات تھی۔ اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ ایسا کوئی واقعہ بھی ہوا ہو۔ مقصد اس جملہ کے نقل کرنے سے ممکن ہے یہی ظاہر کرنا ہو کہ بغض و حسد بھی انسان کو کیسی غلط بیانیوں کا عادی بنا دیتا ہے۔

شاہ مصر ایمان لایا تھا یا نہیں:..... ما کان لیاخذ اخاہ فی دین الملک الخ سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ درمنثور والی مجاہدؒ کی روایت کہ بادشاہ اسلام لایا تھا صحیح نہیں ہے۔ ورنہ دین یعقوب قبول کرنے کے بعد اپنا غیر شرعی قانون کیسے جاری رکھتا۔ البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ عام رعایا کی مجبوری سے ملکی قانون تبدیل نہیں کیا ہوگا۔

حضرت یوسفؑ نے غیر شرعی عہدہ قبول کیوں کیا:..... تاہم حضرت یوسف کے بارہ میں یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ ایسی صورت میں جب کہ غیر شرعی قانون منسوخ کر کے اپنا شرعی نظام جاری نہیں کر سکتے تھے۔ یہ عہدہ حکومت انہوں نے کیسے قبول فرمایا؟ جواب یہ ہے کہ شرعی قانون جاری نہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ غیر شرعی قانون جاری کیا کرتے ہوں۔ پس قابل اعتراض دوسری صورت ہے نہ کہ پہلی صورت۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر ایک طرف شرعی حد ہو مگر کسی وجہ سے اس پر عمل نہ کیا جاتا ہو اور دوسری طرف تعزیری قانون ہو جس پر عمل کیا جاتا ہو تو وہاں تعزیر جاری نہ کرنے کے مقابلہ میں تعزیر جاری کرنا غنیمت ہوگا پس جسے پورے اختیارات حاصل نہ ہوں اسے تعزیر جاری کرنے پر غیر شرعی حکم جاری کرنا نہیں کہا جائے گا۔ حضرت یوسفؑ عہدہ کے لحاظ سے تو عزیز

کہلاتے تھے مگر اختیارات شاہی رکھتے تھے۔

برادران یوسف ایک دفعہ پھر آزمائش میں پڑ گئے: بہر حال یہ سرگذشت اب اپنی منزل سے قریب ہو رہی ہے۔ جب یوسف کے بھائی بنیامین کے معاملہ میں مایوس ہو گئے تو آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ تو رات میں ہے کہ جب حضرت یعقوب راضی نہ ہوتے تھے کہ بنیامین کو جدا کریں تو روبن نے خصوصیت کے ساتھ اس کی حفاظت کا ذمہ لیا غرض کہ جس بھائی نے بھی ذمہ لیا ہو ان سے کہا یوسف کے معاملہ میں ہم سے جو بد عہدی ہو سکی ہے اس کا داغ اب تک باپ کے دل سے نہیں مٹا۔ اب بنیامین کے لئے ہم نے قول و قرار کیا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا میری تو ہمت پڑتی نہیں کہ باپ کو جا کر منہ دکھاؤں۔ تم جاؤ اور جو کچھ گزرا ہے بے کم و کاست سنا دو۔ چنانچہ بھائیوں نے ایسا ہی کیا اور گھر آ کر تمام سرگذشت باپ کو سنا دی۔

زبان کے تیر و نشتر: بنیامین ان سب کا بھائی تھا۔ ماں ایک نہ سہی مگر باپ تو ایک ہی تھے لیکن انہوں نے یہ نہیں کہا ”کہ ہمارے بھائی نے چوری کی“ بلکہ یہ کہا ”تمہارے بیٹے نے چوری کی“ اس ایک بات میں کتنی باتیں چھپی ہوئی ہیں؟ اس میں طعن ہے، تحقیر ہے، ملامت ہے، اپنی بڑائی ہے، مغرورانہ برتری ہے اور پھر حد درجہ کی سنگدلی ہے کہ ایک ایسے موقع پر جب بوڑھے باپ کے دل پر ایک نیاز ختم لگنے والا تھا۔ طعن و تشنیع سے باز نہ رہ سکے اور کہا یہ ہے آپ کا چیتا بیٹا جس نے چوری کی اور ہم سب کو مصیبت میں ڈالا۔

حضرت یعقوب کا بیٹوں پر دھوکہ دہی کا الزام صحیح تھا یا غلط حضرت یعقوب کا بل سولت لکم الخ فرمانا بظاہر واقعہ کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ اجتہاد سے فرمایا اور اجتہاد میں خطا ہو جانا نبوت و عصمت کے منافی نہیں ہے اس لئے شبہ نہیں ہونا چاہیے۔ البتہ یہ شبہ کہ اجتہاد سے کسی پر تہمت لگانی نہیں چاہیے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کسی آدمی پر متہم اور مشتبہ ہونے کا گمان ہو تو اس کو متہم یا مشتبہ سمجھنا گناہ نہیں۔ کیونکہ اس میں آدمی طبعاً مضطر بھی ہوتا ہے۔ البتہ یقین سے اس کو ایسا سمجھنا جائز نہیں اور وہ منقول نہیں ہے بل سولت اگرچہ یقین کا صیغہ ہے لیکن قرآن حالیہ کی وجہ سے غیر یقینی حالت مراد لی گئی ہوگی۔ پھر والد کو اولاد پر دوسروں کی نسبت زیادہ حق عتاب ہوتا ہے۔ پس قلب میں یقین نہ ہوتے ہوئے بھی ایہام یقین معاف ہے۔ خاص کر جب کہ خبر دینا مقصود نہ ہو۔ بلکہ دریافت حال مقصود ہو جیسے تفتیش کے موقع پر خبر کا صیغہ بولا کرتے ہیں تاکہ متہم شخص یہ سمجھ کر کہ اسے واقعہ کی اطلاع ہے واقعہ کا انکار نہ کر سکے بلکہ سب کچھ خود ہی اگلنے پر مجبور ہو جائے۔ یہ تو جیہ تو ظاہری اعتبار سے تھی۔ لیکن اگر گہری نظر سے دیکھا جائے تو یہ اطلاع واقعہ کے مطابق بھی ہے۔ کیونکہ فی الحقیقت چوری نہیں ہوئی تھی۔ یعقوب علیہ السلام کی نورانیت قلب نے اسے پالیا۔ البتہ کشف میں اتنی کمی رہی کہ متعین طور پر اس کا روائی کا کرنے والا انہیں معلوم نہ ہو سکا۔ اجمالاً صرف اتنا معلوم ہو سکا کہ یہ کارروائی میری اولاد ہی میں سے کسی سے ہوئی ہے اور لکم تغلیبا فرمایا ہو۔ لیکن مقصود فاعل ہی سے خطاب ہو۔ معلوم ہوتا ہے حضرت یعقوب نے بنیامین کی گم گشتگی میں یوسف کی بازگشت کی جھلک دیکھ لی تھی اور یہ ان کی فراست نبوت کا کرشمہ تھا جسے عسی اللہ ان یا تبینی بہم جمیعاً فرمایا اور یہ قرب و حال ہی کے تصور کا نتیجہ تھا کہ درد فراق کی شدتیں بڑھ گئیں اور بے اختیار یا اسفی علی یوسف کی صدائل گئی اور آخر میں انسی اعلم من اللہ مالا تعلمون سے اس پردہ راز کی طرف اشارہ کر دیا نیز یوسفی خواب کی تعبیر کا انتظار بھی تھا اور وہ سب کی ہیئت اجتماعی کو چاہتا ہے اور علی اللہ الخ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دوسرے بیٹوں سے بھی انہیں محبت تھی۔ حضرت یعقوب کا

بیٹوں سے یہ کہنا کہ مایوس ہو کر نہ بیٹھ جاؤ۔ جا کر یوسف اور اس کے بھائی کا سراغ لگاؤ واضح کرتا ہے کہ وحی الہی کا اشارہ ہو چکا تھا اور وہ سمجھ چکے تھے کہ نسیم یوسف اسی رخ سے آنے والی ہے۔ ورنہ بظاہر کوئی وجہ نہیں تھی کہ اس موقع پر یوسف کا نام ان کی زبان سے نکلتا کیونکہ جو معاملہ پیش آیا تھا وہ بنیامین کا تھا یوسف کا نہیں تھا اور ابیضت عیناہ میں علماء کے دو قول ہیں بینائی کم ہوگئی تھی یا بالکل کم ہوگئی تھی۔ اول صورت میں فارتد بصیرا کے معنی یہ ہوں گے کہ خوشی سے توانائی آگئی اور ضعف نگاہ جاتا رہا۔

نئے زخم سے پرانا زخم ہرا ہو جاتا ہے اور ٹیس بڑھ جاتی ہے:..... اور بنیامین کے غم کے وقت بھی یوسف کے غم کو یاد کرنا اس لئے تھا کہ غالب غم وہی تھا اور غم کا قاعدہ ہے کہ نئے غم سے پرانے غم کا اثر تازہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے بنیامین کے تازہ غم نے غم یوسف کو پھر ہرا کر دیا۔ اس لئے غالب کے سامنے مغلوب کا ذکر نہیں کیا۔ اور تحسبوا من یوسف و اخیہ صرف یوسف و بنیامین میں جستجو کا حکم تو دیا مگر تیسرے بھائی کے متعلق نہیں فرمایا۔ حالانکہ وہ بھی غائب تھے؟ وجہ یہ ہے کہ تیسرے بھائی اپنے اختیار سے رہ گئے تھے۔ کسی آفت میں مبتلا نہیں ہوئے تھے کہ ان کی تلاش کی نوبت آتی۔ جب موقع پائیں گے خود چلے آئیں گے۔ دوسرے یہ کہ تیسرے بھائی تو ان کے ہم مذاق ہیں اور ان سے سلوک ہے۔ اس لئے اس کو تو یہ خود ڈھونڈ لیں گے۔ برخلاف یوسف و بنیامین کے ان دونوں سے سب بھائی رنج رکھتے تھے۔ اس لئے ان کی تلاش میں کوتاہی کرتے۔ اور محبت چونکہ اضطراری ہوتی ہے اور رونا بھی رقت قلب اور رحمہ کی دلیل ہے اس لئے حضرت یعقوب کا مخلوق کی محبت میں اس درجہ رونا باعث اشکال نہیں ہونا چاہیے۔ بالخصوص جب کہ محبت کا سبب کوئی دینی پہلو ہو۔ جیسا کہ حضرت یوسف کا برگزیدہ ہونا۔ حضرت یعقوب کا انما اشکو بشی و حزنی کہنا فصر جمیل کے خلاف نہیں سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ مخلوق کے آگے شکایت صبر جمیل کے منافی ہے نہ کہ خالق کے آگے۔ وہ تو عین دعاء والتجاء ہے جو مطلوب ہے۔

حضرت یوسف کا پیمانہ صبر چھلک گیا:..... ایک طرف تو یہ حالات پیش آرہے تھے۔ دوسری طرف قحط کی شدتیں بھی روز بروز بڑھتی جا رہی تھیں۔ پس بھائیوں نے مصر آکر جو کچھ حضرت یوسف سے کہا وہ اپنے دوبارہ آنے کا بہانہ نہ تھا۔ بلکہ واقعی ایک مصیبت کی کچی داستان تھی۔ جب حضرت یوسف نے یہ حالات سنے اور دیکھا کہ ان کے بھائی ان کے سامنے کھڑے خیرات کی بھیک مانگ رہے ہیں تو جوش محبت و رحم سے بے اختیار ہو گئے اور اب اپنے آپ کو ظاہر کر دیا۔ جب انہوں نے کہا تمہیں یاد ہے تم نے یوسف کے ساتھ کیا کیا تھا؟ تو بھائی چونک اٹھے کہ یہ عزیز مصر یوسف کا ذکر اس طرح کیوں کر رہا ہے؟ اور اب جو ان کی صورت اور آواز پر غور کیا تو صاف نظر آ گیا کہ یہ تو بالکل یوسف کی سی صورت ہے اور بول اٹھے کہ تو ہی یوسف ہے۔

برادران یوسف نے صدقہ خیرات کی درخواست کیسے کی:..... خصوصی رعایت کرنے کو مجازاً تصدق علینا سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس لئے یہ شبہ نہیں کرنا چاہیے کہ نبی یا نبی زادہ ہونے کی وجہ سے صدقہ ان کے لئے کب حلال تھا؟ یا سوال کرنا کس طرح جائز تھا؟ دوسرا جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان سب بھائیوں کی نبوت ثابت نہیں ہے اور اولاد نبی کو نفلی صدقہ لینا جائز ہے اور بعض علماء کی رائے پر اگر صدقہ کا حرام ہونا آل محمد کی خصوصیات میں سے مانا جائے تو تیسرا جواب ہو جائے گا۔

لطائف آیات:..... آیت اسفی علی یوسف الخ سے معلوم ہوا کہ طبعی محبت حق کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے اور کالمین کو یہ

طبعی محبت رضاء حق سے غافل نہیں کرتی بلکہ اس میں معین ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت یعقوبؑ کا قول انما اشکوا بشی وحزنی الی اللہ، واعلم من اللہ ما لاتعلمون اس پر دلالت کر رہا ہے۔ آیت لا تشرب علیکم الیوم الخ ان کے ذیل میں علامہ آلوسیؒ نے شاہ کرمائی سے نقل کیا ہے کہ جو شخص مخلوق کو حق کی نظر سے دیکھے گا وہ تو مخلوق کی ممانعت کی پرواہ نہ کرے گا اور جو شخص لوگوں کو اپنی نظر سے دیکھے گا ساری عمر بحث و تکرار ہی میں ختم کر دے گا۔ چنانچہ حضرت یوسفؑ کی نظر قضاء الہی پر تھی۔ اس لئے اپنے بھائیوں کا عذر قبول کر لیا۔

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ خَرَجَتْ مِنْ عَرِيشِ مِصْرَ قَالَ أَبُوهُمْ لِمَنْ حَضَرَ مِنْ بَنِيهِ وَأَوْلَادِهِمْ إِنِّي لَا جُدُ رِيحَ يَوْسُفَ أَوْ صَلْتَهُ إِلَيْهِ الصَّبَا بِإِذْنِهِ تَعَالَى مِنْ مَسِيرَةٍ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ أَوْ ثَمَانِيَةٍ أَوْ أَكْثَرَ لَوْ لَا أَنْ تُفَنِّدُونِ ﴿۹۳﴾ تَسْفَهُونِي لَصَدَقْتُمُونِي قَالُوا لَهُ تَاللَّهِ إِنَّكَ لَفِي ضَلَالِكَ خَطَائِكَ الْقَدِيمِ ﴿۹۴﴾ مِنْ أَفْرَاطٍ لَكَ فِي مُحَبَّتِهِ وَرَجَاءِ لِقَائِهِ عَلَى بُعْدِ الْعَهْدِ فَلَمَّا أَنْ زَائِدَةٌ جَاءَ الْبَشِيرُ يَهُودًا بِالْقَمِيصِ وَكَانَ قَدْ حَمَلَ قَمِيصَ الدِّمِّ فَاحَبَّ أَنْ يُفْرِحَهُ كَمَا أَحْرَنَهُ الْقَهْ طَرَحَ الْقَمِيصَ عَلَى وَجْهِهِ فَارْتَدَّتْ رَجْعَ بَصِيرًا قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿۹۵﴾ قَالُوا يَا بَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا إِنَّا كُنَّا خَاطِئِينَ ﴿۹۶﴾ قَالَ سَوْفَ اسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّي إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿۹۷﴾ أَخْرَجَ ذَلِكَ إِلَى السَّحَرِ لِيَكُونَ أَقْرَبَ إِلَى الْإِجَابَةِ وَقِيلَ إِلَى لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ ثُمَّ تَوَجَّهُوا إِلَى مِصْرَ وَخَرَجَ يَوْسُفُ وَالْأَكَابِرُ لِيُتْلِقِيَهُمْ فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَى يَوْسُفَ فِي مَضْرِبِهِ أَوَى ضَمَّ إِلَيْهِ أَبَوَيْهِ أَبَاهُ أَمَّهُ أَوْ خَالَتَهُ وَقَالَ لَهُمْ ادْخُلُوا مِصْرَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ ﴿۹۸﴾ فَدَخَلُوا وَجَلَسَ يَوْسُفُ عَلَى سَرِيرِهِ وَرَفَعَ أَبَوَيْهِ أَجْلَسَهُمَا مَعَهُ عَلَى الْعَرْشِ السَّرِيرِ وَخَرُّوا أَيْ أَبَوَاهُ وَإِخْوَتُهُ لَهُ سُجَّدًا سُجُودَ إِحْسَاءٍ لَا وَضَعَ جَبْهَةً وَكَانَ تَحِيَّتُهُمْ فِي ذَلِكَ الزَّمَانِ وَقَالَ يَأَبَتِ هَذَا تَأْوِيلُ رُؤْيَايَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّي حَقًّا وَقَدْ أَحْسَنَ بِي إِذْ أَخْرَجَنِي مِنَ السِّجْنِ لَمْ يَقُلْ مِنْ الْجُبِّ تَكْرِمًا لَوْلَا يَخْجَلُ إِخْوَتُهُ وَجَاءَ بِكُمْ مِنَ الْبَدْوِ لِبَادِيَةٍ مِنْ بَعْدِ أَنْ نَزَعَ أَفْسَدَ الشَّيْطَانُ بَيْنِي وَبَيْنَ إِخْوَتِي إِنَّ رَبِّي لَطِيفٌ لِمَا يَشَاءُ إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ بِخَلْقِهِ الْحَكِيمُ ﴿۹۹﴾ فِي صُنْعِهِ وَأَقَامَ عِنْدَهُ أَبَوَاهُ أَرْبَعًا وَعِشْرِينَ سَنَةً أَوْ سَبْعَ عَشْرَةَ سَنَةً وَكَانَتْ مُدَّةُ فِرَاقِهِ ثَمَانِ عَشْرَةَ أَوْ أَرْبَعِينَ أَوْ ثَمَانِينَ سَنَةً وَحَضَرَهُ الْمَوْتُ فَوَضَى يَوْسُفُ أَنْ يَحْمِلَهُ وَيَدْفِنَهُ عِنْدَ أَبِيهِ فَمَضَى بِنَفْسِهِ وَدَفَنَهُ ثَمَّةٌ ثُمَّ عَادَ إِلَى مِصْرَ وَأَقَامَ بَعْدَهُ ثَلَاثًا وَعِشْرِينَ سَنَةً وَلَمَّا تَمَّ أَمْرُهُ وَعَلِمَ أَنَّهُ لَا يَدُومُ تَأَقَّتْ نَفْسُهُ إِلَى الْمُلْكِ الدَّائِمِ فَقَالَ رَبِّ قَدْ أَتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِي مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ تَعْبِيرِ الرُّؤْيَا قَاطِرُ خَالِقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

أَنْتَ وَلِيَّ مَتَوَلَّى مَصَالِحِي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَالْحَقْنِي بِالصَّالِحِينَ ﴿۱۰۱﴾ مِنْ آبَائِي
 فَعَاشَ بَعْدَ ذَلِكَ أَسْبُوعًا أَوْ أَكْثَرَ وَمَاتَ وَلَهُ مِائَةٌ وَعِشْرُونَ سَنَةً وَتَشَاحَ الْمِصْرِيُّونَ فِي قَبْرِهِ فَجَعَلُوهُ فِي
 صَنْدُوقٍ مَرْمَرٍ وَدَفَنُوهُ فِي أَعْلَى النَّيْلِ لِتَعْمَ الْبَرَكَةُ جَانِبِيهِ فَنَسَبَحَانِ مَنْ لَا انْقِضَاءَ لِمُلْكِهِ ذَلِكَ الْمَذْكُورُ
 مِنْ أَمْرِ يُوسُفَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ أَخْبَارَ مَا غَابَ عَنْكَ يَا مُحَمَّدُ نُوحِيهِ إِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ لَدَى
 إِخْوَةِ يُوسُفَ إِذَا جُمِعُوا أَمْرُهُمْ فِي كَيْدِهِ أَيْ عَزَمُوا عَلَيْهِ وَهُمْ يَمْكُرُونَ ﴿۱۰۲﴾ بِهِ أَيْ لَمْ تَحْضُرْهُمْ
 فَتَعْرِفُ قِصَّتَهُمْ فَتُخْبِرُهَا وَإِنَّمَا حَصَلَ لَكَ عِلْمُهَا مِنْ جِهَةِ الْوَحْيِ وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ أَيْ أَهْلُ مَكَّةَ وَلَوْ
 حَرَصْتَ عَلَى إِيْمَانِهِمْ بِمُؤْمِنِينَ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا تَسْأَلُهُمْ عَلَيْهِ أَيْ الْقُرْآنِ مِنْ أَجْرِ تَأْخُذُهُ إِنْ مَا هُوَ أَيْ
 الْقُرْآنُ إِلَّا ذَكَرَ عِظَةً لِلْعَالَمِينَ ﴿۱۰۴﴾ وَكَأَيِّنْ وَكَمْ مِنْ آيَةٍ دَالَّةٍ عَلَى وَحْدَانِيَّةِ اللَّهِ فِي السَّمَوَاتِ ع
 وَالْأَرْضِ يَمُرُّونَ عَلَيْهَا يُشَاهِدُونَهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ ﴿۱۰۵﴾ لَا يَتَفَكَّرُونَ فِيهَا وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ
 بِاللَّهِ حَيْثُ يَقْرَءُونَ بِأَنَّهُ الْخَالِقُ الرَّازِقُ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ ﴿۱۰۶﴾ بِهِ بِعِبَادَةِ الْأَصْنَامِ وَلِذَا كَانُوا يَقُولُونَ
 فِي تَلْبِيتِهِمْ لَبِّكَ لَا شَرِيكَ لَكَ إِلَّا شَرِيكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ يَعْنُونَهَا أَفَامِنُوا أَنْ تَأْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ
 نِقْمَةٌ تَغْشَاهُمْ مِنْ عَذَابِ اللَّهِ أَوْ تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً فَجَاءَهُمْ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۱۰۷﴾ بِوَقْتِ إِيْتَانِهَا قَبْلَهُ
 قُلْ لَهُمْ هَذِهِ سَبِيلِي وَفَسَّرَهَا بِقَوْلِهِ أَدْعُوا إِلَى دِينِ اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ حُجَّةٍ وَاضِحَةٍ أَنَا وَمَنْ اتَّبَعَنِي
 أَمِنْ بِي عَظْفٌ عَلَى أَنَا الْمُبْتَدَأُ الْمُخْبِرُ عَنْهُ بِمَا قَبْلَهُ وَسُبْحَنَ اللَّهُ تَسْرِيهَا عَنِ الشُّرَكَاءِ وَمَا أَنَا مِنَ
 الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۰۸﴾ مِنْ جُمْلَةِ سَبِيلِهِ أَيْضًا وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رَجُلًا نُوحِيْ وَفِي قِرَاءَةِ بِالنُّونِ
 وَكَسْرِ الْحَاءِ إِلَيْهِمْ لَا مَلَأَ نِكَّةً مَنْ أَهْلُ الْقُرَى الْأَمْصَارِ لَأَنَّهُمْ أَعْلَمُ وَأَحْلَمُ بِخِلَافِ أَهْلِ الْبَوَادِي
 لِحِفَائِهِمْ وَجَهْلِهِمْ أَفَلَمْ يَسِيرُوا أَيْ أَهْلُ مَكَّةَ فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ
 قَبْلِهِمْ أَيْ آخِرُ أَمْرِهِمْ مِنْ إِهْلَاكِهِمْ بِتَكْذِيبِهِمْ رُسُلَهُمْ وَلِدَارُ الْآخِرَةِ أَيْ الْجَنَّةُ خَيْرٌ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا اللَّهَ
 أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۱۰۹﴾ بِالْيَأْيِ وَالتَّاءِ يَا أَهْلَ مَكَّةَ هَذَا فَتُؤْمِنُونَ حَتَّى غَايَةِ لِمَادَلٍّ عَلَيْهِ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ
 إِلَّا رَجُلًا أَيْ فَتَرَاخَى نَصْرُهُمْ حَتَّى إِذَا اسْتَيْشَسَ رِيسَ الرُّسُلِ وَظَنُّوا أَيْقَنَ الرُّسُلِ أَنَّهُمْ قَدْ كَذَبُوا
 بِالتَّشْدِيدِ تَكْذِيبًا لَا إِيْمَانَ بَعْدَهُ وَالتَّخْفِيفِ أَيْ ظَنَّ الْأُمَمُ أَنَّ الرُّسُلَ أَخْلَفُوا مَا وَعَدُوا بِهِ مِنَ النَّصْرِ جَاءَهُمْ
 نَصْرُنَا فَنُجِّيَ بَنُو نِينَ مُشَدَّدًا وَمُخَفَّفًا وَبَنُونَ مُشَدَّدًا مَاضٍ مِنْ نَشَاءٍ وَلَا يَرُدُّ بَأْسُنَا عَذَابَنَا عَنِ الْقَوْمِ

الْمُجْرِمِينَ ﴿۱۰﴾ الْمُسْتَرِكِينَ لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ آيَ الرُّسُلِ عِبْرَةً لِأُولَى الْأَلْبَابِ أَصْحَابِ
الْعُقُولِ مَا كَانَ هَذَا الْقُرْآنُ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَكِنْ كَانَ تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ قَبْلَهُ مِنَ
الْكِتَابِ وَتَفْصِيلَ تَبَيِّنٍ كُلِّ شَيْءٍ يُحْتَاجُ إِلَيْهِ فِي الدِّينِ وَهُدًى مِّنَ الضَّلَالَةِ وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ
يُؤْمِنُونَ ﴿۱۱﴾ خُصُّوا بِالذِّكْرِ لَا نُنْفَعَهُمْ بِهِ دُونَ غَيْرِهِمْ

ترجمہ: اور پھر جب سرزمین مصر سے چلا (مصر کی آبادی سے نکلا) تو ان کے باپ کہنے لگے (گھر والوں سے جو ان کے
سامنے موجود تھے) مجھ کو تو یوسف کی مہک آرہی ہے (حق تعالیٰ کے حکم سے تین دن یا آٹھ روز یا اس سے زیادہ کی مسافت سے یوسف
کی خوشبو باپ تک ہوانے پہنچادی، اگر تم مجھے بڑھاپے میں سٹھپایا ہوا نہ سمجھو) بہکی باتیں کرنے والا نہ سمجھو تو مجھے سچا جانو) کہنے لگے بخدا
آپ تو اپنے اسی پرانے خبط (غلط خیال) میں پڑے ہو (حد سے زیادہ محبت میں اور ایک زمانہ گزرنے کے باوجود ملنے کی آس لگائے
بیٹھے ہو) لیکن پھر جب (ان زائد ہے) خوشخبری سنانے والا آپہنچا (یہودا کرتے لے کر آگیا اور خون آلود کرتے بھی وہی لے کر آیا تھا جس
طرح اس نے رنج پہنچایا تھا اب خوشخبری بھی اسی نے دینی چاہی) تو اس نے آتے ہی (یوسف کا کرتہ) یعقوب کے چہرہ پر ڈال دیا۔
فورا ہی ان کی آنکھیں کھل گئیں۔ فرمایا کہ میں نے تم سے کہا تھا کہ میں اللہ کی جانب سے وہ بات جانتا ہوں جو تمہیں معلوم نہیں؟ سب
بیٹوں نے کہا کہ ابا جان! ہمارے گناہوں کے لئے دعائے مغفرت کر دیجئے۔ فی الحقیقت سراسر ہم قصور وار تھے۔ باپ نے فرمایا: جلد
ہی اپنے پروردگار سے تمہارے لئے مغفرت کروں گا۔ بلاشبہ وہ غفور رحیم ہے (دعا کا معاملہ صبح تک اس لئے ملتوی رکھا کہ وہ زیادہ
قبولیت کا وقت ہوتا ہے اور بعض کی رائے میں جمعہ کی شب تک ملتوی رکھا۔ اس کے بعد یہ سب لوگ مصر روانہ ہو گئے۔ ادھر استقبال کے
لئے حضرت یوسف اور ارکان سلطنت آگے بڑے) پھر جب سب کے سب یوسف کے پاس باریاب ہوئے (ان کے خیمہ میں آئے)
تو انہوں نے اپنے والدین (باپ کے ساتھ ماں تھی یا خالہ) کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا اب شہر میں چلو۔ خدا نے چاہا تو تمہارے لئے
ہر طرح کی سلامتی ہے (غرضیکہ سب پہنچ گئے اور حضرت یوسف اپنے تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوئے) اور یوسف نے اپنے والدین کو
بلند جگہ پر بٹھلایا (اپنے ساتھ بٹھلایا) اپنے تخت پر اور (ان کے والدین اور بھائی) سب کے سب ان کے سامنے سجدہ میں گر گئے (یعنی
جھک گئے یہ نہیں کہ ماتھا زمین پر ٹیک دیا ہو اور اس وقت ان کے آداب بجالانے کا طریقہ یہی تھا) اور یوسف پکارا ٹھے کہ ابا جی! یہ ہے
میرے خواب کی تعبیر جو مدت ہوئی میں نے دیکھا تھا۔ میرے پروردگار نے اسے سچا کر دکھایا۔ یہ اسی کا احسان ہے کہ مجھے قید سے رہائی
دی (کنویں سے نکالنے کا ذکر نہیں کیا کہ بھائیوں کو شرمندگی نہ ہو) تم سب کو صحرا سے نکال کر میرے پاس پہنچا دیا اور یہ سب کچھ اس
کے بعد ہوا کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں اختلاف (فساد) ڈال دیا تھا۔ بلاشبہ میرا پروردگار جو چاہتا ہے اس کی لطیف
مدیر کر دیتا ہے بیشک وہ بڑا جاننے والا ہے اپنی مخلوق کو۔ بڑی حکمت والا ہے (اپنی تدبیر میں۔ اس کے بعد حضرت یوسف کے پاس ان
کے والد ماجد چوبیس یا سترہ سال قیام پذیر رہے اور جدائی کی کل مدت اٹھارہ یا چالیس یا اسی سال رہی ہے۔ وفات کا وقت جب آیا تو
انہوں نے حضرت یوسف کو وصیت کی کہ مجھے میرے والد کے پاس دفنانا۔ چنانچہ انتقال کے بعد انہیں دفنانے کے لئے یوسف علیہ
السلام بنفس نفیس تشریف لے گئے اور پھر مصر واپس تشریف لائے اور تیس سال اس کے بعد پھر حیات رہے اور جب حضرت یوسف کا
کام پورا ہو گیا اور یہ بھی یقین ہو گیا کہ میں ہمیشہ زندہ نہیں رہ سکتا تو دائمی ٹھکانے کی طرف آپ کا دل مشتاق ہو گیا۔ چنانچہ پکارا ٹھے)

اے پروردگار! آپ نے مجھے حکومت عطا کی اور مجھے خوابوں کی تعبیر دینا سکھلایا۔ اے آسمان وزمین کے بنانے والے! آپ ہی میرے کارساز و مصلحتوں کے نگران) ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور پوری فرمانبرداری کے ساتھ مجھے دنیا سے اٹھالیجئے اور اپنے خاص نیک بندوں میں شامل کر لیجئے (میرے باپ دادوں کے ساتھ۔ چنانچہ اس کے بعد ایک ہفتہ یا اس سے زیادہ زندہ رہے۔ بعدہ ایک سو بیس سال کی عمر میں وفات ہو گئی تو مصریوں میں ان کے دفن کرنے کے متعلق اختلاف پڑ گیا۔ چنانچہ سنگ مرمر کے ایک تابوت میں نعش مبارک رکھ کر دریائے نیل کے بالائی حصہ میں دفنادی۔ تاکہ دریائے نیل کی دونوں جانب برکت رہے۔ سبحان اللہ: خدا ہی کی سلطنت لازوال ہے۔ یہ قصہ داستان یوسف) غیب کی خبروں میں سے ہے (اے محمد! یہ واقعات آپ کے سامنے نہیں ہیں) جس کی وحی ہم آپ پر کر رہے ہیں اور نہ ہی آپ ان (یوسف کے بھائیوں) کے پاس تھے۔ جس وقت یوسف کے بھائی پختہ عزم کر رہے تھے (پوشیدہ تدبیر کرنے پر جم گئے تھے) سازش کرتے ہوئے (یعنی آپ اشرف فرمانتیں تھے۔ کہ آپ ان کے قصہ سے واقف ہوتے اور دوسروں سے بیان کرتے۔ یہ باتیں تو آپ کو صرف وحی سے معلوم ہوئی ہیں) اور اکثر (مکہ کے) آدمی ایسے ہیں کہ آپ کتنا ہی چاہیں (ان کے ایمان کو) لیکن وہ کبھی ایمان نہیں لائیں گے۔ حالانکہ آپ ان سے اس (قرآن) پر کوئی معاوضہ (لینا) نہیں چاہتے یہ (قرآن) تو اس کے سوا کچھ نہیں کہ تمام جہان کے لئے ایک نصیحت ہے اور کتنی ہی نشانیاں (اللہ کی وحدانیت پر دلالت کرنے والی) ہیں۔ آسمانوں اور زمین میں جن پر سے لوگ گزر جاتے ہیں (انہیں دیکھتے ہوئے) اور نظر اٹھا کر دیکھتے ہی نہیں (غور و فکر نہیں کرتے) اور ان میں سے اکثر وہ یہ ہے کہ خدا کو مانتے بھی ہیں (یہ اقرار کرتے ہوئے کہ اللہ خالق ہے رازق ہے) تو اس طرح کہ شرک بھی کرتے جاتے ہیں (بت پرستی کے ساتھ، اسی لئے حج کا تلبیہ اس طرح پڑھتے ہیں لیسک لک لا شریک لک الا شریک کاھو لک تملکھ وما ملک۔ اور اس سے بت ہی مراد لیتے ہیں) پھر کیا یہ لوگ اس بات سے مطمئن ہو بیٹھے ہیں کہ اللہ کے عذاب میں سے کوئی آفت ان پر آجائے (ایسی عام مصیبت جو ان پر چھا جائے) جو انہیں گھیر لے؟ یا اچانک (ایک دم) قیامت آجائے اور انہیں خبر بھی نہ ہو؟ (پہلے سے اس کے آنے کی) آپ (ان سے) فرمادیجئے میری راہ تو یہ ہے (جس کی تشریح ان لفظوں سے کی جا رہی ہے) میں اللہ کے (دین) کی طرف بلاتا ہوں اس روشنی (یعنی دلیل) کی بناء پر جو میرے سامنے ہے اور وہ لوگ بھی جنہوں نے میرے پیچھے قدم اٹھایا ہے (مجھ پر ایمان لائے ہیں اس کا عطف انسا پر ہو رہا ہے جو مبتداء ہے اور جس کی خبر پہلے آچکی) اور اللہ پاک ہے (ساجھیوں سے وہ بری ہے) اور میں شرک کرنے والوں میں نہیں ہوں۔ اور ہم نے آپ سے پہلے کسی رسول کو نہیں بھیجا مگر وہ ایک آدمی تھا کہ وحی بھیجی گئی (اور ایک قرأت میں نون اور کسراء کے ساتھ ہے) جس کی طرف (فرشتے نہیں بھیجے) باشندگان شہر میں تھا (قریہ سے مراد شہر ہے۔ کیونکہ شہری لوگ زیادہ علم اور بردباری رکھنے والے ہوتے ہیں برخلاف دیہات والوں کے۔ ان میں اکھڑ پن اور جہالت ہوتی ہے) پھر کیا یہ لوگ (مکہ والے) سر زمین ملک میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھ لیتے۔ ان لوگوں کا انجام کیسا کچھ ہو چکا ہے جو پہلے گذر چکے ہیں؟ (یعنی آخر کار پیغمبروں کو جھٹلانے کی وجہ سے انہیں تباہ و برباد ہونا پڑا) البتہ عالم آخرت (یعنی جنت) کہیں بہتر ہے ان لوگوں کے لئے جو (اللہ سے) ڈرتے ہیں۔ کیا تم اتنا بھی سمجھتے ہو جتنے نہیں؟ یا اور تاء کے ساتھ دونوں قرأتیں ہیں۔ اے اہل مکہ! کیا تم اتنی بات بھی نہیں جانتے کہ ایمان لے آتے) یہاں تک کہ (یہ غایت ہے اس بات کی) جس پر وما ارسلنا من قبلک الا رجالا دلائل کر رہا ہے یعنی ہم ان کی مدد دیر سے کریں گے یہاں تک کہ (جب اللہ کے رسول مایوس ہو گئے اور انہوں (پیغمبروں) نے خیال (یقین) کر لیا کہ ہمارے سمجھنے میں غلطی ہوئی) تشدید کے ساتھ اگر ہے تو ایسا جھٹانا مراد ہے جس کے بعد پیغمبروں کو اپنے اوپر ایمان لانے کی توقع نہیں رہی تھی اور تخفیف کے ساتھ اگر ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ پیغمبروں کی امتوں نے یہ سمجھ لیا کہ پیغمبروں سے جس مدد کا

وعدہ کیا گیا تھا وہ پوری نہیں ہوگی) تو ہماری مدد ان کے پاس آ پہنچی۔ پس ہم نے بچا لیا (اس لفظ میں دونوں نون تشدید کے ساتھ ہیں یا تخفیف کے ساتھ اور نون مشدود کی صورت میں یہ صیغہ ماضی ہوگا) جسے بچانا چاہا اور ہمارا عذاب مجرموں (مشرکوں) سے کبھی ٹل نہیں سکتا۔ یقیناً ان لوگوں (پیغمبروں) کے قصہ میں دانشمندوں (سمجھداروں) کے لئے بڑی ہی عبرت ہے۔ یہ (قرآن) کوئی جی سے گھڑی (تراشی) ہوئی بات نہیں ہے۔ بلکہ اس سے پہلے (جو کتابیں آچکی ہیں ان) کی تصدیق ہے۔ نیز ہر (دینی ضروری) بات کی تفصیل (بیان) ہے اور (گمراہی) سے ہدایت اور رحمت کا ذریعہ ہے ایمانداروں کے لئے (اہل ایمان کی تخصیص اس لئے کی کہ قرآن سے انہیں لوگوں کو نفع ہوتا ہے دوسروں کو نہیں)۔

تحقیق و ترکیب:..... عریش مصر یہ مصر و شام کے کسی سرحدی شہر کا نام ہے۔ اس شہر اور حضرت یعقوبؑ میں ایک ہفتہ یا عشرہ یا ایک مہینہ یا اتنی میل کی مسافت حائل تھی۔ من بنیہ مفسر علامؒ کی رائے پر بعض صاحبزادے حضرت یعقوبؑ کے پاس موجود ہوں گے۔ دوبارہ مصر میں سب نہیں گئے ہوں گے۔ لاجد ریح یوسف ایک وقت وہ بھی تھا کہ یوسفؑ خود اپنے شہر کنعان کے کنویں میں پڑے رہے اور حضرت یعقوبؑ کو پتہ نہیں چل سکا اور ایک وقت یہ ہے کہ اتنی دور سے پیرا بن یوسفؑ کی پیشیں آرہی ہیں۔

گہے برطارم اعلیٰ نشینم گہے بر پشت پائے خود نہ ینم

جب اقبال یاوری کرتا ہے تو بڑی سے بڑی مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں ورنہ چھوٹی سے چھوٹی آسانی بڑی سے بڑی مشکل بن جاتی ہے۔ الصبا پروا ہوا کے بجائے پچھوا ہوا کہنا چاہئے تھا۔ کیونکہ مصر سے شام کو جاتے ہوئے پچھوا ہوا پڑتی ہے۔ اس قسم کی بشارت کے موقع پر حضرت یعقوبؑ اپنے باپ دادا کی تقلید میں یہ الفاظ پڑھا کرتے تھے۔ یا لطیف فوق کل لطیف الطف بی فی اموری کلہا کما احب ورضنی فی دنیای و آخرتی۔

ثم توجھوا کہا جاتا ہے کہ حضرت یوسفؑ اپنے پایہ تخت سے دو سو میل باہر استقبال کے لئے نکلے اور حضرت یعقوبؑ کے ہمراہ تین سو ستر افراد کا مجمع تھا اور حضرت یوسفؑ چار ہزار کالا و لشکر لے کر آگے بڑھے دور سے اپنے بیٹے یہودا کے سہارے جب حضرت یعقوبؑ نے چلتے ہوئے اس کمر و فر پر نظر ڈالی تو پوچھا کہ یہ فرعون اور اس کا لشکر ہے؟ یہودا نے کہا کہ نہیں۔ یہ تو آپ کے فرزند یوسفؑ ہیں۔ غرض کہ حضرت یوسفؑ سلام کرنا چاہتے تھے۔ مگر انہیں حکم ہوا کہ حضرت یعقوبؑ پہلے سلام کریں گے۔ چنانچہ حضرت یعقوبؑ بولے السلام یا مذهب الاحزان ابویہ۔ ابویہ والدہ کا نام راحیل اور خالہ کا نام لیا تھا۔ جمہور کی رائے یہی ہے کہ یہ خالہ تھیں۔ والدہ کا انتقال تو بنیامین کی ولادت کے سلسلہ میں ہو چکا تھا۔ چنانچہ بنیامین کی وجہ تسمیہ یہی ہے کہ ان کی زبان میں بنیا کے معنی دروزہ کے تھے۔ ادخلوا یہ داخلہ شہر کا ہے اور پہلا داخلہ شہر سے باہر خیمہ میں تھا۔ سجود انحناء جس طرح ہماری شریعت میں سلام و قیام و مصافحہ کی اجازت ہے۔ اسی طرح ان کی شریعت میں تعظیم کے لئے جھکنے کی اجازت تھی اور بقول ابن عباسؓ کے خسرو اللہ سجداً للہ شکر ائمہ معنی ہیں یا اللہ کی ضمیر اللہ کی طرف راجع ہو تب بھی اشکال نہیں ہو سکتا اور رفع اگرچہ لفظوں میں خروا سے پہلے ہے لیکن واقعی ترتیب کے لحاظ سے بعد میں ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ داؤ ترتیب کے لئے نہیں مطلق جمع کے لئے ہے۔ بہر حال خواب کی تعبیر کا سچا ہونا چونکہ بامرالی ضروری تھا اس لئے حضرت یوسفؑ اپنے والدین کی تعظیم بجالانے پر خاموش رہے۔ ورنہ یہ خاموشی

یہ ادبی ہوتی اور معاملہ برعکس ہونا چاہیے تھا۔ فصوصی یعنی حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ کو وصیت فرمائی کہ مجھے شام میں والد کے مزار کے پاس دفنانا۔ چنانچہ حضرت یوسفؑ بنفس نفیس اس دفن میں شریک رہے۔ **من المملک من تبعضیہ** ہے، ملک مصر مراد ہے۔ کیونکہ عمومی بادشاہتیں تو صرف چار کی مشہور ہیں۔ سکندر، سلیمان تو اہل ایمان میں سے اور شداد اور بخت نصر کفار میں سے اور بعض نے **من زائد مانا** ہے اور بعض بیان جنس کے لئے کہتے ہیں۔ تو فنی اس سے طلب موت مراد نہیں کہ اشکال ہو بلکہ بحالت اطاعت مراد ہے اور پیغمبر اگر چہ نافرمانی سے معصوم ہوتا ہے۔ لیکن خوف و دہشت کے غلبہ سے اپنی عصمت کا ذہول ہو گیا۔ اور دعاء کرنے پر مجبور ہو گئے **فعاش** حضرت یعقوبؑ اپنے بیٹے کے پاس چودہ سال رہے اور حضرت یوسفؑ اپنے والد کے بعد تیرہ سال زندہ رہے اور جب حضرت یوسفؑ کی وفات ہوئی تو لوگوں میں ان کی قبر کے متعلق اختلاف ہوا۔ بالآخر دریائے نیل کے بالائی حصے میں دفن کیا گیا۔ لیکن چار سو سال کے بعد حضرت موسیٰؑ نے بیت المقدس کی طرف ان کا تابوت منتقل کر دیا۔ حضرت یوسفؑ کی اولاد کے نام افرائیم اور میثاد ہیں اور افرائیم کے بیٹے نون اور نون کے بیٹے یوشع ہوئے۔ جو حضرت موسیٰؑ کے ساتھ رہے اور بعد میں نبوت سے سرفراز ہوئے اور حضرت یوسفؑ کی صاحبزادی کا نام رحمت تھا۔ جو حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی ہوئی تھیں۔ الا رجالا بعض حضرات نے لفظ رجالا سے استدلال کیا ہے کہ نبوت صرف مردوں کے لئے ہوتی ہے۔ عورتوں کے لئے نبوت جائز نہیں ہے۔ لیکن یہ استدلال کمزور ہے۔ کیونکہ یہاں حصر بمحاذ فرشتوں کے ہے۔ عورتوں کے اعتبار سے حصر نہیں ہے بہر حال مسئلہ ظنی ہے اور عورتوں کی نبوت بھی کسی قطعی دلیل سے ثابت نہیں ہے۔ **عبرة** چنانچہ حضرت یوسفؑ کو حیر سے اٹھا کر سریر پر بٹھلا دیا اور **غیابة الحب** سے نکال کر مرکز محبت و شہرت بنایا۔ صبر کا انجام سلامتی اور عزت ہے اور مکر کا انجام ذلت و ندامت ہوا؟ کمال شے اس کے بعدیحتاج الیہ فی الدین کی قید لگانے سے اس دعوائی قرآنی کو غلط بیانی پر محمول نہیں کیا جاسکتا اور ان لوگوں پر بھی رد ہو گیا جو قرآن کے موضوع اصلی سے ہٹ کر ہر قسم کی رطب و یابس باتیں اس میں ڈھونڈنے کی کوشش کرتے ہیں۔

﴿تشریح﴾: اللہ والوں کی نظر دور رس اور دور بین ہوتی ہے:..... جب بھائیوں نے یوسفؑ کی ہلاکت کی خبر باپ کو سنائی تو خون آلود کرتہ جا کر دکھایا تھا۔ اب وقت آ گیا کہ زندگی و اقبال کی خوشخبری سنائی جائے تو اس کے لئے بھی کرتے ہی نے نشانی کا کام دیا۔ وہی چیز جو کبھی فراق کا پیام لائی تھی۔ اب وصال کی بشارت بن گئی۔ ادھر کاروان بشارت نے کوچ کیا اور ادھر کنعان میں حضرت یعقوبؑ نے کہنا شروع کیا کہ مجھے تو یوسفؑ کی مہک آرہی ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ وحی الہی نے انہیں مطلع کر دیا تھا کہ اب فراق کا زمانہ ختم ہوا اور وصال کا مژدہ جلد آنے والا ہے۔

حضرت یعقوبؑ نے بشارت لانے والے سے تو **الم اقل لکم انی اعلم** مالا تعلمون فرمایا لیکن جو لوگ حضرت یعقوبؑ کے معجزے کو بعید سمجھ رہے تھے۔ ان سے یہ بات یا تو اس لئے نہیں فرمائی کہ اس سے ان کا جواب بھی نکل رہا ہے اور یا چونکہ ان کی غلطی فوراً ہی ظاہر ہوئی۔ اس لئے جتانے کی چنداں ضرورت نہیں سمجھی اور بیٹوں سے کہے ہوئے ایک مدت گزر چکی تھی۔ اس لئے انی **اعلم** فرمانے کی ضرورت پڑی اور یا معجزہ کو بعید سمجھنے والوں کی نسبت بیٹوں سے زیادہ سابقہ اور واسطہ پڑتا تھا۔ اس لئے انہی کو قائل کرنا ضروری سمجھا اور چونکہ ان صاحبزادوں سے اس سلسلہ میں حقوق اللہ اور بندوں کے حقوق دونوں میں کوتاہی ہوئی۔ اس لئے دونوں کی تلافی اور مکافات کے لئے عام اور جامع عنوان اختیار کیا۔ تاکہ انسا کنا خاطئین میں دونوں قسم کے حقوق داخل ہو جائیں اور اس لئے

حضرت یعقوبؑ نے بھی استغفار کا وعدہ فرمادیا۔

بھائیوں کی معافی تلافی:..... بھائیوں نے جب حضرت یوسفؑ کے آگے عجز و اعتراف کا سر جھکایا تھا تو حضرت یوسفؑ نے بلا تامل لا تشریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وهو ارحم الراحمین کہہ کر معاملہ صاف کر دیا۔ مگر جب حضرت یعقوبؑ کی باری آئی اور ان سے معافی اور دعائے مغفرت کے طلبگار ہوئے تو فرمایا۔ میں عنقریب تمہارے لئے دعائے مغفرت کروں گا۔ غرضیکہ دعائے مغفرت کو کسی آئندہ وقت کے لئے ملتوی کر دیا یہ اختلاف حال غالباً اسی بات کا نتیجہ ہے کہ بھائیوں نے جو کچھ حکم کیا تھا وہ حضرت یوسفؑ کی ذات پر خاص کیا تھا۔ اس لئے انہیں عفو و درگزر میں تامل نہیں ہوا۔ کیونکہ معاملہ خود ان کا معاملہ تھا۔ لیکن حضرت یعقوبؑ کو اس لئے تامل ہوا کہ معاملہ صرف انہی کا نہیں تھا۔ بلکہ حضرت یوسفؑ کا بھی تھا۔ پس فرمایا کہ میں عنقریب استغفار کروں گا۔ یعنی جلد وہ وقت آنے والا ہے کہ سب یک جا ہوں گے اور بخشش و معافی کا آخری فیصلہ ہو جائے گا۔ پھر میری دعائیں ہوں گی اور تم ہو گے۔

چھڑے ہوؤں کا ملاپ:..... قافلہ جب مصر کے قریب پہنچا تو حضرت یوسفؑ نے ان کا استقبال کیا۔ اس زمانہ میں مصر کا دار الحکومت عسسیس تھا اور اسے جشن کا شہر کہتے تھے۔ کیونکہ سالانہ جشن وہیں ہوا کرتا تھا۔ پس یہ لوگ دار الحکومت میں آئے۔ جہاں حضرت یوسفؑ نے دربار منعقد کیا اور اپنے والدین کے لئے بلند مسند بچھائی اس کا اب وقت آ گیا تھا۔ جس کا موقعہ سالہا سال پہلے حضرت یوسفؑ نے خواب میں دیکھا تھا۔ جو نبی حضرت یوسفؑ دربار میں نمودار ہوئے تمام درباریوں نے مصر کے دستور کے مطابق تعظیم دی اور تعظیم یہ تھی کہ سجدے میں گر پڑے۔ جب یوسفؑ کے والدین اور بھائیوں نے یہ منظر دیکھا تو وہ بھی سجدے میں گر پڑے اور درباریوں کا ساتھ دیا۔ تب حضرت یوسفؑ کو اپنے غوار کی بات یاد آ گئی وہ بے اختیار پکار اٹھے ہذا تاویل رؤیای الخ غرضیکہ آج یہ سب چاند سورج ستارے ان کی عظمت و جلال کے آگے جھک گئے اور وقت کی سب سے بڑی مملکت کے اونج و اقبال نے اپنا تخت ان کے لئے خالی کر دیا۔

سجدہ تعظیمی کی حقیقت اور حکم:..... بہت پہلے زمانہ سے دنیا میں یہ دستور چلا آ رہا ہے کہ حکمرانوں اور پیشواؤں کے آگے لوگ جھکتے اور سجدے کرتے رہے ہیں اور اسے تعظیم و احترام کی خاص علامت سمجھا جاتا رہا ہے۔ مصر، بابل، ایران، ہندوستان اور بادشاہان بنی اسرائیل۔ سب کے یہاں تعظیم و احترام کا یہی طریقہ رائج تھا اور ہندوستان میں بعض جگہ اب تک رائج ہے۔ لیکن قرآن نے توحید و عمل کا جو اعلیٰ معیار قائم کیا وہ اس طرح کے رسم و رواج کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ پس جو کچھ بیان کیا گیا وہ محض گزشتہ واقعہ کی حکایت ہے اسلامی احکام کی تشریح نہیں ہے۔ باقی حضرت یعقوبؑ نے مصر سے باہر پہلی ملاقات کے وقت تو سجدہ نہیں کیا اور مصر میں پہنچ کر سجدہ کیا؟ سو اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ شہر سے باہر عظمت کے مقابلہ میں چونکہ محبت یوسفؑ غالب تھی۔ اس لئے صرف ملنے جلنے، معاملے، بات چیت پر اکتفاء کیا جو محبت کے مناسب باتیں ہیں۔ لیکن مصر میں داخل ہونے کے بعد شاہی کر و فردیکہ کر عظمت کا غلبہ ہو گیا۔ جوش محبت میں جو کچھ سکون ہو جانے کی وجہ سے یا حضرت یوسفؑ کو شاہی اجلاس میں دیکھ کر اس لئے بے اختیار جھک پڑے۔ غرض کہ دونوں جگہ کی حالت میں فرق تھا۔ اس لئے دونوں کے اثرات میں بھی نمایاں فرق ہوا اور اس سجدہ کی حقیقت کیا تھی اور اپنے

والدین سے اتنی بڑی تعظیم اپنے لئے حضرت یوسفؑ نے گوارا کی۔ اور اس کی تحقیق ”عنوان تحقیق“ میں ابھی گزر چکی ہے۔ اسی طرح یہ سرگزشت جس خواب کے تذکرے سے شروع ہوئی تھی اس کی تعبیر پر ختم ہوگئی۔

اشتقاق موت:..... موت کا اشتقاق اگر اللہ کی ملاقات کے شوق میں ہے تب تو جائز ہے جیسے حضرت یوسفؑ کو ہوا۔ ورنہ جائز نہیں ہے یا یوں کہا جائے کہ حضرت یوسفؑ نے موت کی تمنا نہیں کی تھی۔ بلکہ بحالت اطاعت موت کی درخواست کی تھی اور انبیاء کی وفات اگرچہ بحالت اطاعت یقینی ہے۔ لیکن اطاعت کے درجات و مراتب مختلف ہوتے ہیں۔ اس لئے طلب میں کوئی اشکال نہیں ہونا چاہیے۔ حضرت یوسفؑ کی وفات کا جب وقت آیا تو اپنے بھائیوں اور دوسرے افراد کو وصیت فرمائی کہ اگر تم مصر چھوڑ کر اپنے آبائی وطن ملک شام جانے لگو تو میری نعش بھی اپنے ساتھ لے جانا۔ چنانچہ چار سو سال بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے پوشیدہ طریقہ سے نکلے تو وحی کے مطابق نعش کا تابوت اپنے ہمراہ لے گئے اور گو سلطنت مصر کے اختیارات حضرت یوسفؑ کو مل گئے تھے۔ لیکن رسمی طور پر بادشاہت شاہی خاندان میں تھی اور حضرت یوسفؑ ”عزیز مصر“ کہلاتے تھے۔ اس لئے حضرت یوسفؑ کی وفات کے بعد بدستور بادشاہت سلاطین مصر کی طرف لوٹ گئی۔ چنانچہ فرعون موسیٰ انہی سلاطین مصر کے سلسلہ میں ہوا۔ اور حضرت موسیٰ کے زمانہ کے بنی اسرائیل برادران یوسفؑ کی اولاد میں سے ہوئے۔

آنحضرتؐ کے پاس پچھلے واقعات معلوم کرنے کا ذریعہ وحی کے علاوہ دوسرا کوئی نہیں تھا:..... بقول بعض مفسرینؒ کچھ یہودیوں نے آنحضرتؐ سے بطور امتحان پوچھا تھا کہ حضرت یعقوبؑ ملک شام کے رہنے والے تھے پھر ان کی اولاد فرعون کے ہاتھوں مصر میں کہاں پہنچ گئی؟ اس واقعہ میں گویا اس کا تفصیلی جواب موجود ہے بہر حال آیت ذلک من انباء الغیب سے اب خطاب پیغمبر اسلامؐ کی جانب ہے جس میں دعوت حق کی بعض مہمات واضح کی جا رہی ہیں مثلاً (۱) اس سرگزشت میں جو کچھ بیان ہوا ہے وہ سرتا سر غیب کی باتیں ہیں۔ اگر وحی الہی کا فیضان نہ ہوتا تو ممکن نہ تھا کہ اس واقعہ کی جزئیات پر تم مطلع ہوتے اور دنیا کے آگے اس طرح پیش کر دیتے۔ کیونکہ یہ واقعہ تم سے دو ہزار سال پہلے کا ہے اور دنیا میں گزشتہ واقعات کے علم کے جتنے وسائل ہو سکتے ہیں ان میں سے کوئی وسیلہ ہی تمہارے لئے موجود نہیں اور اگر موجود بھی ہو تو یہ قطعی ہے کہ اس باب میں کچھ مفید نہیں ہو سکتا۔ (۲) مگر کیا حق کے نہ ماننے والے تمہاری سچائی کی یہ واضح دلیل دیکھ کر ایمان لے آئیں گے؟ نہیں تم کتنا ہی چاہو جو ماننے والے نہیں ہیں وہ کبھی نہ مانیں گے (۳) خدا کی کائنات سرتا سر کی حقیقت کی ایک نشانی ہے۔ آسمان وزمین کا کون سا گوشہ ہے جو اس کی نشانیوں سے خالی ہے اور دن رات انسان کو فکر کی دعوت نہیں دے رہا؟ مگر اس کے باوجود بندگان غفلت کا کیا حال ہے؟ وہ ان نشانیوں پر سے گزر جاتے ہیں اور نگاہ اٹھا کر دیکھتے بھی نہیں؟

انبیاء سے جس نصرت و مدد کا وعدہ تھا اس کی مدت مقررہ گزرنے سے پہلے اگر ظن کا اعتبار کیا جائے۔ تو اس کے معنی غالب گمان کے ہوں گے اور مقررہ مدت کے گزرنے کے بعد اگر اعتبار کیا جائے تو ظن کے معنی یقین کے ہوں گے۔ اسی طرح مایوسی پہلی صورت میں ظن اور دوسری صورت میں یقینی ہوگی۔ لفظ کذبوا کی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں۔ لیکن سب سے آسان اور بے تکلف معنی یہ ہیں کہ پیغمبروں نے امداد الہی کے بارہ میں جو تخمینہ اور اندازہ لگایا تھا جب وہ پورا ہو گیا اور تائید الہی نہیں ہوئی تو ان پر اپنی غلط فہمی واضح

ہو گئی۔ جس سے انبیاء کے حق میں اجتہادی خطا کا ممکن ہونا معلوم ہوا۔ چنانچہ بکثرت احادیث سے بھی خطاء اجتہادی کا انبیاء سے ممکن ہونا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن بقول جلال محقق اگر کذبوا مشدد پڑھا جائے تو معنی یہ ہوں گے کہ خود پیغمبروں کو شبہ ہونے لگا کہ کہیں اہل ایمان ہی شک کرنے اور جھٹلانے نہ لگیں۔ پس ظن کے معنی تو ہم اور احتمال کے ہوں گے اور انہم اور کذبوا کی ضمیریں پیغمبروں کی طرف ہوں گی اور کذبوا کا فاعل اہل ایمان ہوں گے۔

اطائف آیات: آیت ولما فصلت العیر الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اولیاء کے مکاشفات کا حال بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ کبھی قریب کی خبر نہیں ہوتی اور کبھی دور دور کی خبر لے آتے ہیں۔ آیت توفسی مسلما الخ سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ ایک تو معصوم ہونے کے باوجود انبیاء کفر اور گناہوں سے ڈرتے ہیں۔ دوسرے لقاء خداوندی کے شوق میں موت کی تمنا کرنا۔

آیت وما یؤمن اکثرہم باللہ الخ میں قبر پرستی، غیر اللہ کی نذر و نیاز اور غیر اللہ کو نفع اور ضرر رساں سمجھنا بھی آگیا۔ بلکہ بعض صوفیاء تو غیر اللہ کی طرف التفات کو شرک میں داخل کرتے ہیں۔

آیت قل ہذہ سبیلی الخ سے معلوم ہوا کہ اللہ کی طرف دعوت دینے والے کو وصول الی اللہ کے طریقوں کا ماہر اور اللہ کی ذات و صفات کا عارف ہونا چاہیے۔ بقول علامہ آلوسی اس سورت سے یہ فوائد حاصل ہو رہے ہیں (۱) قضاء الہی کو کوئی روک نہیں سکتا (۲) تقدیر کے مقابلہ میں کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی (۳) اللہ اگر کسی پر فضل و کرم کرنا چاہے تو سارا عالم بھی اسے روک نہیں سکتا (۴) حسد، نقصان و ذلت کا باعث ہوتا ہے (۵) صبر کامیابی کی کنجی ہے (۶) تدبیر کرنا عقل کی بات اور عقل سے معاش کی بہترائی ہوتی ہے (۷) سلاطین کے لئے عدل و انصاف اور پرہیزگاروں کے لئے نفسانی شہوتوں کو چھوڑنا اور غلام اور نوکروں کے لئے اپنے آقا کی آبرو کی حفاظت کرنا اور قدرت کے ہوتے ہوئے خطا و ارتکاب کو معاف کر دینا وغیرہ۔ سامان عبرت بھی اس سورت میں موجود ہے۔

سُورَةُ الرَّعْدِ

سُورَةُ الرَّعْدِ مَكِّيَّةٌ اَوَّلًا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا اِلَّا يَهُدُوا الْاَيْتِ وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسَتْ مُرْسَلًا اِلَّا يَهُدُوا
اَوْ مَدَنِيَّةٌ اَوَّلًا وَلَوْ اَنَّ قُرْآنًا الْاَيْتَيْنِ ثَلَاثٌ اَوْ اَرْبَعٌ اَوْ خَمْسٌ اَوْ سِتٌّ اَوْ اَرْبَعُونَ اَيَّةً

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿۱﴾

اَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ اَعْلَمُ بِمُرَادِهِ بِذَلِكَ تِلْكَ اِهْدِ الْاَيَاتِ اَيُّ الْكِتَابِ الْقُرْآنِ وَالْاِضَافَةُ بِمَعْنَى مَنْ وَالَّذِي
اَنْزَلَ اِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ اَيُّ الْقُرْآنِ مُبْتَدَأُ خَبَرِهِ الْحَقُّ لَاشْكَ فِيهِ وَلَكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ اَيُّ اَهْلِ مَكَّةَ
لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۱﴾ بِاَنَّهُ مِنْ عِنْدِهِ تَعَالَى اَللّٰهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا اَيُّ الْعَمَدِ جَمْعُ عِمَادٍ
وَهُوَ الْاَسْطُوَانَةُ وَهُوَ صَادِقٌ بِاَنَّ لَاعَمَدَ اَصْلًا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ اِسْتَوٰى يَلِيقُ بِهِ وَسَخَّرَ ذَلَّلَ
الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ مِنْهُمَا يَجْرِيْ فِيْ فَلَكَ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى يَوْمَ الْقِيَمَةِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يَقْضِيْ اَمْرَ مُلْكِهِ
يُفْصِلُ بَيِّنَاتٍ دَلَالَاتٍ قُدْرَتِهِ لَعَلَّكُمْ يَا اَهْلَ مَكَّةَ بِلِقَاءِ رَبِّكُمْ بِالْبَعْثِ تَوْقِنُونَ ﴿۲﴾ وَهُوَ الَّذِي
مَدَّ بَسَطَ الْاَرْضَ وَجَعَلَ خَلْقَ فِيْهَا رَوَاسِيَ جِبَالًا تَوَابِتٌ وَاَنْهَارًا وَمِنْ كُلِّ الشَّجَرَاتِ جَعَلَ خَلْقَ
فِيْهَا زَوْجَيْنِ اُنْثَيْنِ مِنْ كُلِّ نَوْعٍ يُغْشَى يُغْطَى اَلَّيْلُ بِظُلْمَتِهِ النَّهَارُ اِنَّ فِيْ ذَلِكَ لَمَذْكُورٍ لَا يَتَّ
دَلَالَاتٍ عَلَى وَحْدَانِيَّتِهِ تَعَالَى لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿۳﴾ فِيْ صُنْعِ اللّٰهِ وَفِي الْاَرْضِ قِطْعٌ بِقَاعٍ مُّخْتَلِفَةٌ
مُّتَجَوِّرَاتٌ مُّتَلَاصِقَاتٌ فَمِنْهَا طَيْبٌ وَسَبْخٌ وَقَلِيلُ الرِّيعِ وَكَثِيْرُهُ وَهُوَ مِنْ دَلَالِ قُدْرَتِهِ تَعَالَى وَجَنَّتْ
بَسَاتِيْنٌ مِنْ اَعْنَابٍ وَزَرْعٌ بِالرَّفْعِ عَطْفًا عَلَى جَنَّاتٍ وَالْجَرِّ عَلَى اَعْنَابٍ وَكَذَا قَوْلُهُ وَنَخِيْلٌ صِنَوَانٌ
جَمْعُ صِنُوٍّ وَهِيَ النَّخْلَاتُ يَجْمَعُهَا اَصْلٌ وَّاحِدٌ وَتَنْشَعِبُ فُرُوعُهَا وَغَيْرُ صِنَوَانٍ مُّنفَرِدَةٍ يُسْقَى بِالنَّاءِ
اَيُّ الْجَنَّاتِ وَمَا فِيْهَا وَالْيَاءُ اَيُّ الْمَذْكُورِ بِمَاءٍ وَّاحِدٍ وَنَفْضِلٌ بِالنُّونِ وَالْيَاءِ بَعْضُهَا عَلَى بَعْضٍ فِي

الْأَكْلَ بَضْمَ الْكَافِ وَسُكُونَهَا فَمِنْ حُلُوٍّ وَحَامِضٍ وَهُوَ مِنْ دَلَائِلِ قُدْرَتِهِ تَعَالَى إِنَّ فِي ذَلِكَ
الْمَذْكُورِ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿۴﴾ يَتَذَكَّرُونَ وَإِنْ تَعْجَبْ يَا مُحَمَّدُ مِنْ تَكْذِيبِ الْكُفَّارِ لَكَ فَعَجَبٌ
حَقِيقٌ بِالْعُجْبِ قَوْلُهُمْ مُنْكَرِينَ لِلْبَعْثِ إِذَا كُنَّا تُرَبَّاءَ إِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدَةٍ لَّأَنَّ الْقَادِرَ عَلَى انْشَاءِ
الْخَلْقِ وَمَا تَقَدَّمَ عَلَى غَيْرِ مِثَالٍ سَبَقَ قَادِرٌ عَلَى إِعَادَتِهِمْ وَفِي الِهْمَزَتَيْنِ فِي الْمَوْضِعَيْنِ التَّحْقِيقُ وَتَحْقِيقُ
الْأُولَى وَتَسْهِيلُ الثَّانِيَةِ وَإِذْ خَالَ أَلْفٌ بَيْنَهُمَا عَلَى الْوَجْهَيْنِ وَتَرْكِهَا وَفِي قِرَاءَةِ بِالْإِسْتِفْهَامِ فِي الْأَوَّلِ
وَالْخَبَرِ فِي الثَّانِي وَأُخْرَى عَكْسُهُ أُولَئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ وَأُولَئِكَ الْأَغْلُلُ فِي أَعْنَاقِهِمْ
وَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۵﴾ وَنَزَلَ فِي اسْتِعْجَالِهِمُ الْعَذَابَ اسْتِهْزَاءً
وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالسَّيِّئَةِ الْعَذَابِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ الرَّحْمَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثَلُ جَمْعُ
الْمَثَلَةِ بِوَزْنِ السَّمَرَةِ أَيْ عُقُوبَاتٍ أَمْثَالُهُمْ مِنَ الْمُكْذِبِينَ فَلَا يَتَذَكَّرُونَ بِهَا وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ لِلنَّاسِ
عَلَى مَا ظَلَمْتَهُمْ وَالْأَلَمْ يَتْرُكْ عَلَى ظَهْرِهَا دَابَّةً وَإِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿۶﴾ لِمَنْ عَصَاهُ وَيَقُولُ
الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا هَذَا أَنْزَلَ عَلَيْهِ عَلَى مُحَمَّدٍ آيَةً مِنْ رَبِّهِ كَالْعَصَا وَالْيَدِ وَالنَّاقَةِ قَالَ تَعَالَى إِنَّمَا
أَنْتَ مُنْذِرٌ مَخَوِّفٌ الْكَافِرِينَ وَلَيْسَ عَلَيْكَ إِيثَارُ الْآيَاتِ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ﴿۷﴾ نَبِيُّ يَدْعُوهُمْ إِلَى رَبِّهِمْ بِمَا يَعْطِيهِ مِنَ الْآيَاتِ لَا بِمَا يَقْتَرِحُونَ

ترجمہ: سورۃ رعد کی ہے۔ جز آیت ولا یزال الذین کفروا الخ اور آیت ویقول الذین کفروا الخ کے یا یہ کہ یہ سورۃ مدنی ہے۔ جز ولو ان قرانا دواتوں کے اور سورۃ میں کل ۴۳ یا ۴۴ یا ۴۵ یا ۴۶ آیات ہیں۔

الف، لام، میم، را (ان کی حقیقی مراد اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے) یہ (آیتیں) ایک بڑی کتاب کی ہیں (قرآن پاک کی اس میں اضافت بواسطہ من کے ہے) اور جو کچھ آپ کے پروردگار کی جانب سے آپ پر نازل کیا جاتا ہے (یعنی قرآن، یہ مبتداء ہے جس کی خبر آگے ہے) وہ بالکل سچ ہے (جس میں قطعاً شبہ کی گنجائش نہیں ہے) مگر اکثر آدمی (مکہ کے) ایمان نہیں لاتے (اس پر کہ یہ کتاب اللہ کی طرف سے ہے) یہ اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں کو اونچا کر دیا تم دیکھ رہے ہو کہ کوئی ستون انہیں تھامے ہوئے نہیں ہے (عمد، عماد کی جمع ہے۔ بمعنی ستون اور نہ دیکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ستون موجود ہی نہیں کہ نظر آئے، پھر وہ اپنے تخت پر نمودار ہوا) (جس طرح اس کے شایان شان تھا) اور سورج اور چاند کو کام پر لگا دیا (بیگار میں جوڑ دیا) کہ ہر ایک (اپنے اپنے مدار پر) ایک ٹھہرائی ہوئی مدت (قیامت) تک کے لئے چلا جا رہا ہے، وہی انتظام کر رہا ہے (اپنے ملک کی تدبیر کرتا ہے) اور نشانیاں الگ الگ کر کے بیان کر دیتا ہے۔ تاکہ تمہیں (اے مکہ والو!) یقین ہو جائے کہ (قیامت کے روز) اپنے پروردگار سے ملنا ہے۔ اور وہی ہے جس نے زمین کی سطح پھیلا دی ہے اور اس میں پہاڑ بنادیئے (مضبوط جمادیئے) نہریں جاری کر دیں اور ہر قسم کے پہلوں کے جوڑے دودو قسم کے اگادیئے، رات (کی اندھیری) سے دن کو چھپا دیتا ہے یقیناً اس بات میں ان لوگوں کے لئے کتنی ہی نشانیاں (دلائل وحدانیت) ہیں

جو (اللہ کی کاریگری میں) غور و فکر کرنے والے ہیں اور زمین میں مختلف قطعے (ٹکڑے) ہیں ایک دوسرے سے ملے ہوئے (پاس پاس) ، کچھ ان میں عمدہ ہیں اور کچھ زمین شور، اور کچھ میں پیداوار کم ہے اور کچھ میں زیادہ، یہی اس کی قدرت کے کرشمے ہیں) اور انگوروں کے باغ ہیں اور کھیتیاں ہیں (لفظ ذرع رفع کے ساتھ جنات پر معطوف ہے اور جر کی صورت میں اعناب پر اس کا عطف ہوگا۔ اسی طرح اگلے لفظ کی ترکیب ہوگی) اور کھجوریں ہیں جن میں بعضے تو ایسے ہیں کہ ایک تنے سے اوپر جا کر دو تنے ہو جاتے ہیں (صنوان جمع صنو کی ہے۔ کھجور کے وہ درخت جن کی شاخیں تو مختلف ہوں مگر جڑ ایک ہو) اور بعضے دو تنے دار نہیں ہوتے بلکہ جڑ سے شاخ تک ایک ہی تنا چلا جاتا ہے) سب سیراب ہوتے ہیں (یہ لفظ تا کے ساتھ اگر ہو تو باغ اور اس کی پیداوار مراد ہوگی اور اگر یا کے ساتھ پڑھا جائے تو مذکور چیز مراد ہوگی) ایک ہی پانی سے، مگر ہم بعض پھلوں کو بعض پھلوں پر ذائقہ میں (لفظ اکل ضم کاف اور سکون کاف کے ساتھ ہے۔ چنانچہ بعض پھل میٹھا اور بعض کھٹا ہوتا ہے جو اللہ کی قدرت کی دلیل ہے) برتری دینے میں (لفظ فصل نون اور یاء کے ساتھ دونوں طرح پڑھا گیا ہے) اس بات میں ان لوگوں کے لئے بڑی ہی نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں (غور کرتے ہیں) اور اگر اس بات کو تعجب خیز سمجھتے ہیں (اے محمد! کہ کفار آپ کو جھٹلا رہے ہیں) تو ان (منکرین قیامت) کا یہ قول لائق تعجب ہے کہ جب ہم مٹی ہو گئے پھر کیا خاک ہم نئے سرے سے پیدا کئے جائیں گے (کیونکہ جو ذات بلا نمونہ کے ابتداء میں پیدا کر سکتی ہے تو وہ دوبارہ پیدا کرنے پر بطریق اولیٰ قدرت رکھے گی اور لفظ اذا اور انا دونوں جگہ ہمزہ کو تحقیق سے پڑھا گیا ہے اور پہلی ہمزہ کی تحقیق اور دوسرے ہمزہ کی تسہیل کے ساتھ اور ان دونوں صورتوں میں دونوں ہمزوں کے بیچ میں الف داخل کر کے اور بغیر الف کے بھی پڑھا گیا ہے اور ایک قرأت میں پہلے لفظ پر ہمزہ استفہام اور دوسرے میں خبر ہے اور ایک قرأت میں اس کے برعکس ہے یعنی پہلا خبر اور دوسرا استفہام ہے) یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار سے انکار کیا اور یہی ہیں جن کی گردنوں میں طوق پڑے ہوں گے اور یہی ہیں جو دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے (کفار بطور مذاق، عذاب کے بارے میں جلدی کر رہے تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی) اور یہ لوگ عافیت (رحمت) سے پہلے آپ سے مصیبت (عذاب) کے بارے میں تقاضا کرتے ہیں۔ حالانکہ ان سے پہلے ایسی سرگزشتیں گزر چکی ہیں جن کی کہاوتیں بن گئیں (مشلات، مثلثہ کی جمع ہے۔ سمرہ کے وزن پر یعنی ایسے ہی جھٹلانے والوں پر سزائیں آچکی ہیں۔ پھر کیا ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے) اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ کا پروردگار بڑا ہی درگزر کرنے والا ہے لوگوں کی خطاؤں سے، ان کی بے جا حرکتوں کے باوجود (ورنہ زمین پر کوئی جاندار چیز نہ چھوڑتا) اور یہ یقینی بات ہے کہ آپ کا پروردگار سزا دینے میں بھی بڑا ہی سخت ہے (نافرمانوں کو) اور جن لوگوں نے کفر کا شیوہ اختیار کیا ہے وہ یوں کہتے ہیں۔ اس آدمی (محمدؐ) پر، پروردگار کی جانب سے کوئی نشانی کیوں نہیں آئی (جیسے عصائے موسیٰ اور ہاتھ کا روشن ہو جانا اور اونٹنی کا معجزہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں) حالانکہ آپ صرف ڈرانے والے ہیں (کافروں کو خوف دلانے والے ہیں، کافروں کو نشانیاں دکھانا آپ کا کام نہیں) اور ہر قوم کے لئے ایک رہنما ہوا ہے (نبی جو اللہ کی عطا کردہ نشانیوں کی طرف بلاتا ہے۔ نہ کہ خود ساختہ نشانیوں کی طرف۔

تحقیق و ترکیب: تلک بمعنی ہذہ کہہ کر اشارہ کر دیا کہ مشارالیه حاضر ہے اللہ الذی وجود باری پر پہلے علوی دلائل بیان کئے جا رہے ہیں۔ پھر وہو الذی مدالارض سے عالم سفلی سے متعلق دلائل بیان کئے جا رہے ہیں۔ عمدہ یہ عماد کی جمع ہے جیسے اہاب کی جمع اہب ہے۔ اس کے صادق ہونے کی صورت یہ ہے کہ آسمان کے لئے ستون ہی نہیں کہ نظر آئے۔ کیونکہ مقید چیز کی نفی جس طرح قید کی نفی سے ہو سکتی ہے اسی طرح خود مقید اور قید دونوں کی نفی سے بھی ہو جاتی ہے اور بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ آسمان کے ستون تو ہیں مگر نظر نہیں آتے۔ لفظ تسرونہا سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ فضا میں جو نیلگوں حصہ نظر آتا ہے وہی آسمان ہے

لیکن فلاسفہ اس محسوس رنگ کو روشنی اور اندھیرے کے مجموعہ کا اثر بتلاتے ہیں۔ اس تحقیق کو اگر صحیح بھی مان لیا جائے تب بھی ظاہر آیت کے خلاف نہیں ہے بلکہ دونوں باتیں جمع ہو سکتی ہیں۔ اسی نور و ظلمت میں اگر آسمان کا رنگ بھی جھلکتا ہو تو کیا تعجب ہے۔ پھر یہ آسمان کا رنگ اور اس مجموعہ کا رنگ دونوں موافق ہوں جیسے حدیث ما اظلمت الخضراء سے بظاہر معلوم ہوتا ہے اور یادوں کا رنگ الگ الگ ہو۔ مگر یکجا ہو کر ملنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے اور بعض کی رائے یہ ہے کہ اس دیکھنے سے مراد حقیقتاً دیکھنا نہیں ہے بلکہ نظر حکمی مراد ہے یعنی دلائل سے اس کا موجود ہونا اور اس کی کیفیت و صفت ایسی معلوم ہے کہ گویا آنکھوں سے دیکھ لیا۔ ثم استوی لفظ ثم صرف عطف کے لئے ہے۔ اس میں تراخی کا اعتبار نہیں ہے اور استوی کی تفسیر جلال محقق نے سلف کے طریقہ پر کی ہے ورنہ متاخرین کے نزدیک استوی کے حقیقی معنی لینے میں چونکہ اللہ تعالیٰ کے لئے جسمیت و جہت لازم آتی ہے اس لئے متاخرین نے تاویلاً مجازی معنی لئے ہیں۔ یعنی قہر و غلبہ اور استیلاء کے معنی مد الارض اس سے بعض حضرات نے زمین کے سطح ہونے پر استدلال کیا ہے۔ لیکن امام رازی فرماتے ہیں کہ یہ لفظ زمین کے کردی ہونے کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ کرہ اگر بڑا ہو تو اس پر امتداد ہو سکتا ہے انیسین جیسے کھٹا بیٹھایا سیاہ و سفید ہونا۔ صنوان علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ جو دو فرع کو ایک اصل جمع کر دے ان میں سے ہر ایک فرع کو صنو کہا جائے گا اور دو تنہا کی تخصیص تمثیلاً ہے ورنہ بعض درختوں میں زائد تنے اور شاخیں ہوتی ہیں۔ بماء واحد پانی کی تعریف خازن کرتے ہیں ”والماء جسم رقیق ماء به حياة كل نام“ اور بعض نے جوہر سیال بہ قوام الارواح سے تعریف کی ہے۔ بہر حال جس طرح ایک پانی سے ہزار ہاتم کے پھل پھول، قدرت کی کمال صنائی پر دلالت کرتے ہیں۔ اسی طرح اولاد آدم کی اصل ایک ہوتے ہوئے پھر طبائع اور کمالات میں تنوع اس کی بے مثال قدرت کی خبر دیتا ہے۔ یعقلون پہلی آیت میں یتفکرون فرمایا گیا ہے۔ کیونکہ وہاں دن رات کے اختلاف سے استدلال کیا گیا ہے جو یہاں کے استدلال کے مقابلہ میں سہل ہے دوسری بات یہ ہے کہ کسی چیز میں تفکر کرنا تعقل کا سبب ہوتا ہے اور سبب مسبب سے پہلے ہوا کرتا ہے۔ قادر علی اعادتهم جب قدرت کا تعلق کسی چیز کے ساتھ مان لیا جائے تو پھر ابتداء اور اعادہ دونوں برابر ہوں گے تاہم حق تعالیٰ کا اعادہ کے متعلق بل ہو اہون کہنا بلحاظ انسانی عادت کے ہے لم یتروک علی ظہرھا دابة جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے۔ ولو یؤخذ اللہ الناس بظلمھم ما ترک علی ظہرھا من دابة سدی کی رائے یہ ہے کہ قرآن میں اس آیت کا مضمون سب سے زیادہ پر امید ہے۔ کیونکہ ظلم کے ہوتے ہوئے مغفرت کا وعدہ فرمایا اور توبہ کی شرط بھی نہیں لگائی۔

رابط آیات: سورہ یوسف کے آخر میں توحید و رسالت اور رسالت سے متعلق شبہات کا جواب اور آخرت کی تسلی اور قرآن کی حقانیت اور وعدہ و وعید کے مضامین کا بیان ہوا تھا۔ اس سورت میں بھی یہی مضامین ہیں۔ فرق اجمال و تفصیل کا ہے۔ چنانچہ آیت المرء الخ سے قرآن کی حقانیت اور آیت اللہ الذی رفع السموات الخ سے توحید اور آیت وان تعجب الخ سے نبوت پر شبہات کا جواب ہے۔

﴿تشریح﴾: خلاصہ سورت: تمام مکی سورتوں کی طرح اس سورت میں بھی دین حق کی بنیادی عقائد کا بیان ہے۔ یعنی توحید و رسالت، وحی، جزاء، عمل کو ذکر کیا جا رہا ہے۔

اور سورت کی تمام نصیحت و تذکیر کے لئے جو مرکز بیان ہے وہ حق و باطل کی حقیقت اور ان کی باہمی آویزش کا قانون ہے۔ حق و باطل کے امتیاز کا یہی عالمگیر اور فیصلہ کن قانون ہے۔ جو قرآنی دعوت کی حقانیت اور عدم حقانیت کا فیصلہ کر دے گا۔ اگر پیغمبر اسلام کا

اعلان رسالت حق ہے تو حق کا خاصہ یہی ہے کہ باقی رہے اور فتح مند ہو اور باطل ہے تو بلاشبہ باطل کے لئے مٹ جانا مراد ہوتا ہے۔ یہی اللہ کی شہادت ہے۔ جس سے بڑھ کر کوئی فیصلہ کن شہادت نہیں ہو سکتی۔ اور اب اس شہادت کے ظاہر ہونے کا انتظار ہونا چاہیئے۔

قرآن کی حقانیت:..... اس سورت کی ابتداء اس اعلان سے ہو رہی ہے کہ قرآن انسانی بناوٹ فکر کا نتیجہ نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے اور حق ہے۔ لیکن سننے والوں میں بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو اسے نہیں مانتے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ان کے مقابلہ میں اس کی حقانیت واضح ہو جائے۔ پھر آگے اللہ کی ہستی اور آخرت کی زندگی پر ربوبیت سے استدلال کیا جا رہا ہے اور یہ حقیقت واضح کی جا رہی ہے کہ زمین و آسمان کی ہر چیز کسی ایسی ہستی کی موجودگی کی شہادت دے رہی ہے جس نے جو کچھ بنایا ہے۔ مصلحتوں اور حکمتوں کے ساتھ بنایا ہے اور یہاں ذرہ ذرہ اسی کی حکمت و تدبیر اور انتظام سے چل رہا ہے پھر فرماتے ہیں کہ ان نشانیوں پر غور کرنا دلوں میں یقین پیدا کرتا ہے کہ انسانی زندگی صرف اتنی ہی بات کے لئے نہیں ہو سکتی جتنی دنیوی زندگی میں نظر آرہی ہے۔ ضروری ہے کہ کوئی دوسرا مرحلہ بھی پیش آنے والا ہو۔ وہ یہ کہ مخلوق کو خالق کے حضور پیش ہونا ہوگا۔

قدرت الہی کے تین درجے:..... اللہ العزیز میں نظر ڈالنے سے قدرت اور حکمت الہی کے تین مرتبے کھلتے ہیں۔ (۱) سب سے پہلے آسمانوں کی پیدائش اور فضا میں ان کو پھیلا دینا۔ وہ اس طرح بلند کئے گئے ہیں کہ کوئی سہارا انہیں تھامے ہوئے نہیں ہے۔ محض جذب و انجذاب کا قانون ہے جس کے توازن نے انہیں اپنی اپنی جگہ معلق کر رکھا ہے۔ (۲) ان کی پیدائش کے بعد ضروری تھا کہ کچھ احکام اور قوانین ہوں اور انہیں نافذ کیا جائے۔ بس اللہ کا تخت حکومت بچھ گیا اور تمام کائنات ہستی پر اس کی فرمانروائی نافذ ہو گئی اور اس کے احکام کے سامنے سب جھک گئے۔ (۳) اللہ کے احکام و قوانین کس طرح نافذ ہوتے ہیں؟ اس کے لئے چاند، سورج کو دیکھو، احکام الہی نے کس طرح انہیں مسخر کر رکھا ہے؟ برابر ان کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے ان کی گردش کے لئے جو میعادیں ٹھہرائی گئی ہیں ٹھیک اس کے مطابق چل رہے ہیں۔ پھر یہ سب کچھ جو ہوا اور ہو رہا ہے وہ اس حقیقت کی شہادت ہے کہ یہاں تدبیر کرنے والا ایک ہاتھ موجود ہے ورنہ ممکن نہ تھا کہ یہ سب کچھ ظہور میں آجاتا اور قائم و جاری رہتا اور جب ایسا ہو تو کیوں کر ممکن ہے کہ انسانی اعمال کے لئے اس نے کوئی انتظام نہ کیا ہو اور انسانی زندگی ایک بے کار کام کی طرح رائیگاں جائے؟

زمین پر قدرت الہی کی نشانیاں:..... آیت وفی الارض الخ میں فرمایا جا رہا ہے کہ زمین کو دیکھو ایک گیند کی طرح گول ہے لیکن اس کی سطح کا ہر حصہ ایسا واقع ہوا ہے کہ گولائی محسوس ہی نہیں ہوتی۔ بلکہ ایسا دکھائی دیتا ہے جیسے ایک فرش بچھا ہوا ہو اس پر پہاڑ پیدا کر دیئے گئے۔ جن کی چوٹیوں پر برف جمتی اور پگھلتی رہتی ہے اور اس طرح ان نہروں کی روانی کا سامان ہوتا رہتا ہے جو میدانی زمینوں سے گذرتی ہے اور انہیں سیراب کرتی رہتی ہے۔ پھر زمین میں روئیدگی کی کیسی عجیب و غریب قوت پیدا کر دی۔ جس سے اس کی تمام اقسام طرح طرح کی خوش ذائقہ غذاؤں کا خوان نعمت بن گئی ہے ہر طرح کے پھلوں کے درخت ہیں، ہر طرح کی دواؤں کی فصلیں ہیں، سب میں دود و ستون اور جوڑوں کا اصول کام کر رہا ہے۔ اس اعتبار سے بھی کہ نباتات کی کوئی قسم نہیں جس میں جانوروں کی طرح نرم و مادہ کی جنسی تقسیم نہ ہو اور اس لحاظ سے بھی کہ ہر درخت کے پھل کھٹے میٹھے، اچھے برے، خوش ذائقہ، بد ذائقہ، اعلیٰ، ادنیٰ ہوتے ہیں۔ پھر اس کی حکمت کا یہ کرشمہ دیکھو کہ رات اور دن کا ایک دائمی انقلاب طاری رہتا ہے جو نباتات کی روئیدگی اور پختگی کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ جب دن کی تپش انہیں خوب اچھی طرح گرم کر دیتی ہے تو رات آتی ہے اور زمین کو ڈھانپ لیتی ہے اور اس کی چادر کے تلے وہ خنکی اور ٹھنڈک حاصل کر لیتے ہیں۔

تاثیر کے لئے فاعل کے ساتھ جو ہر قابل کا ہونا ضروری ہے:..... پھر ربوبیت الہی کا یہ کرشمہ دیکھو کہ زمین کی سطح ایک ہے۔ لیکن زمین کے مختلف قطعات یکساں نہیں ہیں۔ سب ایک دوسرے سے ملے ہوئے نہیں۔ مگر اپنی روئیدگی اور پیداوار کی مختلف خدمتیں انجام دے رہے ہیں۔ ایک قطعہ میں باغ ہیں۔ ایک میں کھیت ہیں۔ ایک میں نخلستان ہیں۔ پھر اگرچہ زمین ایک ہے اور ایک ہی پانی سے ہر قطعہ سیراب ہوتا ہے۔ لیکن ہر درخت کا پھل یکساں نہیں۔ کسی جگہ ایک ہی پھل اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے کسی جگہ کا ادنیٰ درجہ کا، کسی کا مزہ کچھ ہوتا ہے کسی کا کچھ۔ کائنات ہستی کے ان تمام کارخانوں کا اس نگرانی اور دقیقہ بینی کے ساتھ نفع بخش اور کارآمد ہونا اور مخلوقات کی ضروریات زندگی کا اس عجیب و غریب طریقہ کے ساتھ انتظام پانا، کیا اس حقیقت کا اعلان نہیں ہے کہ ایک پرورش کنندہ اور مدبر ہستی موجود ہے اور یہاں جو کچھ ہو رہا ہے کسی مقصد اور منتہی کے لئے ہو رہا ہے؟

اقرارِ آخرت عجیب نہیں بلکہ انکارِ آخرت عجیب تر ہے:..... آیت **وَإِنْ تَعَجَّبِ الْخَلْقُ** کا حاصل یہ ہے کہ کائنات ہستی کی ہر بات یقین دلا رہی ہے کہ یہ کارخانہ حکمت و تدبیر کسی مصلحت و مقصد کے بغیر نہیں ہو سکتا اور ضروری ہے کہ انسان کی زندگی صرف اتنی ہی نہ ہو کہ پیدا ہوا، کھایا، پیا اور فنا ہو گیا۔ بلکہ اس کے بعد بھی کچھ ہونے والا ہے ورنہ تدبیر و مصلحت کا سارا کارخانہ باطل ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر اس پر بھی لوگوں کی غفلت کا یہ حال ہے کہ آخرت کی بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی تو اس سے زیادہ کون سی بات عجیب ہو سکتی ہے؟ عجیب بات یہ نہیں ہے کہ مرنے کے بعد پھر انسان پر ایک دوسری زندگی طاری ہوگی۔ کیونکہ اس کی شہادت تو دنیا کی ہر چیز دے رہی ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ انسان صرف دنیاوی زندگی پر قانع اور مطمئن ہو جائے اور سمجھ لے کہ اس کی پیدائش سے جو کچھ مقصود تھا وہ صرف اتنا ہی تھا کہ ایک مرتبہ پیدا ہوا اور کچھ دنوں کھاپی کر مر گیا۔ عقل و دانش کا تقاضا تو یہ تھا کہ اگر کہا جاتا ہے کہ یہ زندگی صرف دنیا ہی کی زندگی ہے تو طبیعتیں کسی طرح مطمئن نہ ہوتیں اور شک و شبہ میں پڑ جاتیں کہ کیا ایسا ہو سکتا ہے؟ لیکن منکرینِ حیات کا حال یہ ہے کہ انہیں کہا جا رہا ہے۔ زندگی صرف اتنی ہی نہیں ہے اور وہ ہیں کہ حیران ہو کر کہتے ہیں، جب مر گئے اور گل سڑ کر مٹی ہو گئے تو کیا پھر زندگی کا ایک نیا خول مل جائے گا۔

انسان اچھائی کی طرح برائی کے چاہنے میں بھی جلد باز ہے:..... و **يَسْتَعْجِلُونَكَ الْخَلْقَ** میں انکار کی اس حالت کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے کہ انسان بھلائی کی جگہ برائی کے لئے جلدی مچانے لگتا ہے اور کہنے لگتا ہے کہ اگر انکار اور بد عملی کا برا نتیجہ نکلنے والا ہے تو وہ نتیجہ کہاں ہے؟ کیوں پیش نہیں آ جاتا؟ فرمایا کہ اس لئے کہ اللہ بڑا ہی بخشنے والا اور درگزر کرنے والا ہے۔ پس فوراً نتیجہ بد پیش آ جاتا مہلتوں پر مہلتیں دی جاتی ہیں لیکن جب وقت آ جاتا ہے تو وہ شدید العقاب بھی ہے اس وقت پاداشِ عمل ہر گز ٹلنے والی نہیں ہوتی اور نہ کسی طرح کی نرمی کی گنجائش رہتی ہے۔ آیت **وَيَقُولُ الَّذِينَ الْخَلْقَ** میں انسان کی اس عام گمراہی کا ازالہ کیا جا رہا ہے کہ وہ سچائی کو سچائی میں نہیں ڈھونڈتا بلکہ دوسری چیزوں میں تلاش کرتا ہے۔ چنانچہ اچھٹھوں اور عجائب کاریوں کو سچائی کی دلیل سمجھتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ سب سے زیادہ سچا انسان وہ ہے جو سب سے زیادہ عجیب و غریب ہو۔ قرآن نے جن بنیادی گمراہیوں کو دور کیا ہے ان میں ایک گمراہی یہ ہے کہ ان سے جا بجا یہ حقیقت واضح کر دی ہے کہ دعوت حق کی شناخت خود دعوت حق ہے نہ کہ عجائب و غرائب کا ظہور، جسے لوگوں نے دلیل صداقت سمجھ رکھا ہے۔ لوگ کہتے ہیں عجیب و غریب قسم کی نشانیاں اس شخص کے لئے کیوں ظاہر نہیں ہوئیں؟ لیکن وہ نہیں جانتے کہ انبیاء کا ظہور تماشے اور عجائبات دکھلانے کے لئے نہیں ہوتا۔ ہدایتِ خلق کے لئے ہوتا ہے۔ جس طرح دنیا کی ہر قوم کے لئے ایک ہدایت کرنے والا انسان پیدا ہو چکا ہے۔ اسی طرح تم بھی ہدایت کے لئے ظاہر ہوئے ہو۔ آپ کا دعویٰ یہ نہیں کہ میں

اچھے دکھلانے کے لئے آیا ہوں۔ دعویٰ یہ ہے کہ ہدایت کی راہ دکھانے آیا ہوں۔ پس حق کے طالب کو یہ دیکھنا چاہیے کہ آپ کی زندگی، آپ کی تعلیم، آپ کا طریقہ واقعی ہدایت کا ہے یا نہیں ہے؟

لطف آیات: آیت میں ہادی کا لفظ عام ہے، نبی اور نائب نبی دونوں اس میں داخل ہیں۔ پس کسی ملک میں مطلقاً کسی ہادی کے آنے سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ وہ ہادی نبی ہی ہو۔ ممکن ہے وہ نبی کا نائب ہو۔ آیت وفی الارض الخ سے معلوم ہوا کہ فاعل اگر ایک ہی ہو تب بھی قابلیتوں کے مختلف ہونے کی وجہ سے ثمرات مختلف ظاہر ہوتے ہیں۔ اسی طرح ایک مربی ہونے کے باوجود قلوب کی استعداد اگر مختلف ہو تو نتائج و ثمرات بھی مختلف رونما ہوں گے۔ اور یہ نہ مربی کے اختیار میں ہے اور نہ اس کے بخل کی دلیل ہے۔

اللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ أُنْثَىٰ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَوَاحِدٍ وَمُتَعَدِّدٍ وَغَيْرَ ذَلِكَ وَمَا تَغِيضُ تَنْقُصُ الْأَرْحَامُ مِنْ مُدَّةِ الْحَمْلِ وَمَا تَزِدُّهُ مِنْهُ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ ﴿۸﴾ بِقَدْرِ وَاحِدٍ لَا يَتَجَاوَزُهُ عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ مَا غَابَ وَمَا شُوهِدَ الْكَبِيرُ الْعَظِيمُ الْمُتَعَالِ ﴿۹﴾ عَلَى خَلْقِهِ بِالْقَهْرِ بَيَاءً وَذُونَهَا سُوءًا مِّنْكُمْ فِى عِلْمِهِ تَعَالَىٰ مِّنْ أَسْرَ الْقَوْلِ وَمَنْ جَهَرَ بِهِ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ مُّسْتَرٍ بِأَلِيلٍ بِظُلَامِهِ وَسَارِبٌ ظَاهِرٌ بِذَهَابِهِ فِى سَرِّهِ أَى طَرِيقِهِ بِالنَّهَارِ ﴿۱۰﴾ لَهُ لِلْإِنْسَانِ مُعَقِّبٌ مَّلَائِكَةٌ تَعْتَقِبُهُ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ قُدَّامَهُ وَمِنْ خَلْفِهِ وَرَأَيْهِ يَحْفَظُونَهُ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ أَى بِأَمْرِهِ مِنَ الْجَنِّ وَغَيْرِهِمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ وَلَا يَسْلُبُهُمْ نِعْمَتَهُ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ مِّنَ الْحَالَةِ الْجَمِيلَةِ بِالْمَعْصِيَةِ وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِقَوْمٍ سُوءًا عَذَابًا فَلَا مَرَدَّ لَهُ مِّنَ الْمُعَقِّبَاتِ وَلَا غَيْرِهَا وَمَالَهُمْ لِمَنْ أَرَادَ اللَّهُ تَعَالَىٰ بِهِمْ سُوءًا مِّنْ ذُونِهِ أَى غَيْرِ اللَّهِ مِنْ زَائِدَةٍ وَاللَّهُ يَمْنَعُهُ عَنْهُمْ هُوَ الَّذِى يُرِيكُمْ الْبَرْقَ خَوْفًا لِلْمُسَافِرِ مِنَ الصَّوَاعِقِ وَطَمَعًا لِلْمُقِيمِ فِى الْمَطَرِ وَيُنْشِئُ يَخْلُقُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿۱۱﴾ بِالْمَطَرِ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ هُوَ مَلَكٌ مُّوَكَّلٌ بِالسَّحَابِ يَسُوقُهُ مُتَلَبِّسًا بِحَمْدِهِ أَى يَقُولُ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ وَتُسَبِّحُ الْمَلَائِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ أَى اللَّهُ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ وَهِيَ نَارٌ تَخْرُجُ مِنَ السَّحَابِ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَشَاءُ فَتُحْرِقُهُ نَزَلَ فِى رَجُلٍ بَعَثَ إِلَيْهِ النَّبِىُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَدْعُوهُ فَقَالَ مَنْ رَسُولُ اللَّهِ وَمَا اللَّهُ أَمِنْ ذَهَبٍ هُوَ أَمْ مِنْ فِضَّةٍ أَمْ نَحَاسٍ فَنَزَلَتْ بِهِ صَاعِقَةٌ فَذَهَبَتْ بِقَحْفِ رَأْسِهِ وَهُمْ أَى الْكُفَّارُ يُجَادِلُونَ يُخَاصِمُونَ النَّبِىَّ فِى اللَّهِ وَهُوَ شَدِيدُ الْمِحَالِ ﴿۱۲﴾ الْقُوَّةُ أَوِ الْإِخْذُ لَهُ تَعَالَىٰ دَعْوَةُ الْحَقِّ أَى كَلِمَتُهُ وَهِيَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ بِالْيَأْ وَالتَّاءِ يَعْبُدُونَ مِنْ ذُونِهِ أَى غَيْرِهِ وَهُمْ الْأَصْنَامُ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُمْ بِشَيْءٍ مِّمَّا يَطْلُبُونَهُ إِلَّا اسْتِجَابَةً كَبَاسِطٍ كَاسْتِجَابَةِ بَاسِطٍ كَفَّيْهِ إِلَى الْمَاءِ عَلَى شَفِيرِ الْبَيْرِ يَدْعُوهُ لِيَبْلُغَ فَاهُ بَارْتِفَاعَةً مِنَ الْبَيْرِ إِلَيْهِ وَمَا هُوَ

بِبَالِغَةٍ أَىٰ فَاهُ أَبَدًا فَكَذَلِكَ مَا هُمْ بِمُسْتَجِيبِينَ لَهُمْ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ عِبَادَتُهُمُ الْأَصْنَامُ أَوْ حَقِيقَةُ
الدُّعَاءِ إِلَّا فِي ضَلَالٍ ﴿۱۳﴾ ضَيَاعٍ وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا كَالْمُؤْمِنِينَ
وَكَرْهًا كَالْمُنَافِقِينَ وَمَنْ أَكْرَهُ بِالسَّيْفِ وَيَسْجُدُ ظِلُّهُمْ بِالْغَدِّ وَالْبَكْرِ وَالْأَصَالِ ﴿۱۴﴾ الْعَشَا يَا قُلْ يَا
مُحَمَّدُ لِقَوْمِكَ مَنْ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ قُلِ اللَّهُ إِنْ لَمْ يَقُولُوهُ لَا جَوَابَ غَيْرُهُ قُلْ لَهُمْ أَفَاتُخَذْتُمْ
مِنْ دُونِهِ أَىٰ غَيْرِهِ أَوْلِيَاءَ أَصْنَامًا تَعْبُدُونَهَا لَا يَمْلِكُونَ لِنَفْسِهِمْ نَفْعًا وَلَا ضَرًّا وَتَرَكْتُمْ مَا لِكُفُّمَا
اسْتِفْهَامُ تَوْبِيخٍ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرَةُ الْكَافِرُ وَالْمُؤْمِنُ أَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمَةُ الْكُفْرُ
وَالنُّورُ الْإِيمَانُ لَا أَمْ جَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ خَلَقُوا كَخَلْقِهِ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ أَىٰ خَلْقُ الشُّرَكَاءِ بِخَلْقِ
اللَّهِ تَعَالَىٰ عَلَيْهِمْ فَاغْتَقَدُوا اسْتَحْقَاقَ عِبَادَتِهِمْ بِخَلْقِهِمْ اسْتِفْهَامُ انْكَارٍ أَىٰ لَيْسَ الْأَمْرُ كَذَلِكَ وَلَا
يَسْتَحِقُّ الْعِبَادَةَ إِلَّا الْخَالِقُ قُلِ اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ لَا شَرِيكَ لَهُ فِيهِ فَلَا شَرِيكَ لَهُ فِي الْعِبَادَةِ وَهُوَ
الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۱۵﴾ لِعِبَادِهِ ثُمَّ ضَرَبَ مَثَلًا لِلْحَقِّ وَالْبَاطِلِ فَقَالَ أَنْزَلَ تَعَالَىٰ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مَطَرًا
فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا بِمِقْدَارِ مِلْئِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَابِيًا عَالِيًا عَلَيْهِ هُوَ مَا عَلَىٰ وَجْهِهِ مِنْ
قُدْرٍ وَنَحْوِهِ وَمِمَّا يُوقِدُونَ بِالنَّارِ وَالْيَاءِ عَلَيْهِ فِي النَّارِ مِنْ جَوَاهِرِ الْأَرْضِ كَالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالنَّحَاسِ
ابْتِغَاءَ طَلَبِ حِلْيَةٍ زِينَةٍ أَوْ مَتَاعٍ يُنْتَفَعُ بِهِ كَمَا لَا وَاْنِي إِذَا أُذِيتَ زَبَدٌ مِثْلُهُ أَىٰ مِثْلُ زَبَدِ السَّيْلِ وَهُوَ خُبْنُهُ
الَّذِي يُنْفِيهِ الْكِبَرُ كَذَلِكَ الْمَذْكُورُ يَضْرِبُ اللَّهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ أَىٰ مِثْلَهُمَا فَأَمَّا الزَّبَدُ مِنَ السَّيْلِ وَمَا
أُوقِدَ عَلَيْهِ مِنَ الْجَوَاهِرِ فَيَذْهَبُ جُفَاءً بَاطِلًا مَرْمِيًّا بِهِ وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ مِنَ الْمَاءِ وَالْجَوَاهِرِ فَيَمُكُّ
يَبْقَىٰ فِي الْأَرْضِ زَمَانًا كَذَلِكَ الْبَاطِلُ يَضْمَحِلُ وَيَمْحَقُ وَإِنْ عَلَا عَلَى الْحَقِّ فِي بَعْضِ الْأَوَاقَاتِ وَالْحَقُّ
ثَابِتٌ بِاقٍ كَذَلِكَ الْمَذْكُورُ يَضْرِبُ يَبِينُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ ﴿۱۶﴾ لِلَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ أَجَابُوهُ بِالطَّاعَةِ
الْحُسْنَىٰ الْحَنَّةُ وَالَّذِينَ لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُ وَهُمْ الْكَافَرُ لَوْ أَنَّ لَهُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ
لَا فُتْدُوا بِهِ مِنَ الْعَذَابِ أُولَٰئِكَ لَهُمْ سُوءُ الْحِسَابِ وَهُوَ الْمُواخِذَةُ بِكُلِّ مَا عَمِلُوهُ وَلَا يُغْفَرُ مِنْهُ
شَيْءٌ وَمَا لَهُمْ جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۸﴾ الْفِرَاشُ هِيَ

ترجمہ:..... اللہ کو سب خبر رہتی ہے کہ ہر مادہ کے پیٹ میں کیا ہے (زر ہے یا مادہ، ایک ہے یا کئی وغیرہ) اور جو کچھ رحم میں
(مدت حمل لی) کمی بیشی ہوتی ہے اس کے یہاں ہر چیز کا ایک خاص اندازہ ٹھہرایا ہوا ہے (مقدار حد کہ اس سے آگے کوئی چیز نہیں بڑھ
سکتی) وہ تمام پوشیدہ اور ظاہر چیزوں (غیب و حاضر) کا جاننے والا ہے، سب سے بڑا بلند مرتبہ ہے (اپنی مخلوق پر غالب ہے۔ لفظ

متعال یا کے ساتھ ہے اور بغیر یا کے بھی (تمہاری ساری حالتیں یکساں ہیں) (اس کے علم میں) ظاہر خواہ چپکے سے کوئی بات کرے یا پکار کے کہے، رات (کی اندھیری) میں چھپا ہو یا دن کی روشنی میں چل رہا ہو (راست کے چلنے پھرنے میں) ہر شخص (انسان) کے لئے کچھ فرشتے ہیں جن کی بدلی ہوتی رہتی ہے (ایک کے بعد ایک فرشتے آتے رہتے ہیں) کچھ اس کے آگے (سامنے) اور کچھ اس کے پیچھے کہ وہ خدائی حکم سے اس کی حفاظت کرتے رہتے ہیں (جنات وغیرہ سے حکم الہی کے ماتحت) واقعی اللہ کبھی کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا (اس سے نعمت نہیں چھینتا) جب تک کہ وہ خود اپنی صلاحیت کو نہ بدل دے (اور جب اللہ کسی قوم پر مصیبت (عذاب) ڈالنا چاہتا ہے تو پھر اس کے ہٹنے کی کوئی صورت نہیں (نہ فرشتوں کے نالے ملے اور نہ کسی دوسرے سے) اور پھر ان کے لئے (جنہیں خدا کسی برائی میں مبتلا کرنا چاہتا ہے) اللہ کے سوا کوئی دوسرا مددگار نہیں رہتا (کہ وہ ان کو بچا سکے، من زائدہ ہے) وہی ہے جو تمہیں بجلی کی چمک دکھاتا ہے جو دلوں میں خوف بھی پیدا کرتی ہے (مسافر کو کڑکنے والی بجلی سے ڈر پیدا ہوتا ہے) اور امید بھی (گھروں میں رہنے والوں کو بارش کی توقع بھی قائم ہو جاتی ہے) اور وہی ہے جو بادلوں کو (پھارش کے پانی سے) بوجھل کر دیتا ہے اور بادلوں کی گرج (وہ ایک فرشتہ ہے جو بادلوں کے ہنکانے پر مقرر ہوتا ہے) اس کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتی ہے (یعنی سبحان اللہ وبحمدہ پڑھتی ہے) اور فرشتے بھی اللہ کی دہشت سے (تسبیح) پڑھتے ہیں اور وہ بجلیاں گراتا ہے (وہ آگ ہے جو بادل سے نکلتی ہے) جس پر چاہتا ہے بجلی گر دیتا ہے (جس سے وہ جل جاتا ہے) اگلی آیت ایک ایسے شخص کے بارے میں نازل ہوئی جس کے پاس آنحضرت ﷺ نے جب ایک صحابی کو اپنی دعوت دینے کے لئے بھیجا تو کہنے لگا رسول اللہ کون ہیں؟ اور اللہ کون ہے؟ سونے کا ہے یا چاندی کا ہے یا پیتل کا ہے؟ اس پر ایک بجلی گری جس سے اس کی کھوپڑی اڑ گئی (لیکن یہ) (کفار) جھگڑ رہے ہیں (نبی کریم ﷺ سے کٹ جیتی کرتے ہیں) اللہ کے بارے میں، حالانکہ وہ بڑا ہی سخت اور اٹل ہے (طاقت اور پکڑ کے اعتبار سے) اس (اللہ) کو پکارنا سچا پکارنا ہے (یعنی کلمہ تو حید لا الہ الا اللہ) جو لوگ دوسروں کو پکارتے ہیں (یا اور تاکہ سے ساتھ یعنی یسعدون ہے) اس کے سوا (یعنی اللہ کے علاوہ بتوں کی پوجا کرتے ہیں) وہ پکارنے والوں کی کچھ نہیں سنتے (جو کچھ ان سے فرمائشیں کی جاتی ہیں) ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک آدمی دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلائے (کنویں کی من پر بیٹھ کر پانی کو پکارے) کہ بس پانی اس کے منہ تک پہنچ جائے گا (کنویں سے اٹھ کر) حالانکہ وہ اس کے منہ تک نہیں پہنچ سکتا (کبھی بھی، پس ایسے ہی یہ بت بھی کبھی ان کی درخواست منظور نہیں کر سکتے) اور کافروں کی درخواست کرنا (بت پرستی مراد ہے یا حقیقتہً ان سے دعاء مانگنا) محض بے اثر (بے کار) ہے اور آسمانوں میں اور زمین میں جو کوئی بھی ہے سب اللہ ہی کے سامنے سرخم ہیں، خوشی سے ہوں (جیسے مؤمنین) یا مجبوری سے (جیسے منافق یا جو شخص تلوار کے ڈر سے جھکے) اور ان کے سائے صبح شام (سجدہ کرتے ہیں) آپ (اے محمد! اپنی قوم سے) پوچھئے آسمانوں اور زمین کا پروردگار کون ہے؟ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہے (اگر وہ جواب نہ دے سکیں، کیونکہ اس کے علاوہ دوسرا اور کوئی جواب نہیں ہے) پھر (ان سے) کہو یہ کیا ہے کہ تم نے اس کے سوا دوسروں کو اپنا کارساز بنا رکھا ہے۔ (بت پرستی کرتے ہو) جو خود اپنی جانوں کا نفع نقصان بھی اپنے اختیار میں نہیں رکھتے (تم نے نفع و نقصان کے اصل مالک کو کیوں چھوڑ رکھا ہے۔ یہ استفہام تو بخبی ہے) آپ پوچھئے کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہو سکتا ہے؟ (مراد کافر و مؤمن ہے) یا اندھیرا اور اجالا (کفر و ایمان) برابر ہو سکتا ہے (نہیں) یا پھر ان کے ٹھیرائے ہوئے شریکوں نے بھی اس طرح مخلوقات پیدا کی جس طرح اللہ نے پیدا کی ہے اور اس لئے پیدا کرنے کا معاملہ مشتبہ ہو گیا۔ (یعنی ان شریکوں کی بنائی ہوئی چیزیں اور اللہ کی پیدا کی ہوئی مخلوق ایک سی ہو گئی) ان پر (اس لئے مشرکوں کے پیدا کرنے کی وجہ سے انہیں پرستش کا مستحق سمجھنے لگے استفہام انکاری ہے یعنی معاملہ ایسا نہیں ہے اور عبادت کا مستحق خالق کے سوا کوئی نہیں) تم ان سے کہو اللہ ہی ہے جو ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے (اس میں

اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اس لئے اس کا کوئی شریک عبادت نہیں ہے (اور وہ یگانہ ہے، غالب ہے) (اپنے بندوں پر)۔
 پھر حق و باطل کی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا جارہا ہے۔ آسمان سے (اللہ تعالیٰ نے) پانی برسایا تو اپنی سمائی کے مطابق نالے بہنے لگے
 (بھرے ہوئے) پھر میل کچیل سے جھاگ بن کر پانی کی سطح پر ابھرا تو سیلاب کی رو، اسے بہالے گئی (دایبہ کے معنی چھا جانے کے ہیں
 اور زبسد کہتے ہیں میل کچیل جھاگ وغیرہ کو) اور جو کچھ پتاتے ہیں (لفظ یوقدون تا اور یا کے ساتھ ہے) آگ میں (زمین کی
 معدنیات سونا، چاندی، تانبہ، پیتل وغیرہ) زیور بنانے کے لئے (آرائش کے لئے) یا اور سامان بنانے کے لئے (جس سے نفع اٹھایا
 جاسکے۔ جیسے پگھلا کر برتن بنائے جائیں) اس کا جھاگ بھی اسی طرح اٹھتا ہے (یعنی سیلاب کے جھاگ کی طرح۔ اس سے مراد
 دھاتوں کا میل کچیل ہے جسے بھٹی پھینک دیتی ہے) اسی طرح (جیسے یہ مثالیں ہیں) بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ حق و باطل کی مثالیں۔ سو جو
 میل کچیل ہوتا ہے (پانی کا روکا اور آگ میں تپائی ہوئی چیزوں کا) وہ تو پھینک دیا جاتا ہے (بے کار رائیگاں کر دیا جاتا ہے) اور جو چیز
 لوگوں کے کارآمد ہوتی ہے (پانی یا معدنیات میں سے) وہ زمین میں باقی رہ جاتی ہے (ایک زمانہ تک ایسے ہی باطل بھی سرنگوں ہو کر
 مٹ جاتا ہے اگرچہ کچھ دیر کے لئے حق پر چھا جانے کی کوشش کرے۔ لیکن حق برقرار اور باقی رہ جاتا ہے) اسی طرح (جیسے یہ باتیں
 ہیں) اللہ تعالیٰ مثالیں بیان فرماتا ہے جن لوگوں نے اپنے پروردگار کا حکم قبول کیا (ان کی فرمانبرداری کر کے کہا مان لیا) تو ان کے لئے
 سرتاسر خوبی (جنت) ہے اور جن لوگوں نے اس کا کہا نہیں مانا (یعنی کفار) ان کے پاس اگر تمام دنیا بھر کی دولت آجائے اور اسے دو گنا
 کر دیا جائے اور یہ لوگ بطور فدیہ (عذاب کے) برابر دے دیں۔ یہی لوگ ہیں جن کے لئے حساب کی سختی ہے (یعنی ان کے ہر کام پر
 پکڑ ہوگی اور کچھ بھی معاف نہیں کیا جائے گا) اور ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور (وہ) کیا ہی برا ٹھکانا (جگہ) ہے۔

تحقیق و ترکیب:..... ماتحمل اس میں تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ماموصولہ اسمیہ اور عائد محذوف ہو، ای تحملہ۔ یا ما
 مصدریہ ہو بلا عائد کے اور یا ما استفہامیہ ہو۔ پھر مبتداء ہونے کی وجہ سے محل رفع ہو اور تحمل اس کی خبر ہو یا تحمل کا مفعول ہونے
 کی وجہ سے محل نصب میں ہو۔

ماتغیض حنفیہ کے نزدیک مدت حمل نو مہینہ سے کم اور دو سال سے زیادہ نہیں مانی گئی ہے۔ (۱) امام شافعی کے نزدیک چار مہینہ اور امام
 مالک کے نزدیک پانچ مہینہ بھی ہو سکتی ہے۔ من الجن وغیرہم یعنی فرشتے انسان کی حفاظت جنات، سانپ، بچھو وغیرہ سے کرتے
 ہیں۔ کعب بن احبار کی روایت ہے۔ لولا ان الله وکل بکم ملائكة یذبون عنکم فی مطعمکم ومشربکم لتخطفتم اور
 طبری حضرت عثمان کی مرفوع روایت پیش کرتے ہیں۔ لکل ادمی عشرة باللیل وعشرة بالنهار واحد عن یمینہ وواحد عن
 یسارہ واثنان من بین یدیه ومن خلفہ واثنان علی جنبیه واکثر قابض علی ناصیۃ فان تواضع رفعہ وان تکبر وضعہ واثنان
 علی شفتیه لیس بحفظان الا الصلوۃ علی محمد والعاشر یحرسہ من الحیۃ ان یدخل فاه اذا نام۔ ان الله لا یغیر یعنی
 جب کوئی اطاعت شعاری چھوڑ کر شیوہ نافرمانی اختیار کر لیتی ہے۔ اللہ بھی اپنی مہربانی کو غصہ میں تبدیل کر دیتا ہے۔ الرعد امام ترمذی
 نے ابن عباس کی روایت پیش کی ہے کہ یہود نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا۔ یا ابا القاسم! اخبرنا من الرعد ما ہر قال ملک من
 الملائکۃ مؤکل بالسحاب معہ مخاریق من نار یسوق بہا السحاب حیث شاء الله فقالوا ما هذا الصوت، قال زجرہ
 بالسحاب اذ یزجرہ حتی ینتہی الی حیث امر، قالوا صدقت مسلمان فلا سفر یسبح الیہ بعد کے معنی یسبح ساحو الرعد کے
 کرتے ہیں۔ گویا سب کی طرف تسبیح کی اسناد ہو رہی ہے۔ وظلالہم تمام سایوں کا سجدہ طوعاً ہوتا ہے۔ کیونکہ بے جان ہونے کی وجہ ان
 کی ناراضگی کا تو کوئی سوال نہیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ جب کوئی کافر بت کے آگے سجدہ کرتا ہے تو اس کا سایہ اللہ کے آگے جھکتا ہے

من سوء الحساب حدیث میں آتا ہے من نوقش الحساب هلك۔

رابط آیات: سابقہ آیات اللہ الذی الخ کی طرح آیت اللہ یعلم الخ میں بھی توحید ہی کا مضمون چل رہا ہے آیت انزل من السماء الخ سے حق و باطل کی دو مثالیں دی جا رہی ہیں۔ جیسا کہ پہلے نور و ظلمت اور مینا تا مینا سے بھی اسی کی تمثیل دی جا چکی ہے۔ اس نے ہدایت و شقاوت کے لئے یہی اندازے ٹھیرائے ہیں جو ہدایت پائے گا اسی کے مطابق پائے گا۔ جو نہیں پائے گا اسی کے مطابق نہیں پائے گا اور آیت ان اللہ لا یغیر الخ میں ہدایت و شقاوت کے اسی اندازہ کا اعلان ہے جسے عمل اور صلاحیت عمل کا قانون کہنا چاہیے۔

﴿تشریح﴾: اللہ کا علم و اندازہ اور قانون انقلاب: آیت اللہ یعلم الخ کا حاصل یہ ہے کہ اللہ سے کوئی بات اور کوئی حالت چھپی ہوئی نہیں ہے اور ان سے ہر بات کے لئے ایک اندازہ مقرر کر دیا ہے۔ اس سے باہر کوئی بات نہیں کی جاسکتی۔ پس وہ تمہاری نیتوں اور خیالوں سے بے خبر نہیں ہے۔ انسان کے اندرون ایک کے بعد ایک ابھرنے والی قوتیں ہیں۔ جو حکم الہی سے انسان کی حفاظت کرتی ہیں انسان کے گزشتہ اعمال سے اس کا حال بنتا ہے اور حال کے اعمال اس کے مستقبل کو بناتے ہیں۔ خدا کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ قوم خود اپنی حالت نہ بدل ڈالے۔ یعنی اصل اس بارے میں انسان کا اپنا عمل ہے۔ وہ جیسی حالت چاہے اپنے عمل اور صلاحیت سے حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن جب کوئی قوم اپنی عملی صلاحیت کھودیتی ہے اور اس طرح تبدیل حالت کی مستحق ہو جاتی ہے تو ضروری ہے کہ اسے برائی پہنچے۔ یہ برائی بھی کبھی ٹل نہیں سکتی کیونکہ یہ خود خدا کی جانب سے ہوتی ہے۔ اس کے ٹھیرائے ہوئے قانون کا نفاذ ہوتا ہے۔ اور خدا کے ٹھیرائے ہوئے قانون کو کون روک سکتا ہے اور کون اس کی زد سے بچ سکتا ہے۔

حفاظت اور حوادث: آیت لے معقبات میں لوگوں کو دوسوہوا کہ انسان کی حفاظت جب ملائکہ کرتے ہیں پھر کیوں انسان مصائب و حوادث کا شکار ہوتا ہے؟ لیکن من امر اللہ کی قید سے اس شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ پس کسی مصلحت سے جب حق تعالیٰ چاہتے ہیں فرشتوں سے حفاظت کرا دیتے ہیں اور جب چاہتے ہیں حکم نہیں دیتے۔ ملائکہ بھی اپنا کام نہیں کرتے۔ رہا یہ شبہ کہ فرشتوں کی کیا ضرورت؟ خدا چاہے تو ویسے بھی حفاظت ہو سکتی ہے؟ جواب دیا جائے گا کہ ضرورت کے انکار سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس طریقہ حفاظت میں کوئی حکمت بھی نہ ہو۔ ممکن ہے دوسرے اسباب کی طرح حفاظت کے اس طریقہ خاص میں کوئی حکمت الہی رہی ہو۔

اللہ کی ناراضی اس کی نافرمانی کے بغیر نہیں ہوتی: البتہ یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ بعض دفعہ گناہوں اور برائیوں کے باوجود بھی راحت و نعمت نہیں پہنچتی۔ بلکہ اس کے برعکس بھلائیوں، اسی طرح نیکیوں کے باوجود نعمت چھن کر نعمت و مصیبت آ جاتی ہے۔ حالانکہ یہ دونوں باتیں ان اللہ لا یغیر الخ کے خلاف ہیں؟ جواب یہ ہے کہ آیت ان اللہ لا یغیر الخ کا منشاء یہ نہیں ہے کہ لوگوں کے بدلنے سے ہم ضرور ان کی حالت بدل دیں گے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ بدوں لوگوں کے بدلے ہم ان میں تبدیلی نہیں کریں گے۔ سو گناہوں کے باوجود نعمت کا نہ چھننا ظاہر ہے کہ اس کے خلاف نہیں۔ ہاں! اگر بدوں گناہوں کے نعمت چھن جاتی تو بے شک شبہ کی گنجائش تھی۔ پس شبہ کا پہلا حصہ تو ظاہر ہے کہ بالکل صاف ہے۔ لیکن غور کرنے سے شبہ کا دوسرا جزو بھی بے غبار ہے۔ کیونکہ ما بقوم میں ما سے مراد رحمت الہیہ ہے اور اس کے بدلنے سے مراد اللہ کی ناراضگی اور غضب اللہ ہے اور اسی طرح ما بانفسہم میں ما سے مراد اطاعت خداوندی ہے اور اس کے بدلنے سے مراد نافرمانی ہے۔ پس آیت کا حاصل یہ نکلا کہ معصیت اور نافرمانی کے بغیر ہم

ناراض نہیں ہوتے۔ چنانچہ گناہوں سے بچنے کی صورت میں ناراضگی یقیناً نہیں ہوتی۔ غرضیکہ اس میں راحت و نعمت چھپنے کا دعویٰ نہیں کیا جا رہا ہے۔ پس آیت میں اس سے کوئی تعرض نہیں ہے کہ دونوں میں منافات ثابت ہو اور اس شبہ کا پہلا حصہ کے ازالہ کی اور تقریر بھی ممکن ہے کہ گناہوں سے گونا گویا نعمت اور عافیت زائل نہ ہو۔ لیکن حق تعالیٰ کی ناراضگی کسی نہ کسی درجہ میں یقیناً مرتب ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت علیؑ سے مرفوعاً حدیث قدسی مروی ہے۔ وعزتی وجلالی وارتفاعی فوق عرشی مامن اهل قرية ولا اهل بیت ولا رجل ببادية كانوا على ما كرهت من معصيتي تحولوا عنها الى ما احببت من طاعتي الا تحولت لهم عما يكرهون من عذابي الى ما يحبون من رحمتي الى ما يكرهون من عذابي۔

ترجمہ: میری عزت و جلال اور عرش پر متمکن ہونے کی قسم کہ کوئی بستی یا کوئی گھر اور کوئی شخص کسی جگہ ایسا نہیں کہ جو میری ناگوار بات یعنی گناہ کرتا رہا اور پھر میری پسندیدہ فرماں برداری کی طرف آگیا ہو اور میں بھی اس عذاب سے جو اسے ناگوار ہو اپنی رحمت کی طرف نہ آ جاؤں۔ جو لوگوں کو میرے عذاب کی نسبت پسندیدہ ہو۔

پس بعض نصوص سے جو معلوم ہوا کہ بعض دفعہ خاص گناہوں سے عام مواخذہ ہو جاتا ہے۔ حالانکہ یہ بات بھی ان اللہ لا یغیر الخ کے خلاف ہے لیکن اس سے یہ وسوسہ بھی زائل ہو گیا۔ کیونکہ جن عام لوگوں سے مواخذہ ہوتا ہے۔ اگر وہ بھی برائیوں سے دوسروں کو روکنے کی قدرت کے ہوتے ہوئے پھر نہیں روکتے ہیں اور ہدایت نہیں کرتے ہیں تب تو وہ بھی گنہگار اور ایک معصیت کے مرتکب ہوئے۔ اس لئے کوئی اشکال نہیں ہونا چاہیے۔ لیکن اگر ہدایت نہ کرنے کے باوجود ان سے مواخذہ ہوا تو وہ صورت مواخذہ ہوگا جسے مصیبت کہنا چاہیے۔ حقیقتاً مواخذہ نہیں کہلائے گا۔ جو غضب اور ناراضگی کا نشان ہوتا ہے۔ اس لئے پھر بھی اشکال نہیں رہنا چاہیے لیکن انسان کو جو برائی پہنچتی ہے وہ اس لئے نہیں پہنچتی کہ اللہ نے ان برائیوں کا سامان کر دیا ہے۔

کوئی برائی بھی حقیقی برائی نہیں ہے کہ اس میں اچھائی کا نشان بھی نہ ہو:..... آیت ویسبح الرعد الخ میں یہ بتلایا جا رہا ہے کہ اللہ تو جو کچھ بھی کرتا ہے وہ اچھا ہی کرتا ہے۔ لیکن اچھائی اور بہترائی کی بڑی سے بڑی بات بھی تمہاری کمزور اور در ماندہ گناہوں کے لئے خوف اور دہشت کا باعث بن جاتی ہے۔ تم اپنی حالت کے اعتبار سے سمجھنے لگے ہو کہ برائی ہے اور تمہارے لئے برائی ہو بھی جاتی ہے۔ لیکن اس لئے نہیں کہ وہ فی نفسہ برائی ہے بلکہ اس لئے کہ تمہاری حالت کے اعتبار سے اضافی برائی ہوگی۔ چنانچہ اس حقیقت کی تشریح کے لئے ایک مثال بیان فرماتے ہیں کہ ”بجلی کا چمکنا مایوسیوں کے لئے پیام امید ہوتا ہے۔ اگر نہ چمکے تو باران رحمت کے آنے کا پیغام بھی نہ ملے۔ مگر تمہارے لئے یہ معاملہ خوف و امید کا معاملہ بن جاتا ہے۔ بارش کی امید سے خوش ہوتے ہو۔ لیکن ساتھ ہی بجلی کی تیزی سے ڈرنے بھی لگتے ہو۔ پھر وہی بجلی جو زمین کے لئے زندگیوں کا پیام ہے۔ جب کسی انسان پر گرتی ہے تو اس کے لئے موت کا پیام بن جاتی ہے۔ اسی طرح بادل کا گر جنا تمہارے لئے سرتاسر دہشت و ہولناکی ہے۔ حالانکہ وہ فی الحقیقت ہولناکی نہیں ہے۔ سرتاسر خدا کی حمد کا اعلان ہے۔ وہ گرج گرج کر اس کی ستائشوں کا اعلان کرتا ہے فرشتے بادل کی گرج سے نہیں ڈرتے وہ خدا کے خوف سے ڈرتے ہیں، مگر تمہارے لئے وہ کائنات جو کی سب سے بڑی ہولناکی ہوتی ہے۔

یہاں اس آیت میں رعد کا ذکر فرشتوں کے ساتھ کیا گیا ہے اور ترمذی کی حدیث مرفوعہ میں (عند) کو ایک فرشتہ بتلایا گیا ہے اور یہ کہ برق دراصل فرشتہ کے ہاتھ میں ایک آگ کا کوڑا ہوتا ہے۔ اس میں نقلی اشکال تو یہ ہے کہ سورۃ بقرہ میں لفظ رعد آیا ہے۔ حالانکہ (عند) فرشتہ کا نام ہوتا تو نکرہ نہیں آنا چاہیے تھا؟ جواب یہ ہے کہ جس طرح رعد فرشتہ کا نام ہے اسی طرح اس فرشتہ کی آواز کو بھی کہتے ہیں پس نکرہ سے اس کی آواز مراد ہے نہ کہ وہ خود۔

شریعت کا بیان صحیح ہے یا فلسفہ ٹھیک کہتا ہے؟..... دوسرا اشکال عقلی یہ ہے کہ فلاسفہ کے نزدیک رعد و برق کی حقیقت فرشتہ وغیرہ نہیں بلکہ زمین سے اٹھنے والے بخارات غلیظہ جو دھوئیں اور آگ کے اجزاء ہوتے ہیں۔ جب ان میں رگڑ لگتی ہے تو ان سے پیدا ہونے والی آواز کو رعد اور پیدا ہونے والے شعلوں کو برق سے تعبیر کرتے ہیں؟ جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ اس آواز کا ظاہری سبب تو فلاسفہ کے قول کے مطابق ہو اور حقیقی سبب شریعت کے بیان کے مطابق ہو چنانچہ ان دونوں میں کوئی منافات نہیں۔ بلکہ دونوں سبب اپنی اپنی جگہ صحیح ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ اسباب میں تضاد نہیں ہوا کرتا۔ ایک ایک چیز کے کئی کئی سبب ہو سکتے ہیں۔ انسان کی آواز کا ظاہری سبب تو بقول فلاسفہ خاص قسم کا قلع اور قرع ہے۔ لیکن حقیقی سبب روح ہے۔ دوسری توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ بیک وقت یہ دونوں ظاہری اور معنوی سبب نہ ہوں۔ بلکہ ان دونوں سببوں میں سے کبھی ایک سبب پایا جاتا ہو۔ جس کی وجہ سے گھور گرج پیدا ہو جاتی ہو اور کبھی دوسرا سبب ہو جاتا ہو جس کے نتیجہ میں رعد پایا جاتا ہو۔ غرض کہ ایک ہی چیز کا کبھی ایک سبب پایا جاتا ہو اور کبھی دوسرا۔ اسی طرح برق کے متعلق بھی یہ توجیہ ممکن ہے کہ برق کی حقیقت تو وہی ہو جو فلاسفر بیان کرتے ہیں مگر وہ فرشتے کے قبضہ میں ہو جیسا کہ شریعت کہتی ہے۔ غرض کہ اس طرح دونوں باتوں میں تطبیق ہو سکتی ہے۔ آیت وہم یجادلون الخ میں یہ بتلانا ہے کہ اللہ کی قدرت و حکمت کی یہ نشانیاں ہمیشہ انسان کے مشاہدہ اور علم میں آتی رہتی ہیں۔ اس پر بھی اس کی غفلت کا یہ حال ہے کہ اللہ کی ہستی اور اس کی یگانگت کے بارہ میں ہمیشہ جھگڑتا رہتا ہے۔ گویا یہ حقیقتیں ثابت نہیں۔ یہ نشانیاں کبھی ظہور ہی میں نہیں آئیں۔

ربوبیت سے الوہیت پر اصرار:..... قرآن کریم کا اسلوب بیان یہ ہے کہ وہ تو حیدر ربوبیت اور تو حید خالقیت سے تو حید الوہیت پر اصرار کیا کرتا ہے چنانچہ آیت لہ دعوة الحق سلسلہ بیان اسی طرف پھر گیا ہے۔ فرمایا بندگی کی سچی پکار وہی ہے جس میں اللہ کو پکارا جائے۔ جو لوگ اللہ کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی مٹھی میں پانی بند کرنا چاہے اور اسے اپنے تشنہ لبوں تک لے جانا چاہے ظاہر ہے کہ اس اپنی کوشش میں وہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اس کی کوششیں بھٹک بھٹک رہ جائیں گی۔ آیت وللّٰہ یسجد الخ میں فرمایا جاتا ہے کہ تمام مخلوق اللہ ہی کے آگے چارونا چار جھکی ہوئی ہے کوئی مانے یا نہ مانے لیکن ہر آنکھ دیکھ لیتی ہے۔ کہ تم جو احکام الہی سے سرتابی کرنا چاہو تو خود اپنے سایہ ہی کو دیکھ لو جو اندازہ اس بارہ میں بنا دیا گیا ہے اس سے کبھی وہ باہر نہیں جاسکتا۔ صبح کو چڑھتی دھوپ میں اس کا ایک خاص ڈھنگ ہوتا ہے شام کو ڈھلتی دھوپ میں ایک خاص ڈھنگ، اگر غور کرو تو قدرت الہی کے قوانین کے آگے ٹھیک اسی طرح تمہاری مستیاں بھی مسخر ہیں خواہ تمہیں اقرار ہو یا انکار۔

بقاء انفع کا قانون اور اس کی دو مثالیں:..... آیت انزل من السماء الخ مہمات سورۃ میں سے ہے اور اس کے تمام مواضع کے لئے مرکزی نقطہ ہے۔ فرمایا یہ حق و باطل کی آویزش ہے۔ لیکن حق و باطل کی حقیقت کیا ہے؟ اور کونسا قانون الہی اس میں کام کر رہا ہے؟ دراصل یہ بقاء انفع کا قانون ہے یعنی اللہ نے کائنات ہستی کے قیام و اصلاح کے لئے یہ قانون ٹھیرا دیا ہے کہ یہاں وہی چیز باقی رہ سکتی ہے جس میں نفع ہو، جس میں نفع نہیں وہ ٹھیر نہیں سکتی۔ اسے نیست و نابود ہو جانا ہے۔ اس نازک اور دقیق حقیقت کے لئے کیسی صاف مثال بیان کی ہے جس سے کوئی نگاہ انسانی بھی محروم نہیں ہے۔ جب پانی برستا ہے اور زمین کے لئے شادابی کا سامان مہیا ہونے لگتا ہے تو تم دیکھتے ہو کہ تمام وادیاں نہروں کی طرح رواں ہو جاتی ہیں۔ لیکن پھر کیا تمام پانی رک جاتا ہے؟ کیا میل کچیل اور کوڑا کرکٹ اپنی اپنی جگہ پہنچتے رہتے ہیں؟ کیا زمین کی گردان کی حفاظت کرتی رہتی ہے؟ نہیں ایسا نہیں ہوتا بلکہ زمین کو اپنے نشوونما کے لئے جس قدر پانی کی ضرورت ہوتی ہے وہ جذب کر لیتی ہے۔ ندی نالوں میں جس قدر سمائی ہوتی ہے اتنا پانی وہ روک لیتی ہیں۔ باقی

پانی جس تیزی کے ساتھ گرا تھا ویسے ہی تیزی سے بہہ بھی جاتا ہے۔ میل کچیل کوڑا کرکٹ جھاگ بن کر سمٹتا اور ابھرتا ہے پھر پانی کی روانی اسے اس طرح اٹھا کر لے جاتی ہے کہ تھوڑی دیر کے بعد وادی کا ایک ایک گوشہ دیکھ جاؤ کہیں اس کا نام و نشان بھی نہیں ملے گا۔ اسی طرح جب چاندی سونایا اور کسی طرح کی دہات آگ پر تپاتے ہو تو کھوٹ الگ ہو جاتا ہے خالص دہات الگ نکل آتی ہے۔ کھوٹ کے لئے ختم ہو جانا اور جوہر کے لئے باقی رہنا یہی ہے بقاء نفع کا قانون۔ پس یہاں باقی رہنا اسی کے لئے ہے جو نافع ہو اور جو نافع نہیں وہ چھانٹ دیا جاتا ہے۔ حق و باطل کی حقیقت بھی یہی ہے۔ حق وہ بات ہے جس میں نفع ہے۔ پس وہ کبھی مٹنے والی نہیں ہے۔ ٹکنا، باقی رہنا، ثابت ہونا اس کا قدرتی خاصہ ہے کہ حقیق کے معنی ہی قیام و ثبات کے ہیں۔ لیکن باطل وہ ہے جو نافع نہیں۔ اس لئے اس کا قدرتی تقاضا مٹ جانا ہو جو نافع مل جاتا ہے۔ اسی حقیقت کا ایک حصہ بقاء اصل بھی ہے۔ لیکن قرآن اصل کے بجائے نفع کہتا ہے۔ کیونکہ صالح وہی ہے جو نافع ہو، کارخانہ ہستی کی فطرت میں بناوٹ اور تکمیل ہے اور تکمیل جب ہی ہو سکتی ہے۔ جب کہ صرف نافع اشیاء ہی باقی رکھی جائیں، غیر نافع چھانٹ دی جائیں۔ اسی قانون کا نتیجہ ہے کہ جو لوگ قانون قبول کرتے ہیں ان کے لئے خوبی ہے، جو نہیں کرتے ان کے لئے خرابی ہوتی ہے۔ کیونکہ جنہوں نے قبول کیا ان کے اعمال نافع ہوں گے۔ اب نافع عمل مٹ نہیں سکتا جنہوں نے انکار کیا وہ غیر نافع ہوں گے اور غیر نافع باقی نہیں رہ سکتا۔

لَطَائِفُ آیَاتٍ: آیت ان اللہ لا یغیر الخ کا حکم بقول نصر آبادی عوام اور خواص سب کے لئے ہے بلکہ خواص کے لئے زیادہ کاوش ہوتی ہے۔ حق تعالیٰ اپنے اولیاء کو مشاہدہ الہی سے زیادہ محبوب نہیں کرتے جب تک اولیاء اپنے اوراد و معمولات کو نہ بدلیں۔ آیت والذین یدعون من دونہ الخ سے ان لوگوں کا خسران معلوم ہو جاتا ہے جو لوگ اللہ کے علاوہ زندہ اور مردہ لوگوں سے استعانت چاہتے ہیں اور آج کل یہ بلا بہت عام ہے آیت ولله یسجد الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلا انقیاد تشریحی ہے اور دوسرا تکوینی ہے۔

وَنَزَلَ فِي حَمْرَةَ وَابِي جَهْلٍ أَفَمَنْ يَعْلَمُ أَنَّمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنَ رَبِّكَ الْحَقُّ فَأَمِنْ بِهِ كَمَنْ هُوَ أَعْمَى لَا يَعْلَمُهُ وَلَا يُؤْمِنُ بِهِ لَا إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ يَتَعِظُ أُولُوا الْأَلْبَابِ ﴿۱۹﴾ أَصْحَابُ الْعُقُولِ الَّذِينَ يُؤْفُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ أَلَمَّا خُوذُوا عَلَيْهِمْ وَهُمْ فِي عَالَمِ الدَّرِّ أَوْ كُلِّ عَهْدٍ وَلَا يَنْقُضُونَ الْمِيثَاقَ ﴿۲۰﴾ بَتَرِكَ الْإِيمَانَ أَوْ الْفَرَائِضِ وَالَّذِينَ يَصِلُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ مِنَ الْإِيمَانِ وَالرَّحْمِ وَغَيْرِ ذَلِكَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ أَى وَعِيدَهُ وَيَخَافُونَ سُوءَ الْحِسَابِ ﴿۲۱﴾ تَقَدَّمَ مِثْلُهُ وَالَّذِينَ صَبَرُوا عَلَى الطَّاعَةِ وَالْبَلَاءِ وَعَنِ الْمَعْصِيَةِ ابْتِغَاءَ طَلَبِ وَجْهِ رَبِّهِمْ لَا غَيْرَهُ مِنْ أَعْرَاضِ الدُّنْيَا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَانْفَقُوا فِي الطَّاعَةِ مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً وَيَذَرُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةِ كَالْجَهْلِ بِالْحِلْمِ وَالْأَذَى بِالصَّبْرِ أُولَئِكَ لَهُمْ عَقَبَى الدَّارِ ﴿۲۲﴾ أَى الْعَاقِبَةُ الْمَحْمُودَةُ فِي الدَّارِ الْآخِرَةِ هِيَ جَنَّتْ عَدْنُ إِقَامَةٍ يَدْخُلُونَهَا هُمْ وَمَنْ صَلَحَ أَمِنْ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّتِهِمْ وَإِنْ لَمْ يَعْمَلُوا بِعَمَلِهِمْ يَكُونُونَ فِي

دَرَجَاتِهِمْ تَكْرِمَةً لَهُمْ وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ أَوْ الْقُصُورِ أَوَّلَ
دُخُولِهِمْ لِلتَّهْنِيَةِ يَقُولُونَ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ هَذَا الثَّوَابُ بِمَا صَبَرْتُمْ بِصَبْرِكُمْ فِي الدُّنْيَا فَنِعْمَ عُقْبَى
الدَّارِ ﴿۲۴﴾ عُقْبَاكُمْ وَالَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ
وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ بِالْكَفْرِ وَالْمَعَاصِي أُولَئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ الْبُعْدُ مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ وَلَهُمْ سُوءُ
الدَّارِ ﴿۲۵﴾ أَيْ الْعَاقِبَةُ السَّيِّئَةُ فِي الدَّارِ الْآخِرَةِ وَهِيَ جَهَنَّمُ اللَّهُ يُبْسِطُ الرِّزْقَ يُوسِّعُهُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ
يُضِيقُهُ لِمَنْ يَشَاءُ وَفَرَحُوا أَيْ أَهْلُ مَكَّةَ فَرَحَ بِطَرِيقِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا أَيْ بِمَا نَالُوهُ فِيهَا وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا
فِي جَنْبِ حَيَاةِ الْآخِرَةِ الْأَمْتَاعُ ﴿۲۶﴾ شَيْءٌ قَلِيلٌ يُتَمَتَّعُ بِهِ وَيَذْهَبُ وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ
لَوْلَا هَلَّا أَنْزَلَ عَلَيْهِ عَلَى مُحَمَّدٍ آيَةً مِنْ رَبِّهِ كَالْعَصَا وَالْيَدِ وَالنَّاقَةِ قُلْ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ يَضِلُّ مَنْ يَشَاءُ
إِضْلَالَهُ فَلَا تُغْنِي الْآيَاتُ عَنْهُ شَيْئًا وَيَهْدِي وَيُرْسِدُ إِلَيْهِ إِلَى دِينِهِ مَنْ أَنْابَ ﴿۲۷﴾ رَجَعَ إِلَيْهِ وَيُبَدِّلُ مَنْ مِنْ
الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ أَيْ وَعْدِهِ الْأَبَدِيِّ اللَّهُ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ﴿۲۸﴾ أَيْ
قُلُوبُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مُبْتَدَأُ خَبَرِهِ طُوبَى مُصَدَّرٌ مِنَ الطَّيِّبِ أَوْ شَجَرَةٍ فِي
الْجَنَّةِ يَسِيرُ الرَّائِكُ فِي ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ مَا يَقْطَعُهَا لَهُمْ وَحُسْنُ مَا ب ﴿۲۹﴾ مَرْجِعٌ كَذَلِكَ كَمَا أَرْسَلْنَا
الْأَنْبِيَاءَ قَبْلَكَ أَرْسَلْنَاكَ فِي أُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَا أُمَمٌ لَتَتْلُوا تُقْرَأُ عَلَيْهِمُ الَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ
أَيْ الْقُرْآنَ وَهُمْ يَكْفُرُونَ بِالرَّحْمَنِ حَيْثُ قَالُوا لَمَّا أُمِرُوا بِالسُّجُودِ لَهُ وَمَا الرَّحْمَنُ قُلْ لَهُمْ يَا مُحَمَّدُ
هُوَ رَبِّي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ مَتَابُ ﴿۳۰﴾ وَنَزَلَ لَمَّا قَالُوا لَهُ إِنْ كُنْتَ نَبِيًّا فَسِرِّ عَنَّا جِبَالَ
مَكَّةَ وَاجْعَلْ لَنَا فِيهَا أَنْهَارًا وَعَيُونًا لِلنَّغْرِسِ وَنَزَرَ وَابْعَثْ لَنَا أَبَاءَ نَا الْمَوْتَى يُكَلِّمُونَا أَنْكَ نَبِيٌّ وَلَوْ أَنَّ
قُرْآنًا سِيرَتْ بِهِ الْجِبَالُ نَقَلَتْ عَنْ أَمَاكِنِهَا أَوْ قُطِعَتْ شُقَّتْ بِهِ الْأَرْضُ أَوْ كَلِمَ بِهِ الْمَوْتَى بِأَنَّ
يُحْيُوا لَمَّا آمَنُوا بَلْ لِلَّهِ الْأَمْرُ جَمِيعًا لَا يَبْغِيهِ فَلَا يُؤْمِنُ إِلَّا مَنْ يَشَاءُ اللَّهُ إِيْمَانَهُ دُونَ غَيْرِهِ وَإِنْ أَوْتُوا
مَا اقْتَرَحُوا وَنَزَلَ لَمَّا أَرَادَ الصَّحَابَةُ إِظْهَارَ مَا اقْتَرَحُوا طَمَعًا فِي إِيْمَانِهِمْ أَفَلَمْ يَأْنِسْ يَعْلَمِ الَّذِينَ آمَنُوا أَنَّ
مُخَفَّفَةً أَيْ أَنَّهُ لَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَهْدَى النَّاسَ جَمِيعًا إِلَى الْإِيْمَانِ مِنْ غَيْرِ آيَةٍ وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ
أَهْلِ مَكَّةَ تُصِيبُهُمْ بِمَا صَنَعُوا بِصُنْعِهِمْ أَيْ بِكُفْرِهِمْ قَارِعَةٌ دَاهِيَةٌ تَقْرَعُهُمْ بِصُنُوفِ الْبَلَاءِ مِنَ الْقَتْلِ
وَالْأَسْرِ وَالْحَرْبِ وَالْجَذْبِ أَوْ تَحُلُّ يَا مُحَمَّدُ بِجَيْشِكَ قَرِيبًا مِنْ دَارِهِمْ مَكَّةَ حَتَّى يَأْتِيَ وَعْدُ اللَّهِ
بِالنَّصْرِ عَلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ﴿۳۱﴾ وَقَدْ حَلَّ بِالْحُدَيْبِيَّةِ حَتَّى أَتَى فَتَحَ مَكَّةَ

ترجمہ: (آئندہ آیت، حضرت حمزہؓ اور ابو جہل کے بارہ میں نازل ہوئی ہے) جو شخص یہ یقین رکھتا ہو کہ جو کچھ آپؐ پر آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وہ سب حق ہے (اور اس پر ایمان بھی لے آیا) کیا وہ اس شخص کے برابر ہو سکتا ہے جو اندھا ہے (اس بات کو نہیں جانتا اور نہ اس پر ایمان لایا، یہ دونوں ہرگز یکساں نہیں ہو سکتے) وہی لوگ سمجھتے بوجھتے ہیں (نصیحت حاصل کرتے ہیں) جو عظمند (دانشمند) ہوتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ کے ساتھ اپنا عہد پورا کرتے ہیں (جو عہد السست ان سے لیا گیا تھا۔ یا ہر قسم کا عہد و پیمان مراد ہے) اپنا قول و قرار توڑتے نہیں ہیں (ایمان یا دوسرے فرائض چھوڑ کر) اور یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ نے جن رشتوں کے جوڑنے کا حکم دیا انہیں جوڑے رکھتے ہیں (ایمان اور رحمی رشتے نا طے وغیرہ) اور اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اور حساب کی سختی کے خیال سے اندیشہ ناک رہتے ہیں (ایسی ہی آیت پہلے گزر چکی ہے) اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے صبر کیا ہے (اطاعت میں بھی اور بلاؤں پر بھی اور گناہوں سے بھی بچے رہے) اپنے پروردگار کی رضا جوئی کرتے ہوئے (دنیا کی اور کوئی غرض ان کے پیش نظر نہیں ہوتی) اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور خرچ کرتے ہیں (نیک کاموں میں) جو کچھ روزی انہیں دے رکھی ہے چھپا کر بھی اور ظاہر طور پر بھی اور بدسلوکی کو حسن سلوک سے نال دیتے ہیں (جیسے کسی کی جہالت کو اپنے علم سے اور دوسروں کی تکلیف کو اپنے صبر سے ختم کر دیتے ہیں) یہی لوگ ہیں کہ ان کے لئے عاقبت کا گھر ہے (یعنی آخرت میں بہترین انجام ہوگا اور وہ) بیشکلی کے باغ جن میں وہ خود بھی داخل ہوں گے اور ان کے آباء و اجداد، بیویوں، اولاد میں سے جو نیک عمل ہوں گے اگرچہ ان اعزہ کے اعمال سے واقفیت نہ ہو تب بھی ان کی عزت افزائی کے لئے اعزہ کو انہی کے درجات میں رکھا جائے گا) اور ہر دروازہ سے فرشتے ان کے پاس آتے ہوں گے (جنت یا محلات کے دروازہ سے ابتدائی داخلہ کے وقت مبارکباد دیتے ہوئے کہیں گے) تم صحیح سلامت رہو (یہ ثواب) تمہارے صبر کرنے کی بدولت ہے (دنیا میں جو تم نے صبر کیا ہے) سو اس جہاں (عقی) میں تمہارا کیا ہی اچھا انجام ہے اور جن لوگوں کا حال یہ ہے کہ اللہ کا عہد مضبوط کرنے کے بعد پھر اسے توڑتے ہیں اور جن رشتوں کے جوڑنے کا حکم دیا ہے انہیں قطع کر ڈالتے ہیں اور ملک میں شر و فساد برپا کرتے ہیں (کفر و گناہ کر کے) تو ایسے ہی لوگ ہیں جن کے لئے لعنت (اللہ کی رحمت سے دوری) ہے اور ان کیلئے برا ٹھکانا ہے (یعنی آخرت میں برا انجام ہوگا اور وہ جہنم ہے) اللہ جس کی روزی چاہتا ہے فراخ کر دیتا ہے اور جس کی چاہتا ہے پی تلی کر دیتا ہے اور (مکہ والے) اتراتے ہیں (اکڑتے ہیں) دنیاوی زندگی پر (یعنی دنیا کی کمائی پر) حالانکہ دنیا کی زندگی آخرت کے آگے ہیج ہے، منحصر تھوڑا سا برت لینا ہے (جس سے معمولی نفع اٹھالیا جائے اور پھر فنا ہو جائے) اور جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی ہے (مکہ والے) وہ کہتے ہیں اس شخص (محمدؐ) پر اس کے پروردگار کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہ اتری (جیسے لاشی اور ہاتھ اور اونٹنی کے معجزات) آپؐ (ان سے) کہہ دیجئے کہ واقعی اللہ جسے چاہیں گمراہ کر دیتے ہیں (پھر اس کے لئے کوئی نشانی بھی سودمند نہیں ہوتی) اور جو شخص اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اسے اپنی طرف ہدایت کر دیتے ہیں (اور اگلا جملہ الذین، من سے بدل واقع ہو رہا ہے) جو لوگ ایمان لائے اور اللہ کا ذکر (وعدہ) سے ان کے دل مطمئن ہو گئے، خوب سمجھ لو کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو چین و قرار ملتا ہے (یعنی مؤمنین کے دلوں کو) جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے (یہ مبتداء ہے اور خبر آگے ہے) تو خوشحالی ہے (یہ مصدر ہے طیب سے ماخوذ ہے یا جنت کے درخت کا نام ہے جس کے سایہ میں سو سال بھی اگر چلے تو اسے طے نہ کر سکے) ان کے لئے نیک انجامی (اچھا ٹھکانہ) ہے اور اسی طرح (جیسے آپؐ سے پہلے نبیوں کو ہم نے بھیجا تھا) ہم نے آپؐ کو ایک ایسی امت میں رسول بنا کر بھیجا ہے کہ اس سے پہلے بہت سی امتیں گزر چکی ہیں تاکہ آپؐ ان کو وہ کتاب پڑھ کر سنادیں جو ہم نے آپؐ پر وحی کے ذریعہ اتاری ہے (یعنی قرآن) اور ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ سرے سے خدائے رحمان ہی کے قائل نہیں ہیں (کیونکہ جب اللہ کے آگے انہیں سجدہ کرنے کو کہا جاتا ہے تو کہتے ہیں رحمان کون ہے؟) آپؐ (ان سے اے محمدؐ!) کہہ دیجئے کہ وہ میرا پروردگار ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں اسی پر میں بھروسہ کرتا ہوں اور اسی کے پاس مجھے جانا ہے (اگلی آیت اس وقت نازل ہوئی جب وہ لوگ آپؐ سے کہنے لگے کہ اگر آپ واقعی نبی ہیں تو

مکہ کے پہاڑ کو ہٹا کر ان کی بجائے نہریں اور چشمے جاری کر دیجئے تاکہ ہم باغ اور کھیت لگا سکیں اور ہمارے مرے ہوئے باپ دادوں کو اٹھا دیجئے کہ وہ ہم سے کہیں کہ آپ نبی ہیں) اور اگر ایسا ہو سکتا کہ کسی قرآن کے ذریعہ پہاڑ ہٹا دیئے جاتے (اپنی جگہ سے چلنے لگتے) یا زمین کاٹ دی جاتی (پہاڑ دی جاتی) یا مردے بول اٹھتے (انہیں زندہ کر دیا جاتا تب بھی ایمان نہ لاتے۔ بلکہ سارا اختیار اللہ ہی کو ہے) کسی دوسرے کو نہیں ہے، اس لئے اللہ جسے چاہے وہی ایمان لاسکتا ہے دوسرا نہیں، خواہ ان کے مطالبے ہی کیوں نہ پورے کر دیئے جائیں اور صحابہؓ نے ان کے ایمان لانے کی امید میں جب یہ چاہا کہ اچھا ہے اگر ان کی فرمائشیں پوری کر دی جائیں تو یہ آیت نازل ہوئی (پھر کیا مایوس نہیں ہوئے) (انہوں نے جانا نہیں) (جو لوگ ایمان لائے ہیں کہ) (ان مخفہ ہے، اصل میں انسہ تھا) اگر اللہ چاہتا تو تمام انسانوں کو راہ ہدایت دکھا دیتا (ایمان کی طرف بلا کسی نشانی کے) اور جن لوگوں نے راہ کفر اختیار کی ہے (مکہ والوں میں سے) انہیں کوئی نہ کوئی عقوبت پہنچتی ہی رہے گی ان کے کرتوتوں کی پاداش میں (ان کی حرکتوں یعنی ان کے کفر کی وجہ سے) جو سخت ہوگی (اتنی شدید کہ انہیں جھڑ جھڑا لے گی۔ قتل اور قید اور جنگ اور قحط کی مختلف مصیبتوں میں سے) یا آپ اتریں گے (اے محمد! اپنے لشکر سمیت) ان کی بستی (مکہ) کے قریب یہاں تک کہ وہ وقت آجائے جب اللہ کا وعدہ ظہور میں آنے والا ہے (ان کے خلاف تمہاری مدد کا) بلاشبہ وہ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا (چنانچہ صلح حدیبیہ کے موقع پر آپؐ نے نزول اجلال فرمایا۔ حتیٰ کہ فتح مکہ کی نوبت آگئی)۔

تحقیق و ترکیب: ونزل فی حمزہ آیات وعدہ تو حضرت حمزہؓ اور ان کے نقش قدم پر چلنے والوں کے لئے اور آیات وعید ابو جہل اور اس کے متبعین کے بارہ میں نازل ہوئیں ہیں۔

والرحم صلہ رحمی کن لوگوں سے کرنی چاہیئے اس میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک ہر ایسے ذی رحم محرم رشتہ دار کو اس میں داخل کیا جائے گا۔ جن میں اگر ایک کو مرد اور دوسرے کو عورت فرض کیا جائے تو ان کا نکاح ناجائز ہو۔ پس ایسی صورت میں بچا اور پھوپھی اور خالہ کی اولاد اس میں نہیں آئے گی اور بعض نے اس کو عام رشتہ داروں پر محمول کیا ہے۔ ذی رحم محرم ہوں یا غیر ذی محرم وارث ہوں یا نہ ہوں۔ علامہ نوویؒ نے اسی کو صحیح کہا ہے۔ صلہ رحمی واجب ہے اور قطع رحمی کرنا حرام ہے۔ مذاقات کرنا، ہدیہ دینا، مدد کرنا قول و فعل سے، سلام و کلام، خط و کتابت سب صلہ رحمی کے دائرہ میں آجائیں گے۔ غرض کہ شرعی لحاظ سے اس میں کوئی تحدید نہیں ہے۔ بلکہ عرف کو معیار بنایا جائے گا۔ صلہ رحمی سے رزق و عمر میں برکت ہوتی ہے جیسے والدین کی نافرمانی سے بے برکتی ہوتی ہے۔

والذین صبروا مفسر جلالؒ نے اشارہ کیا ہے کہ صبر کی تین قسموں میں گناہوں سے باز رہنا سب سے اعلیٰ قسم ہے اس کے بعد دوام اطاعت ہے اور پھر مصائب پر صبر کا درجہ ہے۔

بالحسنۃ السیئۃ اس کے دو معنی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اگر ان سے کوئی برائی ہو جاتی ہے تو اس کی مکافات فوراً نیک کام کر کے کر دیتے ہیں۔ گویا اس اپنی برائی کا خود ہی نیکی سے علاج کر دیتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اگر کوئی دوسرا شخص ان کے ساتھ برائی کرتا ہے تو یہ اس کے ساتھ بھلائی سے پیش آتے ہیں۔

ومن صلح اس سے مراد ایمان ہے۔ اس قید کا فائدہ یہ ہے کہ بلا ایمان کے نسب کا رآمد نہیں۔ اللہ یسطر الرزق یہ کفار کے اس شبہ کا جواب ہے۔ وہ کہا کرتے تھے لو کان اللہ غضبانا علینا کما زعمتم ایہا المؤمنون لما بسط لنا الارزاق ونعمنا فی الدنیا حاصل یہ ہے کہ کافر کو رزق کی فراخی اس کے حق میں استدراج ہے اور مسلمان کے لئے تنگی امتحان ہے۔ ان اللہ یصل حاصل جواب یہ ہوگا کہ تم ایک دلیل لئے پھرتے ہو یہاں ہزاروں دلائل موجود ہیں لیکن تمہیں نظر نہیں آتے کیونکہ گمراہی میں اندھے بنے ہو۔ اس لئے مزید دلیل بھی تمہارے لئے مفید نہیں ہو سکتی۔

الذین امنوا اس میں پانچ ترکیبیں ہو سکتی ہیں۔ ایک تو بقول مفسر جلالؒ من سے بدل ہے دوسرے یہ کہ مبتداء ہو اور دوسرا الذین اور

درمیان میں جملہ معترضہ ہو۔ تیسرے یہ عطف بیان ہو سکتا ہے۔ چوتھے یہ مبتدا محذوف کی خبر ہو۔ پانچویں یہ فعل مضمر سے منصوب ہو۔
تطمئن القلوب اس آیت سے تو ذکر اللہ کی خاصیت، طمانیت قلب معلوم ہوتی ہے لیکن سورۃ انفال کی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکر اللہ سے خوف پیدا ہوتا ہے۔ پس ان دونوں میں منافات ہوئی؟ جواب یہ ہے کہ آیت انفال سے مراد ذکر اللہ سے اللہ کا خوف پیدا ہوتا ہے۔ اور اس آیت کا منشاء یہ ہے کہ غیر اللہ کے خوف سے طمانیت پیدا ہو جاتی ہے۔ پس دونوں میں کوئی تعارض نہیں رہا۔
ولو ان قرانا کے جواب میں کئی رائیں ہیں۔ بعض کہتے ہیں محذوف ہے جیسے اس شعر میں ہے۔

فاقسم لو اتانا رسولہ سواک ولكن نجد لك مدفعا

لو کا جواب رد دنا محذوف ہے۔ حضرت قتادہ کے اس قول کے معنی بھی یہی ہوں گے۔ انہوں نے فرمایا لو فعل هذا بقران قبل قرانکم، تفعل بقرانکم اور بعض کے نزدیک لو کا جواب مقدم ہے ای وہم یکفرون بالرحمن ولو ان قرانا الخ اور مفسر علام نے لما امنوا جواب محذوف نکالا ہے۔
افلم یبسن قبیلہ نفع اور ہوازن کے لغت میں اس لفظ کے معنی جاننے کے ہیں۔ بقول بغوی اکثر مفسرین کی یہی رائے ہے لیکن قرآن نے اس کا انکار کیا ہے۔

رابط آیات:..... پچھلی آیت میں حق و باطل کی مثال کے ذریعہ سمجھایا گیا تھا۔ آیت افمن یعلم الخ سے اہل حق اور اہل باطل کا فرق بیان کرنا ہے، ہدایت و گمراہی، اچھے اور برے اعمال اور جزاء و سزا کے اعتبار سے اور چونکہ ان آیتوں سے کفار کی ملعونیت اور رحمت الہی سے دور ہونا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن ان کی دنیاوی خوش حالی اس کے منافی معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے آیت ان اللہ یسط الرزق الخ میں اس شبہ کا جواب دینا ہے۔ اس کے بعد آیت ویقول الذین الخ میں پھر رسالت و نبوت سے متعلق بحث چھیڑی جا رہی ہے۔

شان نزول:..... آیت افمن یعلم الخ اگرچہ حضرت حمزہ اور ابو جہل کے بارہ میں نازل ہوئی ہے۔ لیکن عام لفظوں کا اعتبار کرتے ہوئے اس وعدہ و وعید میں قیامت تک دوسرے لوگ بھی داخل ہو جائیں گے۔ آیت ولو ان قرانا الخ کا شان نزول یہ ہے کہ ایک دفعہ ابو جہل، عبد اللہ بن امیہ وغیرہ کفار کعبہ اللہ کے پیچھے بیٹھے تھے کہ آنحضرتؐ گزر رہے تھے۔ یا آپؐ کو بلایا گیا۔ اور عبد اللہ بن امیہ کہنے لگا:

ان سرک ان تبعلک فیسر جبال مکة بالقرآن فادفعها عنا حتی تفسخ فانها ارض ضيقة لمزارعنا واجعل لنا فیہا انهارا وعیونا لنغرس الاشجار ونزرع ونتخذ البساتین فلست کما زعمت باہون علی ربک، من داؤد حیث سخر له الجبال تسیر معه او سخر لنا الريح لئلا نریب لیسیرنا وحوانجننا ونرجع فی یومنا کما سخرت لسلیمان الريح کما زعمت باہون علی ربک من سلیمان واحی لنا جدک قصیا فان عیسیٰ کان یحیی الموتی ولست باہون علی اللہ منہ فنزلت هذه الایۃ

ترجمہ: اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی پیروی کریں تو قرآن کے ذریعہ مکہ کے پہاڑوں کو یہاں سے سرکا دیجئے۔ تاکہ یہ تنگ زمین ہماری کھیتی کے لئے کشادہ ہو جائے اور کچھ چشمے جاری کر دیجئے جس سے ہم درخت اور کھیت بوسکیں اور چمن لگاسکیں پس بقول تمہارے جب تم داؤد سے کم نہیں تو جس طرح ان کے ساتھ پہاڑ چلے اسی طرح تم بھی انہیں ہٹا دو اور ہمارے لئے ہوا مسخر کر دو۔ تاکہ ہم تجارتی اور دوسری ضروریات کیلئے ایک ہی دن میں شام آجاسکیں۔ بقول تمہارے تم سلیمان سے کم درجہ نہیں ہو، ہوا ان کے لئے مسخر ہو چکی ہے

ایسے ہی اپنے دادا قصی کو زندہ کر کے دکھاؤ۔ کیونکہ عیسیٰ مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے اور بقول تمہارے تم عیسیٰ سے کم نہیں ہو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾: آیت افمن يعلم الخ کا حاصل یہ ہے کہ جسے حق کا علم و عرفان حاصل ہو گیا اور جس نے جان لیا کہ یہ بات سچائی ہے اور یہ سچائی نہیں ہے، کیا اس کا احساس آدمی کا ایک ہی حکم ہو سکتا ہے جو اندھیرے میں ہے اور حق کا مشاہدہ سے اندھا ہو رہا ہے؟ یعنی پہلا تو علم و بصیرت پیش کر رہا ہے۔ دوسرے کے پاس اس کے سوا کچھ نہیں کہ کہتا ہے کہ مجھے دکھائی نہیں دیتا۔ پس دونوں برابر کیسے ہو سکتے ہیں۔

نیکوں اور نیکوں کا اعزاز: ومن صلح الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ مقربین کی برکت سے ان کے قریبی رشتہ دار بھی انہی کے ذیل اور طفیل میں جنت بداماں ہو کر اس درجہ میں داخل ہو جائیں گے اور آباء و اولاد سے مراد بلا واسطہ ہیں ورنہ واسطہ در واسطہ اکثر اعزہ مراد لئے جائیں گے تو لازم آئے گا کہ تمام جنتی ایک ہی درجہ میں آجائیں گے کیونکہ سب بنی آدم ایک دوسرے کے قہر بتدار ہیں۔ رہا یہ شبہ کہ بلا واسطہ ماں باپ اور اولاد لینے کی صورت میں یہی اشکال لازم آئے گا۔ کیونکہ جس طرح جنت میں جانے والوں کے ساتھ ان کے بلا واسطہ ماں باپ جائیں گے۔ اسی طرح ان بلا واسطہ ماں باپ کے ساتھ ان کے بلا واسطہ ماں باپ بھی جانے چاہئیں اور پھر ان کے ساتھ ان کے بلا واسطہ ماں باپ ہونے چاہئیں۔ جواب یہ ہے کہ پس ایک ہی مرتبہ کے تابعین مراد ہیں۔ آگے تابعین کے تابعین وغیرہ اس درجہ میں نہیں ہوں گے۔

آیت الا بذکر اللہ الخ میں ذکر اللہ کی خاصیت اطمینان قلب بیان کیا گیا ہے اور دوسری آیت اذا ذکر اللہ وجلت قلوبہم میں ذکر اللہ کی خاصیت خوف بتلائی گئی ہے۔ سوان دونوں باتوں میں کوئی تعارض نہیں۔ کیونکہ اطمینان کا مطلب یہ ہے کہ کسی دوسری چیز کی طرف توجہ اور رغبت نہ رہے۔ پس یہ بات خوف کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے اس لئے ذکر اللہ کی دونوں قسم کی تاثیر جمع ہو سکتی ہیں۔ آیت ولو ان قرانا الخ میں اس حقیقت کو واضح کر دیا ہے کہ اللہ کی کتاب ہدایت، مخلوق کے لئے نازل ہوئی ہے۔ عجائب آخر نبیوں کے لئے نازل نہیں ہوئی۔ اگر کوئی کتاب اس لئے نازل ہوئی ہوتی کہ پہاڑوں کو چلائے اور مردوں سے باتیں کرادے تو تم پر بھی ایسی ہی چیز اترتی لیکن نہ ایسا ہوا نہ اب ایسا ہوگا اس طرح کی فرمائش اس بات کی دلیل ہے کہ دلوں میں سچائی کی طلب نہیں۔ اگر طلب ہوتی تو پہاڑوں کے چلنے کا انتظار نہ کرتے یہ دیکھتے کہ انسانوں کے دلوں کو کس راہ پر چلاتی ہے اور مردہ جسموں کی جگہ مردہ روحوں کو کس طرح زندہ کر دیتی ہے؟

لطائف آیات: آیت انما یتذکر اولی الالباب الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ معتبر عقل، عقل معاد ہے۔ اگرچہ دنیا سے ناواقف ہو کر ایک ایسا ہی شخص عاقل کہلانے کا مستحق ہوتا ہے۔

آیت والذین یصلون الخ کے عموم میں سب حقوق اور اہل حقوق آگئے۔ حتیٰ کہ حضرت فضیل کا قول ہے کہ اگر کوئی آدمی سارے کام نیک کر لے۔ لیکن اپنی مرغی کا حق ادا نہ کرے تو وہ نیکو کار نہیں ہے۔ پس جب مرغی کے حق میں یہ کہا گیا تو مشائخ اور مریدین کے حقوق بدرجہ اولیٰ قابل لحاظ ہوں گے۔

آیت الا بذکر اللہ الخ کے ذیل میں علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ اس اطمینان کا سبب ایک نور الہی ہوتا ہے جو مؤمنین کے قلوب پر فائز ہوتا ہے جس سے پریشانی اور وحشت دور ہو جاتی ہے۔

وَلَقَدْ اسْتَهْزَيْتُمْ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ كَمَا اسْتَهْزَيْتُمْ بِكَ وَهَذَا تَسْلِيَةٌ لِّلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَأَمَلَيْتُمْ أَهْلَيْتُمْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ بِالْعُقُوبَةِ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿۳۲﴾ اَيُّ هُوَ وَقَعَ مَوْقَعَهُ
فَكَذَلِكَ أَفْعَلُ بِمَنِ اسْتَهْزَأَ بِكَ أَفَمَنْ هُوَ قَاتِمٌ رَّقِيبٌ عَلَى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ عَمَلَتْ مِنْ خَيْرٍ
وَشَرٍّ وَهُوَ اللَّهُ كَمَنْ لَيْسَ كَذَلِكَ مِنَ الْأَصْنَامِ لَادَلَّ عَلَى هَذَا وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ قُلْ سَمُّوهُمْ لَهُ مَنْ
هُمْ أَمْ بَلْ تُنْبِئُونَهُ تَخْبِرُونَ اللَّهَ بِمَا أَيْ بِشَرِيكَ لَا يَعْلَمُ فِي الْأَرْضِ اسْتَفْهَامُ انْكَارِ أَيْ لَا شَرِيكَ لَهُ إِذَا
لَوْ كَانَ لَعَلَّمَهُ تَعَالَى عَنْ ذَلِكَ أَمْ بَلْ اتَّسَمَوْهُمْ شُرَكَاءَ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ بِظَنِّ بَاطِلٍ لَا حَقِيقَةَ لَهُ فِي
الْبَاطِنِ بَلْ زَيْنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مَكْرَهُمْ كُفْرُهُمْ وَصُدُّوا عَنِ السَّبِيلِ طَرِيقِ الْهُدَى وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ
فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾ لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا بِالْقَتْلِ وَالْأَسْرِ وَلِعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَقُّ أَشَدُّ مِنْهُ
وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللَّهِ أَيْ عَذَابِهِ مِنْ وَاقٍ ﴿۳۴﴾ مَانِعٍ مِّثْلُ صِفَةِ الْجَنَّةِ الَّتِي وَعَدَ الْمُتَّقُونَ مُبْتَدَأُ خَبَرِهِ
مَحذُوفٌ أَيْ فِيمَا نَقَصَ عَلَيْكُمْ تَجَرُّى مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَرُ أَكُلَهَا مَا يُؤْكَلُ فِيهَا دَائِمٌ لَا يُفْنَى وَظِلُّهَا
دَائِمٌ لَا تَنْسُخُهُ شَمْسٌ لِعَدَمِهَا فِيهَا تِلْكَ أَيْ الْجَنَّةُ عُقْبَى عَاقِبَةُ الَّذِينَ اتَّقَوْا الشِّرْكَ وَعُقْبَى
الْكَافِرِينَ النَّارُ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِينَ اتَّيْنَهُمُ الْكِتَابُ كَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ وَغَيْرِهِ مِنْ مُّؤْمِنِي الْيَهُودِ يَفْرَحُونَ
بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ لِمُؤَافَقَتِهِ مَا عِنْدَهُمْ وَمِنَ الْأَحْزَابِ الَّذِينَ تَحَزَّبُوا عَلَيْكَ بِالْمَعَادَاتِ مِنَ الْمُشْرِكِينَ
وَالْيَهُودِ مَنْ يُنْكِرُ بَعْضَهُ كَذَكَرِ الرَّحْمَنِ وَمَا عَدَا الْقِصَصِ قُلْ إِنَّمَا أُمِرْتُ فِيمَا أُنْزِلَ إِلَيَّ أَنْ أَيْ بِأَنْ
أَعْبُدَ اللَّهَ وَلَا أَشْرِكَ بِهِ إِلَيْهِ أَدْعُوا وَإِلَيْهِ مَآبٍ ﴿۳۶﴾ مَرْجِعِي وَكَذَلِكَ الْأَنْزَالُ أَنْزَلْنَاهُ أَيْ
الْقُرْآنَ حُكْمًا عَرَبِيًّا بِلُغَةِ الْعَرَبِ تَحْكُمُ بِهِ بَيْنَ النَّاسِ وَلَئِنْ أَتَبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ أَيْ الْكُفَّارِ فِيمَا
يَدْعُونَكَ إِلَيْهِ مِنْ مِّلَّتِهِمْ فَرَضًا بَعْدَ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ بِالتَّوْحِيدِ مَالِكٌ مِنَ اللَّهِ مِنْ زَائِدَةٍ وَلِيَّ
نَاصِرٍ وَلَا وَاقٍ ﴿۳۷﴾ مَانِعٍ مِنْ عَذَابِهِ وَنَزَلَ لَمَّا عَيَّرُوهُ بِكَثْرَةِ النِّسَاءِ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ
وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً أَوْلَادًا وَأَنْتَ مِثْلُهُمْ وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ مِنْهُمْ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ
لَأَنَّهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ لِكُلِّ أَجَلٍ مُّدَّةٌ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾ مَكْتُوبٌ فِيهِ تَحْدِيدُهُ يَمْحُوا اللَّهُ مِنْهُ مَا يَشَاءُ
وَيُثَبِّتُ بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيدِ فِيهِ مَا يَشَاءُ مِنَ الْأَحْكَامِ وَغَيْرِهَا وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ ﴿۳۹﴾ أَصْلُهُ الَّذِي لَا
يُغَيِّرُ مِنْهُ شَيْءٌ وَهُوَ مَا كَتَبَهُ فِي الْأَزَلِ وَإِنْ مَا فِيهِ إِدْغَامٌ نُونٍ إِنْ الشَّرْطِيَّةُ فِي مَا الْمَزِيدَةُ نُونُكَ بَعْضُ
الَّذِي نَعِدُهُمْ بِهِ مِنَ الْعَذَابِ فِي حَيَاتِكَ وَجَوَابُ الشَّرْطِ مَحذُوفٌ أَيْ فَذَلِكَ أَوْ نَتَوَفَّيْنَكَ قَبْلَ

تَعَذِّبُهُمْ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلْغُ لَا عَلَيْكَ إِلَّا التَّبْلِيغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴿۳۰﴾ إِذْ أَصَارُوا إِلَيْنَا فَنَجَّازِيهِمْ أَوْ
لَمْ يَرَوْا أَىْ أَهْلُ مَكَّةَ أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَقْضُ أَرْضَهُمْ نَنْقُضُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا بِالْفَتْحِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللَّهُ يُحْكُمُ فِى خَلْقِهِ بِمَا يَشَاءُ لَا مُعَقَّبَ رَادٍّ لِحُكْمِهِ وَهُوَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿۳۱﴾
وَقَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْأُمَمِ بِأَنْبِيَائِهِمْ كَمَا مَكَرُوا بِكَ فَلِلَّهِ الْمَكْرُ جَمِيعًا وَلَيْسَ مَكْرُهُمْ
كَمَكْرِهِ لِأَنَّهُ تَعَالَى يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ فَيُعَذِّبُهَا جَزَاءَ مَا وَهَذَا هُوَ الْمَكْرُ كُلُّهُ لِأَنَّهُ يَأْتِيهِمْ بِهِ مِنْ
حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ وَسَيَعْلَمُ الْكَافِرُ الْمُرَادُ بِهِ الْجَنَسُ وَفِى قِرَاءَةِ الْكُفْرِ لِمَنْ عُقِبَى الدَّارِ ﴿۳۲﴾ أَىِ
الْعَاقِبَةُ الْمُحْمُودَةُ فِى الدَّارِ الْآخِرَةِ لَهُمْ أَمْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهِ وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا
لَكَ لَسْتَ مُرْسَلًا قُلْ لَهُمْ كَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ عَلَى صِدْقِى وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ
الْكِتَابِ ﴿۳۳﴾ مِنْ مُؤْمِنِ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى

ترجمہ: اور آپ سے پہلے بھی بہت سے پیغمبروں کی ہنسی اڑائی جا چکی ہے (جس طرح آج یہ آپ کا مذاق اڑا رہے ہیں۔
دراصل اس میں آنحضرت ﷺ کی تسلی مقصود ہے) اور ہم پہلے ان کافروں کو ڈھیل دیتے رہے، پھر انہیں گرفتار کر لیا۔ سو دیکھو میری سزا
کس طرح واقع ہوئی (یعنی اپنے ٹھیک وقت پر عذاب آیا پس جو آپ کی ہنسی اڑا رہے ہیں ان کے ساتھ بھی ایسا ہی کروں گا) پھر جو
ذات ہر شخص کے حالات سے باخبر (واقف) ہو (اچھے برے کاموں کو جانتی ہو یعنی اللہ وہ ان بتوں کے برابر ہو سکتی ہے جن میں یہ
صفت نہیں ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا۔) (اگلا جملہ اس بات پر دلالت کر رہا ہے) اور انہوں نے اللہ کے لئے شریک ٹھہرا رکھے ہیں ان سے
کہئے کہ ان کا نام تو لو (کہ وہ کون ہیں؟) کیا تم اللہ کو ایسی بات کی خبر دینا چاہتے ہو کہ دنیا بھر میں خود اسے بھی معلوم نہیں (یہ استفہام
انکاری ہے یعنی اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ضرور اسے معلوم ہوتا) یا محض ظاہری لفظ کے اعتبار سے ان میں شریک
کہتے ہو (محض ایک دکھاوے کی بات ہے جس کی تہہ میں کوئی اصلیت نہیں ہے؟) اصل بات یہ ہے کہ منکرین کی نگاہوں میں ان کی
مکاریاں (کفر کی باتیں) خوشنما بن گئی ہیں اور راہِ حق (طریقہ ہدایت) میں قدم اٹھانے سے رک گئے ہیں اور اللہ جسے گمراہی میں رکھے
اسے راہ پر لانے والا کوئی نہیں ہے ان کے لئے دنیا میں بھی عذاب ہے (قتل و قید کا) اور آخرت کا عذاب بدرجہا اس سے زیادہ سخت ہوگا
اور کوئی نہیں جو اللہ (کے عذاب) سے بچا سکے جس جنت کا متقیوں کے لئے وعدہ کیا گیا ہے اس کی شان یہ ہے کہ (یہ مبتداء ہے جس کی
خبر محذوف ہے یعنی فیما نقص علیکم) اس کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی، اس کے پھل (جو کھائے جائیں گے) بارہ ماہی ہیں
(کبھی ختم نہیں ہوں گے) اور اس کی چھاؤں بھی باقی رہے گی (کبھی وہاں سے نہیں ہٹے گی کیونکہ وہاں دھوپ نہیں ہوگی) یہ (جنت
) ہے انجام (نتیجہ) ان لوگوں کا جنہوں نے تقویٰ (شرک سے بچنے) کی راہ اختیار کی اور کافروں کا انجام آگ ہے اور جن لوگوں کو ہم
نے کتاب دی (جیسے عبد اللہ بن سلام وغیرہ نو مسلم یہودی) وہ اس بات سے خوش ہوتے ہیں جو آپ پر اتاری گئی ہے (کیونکہ وہ باتیں
ان کی کتاب کے موافق ہوتی ہیں) اور انہیں کے گروہ میں (جو مشرکین و یہود آپ کے خلاف گروہ بندی کر رہے ہیں) ایسے لوگ بھی
ہیں کہ قرآن کے بعض حصہ کا انکار کرتے ہیں۔ جیسے رحمن کا اور قرآنی حقوق کے علاوہ احکام کا انکار کرتے ہیں (آپ فرما دیجئے کہ
مجھے تو بس یہی حکم ہوا ہے کہ اللہ کی بندگی کروں اور کسی ہستی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤں۔ اسی کی طرف تمہیں بلاتا ہوں اور اسی کی طرف میرا
رخ (ٹھکانہ) ہے۔ اور اسی (نازل کرنے کی) طرح ہم نے قرآن کو عربی فرمان کی شکل میں اتارا ہے (عربی زبان میں نازل کیا ہے

تاکہ آپ لوگوں کا فیصلہ کر سکیں) اگر آپ نے ان کے نفسانی خیالات کی پیروی کی (یعنی کفار اپنی جن مذہبی باتوں کی طرف آپ کو بلانا چاہتے ہیں، بالفرض اگر آپ نے ان کا کہنا مان لیا) آپ کے پاس علم (توحید) آچکنے کے بعد تو سمجھ لینا کہ پھر اللہ کے مقابلہ میں، نہ آپ کا کوئی کارساز ہوگا (من زائدہ ہے) اور نہ کوئی بچانے والا (اس کے عذاب سے روکنے والا ہوگا۔ اور اگلی آیت اس وقت نازل ہوئی جب آپ پر زیادہ بیویاں ہونے کی وجہ سے اعتراض کیا گیا) یہ واقعہ ہے کہ ہم نے آپ سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر، قوموں میں پیدا کئے اور ہم نے انہیں بیویاں بھی دیں اور بچے بھی (اور آپ بھی انہیں کی طرح ہیں) اور کسی پیغمبر کے لئے بھی یہ بات نہ ہوئی کہ وہ خود کوئی نشانی لا دکھاتا۔ مگر اسی وقت کہ اللہ کا حکم ہو (کیونکہ وہ اللہ کے فرمانبردار بندے تھے) اور ہر مدت کے لئے ایک کتاب ہے (جس میں اس وقت کی تحدید ہوتی ہے) اللہ جو بات چاہتا ہے (ان میں سے) منادیتا ہے اور جو چاہتا ہے قائم رکھتا ہے (لفظ یشہد تخفیف اور تشدید کے ساتھ دونوں طرح ہے۔ یعنی اس کتاب میں جو احکام وغیرہ چاہتا ہے ان کا محو و اثبات کرتا رہتا ہے) اور کتاب کی اصل و بنیاد اسی کے پاس ہے (یعنی وہ اصل جس میں کوئی رد و بدل نہیں ہوتا اور وہ لوح محفوظ ہے۔ جسے روز اول میں لکھ دیا گیا تھا) اور جس بات کا ہم ان سے وعدہ کر رہے ہیں (اس میں ان شرطیہ کا نون مازائدہ میں ادغام کر دیا گیا ہے) ہو سکتا ہے کہ ان میں سے بعض باتیں ہم آپ کی زندگی میں دکھا دیں (یعنی آپ کی زندگی میں انہیں عذاب دے دیں اور جو اب شرط محذوف ہے ای فـذاک) ہو سکتا ہے کہ (ان پر عذاب آنے سے پہلے) ہم آپ کو وفات دے دیں۔ بہر حال آپ کے ذمہ صرف پہنچا دینا ہے (سوائے تبلیغ کے آپ کی ذمہ داری کچھ نہیں ہے) ان سے حساب لینا ہمارا کام ہے (جب ہمارے پاس آئیں گے دار و گیر ہم کر لیں گے) پھر کیا یہ (مکہ کے) لوگ دیکھتے نہیں کہ ہم (ان کی) سر زمین پر چار طرف سے برابر کم کرتے چلے جا رہے ہیں (آنحضرت کی فتوحات کے ذریعہ) اور اللہ ہی فیصلہ کرتا ہے (اپنی مخلوق میں جو چاہتا ہے) کوئی نہیں جو اس کا فیصلہ نال سکے۔ وہ حساب لینے میں بہت تیز ہے اور جو لوگ ان سے پہلے گزر چکے ہیں انہوں نے بھی مخفی تدبیریں کی تھیں (پچھلی امتوں نے اپنے نبیوں کے ساتھ جیسا کہ یہ لوگ آپ کے ساتھ خفیہ تدبیروں میں لگے ہوئے ہیں) سو ہر طرح کی اصل تدبیر تو خدا ہی کی ہے (ان کی تدبیریں خدا کی تدبیر تک کہاں پہنچ سکتی ہیں کیونکہ اللہ کو) سب خبر رہتی ہے ہر شخص جو بھی کرتا ہے (لہذا وہ اسی کئے ہوئے کے مطابق بدلہ دے دے گا اور یہی اس کی مخفی تدبیر ہے۔ کیونکہ وہ ایسی طرح ان کے پاس آتی ہے کہ انہیں پتہ ہی نہیں چلتا) اور ان کفار کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے (اس سے مراد جنس کافر ہیں ایک قرأت میں کافر کی بجائے کفار پڑھا بھی گیا ہے) کہ خوش انجامی کس کے حصہ میں آئی ہے؟ (یعنی آخرت کا انجام خیر کے نصیب ہوتا ہے؟ آیا انہیں یا آنحضرت ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو؟ اور یہ کافریوں کہہ رہے ہیں کہ آپ خدا کے رسول نہیں۔ آپ (ان سے) فرمادیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی گواہی (تصدیق کے لئے) کافی ہے اور اس کی گواہی بس کرتی ہے جس کے پاس علم کتاب ہے (مسلمانان یہود و نصاریٰ)۔

تحقیق و ترکیب:..... افمن هو قائم ان آیات میں نہایت بلیغ احتجاج ہے کئی طریقہ سے، اول تو افمن هو قائم الخ سے ان کے قیاس کا فساد بتلانا ہے کہ اس میں جہتہ جامعہ موجود نہیں ہے۔ دوسرے وجعلوا للہ شرکاء میں وضع الظاہر موضع المضمہر کر کے تنبیہ کردی کہ اللہ کی ذات واحد ہے۔ مگر یہ لوگ اس کے لئے شریک تجویز کر رہے ہیں۔

تیسرے قل سموہم میں برہانی طریقہ پر شریک باری کا انکار کرنا ہے کہ اگر کوئی شریک ہے تو اس کا ذرا نام تو لو۔ جسے بولا جاتا ہے ان کان الذی تدعیہ موجود افسمہ۔ چوتھے ام تنبثونہ سے احتجاج بطور کنایہ کیا گیا ہے۔ لازم کی نفی سے ملزوم کی نفی پر استدلال ہے یعنی معلوم کی نفی سے علم کی نفی ہو رہی ہے۔

پانچویں ام بظاہر من القول میں باب استدراج سے احتجاج کیا جا رہا ہے۔ ہمزہ تقریر کے لئے ہے۔ ای اتقولون من غیر رویۃ، وانتم اولیاء فتفکروا فیہ لتقفوا علی بطلانہ۔

اکلھا دائم یعنی دنیا کے پھلوں کی طرح ختم نہیں ہوں گے۔

مومنی الیہود اس میں نو مسلم نصاریٰ بھی داخل ہیں جو اسی افراد تھے۔ چالیس نجران کے اور آٹھ یمن کے اور بتیس حبشہ کے۔ بہر حال اس قول پر تو اہل کتاب مراد ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے دوسرے صحابہ مراد ہیں جو اہل کتاب کے علاوہ ہیں۔
من ینکر بعضہ یعنی جو واقعات اور احکام ان کی کتابوں کے مطابق تھے یا ان کے عقائد و رسوم کے خلاف نہیں تھے ان کو مانتے تھے۔ باقی کا انکار کر دیتے تھے۔ جیسے آنحضرت کی رسالت یا اللہ کو رحمان کہنا۔ چنانچہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب بسم اللہ الرحمن الرحیم سے صلح نامہ شروع کیا تو کہنے لگے کہ ہم رحمن کو نہیں جانتے۔

ونزل مشرکین کہتے تھے۔ لبس ہمة هذا الرجل الا فی النساء۔ ازواج و ذریۃ چنانچہ حضرت داؤد کے سو بیویاں تھیں اور حضرت سلیمان کے تین سو آزاد بیویاں اور سات سو باندیاں تھیں۔ اور آنحضرت کے تو صرف نو یا گیارہ ازواج اور حرم تھیں۔ اسی طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ صاحبزادے تھے اور آنحضرت کے تو صرف تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں اس ترتیب کے ساتھ تھیں۔ قاسم، زینب، رقیہ، فاطمہ، ام کلثوم، عبداللہ (یعنی طیب طاہر) ابراہیم۔ ان میں صرف ابراہیم تو ماریہ قبطیہ کے تھے۔ باقی تمام اولاد حضرت خدیجہ سے تھی۔ نیز سب کا انتقال آپ کے سامنے ہی ہو گیا تھا۔ بجز حضرت فاطمہ کے۔ وہ آپ کی وفات سے چھ ماہ بعد رحلت فرما گئیں۔

یمحو اللہ اس سے احکام مراد ہیں کہ ان میں جو مناسب ہوتے ہیں انہیں باقی رکھا جاتا ہے۔ باقی کو حسب مصلحت منسوخ کر دیا جاتا ہے اور بعض کی رائے میں جیسے عمر اور ابن مسعود وغیرہ ظاہر لفظ کے اعتبار سے عام معنی مراد لئے ہیں۔ جس میں رزق، سعادت، شقاوت، موت بھی داخل ہے اور ابن عباس ان چاروں کا استثناء فرماتے ہیں اور ضحاک اور کلبی کہتے ہیں کہ جن کاموں میں ثواب و عذاب نہیں ہوتا انہیں اللہ مٹا دیتا ہے اور جن میں ثواب ہو عذاب نہ ہو، انہیں باقی رکھتا ہے اور عکرمہ فرماتے ہیں کہ توبہ سے جن گناہوں کو چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔

ام الكتاب لوح محفوظ ہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ دو کتابیں ہیں، ایک میں جو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور ایک میں ثابت رکھتا ہے اور ام الكتاب کے متعلق کعب سے سوال کیا تو فرمایا کہ علم اللہ مراد ہے۔

ناسی الارض مکہ کی سر زمین مراد ہے یا عام زمین مراد ہے۔ پہلی صورت میں آنحضرت اور صحابہ کی مدد کرنا اور دوسری صورت میں یہ مطلب ہے کہ علماء و صلحاء اور اولیاء کے مرنے کی وجہ سے ملک میں نقصان اور کمی آ جاتی ہے۔

ربط آیات:..... آیات سابقہ میں توحید و رسالت کا بیان تھا۔ اب آیت ولقد استهزی الخ میں شرک اور مشرکین کی برائی بیان کی جا رہی ہے۔ اس کے بعد آیت ویقول الذین کفرو الخ میں اہل کتاب کی حالت اور ان کے بعض شبہات کا ذکر ہے اور پھر آیت وانما نرینک الخ میں کفار منکرین نبوت کا بیان ہو رہا ہے۔

﴿تشریح﴾:..... مشرکین بھی آسمان میں خدا کا کوئی شریک نہیں مانتے:..... ام تنبؤ نہ بما لا یعلم

کے ساتھ فی الارض کی قید اس لئے لگائی ہے کہ آسمانوں میں اللہ کا کوئی شریک مشرکین مکہ بھی نہیں مانتے تھے۔ اکلھا دائم میں پھل کے ہمیشہ نہ رہنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی نوع باقی رہے گی گوان کے افراد ختم ہو جائیں۔ ایک بار میوہ کھا لینے کے بعد دوسرا پھل اس کے بدلہ میں درخت پر لگ جائے گا اور سایہ کے ہمیشہ رہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہاں آفتاب اور اس کی دھوپ نہیں ہوگی۔ اگرچہ روشنی کسی اور دوسرے نور کے ذریعہ سے ہو سکتی ہے اور آیت یمحو اللہ الخ سے مراد اگر منسوخ اور غیر منسوخ احکام لئے جائیں تب تو سہل اور آسان تفسیر ہو جائے گی۔ لیکن اگر بقول بعض سعادت و شقاوت مراد لی جائے تو پھر اس میں رد و بدل ہونے کے کیا معنی؟ سو علم الکتاب سے مراد اگر علم الہی اور لوح محفوظ ہو تب تو اس میں کوئی ترمیم نہیں ہو سکتی لیکن اگر دفتر ملائکہ مراد ہو تو اس میں

اس قسم کے جزئی اور معمولی تغیرات ممکن ہیں۔

آیت وان ما نربنلک الخ سے آخر تک تمام سورت کے نصائح کا خلاصہ ہے۔ فرماتے ہیں کہ تمہارے ذمہ جو کچھ ہے وہ پیغام حق کا پہنچا دینا ہے۔ محاسبہ کرنا اللہ کا کام ہے اور وہ حساب لے کر رہے گا۔ ہو سکتا ہے کہ جن جن باتوں کا وعدہ کیا گیا ہے تمہاری زندگی ہی میں ظاہر ہو جائیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تمہارے بعد ظہور پذیر ہوں۔ اس بات سے کہ نتائج و عواقب تمہارے سامنے نہیں ہوتے۔ اللہ کے وعدوں پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ یہ بات مختلف سورتوں میں بار بار دہرائی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مقصد صرف مستقبل کی خبر دینا ہی نہیں تھا۔ بلکہ یہ حقیقت بھی واضح کرنی تھی کہ کوئی شخصیت خواہ کتنی ہی اہم ہو لیکن پھر شخصیت ہے اور اللہ کے کاروبار کا مقابلہ اس کی موجودگی اور غیر موجودگی پر موقوف نہیں۔ جو کچھ ہونا چاہیے اور جو کچھ ہونے والا ہے بہر حال ہو کر رہے گا۔ خواہ پیغمبر اپنی زندگی میں اس کا ظہور دیکھ لیں یا نہ دیکھ لیں۔ پھر غور کرو کہ نتائج کا ظہور بھی ٹھیک ٹھیک اسی طرح ہوا جن باتوں کی خبر دی گئی تھی۔ ان کا بڑا حصہ تو خود پیغمبر اسلام کی زندگی ہی میں ظاہر ہو گیا تھا۔ یعنی انہوں نے وفات سے پہلے تمام جزیرہ عرب کو حلقہ بگوش اسلام پایا۔ البتہ بعض باتوں کا ظہور آپ کے بعد ہوا۔ مثلاً منافقوں کا استیصال، بیرونی فتوحات، خلافت الہی کے وعدہ کی تکمیل۔

آیت اولم یسروا الخ میں خبر دی گئی ہے کہ اللہ ”سریع الحساب“ ہے۔ اس لئے نتائج ظاہر ہونے کا وقت دور نہیں ہے اور دعوت کی فتح مندی اس طرح ظاہر ہوگی کہ آہستہ آہستہ مکہ کے اطراف و جوانب قریش مکہ کے قبضہ سے نکلنے جائیں گے اور بالآخر مکہ بھی فتح ہو جائے گا۔

ایک اشکال کا حل:..... اگر یہ سورۃ مکی ہے تو نسق قصہ کی تفسیر پر بظاہر یہ اشکال ہوگا کہ اس وعدہ کے باوجود ہجرت سے پہلے تک تو فتوحات نہیں ہوئی تھیں۔ پھر اس پیشین گوئی کے صحیح ہونے کی کیا صورت ہوگی؟ اس کا ایک جواب تو یہ ہو سکتا ہے کہ سورۃ مکی کہنے سے اس آیت کو مستثنیٰ کر لیا جائے۔ ممکن ہے یہ آیت مدنی ہو۔ دوسرا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ فتوحات سے مراد عام لی جائیں۔ خوشدلی سے فتوحات ہوں یا زبردستی۔ پس اسلام کو قبول کر لینا تو برضا و رغبت فتح کہلائے گی اور جنگ کے نتیجہ میں اسلام کا غلبہ یہ زبردستی کی فتح کہلائے گی۔ پس ہجرت سے پہلے اگرچہ جبر یہ فتح نہیں ہوئی تھی۔ لیکن اسلامی نشر و اشاعت یقیناً ہو رہی تھی اور لوگ برضا و رغبت اسلام قبول کر رہے تھے اور عرب سے گزر کر اسلام ملک حبشہ تک پہنچ چکا تھا۔ جو خوشدلی کی فتح تھی۔ اس لئے اب شبہ نہیں رہا۔

آیت ویقول الذین الخ میں حق و باطل کی آمیزش کے نزاعی نقطہ کو واضح کیا جا رہا ہے کہ تمہارا دعویٰ تو یہ ہے کہ تم اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے ہو اور یہ کہتے ہیں کہ تم اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے نہیں ہو۔ اب قضا بالحق اور بقاء النفع کے قانون کی رو سے واضح کر دیا جائے گا کہ حق کس کے ساتھ تھا اور باطل کا کون پرستار تھا۔

لطائف آیات:..... آیت انما امرت الخ سے یہ بات صراحۃً معلوم ہوتی ہے کہ عبادات کسی سے بھی ساقط نہیں ہوتیں اور آیت ولئن اتبعت اہوآئہم سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی واجب کے چھوڑنے پر وعید ہوتی ہے۔ مستحب چیز کے چھوڑنے پر وعید نہیں ہوتی۔ آیت ولقد ارسلنا رسلاً الخ سے اشارہ اس طرف ہے کہ دنیاوی تعلقات کامل انسان کو نقصان نہیں دیتے۔ اس لئے یہ تعلقات ولایت کے بھی خلاف نہیں ہوتے۔ آیت وما کان لرسول الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ خوارق کا مطالبہ نہیں کرنا چاہیے اور انبیاء علیہم السلام کے لئے بھی اس کی فرمائش کی اجازت نہیں۔ حالانکہ وہ خود صاحب خوارق ہوتے ہیں تو دوسروں کو جن کے لئے صاحب خوارق ہونا ضروری نہیں۔ بدرجہ اولیٰ اس مطالبہ کی ممانعت ہوگی۔ آیت یمحو اللہ الخ سے مراد بعض حضرات نے سعادت اور شقاوت لی ہے۔ پس اگر علم الکتاب سے مراد لوح محفوظ اور علم الہی ہو تو اس میں رد و بدل جائز اور ممکن نہیں۔ لیکن اگر علم الکتاب سے مراد دفتر ملائکہ ہو تو اس میں تغیر اور رد و بدل ممکن ہے اور اس کے محفوظ ہونے کا مطلب یہ ہوگا کہ لوگوں کی دستبرد اور کانٹ چھانٹ سے محفوظ ہے۔

يَكُونُ سَبَبُ ذَهَابِ مُلْكِ فِرْعَوْنَ وَفِي ذَلِكَمُ الْإِنْجَاءُ وَالْعَذَابُ بَلَاءٌ أَنْعَامٌ أَوْ إِبْتِلَاءٌ مِّنْ رَبِّكُمْ عَظِيمٌ ﴿١٢﴾ وَإِذْ تَأَذَّنَ أَعْلَمَ رَبُّكُمْ لِنِ شُكْرُكُمْ نِعْمَتِي بِالتَّوْحِيدِ وَالطَّاعَةِ لَا زَيْدَ نَكُمُ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ جَحَدْتُ نِعْمَةَ الْكُفْرِ وَالْمَعْصِيَةِ لَا عَذَابَ لَكُمْ دَلَّ عَلَيْهِ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ﴿١٣﴾ وَقَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ إِنْ تَكْفُرُوا أَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا فَإِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ مِّنْ خَلْقِهِ حَمِيدٌ ﴿١٤﴾ مَحْمُودٌ فِي صُنْعِهِ بِهِمُ الْمَ يَأْتِكُمْ اسْتَفْهَامُ تَقْرِيرِ نَبِؤِ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٍ قَوْمُ هُودٍ وَثَمُودُ قَوْمٌ صَالِحٌ وَالَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ لَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا اللَّهُ لِكَثْرَتِهِمْ جَاءَ تَهُمُ رُسُلُهُمُ بِالْبَيِّنَاتِ بِالْحَجَجِ الْوَاضِحَةِ عَلَى صِدْقِهِمْ فَرَدُّوْا أَيْ الْأُمَمُ أَيْدِيَهُمْ فِي أَفْوَاهِهِمْ هِيَ إِلَيْهَا لِيُعْضُوا عَلَيْهَا مِنْ شِدَّةِ الْغَيْظِ وَقَالُوا إِنَّا كَفَرْنَا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ عَلَى زَعْمِكُمْ وَإِنَّا لَفِي شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُونَنَا إِلَيْهِ مُرِيبٌ ﴿١٥﴾ مُوقِعٌ لِلرَّيْبَةِ قَالَتْ رُسُلُهُمْ أَفِي اللَّهِ شَكٌّ اسْتَفْهَامُ انْكَارِ أَيْ لَا شَكَّ فِي تَوْحِيدِهِ لِلدَّلَائِلِ الظَّاهِرَةِ عَلَيْهِ فَاطِرِ خَالِقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يَدْعُوَكُمْ إِلَى طَاعَتِهِ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِنْ ذُنُوبِكُمْ مِنْ زَائِدَةٍ فَإِنَّ الْإِسْلَامَ يُغْفِرُ بِهِ مَا قَبْلَهُ أَوْ تَبَعِيَّةً لَا خَرَجَ حُقُوقِ الْعِبَادِ وَيُؤَخِّرُكُمْ بِبَلَاءِ عَذَابٍ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى أَجَلَ الْمَوْتِ قَالُوا إِنَّمَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا تُرِيدُونَ أَنْ تَصُدُّونَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا مِنَ الْأَصْنَامِ فَاتُّونَا بِسُلْطَنٍ مُّبِينٍ ﴿١٦﴾ حُجَّةٌ ظَاهِرَةٌ عَلَى صِدْقِكُمْ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِنْ مَا نَحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ كَمَا قُلْتُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَمُنُّ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ بِالنُّبُوَّةِ وَمَا كَانَ مَا يَنْبَغِي لَنَا أَنْ نَأْتِيَكُمْ بِسُلْطَنٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ بِأَمْرِهِ لَا نَأْعِبِدُ مَرْبُوبُونَ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١٧﴾ يَتَّقُوا بِهِ وَمَالَنَا أَنْ لَا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللَّهِ أَيْ لَا مَانِعَ لَنَا مِنْ ذَلِكَ وَقَدْ هَدَانَا سُبُلَنَا وَلَنَصْبِرَنَّ عَلَى مَا آذَى تُمُونَا عَلَى آذَانِكُمْ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ ﴿١٨﴾

ترجمہ: سورۃ ابراہیم کی ہے۔ البتہ الم تر الى الذين بدلوا نعمة الله الخ دو آیتیں مکی نہیں ہیں۔ اس میں کل آیات ۵۲ یا ۵۳ یا ۵۵ ہیں۔ بسم الله الرحمن الرحيم الف، لام، را (اس کی ٹھیک ٹھیک مراد تو اللہ ہی کو معلوم ہے، یہ قرآن ایک کتاب ہے جو ہم نے آپ پر (اے محمد!) اتاری ہے تاکہ آپ تمام لوگوں کو (کفر کی) اندھیروں سے (ایمان کی) روشنی کی طرف نکال لائیں۔ ان کے پروردگار کے حکم سے (اور الی النور سے الی صراط الخ بدل واقع ہو رہا ہے) یعنی خدائے غالب خوبیوں والے کے راستہ کی طرف (لفظ اللہ کفر کے ساتھ تو ترکیب میں بدل یا عطف بیان واقع ہو رہا ہے اور بعد والا جملہ الذی له الخ اس کی صفت ہو جائے گی اور اگر لفظ اللہ کو مرفوع پڑھا جائے تو یہ مبتداء ہو جائے گا جس کی خبر آگے آئی ہے) وہ اللہ ایسا ہے کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے (مملوک اور مخلوق اور بندے ہونے کے لحاظ سے) اور عذاب کی بڑی ہی سخت خرابی ہے ان

کافروں کے لئے (آگے صفت ہے) جنہوں نے آخرت چھوڑ کر دنیا کی زندگانی پسند کر لی جو اللہ کی راہ (اسلام) سے انسانوں کو روکتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس (راستہ) میں کجی ڈال دیں۔ یہی لوگ ہیں کہ بڑی گہری گمراہی میں جا پڑے اور ہم نے کوئی پیغمبر دنیا میں نہیں بھیجا۔ مگر اس طرح کہ اپنی ہی قوم کی زبان میں پیغام حق پہنچانے والا ہوتا کہ لوگوں پر واضح کر کے بیان کر دے (اور وہ اس کے پیغام کو سمجھ جائیں) پس اللہ جسے چاہتا ہے اس کی راہ گم کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اس کی راہ کھول دیتا ہے اور وہی (اپنے ملک میں) غالب ہے (اپنی صفت میں) حکمت والا ہے اور دیکھ یہ واقعہ ہے کہ ہم نے اپنی (نو) نشانیوں کے ساتھ موسیٰ کو بھیجا (اور ہم نے ان سے کہا) کہ اپنی قوم (بنی اسرائیل) کو (کفر کی) اندھیروں سے نکال کر (ایمان کی) روشنی کی طرف لائیں اور انہیں اللہ کی نعمتیں یاد دلائیں۔ کیونکہ اس تذکرے میں بڑی ہی عبرتیں ہیں ہر اس شخص کے لئے جو (اطاعت میں) صبر کرنے والا ہو (نعمتوں پر) شکر گزار ہو اور (اس وقت کو یاد کیجئے) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا تھا اللہ نے تم پر جو احسان کئے ہیں انہیں نہ بھولو۔ اس نے تمہیں فرعونوں سے نجات دی۔ وہ تمہیں جانکاہ عذابوں میں ڈالتے تھے؟ تمہارے (نومولود) بچوں کو ذبح کر ڈالتے اور تمہاری لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیتے کیونکہ بعض کاہنوں نے فرعون کو یہ بتلادیا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک ایسا بچہ ہونے والا ہے جو فرعون کی سلطنت کے زوال کا سبب ہوگا اور اس (نجات یا عذاب) میں تمہارے پروردگار کی طرف سے کیسی سخت آزمائش تھی؟ اور کیا وہ وقت بھول گئے جب تمہارے پروردگار نے اعلان کیا تھا (اطلاع دی تھی) اگر تم نے شکر کیا (میری نعمتوں کا تو حید اور اطاعت بجالا کر) تو تمہیں اور زیادہ نعمتیں بخشوں گا اور اگر ناشکری کی (کفر و نافرمانی کر کے نعمت کو ٹھکرایا تو میں تمہیں ضرور سزا دوں گا۔ جیسا کہ اگلا جملہ اس مفہوم پر دلالت کر رہا ہے) تو پھر میرا عذاب بھی بڑا سخت عذاب ہے اور (اپنی قوم سے) موسیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر تم اور تمام دنیا بھر کے آدمی سب کے سب مل کر بھی ناشکری کرنے لگو تو اللہ کی ذات تو بے نیاز ہے (اپنی مخلوق سے) ستودہ صفات ہیں (لوگوں کے کام میں عمدہ ہیں) پھر کیا تم تک ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی (استفہام تقریری ہے) جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں؟ قوم نوح اور عاد (قوم ہود) اور ثمود (قوم صالح) اور وہ قومیں جو ان کے بعد ہوئی ہیں۔ جن کا حال اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا (ان کی کثرت کی وجہ سے) ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلوں کے ساتھ آئے تھے (اپنی سچائی پر واضح دلیلیں لے کر) سو ان (قوموں) نے اپنے ہاتھ اپنے منہ میں دے دیئے (یعنی زیادہ غصہ سے ہاتھ کاٹ کاٹ لئے) اور کہا (بقول تمہارے) جو بات تم لے کر آئے ہو اس سے ہمیں انکار ہے اور جس بات کی طرف تم بلاتے ہو ہمیں اس پر یقین نہیں (ہم شک و شبہ میں پڑ گئے نہیں) ان کے پیغمبروں نے کہا، کیا تمہیں اللہ کے بارے میں شک ہے؟ استفہام انکاری ہے، یعنی اللہ کی توحید میں دلائل کھلے ہوئے ہونے کی وجہ سے کوئی شک و شبہ نہیں ہونا چاہیئے) جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے؟ وہ تمہیں (اپنی فرمانبرداری کی طرف) بلارہا ہے تاکہ تمہارے گناہ بخش دیئے جائیں (من زائد ہے کیونکہ اسلام سے تو پچھلے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ یا من تبعیضیہ مانا جائے تاکہ بندوں کے حقوق اس سے نکل جائیں) اور تمہیں مہلتیں دے۔ (بلا عذاب کے) ایک مقررہ وقت (موت) تک۔ قوم کے لوگ کہنے لگے، تم اس کے سوا کیا ہو کہ ہماری ہی طرح کے ایک آدمی ہو اور پھر چاہتے ہو کہ جن معبودوں کو ہمارے باپ دادا پوجتے چلے آئے ہیں ان (بتوں) کی پوجا کرنے سے ہمیں روک دو اچھا کوئی واضح دلیل پیش کرو (اپنی سچائی پر) ان کے رسولوں نے (ان کے جواب میں) کہا ہم بھی تمہارے جیسے آدمی ہی ہیں لیکن اللہ جس بندے کو چاہتا ہے اپنے فضل و احسان (نبوت) کے لئے چن لیتا ہے اور یہ بات ہمارے اختیار میں نہیں کہ ہم تمہیں کوئی معجزہ دکھلا سکیں بغیر اللہ کے حکم کے (کیونکہ ہم اس کے پروردہ بندے ہیں) اور اللہ ہی پر سب ایمان والوں کو بھروسہ (اعتماد) کرنا چاہیئے اور ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ اللہ پر بھروسہ نہ کریں؟ (یعنی ہمارے لئے اس میں کوئی رکاوٹ نہیں) حالانکہ اس نے ہمارے راستوں میں ہماری رہنمائی فرمائی ہے۔ تم نے جو کچھ ہمیں ایذا

پہنچائی ہے اس (تمہاری تکلیف) پر ہم صبر کریں اور اللہ ہی پر بھروسہ کرنے والوں کو بھروسہ رکھنا چاہیے۔

تحقیق و ترکیب:..... سورۃ ابراہیم کی سورۃ کے نام رکھنے کی وجہ اگر اس واقعہ کو قرار دیا جائے جو اس میں ذکر کیا جاتا ہے تو وہ وجہ مسترد نہیں سمجھنی چاہیے۔ بلکہ وجہ تسمیہ کو تو قیفی قرار دینا زیادہ بہتر ہوگا۔ ہذا القرآن اشارہ کر دیا کہ کتاب مبتداء محذوف کی خبر ہے۔ من الظلمات الى النور کفر اور گناہوں کے طریقے چونکہ بہت زیادہ اور طریق ہدایت ایک ہی ہے۔ اس لئے ظلمات جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے اور نور واحد کا الا بلسان قومہ اس پر یہ اشکال ہے کہ آنحضرتؐ تو سارے عالم کے لئے مبعوث فرمائے گئے ہیں جیسا کہ انی رسول اللہ الیکم جمیعاً سے معلوم ہوتا ہے۔ پھر آپؐ کو ایک مخصوص زبان کیوں دی گئی ہے؟ جواب یہ ہے کہ اس عمومی ضرورت کو پورا کرنے کے دو ہی طریقے ہو سکتے تھے یا دنیا کی سب زبانوں میں قرآن و احکام نازل کئے جاتے اور یا پھر قرآن ایک ہی زبان میں نازل ہو۔ مگر دوسروں کی ضرورت تراجم کے ذریعہ پوری کر دی جائے پس دوسری صورت کی موجودگی میں پہلی صورت کو تطویل سمجھ کر نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ اب رہا یہ کہ ایک زبان کے سلسلہ میں کسی بھی لغت کو اختیار کیا جاسکتا تھا۔ پھر عربی کو کیوں انتخاب کیا گیا۔ سو اس کی وجہ ترجیح آپؐ کی قومی زبان ہونے کی حیثیت اور اس کے ذاتی محاسن اور ہمہ گیری ہے اور بعض کی رائے یہ ہے کہ آپؐ کو سب زبانوں کا علم دیا گیا تھا۔ اگرچہ عام طور پر کسی دوسری زبان میں آپؐ کی گفتگو ثابت نہیں ہے۔ یوں فارسی کا ایک آدھ لفظ آپؐ نے ارشاد فرما دیا وہ دوسری بات ہے۔ لیکن دوسری زبان نہ بولنا اس کے نہ جاننے کی دلیل نہیں ہے۔

لئن شکرتم اس لئے کہا گیا الشکر قید الوجود، و صید المفقود فی افواہہم ای الیہا الخ سے مفسر نے اشارہ کر دیا کہ فی بمعنی الی ہے اور یہ ”عصّوا علیکم الانامل من الغیظ“ کی طرح شدت غیظ و غضب سے کنایہ ہے اس صورت میں افواہہم کی ضمیر کفار کی طرف راجع ہوگی۔ دوسری صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ افواہہم کی ضمیر انبیاء کی طرف لوٹائی جائے یعنی انبیاء کو بولنے نہیں دیتے تھے اور اپنے ہاتھ ان کے منہ میں ٹھونس دیتے تھے۔ پہلی رائے ابن مسعودؓ سے منقول ہے۔

من ذنوبکم بقول انفسکم زائد ہے کیونکہ اسلام لانے سے پہلے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ الاسلام بھدم ماکان قبلہ لیکن اگر بندوں کے حقوق مستثنیٰ کئے جائیں تو پھر من تبعیضہ ہو جائے گا۔ اشباہ میں لکھا ہے کہ حربی کے اسلام لانے سے تو سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ لیکن ذمی کافر کے لئے مظالم کے علاوہ گناہوں کی معافی ہے۔

رابط آیات:..... سورۃ رعد کا اختتام، رسالت کی بحث پر ہوا تھا۔ اس سورۃ کی ابتداء بھی اس بحث سے ہو رہی ہے اور آیت من ورائہ الخ سے کفار کی سزا کا بیان اور آیت ادخل الذین سے اہل ایمان کی جزاء کا بیان ہے اور یہ دونوں مضمون معاد سے متعلق ہیں۔ آگے پھر آیت الم تر کیف الخ سے توحید کا ذکر ہے اور اس کی تاکید کے لئے آیت اذ قال ابراہیم الخ سے حضرت ابراہیمؑ کا واقعہ ذکر کیا جا رہا ہے۔ اس کے بعد آیت لاتحسبن الخ سے پھر معاد کا مضمون دہرایا گیا ہے اور آخری آیت تو ان سب مضامین کی جامع ہے۔ غرض کہ ان مضامین کی باہمی مناسبت بالکل واضح ہے۔

شان نزول:..... ابن جریرؒ سعید بن جبیرؒ سے نقل کرتے ہیں کہ قریش نے جب اعتراض کیا کہ لو لا انزل هذا القرآن اعجمیا و عربیا اس پر آیت لو جعلناہ قرآنا اعجمیا نازل ہوئی۔ لیکن روح المعانی میں بحر سے نقل کیا گیا ہے کہ قریش کہنے لگے کہ ”ما بال کتب کلہا اعجمیۃ و ہذا عربی“ اس پر آیت وما ارسلنا من رسول الخ نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾: ہر پیغمبرؑ پیام الہی اپنی قومی زبان میں پیش کرتا ہے: اس سورت کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں انبیاء ظاہر ہونے اور ان کے احوال و نتائج کو مجموعی طور پر پیش کیا گیا ہے۔ ایک خاص بات یہ بھی نمایاں ہے کہ خطاب کا رخ زیادہ تر رؤساء قریش کی طرف ہے جن کے ہاتھ میں ریاست و پیشوائی کی باگ ڈور تھی۔

فرمایا جا رہا ہے کہ ہدایت روشنی ہے اور گمراہی ایک اندھیرا ہے۔ سنت الہی یہ ہے کہ جب تاریکی پھیل جاتی ہے تو وحی الہی کی ہدایت کے ذریعہ انسانوں کو تاریکی سے نکالا جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کی آمد بھی اسی روشنی کا پیغام ہے اور ایسا ہی پیام حضرت موسیٰؑ نے بھی دیا تھا۔ غرض کہ جب سب پیغمبر اپنی اپنی قوم میں احکام لے کر آئے تو آپؐ کے لئے بھی یہی قاعدہ رکھا گیا کہ آپؐ کی امت اگرچہ سارا عالم ہے۔ تاہم قوم تو آپؐ کی عرب ہے۔ اس لئے قرآن کریم بھی آپؐ کی قومی زبان ہی میں نازل کیا گیا۔ اس لئے قرآن کریم کی عربی زبان کی خصوصیت کا شبہ لغو ہے ”سورۃ فصلت“ کی آیت ولو جعلناه قرآنا اَعْجَمِیَا لَقَالُوا لَوْلَا فُصِّلَتْ آیَاتُہِ میں ایک اور وجہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ یعنی قرآن اگر عجمی زبان میں نازل کیا جاتا تو لوگ اس وقت یہ اعتراض کرتے کہ قرآن عجمی اور عربی دونوں زبانوں میں کیوں نازل نہ ہوا؟

حاصل یہ نکلا کہ قرآن کریم نازل کرنے کی دو ہی صورتیں ہو سکتی تھیں یا دنیا کی سب زبانوں میں نازل ہوتا یا پھر دنیا کی کسی ایک زبان کو منتخب کر لیا جاتا۔ دوسری صورت کو اس لئے ترجیح دی گئی کہ پہلی صورت میں طوالت تھی۔ رہی ضرورت کی عمومیت سو وہ تراجم کے ذریعہ سے بھی پوری ہو سکتی تھی جیسا کہ آج تک پوری ہو رہی ہے۔ باقی عجمی اور عربی زبانوں میں خصوصیت سے عربی کا انتخاب سو وہ آپؐ کی قومی زبان کی خصوصیت کے پیش نظر ہے۔

البتہ یہ شبہ نکالنا کہ شاید آنحضرتؐ نے قرآن خود تصنیف کر لیا ہو؟ اس لئے صحیح نہیں کہ قرآن کریم کا اعجاز اس شبہ کو رفع کرنے کے لئے کافی ہے۔ جیسا کہ آیت فاتوا بسورۃ من مثله الخ سے معلوم ہوتا ہے۔

قوم اور امت کا فرق: رہا بلسان قومہ سے یہ شبہ کرنا کہ آپؐ کی قوم چونکہ صرف عربی تھی۔ اس لئے آپؐ کی دعوت بھی عرب کے ساتھ خاص ہوئی۔ جیسا کہ یہود کا اعتراض بھی تھا حالانکہ دلائل سے آپؐ کی رسالت کا ساری دنیا کے لئے عام ہونا ثابت ہے؟

جواب یہ ہے کہ قوم خاص ہوتی ہے اور امت عام، پس قوم کے خاص ہونے سے امت کا خاص ہونا لازم نہیں آتا، قوم ایک مخصوص جماعت کو کہتے ہیں خواہ اس سے نسبی تعلقات ہوں یا غیر نسبی لیکن امت کہتے ہیں ان تمام لوگوں کو جن کی طرف نبی دعوت لے کر آتا ہے۔

البتہ آنحضرتؐ اور دوسرے انبیاء میں یہ فرق اپنی جگہ ہے کہ دوسرے انبیاء کی قوم اور امت دونوں ایک ہی رہیں اور آنحضرتؐ کی امت قوم سے عام ہے۔ یہود کے اس اعتراض کا ایک مستقل عقلی جواب بھی ہے کہ اگر بقول تمہارے آنحضرتؐ عرب کے نبی ہیں تو نبی کے لئے سچا ہونا لازمی ہے اور آپؐ اپنے لئے عام نبی ہونے کا دعویٰ فرما رہے ہیں۔ پس اس دعویٰ میں بھی آپؐ سچے ہونے چاہئیں۔ اس لئے خود یہود کے قول سے ان کے اپنے قول کا غلط ہونا اور اس کے خلاف جانب کا صحیح ہونا ثابت ہو گیا۔

قرآن صرف عربی زبان میں کیوں نازل کیا گیا: باقی اس شبہ کا جواب کہ عموم بعثت کے لحاظ سے تو قرآن کریم کا دنیا کی تمام زبانوں میں ہونا زیادہ موزوں تھا؟ علامہ آلوسیؒ نے یہ فرمایا ہے کہ اس صورت میں مختلف زبانوں کی وجہ سے اختلاف

بہت ہو جاتا ہے اور ان میں کوئی ایک زبان اصل ہوتی۔ جس سے اختلافات کا فیصلہ ہو سکتا اور یہ بات نزول کتاب کی حکمت کے خلاف ہو جاتی۔ اور یہ بیان احکام کی سہولت اس درجہ اہم نہیں تھی، جتنا بڑا مفسدہ اور فتنہ یہ ہو جاتا۔

جہاں تک احکام کی وضاحت اور سہولت کا تعلق ہے اس کے لئے دوسری زبانوں میں تراجم اور تفاسیر بھی کافی ہو سکتی ہیں۔ تراجم میں اگر اختلاف ہو بھی تو وہ اس اصل زبان کی طرف مراجعت کرنے سے دور ہو سکتا ہے جس میں قرآن کریم نازل ہوا اور وہ زبان آپ کی قومی زبان ہونے کی حیثیت سے، نیز اپنی خصوصیات کی وجہ سے اور قوم عرب کی خصوصیات کی وجہ سے عربی بھی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ جہاں ایک طرف عربی زبان دنیا کی تمام زندہ زبانوں میں سب سے زیادہ وسیع مالدار زبان ہے۔ اسی طرح عرب اور بالخصوص قریش اسلام کی نشر و اشاعت میں دنیا کی تمام متمدن قوموں سے بڑھ چڑھ کر رہے اور زبان کے لحاظ سے عرب میں چونکہ کچھ زیادہ قابل لحاظ اختلاف نہیں تھا بلکہ لب و لہجہ اور طرز ادائیگی وغیرہ کے اعتبار سے کچھ جزوی اختلاف ضرور تھا۔ اس لئے انزل القرآن علی سبعة احرف کے لحاظ سے قرآن کے پڑھنے میں ابتداءً کچھ توسع کر دیا گیا تھا۔ مگر آہستہ آہستہ جب عام طور پر لوگ لغت قریش سے مانوس ہو گئے تو پھر یہ آزادی باقی نہیں رہی اور سب کو لغت قریش کا پابند بنادیا گیا۔

اس کے بعد آنحضرت کی دعوت و رسالت کی تائید کے لئے مختلف انبیاء کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ جن میں حضرت موسیٰ کا ذکر تو ان کی اہمیت و شہرت اور صاحب کتاب و شریعت ہونے کے لحاظ سے تفصیلاً ہے اور حضرت نوح و ہود و صالح علیہم السلام کا تذکرہ اجمالاً ہے اور آیت والذین من بعدهم الخ میں بعض کا تذکرہ ابہاماً ہے۔

بنی اسرائیل مصر میں عرصہ تک چونکہ مظلومیت اور مقہوریت کی زندگی بسر کر چکے تھے، اس لئے ان کی طبیعتوں میں پست ہمتی اور مایوسی سرايت کر گئی تھی مستقبل کے لئے فتح و اقبال کی بشارتیں سنتے مگر اپنے دل میں عزم و ثبات کے ولولے نہیں پاتے تھے۔ پس حضرت موسیٰ کو حکم ہوا کہ انہیں ایسے تذکرے سناؤ جن میں قوانین حق کی بڑی بڑی نشانیاں ہوں۔ یہ دلیلیں واضح کر دیں گی کہ جو لوگ مصائب و آلام کے مقابلہ میں ہمت نہیں ہارتے وہ سچائی کی راہ میں جھے رہتے ہیں اور عملی جدوجہد سے گھبراتے نہیں۔ ان کی کامیابی و کامرانی اٹل اور قطعی ہوتی ہے۔

صبر و شکر:..... صبر کے معنی ہیں مشکلوں میں جھے رہنا۔ شکر کے معنی ہیں اللہ کی بخشی ہوئی قوتوں کی قدر کرنا اور انہیں ٹھیک ٹھیک کام میں لانا۔ خدا کا یہ مقررہ قانون ہے کہ جو قوم شکر کرتی ہے خدا انہیں زیادہ نعمتیں عطا کرتے ہیں۔ لیکن جو کفران نعمت کرتی ہے وہ محرومی اور نامرادی کے عذاب میں گرفتار ہو جاتی ہے اور یہ اللہ کا سخت عذاب ہے۔ جو کسی جماعت کے حصہ میں آتا ہے۔ غور کرو، حقیقت حال کی یہ کتنی سچی تعبیر ہے؟ کہ جو گروہ خدا کی بخشی ہوئی نعمتوں کی قدر کرتا ہے۔ مثلاً خدا نے اسے فتح مندی و کامرانی عطا فرمائی ہے وہ اس نعمت کو بچھینتا ہے، اسے ٹھیک طور پر کام میں لاتا ہے اور اس کی حفاظت سے غافل نہیں ہوتا۔ وہ اور زیادہ نعمتوں کے حصول کا مستحق ہو جاتا ہے یا نہیں؟ اور جو ایسا نہیں کرتا۔ کیا اس کی نامرادی کا دنیا ہی میں کوئی شک ہو سکتا ہے؟

قدرت کے اصول اٹل ہیں:..... آیت وقال موسیٰ الخ میں دیکھو۔ گذشتہ وقائع کے مجموعی نتائج و ثمرات کو کس طرح بیان کیا جا رہا ہے اور کس طرح ان کے جزئیات کو ایک حقیقت کی صورت میں پیش کیا جا رہا ہے یعنی سب کا ظہور ایک ہی طرح ہوا تھا۔ سب کے ساتھ ان کی قوموں نے ایک ہی طرح کا سلوک کیا تھا۔ سب کی دعوت ایک ہی تھی۔ سب کو جوابات ایک طرح کے ملے تھے اور پھر نتیجہ بھی ہر واقعہ میں ایک ہی طرح کا نکلا۔ ہر رسول اور اس کے ساتھی کامیاب ہوئے۔ ہر سرکش ناکام و نامراد ہوا۔ قرآن کے یہی

مقامات ہیں جنہوں نے ایام و وقائع کے سنن و بصائر صاف صاف واضح کر دیئے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا کچھلی قوموں کے واقعات تم تک نہیں پہنچے؟ پھر تین قوموں کا ذکر کیا۔ جن کے حالات سے نہ تو بنی اسرائیل بے خبر تھے اور نہ مصر کے باشندے بے خبر ہو سکتے تھے اور چونکہ بقیہ قوموں کا حال اس درجہ مشہور نہ تھا۔ اس لئے صرف والذین من بعدہم الخ سے اشارہ کر کے چھوڑ دیا اور یہ بھی بتا دیا کہ یہ قومیں بہت سی تھیں جن کا شمار اللہ کو معلوم ہے۔ تم ان کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ یہاں ایک شبہ ہے کہ آیت السم یاتکم الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کا ان کو علم ہے اور آیت لا تعلمہم الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ معلوم نہیں۔ پس دونوں میں تعارض ہو گیا۔ جواب یہ ہے کہ اجمال کے اعتبار سے واقعہ معلوم تھا اور تفصیل کے لحاظ سے معلوم نہیں تھا۔ لہذا دونوں کا حکم صحیح ہو گیا۔

خدا کی ہستی میں شک کرنا ایسا ہے جیسے خود اپنی ہستی میں شک و شبہ کرنا: آیت قالت رسلہم الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ قوموں کا ہمیشہ یہی جواب رہا کہ ہمیں تمہاری دعوت کی سچائی میں شک ہے اس لئے ہم نہیں مانتے لیکن پیغمبروں کی پکار بھی ایک ہی رہی کہ "افسی اللہ شک" یعنی کس کے بارے میں تمہیں شک ہو رہا ہے؟ اللہ کے بارے میں جو آسمان وزمین کا بنانے والا ہے اور ایسی ہستی کے بارے میں جس کا اعتقاد تمہاری فطرت کے ضمیر میں موجود ہے اور تمہارے دل کا ایک ایک ریشہ کہہ رہا ہے کہ دنیا کی ہر بات میں شک کر سکتے ہو۔ لیکن اس بارے میں تم شک نہیں کر سکتے۔ تم کیوں کر جرأت کر سکتے ہو کہ اپنے دل کے یقین سے انکار کرو، اپنی روح کے اعتقاد سے مکر جاؤ، خود اپنی نسبت شک کرنے لگو؟ "یغفر لکم من ذنوبکم" کا حاصل یہ ہے کہ اسلام لانے سے حقوق اور زواجر کے علاوہ اور تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں چنانچہ اسلام لانے کے باوجود حدود کا ذمی کے ذمہ سے معاف نہ ہونا فقہ میں مذکور ہے۔

لطائف آیات: آیت وما آرسلنا الخ سے مستنبط ہوتا ہے کہ شیخ کا خلیفہ وہی شخص ہو سکتا ہے جسے تمام مریدوں میں شیخ سے زیادہ مناسبت ہو اور شیخ کے اول مخاطب بھی ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم کا پہلا خطاب عرب سے ہوا، دوسری اقوام سے بعد کو۔ آیت اخرج قومک الخ میں اخراج کی نسبت نبی کی طرف کی گئی ہے۔ حالانکہ حقیقی اخراج اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے؟ یہ اس بات کی قوی دلیل ہے کہ مرید کی تکمیل میں شیخ کو بڑا دخل ہوتا ہے۔

آیت وفی ذلکم بلاء من ربکم عظیم الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ مصیبت سے بھی مؤمن کی تربیت اور اس کا نفع ہوتا ہے۔ آیت فردوا یدہم فی افواہہم الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح کفر ایک جرم ہے اسی طرح بے ادبی کرنا بھی ایک مستقل جرم ہے۔ اسی لئے طریقت میں بے ادبی کو سخت ترین جرم شمار کیا گیا ہے "با ادب بانصیب: بے ادب بے نصیب"۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِنْ أَرْضِنَا أَوْ لَتَعُوذُنَّ لَتَصِيرَنَّ فِي مِلَّتِنَا دِينًا فَأَوْحَى إِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظَّالِمِينَ ﴿۱۳﴾ وَلَنُسَكِّنَنَّكُمْ الْأَرْضَ أَرْضَهُمْ مِنْ بَعْدِهِمْ بَعْدَ هَلَاكِهِمْ ذَلِكَ النُّصْرُ وَآيَاتُ الْأَرْضِ لِمَنْ خَافَ مَقَامِي أَيْ مَقَامَهُ بَيْنَ يَدَيَّ وَخَافَ وَعِيدِ ﴿۱۴﴾ بِالْعَذَابِ وَأَسْتَفْتَحُوا اسْتَنْصَرَ الرُّسُلُ بِاللَّهِ عَلَى قَوْمِهِمْ وَخَابَ خَسِرَ كُلُّ جَبَّارٍ مُتَكَبِّرٍ عَنِ طَاعَةِ اللَّهِ عَنِيدِ ﴿۱۵﴾ مُعَانِدٍ لِلْحَقِّ مَنْ وَرَأَاهُ أَيْ أَمَامَهُ جَهَنَّمَ يَدْخُلُهَا وَيُسْقَى فِيهَا مِنْ مَاءٍ صَدِيدٍ ﴿۱۶﴾ هُوَ مَاءٌ

يَسْأَلُ مِنْ خَوْفِ أَهْلِ النَّارِ مُخْتَلِطًا بِالْقَيْحِ وَالدَّمِ يَتَجَرَّعُهُ يَتَلَعُهُ مَرَّةً بَعْدَ مَرَّةٍ لِمُرَارَتِهِ وَلَا يَكَاذُ يُسِغُهُ
يَزِدُّهُ لِقُبْحِهِ وَكَرَامَتِهِ وَيَأْتِيهِ الْمَوْتُ أَى سَبَابِهِ الْمُقْتَضِيَةُ لَهُ مِنْ أَنْوَاعِ الْعَذَابِ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَمَا
هُوَ بِمَيِّتٍ وَمِنْ وَرَائِهِ بَعْدَ ذَلِكَ الْعَذَابِ عَذَابٌ غَلِيظٌ ﴿١٤﴾ قَوِّى مُتَّصِلٌ مَثَلُ صِفَةِ الَّذِينَ كَفَرُوا
بِرَبِّهِمْ مُبْتَدَأٌ وَيُبَدَّلُ مِنْهُ أَعْمَالُهُمُ الصَّالِحَةُ كَصِلَةٍ وَصَدَقَةٍ فِي عَدَمِ الْإِنْتِفَاءِ بِهَا كَرَمَادٍ اشْتَدَّتْ بِهِ
الرَّيْحُ فِي يَوْمٍ عَاصِفٍ شَدِيدٍ هُبُوبِ الرِّيحِ فَجَعَلَتْهُ هَبَاءً مَثْوًى لَا يَقْدِرُ عَلَيْهِ وَالْمَجْرُورُ خَبِرَ الْمُبْتَدَأُ لَا
يَقْدِرُونَ أَى الْكَفَّارِ مِمَّا كَسَبُوا عَمِلُوا فِي الدُّنْيَا عَلَى شَيْءٍ أَى لَا يَحْدُونُ لَهُ ثَوَابًا لِعَدَمِ شَرْطِهِ
ذَلِكَ هُوَ الضَّلَلُ الْهَلَاكُ الْبَعِيدُ ﴿١٥﴾ أَلَمْ تَرَ تَنْظُرُ يَا مُخَاطَبًا اسْتَفْهَامُ تَقْرِيرٍ أَنَّ اللَّهَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ مُتَعَلِّقٌ بِخَلْقِ إِنْ يَشَاءُ يُدْهِبُكُمْ وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ ﴿١٦﴾ بَدَلَكُمْ وَمَا ذَلِكَ عَلَى
اللَّهِ بِعَزِيزٍ ﴿١٧﴾ شَدِيدٌ وَبَرَزُوا أَى الْخَلَائِقِ وَالتَّعْبِيرُ فِيهِ وَفِيمَا بَعْدَهُ بِالْمَاضِي لِتَحَقُّقِ وَقُوعِهِ لِلَّهِ جَمِيعًا
فَقَالَ الضُّعْفُ الْآتِاعُ لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا الْمَتَّبِعِينَ إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا جَمْعُ تَابِعٍ فَهَلْ أَنْتُمْ مُغْنُونَ
دَافِعُونَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ مِنَ الْأُولَى لِلتَّبِيِّينَ وَالثَّانِيَةِ لِلتَّبَعِيضِ قَالُوا أَى الْمَتَّبِعُونَ لَوْ هَدَانَا
اللَّهُ لَهَدَيْنَاكُمْ لَدَعَوْنَاكُمْ إِلَى الْهُدَى سَوَاءً عَلَيْنَا أَجْرٌ عَنَّا أَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ زَائِدَةٍ مَحِيصٍ ﴿١٨﴾
مَلَجًا وَقَالَ الشَّيْطَانُ ابْلِيسُ لَمَّا قُضِيَ الْأَمْرُ وَأُدْخِلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَأَهْلُ النَّارِ النَّارَ وَاجْتَمَعُوا عَلَيْهِ
إِنَّ اللَّهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ بِالْبَعْثِ وَالْجَزَاءِ فَصَدَّقَكُمْ وَوَعَدْتُكُمْ أَنَّهُ غَيْرُ كَائِنٍ فَاخْلَفْتُكُمْ وَمَا كَانَ
لِي عَلَيْكُمْ مِنْ زَائِدَةٍ سُلْطَانٍ قُوَّةٍ وَقُدْرَةٍ أَقْبَرُكُمْ عَلَى مُتَابَعَتِي إِلَّا لِكِنَّ أَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي
فَلَا تَلُومُونِي وَلُومُوا أَنْفُسَكُمْ عَلَى إِجَابَتِي مَا أَنَا بِمُصْرِخِكُمْ بِمُغِيثِكُمْ وَمَا أَنْتُمْ بِمُصْرِخِي
بِفَتْحِ الْيَاءِ وَكُسْرِهَا إِنِّي كَفَرْتُ بِمَا أَشْرَكْتُمُونَ بِإِشْرَاكِكُمْ إِيَّايَ مَعَ اللَّهِ مِنْ قَبْلُ فِي الدُّنْيَا قَالَ
تَعَالَى إِنَّ الظَّالِمِينَ الْكَافِرِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٩﴾ مُؤَلِّمٌ وَأُدْخِلَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ تَحِيَّتُهُمْ فِيهَا مِنَ اللَّهِ وَمِنْ
الْمَلَائِكَةِ وَفِيمَا بَيْنَهُمْ سَلَامٌ ﴿٢٠﴾ أَلَمْ تَرَ تَنْظُرُ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا وَيُبَدِّلُ مِنْهُ كَلِمَةً طَيِّبَةً أَى لَا إِلَهَ إِلَّا
اللَّهُ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ هِيَ النَّخْلَةُ أَصْلُهَا ثَابِتٌ فِي الْأَرْضِ وَفَرْعُهَا غُصْنُهَا فِي السَّمَاءِ ﴿٢١﴾ تُؤْتِي
تُعْطِي أَكْلَهَا ثَمَرَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا بِإِرَادَتِهِ كَذَلِكَ كَلِمَةُ الْإِيمَانِ ثَابِتَةٌ فِي قَلْبِ الْمُؤْمِنِ وَعَمَلُهُ
يَصْعَدُ إِلَى السَّمَاءِ وَيَنَالُهُ بَرَكَتُهُ وَثَوَابُهُ كُلُّ وَقْتٍ وَيَضْرِبُ يَبِينُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ

يَتَذَكَّرُونَ ﴿٢٥﴾ يَتَعَذَّبُونَ فِيُومِنُونَ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ هِيَ كَلِمَةُ الْكُفْرِ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ هِيَ الْحَنْظَلَةُ
 رَاجَتْ أَصْلُهَا مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَالَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿٢٦﴾ مُسْتَقَرٌّ وَثَبَاتٌ كَذَلِكَ كَلِمَةُ الْكُفْرِ لَا ثَبَاتَ
 لَهَا وَلَا فَرْعَ وَلَا بَرَكَةَ يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ هُوَ كَلِمَةُ التَّوْحِيدِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا
 وَفِي الْآخِرَةِ أَيْ فِي الْقَبْرِ لِمَا يَسْأَلُهُمُ الْمَلَائِكَةُ عَنْ رَبِّهِمْ وَدِينِهِمْ وَنَبِيِّهِمْ فَيُجِيبُونَ بِالصَّوَابِ كَمَا فِي
 حَدِيثِ الشَّيْخَيْنِ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ الْكُفَّارَ فَلَا يَهْتَدُونَ لِلْجَوَابِ بِالصَّوَابِ بَلْ يَقُولُونَ لَا نَدْرِي كَمَا
 فِي الْحَدِيثِ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ ﴿٢٧﴾

ترجمہ..... اور کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا ہم تمہیں اپنے ملک سے ضرور نکال باہر کریں گے یا پھر تم ہمارے مذہب
 (دین) میں لوٹ آؤ۔ پس ان رسولوں پر ان کے رب نے وحی نازل کی کہ اب ہم ان ظالموں (کافروں) کو ضرور ہلاک کر ڈالیں گے
 اور ان کے (تباہ ہونے کے) بعد ہم تمہیں اس سرزمین میں آباد کریں گے یہ (تمہاری امداد اور تمہیں اس سرزمین میں آباد کرنا) ہر اس
 شخص کے لئے جو ہمارے روبرو (سامنے) کھڑا ہونے سے ڈرا اور (عذاب) کی تنبیہ سے ڈر گیا۔ اور پیغمبروں نے فتح مندی طلب
 کی (اپنی قوم کے مقابلہ میں انبیاء نے اللہ سے مدد مانگی) جتنے سرکش (اللہ کی اطاعت سے تکبر کرنے والے) ضدی (حق کے مخالف)
 لوگ تھے وہ سب نامراد ہوئے اس کے آگے (سامنے) جہنم ہے (جس میں وہ داخل ہوگا) اور ایسا پانی پینے کو (وہاں) دیا جائے گا جو لہو
 اور پیپ ہوگا (جو پانی جہنمیوں کے پیٹ سے بہتا ہوا ہوگا اور خون پیپ سے ملا ہوا ہوگا) اور وہ گھونٹ گھونٹ کر کے پئے گا (زیادہ بد
 ذائقہ ہونے کی وجہ سے بار بار گھونٹ کر کے پینے کی کوشش کرے گا) اور گلے سے اتار نہ سکے گا (ناگواری اور جی نہ لینے کی وجہ سے نکلنے
 کی کوشش کرے گا) اور اس پر موت آئے گی (یعنی موت کے اسباب طرح طرح کے عذاب کی شکل میں) ہر طرف سے آئیں گے مگر وہ
 کسی طرح مرے گا نہیں اور پھر اس کے پیچھے (اس کے عذاب کے بعد) ایک سخت عذاب کا سامنا ہوگا (جو زبردست اور مسلسل رہے
 گا) جن لوگوں نے اپنے پروردگار کا انکار کیا (یہ مبتداء ہے آگے بدل ہے) ان کے (نیک) اعمال (جیسے صلہ رحمی، صدقہ بے کار ہونے
 میں ان) کی مثال ایسی ہے جیسے راکھ کا ڈھیر کہ تیز آندھی کے دن تیزی کے ساتھ ہوا اڑا لے جائے (تیز و تند ہوا اسے اڑا کر صاف
 کر دے کہ اس کا نشان تک نہ مل سکے اور مجرور خبر ہے مبتدا کی) جو کچھ ان لوگوں نے کمایا ہے (دنیا کے کام کئے ہیں) اس میں سے کچھ
 بھی ان (کفار) کے ہاتھ نہ آئے گا (ثواب کے مستحق نہیں ہوں گے۔ اس کی شرط یعنی ایمان نہ پائے جانے کی وجہ سے) یہ بھی بڑے
 دور دراز کی گمراہی ہے (کیا تم نہیں دیکھتے اے مخاطب! استفہام تقریری ہے) کہ اللہ نے آسمانوں کو اور زمین کو بالکل ٹھیک ٹھیک بنایا
 ہے (بالحق کا تعلق خلق سے ہے) اگر وہ چاہے تو تم سب کو فنا کر دے اور (تمہارے بجائے) ایک نئی مخلوق پیدا کر دے اور ایسا کرنا خدا کو
 کچھ مشکل (دشوار) نہیں اور اللہ کے روبرو سب پیش ہوں گے (ساری مخلوق اور یہاں اور اس کے بعد ماضی کا لفظ لانا اس کے واقعی اور
 یقینی ہونے کی وجہ سے ہے) پھر چھوٹے درجہ کے لوگ (خادم قسم کے) بڑے درجہ کے لوگوں سے کہیں گے جو دنیا میں پیشوا تھے ہم
 تمہارے پیچھے چلنے والے تھے (تبع جمع تابع کی) تو کیا تم آج اللہ کے عذاب سے ہمارا بچاؤ کر سکتے ہو؟ (پہلا من بیان یہ ہے اور دوسرا
 من تبعیض ہے) وہ (مخدوم) کہیں گے۔ اگر اللہ ہمارے بچنے کی کوئی راہ نکالتا تو ہم بھی تمہارے لئے کوئی راہ نکالتے (تمہاری کچھ
 راہنمائی کرتے) لیکن اب تو خواہ ہم جھیل لیں خواہ رو لیں پیٹ لیں دونوں صورتیں ہمارے لئے برابر ہیں۔ کسی طرح کا ہمارے لئے

(من زائد ہے) چھٹکارا نہیں ہے اور شیطان بولے گا جب کہ مقدمات کا فیصلہ ہو چکے گا (اور جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں داخل ہو جائیں گے اور جہنمی شیطان کے پاس جمع ہوں گے) کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا (قیامت اور جزا کے متعلق۔ پس وہ اس نے سچ کر دکھایا) اور میں نے بھی تم سے وعدہ کیا تھا کہ (قیامت نہیں آئے گی) مگر میں نے وہ وعدہ تم سے خلاف کیا تھا۔ میرا تم پر اور تو کچھ زور چلتا نہ تھا (ف زائد ہے کہ تمہیں اپنی تابعداری پر مجبور کر سکتا) سوائے اس کے کہ میں نے تم کو بلایا تھا۔ سو تم نے میرا کہنا مان لیا۔ پس اب مجھے ملامت نہ کرو، خود اپنے آپ کو ملامت کرو (میرا کہنا ماننے پر) آج کے دن نہ تو میں تمہاری فریاد کو پہنچ سکتا ہوں (تمہاری مدد کر کے) اور نہ تم میری مدد کر سکتے ہو (لفظ مصرحی فتح یا اور کسریا کے ساتھ ہے) میں خود تمہارے اس فعل سے بے زار ہوں کہ تم مجھے اللہ کا شریک قرار دیتے رہے (تم نے مجھے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے رکھا) اس سے پہلے (دنیا میں ارشاد ربانی ہے) یقیناً ظالموں (کافروں) کے لئے بڑا ہی دردناک عذاب ہے اور جو لوگ ایمان لائے تھے اور جنہوں نے نیک کام کئے وہ ایسے باغوں میں داخل ہوں گے جن کے تلے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ اپنے پروردگار کے حکم سے ہمیشہ انہی میں رہیں گے (خالس الدین حال مقدرہ ہے) وہاں ان کے لئے اللہ اور فرشتوں کی طرف سے اور آپس میں (دعاؤں کی پکار یہی ہوگی کہ "تم پر سلامتی ہو" کیا آپ نے غور نہیں کیا (دیکھا نہیں) کہ اللہ تعالیٰ نے کیسی مثال بیان فرمائی ہے؟ (آگے بدل ہے) کلمہ طیبہ (لا الہ الا اللہ) کی کہ وہ ایک اچھے (کھجور کے) درخت کی طرح ہے جس کی جز (زمین میں) خوب جمی ہوئی ہے اور ٹہنیاں آسمان میں پھیلی ہوئی ہیں، ہر وقت اپنے پروردگار کے حکم سے پھل پیدا کرتا (دیتا رہتا ہے۔ یہی حال کلمہ طیبہ کا ہے کہ اس کی جز مومن کے قلب میں ہوتی ہے اور اس کا عمل آسمان پر چلا جاتا ہے جس کی برکت و ثواب کا پھل ہر وقت اسے حاصل ہوتا رہتا ہے) اللہ لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے تاکہ وہ خوب سوچیں سمجھیں (نصیحت حاصل کر کے ایمان لے آئیں) اور گندہ کلمہ (کلمہ کفر) کی مثال کیا ہے جیسے ایک نکمہ درخت (سینڈھ کا) کہ زمین کے اوپر ہی اوپر اس کی جز کھوکھلی ہو (جب چاہا اکھاڑ پھینکا) اس کے لئے جماؤ نہیں (ٹھیراؤ اور پائیداری نہیں۔ کلمہ کفر کا حال بھی یہی ہے کہ نہ اس میں جماؤ ہوتا ہے اور نہ برگ و بار اور نہ خیر و برکت) اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اس کی بات (کلمہ توحید) کے ذریعہ جماؤ اور مضبوطی دیتا ہے دنیا اور آخرت میں (یعنی قبر میں جب فرشتے اس سے پروردگار اور دین اور نبی کے بارے میں سوالات کریں گے تو وہ اہل ایمان ٹھیک ٹھیک جواب دیں گے۔ جیسا کہ حدیث شیخین میں آتا ہے) اور نافرمانوں (کافروں) کو بچلا دیتا ہے (اس لئے وہ ٹھیک ٹھیک جواب نہیں دے سکیں گے۔ بلکہ یہی کہیں گے کہ ہمیں کچھ خبر نہیں ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے) اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

تحقیق و ترکیب: لتعودنَّ عود چونکہ پچھلی حالت کی طرف لوٹنے کو کہتے ہیں۔ حالانکہ انبیاء نے کبھی بھی کفر اختیار نہیں کیا۔ اس لئے جلال محقق نے جواب کی طرف اشارہ کیا کہ عود سے مراد صیورت اور کفر میں داخل ہونا ہے۔

و خاف وعید اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کا خوف اور اللہ کی وعید کا خوف، دونوں الگ الگ چیزیں ہیں کیونکہ عطف ایک دوسرے کے مختلف ہونے میں دلالت کرتا ہے۔

استفتحوا اس کی ضمیر میں کئی احتمال ہیں۔ انبیاء کی طرف لوٹائی جائے یا کفار کی طرف لوٹائی جائے اور بعض نے دونوں کی طرف اور بعض نے قریش کی طرف لوٹائی ہے۔ کیونکہ قریش ہی قحط میں مبتلا ہوئے تھے۔ اس آخری صورت میں استفتحوا جملہ مستانفہ اور پہلی صورتوں میں فاوحی پر عطف ہوگا۔ ویسقی مفسر علام نے اس کا علت درست کرنے کے لئے اس سے پہلے بدخلہا معطوف علیہ مقدر مانا جائے۔

ماء صدید حاکم نے ابو امامہ سے مرفوع روایت نقل کی ہے۔ هو ماء یقرب الیہ فیکره فاذا دنی منه شوی وجہہ

ووقعت فردة راسه فاذا شرب قطع امعاءه حتى يخرج من دبره كما قال تعالى وسقوا ماء حميما فقطع امعاءهم ورائه یہ لفظ اضداد میں سے ہے۔ آگے اور پیچھے کے معنی ہیں۔ مثل سیبویہ کے نزدیک اس مبتداء کی خبر محذوف ہے۔ ای فیما يتلى عليكم اور کرماد الخ جملہ متانفہ ہے۔ دوسری ترکیب یہ ہے کہ مثل مبتداء ہو اور اعمالہم بدل اشتمال ہو اور کرماد خبر ہو۔ اعمالہم بعض کے نزدیک کفار کے عام اچھے کام مراد ہیں اور بعض کے نزدیک بت پرستی اور شرک ہے۔

سواء علينا یہ کلام یا صرف جہنم میں داخل ہونے والے خواص کا ہوگا اور عام اور خاص دونوں فریق کا ہوگا۔ جیسا کہ روایت بھی ہے۔ انہم يقولون تعالوا نجزع فيجزعون خمس مائة عام فلا ينفعهم فيقولون تعالوا نصبر فيصبرون كذلك ثم يقولون سواء علينا. وقال الشيطان جہنم میں ایک آگ کا منبر بچھایا جائے گا۔ جس پر شیطان بٹھلایا جائے گا اور اس کے گرد جہنمی ہوں گے۔

ما انا بمصر حكيم مفسر نے بمغیشکم کہہ کر اشارہ کر دیا کہ مصرخ میں ہمزہ سلب کے لئے ہے۔ صراخ کے معنی فریاد چاہنے کے ہیں اس میں تعلیل ہو گئی ہے۔

كلمة طيبة اس سے عام اچھی باتیں مراد ہو سکتی ہیں۔ نخلة ابن عمر فرماتے ہیں کہ ایک روز آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مؤمن کی مثال ایک درخت کے ساتھ دیتے ہیں۔ پس بتلا وہ کون سا درخت ہے؟ لوگوں نے درختوں میں غور کرنا شروع کر دیا۔ ابن عمر فرماتے ہیں میرے دل میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہو سکتا ہے، مگر میں اس وقت کمسن بچہ تھا اس لئے بول نہیں سکا۔ آپؐ نے بتلا دیا کہ کھجور کا درخت مراد ہے۔ میں نے جب اپنے والد ماجد حضرت عمرؓ سے اس صورت حال کا ذکر کیا تو فرمایا کہ اے جان پدر! اگر تم بتلا دیتے تو یہ میرے لئے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ قیمتی بات ہوتی۔

كل حين چھ مہینہ پھل دیتا ہے یا بارہ ماسی پھل دیتا ہے۔ اور امام غزالی فرماتے ہیں کہ یہاں عقل کو عمدہ درخت سے تشبیہ دی گئی ہے اور خواہش نفس کو بدترین درخت سے تشبیہ دی گئی ہے۔ کیونکہ نفس امارہ بدترین درخت کی طرح ہوتا ہے۔

شجرة خبيثة سینڈ اور جھاؤ کا درخت مراد ہے جو قطعاً بے کار ہوتا ہے۔ کہ نہ اس کی لکڑی جلانے کے کام آتی ہے اور نہ پھل کا رآمد ہوتا ہے۔

يثبت الله دنیا میں بھی ایمان قلوب میں اس طرح رچ جاتا ہے کہ نکلنے کا نام نہیں لیتا۔ خواہ کتنی ہی آفتیں آئیں جیسے حضرت زکریا، یحییٰ، جرہیس، شمعون علیہم السلام اور قبر میں بھی نکیرین کے سوال و جواب میں ثابت قدم رہتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ارشاد ہے۔ حين يحيى الله الموتى حتى يسمع قرع نعال من كان ماشيا في جنازته، ثم يعاد روح المؤمن في جسده فيأتيه ملكان فيجلسانه في قبره فيقولان له من ربك، وما دينك؟ ومن نبيلك؟ فيقول ربي الله وديني الاسلام ونبيي محمد ﷺ فينادي مناد من السماء ان صدق عبدی فذلك قوله يثبت الله الذين امنوا الخ ثم يقول الملكان عشت سعيدا و مت حميدا ونم نومة العروس قد علمنا ان كنت لموقنا واما الكافر او المنافق فيقول لا ادرى كنت اسمع الناس يقولون شيئا فقلت مثل ما يقولون فيضربانه بمطراق من نار فيصيح صيحة يسمعه من في الارض غير الثقلين ويقولان له لا دريت ولا تليت

رابط آیات: آیت وقال الذين كفروا الخ میں کفار کی دنیاوی سزاؤں کا ذکر کیا گیا ہے اور آیت من ورائه جہنم الخ سے اخروی عذاب کا ذکر ہے۔ آیت مثل الذين الخ سے کہ اچھے کاموں کا بے کار ہونا اور جن کے کہنے سے خدا کی نافرمانی کی

تھی۔ ان کا کارآمد نہ ہونا بتلایا ہے۔ آگے آیت وادخل الذین الخ میں کفار کے بالمقابل اہل ایمان کے مستحق نجات و ثواب ہونا مذکور ہے۔ اس رسالت و قیامت کے ذکر کے بعد آیت الم تر کیف ضرب اللہ الخ میں کلمہ ایمان اور کلمہ کفر کی اچھائی برائی مثال کے ساتھ بیان فرمائی جا رہی ہے۔

﴿تشریح﴾: جہنمیوں کا حال پتلا ہوگا: جہنمیوں کو لہو پلایا جائے گا۔ اس کے دو وصف بیان کئے ہیں۔ ایک یتجرعہ دوسرے لایکاد دونوں وصفوں کے ایک ساتھ پائے جانے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ پھنس کر گلے سے نیچے اترے گا۔ پس اتر جانے کے اعتبار سے تو یتجرعہ فرمادیا اور بے پھنسنے نہ اترنے کے اعتبار سے لایکاد فرمادیا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ وہ کچ لہو گلے میں پھنس کر رہ جائے گا، نیچے نہیں اترے گا۔ پس لایکاد فرمانا تو بالکل ظاہر ہے اور یتجرع کا حکم بلحاظ ارادہ کے صحیح ہو جائے گا۔ یعنی ہر چند پینا چاہے گا مگر پی نہ سکے گا۔

کفار مکہ اپنے گمان میں کچھ کام اچھے سمجھ کر کیا کرتے تھے۔ اگرچہ کچھ کام تو ان میں سے فی نفسہ اچھے نہیں تھے جیسے شرک و بت پرستی اور کچھ ان کے اعتبار سے اچھے نہیں تھے جیسے غلاموں کو آزاد کرنا۔ صلہ رحمی کرنا۔ مہمانداری کرنا کہ یہ کام فی نفسہ تو اچھے ہیں۔ مگر ایمان نہ ہونے کی وجہ سے جو شرط قبولیت ہے ان کے حق میں یہ کام اچھے نہیں رہے تاہم ان کاموں پر نظر کرتے ہوئے انہیں شبہ ہو سکتا تھا کہ بالفرض آخرت ہوئی تو یہ اعمال ہمارے کام آئیں گے اور ہمیں عذاب سے بچالیں گے، ورنہ اصل اعتقاد تو ان کا یہ تھا کہ آخرت کوئی چیز نہیں، دوبارہ زندہ ہونا جب محال ہے تو پھر عذاب کا کیا سوال؟

آخرت میں کفار کی نجات کی کوئی صورت نہیں ہوگی: اسی طرح یہ بھی سمجھتے تھے کہ جن کے کہنے سے ہم نے اس طریقہ کو اختیار کیا ہے۔ اگر آخرت ہوتی تو وہ ہمارے کام آئیں گے اور اللہ کے سوا معبود بھی ہماری سفارش کریں گے۔ غرضیکہ ان سب شبہات کو دور کرنے کے لئے ان اعمال کا بالکل بے اثر ہونا آیت مثل الذین الخ میں اور قیامت کا ممکن الوقوع ہونا آیت الم تر الخ میں اور اکابرین کفر کا کارآمد نہ ہونا آیت وردوا الخ میں اور شیطان کا صاف جواب دے دینا آیت وقال الشیطان الخ میں بیان فرمایا جا رہا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ آخرت میں نجات کے تمام راستے بند ہو جائیں گے۔

دنیا میں مفید چیز ہی برقرار رکھی جاتی ہے: آیت الم تر ان اللہ الخ میں فرماتے ہیں کہ کیا تم اس بات پر غور نہیں کرتے کہ دنیا کی ہر چیز کسی خاص مصلحت و مقصد سے بنائی گئی ہے۔ یہ نہیں کہ بغیر کسی سوچے سمجھے ہوئے مقصد اور ٹھہرائی ہوئی مصلحت کے لئے ویسے ہی ظاہر ہو گئی ہو۔ پھر اگر تم دیکھ رہے ہو کہ آسمان و زمین کی ہر چیز کسی مصلحت کے ساتھ بنائی گئی ہے تو کیوں کر ممکن ہے کہ خود تمہاری ہستی کی پیدائش میں کوئی خاص مصلحت پوشیدہ نہ ہو اور دنیا کی یہ سب سے بڑی اور اشرف مخلوق محض بے کار اور فضول بنادی گئی ہو۔ اگر وہ چاہے تو تمہیں چھانٹ دے اور ایک نئی قوم کی پیدائش کا سامان کر دے۔ کیوں کہ اس کا ٹھہرایا ہوا قانون یہی ہے کہ جو جماعت مفید نہ ہو اسے مٹ جانا ہے اور اس کی جگہ نافع اور بہتر جماعت کو آنا ہے۔

اگر مختلف آیات کی رو سے یہ بات مان لی جائے کہ قیامت میں بعض حقائق کفار سے مخفی رہیں گے۔ تب تو غفل انتم مغنون الخ میں استفہام اپنے ظاہر پر رہے گا۔ ورنہ یہ استفہام تو بیخ و عتاب کے لئے ہوگا۔ جیسا کہ بعض مفسرین نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

اور ماکان لی علیکم من سلطان کے یہ معنی ہیں کہ گمراہ کرنے میں اس سے زیادہ زور کسی کا نہیں چلتا کہ دوسرے کو اغوا کرے، یہ نہیں کہ زبردستی کسی کو گمراہ کر دے۔ پس اس حصر سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ شیطان انسان کو کسی طرح کی کوئی دوسری

تکلیف نہیں پہنچا سکتا۔ بلکہ نصوص اور مشاہدہ سے یہ ثابت ہے کہ شیاطین انسان کو بیہوش کر سکتے ہیں، پتھر برسا سکتے ہیں، آدمی کو کہیں غائب کر سکتے ہیں۔ البتہ فرشتوں کی حفاظت کی وجہ سے ایسے واقعات بکثرت پیش نہیں آتے اور دعوتکم الخ میں دونوں صورتیں داخل ہیں۔ خواہ شیطان خود بہکائے یا دوسرے کے ذریعہ سے اغواء کرائے اور ایک ہی وقت میں بہت سے آدمیوں کو نہ بہکا سکنے پر کوئی وزنی دلیل قائم نہیں ہے۔

آخرت میں جھوٹی پیروی کا رآمد نہیں ہوگی:..... آیت و بسر ذوالخ میں گمراہی کی سب سے بڑی وجہ کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی اپنے گمراہ سرداروں، امیروں، بادشاہوں، پیشواؤں کی اندھی تقلید و اطاعت کرنا اور خود اپنی عقل و سمجھ سے کام نہ لینا گمراہی کی سب سے بڑی بنیاد ہے، کیا یہ غلط اور جھوٹے پیشوا اعمال کے نتائج کی گرفت سے بچا سکتے ہیں؟ قیامت کے دن کمزور افراد اور عوام اپنے اپنے پیشواؤں سے کہیں گے کہ دنیا میں ہم نے تمہاری پیروی کی تھی آج عذاب الہی کی پکڑ سے ہمارا بچاؤ کرو۔ وہ کہیں گے کہ ہم خود اپنے کو نہیں بچا سکتے، ہم تمہیں کس طرح بچائیں؟ قریش جو قوم کے سردار و پیشوا تھے اور نہ صرف قبائل حجاز بلکہ عرب کے تمام باشندے انہی کے طور و طریقہ کی پابندی کرتے تھے۔ جب انہوں نے اسلامی دعوت کی مخالفت میں قدم اٹھایا تو تمام عرب نے ان کی پیروی کی۔

قرآن نے ہر جگہ ایمان کی خصوصیت یہ بتلائی کہ وہ سرتاسر سلامتی ہے اور کفر کی پہچان یہ بتلائی کہ وہ سرتاسر محرومی ہے۔ پس جنتی زندگی کے مرقع میں بھی یہی بات سب سے زیادہ نمایاں نظر آتی ہے کہ وہ سلامتی کی زندگی ہوگی۔ اور وہاں ہر طرف سے سلامتی ہی کی پکاریں سنائی دیں گی۔

حفظ چونکہ تادار نہیں ہوتا۔ اس لئے کہا جائے گا کہ مجازاً اس کو درخت کہا ہے اور کھجور کا عمدہ ہونا ظاہر ہے اور سینڈ اور جھاؤ بلحاظ بدبود مزہ ہونا بھی ظاہر ہے اور ان دونوں کے طبی منافع اور نقصانات الگ رہے اہل ایمان کے دنیا میں ثابت قدم رہنے کا مطلب یہ ہے کہ جنات و شیاطین کے گمراہ کرنے کا ان پر اثر نہیں ہوتا اور وہ مرتے دم تک ایمان پر قائم رہتے ہیں اور آخرت میں ثابت قدم رہنے کا مطلب یہ ہے کہ قبر میں نکیرین کے سوالات کا صحیح صحیح اور اطمینان بخش جواب دیتے ہیں اور اسی اعتبار سے کفار کے دنیا میں اور آخرت میں گمراہ رہنے کا مطلب لیا جائے گا اور بعض نے آخرت سے مراد قیامت کا دن لیا ہے۔

ایک اشکال کا حل:..... البتہ اس آیت کو قبر کے سوال پر محمول کرنے کی صورت میں یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ قبر کے سوال و جواب کا علم تو آنحضرت گو مدینہ طیبہ میں ہوا ہے اور یہ سورۃ اس سے پہلے مکہ معظمہ میں نازل ہو چکی تھی۔ پھر اس آیت کی تفسیر سوال قبر سے کرنا کس طرح صحیح ہوگا۔

اس کے دو جواب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ ممکن ہے یہ آیت مدنی ہو اور اس سورۃ کا مکی ہونا اکثر آیات کے اعتبار سے ہو اور دوسرا جواب یہ کہ یہ آیت عام ہے اور قبر اور قیامت دونوں کو شامل ہے۔ آخرت کے معنی بعد الموت کے ہوں۔ البتہ اس آیت کے ایک حصہ یعنی قیامت کا علم تو آپؐ کو مکہ ہی میں دے دیا گیا تھا۔ لیکن اس کے دوسرے جزو یعنی قبر کے احوال کا علم وہ آپؐ کو مدینہ میں آکر کرایا گیا ہے۔

تاہم نصوص سے قیامت میں بھی سوال کا ہونا ثابت ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے۔ فلنسلن الذین ارسل الیہم ولنسلن المرسلین فرق اتنا ہے کہ اہل ایمان سے حساب میں آسانی ہوگی اور اس میں ثابت قدمی سے ان کی مدد فرمائی جائے گی اور کفار سے سخت حساب کتاب ہوگا اور نزلت فی عذاب القبر سے یہ مراد نہیں کہ اس آیت کا تعلق خصوصیت سے قبر کے ساتھ ہے۔ بلکہ منشا یہ

ہے کہ قبر بھی آخرت کے مفہوم میں داخل ہے۔

لطائف آیات: آیت وما کان لی علیکم الخ سے معلوم ہوا کہ شیطان کا زور و سوسرا اندازی کے سوا اور کچھ نہیں۔ وہ بہ جبر کسی سے گناہ نہیں کرا سکتا اس لئے یہ عذر باور کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہے کہ کیا کریں، شیطان نے فلاں گناہ کرا ہی دیا۔

أَلَمْ تَرَ تَنْظُرُ إِلَى الَّذِينَ بَدَلُوا نِعْمَتَ اللَّهِ أَىٰ شُكْرَهَا كُفْرًا هُمْ كُفَّارُ قُرَيْشٍ وَأَحْلُوا أَنْزَلُوا قَوْمَهُمْ
بِأَضْلَالِهِمْ إِيَّاهُمْ دَارَ الْبُورِ ﴿۲۸﴾ أَلْهَاكَ جَهَنَّمَ عَطْفُ بَيَّانٍ يَصْلُونَهَا يَدْخُلُونَهَا وَبُسَّ الْقَرَارِ ﴿۲۹﴾
الْمَقْرُمِ وَجَعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا شُرَكَاءَ لِيُضِلُّوا بِفَتْحِ الْيَاءِ وَضَمِّهَا عَنْ سَبِيلِهِ دِينَ الْإِسْلَامِ قُلْ لَهُمْ
تَمَتُّعُوا بِدُنْيَاكُمْ قَلِيلًا فَإِنَّ مَصِيرَكُمْ مَرْجِعَكُمْ إِلَى النَّارِ ﴿۳۰﴾ قُلْ لِعِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا يُقِيمُوا
الصَّلَاةَ وَيُنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا بَيْعَ فِدَاءٍ فِيهِ وَلَا حِلَّ ﴿۳۱﴾
مَخَالَةٍ أَىٰ صِدَاقَةٍ تَنْفَعُ هُوَ يَوْمُ الْقِيَمَةِ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً
فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ السُّفْنَ لَتَجْرَىٰ فِي الْبَحْرِ بِالرُّكُوبِ
وَالْحَمَلِ بِأَمْرِهِ بِأَذْنِهِ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْأَنْهَارَ ﴿۳۲﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبِينَ جَارِيَيْنِ فِي
فَلَكَهِمَا لَا يَفْتَرَانِ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ لَتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ ﴿۳۳﴾ لَتَبْتَغُوا فِيهِ مِنْ فَضْلِهِ وَأَتَّكُم مِّنْ كُلِّ
مَا سَأَلْتُمُوهُ عَلَىٰ حَسَبِ مَصَالِحِكُمْ وَإِنْ تَعَدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ بِمَعْنَىٰ إِنْعَامِهِ لَا تَحْصُوهَا لَا تُطِيقُوا عَدَّهَا
إِنَّ الْإِنْسَانَ الْكَافِرَ لَظُلُومٌ كُفَّارٌ ﴿۳۴﴾ كَثِيرُ الظُّلْمِ لِنَفْسِهِ بِالْمَعْصِيَةِ وَالْكَفْرِ لِنِعْمَةِ رَبِّهِ وَاذْكُرْ إِذْ قَالَ
إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا الْبَلَدَ مَكَّةَ آمِنًا ذَا آمِنٍ وَقَدْ أَحَابَ اللَّهُ تَعَالَىٰ دُعَاءَهُ فَجَعَلَهُ حَرَمًا لَا يُسْفَكَ فِيهِ
دَمُ إِنْسَانٍ وَلَا يُظْلَمُ فِيهِ أَحَدٌ وَلَا يُصَادُ صَيْدُهُ وَلَا يُخْتَلَىٰ خِلَاهُ وَاجْنُبْنِي بَعْدَنِي وَبَنِيَّ عَنْ أَنْ نَعْبُدَ
الْأَصْنَامَ ﴿۳۵﴾ رَبِّ إِنَّهُمْ أَى الْأَصْنَامِ أَضَلُّنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ بَعَادَتِهِمْ لَهَا فَمَنْ تَبِعْنِي عَلَى
التَّوْحِيدِ فَإِنَّهُ مِنِّي مِّنْ أَهْلِ دِينِي وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۳۶﴾ هَذَا قَبْلَ عِلْمِهِ إِنَّهُ تَعَالَىٰ
لَا يَغْفِرُ الشِّرْكَ رَبَّنَا إِنِّي أَصْغَيْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي أَى بَعْضَهَا وَهُوَ إِسْمَاعِيلُ مَعَ أُمِّهِ هَاجِرٍ بِوَادٍ غَيْرِ ذِي
زَرْعٍ هُوَ مَكَّةَ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ الَّذِي كَانَ قَبْلَ الطُّوفَانِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً
قُلُوبًا مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي تَمِيلُ وَتَحْنُ إِلَيْهِمْ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَوْ قَالَ أَفْئِدَةُ النَّاسِ لَحَنَّتْ إِلَيْهِ
فَارِسُ وَالرُّومُ وَالنَّاسُ كُلُّهُمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ ﴿۳۷﴾ وَقَدْ فَعَلَ بِنَقْلِ الطَّائِفِ إِلَيْهِ

رَبَّنَا إِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِي مَا نُسِرُ وَمَا نُعْلِنُ وَمَا نَخْفِي عَلَى اللَّهِ مِنْ زَائِدَةٍ شَيْءٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ﴿۲۸﴾ يَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ مِنْ كَلَامِهِ تَعَالَى أَوْ كَلَامِ إِبْرَاهِيمَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَهَبَ لِي أَغْطَانِي عَلَى مَعَ الْكِبَرِ إِسْمَاعِيلَ وَلِدَ وَلَهُ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ سَنَةً وَاسْحَقُ وَلَدَ وَلَهُ مِائَةٌ وَثِنْتَا عَشْرَةَ سَنَةً إِنَّ رَبِّي لَسَمِيعُ الدُّعَاءِ ﴿۲۹﴾ رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَاجْعَلْ مِنْ ذُرِّيَّتِي مَنْ يُقِيمُهَا وَأَتَى بِمِنْ لِأَعْلَامِ اللَّهُ تَعَالَى لَهُ أَنَّ مِنْهُمْ كُفَّارًا رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ ﴿۳۰﴾ الْمَذْكُورُ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ هَذَا قَبْلَ أَنْ يُتَبَيَّنَ لَهُ عَدَاوَتُهُمَا لِلَّهِ وَقِيلَ أَسَلِمْتَ أُمُّهُ وَقُرَىٰ وَالِدَيَّ مُفْرَدًا وَوَلَدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ يُثَبَّتُ الْحِسَابُ ﴿۳۱﴾

۶
ع

ترجمہ:..... کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ کی نعمت (کے شکریہ) کو کفرانِ نعمت سے بدل ڈالا (یعنی کفار قریش نے) اپنی قوم کو (گمراہ کر کے) ہلاکت (تباہی) کے گھر جاتا رہا۔ یعنی جہنم میں (یہ عطف بیان ہے) داخل کر کے رہے اور بہت ہی برا ٹھکانا ہے اور انہوں نے اللہ کے ساجھی (شریک) ٹھہرائے۔ تاکہ لوگوں کو بھٹکائیں (فتح یا اور ضمہ یا کے ساتھ ہے) اس (دین اسلام) کے راستہ سے آپ (ان سے) کہہ دیجئے۔ اچھا فائدہ برت لو (دنیا میں تھوڑے سے) پھر انجام کار تمہارا ٹھکانا دوزخ ہی کی طرف ہے۔ جو میرے خاص ایمان والے بندے ہیں ان سے آپ فرما دیجئے کہ وہ نماز کی پابندی رکھیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور آشکارا خرچ کرتے رہیں۔ ایسا وقت آنے سے پہلے کہ جب کسی طرح کا نہ لین دین (فدیہ) کام دے گا اور نہ کسی طرح کی دوستی (تعلق، محبت فائدہ دے گی، مراد قیامت کا دن ہے) یہ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور اوپر سے پانی برسایا۔ پھر اس سے طرح طرح کے پھل پیدا کئے کہ تمہارے لئے غذا کا سامان ہیں اور جہاز (کشتیاں) تمہارے نفع کے لئے مسخر بنائے تاکہ سمندر میں چلنے لگیں (سواری یا بار برداری کے طور پر) اللہ کے حکم (اجازت) سے نیز دریا بھی تمہارے لئے مسخر کر دیئے۔ اسی طرح سورج اور چاند بھی مسخر کر دیئے جو ایک خاص دستور کے مطابق ہمیشہ چلنے میں رہتے ہیں (اپنے اپنے مدار پر برابر گھومے جارہے ہیں ذرا نہیں تھکتے) اور تمہارے نفع کے لئے رات کو بھی مسخر کیا (سکون حاصل کرنے کے لئے) اور دن کو بھی مسخر کیا (روزی تلاش کرنے کے لئے) غرضیکہ جو جو چیزیں تم نے مانگیں (بشرطیکہ اس کی مصلحت کے موافق ہوئیں) ہر چیز تمہیں عطا کی۔ اگر تم اللہ کی نعمتیں (انعامات) گننا چاہو تو شمار میں نہیں لا سکتے (انہیں گن نہیں سکتے) حقیقت یہ ہے کہ انسان (کافر) بڑا ہی ناشکرا ہے (گناہ کر کے اپنی جان پر بے حد ظلم ڈھارہا ہے اور اپنے مالک کی نعمتوں کا بے حد ناشکرا ہے) اور (وہ وقت یاد کیجئے) جب کہ ابراہیم نے دعا مانگی تھی، اے میرے پروردگار! اس شہر (مکہ) کو امن کی جگہ بنا دیجیو (چنانچہ حق نے ان کی دعا قبول فرمائی اور اس جگہ کو حرم بنا دیا جس میں نہ کسی انسان کا خون گرانا جائز ہے اور نہ کسی پر ظلم کرنا روا ہے۔ نہ ہی وہاں شکار کھیلنے کی اجازت ہے اور نہ ہی گھاس اکھاڑنا جائز ہے) اور مجھے اور میرے خاص فرزندوں کو بت پرستی سے بچائیو (دور رکھیو) پروردگار! ان (بتوں) نے بہت سے آدمیوں کو (اپنی پوجا پاٹ میں لگا کر) بھٹکا دیا ہے تو جو میرے پیچھے چلے گا (توحید میں) وہ تو میرا (ہم مذہب) ہے ہی اور جو میرا کہنا نہیں مانے گا سو آپ بے حد بخشش رحمت والے ہیں (یہ دعا اس وقت کی ہے جب انہیں پتہ نہیں تھا کہ شرک معاف نہیں کیا جائے گا) اے ہم سب کے پروردگار! میں نے اپنی اولاد کو (یعنی بعض اولاد کو یعنی حضرت اسماعیل کو مع ان کی والدہ حضرت ہاجرہ کے) ایک ایسے میدان میں جہاں کھیتی کا نام

و نشان نہیں تھا (مراد مکہ ہے) تیرے محترم گھر کے پاس (جو طوفان نوح سے پہلے سے موجود ہے) لا بسایا ہے۔ خدایا! اس لئے بسایا ہے کہ نماز قائم کریں۔ پس آپ کچھ لوگوں کے قلوب (دل) ان کی طرف مائل (راغب) کر دیجئے (ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اگر حضرت ابراہیمؑ "افئدة الناس" فرمادیتے تو سب لوگوں کے دل (حرم کی طرف جھک پڑتے خواہ وہ فارسی ہوں یا رومی) اور ان کے لئے زمین کی پیداوار کے سامان رزق مہیا کر دے۔ تاکہ یہ آپ کے شکر گزار ہوں (چنانچہ اس دعا کی قبولیت اس طرح ہوئی کہ طائف سے یہ پیداوار اس سرزمین کی طرف منتقل ہونے لگی) اے ہمارے پروردگار! ہم جو کچھ چھپاتے ہیں وہ تو جانتا ہے جو کچھ ظاہر کرتے ہیں وہ بھی تیرے علم میں ہے۔ آسمان و زمین کی کوئی چیز نہیں جو تجھ سے پوشیدہ ہو (یہ جملہ کلام الہی ہے یا حضرت ابراہیمؑ کا مقالہ ہے) ساری تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے باوجود بڑھاپے کے مجھے عطا فرمائے اسماعیل (حضرت ابراہیمؑ کی عمر اس وقت ننانوے سال کی تھی) اور اسحق جب کہ حضرت ابراہیمؑ کی عمر ایک سو بارہ سال کی تھی) حقیقت میں میرا پروردگار دعائیں سنتا ہے۔ خدایا! مجھے بھی نماز کا اہتمام کرنے والا رکھیو اور میری نسل میں سے بھی اس کی توفیق ملے (اور من اس لئے استعمال کیا کہ انہیں اللہ نے بتلادیا تھا کہ تمہاری اولاد میں سے بعض کافر بھی ہوں گے) پروردگار! میری دعا تیرے حضور قبول ہو۔ پروردگار! میری اور میرے ماں باپ کی (ماں باپ کے حق میں یہ دعا اس وقت کی تھی جب انہیں واضح نہیں ہوا تھا کہ ماں باپ اللہ کے دشمن ہیں اور بعض کی رائے ہے کہ ان کی والدہ ایمان لا چکی تھیں۔ ایک قرأت میں والدی اور ولدی مفرد پڑھا گیا ہے) اور ان سب کی جو ایمان لائے مغفرت کیجیو۔ جس دن اعمال کا حساب لیا جائے گا۔

تحقیق و ترکیب: کفار قریش جیسا کہ ابن عباسؓ کی رائے ہے اور طبریؒ نے حضرت عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ ہما الافحران بنو امیۃ و بنو مخزوم۔ لعبادی اضافت تشریفیہ ہے۔ یقیموا الصلوۃ۔ المقول محذوف ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ قل لہم اقیموا الصلوۃ و انفقوا اور بعض یقیموا کو امر مانتے ہیں۔ ای لقیموا او لینفقوا لام حذف کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ قل حذف لام پر دلالت کر رہا ہے۔ ورنہ ابتداء یقیموا وینفقوا حذف لام کے ساتھ جائز نہ ہوتا۔

صداقۃ اس سے اشارہ کر دیا کہ خلال مصدر ہے اور ابوعلی کی رائے میں خلۃ کی جمع ہے۔ اللہ الذی اس آیت میں دس دلیلیں ہیں توحید باری پر۔ من کل ما سألتموہ بقول انفس من زائد ہے اور بقول سیبویہ من تبعیضیہ ہے اور ما موصولہ اسمیہ ہے یا حرفیہ ہے اور مصدر قائم مقام اسم مفعول ہے علی حسب مصالحکم یہ اس شبہ کا جواب ہے کہ یہ کہنا کس طرح صحیح ہے کہ کل در خواستیں اور دعائیں منظور ہو جاتی ہیں۔ جواب یہ ہے کہ جن دعاؤں کی قبولیت میں مصلحت ہوتی ہے وہ کل دعائیں قبول ہو جاتی ہیں۔ اس صورت میں من تبعیضیہ ہوگا۔ لیکن من بیانیہ لینے کی صورت میں کل تکثیر کے لئے ہو جائے گا جیسے کہا جائے فلان یعلم کل شیء یا اتاہ کل الناس یا آیت قرآنیہ ہے۔ فتحنا علیہم ابواب کل شیء۔ نعمۃ اللہ خدا کی نعمتیں موجود ہیں اور موجودات متناہی ہوتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ اللہ کی نعمتیں متناہی ہیں پھر کیسے لا تحصوہا فرمایا گیا؟ مفسر علامؒ نے نعمۃ کو انعام کے معنی میں لے کر اسی کے جواب کی طرف اشارہ کیا ہے کہ انعامات تجدید کے لحاظ سے غیر متناہی ہیں۔

هذا البلد یہاں البلد معرفہ ہے اور سورۃ بقرہ میں بلد انکرہ آیا ہے۔ ممکن ہے حضرت ابراہیمؑ نے بار بار دعا فرمائی ہو۔ بیت اللہ کی تعمیر سے پہلے تو هذا بلدا اتنا فرمایا ہو اور اس کی جگہ صرف شہریت دعا میں پیش نظر ہو اور خانہ کعبہ کی تعمیر کے بعد هذا البلد امننا سے شہر کی مامونیت مطلوب ہو۔

واجب بینی باوجود معصوم ہونے کے خود اپنے لئے شرک و کفر سے بچنے کی دعا کرنا یا غایت خوف کی وجہ سے ہے کہ اپنے رتبہ کا خیال ہی نہ رہا اور یا مقصود اپنے ساتھ اولاد شریک کرنا ہو۔

انسی اسکنت یہ واقعہ حضرت ابراہیم کو آگ میں ڈالنے کے بعد پیش آیا۔ چونکہ حضرت ہاجرہ حضرت سارہ کی باندی تھی۔ انہوں نے حضرت ابراہیم کو بخش دیا تھا۔ چنانچہ ان سے حضرت اسماعیل پیدا ہو گئے اور حضرت سارہ کے ابھی تک کچھ نہیں ہوا تھا اس لئے انہوں نے حضرت ابراہیم پر زور دے کر حضرت ہاجرہ کو نکال دیا چنانچہ حق تعالیٰ کے حکم سے حضرت ابراہیم ان دونوں ماں بیٹوں کو ملک شام سے لے کر مکہ معظمہ پہنچے اور وہاں چھوڑ کر واپس ہو گئے۔

بیتک المحرم مفسر علام نے اشارہ کر دیا کہ باعتبار ماکان کے مجازاً بیت الحرام کہا ہے اور مایول کے اعتبار سے بھی مجازاً جاری ہو سکتا ہے کہ آئندہ یہ جگہ بیت الحرام بننے والی ہے۔ علی الکبر علی اپنے معنی میں بھی ہو سکتا ہے اور بمعنی مع بھی ہو سکتا ہے۔ اسماعیل یہ لفظ اسمع یا ایل تھا۔ ایل بمعنی اللہ ہے۔ یعنی اے اللہ سن لے! جب اللہ نے دعا سن لی تو اسماعیل نام رکھ دیا اور اسحاق کا نام عبرانی زبان میں ضحاک تھا۔

ولو الدی ایک توجیہ مفسر علام نے فرمائی ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ والدین سے مراد آدم و حواء ہوں۔ تیسری توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ دعاء و مغفرت بشرط ایمان تھی اور والدہ اگر مؤمن تھیں تو والد کے بارہ میں توجیہ کی ضرورت پیش آئے گی۔

رابط آیات: الم تر الخ سے کفار و مشرکین کی برائی اور مؤمنین کی تعریف کی گئی ہے۔ آیت اللہ الذی خلق الخ سے توحید ثابت کی جا رہی ہے اور بعض نعمتوں کو یاد دلایا جا رہا ہے۔ آیت واذ قال ابراہیم الخ سے حضرت ابراہیم کی مقبول دعاؤں کا ذکر ہے۔

﴿تشریح﴾: بھلائی کی طرف بڑوں ہی کو آگے بڑھنا چاہیئے: آیت الم تر الی الذین الخ میں قریش مکہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ملک کی ریاست و پیشوائی کی باگ ڈور انہی کے ہاتھ میں تھی اور عام لوگ انہی کے پیچھے چلتے تھے۔ لیکن ان کی محرومی دیکھو کہ کس طرح اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کر رہے ہیں اور کلمہ طیبہ کی جگہ کلمہ خبیثہ کو شعار بنالیا ہے؟ اللہ نے انہیں قوم کی پیشوائی دی تھی۔ پس ان کا فرض تھا کہ دعوت حق کی قبولیت میں سب سے آگے ہوتے اور قوم کی سچی رہنمائی کرتے مگر انہوں نے استبداد و نعمت کی راہ پسند کی۔ خود بھی گمراہ ہوئے اور اپنی قوم کو بھی گمراہی میں دھکیل دیا۔ قریش مکہ کے کفران نعمت کے ذکر کے بعد ہی روئے خن مومنوں کی طرف پھر گیا۔ فرمایا کہ انہیں چاہیئے کہ نعمت کی قدر کریں ناشکری سے بچیں، نماز قائم کرنے اور انفاق فی سبیل اللہ میں سرگرم رہیں۔

ربوبیت ہی دلیل معبودیت ہے: آیت اللہ الذی الخ میں برہان ربوبیت سے استدلال ہے۔ فرماتے ہیں اپنی زندگی کی حاجتوں کو دیکھو اور پھر ربوبیت الہی کی بخششوں اور کار فرمائیوں پر نظر ڈالو۔ زندگی کی کوئی قدرتی احتیاج ایسی نہیں ہے جس کا قدرتی انتظام نہ کر دیا گیا ہو اور کارخانہ عالم کا کوئی حصہ ایسا نہیں جو تمہارے لئے افادہ اور فیضان نہ رکھتا ہو۔ حتیٰ کہ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی ہر چیز صرف اسی لئے بنی ہے کہ تمہاری کوئی نہ کوئی ضرورت پوری کر دے اور کسی نہ کسی شکل میں خدمت و نفع رسانی کا ذریعہ ہو۔ پھر کیا یہ ممکن ہے کہ یہ سب کچھ بغیر ارادہ کے ظاہر ہو گیا اور کوئی ربوبیت رکھنے والی ہستی موجود نہ ہو؟ اگر ایک ایسی ہستی موجود ہے تو

ہر طرح کی عبادتوں کی مستحق اس کی ذات ہے یا ان کی جو حاجتوں میں خود کسی پروردگار کی پروردگاریوں کے محتاج ہیں۔

ماذی اور شرعی اسباب یکجا ہو سکتے ہیں یا نہیں؟..... بارش کے آسمان سے برسنے پر بعض کو یہ شبہ ہوا ہے کہ بعض دفعہ پہاڑوں کے اوپر کھڑے ہونے سے نیچے پانی برستا ہوا نظر آتا ہے اور پہاڑ کے اوپر کا حصہ خشک رہتا ہے اگر بارش آسمان سے برسی تو پہاڑ پر بھی برسی چاہیے تھی؟

لیکن یہ شبہ اس طرح صحیح نہیں کہ ممکن ہے بارش کا پانی غیر محسوس طور پر بادل میں آجاتا ہو اور قطرات نظر نہ آتے ہوں لیکن بادلوں سے نیچے قطرات چمکتے نظر آتے ہوں۔ رہا فلاسفہ کے نزدیک بخارات کو بارش کا سبب ماننا ممکن ہے دونوں مل کر بارش کا سبب ہوں۔ ایک ظاہری دوسرا باطنی۔ یا یوں کہا جائے کہ دونوں الگ الگ مستقل سبب ہیں۔ کبھی ایک سبب پایا جاتا ہے کبھی دوسرا اور اسباب میں تزام نہیں ہوا کرتا اور آیت من کل ما سألتموه الخ میں جلال محقق نے و علی حسب المصالح کی قید لگائی ہے۔ اس سے اس شبہ کا جواب ہو گیا کہ بعض چیزیں ہم مانگتے ہیں مگر نہیں ملتیں پھر کل دعاؤں کی قبولیت کا دعویٰ کیسے کیا گیا ہے؟ جواب کا حاصل یہ ہے کہ مصلحت الہیہ جن دعاؤں سے متعلق ہو وہ سب قبول کی جاتی ہیں اور بعض نے یہ توجیہ کی ہے کہ لفظ کل تکثیر کے لئے ہے۔ یعنی اکثر دعائیں قبول کر لی جاتی ہیں ساری دعاؤں کی قبولیت کا دعویٰ نہیں کیا جا رہا ہے کہ اشکال ہو۔

خدا کی بے شمار نعمتیں:..... اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا بے شمار ہونا اس طرح ہے کہ جو منافع اور فوائد انسان کو سر دست حاصل ہیں اور جن نقصانات سے وہ بچا رہتا ہے اول تو وہ بکثرت ہیں۔ پھر ان منافع کے اسباب و مقدمات کا ابتدائی سلسلہ پھر ان کے بعد کی مصلحتوں اور حکمتوں کا سلسلہ کہ وہ بھی نعمتیں ہیں۔ بیشمار ہیں کہ عادتاً ان کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔ اسی لحاظ سے نعمتوں کو بیشمار فرمایا گیا ہے۔ اور ان الانسان الخ میں انسان سے مراد جنس انسان ہے خواہ بعض افراد کے اعتبار ہی سے سہی۔ اس لئے اب یہ شبہ نہیں رہا کہ ہر انسان تو ناشکر نہیں ہے۔

مشرکین مکہ کی ناشکری:..... آیت واذ قال ابراہیم الخ اس ناشکری کی ایک مناسب مقام کی مثال بیان کر دی۔ فرمایا کہ اس سے بڑھ کر ناشکری اور کیا ہو سکتی ہے جو قریش مکہ نے کی ہے؟ وہ دنیا کے ایک ایسے گوشہ میں رہتے ہیں جو انسانی آبادی کے لئے زیادہ سے زیادہ ناموزوں مقام تھا۔ ایک بے آب و گیاہ ریگستان جہاں درندے بھی بھٹ نہ بنائیں اور پرند بھی ہوا میں اڑنا پسند نہ کریں۔ لیکن اللہ نے اپنے فضل و کرم سے ایسا دلچسپ اور معمور مقام بنادیا کہ انسانی دل بے اختیار اس کی طرف کھنچنے لگے اور زمین کی ساری پیداوار جو کبھی سرسبز و شاداب ملک میں مل سکتی ہیں اس بنجر سرزمین میں مہیا ہو گئیں۔ یہ انقلاب کس طرح ہوا؟ حضرت ابراہیم نے اگر یہاں دین حق کی عبادت گاہ بنائی اور اس کی پاسبانی اپنی اولاد کے سپرد کی۔ اس ویرانہ کو آباد کرنے کے سلسلہ میں ان کی دعا اس طرح مقبول ہوئی کہ عرب اور غیر عرب کے سالانہ اجتماع کا مرکز بن گیا۔ رؤساء قریش انہی کی نسل سے ہیں اور انہی کی برکتوں کا ظہور ہیں۔ لیکن انہوں نے اس نعمت کا حق کس طرح ادا کیا؟ ملت ابراہیمی سے منحرف ہو گئے، ظلم و گمراہی کو اپنا شیوہ بنالیا، وہ دین حق جس کے قیام کے لئے یہ عبادت گاہ بنائی گئی تھی بت پرستی سے بدل گیا۔ قریش اب اپنی تمام طاقتیں اس دعوت کی مخالفت میں خرچ کر رہے ہیں جو اس ملت ابراہیمی کی تجدید ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کی پانچوں دعائیں مقبول:..... حضرت ابراہیمؑ نے پانچ دعائیں فرمائی اور وہ سب مقبول ہوئیں۔ پہلی دعا مکہ کے حرم بننے کی تھی وہ مقبول ہوئی حدیث میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے مکہ کو حرم بنوایا۔ لیکن اگر کوئی شخص اس امن کو توڑ دے اور خلاف ورزی کرے تو اس سے شبہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ امن سے مراد مستحق امن ہوتا ہے اور استحقاق امن خلاف ورزی کے بعد بھی رہتا ہے۔ یہاں ہذا البلد امننا معرفہ آیا ہے اور سورۃ بقرہ میں ہذا البلد امننا فرمایا گیا ہے۔ دونوں میں کچھ تعارض نہیں ہے۔ اس سے اس جگہ کا پہلے سے شہر ہونا لازم نہیں آتا۔ بلکہ یہ ایسا ہی ہے۔ جیسے کہا جائے اجعل هذا الخاتم حسنا یعنی اس انگلی کو اچھا بنانا۔ پس اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ انگلی جس کو بنانا ہو پہلے سے تیار ہو۔ ایسی ترکیب سے زیادہ مقصد مفعول ثانی پر زور دینا ہوتا ہے۔

رہی یہ بات کہ حضرت ابراہیمؑ نے یہ دونوں لفظ کہے تھے یا ایک لفظ۔ سودونوں احتمال ہیں۔ مثلاً اول بلدا امننا کہا ہو جس میں آبادی بنوانے کی دعا ہو اور پھر ہذا البلد امننا کہا ہو جس میں زیادہ مقصود امن کی دعا ہو اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ایک ہی لفظ کہا ہو جس میں آبادی کی بھی دعا مقصود ہو۔ لیکن امن کی دعا زیادہ مطلوب بھی تھی اس لئے نقل کرنے میں دونوں تعبیریں صحیح ہو گئیں۔ پہلی تعبیر تو دونوں کی مقصودیت کی بناء پر اور دوسری تعبیر امنیت کی زیادہ مقصودیت کی وجہ سے تھی۔

دوسری دعا اجنبنی وبنی الخ میں وبنی سے مراد بلا واسطہ صلی اولاد ہے۔ اس لئے اگر بعد کی اولاد میں شرک آ گیا تو اس سے قبولیت دعا پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ باقی حضرت ابراہیمؑ تو نبی معصوم ہونے کی وجہ سے ہمیشہ سے شرک سے بچے ہوئے تھے۔ پھر اس سے محفوظ رہنے کی دعا کے کیا معنی؟ جواب یہ ہے کہ آئندہ بھی ہمیشہ کے لئے حفاظت کی دعا ہے۔ رہا یہ شبہ کہ نئی کے لئے عصمت چونکہ لازم ہے۔ اس لئے شرک سے حفاظت بھی ہمیشہ رہے گی پھر اس کی دعا کا کیا حاصل؟ علامہ آلوسیؒ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ نئی کے لئے معصومیت اللہ کی توفیق سے ہے اس کا لزوم طبعی نہیں ہے۔ اس لئے دعا کی ضرورت ہے۔

تیسری دعا نماز کا اہتمام برقرار رکھنے کی قبول ہوئی۔ جو نبی دعا لوگوں کے دلوں کو حرم کی طرف مائل کرنے کی بھی قبول ہوئی۔ سب سے پہلے قبیلہ جرہم آکر آباد ہوا۔ حضرت اسماعیلؑ کی شادی بھی اسی خاندان سے ہوئی اور پانچویں دعا رزق کے بارہ میں بھی قبول ہوئی چنانچہ طائف سے اور دوسرے شہروں سے بکثرت آمد ہوئی بلکہ اب تو مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ میں زراعت اور باغات کی طرف رجحان ہو چلا ہے اور اس کے امکانات بھی کچھ روشن ہو رہے ہیں۔

مشرکین کے حق میں دعاء ابراہیمی:..... ومن عصانی فانك غفور رحيم میں اگر نافرمانی سے مراد شرک و کفر ہے تو ان کی مغفرت کا مطلب طلب ہدایت ہے جس کے نتیجہ میں مغفرت و نجات ہو سکے اور والدین میں سے والدہ اگر ایمان لا چکی تھیں تب تو کوئی اشکال نہیں۔ لیکن اگر ایمان ثابت نہ ہو تو ان کے لئے بھی۔ ورنہ صرف والد کے لئے مغفرت کی دعا کرنے کی ایک توجیہ تو جلال محقق کر چکے ہیں اور دوسری توجیہ یہی ہے کہ مقصود ہدایت کی دعا ہے جس کے نتیجہ میں ان کی مغفرت ہو جائے۔

البتہ یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ غالباً یہ دعا بڑھاپے کی حالت میں ہوئی ہے اور ظاہر ہے کہ اس وقت حضرت ابراہیمؑ کے باپ زندہ نہیں ہوں گے۔ پھر آخر دعا کے ہدایت کے ظاہر ہونے کا کیا موقع ہوگا؟ جواب یہ ہے کہ دو حال سے خالی نہیں یا حضرت ابراہیمؑ کو باپ کے مرنے کی اطلاع پہنچ چکی تھی یا نہیں۔ اگر نہیں پہنچی تب تو زندگی کے احتمال اور امید پر دعا کی ہوگی اور اگر مرنے کی خبر ہو گئی تو بشرط

ایمان مغفرت کی دعا مقصود ہوگی۔ پھر جب وحی سے باپ کا کفر پر مرنا معلوم ہوا تو حضرت ابراہیم نے برأت کر لی اور والدہ کا ایمان اگر ثابت نہ ہو تو یہی جواب وہاں بھی ہوگا اس کی کچھ بحث آیت و ماسکان استغفار ابراہیم کے ذیل میں گیارہویں پارہ کے تیسرے رکوع میں گزر چکی ہے۔

کھانے کی طرح پانی بھی اگر چہ ضروری ہے۔ لیکن اس کے لئے غالباً اس لئے دعا نہیں کی ہوگی کہ وادی ہونے کی وجہ سے وہ تو کچھ نہ کچھ جمع ہو ہی جائے گا۔ اسی لئے واد غیر ذی زرع کے ساتھ غیر ذات ماء نہیں فرمایا۔ اور حضرت ابراہیم کی ان دو بیویوں کے علاوہ اگر چہ ایک تیسری کنعانی بیوی بھی تھیں جن سے چھ بچے اور ہوئے تھے۔ لیکن دعا میں صرف حضرت اسماعیل اور اسحاق کی تخصیص شاید یا تو اس لئے ہو کہ اس وقت یہی دو ہوں اور یا ان دونوں کے سب میں برتر ہونے کی وجہ سے خصوصیت برتی ہو۔ اور ان سب دعاؤں کا ایک ہی جلسہ میں ہونا ضروری نہیں۔ اس لئے یہ شبہ نہیں رہا کہ اس وقت حضرت اسماعیل کا بچپن ہوگا۔ جیسا کہ اسکنت کے ظاہر سے سمجھ میں آتا ہے۔ پس اس وقت اسحاق کہاں تھے؟ تو ممکن ہے دونوں کے لئے الگ الگ وقتوں میں دعا کی ہو۔

لطا ئف آیات: آیت وان تعدوا الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی نعمت کا دائرہ اتنا وسیع ہے۔ کہ اہل جہنم تک اس سے باہر نہیں۔ چنانچہ عبد اللہ بن مسعود کی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جہنمیوں پر بھی احسان ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس سے بھی زیادہ تکلیف دے سکتا تھا۔

آیت واجنبی وبنی الخ سے معلوم ہوا کہ انبیاء معصوم ہوتے ہوئے بھی جب بے خوف نہیں ہوتے تو پھر ان کا کیا ذکر جو ہر وقت نفس و شیطان کے پھندوں میں پھنسے رہتے ہیں ان کو کب ناز کا موقعہ ہے۔

آیت ربنا انی اسکنت الخ سے بعض غالی صوفیوں نے استدلال کیا ہے کہ توکل کی رو سے ایسے مقامات پر اپنے اہل و عیال کو رکھنا جائز ہے جہاں کچھ سرو سامان نہ ہو، لیکن یہ استدلال صحیح نہیں، کیوں کہ حضرت ابراہیم نے وحی سے ایسا کیا اور چنانچہ حدیث میں ہے حضرت ہاجرہ نے پوچھا کہ کیا آپ کو حق تعالیٰ نے حکم دیا تھا تو حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ ہاں! کہنے لگیں پھر وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا اور اب کس پر وحی آتی ہے کہ ایسا کرنا جائز ہو؟

آیت فاجعل افئدة الخ سے معلوم ہوا کہ ضرورت کی حد تک اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے مال و عزت کا طلب کرنا جائز ہے۔ بالخصوص جب کہ دین کی تائید کا ذریعہ ہو۔ جیسا کہ آیت میں نماز کے قیام اور شکر گزاری کی غرض ظاہر کی گئی ہے۔

قَالَ تَعَالَى وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ الْكَافِرُونَ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِأَعَذَابٍ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ ﴿۴۲﴾ لِهَؤُلَا مَاتَرَى يُقَالُ شَخْصٌ بَصَرُ فَلَانِ أَيْ فَتَحَهُ فَلَمْ يَغْمِضْهُ مُهْطِعِينَ مُسْرِعِينَ جَالٍ مُقْنِعِي رَأْيِهِمْ إِلَى السَّمَاءِ لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ بَصَرُهُمْ وَأَفْنَدَتْهُمْ قُلُوبُهُمْ هُوَ آءُ ﴿۴۳﴾ خَالِيَةً مِنَ الْعَقْلِ لِفَزَعِهِمْ وَأَنْذِرِ خَوْفَ يَامُحَمَّدُ النَّاسَ الْكُفَّارَ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ هُوَ يَوْمُ الْقِيَمَةِ فَيَقُولُ الَّذِينَ ظَلَمُوا كَفَرُوا رَبَّنَا أَخْرَنَا بِأَنْ تَرَدُّ نَا إِلَى الدُّنْيَا إِلَى أَجَلٍ

قَرِيبٌ نُّجِبُ دَعْوَتَكَ بِالتَّوْحِيدِ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ فَيُقَالُ لَهُمْ تَوْبِيحًا أَوْ لَمْ تَكُونُوا أَقْسَمْتُمْ حَلَفْتُمْ
 مِّنْ قَبْلُ فِي الدُّنْيَا مَا لَكُمْ مِّنْ زَائِدَةٍ زَوَالٍ ﴿۴۳﴾ عَنْهَا إِلَى الْآخِرَةِ وَسَكَنْتُمْ فِيهَا فِي مَسْكِنِ الَّذِينَ
 ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ بِالْكَفْرِ مِنَ الْأَمَمِ السَّابِقَةِ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ مِنَ الْعُقُوبَةِ فَلَمْ تَنْزَجِرُوا
 وَضَرَبْنَا بَيْنًا لَكُمْ الْأَمْثَالَ ﴿۴۴﴾ فِي الْقُرْآنِ فَلَمْ تَعْتَبِرُوا وَقَدْ مَكَرُوا بِالنَّبِيِّ صَلَّعَ مَكْرَهُمْ حَيْثُ
 أَرَادُوا قِتْلَهُ أَوْ تَقْيِيدَهُ أَوْ اخْرَاجَهُ وَعِنْدَ اللَّهِ مَكْرُهُمْ أَى عِلْمُهُ أَوْ جَزَاءُهُ وَإِنْ مَا كَانَ مَكْرُهُمْ وَإِنْ عَظَمَ
 لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿۴۵﴾ الْمَعْنَى لَا يُعْبَأُ بِهِ وَلَا يَضُرُّ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَالْمُرَادُ بِالْجِبَالِ هِنَا قِيلَ حَقِيقَتُهَا وَقِيلَ
 شَرَائِعُ الْإِسْلَامِ الْمُشَبَّهَةُ بِهَا فِي الْقَرَارِ وَالثَّبَاتِ وَفِي قِرَاءَةِ بَفَتْحِ لَامٍ لِتَزُولَ وَرَفَعَ الْفِعْلِ فَإِنْ مُحَقَّقَةٌ
 وَالْمُرَادُ تَعْظِيمُ مَكْرِهِمْ وَقِيلَ الْمُرَادُ بِالْمَكْرِ كُفْرُهُمْ وَيُنَاسِبُهُ عَلَى الثَّانِيَةِ تَكَادُ السَّمَوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ
 وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَذَا وَعَلَى الْأُولَى مَا قَرِئَ وَمَا كَانَ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ مُخْلِفًا وَعْدَهُ رُسُلَهُ
 بِالنَّصْرِ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ غَالِبٌ لَا يُعْجِزُهُ شَيْءٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۴۶﴾ مِمَّنْ عَصَاهُ أذْكَرُ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ
 غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمَوَاتُ هُوَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَيُحْشِرُ النَّاسَ عَلَى أَرْضٍ بَيْضَاءَ نَقِيَّةٍ كَمَا فِي حَدِيثِ
 الصَّحِيحَيْنِ وَرَوَى مُسْلِمٌ حَدِيثًا سَمِعَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْنَ النَّاسُ يَوْمَئِذٍ قَالَ عَلَى الصِّرَاطِ وَبَرَزُوا
 خَرَجُوا مِنَ الْقُبُورِ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۴۷﴾ وَتَرَى يَامُحَمَّدُ تَبْصُرُ الْمُجْرِمِينَ الْكَافِرِينَ يَوْمَئِذٍ
 مُّقْرَّنِينَ مَشْدُودِينَ مَعَ شَيَاطِينِهِمْ فِي الْأَصْفَادِ ﴿۴۸﴾ الْقُبُودِ أَوِ الْأَغْلَالِ سَرَابِيلُهُمْ فَمُصَّهُمْ مِّنْ قَطْرَانٍ
 لِأَنَّهُ أَبْلَغُ لِاشْتِعَالِ النَّارِ وَتَغْشَى تَعْلُوا وَجُوهَهُمُ النَّارُ ﴿۴۹﴾ لِيَجْزِيَ مُتَعَلِّقٌ بِبَرَزُوا اللَّهُ كُلُّ نَفْسٍ مَا
 كَسَبَتْ مِّنْ خَيْرٍ وَشَرٍّ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿۵۰﴾ يُحَاسِبُ جَمِيعَ الْخَلْقِ فِي قَدْرِ نِصْفِ نَهَارٍ مِّنْ أَيَّامِ
 الدُّنْيَا لِحَدِيثِ بَذَاكَ هَذَا الْقُرْآنُ بَلَّغٌ لِلنَّاسِ أَى أَنْزَلَ لِتَبْلِيغِهِمْ وَلِيُنْذِرُوا بِهِ وَلِيَعْلَمُوا بِمَا فِيهِ مِنَ
 الْحُجَجِ أَمَّا هُوَ أَى اللَّهُ الْوَاحِدُ وَلِيُذَكِّرَ بِإِدْعَامِ التَّاءِ فِي الْأَصْلِ فِي الذَّالِ يَتَعَطَّ أُولُوا
 الْأَلْبَابِ ﴿۵۱﴾ أَصْحَابُ الْعُقُولِ

ترجمہ:..... (اللہ فرماتے ہیں) اور تم یہ مت سمجھو کہ اللہ تعالیٰ غافل ہیں ظالموں (مکہ کے کافروں) کے عمل سے، دراصل ان کو (بلا عذاب) اللہ نے صرف اس دن تک مہلت دے رکھی ہے جس میں ان لوگوں کی نگاہیں پتھرا جائیں گی (دہشت ناک منظر دیکھ کر بولتے ہیں شخص فلان یعنی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں) دوڑتے ہوں گے (جلدی جلدی یہ حال ہے) اپنے سر آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے۔ نگاہیں ہیں کہ لوٹ کر آنے والی نہیں اور دل ہیں کہ بالکل بدحواس ہیں (ہوش کھوئے ہوئے ہیں گھبراہٹ کے مارے)

اور (اے محمد!) آپ ان لوگوں (کافروں) کو اس دن سے ڈرائیے جب ان پر عذاب آپڑے گا (قیامت کے دن) پھر یہ ظالم (کافر) لوگ کہیں گے چور دگارا! ہمیں مہلت دیجئے (دنیا میں واپس بھیج دیجئے) تھوڑی سی مدت کے لئے۔ ہم آپ کا سب کہنا مان لیں گے (توحید کے سلسلہ میں) اور پیغمبروں کی پیروی کریں گے (لیکن ڈانٹتے ہوئے ان سے کہا جائے گا) کیا تم نے اس سے پہلے (دنیا میں) قسمیں نہ کھائیں تھیں کہ تمہیں کسی طرح کا زوال ہی نہیں؟ (من زائد ہے دنیا سے آخرت کی طرف جانا نہیں ہے) تم انہیں لوگوں کی بستیوں میں سے تھے۔ جنہوں نے اپنی جانوں کے ساتھ نا انصافی کی تھی (یعنی پہلی امتوں میں سے جنہوں نے کفر کیا تھا) اور تمہیں یہ بھی اچھی طرح معلوم ہو گیا تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا تھا (سزا کا لیکن وہ پھر بھی باز نہیں آئے تھے) نیز تمہیں سمجھانے کے لئے ہم نے طرح طرح کی مثالیں بھی بیان کر دیں (قرآن میں مگر تم نے پھر بھی کوئی عبرت حاصل نہیں کی) ان لوگوں نے (نبی کریم ﷺ کے ساتھ) اپنی سی ساری تدبیریں کر ڈالیں تھیں (آپ کو قتل کرنے، قید کرنے کی، جلا وطن کرنے کی سازشیں کی) اور اللہ کے پاس ان کی ساری تدبیروں کا جواب تھا (یعنی ان کی تدبیروں کا اللہ کو علم تھا یا ان کی سزا اللہ کے پاس تھی) اور ان کی تدبیریں ایسی ہی نہیں تھیں۔ کہ (خواہ کتنی ہی بڑی ہوں) کہ پہاڑوں کو جگہ سے ہلا دیں (یعنی وہ تدبیریں کچھ وزنی یا نقصان دہ نہیں تھیں مگر انہیں کے لئے اور پہاڑ سے یہاں مراد بعض حضرات نے حقیقتہً پہاڑ لئے ہیں اور بعض کی رائے میں احکام اسلامی کو پہاڑ سے تشبیہ دی گئی ہے پائنداری اور مضبوطی میں اور ایک قرأت میں لتسزول کا پہلا لام مفتوح اور فعل مرفوع ہے۔ اس صورت میں ان مخففہ ہوگا اور مراد تدبیروں کا بڑا ہونا ہوگا اور بعض نے کہا یہ کہ مکر سے مراد کفر ہے اور اس دوسری قرأت کے مناسب یہ آیت بھی ہے تکاد السموات يتفطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبال هدا اور پہلی قرأت کے مناسب اس آیت کی ایک قرأت لفظ و ماکان کے ساتھ ہے) پس ایسا خیال نہ کرنا کہ اللہ اپنے رسولوں سے جو وعدہ (نصرت) کر چکا ہے اس کے خلاف کرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑا زبردست ہے (کوئی طاقت اسے زیر دست نہیں بنا سکتی) پورا بدلہ لینے والا ہے (نافرمانوں سے، یاد کیجئے) وہ دن کہ جب یہ زمین بدل کر دوسری ہی زمین ہو جائے گی اور آسمان بھی بدل جائیں گے (قیامت کے روز، ایک صاف سفید زمین پر لوگوں کا حشر ہوگا۔ جیسا کہ صحیحین کی حدیث میں آیا ہے۔ اور مسلم کی روایت ہے کہ آنحضرتؐ سے دریافت کیا گیا کہ لوگ اس روز کہاں جائیں گے؟ فرمایا کہ پل صراط پر ہوں گے) اور سب کے سب (قبروں سے نکل کر) اللہ یگانہ اور زبردست کے حضور پیش ہوں گے اور (اے محمد) تم اس دن مجرموں (کافروں) کو دیکھو گے کہ جکڑے ہوئے ہیں (اپنے شیطانوں سمیت بندھے ہوئے ہوں گے) زنجیروں میں (بیڑیوں اور رسولوں میں) ان کے کرتے گندھک کے ہوں گے۔ یہ اس لئے ہوگا (کیوں کہ یہ آگ کو بہت جلد پکڑنے والی ہوتی ہے) اور آگ کے شعلے ان کے چہروں پر لپٹے ہوں گے۔ یہ اس لئے ہوگا کہ (اس کا تعلق بسرزوا کے ساتھ ہے) اللہ ہر جان کو اس کی کمائی کے مطابق (بھلائی برائی کا) بدلہ دے دے۔ بلاشبہ وہ حساب لینے میں بہت تیز ہے (کہ ساری دنیا کا حساب کتاب۔ دنیا کے اعتبار سے آدھے دن میں بنا دے گا۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے) یہ (قرآن) انسانوں کے لئے ایک پیام ہے (جو ان کی تبلیغ کے لئے اتارا گیا ہے) کہ وہی (یعنی اللہ) ایک معبود برحق ہے۔ نیز اس لئے کہ اس سے نصیحت پکڑیں (در اصل اس میں تاء کا ذال میں ادغام ہو رہا ہے یعنی يتعظ) سمجھ بوجھ والے (دانشمند)۔

تحقیق و ترکیب:..... غافل حق تعالیٰ کے لئے غفلت چونکہ محال ہے اس لئے لازمی معنی لئے جائیں گے۔ یعنی بدلہ نہ دینا اور چھوڑ دینا۔ مہطعین مقنعی رؤسہم دونوں منصوب علی الحال ہیں۔ حضرت اسرافیلؑ بلند ٹیلہ پر کھڑے ہو کر آواز لگائیں گے ایتھا

العظام البالية تو سب ان کی طرف دوڑیں گے۔ یوم تبدل الارض قیامت کے روز زمین کی تبدیلی میں اختلاف ہے۔ بعض نے اوصاف کی تبدیلی مراد لی ہے یعنی اس کے پہاڑ اور نہریں سب ختم ہو کر زمین یکساں ہو جائے گی اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ زمین تو ایسی ہی رہے گی۔ لیکن آسمان میں تبدیلی ہوگی کہ ستارے پھیل جائیں گے۔ سورج چاند گرہن ہو جائیں گے۔ آسمان پھٹ کر دروازے بن جائیں گے اور بعض کی رائے ہے کہ زمین آسمان بدل کر دوسرے ہو جائیں گے اور ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایسی سفید زمین پر لوگوں کا حشر ہوگا۔ جس پر کوئی خطا نہیں ہوئی ہوگی اور حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ زمین چاندی کی اور آسمان سونے کا ہو جائے گا۔ روی مسلم حضرت عائشہؓ کی روایت ہے۔ قالت قال رسول الله ﷺ یوم تبدل الارض غیر الارض۔ این الناس یومئذ، قال سئلتنی عن شیء ما سألتنی احد قبلك الناس یومئذ علی الصراط آیت میں آسمان زمین کی تبدیلی دونوں طرح کی مراد ہو سکتی ہے۔ ذاتی بھی اور صفاتی بھی۔ صفاتی تبدیلی تو نعمہ صعق سے پہلے ہوگی کہ ستارے بکھر جائیں گے، آفتاب ماہتاب بے نور ہو جائیں گے آسمان بھی تیل کی طرح ہوگا۔ زمین پھٹ جائے گی۔ پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑے پھریں گے اور ذاتی تبدیلی اس طرح ہوگی کہ زمین چاندی کی اور آسمان سونے کا ہو جائے گا۔ مقررین جیسا کہ دوسری آیت نقیض له شیطانا فهو له قرین اور آیت فدرک لنحشرنهم والشیاطین سے معلوم ہوتا ہے۔ قطران یہ فتح قاف اور کسر طاء کے ساتھ اور سکون طاء کے ساتھ دونوں لغت ہیں۔ پہلی عام قرأت ہے اور دوسری حضرت عمرؓ کی قرأت ہے۔ ایک تیل ہوتا ہے جو خارش اونیٹ کو ملا جاتا ہے جس سے خارش اچھی ہو جاتی ہے۔

رابط آیات:..... پہلی آیت ومن ورائه الخ میں جہنم کا ذکر کیا گیا تھا۔ آیت ولا تحسبن الله الخ میں بھی یہی مضمون ہے۔ آیت هذا بلاغ للناس الخ میں توحید و رسالت و معاد اور قرآن کا تعلق جامع مضمون بیان کیا گیا ہے۔

﴿تشریح﴾..... وسکنتم الخ میں ایسے کفار کو خطاب ہے جن سے پہلے کی امت کو عذاب ہو چکا ہو۔ اس توجیہ کے بعد اب تسلسل لازم نہیں آئے گا کہ ہر رہنے والے کے لئے ظالموں کے گھر میں جب رہنا ضروری ہوا اور پھر وہ ظالم بھی دوسرے ظالموں کے گھر میں رہنے والے ہوئے تو اس طرح تسلسل لازم آئے گا۔ لیکن جب بعد کے کافر مراد ہوں گے تو یہ اشکال نہیں رہے گا۔ بلکہ سیاق و سباق بتلا رہا ہے کہ بعد کے کفار میں بھی خاص اس امت کے کافر مراد ہیں اور ان کا ان بتلائے عذاب لوگوں کے گھروں میں رہنے کا مطلب یہ ہے کہ ملک شام کی طرف اہل عرب تجارتی اسفار میں ان جگہوں میں ٹھہرتے تھے اور یہاں یہ مطلب ہے کہ طوفان نوح میں چونکہ سب کافر غرق ہو گئے تھے اور عرب لوگ جہاں رہتے تھے وہ جگہیں بھی انہیں میں سے ہیں جن پر عذاب الہی نازل ہوا۔

قیامت میں زمین و آسمان بدل جائیں گے:..... زمین و آسمان کے بدلنے سے مراد ذات اور صفت کے اعتبار سے دونوں طرح صحیح ہے۔ کیونکہ زمین و آسمان کے بدلنے میں مادہ تو پہلا ہی ہوگا۔ مگر ہیئت بدل دی جائے گی پس اگر ہیئت کو جزو ذات مانا جائے تو تبدیل ذاتی کہلائے گی اور خارج ذات قرار دیا جائے تو صفاتی تبدیلی کہلائے گی اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین و آسمان میں کچھ اور تبدیلی بھی ہوگی جس میں اہل محشر زمین کی بجائے پل صراط پر ہوں گے باقی اس تبدیلی کی حکمت اللہ ہی کو معلوم ہے۔ بہر حال جس حادثہ کو قرآن نے قیامت سے تعبیر کیا ہے وہ اجرام سماویہ کا ایسا حادثہ ہوگا جو کہ کرۂ ارض کو بالکل بدل دے گا۔ نہ تو

زمین وہ زمین رہے گی جو کہ اب ہے۔ نہ آسمان ویسا آسمان ہوگا جیسا کہ اب نظر آرہا ہے۔ رہا کسی کی تدبیروں سے پہاڑوں کا ٹل جانا سو یہ ایک محاورہ ہے جو کسی چیز کی قوت بیان کرنے کے لئے بولا جاتا ہے اور آج کل تو ایسی ایٹمی مایجادات ہو گئی ہیں جن سے بڑے بڑے پہاڑ غاروں میں تبدیل کئے جاسکتے ہیں۔ آخری آیت میں بلاغ سے مراد تصدیق رسالت ہے اور لیندروا سے مراد معاد کی تصدیق ہے اور لیعلموا سے مراد توحید کی تصدیق ہے اور لیدکسر میں مالی اور بدنی عبادات مراد ہیں۔ اس طرح یہ آیت تمام مضامین سورت کی جامع ہو گئی۔

لطائف آیات: آیت وان کان مکرم الخ سے معلوم ہوا کہ کسی بات میں مبالغہ کرنا جس کی حقیقت ضرب المثل ہوتی ہے سچ کے خلاف نہیں سمجھنا چاہیئے۔ خاص کر غلبہ حال کے وقت کہ عبارت اپنے ظاہر سے تو خارج ہوتی ہے۔ مگر اس کا مدلول اہل مناسبت کے نزدیک ظاہر ہوتا ہے۔



نوٹ

سورۃ الحجر کی پہلی آیت تیرھویں پارہ کی ہے لیکن اس تفسیر میں سورتوں کا اعتبار کیا گیا ہے لہذا اسے چودھویں پارہ کی ابتداء میں ملاحظہ فرمائیں

﴿پارہ نمبر ۱۴﴾



صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۲۶۲	آیت وحدیث میں تعارض	۲۲۷	ربما
۲۶۲	انسان کو کسی بات پر مجبور نہیں کیا گیا	۲۳۱	قرآنی روشنی
۲۶۳	آخرت کا عقیدہ کوئی انوکھا خیال نہیں تھا	۲۳۱	قرآنی اعجاز
۲۶۳	خدا کا ارادہ کن فیکونی	۲۳۲	حفاظت قرآنی
۲۶۶	اسلام میں سب سے پہلی ہجرت	۲۳۲	شبہات کا جواب
۲۶۶	سائے بھی قدرت الہی کے عجائبات میں سے ہیں	۲۳۲	آسمانی بارہ برج
۲۶۷	مختلف قسم کی آفتیں	۲۳۲	جمال فطرت کی جلوہ گری
۲۷۰	فرشتے دیوتا اور دیویاں ہیں یا خدا تعالیٰ کی بیٹیاں	۲۳۳	شیطانوں کا چوری چھپے آسمانی خبریں سننا
۲۷۰	عورتوں کی نسبت مشرکین کا متضاد خیال	۲۳۳	دو شبہات کا جواب
۲۷۱	دختر کشی کی رسم	۲۳۳	آنحضرت کی بدولت شیاطین آسمان سے روک دیئے گئے
۲۷۱	خدا تعالیٰ انسانی تصور کی گرفت سے باہر ہے	۲۳۳	شبہات کے اسباب
۲۷۱	قانون امہال	۲۳۳	بارش کا سبب
۲۷۱	عقل کی در ماندگی اور وحی کی وسعت	۲۳۳	زمین کا گول ہونا
۲۷۷	دودھ ایک بہترین نعمت ہے	۲۳۳	زمینی چیزوں کا طبعی تناسب
۲۷۷	غلاظت و خون کے بیچ میں سے دودھ کی نہر نکلتی ہے	۲۳۵	خدا کی مقررہ نظام
۲۷۷	پھلوں کی پیداواری	۲۳۵	زندگی اور موت کا اندازہ
۲۷۸	دورائیں	۲۴۰	انسان و شیطان کی پیدائش میں حکمت
۲۷۸	شہد بیماریوں کے لئے شفا ہے	۲۴۰	دو شبہوں کا جواب
۲۷۸	شہد کی مکھی قدرت الہی کا نمونہ ہے	۲۴۰	خصائص جنات
۲۷۹	مٹھائی کی تاریخ	۲۴۱	جہنم کے سات دروازے
۲۷۹	سب روزی کے یکساں مستحق ہیں	۲۴۶	قوم لوط پر عذاب کا وقت
۲۷۹	اللہ تصور کی گرفت سے باہر ہے	۲۴۶	خدا کی طرف سے قسموں کا استعمال
۲۷۹	اللہ ہی اپنی صحیح تمثیل بیان کر سکتا ہے	۲۴۶	ایک اور مدین اور حجر پر عذاب
۲۸۳	علم و عقل کی روشنی میں	۲۴۷	برائی سے درگزر کرنا
۲۸۳	بخشائش الہی	۲۴۷	حکم الہی کی برتری
۲۹۰	آیت کی جامعیت	۲۴۷	سورۃ فاتحہ قرآن کا نچوڑ ہے
۲۹۰	عدل و انصاف	۲۴۷	نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کا طریقہ
۲۹۰	محاسن اخلاق	۲۴۸	ایک شبہ اور اس کا جواب
۲۹۰	عہد کی پابندی یا عہد شکنی	۲۴۸	پریشانی کا علاج
۲۹۱	زمانہ جاہلیت اور وفائے عہد پاکیزہ زندگی	۲۵۵	عذاب الہی کا انتظار
۲۹۷	بہترین بستی بدترین بستی بن گئی	۲۵۵	قدرت الہی کا کرشمہ
۲۹۷	حرام و حلال کرنے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے	۲۵۶	زینت و آرائش اور فقر و تکبر میں فرق
۲۹۸	خلیل اللہ کی راہ	۲۵۶	پرستش کے لائق کون ہے؟
۲۹۸	دعوت حق کا طریقہ	۲۵۶	زمین گھومتی ہے یا ہماری ہوتی ہے
۲۹۸	دینی راہ دنیوی راہ کی طرح جھڑے اڑو گئے گی راہ نہیں ہے	۲۵۷	خدا کے انعامات انگنت اور بے شمار ہیں
۲۹۹	کت جنتی قرآن کا طریقہ نہیں ہے	۲۶۱	گناہ کی تاثیر زبرد سے زیادہ بلاکت انگیز ہے
۲۹۹	بدلہ لینے کی اجازت اور اس کی حد	۲۶۱	وحی الہی کے متعلق ماننے اور نہ ماننے والوں کا رد عمل
۲۹۹	قرآنی اصطلاح معقولی اصطلاح سے بدلی ہوئی ہے		

سُورَةُ الْحَجَرِ

سُورَةُ الْحَجَرِ مَكِّيَّةٌ تَسَعُ وَتَسْعُونَ آيَةً

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الرَّحْمَنُ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمُرَادِهِ بِذَلِكَ تِلْكَ هَذِهِ الْآيَاتُ آيَةُ الْكِتَابِ الْقُرْآنِ وَالْإِضَافَةُ بِمَعْنَى مَنْ وَقُرْآنٌ مُبِينٌ ﴿١﴾ مُظْهِرٌ لِلْحَقِّ مِنَ الْبَاطِلِ عَطْفٌ بِزِيَادَةِ صِفَةٍ رُبَّمَا بِالتَّشْدِيدِ وَالتَّخْفِيفِ يَوْدُ يَتَمَنَّى الَّذِينَ كَفَرُوا يَوْمَ الْقِيَمَةِ إِذَا عَايَنُوا حَالَهُمْ وَحَالَ الْمُسْلِمِينَ لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ ﴿٢﴾ وَرُبَّ لِلتَّكْثِيرِ فَإِنَّهُ يُكْثِرُ مِنْهُمْ تَمَنَّى ذَلِكَ وَقِيلَ لِلتَّقْلِيلِ فَإِنَّ الْأَحْوَالَ تُدْهِشُهُمْ فَلَا يُفِيقُونَ حَتَّى يَتَمَنَّوْا ذَلِكَ الْآفَى أَحْيَانًا قَلِيلَةً ذَرَهُمْ أَتْرَكَ الْكُفَّارَ يَا مُحَمَّدُ يَا كُلُّوْا وَيَتَمَتَّعُوا بِدُنْيَاهُمْ وَيُلْهِيهِمْ يُشْغِلُهُمْ الْأَمَلُ بِطُولِ الْعُمُرِ وَغَيْرِهِ عَنِ الْإِيمَانِ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿٣﴾ عَاقِبَةُ أَمْرِهِمْ وَهَذَا قَبْلَ الْأَمْرِ بِالْقِتَالِ وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ زَائِدَةٍ قَرْيَةٍ أُرِيدَ أَهْلُهَا إِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ أَجَلٌ مَّعْلُومٌ ﴿٤﴾ مَحْدُودٌ لِهَلَاكِهَا مَا تَسْبِقُ مِنْ زَائِدَةٍ أُمَّةٍ أَجَلُهَا وَمَا يَسْتَخِرُونَ ﴿٥﴾ يَتَأَخَّرُونَ عَنْهُ وَقَالُوا أَيْ كُفَّارُ مَكَّةَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِيهَا الَّذِي نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ الْقُرْآنُ فِي زَعْمِهِ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ ﴿٦﴾ لَوْ مَا هَلَّا تَأْتِينَا بِالْمَلَكَةِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿٧﴾ فِي قَوْلِكَ إِنَّكَ نَبِيٌّ وَإِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ تَعَالَى قَالَ تَعَالَى مَا نُنْزِلُ فِيهِ حَدَفٌ إِحْدَى التَّائِينَ الْمَلَكَةِ إِلَّا بِالْحَقِّ بِالْعَذَابِ وَمَا كَانُوا إِذَا أَيْ حِينَ نُزُولِ الْمَلَكَةِ بِالْعَذَابِ مُنْظَرِينَ ﴿٨﴾ مُؤَخَّرِينَ إِنَّا نَحْنُ تَاكِيدٌ لِاسْمِ إِنْ أَوْ فَضَّلْ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ الْقُرْآنَ وَإِنَّا لَهُ لَحَفِظُونَ ﴿٩﴾ مِنَ التَّبْدِيلِ وَالتَّحْرِيفِ وَ الزِّيَادَةِ وَالنَّقْصِ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا فِي شِيَعٍ فَرَقَ الْأَوَّلِينَ ﴿١٠﴾ وَمَا كَانَ يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿١١﴾ اسْتَهْزَأَ قَوْمُكَ بِكَ وَهَذَا تَسْلِيَةٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذَلِكَ نَسْلُكُهُ أَيْ مِثْلَ إِدْخَالِنَا التَّكْذِيبَ فِي قُلُوبِ أَوْلِيَاكَ نُدْخِلُهُ فِي قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ ﴿١٢﴾ أَيْ

كُفَّارٍ مَّكَّةَ لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ ﴿۱۳﴾ أَيْ سُنَّةُ اللَّهِ فِيهِمْ
 مِنْ تَعْذِيْبِهِمْ بِتَكْذِيبِهِمْ أَنْبِيَاءَهُمْ وَهَؤُلَاءِ مِثْلُهُمْ وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَاءِ فَظَلُّوا فِيهِ فِي
 الْبَابِ يَعْرُجُونَ ﴿۱۴﴾ يَصْعَدُونَ لِقَالُوا إِنَّمَا سُكَّرَتْ سُدَّتْ أَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُورُونَ ﴿۱۵﴾
 يُخِيلُ الْبَنَاءَ ذَلِكَ وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا إِنْشَى عَشَرَ الْحَمَلُ وَالْثَّوْرُ وَالْجُوزَاءُ وَالسَّرْطَانُ
 وَالْأَسَدُ وَالسَّنْبُلَةُ وَالْمِيزَانُ وَالْعَقْرَبُ وَالْقَوْسُ وَالْجُدَى وَالذَّلُورُ وَالْحُوتُ وَهِيَ مَنَازِلُ الْكَوَاكِبِ السَّبْعَةِ
 السَّيَّارَةِ الْمَرِيخُ وَلَهُ الْحَمَلُ وَالْعَقْرَبُ وَالزَّهْرَةُ وَلَهَا الثَّوْرُ وَالْمِيزَانُ وَعُطَارِدُ وَلَهُ الْجُوزَاءُ وَالسَّنْبُلَةُ وَالْقَمَرُ
 وَلَهَا السَّرْطَانُ وَالشَّمْسُ وَلَهَا الْأَسَدُ وَالْمُشْتَرَى وَلَهُ الْقَوْسُ وَالْحُوتُ وَزُحَلٍ وَلَهُ الْجُدَى وَالذَّلُورُ وَزَيْنَهَا
 بِالْكَوَاكِبِ لِلنَّظَرَيْنِ ﴿۱۶﴾ وَحَفِظْنَاهَا بِالشُّهُبِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ رَّجِيمٍ ﴿۱۷﴾ مَرْجُومٍ إِلَّا لَكِنْ مِنْ
 اسْتَرْقِ السَّمْعَ حَظْفَهُ فَاتَّبَعَهُ لِحَقِّهِ شَهَابٌ مُّبِينٌ ﴿۱۸﴾ كَوْكَبٌ مُّضِيٌّ يُحْرِقُهُ أَوْ يَنْقُبُهُ أَوْ يَحْبِلُهُ
 وَالْأَرْضَ مَدَدَ نَهَا بَسْطَنَاهَا وَالْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ جِبَالًا ثَوَابِتَ لِئَلَّا تَتَحَرَّكَ بِأَهْلِهَا وَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ
 كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُونٍ ﴿۱۹﴾ مَعْلُومٍ مُّقَدَّرٍ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ بِأَلْيَاءٍ مِنَ الثَّمَارِ وَالْحُبُوبِ وَجَعَلْنَا
 لَكُمْ مِنْ لَّسْتُمْ لَهُ بِرِزْقَيْنِ ﴿۲۰﴾ مِنَ الْعَبِيدِ وَالذَّوَابِ وَالْأَنْعَامِ فَإِنَّمَا يَرْزُقُهُمُ اللَّهُ وَإِنْ مَا مِنْ زَائِدَةٍ شَيْءٍ
 إِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ مَفَاتِيحُ خَزَائِنِهِ وَمَا نُنْزِلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ ﴿۲۱﴾ عَلَى حَسَبِ الْمَصَالِحِ وَأَرْسَلْنَا
 الرِّيحَ لَوَاقِحَ تَلْقَحُ السَّحَابَ فَيَمْتَلِئُ مَاءً فَانْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ السَّحَابَ مَاءً مَطَرًا فَاسْقِينَاكُمْوَهُ وَمَا
 أَنْتُمْ لَهُ بِخَازِنِينَ ﴿۲۲﴾ أَيْ لَيْسَتْ خَزَائِنُهُ بِأَيْدِيكُمْ وَإِنَّا لَنَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ وَنَحْنُ الْوَارِثُونَ ﴿۲۳﴾
 الْبَاقُونَ نَرِثُ جَمِيعَ الْخَلْقِ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنْكُمْ أَيْ مَنْ تَقَدَّمَ مِنَ الْخَلْقِ مِنْ لَدُنْ أَدَمَ
 وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِينَ ﴿۲۴﴾ الْمُسْتَأْخِرِينَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ وَإِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ إِنَّهُ حَكِيمٌ فِي
 صُنْعِهِ عَلِيمٌ ﴿۲۵﴾ بِخَلْقِهِ

ترجمہ:..... الف، لام، را (اس کی حقیقی مراد تو اللہ کو معلوم ہے) یہ آیتیں ہیں کتاب کی (مراد قرآن ہے اور اضافت بواسطہ
 من ہے) اور قرآن کی جو روشن ہے (حق و باطل میں امتیاز کرنے والا قرآن کا اور اس کی صفت کا عطف کتاب پر ہو رہا ہے) بار بار (یہ
 لفظ تشدید و تخفیف کے ساتھ پڑھا گیا ہے) آرزوئیں (تمنائیں) کریں گے۔ کافر لوگ (قیامت کے دن، جب ان کی اور مسلمانوں کی
 حالت کا معائنہ کریں گے) کہ کاش! ہم بھی مسلمان ہوتے (لفظ رب تکثیر کے لئے ہے۔ یعنی بار بار ان کی طرف سے یہ تمنائیں
 ہوں گی اور بعض کے نزدیک رب تقلیل بیان کرنے کے لئے ہے۔ کیونکہ قیامت کی ہولناکیوں میں وہ اس درجہ مدہوش ہوں گے کہ
 انہیں اس تمنا کرنے کا بہت ہی کم موقع ملے گا) انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو (اے محمد!) کفار کو ان کے حال پر رہنے دیجئے (کہ وہ کھاپی

لیں اور چین اڑالیں (دنیا میں) امیدوں پر بھولے رہیں (زیادہ لمبی عمر کے خیالی منصوبوں میں پڑ کر ایمان سے محروم رہیں) ان کو ابھی حقیقت معلوم ہوئی جاتی ہے (انجام کار کے متعلق، یہ حکم جہادی حکم سے پہلے کا ہے) ہم نے کبھی کسی بستی (کے باشندوں) کو ہلاک نہیں کیا (من زائد ہے) مگر اسی طرح ان کے لئے ایک ٹھہرائی ہوئی بات تھی۔ جس میں ان کی تباہی مقرر ہو چکی تھی (کوئی امت نہ تو اپنے وقت سے آگے بڑھ سکتی ہے (من زائد ہے) اور نہ پیچھے رہ سکتی ہے اور (کفار مکہ نے نبی کریم ﷺ سے) کہلائے وہ شخص! جس پر نصیحت (اس کے خیال کے مطابق قرآن کی دولت) اتری ہے تو یقیناً دیوانہ ہے۔ تو فرشتے اتار کر کیوں نہیں دکھلا دیتا اگر تو اپنے دعویٰ میں سچا ہے (کہ تو نبی ہے اور یہ قرآن کلام الہی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں) ہم فرشتے بے کار (بلا عذاب کے) نہیں اتارا کرتے اور (جب فرشتے عذاب الہی لے کر آتے ہیں) تو اس وقت انہیں مہلت نہیں دی جاتی بلاشبہ ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور بلاشبہ خود ہم ہی اس کے نگہبان ہیں (رد و بدل، کمی بیشی نہیں ہونے دیں گے) یہ واقعہ ہے کہ ہم نے آپ سے پہلے پچھلے لوگوں میں (پیغمبر) بھیجے۔ لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کسی کے پاس کوئی پیغمبر آیا ہو اور لوگوں نے اس کی ہنسی نہ اڑائی ہو (جس طرح آپ کی قوم آپ کا مذاق اڑا رہی ہے۔ دراصل اس میں آنحضرتؐ کو تسلی دی جا رہی ہے) اسی طرح (جیسے ان کے دلوں میں ہم نے جمادیا ہے) ہم بٹھا دیتے ہیں مجرموں (کفار مکہ) کے دلوں میں کلام حق کی مخالفت، یہ لوگ (نبی کریم ﷺ پر) ایمان لانے والے نہیں ہیں، اور جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں ان سے ایسا ہی برتاؤ ہوتا چلا آیا ہے (یعنی جنہوں نے اللہ کے نبی کو جھٹلایا، اللہ کی عادت انہیں عذاب میں گرفتار کرنے کی رہی ہے، اسی طرح ان کا حال ہوگا) اگر ہم ان کے لئے آسمان کا کوئی دروازہ کھول دیں اور یہ دن دہاڑے اس (دروازہ) پر چڑھنے لگیں، تب بھی یہی کہنے لگیں گے کہ ہماری نظر بندی کر دی گئی ہے۔ بلکہ ہم لوگوں پر بالکل جادو کر دیا گیا ہے (جس سے ہمیں ایسا دکھائی دے رہا ہے) اور یہ ہماری ہی کار فرمائی ہے کہ آسمان میں بڑے بڑے ستارے پیدا کر دیئے (بارہ برج مراد ہیں حمل۔ ثور۔ جوزاء۔ سرطان۔ اسد۔ سنبلہ۔ میزان۔ عقرب۔ قوس۔ جدی۔ دلو۔ حوت۔ یہ بارہ برج سات سیاروں کے منازل کہلاتے ہیں۔ جن کی تفصیل اس طرح ہے کہ مرتخ ستارے کے لئے حمل اور عقرب دو برج ہیں۔ اور زہرہ ستارے کے لئے ثور اور میزان دو برج ہیں۔ اور عطارد ستارے کے لئے جوزاء اور سنبلہ دو برج ہیں اور قمر ستارے کے لئے صرف سرطان برج اور سورج کے لئے بھی صرف برج اسدی اور مشتری ستارہ کے لئے قوس اور حوت دو برج ہیں اور زحل ستارہ کے لئے جدی اور دلو دو برج ہیں) اور اسے دیکھنے والوں کے لئے خوشنما کر دیا (ستاروں سے) نیز اسے (شعلوں کے ذریعہ) ہر شیطان مردود (پھٹکار مارے ہوئے) سے محفوظ کر دیا ہے۔ الا یہ کہ کوئی کن سوئے لینا چاہے (چوری چھپے سن بھاگے) تو پھر ایک چمکتا ہوا شعلہ اس کا تعاقب کرتا ہے (روشن ستارہ سے اسے بھسم کر دیا جاتا ہے یا چھید دیا جاتا ہے یا اسے خبطی بنا دیا جاتا ہے) اور ہم نے زمین بچھادی (پھیلا دی) اور اس میں بھاری پہاڑ گاڑ دیئے (مضبوط پہاڑ، تاکہ وہ اپنے باشندوں کو لئے ہوئے ڈگمگانہ سکے) اور اس میں ہر قسم کی چیزیں ایک معینہ مقدار سے اگائیں اور تمہارے لئے معیشت کا سارا سامان مہیا کر دیا (پھل اور غلے لفظ معاشیاء کے ساتھ ہے) اور ان مخلوقات کو بھی (تمہارے لئے پیدا کر دیا) جن کے لئے تم روزی مہیا کرنے والے نہیں ہو (یعنی غلام، عام جانور، چوپائے، کیونکہ اللہ ہی انہیں روزی دیتا ہے) اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے کہ اس کے ذخیرے (خزانے کی کنجیاں) ہمارے پاس نہ ہوں۔ مگر ہم انہیں (حسب مصالح) ایک ٹھہرائے ہوئے قانون کے مطابق ہی بھیجتے ہیں۔ اور ہم نے ہوائیں چلائیں کہ بادل کو پانی سے بھر دیتی ہیں (بادلوں کو اٹھاتی ہیں اور پانی سے لبریز کر دیتی ہیں) پھر ہم ہی آسمان سے (بادل) پانی بارش برسا دیتے ہیں اور وہ تمہارے پینے کے کام آتا ہے۔ حالانکہ تم اتنا پانی جمع کر کے نہیں رکھ سکتے تھے (یعنی ان کے ذخیرے تمہارے قبضہ میں نہیں آسکتے تھے) اور یہ ہم ہی ہیں کہ جلاتے ہیں اور مارتے ہیں اور ہم ہی باقی رہ جائیں گے (سب کی کمائی ہمارے ہی قبضہ میں

آئے گی) اور تمہارے اگلوں کو بھی جانتے ہیں (آدم سے لے کر تم تک جو لوگ گزرے ہیں) اور تمہارے پچھلوں کو بھی جانتے ہیں (قیامت تک جو آنے والے ہیں) اور بلاشبہ آپ کا پروردگار ہی ان کو جمع فرمائے گا، یقیناً وہ (اپنی صفت میں) حکمت والا (اپنی مخلوق کو) جاننے والا ہے۔

تحقیق و ترکیب: الحجر مدینہ اور شام کے درمیان ایک وادی کا نام ہے۔ جہاں کا واقعہ اس سورت میں بیان کیا گیا ہے۔ اس سورت کا مکی ہونا اور اس میں ۹۹ آیات بالا جماع ہیں۔

یَسُوذُ قِیَامَتِ کے روز یہ تمنا کریں گے، یا نزع کے وقت جب عذاب کا مشاہدہ ہوگا، یا بقول امام اعظمؒ کے جب مسلمان جہنم سے نکال لئے جائیں گے اور لفظ رب تکثیر اور تقلیل دونوں کے لئے آتا ہے اور کبھی تقلیل سے تحقیق کے معنی میں بھی آجاتا ہے۔

انسان حسن نزلنا چونکہ قرآن کی حفاظت کا وعدہ، خدائی وعدہ ہے۔ اس لئے قیامت تک قرآن محفوظ رہے گا۔ لیکن تورات و انجیل کی حفاظت کا بار علماء یہود و نصاریٰ پر ڈالا گیا تھا۔ جیسا کہ آیت بسما است حفظوا من کتاب اللہ سے معلوم ہوتا ہے اور انسانی حفاظت جیسی کچھ ہے معلوم ہے۔ اس لئے کچھلی آسمانی کتابیں پوری طرح محفوظ نہیں رہ سکیں اور اس طرح کی قرآنی غیر معمولی حفاظت کہ اس کے ایک نقطہ اور شوشہ میں بھی آج تک کوئی فرق نہیں آسکا۔ یہ قرآن کریم کا ایک عظیم معجزہ ہے۔ جو دوسری کتابوں کو حاصل نہیں ہو سکا۔ البتہ قیامت کے قریب قرآن کریم اٹھالیا جائے گا۔ جیسا کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔

یرفع القرآن فی اخر الزمان من المصاحف فیصبح الناس فاذا الورق ابیض یلوح لیس فیہ حرف ثم ینسخ القرآن من القلوب فلا یدکر منه کلمۃ ثم یرجع الناس الی الاشعار والارغانی و اخبار الجاہلیۃ (فصل الخطاب)۔

بروجا برج کے لغوی معنی قلعہ کے ہیں۔ فلک کے دورہ کو تقسیم کر کے ہر قسم کو برج کہا جاتا ہے۔ ہر برج کی لمبائی تیس درجہ مانی گئی ہے اور ایک قطب سے دوسرے قطب تک چوڑائی ایک سو اسی درجہ مانی گئی ہے۔ آسمان کا ہر حصہ چونکہ آفات و تصرفات سے محفوظ کر دیا گیا ہے۔ اس لئے اس کو برج سے تعبیر کیا گیا ہے اور ان بارہ برجوں کے یہ خاص نام رکھنے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اس شکل کے ہیں بلکہ ستاروں کی ہیئت کذائیہ سے مجموعی صورت دیکھنے والے کو ترازو، ڈول، مچھلی، بیل، کمان، کیکڑے وغیرہ کی معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے ان برجوں کا نام انہی کے نام پر رکھ دیا گیا ہے اور باستثناء آفتاب و ماہتاب کے سب ستاروں کے لئے نجومیوں نے دو دو برج مانے ہیں۔ اسی کے مطابق تفسیر میں نقل کر دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس نظر بہ کو قرآن وحدیث سمجھ کر مانا جائے اور اس پر اعتقاد رکھا جائے اسی طرح منجمین کا خیال یہی ہے کہ اسد آفتاب کے ساتھ گرمی اور خشکی میں شریک ہے۔ نیز جس طرح آفتاب سات ستاروں کے درمیان میں ہوتا ہے اسی طرح برج اسد اور بروج کے درمیان واقع ہے۔ نیز جس طرح آفتاب تمام ستاروں میں قوی تاثیر ہے۔ اسی طرح برج اسد تمام بروج میں قوی تر ہے۔ اسی لئے آفتاب جب برج اسد میں ہوتا ہے تو اس کی تاثیر قوی ترین ہو جاتی ہے۔ اسی وجہ سے اسد کو ”بیت الشمس“ مانا گیا ہے اور چونکہ چاند بھی مختلف تاثیرات میں سورج کے مشابہ ہے۔ اس لئے ”بیت القمر“ ”بیت الشمس“ کے نزدیک ہی مانا گیا ہے اور چونکہ چاند اور سرطان دونوں کا مزاج بارد تر ہے۔ برخلاف برج سنبلہ کے اس کا مزاج بارد خشک ہے۔ اس لئے چاند سے سرطان کو زیادہ مناسبت ہے۔ ویسے بھی دونوں میں تیزی سے انقلابات ہوتے رہتے ہیں۔ نیز چونکہ ان سات ستاروں میں سے خمسہ متحیرہ تاثیرات کے لحاظ سے نیرین یعنی چاند سورج کے ساتھ نصف آسمان میں شریک ہیں۔ اس لئے منجمین نے ہر ایک کے لئے دو برج مانے ہیں۔ بہر حال علامہ سیوطیؒ کو یہاں اور علامہ محلیؒ کو سورہ فرقان میں منجمین کے ان خیالات کو ذکر نہیں کرنا چاہیے تھا۔ کیونکہ یہ اوہام مدار تفسیر نہیں ہیں۔

ومن لستم یحل نصب نہیں ہے لفظ لکم یا معایش پر عطف کرتے ہوئے ای وجعلنا لکم فیہا معایش وجعلنا لکم من لستم له برازقین یا تقدیر عبارت اس طرح ہوگی۔ جعلنا لکم معایش وجعلنا لکم من لستم له برازقین لیکن ضمیر لکم پر اس کا عطف جائز نہیں ہے۔ کیونکہ ضمیر مجرور پر عطف کرنے کے لئے جاء کو لوٹانا ضروری ہے۔

رابط آیات: سورۃ حجر میں قرآن کی حقانیت، کفار پر عذاب، رسالت کی تحقیق، توحید کا اثبات، بعض انعامات کا تذکرہ اور اطاعت شعار اور خلاف ورزی کرنے والوں کو جزاء و سزا کا بیان کچھ واقعات کے ساتھ اسی طرح قیامت کا حق ہونا اور آنحضرت کی تسلی وغیرہ مضامین اس صورت کا خلاصہ ہیں۔ جس سے اس سورت کے مضامین کا باہمی ربط اور پچھلی سورت سے اس کا تعلق پورے طور سے سامنے آ جاتا ہے۔ چنانچہ آیت المر میں قرآن کی حقانیت کے ساتھ دوسرے بعض مضامین مقصودہ کا بیان ہے اور آیت قالوا یا ایہا الذی الخ سے رسالت کی بحث اور آیت ولقد جعلنا فی السماء الخ سے توحید بیان کی جا رہی ہے۔

شان نزول: ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ کے زمانہ میں ایک خوبصورت عورت مسجد میں جماعت کے ساتھ شامل ہو گئی تو بعض حضرات تو اس لئے اگلی صفوں میں بڑھ گئے کہ نماز میں اس پر نظر نہ پڑے اور بعض اسے دیکھنے کی غرض سے پچھلی صفوں میں رہ گئے۔ اس پر آیت ولقد علمنا المستقدمین منکم الخ نازل ہوئی۔ گویا اس سے مراد اگلی اور پچھلی صفوں کے لوگ ہیں اور اوزاعیؓ فرماتے ہیں کہ اول وقت اور آخری وقت میں نماز پڑھنے والے لوگ مراد ہیں۔

﴿تشریح﴾: قرآنی روشنی: قرآن نے جا بجا اپنے نمایاں اور روشن ہونے پر زور دیا ہے۔ یعنی اپنے مطالبہ میں، اپنی دعوت میں، اپنے دلائل میں قرآن بالکل واضح اور کھلا ہوا ہے۔ اس کی کوئی بات نہیں جو ابھی ہوئی ہو مشکل ہو یا ناقابل فہم ہو پھر ذہن اسے سمجھ سکتا ہے، ہر دل اسے قبول کر سکتا ہے، ہر روح اس پر مطمئن ہو سکتی ہے۔ وہ زیادہ سے زیادہ سیدھی بات ہے جو انسان کے دل و مانع کے لئے ہو سکتی ہے۔ کیونکہ وہ سچائی ہے اور سچائی کی کوئی بات مشکل اور ابھی ہوئی نہیں ہو سکتی۔ روشنی کا خاصہ یہ ہے کہ ہر بات کو نمایاں کر دیتی ہے، کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی۔ اگر وضاحت نہیں تو پھر اجالا بھی نہیں۔ اجالا جب کبھی ہوگا وضاحت اپنی ساتھ لائے گا۔ آگے فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے قرآن کے خلاف انکار اور سرکشی کی راہ اختیار کی وہ اپنی ہلاکت کا اپنے ہاتھوں سامان کر رہے ہیں۔ لیکن انہیں معلوم نہیں ایک دن آنے والا ہے جب وہ حسرت و ندامت کے ساتھ کہیں گے۔ کاش! ہم نے انکار نہ کیا ہوتا۔

قرآنی اعجاز: قرآنی حفاظت کے سلسلہ میں وعدہ خداوندی کی وجہ بعض حضرات نے قرآن کے اعجاز نظمی کو سمجھا ہے لیکن اس پر یہ شبہ کہ اعجاز نظمی سے یہ تو معلوم ہو سکتا ہے کہ قرآن میں اضافہ نہیں ہوا۔ کیونکہ اگر کچھ اضافہ ہوتا تو قرآن کی موجودہ یکسانیت پر ضرور فرق آتا۔ حالانکہ اس میں سرموفرقت نہیں۔ البتہ اگر قرآن میں سے کچھ حصہ حذف کر کے کم کر دیا جائے تو اعجاز نظمی سے یہ کمی کیسے معلوم ہو سکتی ہے۔ کیونکہ موجودہ ترتیب سے کمی کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن ظاہر ہے کہ اگر قرآن میں اس طرح کی کوئی کمی ہوتی تو قرآن کے کسی نہ کسی نسخہ میں اس کمی کا پتہ چل جاتا کہ کسی نسخہ میں یہ کمی ہوتی اور کسی نسخہ میں یہ کمی نہ ہوتی۔ ساری دنیا میں کسی کتاب کے تمام نسخوں کا متفق ہونا عادتاً ناممکن ہوتا ہے۔ لیکن اعجاز نظمی کے ساتھ قرآن کے تمام نسخوں میں اس طرح کا کامل توافق ایک مستقل معجزہ ہے جس سے ایک طرف قرآن میں اضافہ کے احتمال کی بندش ہو جاتی ہے۔ وہیں دوسری طرف کمی کے احتمال کا امکان بھی نہیں رہتا۔

حفاظت قرآنی: اور قرآنی حفاظت کی اس پیشین گوئی کا اظہار جس درجہ اب ہوا ہے ابتدائی دور میں اتنا نہیں ہوا تھا کیونکہ اس وقت قرآن کو اترے ہوئے تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا۔ لیکن تاہم کچھ نہ کچھ اس وقت بھی اس کا وقوع ہو چکا تھا۔ اس لئے کہ کتابت و تدوین جیسے ظاہری سامان حفاظت کے نہ ہوتے ہوئے بھی قرآن کا اس درجہ محفوظ رہ جانا کچھ کم عجیب بات نہیں۔ پھر قرآن کی عبارت بھی نظم کی بجائے نثر ہے۔ جس کا یاد رکھنا عادتاً مشکل ہوتا ہے۔ پھر قرآن کی مخالفت جس قدر کی گئی وہ خود اپنی جگہ دشواری کا ایک بنیادی اور قوی سبب تھا۔ لیکن ان سبب دشواریوں اور رکاوٹوں کے باوجود پھر اس کا اس طرح یادداشتوں اور حافظہ میں محفوظ رہنا کچھ کم حیرت ناک نہیں ہے۔ یوں اتفاقاً کسی کو سہو ہو گیا یا غلط یاد ہو گیا تو معمولی تنبیہ سے اصلاح ہو جاتی تھی اور جن کی زبان عربی نہیں یا کمسن اور نو عمر بچے ہوں ان کے لئے تو اور بھی دقت طلبی ہے۔ لیکن اہل زبان ہوں یا غیر زبان، نو عمر ہوں یا بڑی عمر والے۔ قرآن کریم کے ایک ایک حرف کو جس طرح مسلمانوں نے سفینوں سے زیادہ سینوں سے لگایا ہے اس کی نظیر دنیا کی کسی قوم میں نہیں ملتی اور دنیا میں کسی کتاب یا خطبہ اور تقریر و نظم کو یہ بات حاصل نہیں ہے۔ بالفرض اگر ساری دنیا سے قرآن مجید کے نسخے ناپید کر دیئے جائیں تو ایک کمسن حافظ بچہ قرآن کریم دوبارہ لکھوا سکتا ہے یہ اعجاز نہیں تو اور کیا ہے؟

شبہات کا جواب: رہا یہ شبہ کہ جب قرآن کا محافظ اللہ ہے تو پھر ابتداء سے آج تک اس کی حفاظت کا سامان کیوں کیا جاتا ہے؟ جواب یہ ہے کہ یہ سامان بھی اللہ کی حفاظت کے طریقہ میں شمار ہے۔ لیکن حفاظت کا یہ سامان اگر دنیا کی کسی اور کتاب کو میسر بھی ہو جائے تب بھی وہ اس طرح محفوظ نہ رہ سکے گی۔ کہ اس کے کتاب الہی ہونے کا شبہ ہو سکے۔ رہا یہ شبہ کہ ممکن ہے یہ آیت انا نحن نزلنا الخ ہی کسی نے بعد میں ملادی ہو اور یہ قرآن کا دعویٰ نہ ہو۔ پس اس پیشین گوئی کا یقینی ہونا کس طرح ثابت ہو سکے گا؟ جواب یہ ہے کہ دوسری آیات کی طرح تو اتر سے اس آیت کا ثبوت احادیث میں موجود ہے۔ اس لئے الحاق کا یہ احتمال بے بنیاد ہے۔ اور فظلو فیہ یعرجون میں کفار کے آسمان پر چڑھنے کو جو کہا گیا ہے۔ یہ ان کے مطالبہ یعنی فرشتوں کے زمین پر اترنے سے زیادہ تعجب خیز ہے۔ کیونکہ فرشتوں کا اترنا خارق عادت نہیں۔ چنانچہ فرشتوں کے اترنے کو کفار خود بھی مانتے تھے۔ اگرچہ آنحضرتؐ پر اترنے کو نہیں مانتے تھے۔ مگر انسانوں کا آسمانوں پر چڑھنا خارق عادت ہے۔

آسمانی بارہ برج: بارہ برجوں کی تقسیم سب سے پہلے اہل بابل نے کی۔ پھر سریانی قومیں اس سے آشنا ہوئیں اور بالآخر یونانیوں نے اس خیال کو قبول کر لیا۔ عربی زبان اپنی ابتدائی شکلوں میں عراق، مصر، شام کی حکمران زبان رہ چکی ہے اور ان ملکوں کے ساتھ عربوں کے قدیم تجارتی تعلقات بھی معلوم ہیں۔ پس اگر چاند کی منزلوں کی طرح سورج کے بارہ برجوں سے بھی عربی زبان آشنا ہو چکی ہو تو تعجب نہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ عرب جاہلیت کے کلام سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ پس زیادہ صاف بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہاں برج سے مراد روشن ستارے لئے جائیں۔ چنانچہ ابن عباسؓ، مجاہدؓ و قتادہؓ سے یہی تفسیر منقول ہے۔ تشبیہاً اور مجازاً ان کو برج کہہ دیا گیا ہے۔ مفسر علام کی طرف سے برج اور ستاروں کی بیان کردہ تفصیل سے یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ یہی تفصیل مراد خداوندی ہوگی۔ حالانکہ یہ سب نظریات اہل ہیئت و نجوم کے ہیں۔ مراد الہی سمجھنا صحیح نہیں ہے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ اس طرح کی چیزیں تفسیری طور پر نہ ذکر کی جائیں۔

جمال فطرت کی جلوہ گری: آیت وزیناھا للناظرین الخ میں جمال فطرت سے استدلال کیا گیا ہے۔ یعنی

کائنات ہستی کے تمام مظاہر اس طرح واقع ہوئے ہیں کہ ان میں حسن و جمال کی کیفیت پیدا ہو گئی ہے اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ رحمت و فیضان کا کوئی ارادہ یہاں ضرور کام کر رہا ہے جو چاہتا ہے کہ جو کچھ بنے حسن و خوبی کے ساتھ بنے اور اس میں روحوں کے لئے سرور اور نگاہوں کے لئے عیش و مسرت ہو۔ اگر ایک رحمت والی ہستی کی یہ کار فرمائی نہیں ہے تو پھر کس کی ہے۔ تمہاری فطرت تو کہہ رہی ہے کہ یہ سب کچھ کسی ایسی ہستی کی کار گیری ہے جس میں حسن و جمال کا فیضان ہو۔ پس یہ آسمان کس طرح دیکھنے والوں کے لئے حسین و جمیل بنا دیا گیا ہے؟ چاندنی راتوں میں چاند کی شب افروزیوں دیکھو، اندھیری راتوں میں ستاروں کی جلوہ ریزیوں کا نظارہ کرو؟ صبح جب اپنی ساری دلفریبیوں کے ساتھ آتی ہے۔ شام جب اپنی ساری رعنائیوں کے ساتھ چھپتی ہے۔ گرمیوں میں صاف شفاف آسمان کا نکھرنا، بارش میں ہر طرف سے امنڈنا۔ شفق کی لالہ گوئی، قوس و قزح کی بوقلمونی، سورج کی زرافشانی، غرض کہ آسمان کا کون سا منظر ہے جس میں نگاہوں کے لئے زینت نہیں، جس میں دلوں کے لئے راحت و سکون نہیں؟

شیطانوں کا چوری چھپے آسمانی خبریں سننا: اجرام سماویہ کی حفاظت کا سامان نہ کر دیا گیا ہوتا تو ایسی شیطانی قوتیں تھیں جو ان کے مقررہ کاموں میں خلل انداز ہوتیں۔ لیکن جب کوئی ایسی قوت نوہ لگانا چاہتی ہے تو شعلے بھڑکتے ہیں اور انہیں قریب نہیں آنے دیتے۔ شہاب شعلہ کو کہتے ہیں اور اس ستارہ پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے جو راتوں کو ٹوٹتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اس سے مفسرین نے سمجھ لیا کہ یہاں شہاب سے وہی ستاروں کا ٹوٹنا ہے حالانکہ قرآن میں اس کی کوئی تصریح نہیں ہے۔ باقی یہ بات کہ شیاطین چوری چھپے غیبی خبروں کو آسمانوں میں جا کر سنتے ہیں یا آسمانوں سے نیچے بادلوں میں پہنچ کر سنتے ہیں؟ سو حضرت عائشہؓ کی مرفوع روایت ہے کہ فرشتے بادلوں میں آکر آسمانی خبروں کا تذکرہ کرتے ہیں اور یہ شیاطین کچھ سن لیتے ہیں۔ دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں: **قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ**، **قَالُوا الْحَقَّ فَيَسْمَعُهَا مَنْ يَسْتَرْقُوا السَّمْعَ**۔ فرشتے ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ پروردگار نے کیا فرمایا؟ جواب ماتا ہے کہ جو کچھ فرمایا حق فرمایا: لیکن چوری چھپے سے شیاطین اس کو سن لیتے ہیں۔ اس میں فاتعقیب کے لئے ہے۔ یعنی آسمان میں تذکرہ ہونے کے بعد سنتے ہیں خواہ بادلوں میں سہی۔ غرضیکہ اس روایت سے بھی یہ لازم نہیں آتا کہ شیاطین آسمانوں میں جا کر سن لیتے ہوں۔

دو شبہوں کا جواب: اس تقریر پر یہ اشکال بھی نہیں رہتا کہ احادیث سے تو معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ کی ولادت یا بعثت کے بعد شیاطین کا آسمانوں میں جانا بند کر دیا گیا ہے۔ پھر اس کے معنی کیا؟ کیونکہ مطلب یہ ہے کہ شیاطین کو آسمان پر جانے سے تو بالکل روک دیا گیا ہے۔ مگر بادلوں میں جا کر سن لیتے ہیں اس لئے ان دونوں باتوں میں کوئی منافات نہیں ہے۔ باقی یہ کہنا کہ پھر روکنے سے کیا فائدہ، جب کہ سننے کے لئے ایک راستہ کھلا رہا؟ جواب یہ ہے کہ ممکن ہے آسمانوں میں بڑی اور اہم باتوں کا تذکرہ ہوتا ہو اس لئے ان پر روک لگا دی گئی اور بادلوں میں معمولی باتوں کا ذکر ہوتا ہو اس لئے ان پر روک لگانا ضروری نہیں سمجھا۔ پس اس طرح آیت **انهم عن السمع لمعزولون** کو آسمانوں کی بندش پر محمول کیا جائے گا اور آیت **استرق السمع** کو بادلوں میں سے سننے پر محمول کیا جائے گا۔ وہاں نا تمام خبریں سننے میں آتی ہیں۔ جیسا کہ خطف الخطفہ سے معلوم ہوتا ہے۔

آنحضرتؐ کی بدولت شیاطین آسمانوں سے روک دیئے گئے ہیں: اور اس بندش کا آنحضرتؐ کے خصائص میں سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ سے پہلے آسمانوں تک شیاطین کی رسائی ہوتی رہتی تھی لیکن آپؐ کے دور نبوت میں آپؐ کے شرف کی وجہ سے اس پر روک لگا دی گئی۔ آنحضرتؐ سے پہلے تمام انبیاء کرام کا دور نبوت ایک محدود پیمانہ پر تھا یعنی ان کی موجودگی میں اگر وحی اور غیروحی میں تلبیس پیش آتی تو وہ ان کے فرما دینے سے ختم ہو جاتی تھی اور ان کے بعد اگر تلبیس کی صورتیں پیش

آئیں تو بعد کے دوسرے انبیاء آ کر تلمیس کا پردہ چاک کر دیتے تھے اور اس طرح حق و باطل میں امتیاز قائم رکھا جاتا۔
لیکن آنحضرتؐ کے دور نبوت کے شروع ہونے کے بعد ایک طرف تو آپ کے خاتم النبیین ہونے کی وجہ سے انبیاء کا آنا بند کر دیا گیا ادھر دوسری طرف شیاطین کے چوری چھپے کی اس کاروائی پر کوئی روک نہ لگائی جاتی تو گمراہی کے انسداد کی کوئی صورت نہ ہوتی۔ بلکہ خطرہ کا دروازہ کھلا رہتا اس لئے اس کی بندش ضروری سمجھی گئی۔ غرضیکہ آنحضرتؐ کے شرف کے ساتھ آپ کا خاتم النبیین ہونا بھی شیاطین کے لئے اس رکاوٹ کا سبب بنا۔

شہاب کے اسباب:..... شیاطین کے چوری چھپے سننے کے وقت شعلے مارنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہمیشہ شہاب کا سبب شیاطین کو مارنا ہی ہوتا ہے ممکن ہے کبھی محض طبعی طور پر بھی ہوتا ہو اور شیاطین کے مارنے میں شہاب کے دخل کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ شہابی بخونت سے شیاطین یا بخارات کے مادہ میں فرشتوں کے ذریعہ آگ پیدا ہو جاتی ہو۔ جس سے شیاطین تباہ یا بدحواس ہو جاتے ہوں اور شہاب ثاقب رات کی طرح دن میں بھی ہوتا ہے لیکن سورج کی روشنی کی وجہ سے نظر نہیں آتا۔ اس لئے اب یہ شبہ نہیں رہا کہ کیا شیاطین رات ہی کو چوری چھپے سنتے ہیں اور دن میں نہیں سنتے؟

بارش کا سبب:..... ہواؤں کے بادلوں کو پانی سے بھر دینے کا مطلب یہ ہے کہ بادلوں کے مادہ یعنی بخارات کو ہوا میں طبقہ زمہریہ میں پہنچا دیتی ہیں۔ جہاں وہ بخارات پانی میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ پس گویا ہوا بادل میں پانی پیدا ہونے کا سبب بن گئی اور انزلنا من السماء ماء کی توجیہ یہ ہوگی کہ طبقہ زمہریہ میں جو کچھ پانی بخارات کے ذریعہ پیدا ہو چکا تھا۔ عادت الہیہ کے مطابق اس میں آسمان سے بھی پانی ہمیشہ یا کبھی کبھی بھیج دیا جاتا ہے۔ (بیان)

زمین کا گول ہونا:..... زمین گیند کی طرح گول ہے۔ لیکن حکمت الہی نے اسکی کر دیت کا نشیب و فراز اس طرح پھیلا دیا ہے کہ کوئی آنکھ اونچ نیچ محسوس نہیں کر سکتی اور اس کا ہر کونہ ایک بجھے ہوئے فرش کی طرح مسطح ہے۔ اگر اس طرح کی سطحیت پیدا نہ ہوتی تو زمین میں وہ تمام خصوصیات بھی پیدا نہ ہوتیں۔ جنہوں نے زمین کو زندگی کے لئے خوش گوار بنادیا ہے۔ لیکن زمین کے سکونت و معیشت کے قائل ہونے کے لئے صرف اسی قدر کافی نہ تھا اس کی بھی ضرورت تھی کہ اس میں جا بجا ایسی بلندیاں ہوتیں جو پانی کے خزانے جمع کرتیں اور پھر بلندی سے اس طرح گراتیں کہ سینکڑوں کوسوں تک بہتا ہوا چلا جاتا اور میدانی علاقوں کو سرسبز و شاداب کر دیتا۔ پس اس طرح والقینا فیہا رواسی فرما کر بتلادیا کہ پہاڑ طرح طرح کی معدنیات کا سرچشمہ ہیں اور دریاؤں کی روانی کا منبع اور زمین کی افادیت کے لئے ضروری عنصر ہیں۔

زمینی چیزوں کا طبعی تناسب:..... اس آیت سے زمین کی نسبت تین چیزوں کا ہونا معلوم ہوا (۱) نیچھی ہوئی ہے، (۲) اس پر پہاڑوں کی بلندیاں ہیں۔ (۳) اس پر جتنی چیزیں اگتی ہیں وہ سب موزون ہیں۔ کسی چیز کو ٹھیک ٹھیک کسی خاص انداز پر رکھنا ہوتا ہے تو اسے کانٹے پر تول لیا کرتے ہیں کہ رتی بھر ادھر ادھر نہ ہو جائے۔ پس ہر چیز کے موزون ہونے کا مطلب یہ ہوا کہ زمین میں جتنی نباتات اگتی ہیں سب کے لئے حکمت الہی نے ایک خاص اندازہ ٹھہرا دیا ہے۔ ہر چیز اپنی نوعیت، کیفیت، کمیت میں ایک چچی تلی حالت رکھتی ہے جس سے باہر کبھی نہیں جاسکتی۔ ممکن نہیں کہ گھاس کی ایک شاخ بھی ایسی آگ آئے جو گھاس کے مقررہ اندازہ اور تناسب کے خلاف ہو طرح طرح کے غلے، طرح طرح کے پھول، طرح طرح کے پھل، طرح طرح کے درخت، طرح طرح کی

سبزیاں، طرح طرح کے گھاس پھوس ہر طرف اگ رہی ہیں اور نہ معلوم کب سے اگ رہی ہیں۔ لیکن کوئی چیز بھی ان میں ایسی ہے جس کی شکل، ڈیل ڈول، رنگت، خوشبو، مزہ اور خاصہ ایک خاص مقررہ انداز پر نہ ہو اور ٹھیک ٹھیک طول نہ ہو؟ گیہوں کا ایک دانہ اٹھاؤ، پھول کی ایک کلی توڑ لو، گھاس کی ایک پتی سامنے رکھ لو اور دیکھو۔ اس کی ساری باتیں کس طرح تلی ہوئی اور کس دقیقہ سنجی کے ساتھ سانچے میں ڈھلی ہوئی ہیں؟ لاکھ مرتبہ بوؤ، کروڑوں مرتبہ بوؤ، اس اندازہ میں فرق آنے والا نہیں۔ شکل ہو تو اس کا ایک خاص اندازہ ہو وہ چیز جب آئے گی اسی شکل میں آئے گی۔ اگر رنگت ہے، خوشبو ہے، مزہ ہے، خاصہ ہے تو سب کا ایک خاص اندازہ ہے اور یہ اندازہ قطعی ہے دائمی ہے، اٹل ہے، انمٹ ہے اور ہمیشہ اس یکسانیت کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے کہ گویا مٹی کے ایک ایک ذرہ میں ایک ایک ترازو رکھ دیا گیا ہے اور ایک ایک دانہ، ایک ایک پتے، ایک ایک پھل کو تول تول کر بانٹ دیا ہے۔ ممکن نہیں اس تول میں کبھی خرابی پڑے۔ موزوں کے مفہوم میں تناسب و اعتدال ہی داخل ہے۔ یعنی جتنی چیزیں اگتی ہیں اپنی ساری باتوں میں تناسب و اعتدال کی حالت رکھتی ہیں۔ کوئی چیز نہیں جو اپنی کمیت و کیفیت میں تناسب و معتدل نہ ہو۔

خدائی مقررہ نظام: آیت وجعلنا لکم فیہا معاش میں کتنی بڑی حقیقت بیان کر دی گئی ہے؟ فرماتے ہیں ہم نے زمین میں تمہارے لئے زندگی اور معیشت کے سارے سروسامان مہیا کر دیئے۔ لیکن اس طرح کہ اگرچہ ہر چیز کا ہمارے پاس ذخیرہ موجود ہے لیکن ان کی بخشش ایک مقررہ اندازہ ہی کے ساتھ ہوتی ہے ایسا نہیں ہوتا کہ بغیر کسی اندازے اور نظام کے تمام چیزیں بکھیر دی ہوں اور یہ جو ایک مقررہ اندازہ ہے یہی تو بتلا رہا ہے۔ کہ یہاں کوئی اندازہ مقرر کرنے والی اور اسے قائم رکھنے والی ہستی ضرور موجود ہے۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو ممکن نہ تھا۔ کہ اس طرح کی ناپ تول اور پورے انضباط کے ساتھ ہر چیز کی بخشش کا نظام قائم ہو جاتا۔ پھر اس کے بعد بارش کی مثال دے کر فرماتے ہیں کہ بارش زمین کی شادابی اور روئیدگی کا ذریعہ ہے اگر یہ نہ ہو تو زمین کی روئیدگی بھی نہ ہو۔ لیکن دیکھو کس طرح مقررہ اندازوں اور پیمانوں کا ایک پورا نظام کام کر رہا ہے پہلے سمندر سے بھاپ اٹھتی ہے۔ وہ پانی کے ذروں کو لے کر اوپر چڑھتی ہے پھر بلندی میں جا کر ابر کی چادریں بنتی ہیں اور چادریں فضا میں پھیل جاتی ہیں۔ پھر وہی چادریں بارش کے قطرے بن کر گرنے لگتی ہیں اور زمین کے ایک ایک ذرہ کو شاداب کر دیتی ہیں۔ تم نے پانی کے ذخیرے جمع کر کے نہیں رکھے تھے لیکن آسمان جمع کرتا رہتا ہے پھر ٹھیک ٹھیک تمہاری ضرورت کے مطابق مطلوبہ مقدار تمہیں بخش دیتا ہے۔ یہ بات کہ پانی کو جمع ہونے اور ایک خاص ترتیب اور اندازے کے ساتھ برستے رہنے کا ایک پورا کارخانہ بنا ہوا ہے اور وہ زمین کی ضرورت کے ٹھیک ٹھیک مطابق ہیں۔ یہی یہاں کے استدلال کا اصلی نقطہ ہے۔ کیونکہ اندازہ اور نظم کی یہ حالت اس کے بغیر نہیں ہو سکتی کہ ربوبیت کا کوئی ارادہ پس پردہ کا کام کر رہا ہے۔

زندگی اور موت کا اندازہ: آگے فرماتے ہیں ہم ہی جلاتے اور مارتے ہیں اور اس بات کو جانتے ہیں کہ کون پہلے آنے والوں میں ہوئے اور کون پیچھے آنے والوں میں ہوئے۔ یعنی جس طرح ہم نے تمام چیزوں کا مقررہ اندازہ ٹھہرا دیا ہے اسی طرح موت و حیات کا بھی ایک خاص اندازہ ٹھہرا دیا ہے اور قوموں کے آگے پیچھے کرنے کے لئے بھی مقررہ اندازہ ہے۔ جو چیز پیدا ہوتی ہے اپنے مقررہ اندازے کے مطابق پیدا ہوتی ہے اور جو مرتی ہے مقررہ اندازے کے مطابق مرتی ہے۔ غرضیکہ تقدیر و اندازہ کا قانون عالمگیر قانون ہے جس سے کوئی چیز باہر نہیں حتیٰ کہ فرماتے ہیں کہ تمہارا پروردگار اعمال کی جزا کے لئے لوگوں کو اپنے حضور جمع کرے گا۔ کیونکہ تمام باتوں کی طرح اس بات کے لئے بھی اس نے ایک اندازہ ٹھہرا دیا ہے، وہ حکیم و علیم ہے اور جب وہ حکیم ہے تو ممکن نہیں کہ اس نے انسان کے اعمال کے لئے کوئی اندازہ ٹھہرایا ہو اور جب وہ علیم ہے تو ممکن نہیں کہ انسان کے اعمال اس کی نظر سے پوشیدہ رہ

مکیں۔ (ترجمان آزاد)

لَطَائِفِ آيَاتٍ..... آیت ذرہم یا کلو الخ سے اس طرف اشارہ ہے کہ جسے بڑی فکر شکم پڑی اور شہوت رانی کی رہتی ہو۔ ایسا شخص اللہ کے حرم کے تقرب سے محروم رہتا ہے۔ آیت وقالوا یا ہا الذی نزل الخ سے اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جو شخص اسرار و حقائق نہ سمجھتا ہو اسے چاہیے کہ سچے اولیاء اللہ کے معارف و علوم اور احوال پر انکار نہ کرے۔ جیسا کہ بعض منکرین، انہیں ان کے جنون کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ اور کہہ اٹھتے ہیں کہ ریاضتوں کی وجہ سے فاسد خیالات کا ان پر غلبہ ہو گیا ہے البتہ بناوٹی صوفیوں کے احوال و مواجید اس میں داخل نہیں ہیں۔

آیت لو مانا تنی الخ سے معلوم ہوا کہ جس شخص کی صداقت پر دلائل صحیحہ قائم ہوں اس سے خوارق طلب نہیں کرنے چاہئیں۔ آیت ولو فتحنا الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی حال اولیاء اللہ کے منکرین کا ہوتا ہے کہ وہ ان کے خوارق بھی دیکھ لیتے ہیں۔ مگر جادو یا شعبدہ کہہ کر انکار کرتے ہیں۔

آیت وان من شیء الخ میں اشارہ ہے۔ توکل اور اسباب کے قطع کرنے اور اغیار کی جانب التفات نہ کرنے کی طرف۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ أَدَمَ مِنْ صَلْصَالٍ طِينٍ يَابِسٍ تُسْمَعُ لَهُ صَلْصَلَةُ أَى صَوْتٌ إِذَا نُفِرَ مِنْ حَمَإٍ طِينٍ
أَسْوَدَ مَسْنُونٍ ﴿۲۶﴾ مُتَغَيِّرٍ وَالْجَانَّ أَبَا الْجَنِّ وَهُوَ إِبْلِيسُ خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ أَى قَبْلَ خَلْقِ آدَمَ مِنْ نَارِ
السَّمُومِ ﴿۲۷﴾ هِيَ نَارٌ لَا دُخَانَ لَهَا تَنْفُذُ فِي الْمَسَامِ وَأَذْكَرُ إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰئِكَةِ إِنِّى خَالِقٌ بَشَرًا
مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ﴿۲۸﴾ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ أَتَمَّمْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِى
فَصَارَ حَيًّا وَإِضَافَةُ الرُّوحِ إِلَيْهِ تَشْرِيفٌ لِآدَمَ فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ ﴿۲۹﴾ سُجُودٌ تَحِيَّةٌ بِالْإِنْجِنَاءِ فَسَجَدَ
الْمَلٰئِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ﴿۳۰﴾ فِيهِ تَاكِيدٌ إِنْ إِلَّا إِبْلِيسُ هُوَ أَبُو الْجَنِّ كَانَ بَيْنَ الْمَلٰئِكَةِ أَبْنَى إِمْتَنَعَ مِنْ
أَنْ يَّكُونَ مَعَ السَّاجِدِينَ ﴿۳۱﴾ قَالَ تَعَالَى يَا بَلِيسُ مَا لَكَ مَأْمَنَكَ إِلَّا زَائِدَةٌ تَكُونُ مَعَ
السَّاجِدِينَ ﴿۳۲﴾ قَالَ لَمْ أَكُنْ لَأَسْجُدَ لَا يَنْبَغِ لِي أَنْ أَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهُ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ
مَّسْنُونٍ ﴿۳۳﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا أَى مِنَ الْجَنَّةِ وَقِيلَ مِنَ السَّمَوَاتِ فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ﴿۳۴﴾ مَطْرُودٌ وَإِنَّ
عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ ﴿۳۵﴾ الْحَزَاءُ قَالَ رَبِّ فَأَنْظِرْنِى إِلَى يَوْمٍ يُبْعَثُونَ ﴿۳۶﴾ أَى النَّاسُ قَالَ
فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ﴿۳۷﴾ إِلَى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ﴿۳۸﴾ وَقَتِ النَّفْخَةِ الْأُولَى قَالَ رَبِّ بِمَا
أَغْوَيْتَنى أَى بِأَغْوَائِكَ لى وَالْبَاءُ لِلْقَسَمِ وَجَوَابُهُ لَا زَيْنَ لَهُمْ فِى الْأَرْضِ الْمَعَاصِى وَلَا غَوِيَنَّهُمْ
أَجْمَعِينَ ﴿۳۹﴾ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمْ الْمُخْلِصِينَ ﴿۴۰﴾ أَى الْمُؤْمِنِينَ قَالَ تَعَالَى هَذَا صِرَاطٌ عَلَى
مُسْتَقِيمٍ ﴿۴۱﴾ وَهُوَ إِنْ عِبَادِى أَى الْمُؤْمِنِينَ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَنٌ قُوَّةٌ إِلَّا لَكِنْ مَنْ اتَّبَعَكَ

مِنَ الْغَوِیِّنَ ﴿۲۲﴾ الْكَافِرِیْنَ وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۲۳﴾ اٰی مِّنْ اَتْبَعَكَ مَعَكَ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ اُطْبَاقٍ لِّكُلِّ بَابٍ مِنْهَا مِنْهُمْ جُزْءٌ نَّصِیْبٌ مَّقْسُوْمٌ ﴿۲۴﴾ اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنَّتِ بَسَاتِیْنٍ ۙ وَ عِیُّوْنَ ﴿۲۵﴾ تَجْرِیْ فِیْهَا وَ یَقَالُ لَهُمْ اُدْخُلُوْهَا بِسَلَامٍ اٰی سَالِمِیْنَ مِنْ كُلِّ مَخُوْفٍ اَوْ مَعَ سَلَامٍ اٰی سَلِمُوْا وَاَدْخُلُوْا اَمْنِیْنَ ﴿۲۶﴾ مِنْ كُلِّ فَرْعٍ وَ نَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِنْ غَلٍّ حَقْدٍ اِخْوَانًا حَالٌ مِنْهُمْ عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقَبِلِیْنَ ﴿۲۷﴾ حَالٌ اٰیضًا اٰی لَا یَنْظُرُ بَعْضُهُمْ اِلٰی قَفَا بَعْضٍ لِذُوْرَانَ الْاَسْرِۃِ بِهِمْ لَا یَمَسُّهُمْ فِیْهَا نَصَبٌ تَعَبٌ وَ مَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِیْنَ ﴿۲۸﴾ اَبَدًا نَّبِیُّ خَبَرًا یَا مُحَمَّدُ عِبَادِیْ اِنِّیْ اَنَا الْغَفُوْرُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ الرَّحِیْمُ ﴿۲۹﴾ بِهِمْ وَ اَنْ عَذَابِیْ لِلْعَصَاۃِ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ ﴿۳۰﴾ الْمُعَلِّمُ وَ نَبِّئُهُمْ عَنْ ضَیْفِ اِبْرٰهِیْمَ ﴿۳۱﴾ وَ هُمْ مَلَائِكَةُ اِثْنَا عَشَرَ اَوْ ثَلَاثَةُ مِنْهُمْ جِبْرِیْلُ اِذْ دَخَلُوْا عَلَیْهِ فَقَالُوْا سَلَامًا اٰی اٰیًا هٰذَا اللَّفْظُ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لَمَّا عَرَضَ عَلَیْهِمُ الْاَكْلَ فَلَمْ یَاْكُلُوْا اِنَّا مِنْكُمْ وَ جِلُوْنَ ﴿۳۲﴾ خَائِفُوْنَ قَالُوْا لَا تَوْجَلْ لَا تَخَفْ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ نُبَشِّرُكَ بِغُلَمٍ عَلِیْمٍ ﴿۳۳﴾ ذِیْ عِلْمٍ كَثِیْرٌ هُوَ اِسْحَاقُ كَمَا ذُكِرْفِیْ هُوَدٌ قَالَ اَبَشِّرْ تُمُوْنِیْ بِالْوَلَدِ عَلٰی اَنْ مَّسْنِیَ الْكِبَرُ حَالٌ اٰی مَعَ مَسِّهِ اِیَّای فَبِمَ فِیَّایْ شَیْءٍ تُبَشِّرُوْنَ ﴿۳۴﴾ اِسْتَفْهَامٌ تَعَجُّبٌ قَالُوْا بَشِّرُنَا بِالْحَقِّ بِالصِّدْقِ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْقَنِطِیْنِ ﴿۳۵﴾ الْاَنِیْسِیْنَ قَالَ وَ مَنْ اٰی لَا یَقْنَطُ بِكُسْرِ النُّوْنِ وَ فَتَحَهَا مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهِ الْاِلَّا الضَّالُّوْنَ ﴿۳۶﴾ الْكَافِرُوْنَ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ شَانُكُمْ اِیَّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۷﴾ قَالُوْا اِنَّا اُرْسِلْنَا اِلٰی قَوْمٍ مُّجْرِمِیْنَ ﴿۳۸﴾ كَافِرِیْنَ اٰی قَوْمٍ لُّوْطٍ لِاَهْلَاكِهْمُ الْاِلَّا لَوْ طٍ اِنَّا لَمُنَجِّوْهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۳۹﴾ لَا یَمَانِیْهِمُ الْاَمْرَاتُهُ قَدَّرْنَا اِنَّهَا لَمِنْ الْغٰیِبِیْنَ ﴿۴۰﴾ الْبَاقِیْنَ فِی الْعَذَابِ لِکُفْرِهَا

ترجمہ: اور ہم نے انسان (آدم) کو ایسی مٹی سے بنایا جو سوکھ کر بجنے لگتی ہے (کھلکھاتی ہوئی مٹی کہ جب اسے خشک ہونے کے بعد بجایا جائے تو بجنے لگے خمیر اٹھے ہوئے سڑے ہوئے) گارے سے اور جن (یعنی جنات کے جدا علی، ابلیس) کو ہم نے اس (انسان کی پیدائش) سے پہلے پیدا کر دیا تھا جلتی ہوئی ہوا کی گرمی سے (ایسی آگ سے جس میں دھواں نہ ہو اور جو مسامات میں گھس جاتی ہو) اور (یاد کیجئے) اس وقت کو جب آپ کے پروردگار نے فرشتوں سے کہا تھا کہ میں خمیر اٹھے ہوئے گارے سے جو سوکھ کر بجنے لگتا ہے ایک بشر پیدا کرنے والا ہوں تو جب ایسا ہو کہ میں اسے پورا بنا چکوں (ٹھیک ٹھاک کر دوں) اور اس میں اپنی روح پھونک دوں (جس سے وہ زندہ ہو جائے) روح کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف آدم کی بزرگی بیان کرنے کے لئے کی ہے (تو تم سب ان کے آگے سر بسجود ہو جانا) (جھک کر آداب بجالانا) چنانچہ جتنے فرشتے تھے سب ان کے آگے سر بسجود ہو گئے (اس میں دوہری تاکید ہے) مگر ابلیس (جو جنات کا جدا علی تھا اور فرشتوں میں رہتا تھا اس) پر یہ بات شاق گزری (ناگوار ہوئی) کہ وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل ہو۔ اللہ نے فرمایا کہ اے ابلیس! تجھے کیا ہوا (کس نے تجھے روکا) کہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا؟ (اس میں

لازائد ہے) کہا مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ میں سجدہ کروں (یعنی میرے لئے سجدہ کرنا زیا نہیں) ایک ایسے بشر کے لئے جسے تو نے کھنکھاتی ہوئی مٹی سے بنایا جو کہ سڑے ہوئے گارے سے تیار ہوتی ہے۔ ”حکم ہوا“ یہاں سے نکل جا (جنت سے یا آسمانوں سے) کہ تو راندہ (مردود) ہوا اور یقیناً قیامت کے دن تک تجھ پر لعنت رہے گی ”اس نے کہا“ خدایا! تو پھر مجھے اس دن تک مہلت دے جب انسان (لوگ) دوبارہ اٹھایا جائے۔ فرمایا: اس مقررہ وقت (پہلے صور پھونکنے) تک کے لئے تجھے مہلت دی گئی ”کہنے لگا خدایا! چونکہ آپ نے مجھے گمراہ کیا (یعنی آپ کے گمراہ کرنے کی وجہ سے اس میں باقسمیہ ہے اور جواب قسم یہ ہے) تو اب میں ضرور دنیا میں ان کی نظر میں (گناہوں کو) خوشنما کر کے دکھلاؤں گا اور ان سب کو گمراہ کر کے چھوڑوں گا، ہاں! ان میں جو آپ کے مخلص بندے ہیں (مؤمن) وہ میرے بہکائے میں آنے والے نہیں“۔ ارشاد ہوا بس یہی سیدھی راہ ہے جو مجھ تک پہنچانے والی ہے (اور وہ یہ ہے کہ) جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا کچھ زور نہیں چلے گا۔ جو راہ سے بھٹک گئے (یعنی کافر) اور ان سب کے لئے جہنم کے عذاب کا وعدہ ہے (جو تیرے پیچھے چلیں گے) جس کے ساتھ دروازے (طبقے) ہیں۔ ان کی ہر ٹولی کے حصہ میں ایک دروازہ آئے گا جس سے وہ جہنم میں داخل ہوں گے۔ بلاشبہ خدا سے ڈرنے والے باغوں اور چشموں میں ہوں گے (وہ چشمے ان باغوں میں بہہ رہے ہوں گے ان سے کہا جائے گا) ان میں داخل ہو جاؤ سلامتی کے ساتھ (یعنی ہر قسم کے خوف سے صحیح سلامت یا سلام کرتے ہوئے، حاصل یہ کہ سلام کرتے ہوئے داخل ہونا) اور یہ اطمینان (ہر طرح کی گھبراہٹ سے بے فکر ہو کر) ان کے دلوں میں جو کچھ رنجشیں (کدورتیں) تھیں وہ سب ہم نے نکال دیں کہ سب بھائی بھائی کی طرح رہیں گے (یہ لفظ ہم سے حال ہے) ایک دوسرے کے آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے) (یہ بھی حال ہے یعنی ایک دوسرے کی گدی کی طرف دیکھنے کی نوبت نہیں آئے گی کیونکہ گھومنے والی کرسیوں اور تختوں پر بیٹھے ہوں گے) وہاں انہیں ذرا بھی تکلیف نہیں چھو سکے گی اور نہ وہاں سے (کبھی) نکالے جائیں گے آپ آگاہ کر دیجئے (اے محمد: آپ اطلاع دے دیجئے) میرے بندوں کو کہ بلاشبہ میں (مسلمانوں کی) بڑی ہی مغفرت کرنے والا ہوں (ان پر) رحمت کرنے والا ہوں اور یقیناً میرا عذاب بھی (گنہگاروں کے لئے) بڑا سخت (تکلیف دہ) ہے اور انہیں ابراہیم کے مہمانوں کا معاملہ بھی سنا دو (جو بارہ یادس یا تین تھے اور حضرت جبریل ان میں شامل تھے) جب یہ مہمان ان کے پاس آئے تو کہا السلام علیکم (یعنی یہ لفظ کہے) ابراہیم فرمانے لگے (جب مہمانوں کے سامنے ابراہیم نے کھانا پیش کیا اور انہوں نے نہ کھایا) ہمیں تم سے اندیشہ (خطرہ) ہے انہوں نے کہا ”ذرو مت ہم تو تمہیں ایک فرزند کی خوشخبری سنانے (دینے) آئے ہیں، جو بڑا عالم ہوگا (زیادہ علم والا حضرت اسحاق مراد ہیں۔ جیسا کہ سورہ ہود میں گزر چکا ہے) ابراہیم نے کہا ”تم مجھے (فرزند کی) خوشخبری دیتے ہو، حالانکہ مجھ پر بڑھا پٹاری ہو گیا ہے (یہ حال ہے، یعنی باوجودیکہ بڑھا پا مجھ پر چھا گیا ہے) پس کس چیز کی مجھ کو بشارت دیتے ہو؟ (استفہام تعجب کے لئے ہے) فرشتے بولے کہ ہم تمہیں واقعی (سچائی کے ساتھ) خوشخبری سناتے ہیں۔ سو آپ کو ناامید (مایوس) نہیں ہونا چاہیئے“ ابراہیم نے کہا ”بھلا اپنے پروردگار کی رحمت سے کون ناامید ہوتا ہے (یعنی کوئی نہیں ہوتا۔ یہ لفظ نون کے کسرہ اور فتح کے ساتھ دونوں طرح ہے) سوائے گمراہوں (کافروں) کے پھر فرشتوں سے پوچھا تم لوگ جو بھیجے ہوئے آئے ہو تو تمہیں کون سی مہم درپیش ہے؟“ انہوں نے کہا ہم ایک مجرم جماعت کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ قوم لوط کے کافروں کی تباہی کے لئے آئے ہیں (مگر خاندان لوط کے تمام افراد کو (ان کے ایمان کی وجہ سے) ہم بچالیں گے۔ البتہ ان کی بیوی نہیں بچے گی۔ اس کے لئے ہمارا اندازہ ہو چکا ہے کہ وہ ضرور پیچھے رہ جانے والوں کا ساتھ دے گی“ (اپنے کفر کی وجہ سے عذاب میں گرفتار ہو جائے گی)۔

تحقیق و ترکیب:..... مبسنون سڑا ہوا، بدبودار گارہ۔ والجان جلال محقق کے بیان سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ابوالجہن اور ابلیس کا مصداق ایک ہی ہے اور جان سے مراد بھی وہی ہے۔ لیکن بعض حضرات کی رائے ہے کہ جان سے مراد ابوالجہن ہے اور ابلیس سے مراد ابوالشیطان ہے۔

مسام یہ خلاف قیاس سم کی جمع ہے جیسے حسن کی جمع محاسن آتی ہے۔

مسن روحی من زائد ہے اور تبعیضیہ بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی اللہ نے پیدا کی ہوئی روحوں میں سے بعض کو آدم کے بدن میں داخل کر دیا اور نفخ کا لفظ بطور تمثیل کے استعمال کیا ہے حقیقی معنی مراد نہیں۔ کیونکہ وہاں نہ نفخ تھا اور نہ منفوخ اور اضافت بیت اللہ کی طرح شرف ظاہر کرنے کے لئے ہے۔

ساجدین جلال مفسر نے حقیقی سجدہ مراد نہیں لیا اور بعض نے حقیقی سجدہ مراد لے کر توجیہات کی ہیں۔

یا ابلیس اس سے اور خلقتہ خطاب کے صیغہ سے معلوم ہوا کہ براہ راست ابلیس سے گفتگو ہوئی اور جس طرح حق تعالیٰ اکرام کے لئے کسی سے گفتگو فرماتے ہیں اسی طرح عتاب کے لئے بھی کلام فرماتے ہیں اس لئے اشکال نہیں ہونا چاہیئے اور بعض حضرات نے اسی اشکال کی وجہ سے کلام کو فرشتوں کے واسطے سے کلام پر محمول کیا ہے۔

ان لا تسجد چونکہ دوسری آیت میں لا نہیں ہے اس لئے دونوں میں یکسانیت کرنے کے لئے مفسر علام لا کو زائد مان رہے ہیں۔ لیکن بعض کے نزدیک لا زائد نہیں ہے۔

الی یوم الدین چونکہ قیامت سب سے زیادہ بعید مدت ہوتی ہے۔ اس لئے محاورہ میں اس کے معنی ابید اور ہمیشگی کے لئے جاتے ہیں۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قیامت کے بعد اس پر لعنت ختم ہو جائے گی اور دوسری توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ اس کے معنی غایت ہی کے لئے جائیں۔ یعنی قیامت تک اس پر لعنت ہوتی رہے گی لیکن اس کے بعد قسم قسم کے دوسرے عذابات شروع ہو جائیں گے اس لئے لعنت کی ضرورت نہیں رہے گی۔

الی یوم یبعثون اس سے شیطان کی غرض ہمیشہ کے لئے موت سے بچنا ہوگی کیونکہ مرنا قیامت سے پہلے ہی ہو سکتا ہے قیامت کے بعد کون مرے گا لیکن جواب میں الی یوم الوقت المعلوم فرما کر بتلادیا کہ تیری درخواست نامنظور نہیں ہے۔ نام تمام منظور ہے۔ وقت معلوم یعنی پہلے نفخ تک تجھے مہلت ہے۔ لیکن اس کے بعد موت آئے گی اور پھر دوسرے نفخ پر سب کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ ان دونوں نفخوں کے درمیان چالیس سال کا وقفہ ہوگا اور بعض کی رائے ہے کہ ”وقت معلوم“ سے مراد قیامت کے قریب آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا ہے اور وہب کی رائے ہے کہ جنگ بدر مراد ہے۔ جبکہ شیطان کو فرشتوں نے مار ڈالا تھا۔

سبعة ابواب حضرت علیؑ نے ایک ہاتھ پر دوسرا ہاتھ رکھ کر بتلایا کہ اس طرح اوپر نیچے جہنم کے دروازے ہوں گے۔ ابن جریجؒ فرماتے ہیں کہ جہنم کے سات طبقوں کے نام اور ترتیب یہ ہے۔ (۱) جہنم (۲) لظی (۳) حطمہ (۴) سعیر (۵) سقر (۶) جحیم (۷) ہاویہ۔ اور ضحاکؒ فرماتے ہیں کہ پہلے درجہ میں گنہگار موحدین رہیں گے، دوسرے میں یہود، تیسرے میں نصاریٰ، چوتھے میں صابی، پانچویں میں مجوسی، چھٹے میں مشرکین، اور ساتویں میں منافقین رہیں گے۔ اور خطیبؒ کے نزدیک دوسرے نصاریٰ ہ تیسرے درجہ میں یہود ہوں گے۔

ان المتقین اگر بالفعل تقویٰ مراد لیا جائے تو شرک و کفر سے بچنا کافی ہوگا اور اگر بالقوة تقویٰ مراد ہو تو پھر تقویٰ کے مختلف مراتب ہوں گے۔

وان عذابی اس سے معلوم ہوا کہ ایمان امید و بیم کے درمیان میں ہونا چاہیئے۔ دونوں ہی پہلوؤں پر نظر رہنی چاہیئے۔ عن ضیف اس لفظ میں قلیل و کثیر کی گنجائش ہے اور عمرہ کی رائے ہے کہ چار فرشتے آئے تھے۔ جبریل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل۔

رابط آیات: برہان ربوبیت والوہیت کے بعد آیت ولقد خلقنا الانسان الخ سے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ کا خالق ہونا اور توحید کی تعلیم اور اس کے ظاہری اور باطنی انعام کا تذکرہ اور شیطان کی نافرمانی اور بد انجامی کے ساتھ منکرین کا فعال و وبال بھی آجاتا ہے۔ اس کے بعد آیت ان المتقین الخ میں اہل طاعت کے لئے جنت کا ذکر

اور "نسبی عبادی" سے اس وعدہ اور وعید کی تاکید مقصود ہے اور بطور استشہاد کے حضرت ابراہیم و لوط علیہما السلام کے واقعات کا ذکر ہے۔ جن میں انعام و انتقام دونوں پہلو ہیں۔

شان نزول: ایک روز آنحضرت ﷺ مسجد حرام میں باب بنی شیبہ سے داخل ہوئے تو صحابہؓ کو ہنستے ہوئے دیکھا۔ تو آپؐ نے عتاب آمیز لہجہ میں فرمایا۔ مائس اراکم تضحکون کیا بات ہے تم کیوں ہنستے ہو؟ اس پر صحابہؓ پریشان ہو گئے۔ یہ فرما کر آپؐ دولت خانہ میں تشریف لے گئے لیکن فوراً ہی واپس ہوئے اور فرمایا کہ جبریلؑ پیغام لائے ہیں کہ میرے بندوں کو تم نے کیوں ناامید کر دیا ہے۔ اور نسبی عبادی الخ آیت نازل ہوئی ہیں۔

﴿تشریح﴾: انسان و شیطان کی پیدائش میں حکمت الہی: آیت ولقد خلقنا الانسان الخ سے یہ حقیقت واضح کی جا رہی ہے کہ ایک حقیر ترین چیز سے جو ہمیشہ تمہارے قدموں میں پامال رہتی ہے۔ اللہ نے تمہاری ہستی پیدا کی اور اسے اس وجہ بلند کیا کہ جو ملائکہ بن گئی اور دنیا کی تمام قوتیں اس کے اختیار و تصرف میں دے دی گئی ہیں۔ البتہ ایک قوت تمہارے آگے نہیں جھکی اور وہ ابلیس کی طاقت تھی تمہارے آگے نہیں جھکتی بلکہ تمہیں اپنے آگے جھکانا چاہتی ہے۔ پس جو انسان اس سے مغلوب ہو گیا اس نے راہ سعادت گم کر دی اور جو مغلوب نہیں ہوا۔ بلکہ اسے اپنے سے مغلوب رکھا وہ اللہ کا سچا بندہ ہوا۔ اس نے انسانیت کا وہ بلند ترین مقام پایا جو حکمت الہی نے اسے عطا فرمایا ہے اور جو اللہ کے مخلص بندے ہیں ان پر ابلیس کا داؤ چلنے والا نہیں، مغلوب وہی ہوتے ہیں جو راہ عبودیت سے بھٹک جاتے ہیں۔ آیت والجان الخ میں سب سے پہلے جن کی پیدائش کا ذکر ہے۔ چنانچہ جنات میں بھی پھر انسانوں کی طرح نسل کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ نیز جس طرح انسان کے مٹی سے پیدا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے اجزاء ترکیبیہ میں غالب عنصر مٹی کا رکھا گیا ہے دوسرے عناصر کم رکھے گئے ہیں اسی طرح جنات کے اجزاء ترکیبی میں بھی آگ کا عنصر غالب رکھا گیا ہے آگ سے بنانے کا یہی مطلب ہوگا۔

دو شبہوں کا جواب: رہا یہ شبہ کہ جب اس میں دوسرے عناصر مل گئے تو پھر خالص آگ کہاں رہی؟ جواب یہ ہے کہ پہلے خالص آگ لی گئی ہوگی اور بعد میں دوسرے عناصر بھی شامل ہو گئے۔ اسی طرح یہ شبہ کہ جنات جب آگ سے پیدا ہوئے ہیں تو پھر جہنم کی آگ سے تو انہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی؟ جواب یہ ہے کہ عنصر کے ایک ہونے سے یہ لازم نہیں ہوتا کہ ایک ہی عنصر کے بعض حصے کو دوسرے حصے سے تکلیف نہ پہنچے۔ آخر انسان کو اگر مٹی کا ڈھیلا مارا جائے تو اس سے تکلیف ہوتی ہی ہے۔

خصائص جنات: بہر حال جنات آگ سے پیدا ہوئے ہیں۔ ان میں بھی تو الذوات ناسل ہوتا ہے۔ وہ عادیہ نظر نہیں آتے مختلف شکلیں بدل سکتے ہیں۔ البتہ جن شکلوں کے قبول کرنے سے دین کا نقصان ہوتا ہے اللہ اس کی انہیں قدرت نہیں دیتا۔ ہاں! جن شکلوں سے دنیاوی نقصان ہوتا ہو ان پر انہیں تھوڑی بہت قدرت دے دی جاتی ہے۔ شیاطین بھی جنات ہی کی قسم میں سے ہیں۔ یعنی شریر جنات شیاطین کہلاتے ہیں۔ جمہور کے نزدیک، روح، جسم لطیف ہے۔ اس صورت میں نفخ کے حقیقی معنی لئے جائیں گے اور اگر روح کو غیر مادی جو ہر مانا جائے تو مطلق تعلق اور وابستگی کو مجازاً بطور استعارہ کے نفخ سے تعبیر کر دیا گیا ہے۔ ہذا صراطی مستقیماً میں حق تعالیٰ نے شیطان کی تصدیق فرمادی۔ صرف جواب میں ترتیب بدل دی گئی جس کے نزدیک جو چیز زیادہ اہم تھی اسی کو پہلے بیان کر دیا۔ شیطان کے نزدیک گمراہی قابل تھی اور اللہ کے نزدیک ہدایت اہم تھی۔

جہنم کے سات دروازے:..... اور لہا سبعة ابواب کے معنی میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک جہنم کے سات طبقے مراد ہیں اور جن کے دروازے الگ الگ ہوں گے اور بعض کے نزدیک ایک ہی درجہ کے سات دروازے بیان کرنا ہے۔ اور مقصد یہ ہے کہ داخل ہونے والے اتنی کثرت سے ہوں گے کہ ایک دروازہ کافی نہیں ہوگا۔

پھر آیت نبی عبادی الخ سے واضح کر دیا کہ اس بارے میں قانون الہی یہی ہے؟ فرمایا رحمت اور بخشش الہی ہے۔ لیکن جو اس سے فائدہ نہ اٹھائے تو اس کے لئے سخت ترین عذاب ہے۔ حضرت ابراہیم کے پاس فرشتوں کا آنا چونکہ انسانی شکل میں تھا۔ اس لئے مہمانوں سے تعبیر فرمایا۔ دوسری آیت میں حضرت اسحاق کے ساتھ حضرت یعقوب کی بشارت بھی مذکور ہے۔ اور قدرتِ خدا میں فرشتوں نے مجازاً اپنی طرف نسبت کر دی ورنہ حقیقت یہ کام اللہ کا تھا۔ اس کے بعد تائید میں گذشتہ قوموں کے حالات و واقعات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ انکار و سرکشی کا نتیجہ کیسے دردناک عذابوں کی شکل میں ظاہر ہوا۔

اس سلسلہ میں تین قوموں کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ جن کی آبادیوں پر سے عرب کے قافلے گزرتے رہتے تھے اور ان کی ہولناک بلاکتوں کے مناظر ان کی نگاہوں سے اوجھل نہ ہوتے تھے۔ یعنی قوم لوط جس کی بستیاں عرب و فلسطین کے درمیان شاہراہ عام پر واقع تھیں۔ حجاز سے فلسطین کی طرف جائیں یا مصر کی طرف۔ ان کے کھنڈرات ضرور پڑتے تھے اور اہل مدین کی بستی بحر قلزم کے کنارے پڑتی تھی اور شہر حجر میں بسنے والی قوم ثمود جس کا مقام بھی اسی شاہراہ حجاز و شام پر پڑتا تھا۔ یہ سورت اسی مقام کے نام سے وابستہ ہے۔

لطائف آیات:..... آیت فاذا سویته ونفخت الخ سے اللہ نے روح کی اضافت اظہار شرف کے لئے اپنی طرف کی ہے۔ یہ ایک مخفی سرا الہی ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے۔ من عرف نفسه فقد عرف ربه۔ آیت وان علیک اللعنة الخ سے بعض نادانوں نے یہ سمجھا ہے کہ شیطان قیامت کے بعد ملعون نہیں رہے گا۔ حالانکہ اس سے مراد ابدی لعنت ہے۔ کیونکہ جب دار العمل میں رہ کر مقبول نہ ہو تو دار الجزاء میں جا کر کیا مقبول ہوگا۔ آیت نبی عبادی الخ میں طریق ارشاد کی تعلیم ہے کہ خوف و رجاء دونوں سے تربیت کرنی چاہئے۔ کیونکہ محض امید سے طبیعت میں تعطل پیدا ہو جائے گا اور صرف خوف سے مایوسی کا خطرہ ہے۔ آیت فما خطبکم الخ میں فرشتوں کے مجمع کو دیکھ کر کام کی اہمیت کا اندازہ کرنے سے معلوم ہوا کہ ہر کام میں مناسب انتظام کا بندوبست بہتر ہوتا ہے۔ جیسا کہ اہل اللہ کی عادات طبعیہ میں بھی یہ بات داخل ہے۔

فَلَمَّا جَاءَ آلَ لُوطٍ آيَ الْمُرْسَلُونَ ﴿٦١﴾ قَالَ لَهُمُ إِنكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُونَ ﴿٦٢﴾ لَا أَعْرِفُكُمْ قَالُوا بَلْ جِئْنَاكَ بِمَا كَانُوا آيَ قَوْمِكَ فِيهِ يَمْتَرُونَ ﴿٦٣﴾ يَشْكُونَ وَهُوَ الْعَذَابُ وَآتَيْنَاكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ﴿٦٤﴾ فَاذْكُرْ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ اللَّيْلِ وَاتَّبِعْ أَدْبَارَهُمْ إِنَّمَا يَخْلَفُهُمْ وَلَا يَلْتَفِتُ مِنْكُمْ أَحَدٌ لِّئَلَّا يَرَىٰ عَظِيمَ مَا يَنْزِلُ بِهِمْ وَآمُضُوا حَيْثُ تُؤْمَرُونَ ﴿٦٥﴾ وَهُوَ الشَّامُ وَقَضَيْنَا أَوْحِينَآ إِلَيْهِ ذَلِكَ الْأَمْرَ وَهُوَ أَنَّ دَابِرَ هَؤُلَاءِ مَقْطُوعٌ مُّصْبِحِينَ ﴿٦٦﴾ حَالٌ آيَ يُتِمُّ اسْتِیْصَا لَهُمْ فِي الصَّبَاحِ وَجَاءَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ مَدِينَةً سَدُومَ وَهُمْ قَوْمٌ لُّوطٍ لَّمَّا أَخْبَرُوا أَنَّ فِي بَيْتِ لُّوطٍ مُّرَدًّا حَسَنًا وَهُمْ الْمَلَائِكَةُ يَسْتَبْشِرُونَ ﴿٦٧﴾ حَالٌ طَمَعًا فِي فِعْلِ الْفَاحِشَةِ بِهِمْ قَالَ لُّوطُ إِنَّ هَؤُلَاءِ ضِيفِي فَلَا

تَفْضَحُونَ ﴿٦٨﴾ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تُخْزَوْنَ ﴿٦٩﴾ بِقَصْدِ كُمْ إِيَّاهُمْ بِفِعْلِ الْفَاحِشَةِ بِهِمْ قَالُوا أَوَلَمْ نُنْهَكْ
 عَنِ الْعَلَمِينَ ﴿٧٠﴾ عَنْ إِضَافَتِهِمْ قَالَ هَؤُلَاءِ بَنِيَّ إِنْ كُنْتُمْ فَعِلِينَ ﴿٧١﴾ مَا تُرِيدُونَ مِنْ قَضَاءِ الشَّهْوَةِ
 فَتَزَوَّجُوهُمْ قَالَ تَعَالَى لَعْمُرُكَ خِطَابٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْ وَحَيَاتِكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ
 يَعْمَهُونَ ﴿٧٢﴾ يَتَرَدَّدُونَ فَأَخَذْتُهُمُ الصَّيْحَةَ صَيْحَةُ جِبْرِيلَ مُشْرِقِينَ ﴿٧٣﴾ وَقَتَ شُرُوقِ الشَّمْسِ
 فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا أَيْ قُرَاهُمْ سَافِلَهَا بِأَنْ رَفَعَهَا جِبْرِيلُ إِلَى السَّمَاءِ وَأَسْقَطَهَا مَقْلُوبَةً إِلَى الْأَرْضِ وَأَمْطَرْنَا
 عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِنْ سِجِّيلٍ ﴿٧٤﴾ طِينٍ طُبِخَ بِالنَّارِ إِنْ فِي ذَلِكَ الْمَذْكُورِ لآيَاتٍ دَلَالَتٍ عَلَى
 وَحْدَانِيَّتِهِ تَعَالَى لِلْمُتَوَسِّمِينَ ﴿٧٥﴾ لِلنَّاطِرِينَ الْمُعْتَبِرِينَ وَإِنَّهَا أَيْ قُرَى قَوْمِ لُوطٍ لِبَسَبِيلٍ مُقِيمٍ ﴿٧٦﴾
 طَرِيقِ قُرَيْشٍ إِلَى الشَّامِ لَمْ يَنْدَرَسْ أَفَلَا يَعْتَبِرُونَ بِهِمْ إِنْ فِي ذَلِكَ لَآيَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٧٧﴾ وَإِنْ
 مُخَفِّفَةٌ أَيْ أَنَّهُ كَانَ أَصْحَبُ الْأَيْكَةِ هِيَ غَيْضَةُ شَجَرٍ بِقُرْبِ مَدْيَنَ وَهُمْ قَوْمٌ شُعَيْبٍ لَظْلَمِينَ ﴿٧٨﴾
 بِتَكْذِيبِهِمْ شُعَيْبًا فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ بِأَنْ أَهْلَكْنَا هُمْ بِشِدَّةِ الْحَرِّ وَإِنَّهُمَا أَيْ قُرَى قَوْمِ لُوطٍ وَالْأَيْكَةُ لِبِإِمَامٍ
 طَرِيقِ مُبِينٍ ﴿٧٩﴾ وَاضِحٍ أَفَلَا يَعْتَبِرُهُمْ أَهْلُ مَكَّةَ وَلَقَدْ كَذَّبَ أَصْحَابُ الْحِجْرِ وَادٍ بَيْنَ الْمَدِينَةِ
 وَالشَّامِ وَهُمْ ثُمُودُ الْمُرْسَلِينَ ﴿٨٠﴾ بِتَكْذِيبِهِمْ صَالِحًا لِأَنَّهُ تَكْذِيبٌ لِبَاقِي الرُّسُلِ لِاشْتِرَاكِهِمْ فِي الْمَنْجِي
 بِالتَّوْحِيدِ وَآتَيْنَهُمْ آيَتَنَا فِي النَّاقَةِ فَكَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ﴿٨١﴾ لَا يَتَفَكَّرُونَ فِيهَا وَكَانُوا يَنْحِتُونَ مِنَ
 الْجِبَالِ بُيُوتًا آمِنِينَ ﴿٨٢﴾ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِينَ ﴿٨٣﴾ وَقَتَ الصَّبَاحِ فَمَا أَغْنَىٰ دَفْعَ عَنْهُمْ
 الْعَذَابَ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٨٤﴾ مِنْ بِنَاءِ الْحُصُونِ وَجَمْعِ الْأَمْوَالِ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ
 وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَإِنَّ السَّاعَةَ لَآتِيَةٌ لَا مُحَالَةَ فَيَجَازِي كُلُّ أَحَدٍ بِعَمَلِهِ فَاصْفَحْ يَا مُحَمَّدُ عَنْ
 قَوْمِكَ الصَّفْحَ الْجَمِيلَ ﴿٨٥﴾ أَعْرِضْ عَنْهُمْ إِعْرَاضًا لَا جَزَعَ فِيهِ وَهَذَا مَنْسُوخٌ بِآيَةِ السَّيْفِ إِنْ رَبَّكَ
 هُوَ الْخَلْقُ لِكُلِّ شَيْءٍ الْعَلِيمُ ﴿٨٦﴾ بِكُلِّ شَيْءٍ وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ هِيَ الْفَاتِحَةُ رَوَاهُ الشَّيْخَانُ لِأَنَّهَا تُثَنَّى فِي كُلِّ رَكْعَةٍ وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ ﴿٨٧﴾ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنِيَكَ
 إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَاهُ أَزْوَاجًا أَصْنَافًا مِنْهُمْ وَلَا تَخْزَنْ عَلَيْهِمْ إِنْ لَمْ يُؤْمِنُوا وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ إِلَيْنِ جَانِبَكَ
 لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿٨٨﴾ وَقُلْ إِنِّي أَنَا النَّذِيرُ مِنْ عَذَابِ اللَّهِ أَنْ يُنْزَلَ عَلَيْكُمُ الْمُبِينُ ﴿٨٩﴾ الْبَيِّنُ الْإِنْذَارُ كَمَا
 أَنْزَلْنَا الْعَذَابَ عَلَى الْمُقْتَسِمِينَ ﴿٩٠﴾ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ أَيْ كُتُبَهُمُ الْمُنَزَّلَةَ
 عَلَيْهِمْ عِصِينَ ﴿٩١﴾ أَجْزَاءً حَيْثُ آمَنُوا بِبَعْضٍ وَكَفَرُوا بِبَعْضٍ وَقِيلَ الْمُرَادُ بِهِمُ الَّذِينَ اقْتَسَمُوا طُرُقَ مَكَّةَ
 يَصُدُّونَ النَّاسَ عَنِ الْإِسْلَامِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ فِي الْقُرْآنِ سِحْرٌ وَبَعْضُهُمْ كَهَانَةٌ وَبَعْضُهُمْ شِعْرٌ فَوَرَبِّكَ

لَسْئَلْنَهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۹۲﴾ سَوَالُ تَوْبِيخٍ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۹۳﴾ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ أَىٰ
 أَجْهَرُ بِهِ وَأَمُضْ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ﴿۹۴﴾ هَذَا قَبْلَ الْأَمْرِ بِالْجِهَادِ إِنَّا كَفَيْنَاكَ
 الْمُسْتَهْزِئِينَ ﴿۹۵﴾ بِكَ يَا أَهْلَكُنَا كُلًّا مِنْهُمْ بِآفَةٍ وَهُمْ الْوَلِيدُ بْنُ الْمُغِيرَةِ وَالْعَاصُ بْنُ وَائِلٍ وَعَدِيُّ بْنُ
 قَيْسٍ وَالْأَسْوَدُ بْنُ الْمُطَّلِبِ وَالْأَسْوَدُ بْنُ عَبْدِ يَعْنُوثَ الَّذِينَ يَجْعَلُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ صِفَةً وَقِيلَ مُبْتَدَأٌ
 وَلِتَضْمِنَهُ مَعْنَى الشَّرْطِ دَخَلَتْ الْفَاءُ فِي خَبَرِهِ وَهُوَ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿۹۶﴾ عَاقِبَةُ أَمْرِهِمْ وَلَقَدْ لِلتَّحْقِيقِ
 نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ ﴿۹۷﴾ مِنَ الْإِسْتِهْزَاءِ وَالتَّكْذِيبِ فَسَبِّحْ مُتَلَبِّسًا بِحَمْدِ
 رَبِّكَ أَىٰ قُلْ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ وَكُنْ مِنَ السَّجِدِينَ ﴿۹۸﴾ الْمُصَلِّينَ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ
 يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ ﴿۹۹﴾ الْمَوْتُ

ترجمہ:..... پھر جب وہ فرشتے خاندان لوط کے پاس پہنچے تو لوط نے کہا ”تم تو اجنبی آدمی معلوم ہوتے ہو“ (میں تم سے واقف نہیں ہوں) انہوں نے کہا، نہیں یہ بات نہیں ہے بلکہ ہم تمہارے پاس وہ بات لے کر آئے ہیں جس میں (تمہاری قوم) لوگ (شک و شبہ) کر رہے ہیں (یعنی عذاب) اور ہم تمہارے پاس یقینی ہونے والی چیز لے کر آئے ہیں اور بالکل سچے ہیں (اپنی بات میں) سو آپ رات کے کسی حصہ میں اپنے گھر کے لوگوں کو لے کر نکل جائیے اور آپ سب کے پیچھے ہو لیجئے (دوسرے لوگوں کے پیچھے پیچھے چلے) اور اس بات کا خیال رکھنا کہ تم میں سے کوئی پیچھا پھیر کر نہ دیکھے (کہ کہیں اسے وہ ہولناک عذاب نظر نہ آجائے جو لوگوں پر اتر رہا ہوگا) اور جہاں جانے کا تمہیں حکم دیا گیا ہے (ملک شام میں) اسی طرف رخ کر کے چلے جانا۔ غرضیکہ ہم نے لوط پر حقیقت حال واضح کر دی (وجی سے بتا دیا) کہ صبح ہوتے ہوتے ان لوگوں کی بالکل جڑ کٹ جاوے گی (یہ حال ہے یعنی صبح ہوتے ہوتے ان کی بنیاد ہی اکھڑ جانے والی ہے) اور شہر کے لوگ (یعنی شہر سدوم کے رہنے والے قوم لوط کے لوگوں کو جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت لوط کے گھر نو عمر خوبصورت لڑکے مہمان آئے ہوئے ہیں، حالانکہ وہ فرشتے تھے) خوب خوشیاں مناتے ہوئے آپہنچے (یہ ہی حال ہے یعنی مہمانوں کے ساتھ بد فعلی کے لالچ میں) لوط نے فرمایا ”دیکھو یہ میرے مہمان ہیں، سو مجھے فضیحت مت کرو، اللہ سے ڈرو، تم میری رسوائی کے درپے کیوں ہو گئے ہو (ان کے ساتھ بد فعلی کر کے) انہوں نے کہا ”کیا ہم نے تمہیں روک نہیں دیا تھا کہ کسی قوم کا آدمی ہو، لیکن اپنے یہاں مت ٹھہرانا (مہمان مت بنانا) لوط نے فرمایا ”دیکھو یہ میری بیٹیاں موجود ہیں، اگر تمہیں کچھ کرنا ہی ہے (تمہیں اگر نفس کی خواہش پوری کرنی ہے تو اپنی عورتوں سے شادی کر لو، حق تعالیٰ فرماتے ہیں) تمہاری جان کی قسم (یہ آنحضرت ﷺ سے خطاب ہے یعنی آپ کی زندگی کی قسم) یہ لوگ تو اپنی مستی میں کھوئے گئے ہیں (مدہوش ہیں) غرضیکہ سورج نکلتے نکلتے (جبریل کی) ایک ہولناک آواز نے انہیں آلیا۔ پس ہم نے ان بستیوں کو زیر و زبر کر ڈالا (جبریل نے ان بستیوں کو آسمان کے قریب لے جا کر الٹ کر پٹک دیا) اور کنکریوں کی ان پر بارش کر دی (جو آگ میں پکے ہوئے تھے) بلاشبہ اس (واقعہ) میں بڑی ہی نشانیاں ہیں (اللہ کی یکتائی کی دلیلیں ہیں) اہل بصیرت (عبرت کی نگاہ سے دیکھنے والوں) کے لئے، اور یہ (قوم لوط کی) بستیاں ایک آباد سرک پر ملتی ہیں (جس پر قریش کے لوگ سفر شام کرتے ہیں اس کے نشانات مٹے نہیں ہیں۔ کیا تم ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے) بلاشبہ ان باتوں میں اہل ایمان کے لئے بڑی ہی عبرت ہے اور (ان مخفف ہے یعنی انہ تھے) بن میں رہنے والے لوگ بھی (مدین کے نزدیک ایک گھنی جھاڑی تھی، جس میں قوم شعیب کے لوگ رہتے تھے) بڑے ہی ظالم تھے (کہ حضرت شعیب کو جھٹلا بیٹھے) سو ہم نے ان سے بدلہ لیا (سخت گرمی میں

انہیں مار ڈالا) اور یہ دونوں بستیوں (قوم) لوط اور بن والوں کے شہر) عام سڑک پر صاف دکھائی دیتی ہیں (پھر کیا مکہ والے ان سے بھی سبق حاصل نہیں کرتے) اور حجر کے لوگوں نے بھی جھٹلا دی تھی (یہ ایک وادی ہے مدینہ اور شام کے بیچ میں اور یہ قوم شمود تھی) پیغمبروں کی بات (حضرت صالح کو جھٹلایا اور چونکہ سب پیغمبر توحید کی دعوت دیتے ہیں، اس لئے ان کا جھٹلانا، سب پیغمبروں کا جھٹلانا ہوا، ہم نے انہیں (اوٹنی کے سلسلہ میں) اپنی نشانیاں دکھلائیں، مگر وہ روگردانی ہی کرتے رہے (ان نشانیوں میں ذرا بھی غور نہیں کیا) وہ پہاڑ تراش کے گھر بناتے تھے کہ محفوظ رہیں۔ لیکن ایک دن صبح کو اٹھے تو ہولناک آواز نے آپکڑا، سوان کے ہنر (قلعوں کا بنانا اور مالی دولت جمع کرنا ان کے کچھ بھی کام نہ آئے) (عذاب الہی روکنے میں) ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، بغیر کسی مصلحت کے پیدا نہیں کیا اور قیامت ضرور آنے والی ہے (چنانچہ ہر انسان اپنی کرنی کو بھرے گا) پس آپ (اے محمد! اپنی قوم کے بارے میں) حسن و خوبی سے درگزر کیجئے (اس طرح نظر انداز کر دیجئے کہ دل میں نام کو شکایت نہ رہے، یہ حکم جہاد کے حکم سے منسوخ ہو چکا ہے) تمہارا پروردگار ہی ہے (جو سب کا) پیدا کرنے والا (سب کچھ) جاننے والا ہے اور بلاشبہ ہم نے آپ کو دہرائی جانے والی آیتوں میں سے سات آیتوں کی سورت عطا کی ہے (آنحضرت کا ارشاد ہے کہ سورۃ فاتحہ مراد ہے، کیونکہ ہر رکعت میں یہ سورت دہرائی جاتی ہے (بخاری، مسلم) اور قرآن عظیم عنایت فرمایا۔ یہ جو ہم نے مختلف قسم کے کافروں کو بہرہ مند کر دیا ہے تو آپ اپنی آنکھ سے اٹھا کر بھی اس کی طرف نہ دیکھئے (اور اگر یہ ایمان نہ لائیں تو) ان پر بیکار غم نہ کیجئے اور مومنوں کے لئے اپنے بازو پھیلا دیجئے ان پر اپنی شفقت رکھئے اور اعلان کر دیجئے کہ میں (عذاب الہی سے) کھلم کھلا خبردار کرنے والا ہوں (صاف صاف آگاہ کرنے والا ہوں) جیسا ہم نے (یہ عذاب) ان لوگوں پر نازل کیا ہے جنہوں نے حصے بخرے کر رکھے تھے (یعنی یہود و نصاریٰ) اپنی آسمانی کتاب کے (جو قرآن ان پر اترے ہیں انہیں) پارہ پارہ کر دیا تھا (اس طرح ٹکڑے کر دیئے تھے کہ کتاب کے بعض حصے کو مانتے تھے اور بعض کو نہیں مانتے تھے اور بعض حضرات کے نزدیک اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے مکہ کے راستوں کو پھانٹ رکھا تھا۔ تاکہ لوگوں کو اسلام لانے سے روک سکیں۔ ان میں سے بعض تو قرآن کو جادو کہتے تھے اور بعض کہانت قرار دیتے تھے اور بعض شعر مانتے تھے) آپ کا پروردگار شاہد ہے کہ ان سب کاموں کی ضرورت ان سے ہم باز پرس کریں گے (ڈانٹ ڈپٹ کر) غرضیکہ جو کچھ آپ کو (اے محمد!) حکم دیا گیا ہے اسے صاف صاف سنا دیجئے (آشکارا کر کے بیان کر دیجئے) اور ان مشرکوں کی کچھ پرواہ نہ کیجئے (یہ حکم جہاد سے پہلے کا ہے) ان ہنسی اڑانے والوں کے لئے ہم تمہاری طرف سے کافی ہیں (انہیں ہم کسی نہ کسی آفت میں پھنسا کر رہیں گے۔ یہ ہنسی کرنے والے ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل، عدی بن قیس، اسود بن مطلب، اسود بن عبد یغوث تھے) جو اللہ کے ساتھ دوسری ہستیوں کو بھی معبود بناتے ہیں (یہ جملہ صفت ہے اور بعض کے نزدیک مبتداء ہے اور چونکہ اس میں شرط کے معنی رکھے ہوئے ہیں۔ اس لئے اس کی خبر پر فافا گئی جو آگے ہے) سوا بھی ان کو معلوم ہوا جاتا ہے (اپنا انجام) اور واقعی (قد تحقیق کے لئے ہے) ہمیں معلوم ہے کہ ان کی ہنسی اور جھٹلانے کی باتوں سے (آپ کا) دل تنگ ہوتا ہے۔ سو آپ اپنے پروردگار کی ستائش و تعریف کا ورد رکھئے (یعنی سبحان اللہ وبحمدہ پڑھا کیجئے) اور اس کے حضور سجدہ میں گرے رہیں (نماز پڑھتے رہیں) اور مرتے دم تک اپنے پروردگار کی بندگی میں لگے رہیں۔

تحقیق و ترکیب: ال لوط چونکہ دوسری آیت ولقد جاءت رسلنا لوط الخ آیا ہے۔ اس لئے مفسر علام نے اشارہ کر دیا کہ یہاں لفظ ال نرائد ہے۔ حضرت لوط کی بستی حضرت ابراہیم کی بستی سے چار فرسخ کے فاصلہ پر تھی۔ منکرون اگر اسی شہر کے باشندے ہوتے تو حضرت لوط ضرور پہچان لیتے اور باہر سے آئے ہوتے تو کچھ سفر کے آثار ان پر معلوم ہوتے۔ لیکن دونوں باتیں نہیں تھیں اس لئے تعارف چاہا۔

قضینا جلال محقق نے اشارہ کر دیا کہ قضی، اوحنی کے معنی کو متضمن ہے۔ اسی لئے الی لے ذریعہ متعدی کیا گیا ہے۔ مصبحین یہ ہؤلاء سے حال ہے اور مضاف جب کہ مضاف الیہ کا خبر ہوا اور معنی اضافت اس میں عامل ہوں۔ تو مضاف الیہ

سے بھی حال ہو سکتا ہے اور مقطوع کی ضمیر سے بھی حال ہو سکتا ہے اور حال کو جمع لانا بلحاظ معنی ہوگا۔ اسی ہولاء جاء اس سے معلوم ہوا کہ اوّل مطلق جمع کے لئے آتا ہے۔ اس میں ترتیب نہیں ہوتی۔ چنانچہ قوم لوط کا آنا پہلے ہوا اور فرشتوں کا خود کو فرشتے ظاہر کرنا بعد میں ہوا۔

بنیاسی جلال محقق نے اس سے حضرت لوط کی صاحبزادیاں مراد لی ہیں اور اس وقت مسلمان عورت کا نکاح کافر سے جائز ہوگا۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ حضرت لوط کی امت کی عورتیں مراد لی جائیں۔

لعمرک ابوہریرہ کی روایت ہے کہ اللہ نے آنحضرتؐ کے علاوہ کسی کی زندگی کی قسم نہیں کھائی۔ لفظ عمر فتح اور ضمہ دونوں طرح آتا ہے۔ لیکن قسم چونکہ کثیر الاستعمال ہے۔ اس لئے فتح خفیف ہونے کی وجہ سے مناسب رہتا ہے۔ لفظ لعمرک مبتداء محذوف الخبر ہے۔ اس کے بعد جواب قسم آتا ہے۔

فجعلنا علیہا یہ چار بستیاں ہیں جن میں چار ہزار کی آبادی تھی۔

فانتقمنا سات روز سخت گرمی رہی۔ اس کے بعد ایک ابراٹھا جس کے نیچے سب لوگ گرمی سے پریشان ہو کر اکٹھے ہو گئے اور لوگوں پر آگ برسی۔ حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ جب اس مقام حجر پر گزرے تو فرمایا لا تدخلوا مساکن الذین ظلموا نفسہم الا ان تکونوا باکین ان یصیبکم مثل ما اصابہم۔

سبعاً من المثنائی سورۃ فاتحہ میں چونکہ سات آیتیں ہیں۔ اس لئے سبع کہا گیا ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ سات آیات کون سی ہیں؟ حنفیہ کے نزدیک الحمد للہ سے پہلی آیت شروع ہوتی ہے۔ اور اھدنا الصراط الخ سے آخر تک دو آیتیں ہیں۔ لیکن شوافع کے نزدیک بسم اللہ پہلی آیت ہے اور اھدنا الخ سے آخرت سورت تک پوری ایک آیت ہے۔ اس طرح دونوں کے نزدیک مبداء اور منتھی میں فرق رہا اور مثنائی ثنی کی جمع ہے۔ مکہ اور مدینہ میں دو دفعہ نازل ہونے کی وجہ سے اس سورت کو مثنائی کہا گیا ہے۔ یا نماز کی ہر رکعت میں دہرائی جانے کی وجہ سے اسے مثنائی کہا گیا ہے اور یا اس لئے کہ اس کے دو حصے ہیں۔ نصف اول تو اللہ کی حمد و ثناء ہے اور نصف آخر بندہ کی درخواست سے متعلق ہے۔

علی المقتسمین مفسر علام نے اس میں دو اختلاف بیان کئے ہیں۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اسلام میں داخل ہونے سے روکنے کے لئے مختلف راستوں پر پھٹ جاتے تھے۔ جن کی تعداد ۶۶ تھی۔ جن کا سرغنہ ولید تھا اور یا یہود و نصاریٰ ہیں۔ اسی طرح لقرآن میں بھی دو احتمال ہیں۔ سابقہ آسمانی کتابیں ہوں کہ ان کے ماننے والے بھی من پسند باتوں کو قبول کرتے تھے اور باقی کو نظر انداز کر دیتے تھے اور ان آسمانی کتابوں کو قرآن سے تعبیر کرنے میں یہ نکتہ ہے کہ آپؐ کی تسلی مقصود ہے کہ جس طرح آپؐ کے قرآن کے ساتھ یہ معاملہ کر رکھا ہے۔ اپنے اپنے قرآنوں کے ساتھ بھی یہی سلوک کر چکے ہیں۔ ان کے لئے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ خواہ آپؐ کے لئے یہ بات نئی چیز ہو۔ دوسری صورت یہ ہے کہ قرآن سے مراد موجودہ قرآن کریم ہو کہ لوگ اس کے بارہ میں مختلف الرائے ہیں۔ کوئی شعر و شاعری مانتا ہے کوئی سحر و کھانت مانتا ہے کوئی کچھ ہانکتا ہے کوئی کچھ۔ غرض جتنے منہ اتنی ہی باتیں۔

نسئلہم مفسر علام نے ”سوال تو نیخ“ نکال کر ایک شبہ کے دفعیہ کی طرف اشارہ کر دیا کہ بظاہر اس آیت میں دوسری آیت فیومثلاً یسئل عن ذنبہ انس ولا جان سے ایک تعارض معلوم ہو رہا تھا۔

وہم الولید یہ پانچوں بری طرح سے ہلاک ہوئے۔ چنانچہ ولید بن مغیرہ کے دامن میں تیرا لہجہ کر کسی رگ میں پیوست ہو گیا۔ جس سے اس کی موت واقع ہو گئی اور عاص بن وائل کے پاؤں میں ایسا کانٹا چبھا کہ پلوں دوڑ گیا جس سے مر گیا اور اسود بن عبد المطلب اندھا ہو کر مرا اور عدی بن قیس کی ناک میں کیڑے پڑے اور اسود بن یغوث درختوں میں سر دے کر مر گیا اور ابن عباسؓ کی رائے ہے کہ ایسے افراد آٹھ تھے۔ عقبہ بن ابی معیط بدر میں مرا اور ابولہب کے گلٹی نکلی جس سے مرا، اور حکم بن ابی العاص فتح مکہ کے بعد یمان لے آیا تھا۔

الیقین موت چونکہ متیقن ہے۔ اس لئے بقول ابو حیان یقین موت کا نام ہے۔ رہی یہ بات کہ اس قید کے لگانے کا کیا

فائدہ، کیونکہ سب جانتے ہیں کہ موت کے بعد عبادت نہیں ہو سکتی؟ جواب یہ ہے کہ مقصد مرتے دم تک ساری زندگی عبادت میں لگے رہنا ہے۔

رابط آیات: آیت فلما جاء آل لوط الخ سے قوم لوط اور اصحاب مدین اور اصحاب حجر کے واقعات عذاب بیان کئے جا رہے ہیں اور آیت وما خلقنا الاموات الخ سے آنحضرت کی تسلی کا مضمون ذکر کیا جا رہا ہے۔

شان نزول: ایک روز ابو جہل کے ساتھ تجارتی قافلے شام سے مکہ میں آئے یا بصری وغیرہ سے یہود بنی قریظہ اور بنو نضیر کے لئے آئے۔ سونا، خوشبو اور جواہرات وغیرہ تھے۔ جنہیں دیکھ کر آنحضرتؐ یا مفلوک الحال مسلمانوں کو خیال ہوا کہ اگر یہ سامان ہمارے پاس ہوتا تو ہم اسے اللہ کی فرمانبرداری میں خرچ کرتے اور صدقہ خیرات کرتے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾: قوم لوط پر عذاب کا وقت: قوم لوط پر عذاب کے وقت کے سلسلہ میں دو لفظ استعمال کئے گئے ہیں مصبحین اور مشرقین پس ممکن ہے کہ عذاب صبح سے شروع ہوا ہو اور اشراق تک رہا ہو۔ اس طرح دونوں لفظ جمع ہو سکتے ہیں۔ دوسری صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ صبح کا مفہوم عام لے لیا جائے۔ جس میں اشراق کا وقت بھی آ جاتا ہے۔ البتہ ایک آیت میں بکسرہ کا لفظ بھی آیا ہے۔ جس کے معنی شروع دن کے آتے ہیں۔ پس اگر اس سے عرفی دن مراد لیا جائے تو بکرہ کا لفظ مشرقین کا مترادف ہو جائے گا اور شرعی دن مراد لیا جائے تو پھر لفظ بکرہ بحسین کے قریب ہو جائے گا۔

خدا کی طرف سے قسموں کا استعمال: قرآن کریم میں جا بجا جن چیزوں کی قسمیں کھائی گئی ہیں۔ ان سے مقصود ان چیزوں کا بے حد نافع ہونا اور قدرت الہی کا نمونہ ہونا ہوتا ہے۔ لیکن کسی چیز کی خدا کے برابر تعظیم کرنا چونکہ جائز نہیں ہے اور لوگوں کے قسم کھانے میں اس کا احتمال ہے کہ وہ ان چیزوں کی تعظیم حد سے زیادہ کرنے لگیں۔ اس لئے غیر اللہ کی قسم کھانا ناجائز قرار دے دیا۔ البتہ خود حق تعالیٰ میں اس کا احتمال نہیں کہ کسی مخلوق کو اپنے برابر یا اپنے سے بڑا سمجھیں اس لئے اللہ کے قسم کھانے پر کوئی اشکال نہیں ہوتا۔ دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ جن چیزوں کی قسمیں کھائی جاتی ہیں ان کی ذات پیش نظر نہیں ہوتی بلکہ ان کی صفت سامنے ہوتی ہے کہ وہ چیزیں قدرت الہی کا نمونہ ہیں۔ سو وہ صفت اور خوبی درحقیقت صفت الہی ہوئی اور صفات الہی کے قسم کھانے میں کوئی حرج نہیں، اس لئے حق تعالیٰ کا قسمیں کھانا محل اشکال نہیں البتہ عام لوگ اس لحاظ سے قسم نہیں کھاتے اس لئے انہیں ابہام سے بچانے کے لئے غیر اللہ کی قسموں کو ناجائز کہا گیا ہے۔

ایکہ اور مدین اور حجر پر عذاب الہی: ایکہ کے معنی بن کے ہیں۔ بعض حضرات کے نزدیک شہر مدین کے آس پاس یہ بن تھا اس لئے اہل مدین کو اصحاب الایکہ بھی کہتے ہیں۔ لیکن بعض حضرات کہتے ہیں کہ اصحاب الایکہ اور اہل مدین دو الگ الگ قوموں کے نام ہیں۔ یکے بعد دیگرے دونوں قوموں کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام نبی بنا کر بھیجے گئے تھے اور بقول جلال مفسر حجر ایک جگہ کا نام تھا شام و حجاز کے درمیان جہاں قوم ثمود آباد تھی۔ قوم لوط اور قوم ثمود کی یہ دونوں آبادیاں چونکہ سر راہ پڑتی تھیں اس لئے بطور تشبیہ فرمایا جا رہا ہے کہ قوم لوط کی طرح اہل ایکہ کی بستیاں ہی تمہارے راستے میں پڑتی ہیں۔ اس صورت میں انہما لبامام مبین کہتے ہیں حقیقتہً تکرار نہ ہوا۔ رہا ظاہری تکرار سو اس میں بھی اس مکرر کی تاکید مقصود نہیں ہے بلکہ اس تشبیہ کی تاکید مقصود ہوئی۔

برائی سے درگزر کرنا:..... کسی بات سے درگزر کرنے کی صورت تو یہ ہوتی ہے کہ آدمی بے بس ہوتا ہے اس لئے مجبور ہو کر بدلہ نہیں لیتا، درگزر کر دیتا ہے لیکن دل نفرت و انتقام سے لبریز رہتا ہے۔ اسے صفحہ تو کہیں مگر ”صفحہ جمیل“ نہیں کہا جائے گا۔ ”صفحہ جمیل“ یہ ہے کہ مجبور ہو کر نہیں بلکہ خود اپنی مرضی اور خوشی سے درگزر کیا جائے اور نفرت و انتقام کا کوئی جذبہ دل میں نہ اٹھے اگر اٹھے تو غالب نہ آ سکے، مغلوب ہو کر رہ جائے۔ پس فرمایا جا رہا ہے کہ تمہیں مخالفوں کے ساتھ صفحہ جمیل کرنا چاہئے۔ لوگوں کی سرکشی و شرارت سے آزر دہ خاطر ہونے کی بجائے حسن و خوبی کے ساتھ درگزر کرتے رہنا چاہئے۔ اللہ سب کا پیدا کرنے والا اور سب کی حالت جاننے والا ہے۔ اس لئے اس کے بندوں کا معاملہ اسی پر چھوڑ دینا چاہئے۔

حکم الہی کی برتری:..... آیت ولقد اتیناک الخ سے آخر تک سورۃ کا خاتمہ ہے اور پوری سورۃ کے مواظظ و ارشاد کا خلاصہ ہے۔ خطاب اگرچہ بظاہر پیغمبر اسلام سے ہے مگر فی الحقیقت مومنوں کی وہ ابتدائی جماعت مراد ہے جو مکہ میں ایمان لائی تھی اور مظلومی اور بے سروسامانی کی زندگی بسر کر رہی تھی۔ فرمایا کہ تم دیکھتے ہو کہ مخالفوں کے پاس ہر طرح کی دنیاوی آسائشیں اور دنیاوی طاقتیں ہیں۔ تمہارے پاس ان میں سے کوئی چیز بھی نہیں، لیکن تم بھولتے ہو، تمہارے پاس بھی ایک چیز ہے۔ جس سے تمہارے مخالف ایک قلم خالی ہاتھ ہیں اور وہ اللہ کا کلام ہے۔ ولقد اتیناک سبعاً من المثنیٰ والقرآن العظیم۔ اور اگر یہ نعمت تمہارے پاس ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ تم مخالفوں کی موجودہ خوش حالیوں کو حسرت اور رشک کی نظر سے دیکھو، یہی ایک نعمت تمہیں دین و دنیا کی تمام نعمتوں سے سرفراز کر دینے والی ہے۔

سورۃ فاتحہ قرآن کریم کا نچوڑ ہے:..... احادیث کی روشنی میں ”سبعاً من المثنیٰ“ سے مراد سورۃ فاتحہ ہے۔ یہاں خصوصیت سے سورۃ فاتحہ کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ وہ تمام قرآن کی تعلیم کا خلاصہ اور ایمان و عمل کی زندگی کا نچوڑ ہے۔ جس فرد اور جس جماعت کی زندگی ان سات آیات کی ورد اور مداومت میں بسر ہو رہی ہے ممکن نہیں کہ وہ دینی اور دنیاوی سعادتوں سے محروم رہے اور اس بار بار دہرائے جانے کا مطلب بھی یہی ہے کہ ایک مومن کی زندگی کے لئے دن رات اسی کا ورد ہے۔ وہ ہر روز نمازوں میں، نماز کی ہر رکعت میں اسے دہراتا رہتا ہے اور صبح آتی ہے تو اس کی صدائیں چھڑتی ہیں، شام ہوتی ہے تو اسی کی صدائیں اٹھتی ہیں، دوپہر میں بھی اس کا نغمہ یہی ہوتا ہے اور راتوں کا ترانہ بھی اس کے سوا کوئی نہیں۔

نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کا طریقہ:..... احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ سورۃ فاتحہ کو سات وقفوں کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ اور ہر آیت کا آخری لفظ کسی قدر کھینچ کر ختم کرتے تھے۔ ایسا نہیں کرتے تھے کہ دو تین سانسوں میں پوری سورت ختم کر دیتے۔ یعنی الحمد سے لے کر یوم الدین تک ایک سانس میں اور پھر آخر سورت ایک سانس میں جیسا کہ ناواقفیت سے آج کل قرأت کا یہ دستور نکال لیا ہے اور راوی نے صرف اتنی ہی تصریح پر قناعت نہیں کی۔ بلکہ الگ الگ آیتیں پڑھ کر بتلا ہی دیا کہ اس طرح وقف کر کے پڑھتے تھے اور فی الحقیقت سورۃ فاتحہ کے پڑھنے کا صحیح اور قدرتی طریقہ یہی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ سورۃ فاتحہ ایک دعا ہے اور اس کی ہر ایک آیت سائل کی زبان سے نکلی ہوئی طلب و الحاج کی ایک صدا کا حکم رکھتی ہے۔ جب ایک سائل کسی کے آگے کھڑا ہوتا ہے اور اس کی مدح و ثنا کر کے صرف مطلب زبان پر لاتا ہے تو ایسا نہیں کرتا کہ ایک خطیب کی طرح مسلسل تقریر شروع کر دے اور ایک ہی سانس میں سب کچھ کہہ جائے۔ بلکہ طلب و نیاز کے لہجہ میں ٹھہر ٹھہر کر ایک ایک بات کہے گا اور یہ حالت اسے مہلت نہ دے گی۔ کہ ایک مرتبہ سب کچھ کہہ جائے۔ مثلاً: کہے گا آپ فیاض ہیں، آپ کریم ہیں، آپ کی سخاوت کی دھوم ہے، اگر آپ سے نہ مانگوں تو کس سے مانگوں؟ اور ان میں سے ہر بول دوسرے بول سے ملا کر نہیں کہے گا۔ الگ الگ کر کے ٹھہر ٹھہر کے کہے گا۔

بلاشبہ ان میں سے ہر جملہ باعتبار مطلب کے ایک دوسرے سے ملا ہوا ہے۔ بات ایک ہی جملہ میں پوری نہیں ہو جاتی لیکن وقف و اتصال کے لئے صرف اتنی ہی بات کافی نہیں ہے۔ کلام کی روش اور خطاب کا اداسناں جانتا ہے کہ زور کلام اور حسن خطاب کے لئے کہاں وقف کرنا چاہیئے کہاں نہیں کرنا چاہیئے۔ یہ حقیقت اس وقت زیادہ واضح ہو جاتی ہے جب قرآن کے ان تمام مقامات پر نظر ڈالی جائے جہاں آنحضرتؐ کا وقف کرنا آیات سے ثابت ہے، ان میں متعدد مقامات ایسے ہیں جہاں متاخرین کے نزدیک وقف نہیں کرنا چاہیئے۔ لیکن آنحضرتؐ کا وقف کرنا ثابت ہے اور اگر مقام کی نوعیت پر غور کرو گے تو واضح ہو جائے گا کہ طریق خطیبانہ کا اسلوب یہی چاہتا ہے کہ یہاں وقف ہو۔ بغیر اس کے زور کلام ابھرتا نہیں اور گو آیت میں بات پوری ہوئی نہیں ہے۔ لیکن موقعہ کا قدرتی اسلوب خطاب یہی ہے کہ وقفہ کیا جائے۔

ایک شبہ اور اس کا جواب:..... ان آیات میں سزا وغیرہ کے بعض مضامین تسلی سے بظاہر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ آنحضرتؐ ان کا سزا یاب ہونا چاہتے تھے۔ حالانکہ یہ بات آپؐ کی شفقت کے خلاف ہے؟ جواب یہ ہے کہ آپؐ کا ان کے لئے سزا چاہنا اپنے نفس کے لئے نہیں تھا کہ خلاف شفقت ہو بلکہ بغض فی اللہ کا اثر تھا کہ حق تعالیٰ کے ساتھ ان کے کفر و شرک کی وجہ سے آپؐ ان کا سزا یاب ہونا چاہتے تھے۔ اسی کے ساتھ آپؐ کی شفقت کا حال تو یہ تھا کہ اس کے باوجود ان کی ہدایت کے لئے برابر کوشاں اور جدوجہد کرتے رہے شفقت کے یہ معنی نہیں کہ کفر و شرک کرتے ہوئے آپؐ ان کی مغفرت کے خواہاں ہوتے۔

پریشانی کا علاج:..... تنگدلی کا علاج جو عبادت میں مشغول ہونا بتلایا گیا ہے۔ اس پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ آپؐ تو ہمیشہ عبادت میں رہا کرتے تھے۔ پھر کیوں عبادت کا حکم دیا گیا ہے؟ جواب یہ ہے کہ صرف عبادت کا حکم دینا نہیں ہے کہ وہ تو آپؐ پہلے سے کرتے تھے۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ آپؐ ان سب باتوں سے کٹ کر صرف عبادت کے لئے وقف ہو جائے اور اس طرح کی مشغولیت سے آپؐ کی گھٹن کم یا زائل ہو جائے گی کیونکہ نفس اور طبیعت ایک آن میں دو طرف پوری توجہ نہیں کر سکتا۔ پچھلی کتابوں کو قرآن کہنے میں آنحضرتؐ کی تسلی مقصود ہے کہ پہلے قرآنوں کا بھی انکار ہو چکا ہے اور بعض نے کما انزلنا کو اتیناک کے متعلق کہا ہے۔ یعنی پچھلے انبیاء کی طرح ہم نے آپؐ کو سب مٹائی اور قرآن دیا ہے۔ اس لئے وحی نازل ہونے کو بعید نہیں سمجھنا چاہیئے۔

لطائف آیات:..... آیت ولا یلتفت الخ سے معلوم ہوا کہ غضب الہی جن پر اترا ہوا ان پر اور ان کے آثار پر تفریح کے طور پر نظر ڈالنی نہیں چاہیئے چنانچہ اس میں بدعت و کفر کے مجامع بھی داخل ہو گئے۔ آیت ان فی ذلک لایلت الخ سے مراد فراست مؤمن ہے۔ جیسا کہ حدیث میں فرمایا گیا ہے۔ اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله۔ پس اس میں عقلی اور کشفی وغیرہ سب قسم کے ادراک آ گئے۔ لیکن اس سے ان کا قطعی ہونا لازم نہیں آتا۔ بلکہ مقصود صرف یہ بتلانا ہے کہ کشفی و عقلی طریقے بھی فائدے سے خالی نہیں۔ شرعی حدود کی رعایت کرتے ہوئے ان سے بھی کام لینا چاہیئے۔ پس آیت سے عارفین کی فراست کا صحیح ہونا معلوم ہوا اور فراست ایسی چیز کا نام ہے جسے عام لوگ نہیں دیکھتے۔ آیت فاصفح الجمیل میں بعض اخلاق کی تعلیم ہیں۔ آیت لا تمدن الخ سے معلوم ہوا کہ غیر اللہ کی طرف دیکھنا بھی غیرت الہی کے خلاف ہے۔ آیت فاصدع الخ سے معلوم ہوا کہ حق بات کو بہت صفائی سے کہہ دینا چاہیئے اور پیغام حق ادا کر کے پھر خلوت کی طرف رجوع کیجئے۔ اور شاہد حق کا مراقبہ کیجئے اور اس سے مشائخ نے خلوت کی حفاظت کو لیا ہے۔ آیت ولقد نعلم الخ سے معلوم ہوا کہ تنگ دلی اور غم کا علاج ذکر اور توجہ حق ہے۔ آیت واعبد ربک الخ سے ان لوگوں پر رد ہو گیا جو کہتے ہیں کہ سلوک میں ایک مقام ایسا بھی آتا ہے جس میں تکالیف شرعیہ ساقط ہو جاتی ہیں۔ اس قسم کا اعتماد سراسر الحاد ہے۔

سُورَةُ النَّحْلِ

سُورَةُ النَّحْلِ مَكِّيَّةٌ إِلَّا وَإِنْ عَاقَبْتُمْ إِلَىٰ آخِرِهَا مِائَةً وَثَمَانًا وَعِشْرُونَ آيَةً

سورۃ نحل کی ہے۔ جز آیت وان عاقبتم النخ کے اس میں کل ۱۲۸ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ﴿۱﴾

لَمَّا اسْتَبْطَأَ الْمُشْرِكُونَ الْعَذَابَ نَزَلَ آتَىٰ أَمْرُ اللَّهِ أَيَّ السَّاعَةِ وَآتَىٰ بِصِغَةِ الْمَاضِي لِلتَّحَقُّقِ وَقُوْعِهِ أَيَّ قُرْبٍ فَلَا تَسْتَعْجِلُوهُ تَطْلُبُوهُ قَبْلَ حَيْثُ فَإِنَّهُ وَاقِعٌ لَامُحَالَةٍ سُبْحَنَهُ تَنْزِيلُهَا لَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۱﴾ بِهِ غَيْرُهُ يُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ أَيَّ جِبْرِئِيلَ بِالرُّوحِ بِالْوَحْيِ مِنْ أَمْرِهِ بِإِرَادَتِهِ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَهُمْ الْأَنْبِيَاءُ أَنْ مَفْسِرَةً أَنْذِرُوا خَوْفُوا الْكَافِرِينَ بِالْعَذَابِ وَاعْلَمُوهُمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاتَّقُونِ ﴿۲﴾ خَافُونَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ أَيَّ مُحِقًّا تَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۳﴾ بِهِ مِنَ الْأَصْنَامِ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ مَنِيٍّ إِلَىٰ أَنْ صَيَّرَهُ قَوِيًّا شَدِيدًا فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ شَدِيدُ الْخُصُومَةِ مُبِينٌ ﴿۴﴾ بَيْنَهَا فِي نَفْيِ الْبُعْثِ قَائِلًا مِنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ وَالْإِنْعَامَ الْإِبِلَ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمَ وَنَصَبَهُ بِفَعْلٍ يُفْسِرُهُ خَلَقَهَا لَكُمْ فِي جُمْلَةِ النَّاسِ فِيهَا دِفْءٌ مَا تَسْتَدْفِقُونَ بِهِ مِنَ الْأَكْسِيَّةِ وَالْأَرْدِيَةِ مِنْ أَشْعَارِهَا وَاصْوَافِهَا وَمَنَافِعُ مِنَ النَّسْلِ وَالْدُّرِّ وَالرُّكُوبِ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ﴿۵﴾ قَدَّمَ الظَّرْفَ لِلْفَاصِلَةِ وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ زِينَةٌ حِينَ تُرِيحُونَ تَرُدُّونَهَا إِلَىٰ مَرَاحِهَا بِالْعَشِيِّ وَحِينَ تَسْرَحُونَ ﴿۶﴾ تُخْرِجُونَهَا إِلَىٰ الْمَرْعَىٰ بِالْغَدَاةِ وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ أَحْمَالَكُمْ إِلَىٰ بَلَدٍ لَمْ تَكُونُوا بِلَافِيهِ وَاصِلِينَ إِلَيْهِ عَلَىٰ غَيْرِ الْإِبِلِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنْفُسِ وَبِجَهْدِهَا إِنَّ رَبَّكُمْ لَرءُوفٌ رَحِيمٌ ﴿۷﴾ بِكُمْ حَيْثُ خَلَقَهَا لَكُمْ وَخَلَقَ الْخَيْلَ وَالْبُعَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً مَفْعُولٌ لَهُ وَالتَّعْلِيلُ بِهِمَا لِتَعْرِيفِ النِّعَمِ لَا يُنَافِي خَلَقَهَا لِغَيْرِ ذَلِكَ كَالْأَكْلِ فِي الْخَيْلِ الثَّابِتِ بِحَدِيثِ الصَّحِيحَيْنِ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿۸﴾ مِنَ الْأَشْيَاءِ الْعَجِيبَةِ الْغَرِيبَةِ وَعَلَى اللَّهِ قَصْدُ السَّبِيلِ

أَيُّ بَيَانِ الطَّرِيقِ الْمُسْتَقِيمِ وَمِنْهَا أَيْ السَّبِيلِ جَائِزٌ حَائِذٌ عَنِ الْإِسْتِقَامَةِ وَلَوْ شَاءَ هَدَايَتُكُمْ لَهَدَيْتُكُمْ إِلَى
 قَصْدِ السَّبِيلِ أَجْمَعِينَ ﴿٩﴾ فَتَهْتَدُونَ إِلَيْهِ بِاخْتِيَارٍ مِنْكُمْ هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لَكُمْ مِنْهُ
 شَرَابٌ تَشْرَبُونَهُ وَمِنْهُ شَجَرٌ يَنْبُتُ بِسَبَبِهِ فِيهِ تُسَيِّمُونَ ﴿١٠﴾ تَرَعُونَ دَوَابَّكُمْ يُنْبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ
 وَالزَّيْتُونَ وَالنَّخِيلَ وَالْأَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَمَذْكُورٍ لَأَيَّةٌ ذَالَّةٌ عَلَى وَحْدَانِيَّتِهِ
 تَعَالَى لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿١١﴾ فِي صُنْعِهِ فَيُؤْمِنُونَ وَسَخَّرَ لَكُمْ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ بِالنَّصَبِ عَطْفًا
 عَلَى مَا قَبْلَهُ وَالرَّفْعَ مُبْتَدَأً وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ بِالْوَجْهِينِ مُسَخَّرَاتٍ بِالنَّصَبِ حَالٌ وَالرَّفْعَ خَبَرٌ بِأَمْرِهِ
 بِإِرَادَتِهِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿١٢﴾ يَتَدَبَّرُونَ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَآذِرَآ خَلَقَ لَكُمْ فِي الْأَرْضِ
 مِنَ الْحَيَوَانِ وَالنَّبَاتِ وَغَيْرِ ذَلِكَ مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ كَأَحْمَرٍ وَأَخْضَرٍ وَأَصْفَرٍ وَغَيْرِهَا إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً
 لِقَوْمٍ يَذْكُرُونَ ﴿١٣﴾ يَتَّعِظُونَ وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ ذَلَّلَهُ لِرُكُوبِهِ وَالْغَوْصَ فِيهِ لِتَأْكُلُوا مِنْهُ لَحْمًا
 طَرِيًّا هُوَ السَّمَكُ وَتَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا هِيَ اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ وَتَرَى تَبْصُرُ الْفُلُكَ
 السُّفُنَ مَوَاحِرَ فِيهِ تَمْخَرُ الْمَاءُ أَيْ تَشُقُّ بِجَرِيهَا فِيهِ مُقْبِلَةٌ وَمُدْبِرَةٌ بِرِيحٍ وَاحِدَةٍ وَلِتَبْتَغُوا عَطْفٌ عَلَى
 لِتَأْكُلُوا تَطْلُبُوا مِنْ فَضْلِهِ تَعَالَى بِالتَّجَارَةِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿١٤﴾ اللَّهُ عَلَى ذَلِكَ وَالْقَى فِي الْأَرْضِ
 رَوَاسِيَ جِبَالًا ثَوَابِتٍ لِي أَنْ لَا تَمِيدَ تَتَحَرَّكَ بِكُمْ وَجَعَلَ فِيهَا أَنْهَارًا كَالنَّيْلِ وَسُبُلًا طُرُقًا لَعَلَّكُمْ
 تَهْتَدُونَ ﴿١٥﴾ إِلَى مَقَاصِدِكُمْ وَعَلِمْتُ تَسْتَدِلُّونَ بِهَا عَلَى الطُّرُقِ كَالْجِبَالِ بِالنَّهَارِ وَبِالنَّجْمِ بِمَعْنَى
 النُّجُومِ هُمْ يَهْتَدُونَ ﴿١٦﴾ إِلَى الطُّرُقِ وَالْقِبْلَةِ بِاللَّيْلِ أَفَمَنْ يَخْلُقُ وَهُوَ اللَّهُ كَمَنْ لَا يَخْلُقُ وَهُوَ الْأَصْنَامُ
 حَيْثُ تُشْرِكُونَهَا مَعَهُ فِي الْعِبَادَةِ لَا أَفَلَا تَذْكُرُونَ ﴿١٧﴾ هَذَا فِتْنَةٌ وَمَنْ يَكْفُرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا
 يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ تَضْبِطُوهَا فَضْلًا أَنْ تُطِيقُوا شُكْرَهَا إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٨﴾ حَيْثُ يُنْعِمُ عَلَيْكُمْ مَعَ
 تَقْصِيرِكُمْ وَعِصْيَانِكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُسْرُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ ﴿١٩﴾ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ بِالنَّاءِ وَالْبَيَاءِ تَعْبُدُونَ
 مِنْ دُونِ اللَّهِ وَهُوَ الْأَصْنَامُ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ﴿٢٠﴾ يُصَوِّرُونَ مِنَ الْحِجَارَةِ وَغَيْرِهَا
 أَمْوَاتٌ لَا رُوحَ فِيهِمْ خَبَرٌ ثَانٍ غَيْرُ أَحْيَاءٍ تَاكِدُ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيْ الْأَصْنَامُ أَيَّانَ وَقْتُ يُبْعَثُونَ ﴿٢١﴾ أَيْ
 الْخَلْقُ فَكَيْفَ يُعْبَدُونَ إِذْ لَا يَكُونُ إِلَهًا إِلَّا الْخَالِقُ الْحَيُّ الْعَالِمُ بِالْغَيْبِ إِلَهُكُمْ الْمُسْتَحِقُّ لِلْعِبَادَةِ مِنْكُمْ
 إِلَهٌ وَاحِدٌ لَا نَظِيرَ لَهُ فِي ذَاتِهِ وَلَا فِي صِفَاتِهِ وَهُوَ اللَّهُ تَعَالَى فَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ قُلُوبُهُمْ
 مُنْكَرَةٌ جَا حِدَةٌ لِلْوَحْدَانِيَّةِ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ ﴿٢٢﴾ مُتَكَبِّرُونَ عَنِ الْإِيمَانِ بِهَا لَا جَرَمَ حَقًّا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ

مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ فَيُحَازِيهِمْ بِذَلِكَ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِينَ ﴿۲۳﴾ بِمَعْنَى أَنَّهُ يُعَاقِبُهُمْ وَنَزَلَ فِي النَّضْرَيْنِ الْحَارِثِ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ مَا اسْتَفْهَامِيَّةٌ ذَا مَوْصُولَةٍ أَنْزَلَ رَبُّكُمْ عَلَى مُحَمَّدٍ قَالُوا هُوَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿۲۴﴾ وَأَضْلَالًا لِلنَّاسِ لِيَحْمِلُوا فِي عَاقِبَةِ الْأَمْرِ أَوْزَارَهُمْ ذُنُوبُهُمْ كَامِلَةٌ لَمْ يَكْفُرْ مِنْهَا شَيْءٌ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَمِنْ بَعْضِ أَوْزَارِ الَّذِينَ يُضِلُّونَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ لَأَنَّهُمْ دَعَوْهُمْ إِلَى الضَّلَالِ فَاتَّبَعُوهُمْ فَاشْتَرَكُوا فِي الْإِثْمِ أَلَا سَاءَ بِئْسَ مَا يَزِرُونَ ﴿۲۵﴾ يَحْمِلُونَهُ حَمْلَهُمْ هَذَا

ترجمہ: (عذاب کے آنے میں مشرکین نے جب جلدی چاہی تو یہ آیات نازل ہوئیں) اللہ کا حکم آپہنچا (یعنی قیامت ماضی کا صیغہ لانے میں قیامت کے یقینی ہونے کی طرف اشارہ ہے، یعنی قیامت نزدیک آگئی ہے، پس اس کے لئے جلدی نہ مچاؤ (وقت سے پہلے نہ چاہو، وہ تو لامحالہ آکر رہے گی) اس کی ذات ان باتوں سے پاک و برتر ہے جو یہ مشرکین کر رہے ہیں، وہ اپنے بندوں (پیغمبروں) میں سے جسے چاہتا ہے اس کے پاس فرشتوں (جبریل) کو اپنے حکم سے بھیج دیتا ہے کہ (ان مفسرہ ہے) خبردار کر دیجئے (کافروں کو عذاب سے چونکا دیجئے اور بتا دیجئے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، پس مجھ سے ڈرتے رہو اس نے آسمانوں اور زمین کو حکمت (مدیر سے) بنایا۔ اس کی ذات برتر ہے، اس بات سے جو یہ لوگ شرکیہ کام کر رہے ہیں (یعنی بت پرستی) انسان کو نطفہ سے پیدا کیا (قطرہ منی) سے اسے اتنا طاقت ور بنادیا) پھر دیکھو وہ جھگڑنے والا (لڑاکا) کھلم کھلا (یہ کہہ کر قیامت کا صاف انکار کرنے لگا کہ پرانی بوسیدہ ہڈیوں کو کون جلا سکتا ہے) اور اسی نے چوپاؤں کو (اونٹ، گائے، بکری مراد ہے، یہ منصوب ہے۔ ما اضممر عاملہ علی شرط التفسیر کی بنا پر) پیدا کیا ہے، تمہارے (تمام لوگوں کے) لئے ان میں جاڑے کا سامان ہے (اور بال اور اون سے بنے ہوئے کمبلوں اور چادروں سے جو تم گرمی حاصل کرتے ہو) اور بھی بہت سے فائدے ہیں۔ (نسل اور دودھ اور سواری) اور انہی میں ایسے جانور بھی ہیں جن کا تم گوشت کھاتے ہو (لفظ منها ظرف کو ختم آیات کی رعایت سے مقدم کر دیا گیا ہے) اور ان کی وجہ سے تمہاری رونق (زینت) بھی ہے، جب انہیں شام کے وقت تم واپس لاتے ہو (شام کے وقت جب چرا کر انہیں ہتان پر باندھتے ہو) اور جب صبح کے وقت چھوڑ دیتے ہو (صبح کو چراگاہ میں روانہ کرتے ہو) اور یہی جانور تمہارا بوجھ اٹھا کر ایسے شہروں تک لے جاتے ہیں کہ تم وہاں تک نہیں پہنچ سکتے تھے (بلا سواری کے) بدون جان کو محنت میں ڈالے ہوئے (زحمت اٹھائے ہوئے) واقعی تمہارا پروردگار بڑی شفقت اور رحمت والا ہے (کہ تمہارے لئے اس نے یہ چیزیں پیدا کیں) اور گھوڑے اور خچر اور گدھے (پیدا کر دیئے ہیں) کہ تم اس سے سواری کا کام لو اور ویسے ان میں خوشنمائی بھی ہے (یہ مفعول لہ ہے اور ان تینوں جانوروں کے پیدا کرنے کی ان دونوں علتوں سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کی پیدائش کی اور کوئی غرض نہ ہو۔ چنانچہ گھوڑے کے گوشت کا کھانا حدیث صحیحین سے ثابت ہے) وہ اور بھی ایسی ایسی چیزیں بناتا ہے جن کی تمہیں خبر بھی نہیں (عجیب و غریب چیزیں) اور یہ اللہ کا کام ہے کہ راہ حق (سیدھا راستہ) واضح کر دے اور کچھ راہیں ٹیڑھی بھی ہیں (سیدھے راستہ سے ہٹی ہوئیں) اور اگر اللہ چاہتا (تمہیں ہدایت دینا) تو سب کو منزل مقصود (سیدھی راہ) دکھا دیتا (تم اپنے اختیار سے اس تک پہنچ جاتے) وہی ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا، تمہارے فائدے کی خاطر، اس میں سے کچھ تو تمہارے پینے کے کام آتا ہے اور کچھ درختوں کو سیراب کرتا ہے (اس سے درخت پیدا ہوتے ہیں) جس سے تم اپنے مویشی چراتے ہو (جانور چگاتے ہو) اسی پانی سے وہ تمہارے لئے کھیتیاں اور زمینوں اور کھجور اور انگور اور ہر طرح کے پھل پھول بھی پیدا کرتا ہے۔ یقیناً اس بات میں ان لوگوں کے لئے (توحید کی) بڑی دلیل ہے جو غور و فکر کرنے والے ہیں (اس کی صفت میں، پھر اس پر ایمان لاتے

ہیں) اور اس نے تمہارے لئے رات اور دن اور سورج مسخر کر دیئے (نصب کے ساتھ ان لفظوں کا عطف ماقبل پر ہوگا اور رفع کے ساتھ ہوں تو مبتداء ہیں) اور چاند اور ستارے بھی (یہ دونوں لفظ بھی نصب اور رفع کے ساتھ دونوں طرح ہیں) اسی طرح تمہارے لئے مسخر ہو گئے ہیں (نصب کے ساتھ تو حال ہے اور رفع کے ساتھ خبر ہے اس کا حکم (ارادہ) سے۔ یقیناً اس بات میں ان لوگوں کے لئے بڑی ہی نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں (تدبر کرتے ہیں) اور زمین کی سطح پر (جانوروں اور گھاس پھوس وغیرہ میں سے) طرح طرح کے رنگوں کی پیداوار اور جو تمہارے لئے پیدا کر دی ہے (جیسے سرخ، سبز، زرد وغیرہ) بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لئے ایک نشانی ہے جو سوچنے سمجھنے والے ہیں۔ وہی ہے جس نے سمندر تمہارے لئے مسخر کر دیا (تاکہ اس میں جہاز رانی اور غوطہ خوری ممکن ہو سکے) اس سے تر و تازہ گوشت (مچھلی) نکالو اور پہننے کے لئے زیورات کی چیزیں نکالو (موتی مرجان) نیز دیکھتے ہو کہ جہاز پانی چیرتے ہوئے چلے جاتے ہیں (پانی ان کے چلنے کے وقت آگے پیچھے ہٹ جاتا ہے ہموار ہوا کے ساتھ) تاکہ (اس کا عطف تاکلوا، تطلبوا پر ہے) خدا کی روزی (تجارت کے ذریعہ) تلاش کرو اور اس کا شکر بجالاؤ (ان نعمتوں پر) اور اللہ نے زمین میں پہاڑ قائم کر دیئے (مضبوط) تاکہ وہ تمہیں لے کر ڈگمگانے نہ لگیں اور اس نے (نیل جیسی) نہریں رواں کر دیں اور راستے رواں کر دیئے، تاکہ تم اپنی منزل مقصود تک پہنچو اور اس نے بہت سی نشانیاں بنادیں (جو تمہیں راستے بتلانے والی ہیں جیسے پہاڑ) اور ستاروں سے بھی لوگ رہنمائی حاصل کرتے ہیں (رات کے وقت راستے اور قبلہ کو معلوم کر لیتے ہیں) جو ذات پیدا کرتی ہے (یعنی اللہ) اور جو ہستیاں پیدا نہیں کر سکتیں (جن بتوں کی پوجا کر کے تم شرک کرتے ہو) وہ دونوں کیسے برابر ہو سکتی ہیں؟ پھر کیا تم سمجھتے ہو جیسے نہیں؟ (یہ باتیں پھر تو تمہیں ایمان لے آنا چاہیئے) اور اگر تم اللہ کی نعمتیں گننا چاہو تو کبھی نہ گن سکو گے (انہیں شمار بھی نہیں کر سکو گے) چہ جائیکہ ان کی شکر گزاری کر سکو (بلاشبہ اللہ بڑا ہی رحمت والا ہے) کہ کوتاہیوں اور گناہوں کے باوجود تم پر نعمتیں فرماتا ہے (اور اللہ تمہاری چھپی ہوئی اور کھلی ہوئی سب کچھ باتیں جانتا ہے اور جن ہستیوں کی یہ پوجا کرتے ہیں) تاء اور یاء کے ساتھ دونوں طرح ہے (یعنی تعبدون ہے) اللہ کے سوا (یعنی بتوں کی) ان کا حال یہ ہے کہ وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود ہی مخلوق ہیں (پتھروں وغیرہ سے بنائے گئے ہیں) وہ مردے ہیں (بے جان، یہ دوسری خبر ہے) نہ کہ زندہ (یہ تاکید ہے) ان (بتوں) کو یہ بھی خبر نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے (لوگ، پھر کیسے ان کی بندگی کی جارہی ہے، کیونکہ معبود تو وہی ہو سکتا ہے جو پیدا کرنے والا ہو، زندہ ہو، غیب کی باتیں جاننے والا ہو) تمہارا معبود برحق (تمہاری عبادتوں کا مستحق ہے) تو ایک ہی ہے (جو اپنی ذات و صفات میں بے نظیر ہے، یعنی اللہ) پھر جو لوگ آخرت کی زندگی پر یقین نہیں رکھتے تو ان کے دل ہی انکار میں ڈوبے ہوئے (اللہ کی وحدانیت کو نہیں مانتے) اور وہ گھمنڈ کر رہے ہیں (ایمان قبول کرنے سے تکبر کر رہے ہیں) ضروری بات ہے کہ اللہ ان کے سب کھلے اور چھپے احوال جانتے ہیں (لہذا ان باتوں کا انہیں ضرور بدلہ دے گا) یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ گھمنڈ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے (یعنی ضرور انہیں سزا دیں گے اور اگلی آیت نصر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی ہے) اور جب ان لوگوں سے پوچھا جاتا ہے کہ (ما استفہامیہ ہے اور ذام موصولہ) تمہارے پروردگار نے (محمد پر) کیا بات اتاری ہے تو کہتے ہیں (کچھ نہیں) محض اگلے وقتوں کے افسانے ہیں (لوگوں کو بہکانے کے لئے) نتیجہ اس کا یہ ہوگا کہ ان لوگوں کا (انجام کار اپنے گناہوں کا) پورا بوجھ (جن کا کچھ بدلہ بھی دنیا میں نہیں چکا یا گیا ہوگا) قیامت کے روز، اور جنہیں یہ لوگ بے علمی سے گمراہ کر رہے تھے، ان کے گناہوں کا بھی (کچھ) بوجھ اپنے اوپر اٹھانا پڑے گا (کیونکہ انہوں نے دوسروں کو گمراہی کی طرف بلایا تھا۔ جس کی وجہ سے دوسروں نے ان کا اتباع کیا۔ لہذا پیروی کرنے والوں کے گناہ میں آمادہ کرنے والے بھی شریک سمجھے جائیں) تو دیکھو کہ کیا ہی بُرا بوجھ ہے جو یہ اپنے اوپر لادے چلے جا رہے ہیں (یعنی یہ ان کا بوجھ لادنا برا ہے)۔

تحقیق و ترکیب:..... سورۃ النحل اس کا نام سورۃ الانعام بھی ہے۔ دونوں کی وجہ تسمیہ ظاہر ہے۔ امر اللہ عذاب خداوندی مراد ہے یا قیامت یا آنحضرت ﷺ کی مدد کرنا مراد ہے۔

بالروح اس سے مراد وحی یا قرآن ہے۔ کیونکہ اس سے حیات روحانی حاصل ہوتی ہے یا دین بمنزلہ بدن کے ہے اور وحی و قرآن مثل روح کے ہے۔ بالحق مفسر علام نے اشارہ کر دیا کہ یہ حال کی وجہ سے منصوب ہے۔

ما یشرکون اشارہ کر دیا کہ ما موصولہ یا موصوفہ ہے اور عائد محذوف ہے۔ یعنی بہ خلق الانسان حضرت آدم و حوا کے علاوہ انسان مراد ہیں۔ کیونکہ حضرت آدم مٹی سے اور حضرت حواء ان کی بائیں پسلی سے پیدا ہوئے۔

والانعام اس آیت سے ان جانوروں کا کھانا، ان کی سواری اور ان پر بوجھ لادنا اور کرایہ پر چلانا، ان کے اون اور بال وغیرہ سے انتفاع جائز معلوم ہوتا ہے اور نافع سے مراد اصولیوں کی اصطلاح نہیں یعنی لایقعی زمانین جیسے سواری اور بار برداری۔ کیونکہ یہ اعراض ہیں جن پر لا ینبغی زمانین صادق آتا ہے برخلاف زوائد کے، جس کے معنی یقینی زمانین کے آتے ہیں۔ ان آیتوں میں سواری اور بار برداری وغیرہ اصطلاح منافع کے مقابلہ میں آیا ہے۔ حالانکہ وہ بھی منافع میں داخل ہیں۔ جیسا کہ دوسری آیات سے معلوم ہوتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ متعارف معنی مراد ہیں۔ منافع اور زوائد کے احکام میں فرق یہ ہے کہ منافع مغصوب کا ضمان نہ تو تلف کرنے سے آتا ہے اور نہ روکے رکھنے سے۔ لیکن زائد مغصوبہ کا ضمان دونوں صورتوں میں آتا ہے البتہ صرف ہلاک کرنے کی صورت میں ضمان آئے گا۔ خود بخود ہلاک کرنے کی صورت میں زائد کا ضمان نہیں آئے گا۔ ہاں! اگر مغصوبہ چیز ہلاک ہو جائے تو پھر ہلاک کرنے اور ہلاک ہو جانے کی دونوں صورتوں میں ضمان آ جائے گا۔

والخیل یہ آیت امام صاحب اور امام مالک کی دلیل ہے۔ گھوڑے کا گوشت ناجائز ہونے کے بارے میں، لیکن امام شافعی، امام احمد اور امام ابو یوسف، امام محمد اباحت کے قائل ہیں۔ جلال محقق اپنے مسلک کی حمایت میں امام اعظم اور امام مالک کے جواب کی طرف والتعلیل سے اشارہ کر رہے ہیں۔ یعنی بلاشبہ آیت میں گھوڑوں کا مقصد سواری اور آرائش بیان کیا گیا ہے۔ لیکن اس سے کھانے کی نفی نہیں ہوتی اور تائید میں حدیث تیخین بیان کر دی کہ انہ ﷺ رخص فی لحوم الخیل۔ اسی طرح مسلم میں جابر کی روایت ہے۔ نحرنا فرسا علی عہد رسول اللہ ﷺ فاکلناہ ونحن بالمدينة۔ لیکن حنفیہ اس کے جواب میں ابو داؤد کی روایت انہ ﷺ نہی عن اکل لحوم الخیل پیش کر سکتے ہیں۔

صاحب مدارک اور صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ یہ آیت چونکہ منت و احسان کے موقع پر آئی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ گھوڑے وغیرہ میں سب سے بڑی نعمت اس پر سواری اور اس کا آرائش ہونا ہے کیونکہ حکیم اعلیٰ درجہ کی نعمت کے ہوتے ہوئے ادنیٰ نعمت بیان نہیں کیا کرتا اس لئے ان چیزوں کا کھانا حلال نہیں ہونا چاہیے۔ برخلاف ابو یوسف، محمد اور امام شافعی کے، وہ گھوڑے خیر کو جائز کہتے ہیں اور امام مالک شہری گدھے کو حلال فرماتے ہیں۔ رہا جنگلی گدھا وہ سب کے نزدیک جائز ہے شرح وقایہ میں لکھا ہے کہ امام مالک گھوڑے کے حرام ہونے میں ہمارے ساتھ ہیں اور خانگی گدھے کے بارہ میں ہمارے خلاف ہیں۔ لیکن امام شافعی کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ یہ آیت کسی کے حرام ہونے پر دلالت نہیں کرتی البتہ آنحضرت نے جنگ خیبر کے موقع پر خانگی گدھے کو حرام قرار دے دیا تھا اور گھوڑے کے کھانے کی اجازت دے دی تھی۔ جس کا جواب گزر چکا ہے اور امام مالک کی دلیل وہ روایت ہے جس میں ایک صحابی نے عرض کیا۔ لم یبق من مالی الا حمیران تو آپ نے ارشاد فرمایا تھا۔ کل من سمین مالک لیکن حنفیہ کی طرف سے یہ آیت اور حدیث خیبر جواب میں پیش کی جاسکتی ہے۔ باقی حنفیہ نے کراہت کا لفظ اس لئے استعمال کیا ہے کہ حرام ہونا یقینی نہیں ہے۔

پھر بعض کراہت تزیہی کے قائل ہیں اور بعض تحریمی کراہت مانتے ہیں اور یہی اصح ہے۔ بلا ضرورت مفتی کو گھوڑے کے حلال ہونے کا فتویٰ نہیں دینا چاہیے۔ کیونکہ آلہ جہاد ہے جس میں کمی آجانا مناسب نہیں ہے۔ نیز حنفیہ کے خلاف ہے۔ ہاں اگر کوئی گھوڑا مرنے کے قریب ہو جائے تو ذبح کی اجازت دی جاسکتی ہے اور مالک استعمال کر سکتا ہے۔ تاکہ مسلمان کا مال ضائع نہ ہو اور صاحبین کے نزدیک اباحت کی وجہ سے اور بھی گنجائش ہے، برخلاف خانگی گدھے کے وہ حنفیہ میں سے کسی کے نزدیک جائز نہیں اس لئے کسی حالت میں بھی اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

لایۃ اس صورت میں سات جگہ لفظ آیۃ آیا ہے۔ پانچ جگہ مفرد اور دو جگہ جمع کے صیغہ سے۔ آیت کے مدلول یعنی کہ وحدانیت باری پر نظر کرتے ہوئے تو مفرد استعمال کیا گیا ہے اور دلیل کا لحاظ کرتے ہوئے کہ ہر دلیل سے اس کی وحدانیت معلوم ہوتی ہے، جمع کا صیغہ لایا گیا ہے۔ چنانچہ یہاں ان تین آیتوں میں بھی پہلی اور تیسری آیت میں لفظ آیۃ مفرد اور درمیان میں جمع لایا گیا ہے۔

لحمًا طریاً چونکہ مچھلی صرف کھانے ہی کے کام آتی ہے اور دوسرے جانوروں کی طرح ذبح کی ضرورت نہیں پیش آتی اس لئے لحم کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔ اور طریاً اس لئے کہا کہ جلد خراب ہو جاتی ہے۔ اس آیت سے مراد مچھلی کا حلال ہونا معلوم ہوا۔ مچھلی کو عرف میں اگرچہ گوشت شمار نہ کیا جاتا ہو۔ لیکن فی الحقیقت گوشت ہے چنانچہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں گوشت نہیں کھاؤں گا۔ تو عرف کی اجازت کی وجہ سے مچھلی کھانے سے قسم نہیں ٹوٹے گی کیونکہ لحم کے معنی میں شدت پائی جاتی ہے اور شدت خوف کے بغیر نہیں ہوتی۔ مچھلی میں چونکہ خوف نہیں ہوتا۔ اس لئے اس کے گوشت میں سختی بھی نہیں۔ کیونکہ قسموں کا مدار عرف پر ہوتا ہے۔ اس لئے حقیقت متروک ہوگئی۔ چنانچہ اگر کوئی شخص دابہ پر سوار نہ ہونے کی قسم کھالے تو کافر پر سوار ہونے کی وجہ سے اس کی قسم نہیں ٹوٹ جائے گی۔ حالانکہ قرآن میں کافر کو دابہ کہا گیا ہے۔ کیونکہ عرف میں کافر کو دابہ نہیں کہا جاتا جس پر قسم کا مدار رہتا ہے۔

بہر حال مچھلی کا بیان خصوصیت سے امام مالک و امام شافعی کے برخلاف حجت ہے۔ تمام دریائی جانوروں کا ایک حکم ماننے کے سلسلہ میں حنفیہ کے نزدیک مطلقاً مچھلی حلال نہیں ہے۔ بلکہ بقول صاحب ہدایہ طانی مچھلی مکروہ ہے کیونکہ وہ طبعی موت مرگئی ہے۔ لیکن اگر پکڑنے یا کسی وجہ سے مر جائے۔ تب کچھ حرج نہیں ہے۔ امام مالک و شافعی مطلقاً مچھلی حلال فرماتے ہیں۔

دوسری بات آیت سے یہ معلوم ہوئی کہ موتی وغیرہ بھی زیور شمار ہوگا۔ چنانچہ اگر کوئی زیور نہ پہننے کی قسم کھالے تو موتی وغیرہ کا ہار پہننے سے تم ٹوٹ جاتی ہے جیسا کہ صاحبین کی رائے ہے اور انہیں کے قول پر فتویٰ ہے۔ برخلاف امام صاحب کے۔

مرجان جو ہر سرخ یا چھوٹا بڑا موتی۔ علی اختلاف الاقوال۔ مواخر فیہ یعنی ایک ہی سمت کی ہوا ہونے کے باوجود بھی دو مخالف سمت کو بادبانی جہاز سمندر میں چل سکتے ہیں۔ ان تمید بکم کو فیوں کے قول پر لا تمید اور بصریوں کے قول پر کراہۃ ان تمید عبارت کی تقدیر ہوگی۔ وبالنجم مراد ثریا، نیات النعش، فرقدین، جدی ستارے ہیں۔

کاملۃ یعنی آخرت میں پورا پورا مواخذہ ہوگا۔ کسی بھی گناہ کا کفارہ قبول نہیں کیا جائے گا۔ امام رازی فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ مومنین کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا ورنہ پھر تخصیص کی کوئی وجہ نہیں رہے گی۔ ومن اوزار الذین چنانچہ ابو ہریرہ کی روایت ہے۔ ان رسول اللہ ﷺ قال من دعی الی ہدی کان لہ من الاجر مثل اجور من یتبعہ لا ینقص ذلک من اجورہم شیئا ومن دعی الی ضلالۃ کان علیہ من الاثم من یتبعہ لا ینقص ذلک من اثمہم شیئا (اخرجہ مسلم)

رابط آیات:..... سورہ نحل کی ابتداء دلائل توحید سے ہو رہی ہے۔ ان میں زیادہ حصہ دلائل عقلیہ کا ہے۔ جو آیت خلق السموات سے دور تک چلا گیا ہے۔ اس سے پہلے آیت ینزل الملائکۃ میں نقلی دلائل کی طرف اشارہ ہے اور چونکہ توحید کا مضمون سب سے زیادہ

اہم ہے۔ اس لئے سب سے پہلے اتسی امر اللہ الخ سے وعید کا مضمون شروع کیا جا رہا ہے۔ تاکہ دلائل میں غور کرنے کی طرف تنبیہ ہو جائے۔ اسی اہتمام کے لئے قطفی دلیل ہیں۔ دوبارہ تنبیہ کے لئے انذر لائے ہیں۔ نیز عقلی دلائل میں اپنے انعامات کا ذکر بھی فرمایا جا رہا ہے۔ تاکہ ترغیب و ترہیب دونوں سے کام لیا جاسکے۔ دلائل توحید کے بیچ میں جملہ معترضہ کے طور پر آیت و علی اللہ قصد السبیل الخ سے ان دلائل کا روحانی نعمت ہونا بتلانا ہے کہ ان سے سیدھا راستہ معلوم ہوتا ہے اور غلط راستہ سے بچاؤ ہو جاتا ہے۔ پھر آگے دلائل کا سلسلہ جاری ہے اور آیت افمن یخلق الخ سے شرک کا ابطال اور مشرکین کی برائی بیان کی جا رہی ہے۔

شان نزول: قریش مکہ آنحضرت کی دھمکیوں کا مذاق اڑایا کرتے تھے اور آپ کی وعیدوں کو جھٹلاتے ہوئے کہا کرتے تھے۔ ان صح ما تقولون من معجی العذاب فلا صنام تشفع لنا و تخلصناہ مسلمان جس عذاب کی دھمکیاں دیتے ہیں اگر وہ آیا بھی تو ہمارے بت سفارش کرا کے ہمیں بچالیں گے۔ اس سلسلہ میں آیت اتسی امر اللہ نازل ہوئی ہے اور بعض مفسرین کے نزدیک اس سے مراد قیامت ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ آنحضرت کی غیبی تائید و امداد مراد ہے۔ آیت فہو خصیم مبین بعض حضرات کے نزدیک عام خصومت سے متعلق ہے، دنیاوی ہو یا آخرت کی۔ اور بعض ابی بن خلف جمحی کے بارے میں کہتے ہیں کہ آنحضرت کی خدمت میں بوسیدہ ہڈی لے کر حاضر ہوا اور کہنے لگا۔ یا محمد انزع ان اللہ یحیی العظام وہی رمیم؟ اے محمد! کیا تمہارا گمان یہ ہے کہ اللہ اس بوسیدہ ہڈی کو زندہ کر سکتا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ آیت و اذا قیل لہم الخ کے شان نزول کی طرف جلال محقق خود اشارہ کر رہے ہیں۔

﴿تشریح﴾: عذاب الہی کا انتظار: سورہ نحل بھی ان سورتوں میں سے ہے جو مکی عہد کے آخری دنوں میں نازل ہوئی ہے۔ مشرکین اس بات کی ہنسی اڑایا کرتے تھے کہ تم کہتے ہو کہ اللہ کا حکم آنے والا ہے۔ اگر سچ بچ ایسا ہونے والا ہے۔ تو کیوں نہیں ہو چکتا اور کیوں نہیں اللہ کا حکم ظاہر ہو جاتا؟ اس لئے فرمایا جا رہا ہے کہ وہ وقت آگیا ہے اب بالکل قریب ہے۔ کیونکہ مخالفوں کا ظلم و تشدد انتہائی حد تک پہنچ چکا ہے۔ مومنوں پر زندگی دشوار ہو گئی ہے۔ اس حکم کا ایک حصہ یہ ہے کہ عنقریب ہجرت مدینہ کا واقعہ ظہور میں آنے والا ہے۔ اور اس کا ظہور، گویا اس امر کے فیصلہ کا اعلان ہوگا۔ آیت ینزل الملائکہ الخ سے معلوم ہوا کہ توحید کی دعوت تمام انبیاء کی مشترک شریعت رہی ہے۔ کیونکہ ہمیشہ سے یہ اللہ کی مقررہ سنت رہی ہے کہ وہ خلق کی ہدایت کے لئے کسی بندہ کو چن لیتا ہے اور اسے وحی کی روح سے معمور کر دیتا ہے اور اس کی دعوت، توحید الہی کی تلقین ہوتی ہے۔ یعنی اللہ کے سوا جب کوئی معبود نہیں۔ بس اسی کی بندگی کرو، اس کے بعد آیت خلق السموات الخ سے توحید الہی کے دلائل کا ملہ کا بیان شروع ہو رہا ہے اور منشاء استدلال ”تخلیق بالحق“ ہے۔

قدرت الہی کا کرشمہ: آیت خلق الانسان الخ میں قدرت الہی کی ایک کرشمہ سازی پر توجہ دلائی گئی ہے۔ کہ نطفہ کے ایک حقیر قطرہ سے ایک ایسا عقیل و مفکر وجود پیدا ہو جاتا ہے جس میں بحث و نزاع کی قوت ہوتی ہے اور جو بال کی کھال نکالنے لگتا ہے۔ نطفہ سے انسان کے پیدا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اکثر انسان کے افراد منی سے پیدا کئے گئے ہیں۔ حضرت آدم و حواء اس سے مستثنیٰ ہیں کہ اول مٹی سے پیدا ہوئے اور حضرت حواء آدم کی بائیں پسلی سے پیدا ہوئیں۔ اسی طرح اگر منی کو مرد کی منی کے ساتھ خاص کیا جائے تو حضرت عیسیٰ بھی مستثنیٰ ہو جائیں گے۔

زینت و آرائش اور فخر و تکبر میں فرق: آیت ولکم فیہا جمال الخ سے زینت و جمال کا جائز ہونا معلوم ہوتا ہے اور زینت و آرائش اور فخر و تکبر میں یہ فرق ہے۔ کہ آرائش و زیبائش تو محض اپنا دل خوش کرنے کے لئے ہوتی ہے یا اللہ کی نعمتوں کا اظہار مقصود ہوتا ہے۔ نہ تو خود کو مستحق نعمت سمجھتا ہے اور نہ دوسروں کو ذلیل و حقیر سمجھتا ہے۔ لیکن فخر و تکبر میں خود بینی اور دوسروں پر اظہار برتری ہوتا ہے۔ دوسروں کو حقیر اور خود کو مستحق سمجھنا ہوتا ہے جو یقیناً حرام ہے۔ آیت والانعام سے ”تخلیق حق“ کی حقیقت پر توجہ دلائی جا رہی ہے۔ کہ کارخانہ ہستی کی ہر چیز کسی سوچی سمجھی ہوئی مصلحت سے بنائی گئی ہے، بیکار کوئی چیز بھی نہیں بنائی گئی۔ چنانچہ انسان خود اپنی ہستی کو دیکھے اور اپنے چاروں طرف نظر ڈالے۔ کس طرح ہر چیز بول رہی ہے کہ مجھے کس رب رحیم نے بنایا ہے جو پرورش کرنا چاہتی ہے، فائدہ پہنچانا چاہتی ہے، ساری احتیاطیں ضرورتیں پوری کر رہی ہے اور سرتاسر بخشش، فضل، احسان اور رحمت ہے۔

پرستش کے لائق کون ہے؟: پھر اگر ایسی ربوبیت و رحمت رکھنے والی ہستی موجود ہے تو ہر طرح کی پرستاریوں کا مستحق اسے ہونا چاہیے یا انہیں جو خود اپنی پرورش کے لئے اس کی پروردگاری کے محتاج ہیں؟ اور اگر وہ ہستی تمہاری تمام جسمانی ضرورتوں اور آسائشوں کا انتظام کر رہی ہے تو کیا ضروری نہ تھا کہ تمہاری روحانی سعادت و زندگی کا بھی سر و سامان کر دیتی؟ یہی سر و سامان ہے جو وحی اور پیغمبروں کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ پھر کیوں تمہیں اس پر انکار و تعجب ہے؟

آیت الالبشق الانفس سے بعض لوگوں نے اولیاء اللہ کی ایک خاص کرامت ”طے ارض“ کا انکار کیا ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ آیت میں اکثر انسانوں کا حال بیان کیا جا رہا ہے کہ بلا مشقت بغیر سواری کے سفر نہیں کر سکتے اس سے سب کی نفی کہاں ہوئی ہو سکتا ہے کہ بعض افراد یعنی اہل اللہ مسافت بسہولت اپنی کرامت سے طے کر لیتے ہوں۔

آیت ومنہ شجر الخ میں درخت سے مراد عام ہے۔ گھاس پھوس بھی اس میں داخل ہے اور آیت وتستخر جو امنہ حلۃ الخ میں اگر موتی مونگا صرف دریائے شور سے برآمد ہوتے ہوں۔ جیسا کہ مشہور ہے تب تو بحر سے صرف دریائے شور مراد ہوگا ورنہ عام دریا مراد لیا جائے گا۔ شور ہو یا شیریں چنانچہ سورہ رحمن میں منہما کی ضمیر تشبیہ سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے۔ البتہ اگر خاص دریائے شور مراد ہو تو پھر ضمیر منہما کی توجیہ یہ ہوگی کہ تشبیہ مجاورت کی وجہ سے کہہ دیا کہ دونوں طرح کے پانی پاس پاس اور ملے ہوئے ہوتے ہیں اور موتی مونگا عورتوں کی طرح مردوں کو بھی پہننا جائز ہے پس تلبسون میں تغلیب مانی جائے گی۔

زمین گھومتی ہے یا ٹھہری ہوئی ہے؟: بعض حضرات نے آیت ”ان تمید بہم“ سے زمین کے سکون پر استدلال کیا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہاں زمین کی اس حرکت کے ہونے نہ ہونے سے بحث نہیں کی جا رہی ہے، جو حکماء کے درمیان مختلف فیہ ہے اور نہ یہ قرآن کا موضوع ہے۔ زمین حرکت کرتی ہے یا نہیں اس کے لئے تو دوسرے دلائل کی ضرورت ہے۔ یہاں ان تمید بہم میں زمین کی عارضی حرکت کی نفی کی جا رہی ہے جسے ڈمگنا اور ڈولنا کہتے ہیں۔ حکماء کے درمیان جس حرکت میں کلام ہے، یہاں اس سے بحث نہیں ہے۔

زمین کے جمانے کے لئے پہاڑوں کو پیدا کرنے کی جس حکمت کی طرف اشارہ اس آیت میں کیا گیا ہے اس پر سرسری طور سے یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ قدیم حکماء کے اصول پر زمین اپنے طبعی تقاضہ سے ساکن ہے اور علماء متکلمین کے نزدیک زمین نہ حرکت کا تقاضہ کرتی ہے اور نہ سکون کا پھر یہاں کیسے کہا گیا کہ اگر پہاڑ پیدا نہ کئے جاتے تو زمین حرکت کرنے لگتی۔

اس کا جواب متکلمین کے اصول کے مطابق یہ ہے کہ زمین کا اصلی تقاضا اگرچہ حرکت کرنے کا نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے زمین کو

اس طرح بنایا ہے کہ اس کے نیچے کا پانی جب ہوا سے حرکت کرتا تو زمین بھی ہلنے لگتی اس عارضی حرکت کے روکنے کے لئے قدرت نے زمین پر پہاڑوں کی زبردست میخیں ٹھوک دیں تاکہ زمین پانی کی حرکت سے ہلنے نہ پائے رہا زمین کو اس خاص طرز پر بنانے کی حکمت۔ سوال اللہ کی بے شمار حکمتوں کا کون احاطہ کر سکتا ہے؟ تاہم منجملہ بہت سی حکمتوں کے ایک حکمت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ قدرت فرشتوں کو اپنی عظمت و قوت دکھلانا چاہتی ہو کہ دیکھو ہم نے کس طرح حرکت پیدا کر دی اور پھر کس طرح اسے ہم نے سکون سے بدل دیا۔

خدا کے انعامات ان گنت اور بے شمار ہیں: آیت وان تعدوا النسخ فرمایا جارہا ہے کہ ان چند چیزوں کی پیدائش ہی پر موقوف نہیں۔ اس کی نعمتیں تو اتنی ہیں کہ اگر تم گننا چاہو تو تمہاری طاقت سے باہر ہے کہ گن سکو۔ تمہاری زندگی کا ہر سانس اس کی کسی نہ کسی نعمت کا رہن منت ہے کائنات ہستی کا ہر ذرہ کسی نہ کسی بخشش و کرم کی نشانی ہے۔ درختوں کا ہر پھول، دھوپ کی ہر کرن، ہوا کا ہر جھونکا، بارش کا ہر قطرہ، چاند کی ہر نمود، ستاروں کی ہر چمک، پرندوں کی ہر چھجاہٹ، اس کی ربوبیت کی ایک پروردگاری اور اس کی رحمت کی ایک چارہ سازی ہے۔ تم اگر درختوں کے سبز پتے، پھولوں کے رنگین ورق اور سورج کی کرنیں گن سکتے ہو تو اس کی نعمتیں ہی گن لو تم اگر درختوں کے ہر پتے سے پوچھو، بارش کے ہر قطرہ سے سوال کرو، سورج کی ہر کرن کا منہ دیکھو، تمہیں یہی جواب ملے گا۔ کہ جس نے یہ سب کچھ بنایا ہے وہ بڑا ہی بخشنے والا بڑا ہی رحمت والا ہے۔ اموات غیر احياء سے مراد عام ہے خواہ دائمی طور پر بے جان ہوں جیسے بت یا فی الحال مر چکے ہوں یا آئندہ مرنے والے ہوں جیسے فرشتے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ پس اس آیت سے حضرت عیسیٰ کے اس وقت زندہ نہ ہونے پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ لیحملوا اوزارہم کاملۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ مومنین کی سزا کا کچھ حصہ معاف ہو سکتا ہے۔

لطف آیات: آیت ولکم فیہا جمال الح میں ضروری منافع کے بعد رینت و آرائش کا ذکر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اگر کوئی مصلحت شرعی پیش نظر ہے جیسے ذلت کو دفع کرنا، مسرت حاصل کرنا بشرطیکہ کبر و فخر نہ ہو تو زیبائش و آرائش وغیرہ مصالح زوائد کا ارادہ بھی کیا جاسکتا ہے۔ لیکن چونکہ مبتدی ان ساری حدود کی رعایت نہیں کر سکتا۔ اس لئے اسے کنارہ کشی ہی مناسب ہے۔ ہاں! اسے تہذیب نفس حاصل ہو جائے۔ جس کی شہادت شیخ کامل بھی دیدے تو پھر زیبائش کی اجازت ہوگی۔ آیت تستخرجوا منه حلیۃ النخ میں بھی یہی کہا جائے گا کہ زینتی لباس اور تجارت وغیرہ اگر حق سے مانع نہ ہو تو طریق کے خلاف نہیں ہے۔ آیت قلوبہم منکرۃ النخ سے تکبر کی جس درجہ برائی نکل رہی ہے۔ وہ ظاہر ہے کیونکہ کفر و انکار کی اصل جڑ تکبر ہی ہے۔

قَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَهُمْ يُمْرَدُونَ صِرَاحًا صَوِيلاً لِيُصْعِدَ مِنْهُ إِلَى السَّمَاءِ لِيُقَاتِلَ أَهْلَهَا فَاتَى اللَّهُ فِصْدَ بُنْيَانِهِمْ مِنَ الْقَوَاعِدِ لِأَسَاسٍ فَارْسَلْ عَلَيْهِ الرِّيحَ وَالرَّالِرُّهُ فِهْدَ مِنْهَا فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ أَيْ وَهُمْ تَحْتَهُ وَاتَّهَمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ۲۶ مِنْ جِهَةٍ لَا يَخْطَرُ بِبَالِهِمْ وَقِيلَ هَذَا تَمْثِيلٌ لِأَفْسَادِ مَا أَمْرُوا مِنَ الْمَكْرِ بِالرُّسُلِ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَمَةِ يُخْزِيهِمْ يُدْ تُهُمْ وَيَقُولُ لَهُمُ اللَّهُ عَلَى لِسَانِ الْمَلَائِكَةِ تَوْبِيحًا أَيْنَ شُرَكَاءُكَ بَرِعْمُكُمْ الَّذِينَ كُنْتُمْ تُشَاقِقُونَ تُخَالِفُونَ الْمُؤْمِنِينَ فِيهِمْ فِي شَانِهِمْ

قَالَ أَى يَقُولُ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُؤْمِنِينَ إِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوءَ عَلَى
 الْكَافِرِينَ ﴿٢٧﴾ يَقُولُونَ شِمَاتَةً بِهِمُ الَّذِينَ تَتَوَفَّوهُمْ بِالْإِيَّاءِ الْمَلَكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ بِالْكَفْرِ
 فَالْقُوا السَّلَامَ انْقَادُوا وَاسْتَسْلِمُوا عِنْدَ الْمَوْتِ قَائِلِينَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوءٍ شَرِكُ فَتَقُولُ الْمَلَكَةُ بَلَى
 إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٢٨﴾ فَيَجَارِيكُمْ بِهِ وَيُقَالُ لَهُمْ فَادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا
 فَلَبِئْسَ مَثْوًى مَأْوًى الْمُتَكَبِّرِينَ ﴿٢٩﴾ وَقِيلَ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا الشِّرْكَ مَاذَا أَنْزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوا خَيْرًا
 لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا بِالْإِيمَانِ فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً حَيَاةً طَيِّبَةً وَلِلَّذِينَ الْآخِرَةُ أَى الْجَنَّةُ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا
 وَمَا فِيهَا قَالَ تَعَالَى فِيهَا وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِينَ ﴿٣٠﴾ هِيَ جَنَّتُ عَدْنٍ إِقَامَةٌ مُبْتَدَأُ خَبْرَةٍ يَدْخُلُونَهَا تَجْرِي
 مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ كَذَلِكَ الْجَزَاءُ يَجْزِي اللَّهُ الْمُتَّقِينَ ﴿٣١﴾ الَّذِينَ نِعْمَتْ
 تَتَوَفَّوهُمْ الْمَلَكَةُ طَيِّبِينَ طَاهِرِينَ مِنَ الْكَفْرِ يَقُولُونَ لَهُمْ عِنْدَ الْمَوْتِ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ وَيُقَالُ لَهُمْ فِي
 الْآخِرَةِ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٣٢﴾ هَلْ مَا يَنْظُرُونَ يَنْتَظِرُ الْكَفَّارُ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ بِالْإِيَّاءِ
 الْمَلَكَةُ لِقَبْضِ أَرْوَاحِهِمْ أَوْ يَأْتِيَ أَمْرُ رَبِّكَ الْعَذَابُ أَوِ الْقِيَامَةُ الْمُشْتَمِلَةُ عَلَيْهِ كَذَلِكَ كَمَا
 فَعَلَ هَؤُلَاءِ فَعَلَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْأُمَمِ كَذَبُوا رُسُلَهُمْ فَأَهْلِكُوا وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ بِأَهْلَاقِهِمْ بِغَيْرِ
 ذَنْبٍ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿٣٣﴾ بِالْكَفْرِ فَاصَابَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا عَمِلُوا أَى جَزَاؤُهَا وَحَاقَ
 نَزَلَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿٣٤﴾ أَى الْعَذَابِ وَقَالَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ لَوْ شَاءَ اللَّهُ
 مَا عَبَدْنَا مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ نَحْنُ وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَمْنَا مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ مِنَ الْبَحَائِرِ وَالسَّوَابِ
 فَاشْرَاكُنَا وَتَحْرِيمُنَا بِمَشِيتِهِ فَهُوَ رَاضٍ بِهِ قَالَ تَعَالَى كَذَلِكَ فَعَلَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ أَى كَذَبُوا رُسُلَهُمْ
 فِيمَا جَاءَ وَابِهِ فَهَلْ فَمَا عَلَى الرُّسُلِ إِلَّا الْبَلُغُ الْمُبِينُ ﴿٣٥﴾ الْإِبْلَغُ الْبَيِّنُ وَلَيْسَ عَلَيْهِمْ هِدَايَةٌ وَلَقَدْ
 بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا كَمَا بَعَثْنَاكَ فِي هَؤُلَاءِ أَنْ أَى بَانَ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ
 الْأَوْتَانَ أَنْ تَعْبُدُوهَا فَمِنْهُمْ مَنْ هَدَى اللَّهُ فَاَمَنَ وَمِنْهُمْ مَنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ فِي عِلْمِ
 اللَّهِ فَلَمْ يُلْمِ يَوْمَ فُسِّرُوا يَا كُفَّارُ مَكَّةَ فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ﴿٣٦﴾ رُسُلَهُمْ
 مِنَ الْهَلَاكِ أَنْ تَحْرِصَ يَا مُحَمَّدُ عَلَى هُدَاهُمْ وَقَدْ أَضَلَّهُمُ اللَّهُ لَا تَقْدِرُ عَلَى ذَلِكَ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي
 بِالْبِنَاءِ لِلْمَفْعُولِ وَالْفَاعِلِ مَنْ يُضِلُّ مَنْ يُرِيدُ إِضْلَالَهُ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَصِرِينَ ﴿٣٧﴾ مَانِعِينَ مِنْ عَذَابِ اللَّهِ
 وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ أَى غَايَةَ اجْتِهَادِهِمْ فِيهَا لَا يَبْعَثُ اللَّهُ مَنْ يَمُوتُ قَالَ تَعَالَى بَلَى

يَعْتُهُمْ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا مَّصَدْرًا مُّوَكَّدًا مَنْصُوبًا بِفِعْلِهِمَا الْمُقَدَّرَ أَيْ وَعَدَ ذَلِكَ وَعْدًا وَحَقًّا حَقًّا
وَلَكِنْ أَكْثَرَ النَّاسِ أَيْ أَهْلُ مَكَّةَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۳۸﴾ ذَلِكَ لِيُبَيِّنَ مُتَعَلِّقٌ يُّعْنُهُمُ الْمُقَدَّرَ لَهُمُ الَّذِي
يَخْتَلِفُونَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ فِيهِ مِنْ أَمْرِ الدِّينِ بِتَعْذِيبِهِمْ وَإِثَابَةِ الْمُؤْمِنِينَ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ
كَانُوا كَذِبِينَ ﴿۳۹﴾ فِي إِنْكَارِ الْبُعْثِ إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَيْ أَرَدْنَا إِجَادَهُ وَقَوْلُنَا مُبْتَدَأُ خَبْرَةٍ
أَنْ نَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿۴۰﴾ أَيْ فَهُوَ يَكُونُ وَفِي قِرَاءَةِ بِالنَّصْبِ عَطْفًا عَلَى نَقُولٍ وَالْآيَةُ لِتَقْرِيرِ الْقُدْرَةِ
عَلَى الْبُعْثِ

ترجمہ:..... ان سے پہلے جو لوگ ہو گزرے ہیں انہوں نے بڑی بڑی تدبیریں کیں (نمرود نے ایک نہایت اونچا قلعہ بنایا۔ تاکہ اس پر چڑھ کر آسمان والوں سے جنگ کرے) لیکن انہوں نے اپنی تدبیروں کی جو عمارت بنائی تھی اللہ نے اس کی جڑ بنیاد تک اکھاڑ کر پھینک دی (چنانچہ ان پر آندھی اور زلزلہ آیا اور اس عمارت کو اکھاڑ کر رکھ دیا) پھر اوپر سے ان پر چھت آپڑی (اور وہ اس کے تلے دب گئے) اور ان پر ایسی طرح عذاب ٹوٹ پڑا کہ انہیں وہم و گمان بھی نہ تھا (یعنی ایسی طرف سے عذاب آیا کہ انہیں خطرہ بھی نہیں گزر سکتا تھا اور بعض کی رائے یہ ہے کہ ان کفار نے اپنے پیغمبروں کے ساتھ جو کمر کا جال بنا تھا یہ اس کی تمثیل ہے) پھر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انہیں رسوا کرے گا اور (ڈانٹتے ہوئے فرشتوں کی زبانی ان سے) پوچھے گا ”بتلاؤ آج وہ ہستیاں کہاں گئیں جنہیں تم نے (اپنے گمان میں) میرا شریک بنایا تھا۔ جن کے بارہ میں تم لڑا جھگڑا کرتے تھے؟ (مسلمانوں سے اختلاف کیا کرتے تھے) اس وقت (انبیاء اور مومنین میں سے) جاننے والے پکاراٹھیں گے۔ بے شک آج کے دن کی رسوائی اور خرابی سرتاسر کافروں کے لئے ہے (یہی بات ان کی خراب حالت سے خوش ہوتے ہوئے کہیں گے) وہ فرشتے جنہوں نے ان کی جان کفر کی حالت میں قبض کی تھی۔ چنانچہ کافروں نے فرشتوں کے سامنے صلح کا پیغام ڈالا تھا (اطاعت کا اظہار کیا تھا اور مرتے وقت اسلام لانا چاہا۔ یہ کہتے ہوئے کہ) ہم نے کوئی برائی کی بات نہیں کی تھی (شرک نہیں کیا تھا، اس پر فرشتے کہیں گے) ہاں تم نے ضرور کی اور جو کچھ تم کرتے رہے ہو، اللہ اس سے اچھی طرح واقف ہے، (اس لئے وہ تمہیں ضرور سزا دے گا، ان سے کہا جائے گا) پس اب تمہارے لئے یہی ہے کہ جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ۔ تمہیں ہمیشہ اسی میں رہنا ہوگا، تو دیکھو گھمنڈ کرنے والوں کا کیا ہی برا انجام ہوا اور متقیوں سے جب پوچھا جاتا ہے وہ کیا بات ہے جو تمہارے پروردگار نے نازل کی ہے؟ تو وہ کہتے ہیں کہ بڑی خیر کی بات نازل فرمائی ہے، سو جن (اہل ایمان) نے اس دنیا میں اچھائی کی ان کے لئے اچھائی (پاکیزہ زندگی) ہے اور عالم آخرت (جنت) تو اور بھی زیادہ بہتر ہے (دنیا و ما فیہا سے، حق تعالیٰ جنت کے متعلق فرماتے ہیں) اور واقعی متقیوں کا کیا ہی اچھا ٹھکانا ہوا۔ (وہ) دائمی باغ ہیں (قیام گاہ ہیں یہ مبتداء ہے جس کی خبر آگے ہے) جس میں وہ داخل ہوں گے، ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی، جو کچھ چاہیں گے وہاں ان کے لئے مہیا ہو جائے گا، اسی (جزاء کی) طرح اللہ متقیوں کو بدلہ دے گا۔ جنہیں فرشتوں نے ایسی حالت میں وفات دی ہوگی کہ وہ پاک تھے (کفر سے بچے رہے) ورنہ انھیں (موت کے وقت ان سے) فرشتے کہتے جاتے تھے ”السلام علیکم“ (اور آخرت میں ان سے کہا جائے گا) تم جنت میں چلے جاؤ۔ اپنے اعمال کے سبب یہ (کفار) اس بات کے منتظر ہیں کہ (ان کی جانیں قبض کرنے کے لئے) ان پر فرشتے اتر آئیں (لفظ ساتھ ہم تا اور یا کے ساتھ ہے) یا آپ کے پروردگار کا حکم آجائے؟ (یعنی عذاب یا عذاب لئے ہوئے قیامت) ایسا ہی (جیسا ان لوگوں

نے لیا ہے) ان سے پہلے لوگوں نے بھی کیا تھا (جو امتیں اپنے پیغمبروں کو جھٹلا کر تباہ ہو چکی ہیں) اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا (کہ انہیں بلا قصور ہلاک کر دیا ہو) لیکن (کفر کر کے) انہوں نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔ آخر کار ان کی بد عملیوں کی سزائیں (پاؤں) انہیں ملیں اور جس (عذاب) کی وہ ہنسی اڑایا کرتے تھے اس نے انہیں آگھیرا اور (مکہ کے) مشرکین یوں کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو ہم اور ہمارے باپ دادا اس کے سوا کسی کی بندگی ہی نہ کر سکتے اور نہ اس کے بغیر کسی چیز کو حرام ٹھہرا سکتے (جیسے بکیرہ اور سائبہ اور وصیلہ اور حام، خاص قسم کے جانور، لہذا ہمارا شرک کرنا اور ان جانوروں کو حرام کرنا اسی کے ارادہ سے ہوا۔ پس معلوم ہوا کہ وہ ان باتوں سے خوش ہے۔ حق تعالیٰ جواب دیتے ہیں) ایسی ہی روش ان لوگوں نے بھی تیار کی تھی جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں (جنہوں نے پیغمبروں کی لائی ہوئی باتوں کو جھٹلایا) سو پیغمبروں کے ذمہ اس کے سوا اور کیا ہے کہ وہ صاف صاف پہنچا دیں؟ (کھلے طور پر بیان کر دینا ان کا کام ہے، کسی کو ہدایت دینا ان کی ذمہ داری نہیں ہے) اور یہ واقعہ ہے کہ ہم نے ہر امت میں کوئی نہ کوئی رسول ضرور پیدا کیا ہے (جیسا کہ ہم نے آپ کو ان لوگوں میں رسول بنا کر بھیجا ہے) کہ اللہ کی بندگی کرو (توحید بجالاؤ) اور سرکش قوتوں سے بچو (بت پرستی سے) پھر ان امتوں میں سے بعض پر اللہ نے کامیابی کی راہ کھول دی (کہ وہ ایمان لے آئے اور بعض ایسے تھے جن پر گمراہی ثابت ہوئی) (علم الہی میں اس لئے وہ ایمان نہیں لاسکے) پس (اے مکہ کے کافروں) ملکوں میں چل پھر کر، کیکھو کہ جو قومیں جھٹلانے والی تھیں، انہیں بالآخر کیا انجام پیش آیا؟ (پیغمبروں کو جھٹلانے والے ہلاک ہو گئے) آپ (اے محمد!) ان لوگوں کی ہدایت پانے کے کتنے ہی خواہشمند ہوں (حالانکہ خدا کی طرف سے ان کے لئے گمراہی مقدر ہو چکی ہو تب بھی آپ یہ نہ کر سکتے) کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو ہدایت نہیں دیا کرتا (یہ لفظ معروف اور مجہول دونوں طرح ہے) جس پر وہ راہ گم کر دیتا ہے (جس کے کمرہ کرنے کا ارادہ وہ کر لیتا ہے) اور ایسے لوگوں کے لئے کوئی مددگار بھی نہیں ہوتا (کہ اللہ کے عذاب سے بچالے) اور یہ لوگ بڑے زور لگا کا کر اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں (پوری طاقت صرف کر کے) کہ جو مر جاتا ہے، اسے کبھی دوبارہ نہیں اٹھائے گا (حق تعالیٰ فرماتے ہیں) ہاں ضرور (اٹھائے گا) یہ اس کا وعدہ ہے جسے اللہ نے اپنے اوپر لازم کر رکھا ہے (یہ دونوں مفعول مطلق تاکید کے لئے ہے اور فعل مقدر کی وجہ سے منصوب ہے، یعنی وعدہ ذلك وعدا وحقہ حقا، لیکن اکثر آدمی) (مکہ کے) جو اس بات کا علم نہیں رکھتے۔ اس لئے کہ یہ (لفظ یبعثہم مقدر کے متعلق ہے) جن باتوں میں لوگ اختلاف کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے ساتھ) ان کی حقیقت کھول دے (ان کو عذاب اور مسلمانوں کو ثواب کی دینی باتیں) اور اس لئے کہ منکرین جان لیں کہ (قیامت کے انکار کرنے میں) وہ جھوٹے تھے۔ جب ہم کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتے ہیں (یعنی کسی چیز کو ہم موجود کرنے کا ارادہ کر لیتے ہیں) (قولنا مبتداء ہے خبر آگے ہے) پس اس سے ہمارا اتنا ہی کہنا کافی ہوتا ہے کہ تو ”ہو جا“ پس وہ ہو جاتی ہے (تقدیری عبارت فہو یكون تھی اور ایک قرأت میں یكون نصب کے ساتھ ہے فقول یرعطف کرتے ہوئے۔ اور آیت کا منشاء قیامت پر قدرت کو واضح کرتا ہے)۔

تحقیق و ترکیب: وہو نمرود یہ ایک ظالم ترین بادشاہ تھا جس نے بابل میں آسمانیوں سے مقابلہ کرنے کے لئے ایک نہایت بلند محل بنایا تھا۔ بقول ابن عباس اس کی اونچائی پانچ ہزار ہاتھ تھی اور بقول کعب و مقاتل دو فرسخ اونچا تھا۔ لیکن ایک سخت آندھی آئی۔ جس سے وہ سب درہم برہم ہو گیا اور بہت سے لوگ اس کے نیچے دب گئے۔ بعض کی رائے ہے کہ ان کی زبان سریانی تھی۔ جیسا کہ بغوی نے ذکر کیا ہے۔ مگر یہ بات صحیح معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ حضرت صالح ان لوگوں سے پہلے ہو چکے حالانکہ ان کی زبان عربی تھی۔ نیز اہل یمن جن میں سے قبیلہ جرہم بھی تھا۔ جن میں حضرت اسماعیل پلے اور بڑھے اور ان کی زبان بھی عربی تھی۔

وال جلال محقق نے اشارہ کر دیا کہ یقینی ہونے کی وجہ سے مستقبل کو ماضی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ للذین احسنوا الخ یہ

جملہ مستانفہ ہے یا خیرا سے بدل ہے یا اس کی تفسیر ہے۔

حیاء طیبہ جان و مال کا محفوظ رہنا، تعریف و مدح کا مستحق ہو جانا، دشمنوں پر کامیابی اور مکاشفات و مجاہدات و الطاف کے دروازے کھل جانا، اعمال صالحہ، اخلاق حسنہ، حیات طیبہ کہلاتا ہے۔

سلام علیکم روایت ہے کہ موت کے قریب مؤمن بندہ کے پاس فرشتہ آکر کہتا ہے۔ السلام علیک یا ولی اللہ، اللہ یقرر علیک السلام ویبشرك بالجنة ادخلوا الجنة فرشتوں کی طرف سے یہ بشارت موت کے وقت قبر کے متعلق بھی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ قبر بھی ”روضۃ من روض الجنة“ ہے۔ بما کنتم میں با مقابلہ کے لئے ہے سپیہ نہیں ہے۔ حدیث میں ہے۔ لن یدخل احدکم الجنة الا بفضل اللہ ورحمته لا تقدریہ ان تحرص شرط کی جزاء محذوف ہے اور فان اللہ الخ دال پر جزاء ہے۔ کن یہ امر، ارادہ پر مراد کے جلد مرتب ہونے سے کنایہ ہے۔ کاف اور نون کا مجموعہ مراد نہیں۔ ورنہ معدوم چیز کو خطاب کرنا لازم آئے گا۔ یا موجودہ چیز کو خطاب کی صورت میں تحصیل حاصل کا اشکال رہے گا۔

ربط آیات: آیت قد مکر الذین سے پچھلے گمراہوں کی تباہی کو عبرت کے لئے بیان کیا جا رہا ہے اور ساتھ ہی عذاب آخرت کی کیفیت کا نقشہ ہی کھینچ دیا گیا ہے۔ اس کے بعد آیت وقیل للذین اتقوا الخ سے ان کے بالمقابل فرمانبرداروں کے اقوال و اعمال، وعدہ و بشارت کے ساتھ بیان کئے جا رہے ہیں اور آگے آیت هل یستظرون الخ میں پھر کفار کے اصرار و عناد پر وعید بیان کی جا رہی ہے۔ چونکہ پچھلی آیات میں قیامت کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے۔ اس پر کافروں کی طرف سے دوشنبے پیش کئے گئے۔ ایک یہ کہ ہمارا یہ طریقہ جسے مسلمان کفر کہتے ہیں اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ نہیں کہ جس کی وجہ سے ہم مستحق عذاب ہو سکیں۔ دوسرے یہ کہ خود قیامت ہی سرے سے کوئی چیز نہیں ہے کہ باوجود مستحق عذاب ہونے کے بھی ڈرا جائے۔ اس لئے آیت وقال الذین میں ان دونوں شبہات اور ان کے جوابات کا ذکر ہے اور چونکہ اس طرح کے شبہات ضد و عناد کی وجہ سے ہوا کرتے تھے۔ جن سے آنحضرت کو سخت الجھن اور تکلیف و گھٹن پیش آتی تھی۔ اس لئے درمیان میں سامان تسلی بھی ہے نیز پہلے شبہ کا مفصل جواب آیت سیقول الذین اشرکوا الخ پارہ نمبر ۸ میں گزر جانے کی وجہ سے یہاں اسکے اجمالی جواب پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔

﴿تشریح﴾: گناہ کی تاثیر زہر سے زیادہ ہلاکت انگیز ہے: برائی اور گناہ کرنے کو ہر جگہ قرآن نے ظلم و اسراف سے تعبیر کیا ہے۔ یعنی انہوں نے اپنی جانوں کے ساتھ نا انصافی کی اور اپنی جانوں پر زیادتی کی۔ یہاں بھی اور آیت الذین تنسفہم الخ میں بھی ایسا ہی طرز اختیار کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کے نزدیک کفر و بد عملی کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ یہ خود اپنے ہاتھوں اپنی جانوں کو نقصان و ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ اس بات کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کسی آدمی کو ہم نکھیا کھاتے دیکھتے ہیں تو بے اختیار کہہ اٹھتے ہیں کہ کیوں اپنی جان کے پیچھے پڑے ہو؟ اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاک کر رہے ہو؟ قرآن کے نزدیک کفر و نافرمانی بھی ایسی چیز ہے۔ یہ دودھ پینے کی بجائے اپنی جان کے ساتھ نا انصافی کرتا ہے اور خود اپنے آپ پر زیادتی کرنے والا ہے۔

وہی الہی کے متعلق ماننے اور نہ ماننے والوں کا رد عمل: ان آیات میں دو جماعتوں کی متضاد حالتوں اور متضاد نتائج بیان کیا جا رہا ہے۔ ایک گروہ منکروں کا ہے۔ ایک متقی انسانوں کا۔ منکروں کے نزدیک وحی کی حقیقت ”انگلوں کے افسانے“ اس کے سوا کچھ نہیں۔ لیکن جو متقی ہیں ان کے نزدیک اس کی حقیقت سرتاپا خیر و برکت ہے۔ پہلے گروہ پر جب موت آتی ہے تو

اس حال میں آتی ہے کہ برائیوں میں سرگرم ہوتے ہیں۔ لیکن دوسرے گروہ پر جب موت آتی ہے تو وہ ایمان و یقین اور پاکی و عمل کی روح سے خوش حال ہوتے ہیں۔ جزاءِ عمل کے لحاظ سے بھی دونوں کی حالتیں متضاد ہوں گی۔ پہلے گروہ کو جہنم رسید کیا جائے گا اور دوسرے گروہ کو جنت بدماں، پہلے کے لئے خواری و عذاب کا پیام ہوگا۔ دوسرے کے لئے سلامتی کا پیام، پہلے نے گھمنڈ کیا تھا تو گھمنڈ کرنے والوں کا کیا ہی برا ٹھکانا ہوا۔ پہلے کے لئے عذاب دائمی ہو اور دوسرے کے لئے راحت و سرور دائمی زندگی ہوئی۔

آیت وحدیث میں تعارض: مرتے ہی جنت میں جانا روحانی طور پر ہے اور جسمانی جانا قیامت کے ساتھ خاص ہے یا بقول جلال محقق یہ معنی ہوں کہ قیامت کے روز تم کو جنت میں جانا ہے۔ بہر حال مقصود جنت کی بشارت سنانا ہے اور اعمال کے جنت میں داخل ہونے کا سبب ہونے سے مراد سبب عادی ہے۔ ورنہ حقیقی سبب تو رحمت الہیہ ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ اس لئے آیت اور حدیث کے مضمون میں کوئی تعارض نہیں رہا۔ قرآن نے جا بجا، شرکوں کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ”اگر شرک برائی ہے تو خدا ہمیں کیوں برائی کرنے دیتا ہے اور ہم اور ہمارے آباء و اجداد کیوں ایسی بات کر سکے۔ اگر وہ چاہے تو اب بھی ہمیں روک دے۔“ پھر یہ شور بہ گامہ مسلمانوں نے کیوں برپا کر رکھا ہے کیوں خدا سے نہیں کہہ دیتے کہ وہ ہمیں روک دے؟ یہاں بھی آیت وقال الذین النخ میں اسی قول کو نقل کر کے جواب دیا جا رہا ہے کہ انہوں نے یہ کوئی نئی بات نہیں کہی ہے۔ پہلے بھی لوگ ایسی ہی روش اختیار کر چکے ہیں لیکن یہ روش گمراہی اور ہٹ دھرمی کی روش ہے۔ اللہ کے رسول اس لئے نہیں آئے کہ لوگوں سے برائی کرنے کی طاقت سلب کر لیں اور انہیں ایسا بنا دیں کہ برائی کر ہی نہ سکیں۔ وہ تو پیام حق پہنچانے والے ہیں جن کا کام صرف یہ ہے کہ صاف صاف اور روشن طریقہ پر پیام پہنچا دیں۔ اب اسے ماننا نہ ماننا یہ سننے والوں کا کام ہے۔ پیام پہنچانے والا اس کا ذمہ دار نہیں۔

انسان کو کسی بات میں مجبور نہیں کیا گیا: اور جب اللہ کی مشیت بھی یہ ہے کہ انسان کو کسی ایک حالت پر مجبور نہ کر دیا جائے۔ بلکہ ہر طرح کی حالت اختیار کرنے کی قدرت دی جائے تو اللہ کے رسولوں سے کیوں اس کی توقع کی جائے کہ لوگوں سے یہ قدرت سلب کر لیں؟ پھر فرماتے ہیں کہ دنیا کی کوئی امت نہیں۔ جس میں اللہ کا رسول نہ آیا ہو۔ اور اس نے توحید و خدا پرستی کی تعلیم نہ دی ہو پھر کسی نے مانا اور اللہ کی فلاح و سعادت کی راہ اس پر کھول دی، کسی نے نہیں مانا اور گمراہی کی بات ثابت ہو گئی اور گمراہی کا نتیجہ پیش آگیا۔ پس اللہ کا قانون ہدایت و شقاوت ایسا ہی چلا آیا ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ لوگوں کو جبراً ہدایت یافتہ بنا دیا گیا ہو۔ ولقد بعثنا النخ کے ظاہر عموم سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے ملکوں کی طرح ہندوستان میں بھی پرانے زمانہ میں یقیناً کچھ پیغمبر آئے ہوں گے۔ خواہ وہ ہندی ہوں یا غیر ہندی، اصل ہوں یا نائب۔ البتہ اگر آیت لتنذر قوما ما اتاہم من قبلک النخ کے مضمون سے اس آیت کے مضمون میں تعارض معلوم ہوتا ہو تو اس کے دو جواب ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس آیت میں ”کل امۃ“ کے لفظ کل سے مراد اکثر امتیں ہوں تو آنحضرت کی قوم اس اکثریت سے مستثنیٰ ہو جائے گی۔ کیونکہ آپؐ سے پہلے ان میں کوئی پیغمبر نہیں آیا۔ پس اس طرح لتنذر قوما ما کا مضمون بھی صحیح ہو گیا۔ دوسرے یہ کہ ممکن ہے ہر قوم اور امت میں بالکل ابتدائی زمانہ میں پیغمبر آ گئے ہوں اور لوگ ان کی شریعت کے سلسلہ کو اگر باقی رکھنا چاہتے تو ایسا ہو سکتا اور ضرورت کے لئے اتنا ہی کافی تھا۔ اخیر تک پیغمبر آنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ یہ دوسری بات ہے کہ شروع والوں کی کوتاہی سے بعد والوں تک وہ سلسلہ نہ پہنچا ہو۔ پس اس طرح ولقد بعثنا فی کل امۃ کا حکم تو ہر قوم کے لئے شروع کے اعتبار سے صحیح ہوا اور آیت ما اتاہم من نذیر النخ کا حکم ہر قوم کے آخری دور کے لحاظ سے درست ہو گیا اور دونوں آیات کا تعارض دور ہو گیا البتہ اس صورت میں یہ ممکن ہوگا کہ زمین اور پہاڑ کے بعض غیر آباد اور کوردہ حصوں میں

پیغمبروں کی تبلیغ نہ پہنچی ہو۔

آخرت کا عقیدہ کوئی انوکھا خیال نہیں تھا:..... آخرت کی زندگی اور سزا و جزاء کے صحیح ہونے کا اعتقاد تمام مذاہب عالم کا عالمگیر اعتقاد ہے۔ مگر مشرکین عرب اس سے بے خبر تھے۔ قرآن نے جب آخرت کی زندگی کا اعلان کیا تو انہیں بڑی حیرت ہوئی اور تعجب سے دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کرنے لگے حالانکہ نہیں جانتے کہ اللہ کے لئے ایسا کرنا ضروری ہے کیونکہ دنیوی زندگی کی ہر بات کہہ رہی ہے کہ اسے ایسا کرنا ہے اور وہ ضرور کرے گا۔ تاکہ جن حقیقتوں کا انسان دنیوی زندگی میں فیصلہ نہیں کر سکتا اور اختلافات پیدا ہوتے رہتے ہیں ان کا فیصلہ ہو جائے اور حقیقت سب کے سامنے آجائے اور اس لئے کہ گمراہ اور بد عمل، اپنی گمراہی و بد عملی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ یعنی دنیوی زندگی میں پردوں کا نہ اٹھنا اور مشاہدہ حقیقت کا نہ ہونا بتلا رہا ہے کہ کوئی اور زندگی ضرور ہے۔ جہاں بالآخر پردے اٹھیں گے۔ پس یہ صورت حال، گویا خالق ہستی کی طرف سے ایک وعدہ ہوئی، کہ اب نہیں لیکن آئندہ ایسا ہونے والا ہے اور ضروری ہے کہ یہ وعدہ پورا ہو کر رہے۔ آیت انما قولنا الخ کا حاصل یہ ہے کہ تمہیں انسان کے دوبارہ زندہ ہونے پر اس لئے تعجب ہو رہا ہے کہ اللہ کی قدرت کا صحیح اندازہ نہیں۔ تم اسی ترازو سے اس کے کام بھی تولنا چاہتے ہو جس سے اپنے کام تولا کرتے ہو وہ کسی کام کے لئے نہ تو کسی سروسامان کا محتاج ہے نہ کسی دوسری ہستی کی موجودگی کا صرف اس کا ارادہ ہی ہر طرح کافی ہے ہر طرح کا سامان ہے، ہر طرح کا مواد اور علت ہے۔ وہ جب چاہتا ہے تو بس اس کا چاہنا ہی سب کچھ ہے جو نہیں اس کی مشیت کا فیصلہ ہوا ہر چیز ظہور میں آگئی۔

خدا کا ارادہ کن فیکونی:..... لفظ کن کا یہ مطلب نہیں کہ کاف اور نون سے بنا ہوا لفظ اللہ کو بولنا پڑتا ہے تب چیزیں وجود میں آتی ہیں بلکہ صاف مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کو وجود بخشنے کے لئے صرف اس کا ارادہ کافی ہے۔ اس کی قدرت کا یہ حال ہے کہ جس بات کا حکم دیتا ہے وہ فوراً ہو جاتی ہے وہ اپنے ارادہ اور حکم کے نافذ کرنے میں کسی دوسری چیز کا محتاج نہیں ہے۔ اس کی فلسفیانہ بحث کا خلاصہ پارہ اول کی آیت بدیع السموات میں گزر چکا ہے۔

لطائف آیات:..... آیت للذین احسنوا الخ کے ذیل میں صاحب روح المعانی نے امام کا قول نقل کیا ہے کہ حسن سے مراد مکاشفات و مشاہدات اور الطاف الہی کا دروازہ کھلنا ہے۔ لیکن اس سے ”حیات طیبہ“ بھی مراد ہو سکتی ہے۔ آیت الذین تتوفهم الخ سے معلوم ہوا کہ دنیا میں غیر نبی کے ساتھ بھی فرشتے کلام کر سکتے ہیں اور یہ کہ اطاعت کے بعض ثمرات دنیا میں بھی حاصل ہو سکتے ہیں۔

وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي اللَّهِ لِقَامِهِ دِينَهُ مِنْ بَعْدِ مَا ظَلَمُوا بِالْأَذَى مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ وَهُمْ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا دَارًا حَسَنَةً هِيَ الْمَدِينَةُ وَلَا جُرْأَلُ الْآخِرَةِ أَيِ الْجَنَّةِ أَكْبَرُهَا عَظَمَ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿٣٧﴾ أَيِ الْكُفَّارِ أَوْ الْمُتَخَلِّفُونَ عَنِ الْهِجْرَةِ مَا لِلْمُهَاجِرِينَ مِنَ الْكَرَامَةِ لَوَاقِفُوهُمْ هُمُ الَّذِينَ صَبَرُوا عَلَى أَذَى الْمُشْرِكِينَ وَالْهِجْرَةَ لِأَظْهَارِ الدِّينِ وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٣٨﴾ فَيَرْزُقُهُمْ

مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُونَ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ الْآرِجَالَ نُوحِيَ إِلَيْهِمْ لَا مَلَأَكَ فَسْئَلُوا أَهْلَ
 الذِّكْرِ الْعُلَمَاءَ بِالتَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿۳۳﴾ ذَلِكَ فَاتَهُمْ يَعْصُونَكَ وَأَنْتُمْ إِلَى تَصْدِيقِهِمْ
 أَقْرَبُ مِنْ تَصْدِيقِ الْمُؤْمِنِينَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَيِّنَاتِ مُتَعَلِّقٌ بِمَحْذُوفٍ أَيْ أَرْسَلْنَاهُمْ
 بِالْحَجَجِ الْوَاضِحَةِ وَالزُّبُرِ الْكُتُبِ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ الْقُرْآنَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ فِيهِ مِنَ
 الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴿۳۴﴾ فِي ذَلِكَ فَيَعْتَبِرُونَ أَفَامِنَ الَّذِينَ مَكَرُوا الْمَكْرَاتِ
 السَّيِّئَاتِ بِالنَّبِيِّ فِي دَارِ النَّدْوَةِ مِنْ تَقْيِيدِهِ أَوْ قَتْلِهِ أَوْ اخْرَاجِهِ كَمَا ذَكَرَ فِي الْأَنْفَالِ أَنْ يَخْشَفَ اللَّهُ بِهِمْ
 الْأَرْضَ كَقَارُونَ أَوْ يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۳۵﴾ أَيْ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْطَرُّ بِأَلْهَمِ وَقَدْ
 أَهْلَكَوْا بَادِرًا وَمِنْ يَكُونُوا يَقْدَرُوا ذَلِكَ أَوْ يَأْخُذْهُمْ فِي تَقْلُبِهِمْ فِي أَسْفَارِهِمْ لِلتَّجَارَةِ فَمَا هُمْ
 بِمُعْجِزِينَ ﴿۳۶﴾ بِمَنَائِسِ الْعَذَابِ أَوْ يَأْخُذْهُمْ عَلَى تَخَوُّفٍ تَقْصُصُ شَيْئًا فَشَيْئًا حَتَّى يَهْلِكَ الْجَمِيعُ
 حَالٌ مِنَ الْفَاعِلِ أَوِ الْمَفْعُولِ فَإِنَّ رَبَّكُمْ لَرءُوفٌ رَحِيمٌ ﴿۳۷﴾ حَيْثُ لَمْ يُعَاجِلْهُمْ بِالْعُقُوبَةِ أَوْلَمْ يَرَوْا
 إِلَى مَا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ لَهُ ظِلٌّ كَشَجَرٍ وَجَبَلٍ يَتَفَيَّؤُا بِمِثْلِ ظِلِّهِ عَنِ الْيَمِينِ وَالشَّمَائِلِ جَمْعُ
 شَمَالٍ أَيْ عَنْ حَانِبَيْهَا أَوَّلَ النَّهَارِ وَآخِرَهُ سُجَّدًا لِلَّهِ حَالٌ أَيْ خَاضِعِينَ بِمَا يُرَادُ مِنْهُمْ وَهُمْ أَيْ الظَّلَالُ
 دَاخِرُونَ ﴿۳۸﴾ صَاعِرُونَ نُزِّلُوا مِنْزِلَةَ الْعُقَلَاءِ وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مِنْ دَابَّةٍ
 أَيْ نَسَمَةٍ تَدْبُ عَلَيْهِمْ أَيْ يَخْضَعُ لَهُ بِمَا يُرَادُ مِنْهُ وَغُلَّتْ فِي الْإِنْيَانِ بِمَا لَا يَعْقِلُ لِكَثْرَتِهِ وَالْمَلَكَةُ
 خَصَّهُمْ بِالذِّكْرِ تَفْصِيلًا وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴿۳۹﴾ يَتَكَبَّرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ يَخَافُونَ أَيْ الْمَلَكَةُ حَالٌ مِنْ
 ضَمِيرٍ يَسْتَكْبِرُونَ رَبَّهُمْ مَنْ فَوْقَهُمْ حَالٌ مِنْ هُمْ أَيْ عَالِيًا عَلَيْهِمْ بِالْقَهْرِ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ﴿۴۰﴾ بِه

ترجمہ: اور جن لوگوں نے اللہ کے راستہ میں (اس کا دین قائم کرنے کی خاطر) اپنا وطن چھوڑا۔ ان پر ظلم و ستم ہو چکنے کے بعد (مکہ والوں کی طرف سے جنہیں ستایا گیا ہے یعنی نبی کریم ﷺ اور ان کے صحابہؓ) انہیں ہم دنیا (مدینہ) میں ضرور اچھا ٹھکانا دیں گے اور آخرت کا بدلہ (جنت) تو کہیں بڑھ کر ہے۔ کاش یہ لوگ جان لیتے، یعنی کافر یا ہجرت سے رہ جانے والے اگر مہاجرین کے مرتبہ سے واقف ہو جاتے تو یہ لوگ بھی ہجرت والوں کا ساتھ دیتے (یہ لوگ ایسے ہیں جو ثابت قدم رہے) (دین کے غلبہ کی خاطر، مشرکوں کی طرف سے اور ہجرت کی تکالیف گوارا کی) اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں (اس لئے اللہ انہیں ایسی جگہ سے روزی دے گا جہاں ان کا وہم و گمان بھی نہیں جاسکتا) اور ہم بے آپ سے پہلے جتنے رسولوں کو بھیجا تو وہ آدمی ہی تھے۔ جن کے پاس ہم نے وحی بھیجی (فرشتے نہیں تھے) پس اہل علم (علماء تورات و انجیل) سے پوچھ لو اگر تمہیں علم نہیں (کیونکہ اہل کتاب ان باتوں سے واقف ہیں اور تمہیں ان کی تصدیق پر زیادہ اطمینان ہوگا۔ بہ نسبت مسلمانوں کی تصدیق کے، آنحضرتؐ کے متعلق) اور ہم نے ان پیغمبروں کو

روشن دلیلوں اور کتابوں کے ساتھ بھیجا تھا (لفظ بالبینت کا تعلق محذوف کے ساتھ ہے اسی ارسلنا ہم بالحجج الواضحة) اور آپ پر بھی یہ قرآن اتارا ہے تاکہ جو مضامین ان لوگوں کے پاس بھیجے گئے ہیں (قرآن کریم نے حلال و حرام سے متعلق) اور اس لئے کہ وہ غور و فکر کریں (ان باتوں میں اور پھر عبرت بھی حاصل کریں) پھر جن لوگوں نے بری بری تدبیریں کیں (نبی ﷺ کے متعلق، دارالندوہ میں جمع ہو کر کسی نے قید کرنے کا مشورہ دیا، کسی نے قتل کر دینے کا اور کسی نے جلاوطن کرنے کا، جیسا کہ سورۃ انفال میں گزر چکا ہے) کیا وہ اس بات سے مطمئن ہو گئے ہیں کہ اللہ انہیں زمین میں (قارون کی طرح) دھنسا دے؟ یا ایک ایسے راستہ سے ان پر عذاب آپڑے۔ جس کا انہیں وہم و گمان بھی نہ ہو؟ (یعنی ایسی طرف سے عذاب آجائے جس کی طرف دھیان بھی نہ جاسکے، چنانچہ بدر میں یہ مشرکین تباہ ہوئے اور حالانکہ انہیں اس کا خیال تک نہیں تھا) یا (تجارتی سفروں میں) آتے جاتے عذاب الہی انہیں آپکڑے۔ سو یہ لوگ اللہ کو ہرا نہیں سکے (عذاب سے بچ نہیں سکے) یا انہیں گھٹاتے گھٹاتے پکڑ لے (آہستہ آہستہ یہاں تک کہ سب ہلاک ہو جائیں۔ یہ فاعل یا مفعول سے حال واقع ہو رہا ہے) بلاشبہ تمہارا پروردگار بڑا ہی شفقت والا، بڑا ہی رحمت والا ہے (کہ جلد سزا نہیں دیتا) کیا ان لوگوں نے اللہ کی پیدا کی ہوئی ان چیزوں (درختوں، پہاڑوں) کو نہیں دیکھا، جن کے سائے کبھی ایک طرف اور کبھی دوسری طرف ڈھلتے رہتے ہیں (شمال شمال کی جمع ہے یعنی صبح ایک طرف اور شام دوسری طرف سائے جھکتے رہتے ہیں) کہ اللہ کے آگے سجدے کرتے رہتے ہیں (یہ حال ہے یعنی اللہ کے حکم کے تابع دار ہیں) اور یہ (سائے) سب کے سب اس کے آگے مطیع ہیں (ان سایوں کو بمنزلہ عقلاء کے مان لیا گیا ہے) اور آسمان میں جتنی چیزیں ہیں اور زمین میں جتنے جانور ہیں (یعنی زمین پر چلنے پھرنے والے جتنے جاندار ہیں، وہ اس مقصد کو پورا کر رہے ہیں جس کے لئے انہیں پیدا کیا گیا ہے اور یہاں غیر عاقل چیزوں کی کثرت کی وجہ سے ماکے ساتھ تعبیر کرنے میں انہی کی رعایت کی گئی ہے) اور فرشتے سب سر بسجود رہتے ہیں (فرشتوں کے ذکر کرنے میں تخصیص ان کی فضیلت کے پیش نظر ہے) اور وہ سرکش نہیں کرتے (اللہ کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے) وہ اپنے پروردگار سے ڈرتے رہتے ہیں (یعنی فرشتے، یہ ضمیر استکبرون سے حال واقع ہو رہا ہے) جو ان کے اوپر موجود ہے (یہ ضمیر ہم سے حال ہے۔ یعنی ان پر بالادست ہے) اور جو کچھ حکم انہیں دیا جاتا ہے اس کی تعمیل کرتے ہیں۔

تحقیق و ترکیب: لو کانوا جلالاً محقق نے لواقف وہم سے جواب لو کی طرف اشارہ کیا ہے اور ہم سے اس طرف اشارہ ہے کہ الذین مرفوع علی المدح ہے۔ فاسئلوا اس سے معلوم ہوا کہ جو بات معلوم نہ ہو جانے والے سے معلوم کر لینا ضروری ہے۔ بالبینت یہ محذوف سے متعلق ہو کر جلال کی صفت بھی ہو سکتی ہے۔ ای رجالا متلبسین بالبینت نیز اس کا تعلق ارسلنا سے بھی ہو سکتا ہے۔ ای وما ارسلنا الا رجالا بالبینات نیز حرف استثناء سے پہلے مانتے ہوئے بھی اس کا تعلق ارسلنا سے ہو سکتا ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہوگی۔ وما ارسلنا من قبلك بالبینات والذکر الارجالا نیز اس کا تعلق یوحی کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے۔ اسی طرح لاتعلمون کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے۔ شرط کو تبسکیت کے معنی میں لیتے ہوئے اور چھٹا احتمال یہ ہے کہ اس کا تعلق محذوف کے ساتھ ہوتے ہوئے سوال مقدر کا جواب ہو جائے۔ گویا ”بم ارسلوا“ کے جواب میں ”ارسلوا بالبینات“ کہا گیا ہے۔ علی تخوف اس کے معنی آہستہ آہستہ گھٹانے کے ہیں۔ چنانچہ روایت ہے کہ حضرت عمرؓ ایک روز منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اے لوگوں! اس لفظ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ سب خاموش رہے۔ البتہ قبیلہ ہذیل کا ایک بوڑھا کہنے لگا کہ ہمارے محاورہ میں تخوف کے معنی تنقص کے ہیں۔ آپ نے کسی شاعر کی سند طلب کی تو ایک بوڑھا کہنے لگا کہ ہاں ابوبکر شاعر ایک موقع پر اپنی اونٹنی کی تعریف کرتے ہوئے یہ لفظ استعمال کرتا ہے۔

الیمین والشمائل اس سے خاص مشرق و مغرب کی سمتیں مراد نہیں ہیں بلکہ مطلقاً دو جانبوں سے استعارہ اور مجاز ہے یا لحاظ مکہ کے یمن بلد اور شمال بلد مراد ہے اور چونکہ وہاں داہنی جانب کم سایہ ہوتا ہے اور بائیں جانب زیادہ۔ اس لئے لفظ یمن مفرد اور شمل جمع لایا گیا ہے یا کہا جائے کہ یمن کا تعلق لفظ ما خلق سے ہے اور لفظ شمال کا تعلق معنی سے ہے۔

ربط آیات:..... جس طرح پچھلی آیات میں کفار کی ایذا رسانی پر آنحضرت ﷺ کو تسلی دی گئی تھی۔ اسی طرح آیت والذین ہاجروا الخ میں مسلمانوں کو بیوطن کر دینے کی تکالیف پر تسلی دی جا رہی ہے۔ البتہ یہاں ہجرت مدینہ مراد نہیں ہے بلکہ ہجرت حبشہ مراد ہے۔ کیونکہ سورت کے مکی ہونے کی وجہ سے یہ آیت ہجرت مدینہ سے پہلے نازل ہو چکی ہے اور لنسبونہم الخ میں مدینہ کا ٹھکانا مراد ہے۔ اس کے بعد آیت وما ارسلنا من قبلک سے رسالت کے متعلق ایک کفریہ شبہ کا جواب ہے اور آیت افامن الذین سے دنیوی سزا سے ڈرایا جا رہا ہے آیت اولم یروا الخ میں تو حید کا مضمون دہرایا جا رہا ہے۔

﴿تشریح﴾:..... اسلام میں سب سے پہلی ہجرت:..... ظلم و تشدد جب اس حد تک پہنچ گیا کہ مسلمانوں پر زندہ رہنا دشوار ہو گیا تو پیغمبر اسلام نے اجازت دے دی کہ مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کر جائیں۔ چنانچہ پہلے بارہ مرد اور چار عورتوں کا قافلہ مکہ سے نکلا۔ جس کے رئیس حضرت عثمان بن عفانؓ تھے۔ اس کے بعد اور لوگ نکلے جن کی تعداد ۳۷ مردوں اور ۱۸ عورتوں تک پہنچ گئی اسلام میں یہ پہلی ہجرت تھی۔ دوسری ہجرت مدینہ کی طرف ہوئی اس آیت میں ہجرت حبشہ کا ذکر ہے۔ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں نے اللہ کی سچائی کی راہ میں اپنا گھر بار چھوڑا ہے اور ہجرت کی مصیبتیں برداشت کی ہیں۔ تو ضرور ہے کہ اللہ ان کا مددگار ہو اور ان کے لئے دنیا میں اچھا ٹھکانا پیدا کر دے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حبشہ کا غربت کدہ ان کے لئے امن و امان کا مہمان سرا بن گیا۔ یہ وہی حبشہ ہے جس کے ایک سپہ سالار ابرہہ نے پچاس برس پہلے مکہ پر حملہ کیا تھا۔ لیکن اب اس مکہ کے مظلوموں کا اخلاص و محبت کے ساتھ استقبال کر رہا ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ مظلومیت کی یہ ہجرت تبلیغ حق کی کامرانیوں کا ایک عجیب و غریب وسیلہ بن گئی۔ یعنی حبشہ کے بادشاہ کا دل، قبولیت حق کے لئے کھل گیا اور دعوت اسلام پر ایمان لے آیا۔ جس عمدہ ٹھکانہ کا اس آیت میں تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس سے مدینہ طیبہ کی سرزمین اقدس مراد ہے۔ پس بعض مسلمانوں کا استقبال اگرچہ حبشہ میں ہو چکا تھا۔ لیکن اکثر مسلمان مدینہ میں قیام پذیر ہوئے۔ نیز اصل مقصد تو اطمینان و سکون کا حاصل ہونا۔ پریشانی سے نجات پانا ہے اور وہ وفات پانے والے مسلمانوں پر ہی صادق آتا ہے۔ اہل ذکر سے مراد اہل کتاب ہیں۔ اس مسئلہ میں مشرکین اگرچہ اہل کتاب کے بھی خلاف تھے لیکن ان کی مذہبی حیثیت سے قطع نظر صرف نقل اور تواتر کے لحاظ سے ان کی بات کو حجت کہا جا رہا ہے اور تواتر میں چونکہ نقل کرنے والے کا عادل ہونا شرط نہیں ہے۔ اس لئے اہل کتاب کا غیر عادل ہونا اجتماع کے لئے مضرب نہیں ہے۔

سائے بھی قدرت الہی کے عجائبات میں سے ہیں:..... قوانین الہی کی عجائب آفرینیوں میں سے ایک عجیب و غریب منظر جسموں کے سائے کا ہے۔ نظام شمسی کے تمام کرشمے اس سایہ میں ہم دیکھ سکتے ہیں یہ ہمارے جسم کے ساتھ ساتھ رہتا ہے اور ساتھ ساتھ چلتا ہے لیکن لاکھوں میل کی خبر دے دیتا ہے۔ سورج کا طلوع، عروج، زوال، غروب، ساری حالتیں ہم اس آئینہ میں دیکھ سکتے ہیں۔ یہ کبھی بڑھتا ہے، کبھی گھٹتا ہے، کبھی ابھرتا ہے، کبھی غائب ہو جاتا ہے، کبھی کھڑا ہوتا ہے، کبھی جھکتا ہے، کبھی داہنے ہوتا ہے، کبھی بائیں، اس کی تمام حالتوں کا قانون اس درجہ قطعی اس درجہ یکساں، اس درجہ منظم ہے کہ اس میں فتور پڑنے کا ہمیں وہم

وگمان بھی نہیں ہو سکتا۔ جس وقت تک گھڑیاں ایجاد نہیں ہوئی تھیں۔ یہی سایہ گھڑی کا کام دیتا تھا اور اس سے دھوپ گھڑی بنی تھی۔ آج کل بھی میدانوں اور دیہاتوں میں جہاں گھڑیاں نہیں ہوتیں۔ دہقان سایہ دیکھ کر معلوم کر لیتا ہے کہ کتنا دن چڑھ چکا ہے۔ کتنا ڈھل چکا ہے۔ سایہ جب برابر ہو جاتا ہے تو دوپہر کا وقت ہے۔ جب گھٹنے بڑھنے لگے تو اس کی ہر مقدار گھڑی کی سوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن قوانین الہی کے پھیلاؤ کا ذکر کرتے ہوئے سایہ کی طرف توجہ دلاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ تم سے دور نہیں ہر وقت تمہارے جسم کے ساتھ ساتھ چل رہا ہے ہمیشہ اس پر تمہاری نگاہیں رہتی ہیں کیونکہ اسی سے وقت کا اندازہ لگایا کرتے ہو۔ پس غور کرو اس کی حقیقت کیا ہے؟ کس طرح یہ شہادت دے رہا ہے کہ یہاں کی ہر چیز کسی مدبر و حکیم ہستی کے احکام کے آگے سر بسجود ہے اور اس نے جس چیز کے لئے جو حکم نافذ کر دیا ہے ممکن نہیں کہ اس کی تعمیل میں بال برابر بھی انحراف ہو۔ یہاں بھی آیت اولم یسروا الخ میں اسی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

مختلف قسم کی آفتیں:..... آفتیں مختلف طرح کی ہوتی ہیں۔ لیکن آیت یساتیہم العذاب میں ان آفتوں کی طرف اشارہ ہے۔ جو انسان کے واسطے سے پیش آتی ہیں اور یسحف اللہ الخ میں ان آفتوں کی طرف اشارہ ہے۔ جو غیبی اور کبھی کبھی ہوں اور آیت یساحذہم میں وہ آفتیں مراد ہیں جو معمولی اور غیبی ہوں اور خاص شخص کے اعتبار سے ہوں اور آیت یساحذہم علی تخوف میں وہ آفتیں مراد ہیں جو غیبی معمولی عام ہوں۔

لطف آیات:..... آیت والذین ہاجروا الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ تقویٰ پر دنیا میں بھی ثمرہ مرتب ہوتا ہے۔ آیت فاسئلوا اہل الذکر الخ میں شیخ کامل کی تقلید بھی داخل ہے۔

وَقَالَ اللَّهُ لَا تَتَّخِذُوا إِلَٰهَيْنِ اثْنَيْنِ تَاكِدُ إِنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ أَنِّي بِهِ لِإِثْبَاتِ الْإِلَهِيَّةِ وَالْوَحْدَانِيَّةِ فَيَأَيَّ فَاَرْهَبُونَ ﴿٥١﴾ خَافُونَ دُونَ غَيْرِي وَفِيهِ الْتِفَاتٌ عَنِ الْغَيْبَةِ وَلَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مِلْكًا وَخَلْقًا وَعَبِيدًا وَلَهُ الدِّينُ الطَّاعَةُ وَاصْبَابًا دَائِمًا حَالٌ مِنَ الدِّينِ وَالْعَامِلُ فِيهِ مَعْنَى الظَّرْفِ أَفْغِيرَ اللَّهُ تَتَّقُونَ ﴿٥٢﴾ وَهُوَ إِلَٰهَ الْحَقِّ وَلَا إِلَٰهَ غَيْرُهُ وَالْإِسْتَفْهَامُ لِلْإِنْكَارِ أَوْ التَّوْبِيخِ وَمَا بِكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ أَيْ لَا يَأْتِي بِهَا غَيْرُهُ وَمَا شَرْطِيَّةٌ أَوْ مَوْصُولَةٌ ثُمَّ إِذَا مَسَّكُمْ الضَّرُّ الْفَقْرُ وَالْمَرَضُ فَالِيهِ تَجَرُّونَ ﴿٥٣﴾ تَرْفَعُونَ أَصْوَاتَكُمْ بِالْإِسْتِعَاثَةِ وَالِدُعَاءِ وَلَا تَدْعُونَ غَيْرَهُ ثُمَّ إِذَا كَشَفَ الضَّرُّ عَنْكُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ ﴿٥٤﴾ لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَهُمْ مِنَ النِّعْمَةِ فَتَمَتَّعُوا بِبِاجْتِمَاعِكُمْ عَلَى عِبَادَةِ الْأَصْنَامِ أَمْرٌ تَهْدِيدٌ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿٥٥﴾ عَاقِبَةُ ذَلِكَ وَيَجْعَلُونَ أَيْ الْمُشْرِكُونَ لِمَا لَا يَعْلَمُونَ أَنَّهَا لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَهِيَ الْأَصْنَامُ نَصِيبًا مِّمَّا رَزَقْنَاهُمْ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ بِقَوْلِهِمْ هَذَا لِلَّهِ وَهَذَا لِلشُّرَكَائِنَا تَاللَّهِ لَتُسْئَلُنَّ سَوْأَلٍ تَوْبِيخٍ وَفِيهِ الْتِفَاتٌ عَنِ الْغَيْبَةِ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُونَ ﴿٥٦﴾ عَلَى اللَّهِ مِنْ أَنَّهُ أَمَرَكُمْ بِذَلِكَ

وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ الْبَنَاتِ يَقُولُهُنَّ الْمَلَائِكَةُ بَنَاتُ اللَّهِ سُبْحَنَهُ تَنْزِيهَا لَهُ عَمَّا رَعَمُوا وَلَهُمْ مَا يَشْتَهُونَ ﴿٥٤﴾ أَيِ الْبَنَاتِ وَالْجُمْلَةِ فِي مَحَلِّ رَفْعٍ أَوْ نَصْبٍ يَجْعَلُ الْمَعْنَى يَجْعَلُونَ لَهُ الْبَنَاتِ الَّتِي يَكْرَهُنَهَا وَهُوَ مُنَزَّةٌ عَنِ الْوَلَدِ وَيَجْعَلُونَ لَهُمُ الْبَنَاتِ الَّذِينَ يَخْتَارُونَهَا فَيَخْتَصِمُونَ بِالْأَبْنَاءِ لِقَوْلِهِ فَإِنَّ فَتَنَهُمُ الرِّبَاكِ الْبَنَاتِ وَلَهُمُ الْبَنَاتُ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنْثَىٰ تُولَدُ لَهُ ظِلٌّ صَارَ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا مُتَغَيِّرًا تَغْيِيرَ مُغْتَمٍ وَهُوَ كَظِيمٍ ﴿٥٥﴾ مُمْتَلِئٌ عَمَّا فَكَيْفَ تُنْسَبُ الْبَنَاتُ إِلَيْهِ تَعَالَىٰ يَتَوَارَىٰ يَخْتَفَىٰ مِنَ الْقَوْمِ أَيِ قَوْمِهِ مِنْ سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ خَوْفًا مِنَ التَّغْيِيرِ مُتَرَدِّدًا فِيمَا يَفْعَلُ بِهِ أَيْمُسْكُهُ يَتْرُكُهُ بِلا قَتْلِ عَلَى هُونٍ هَوَانٍ وَذَلٍّ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ بَانَ يَبْدُو الْإِسَاءُ بِئْسَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿٥٦﴾ حُكْمُهُمْ هَذَا حَيْثُ نَسَبُوا لِخَالِفِهِمُ الْبَنَاتِ اللَّاتِي هُنَّ عِنْدَهُمْ بِهَذَا الْمَحَلِّ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ أَيِ الْكُفَّارِ مِثْلُ السُّوءِ أَيِ الصِّفَةِ السُّوْى بِمَعْنَى الْقَبِيحَةِ وَهِيَ وَأَذْ هُمْ الْبَنَاتُ مَعَ احْتِيَاجِهِمُ إِلَيْهِنَّ لِلنِّكَاحِ وَلِلَّهِ الْمِثْلُ الْأَعْلَى الصِّفَةُ الْعُلْيَا وَهُوَ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَهُوَ الْعَزِيزُ فِي مَلِكِهِ الْحَكِيمُ ﴿٥٧﴾ فِي خَلْقِهِ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمُ بِالْمَعَاصِي مَا تَرَكَ عَلَيْهَا أَى الْأَرْضِ مِنْ ذَاتِةٍ نَسَمَةٍ تَذُبُّ عَلَيْهَا وَلَكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَإِذَا جَاءَ أَجْلُهُمْ لَا يَسْتَخِرُونَ عَنْهُ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ﴿٥٨﴾ عَلَيْهِ وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ مَا يَكْرَهُونَ لَا نَفْسَهُمْ مِنَ الْبَنَاتِ وَالشَّرْبِ فِي الرِّيَاسَةِ وَإِهَانَةِ الرُّسُلِ وَتَصِفُ تَقُولُ السُّنْتَهُمْ مَعَ ذَلِكَ الْكُذْبِ وَهُوَ أَنَّ لَهُمُ الْحُسْنَىٰ عِنْدَ اللَّهِ أَى الْحَنَّةَ كَقَوْلِهِ وَلَنْ تُحْفَتُ إِلَىٰ رَبِّىَ إِلَّا لى عِنْدَهُ لِلْحُسْنَىٰ قَالَ تَعَالَىٰ لَا جَرَمَ حَقًّا أَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَأَنَّهُمْ مُّفْرَطُونَ ﴿٥٩﴾ مُتْرَكُونَ فِيهَا أَوْ مُقَدَّمُونَ إِلَيْهَا وَفِي قِرَاءَةٍ بِكُسْرِ الرَّاءِ مُتَجَاوِزُونَ الْحَدَّ تَاللهِ لَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ أُمَمٍ مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ السَّيِّئَةَ فَرَاوَاهَا حَسَنَةً فَكَذَّبُوا الرُّسُلَ فَهُوَ وَلِيُّهُمْ مُتَوَلَّى أُمُورِهِمُ الْيَوْمَ أَى فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦٠﴾ مُؤَلَّمٌ فِي الْآخِرَةِ وَقِيلَ الْمُرَادُ بِالْيَوْمِ الْيَوْمِ الْقِيَمَةِ عَلَىٰ حِكَايَةِ الْحَالِ الْآتِيَةِ أَى لَا وَلِيَّ لَهُمْ غَيْرُهُ وَهُوَ عَاجِزٌ عَنْ نَصْرِ نَفْسِهِ فَكَيْفَ يُنْصِرُهُمْ وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ الْكِتَابَ الْقُرْآنَ إِلَّا لَتُبَيِّنَ لَهُمُ لِلنَّاسِ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنْ أَمْرِ الدِّينِ وَهَدَىٰ عَظْفٌ عَلَىٰ لُبِّينَ وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٦١﴾ بِهِ وَاللَّهُ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بِالْبَنَاتِ بَعْدَ مَوْتِهَا يُبْسِنُهَا إِنْ فِي ذَلِكَ الْمَذْكُورِ لَآيَةٌ دَالَّةٌ عَلَى الْبَعْثِ لِقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ﴿٦٢﴾ سَمَاعٌ تَدْبِيرٌ

ترجمہ: اور اللہ نے فرمایا کہ دو دو معبود (لفظ اثین، تاکید ہے الہین کی) اپنے لئے مت بناؤ۔ حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں

ہے، کہ وہی ایک معبود ہے (اس سے مقصود، الوہیت اور وحدانیت ثابت کرنا ہے) پس صرف مجھ ہی سے ڈرو (میرے سوا کسی سے مت ڈرو، اس میں غائب کے صیغہ سے التفات پایا جاتا ہے) اور اسی کے لئے ہے جو کچھ آسمان و زمین میں ہے (وہی مالک و خالق ہے۔ سب اسی کے بندے ہیں) اور اسی کے لئے دائمی اطاعت ہے (واصباً حال ہے دین سے اور اس میں معنی ظرف عامل ہیں) پھر کیا تم اللہ کے سوا، دوسری ہستیوں سے ڈرتے ہو؟ حالانکہ وہی معبود برحق ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، استفہام انکار یا توبیخ کے لئے ہے) اور تمہارے پاس جو کچھ بھی نعمت ہے سب اللہ ہی کی طرف سے ہے (اس کے سوا کوئی بھی اسے نہیں دیتا اور ماسا شہ طیبہ یا موصولہ ہے) پھر جب تمہیں کوئی کھ پنچتا ہے (افلاس یا بیماری پیش آتی ہے) تو اسی کے آگے فریاد و زاری کرتے ہو (دہائی دیتے ہوئے یا دعائیں چیختے چلاتے ہوئے اور کسی دوسرے کو نہیں پکارتے) پھر جب تم سے دکھ درد، دور کر دیتا ہے تو تم میں سے ایک گروہ معا اپنے پروردگار کے ساتھ دوسری ہستیوں کو شریک بنانے لگتا ہے تاکہ جو (نعمت) ہم نے اسے دی تھی اس کی ناشکری کرے، اچھا خیر چند روز عیش ارا لو (سب مل کر بت پرستی کر لو، یہ امر تہدید کے لئے ہے) اب جلد ہی تمہیں پتہ چل جاتا ہے۔ (اس کے انجام کا) پھر یہ لوگ (مشرکین) ان چیزوں کے لئے جن کے متعلق انہیں کچھ علم نہیں (کہ وہ نہ نفع بخش ہیں یا نقصان رساں یعنی بت) ہماری دی ہوئی چیز میں سے حصہ لگاتے ہیں (یعنی کھیتی باڑی اور جانوروں میں سے یہ کہہ کر کہ یہ اللہ کا حصہ ہے اور یہ ان بتوں کی ڈھیری ہے) بخدا تم سے ضرور باز پرس ہوگی (سوال تو نیکی ہے اور اس میں غائب سے التفات پایا جاتا ہے) جو تم نے افتراء پردازیاں کی ہیں (کہ اللہ نے تمہیں اس کا اس بارے میں حکم دیا ہے) اور یہ اللہ کے لئے بیٹیاں تجویز کرتے رہتے ہیں (فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے رہتے ہیں) اس کے لئے پاکی ہو (جن باتوں کا اللہ کے لئے یہ لوگ گمان کرتے ہیں) اور اپنے لئے جی چاہتی چیز پسند کرتے ہیں (یعنی بیٹے، اور جملہ محل رفع میں سے یا بجعل کی وجہ سے منصوب ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کے لئے تو بیٹیوں کا انتخاب کر رکھا ہے جو خود اپنے لئے پسند نہیں۔ حالانکہ اللہ بالکل اولاد سے پاک ہے، اپنے لئے بیٹے تجویز کر رکھے ہیں جو من پسند چیز ہے۔ چنانچہ دوسری آیت میں ارشاد ہے۔ فاستفہم الرسل الخ جب ان لوگوں میں سے کسی کو بیٹی پیدا ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو سارا دن اس کا چہرہ پیلا رہتا ہے (مارے غم کے بے رونق) اور وہ دل ہی دل میں کھٹتا رہتا ہے (غم میں ڈوبا رہتا ہے) پھر بیٹیوں کی نسبت (آخر اللہ کی طرف کیسے کرتا ہے) لوگوں سے چھپا چھپا پھرتا ہے، اس خبر سے شرم کے مارے جو اسے دی گئی تھی (عار کے ڈر سے اس تردد کے ساتھ کہ نہ معلوم اس کے ساتھ کیا کیا جانے گا) آیا اس لئے رہے (بلا قتل کے چھوڑے رکھے) ذلت (رسوائی) کے ساتھ یا مٹی کے تلے اسے گاڑ دے (زندہ درگور کر دے) خوب سن لو کہ ان کی یہ تجویز (فیصلہ) بہت ہی بری ہے (کہ اپنے پیدا کرنے والے کی طرف تو ایسی بیٹیوں کی نسبت کر رہے ہیں جن کی وقعت ان کے نزدیک اتنی ہے) حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے (یعنی کافر) ان کی بری حالت ہے (یعنی ان کی یہ عادت بدترین ہے کہ لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے ہیں۔ حالانکہ نکاح اور شادی بیاہ کے لئے ان کے ضرور تمند ہیں) اور اللہ تعالیٰ کے لئے تو بڑے اعلیٰ درجہ کی صفات ثابت ہیں (اس کی شان تو بڑی ہے یعنی یہ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے) اور وہ (اپنے ملک میں) بڑے زبردست (اپنی مخلوق میں) بڑی حکمت والے ہیں اور اگر اللہ، لوگوں کو ان کے ظلم (کنائوں) پر پکڑ لیا کرتا تو ممکن نہیں تھا کہ زمین کی سطح پر کوئی جاندار چیز باقی رہ جاتی (جو زمین پر ریگننے والی ہوتی) لیکن وہ انہیں ایک مقررہ مدت تک مہلت دے رہا ہے۔ پھر جب وہ وقت آ پہنچے گا تو نہ ایک حسی پیچھے رہ سکتے ہیں اور نہ ایک گھڑی آگے، اور یہ اللہ کے لئے ایسی باتیں بھبراتے ہیں جنہیں خود پسند نہیں کرتے (یعنی لڑکیوں کا ہونا اور شریک کی موجودگی۔ اور پیغمبروں کی توہین) اور اپنی زبانوں سے جھوٹے عموں کرتے جاتے ہیں (یعنی یہ) کہ ان کے لئے اچھائی ہی اچھائی ہے (اللہ کے یہاں یعنی جنت جیسا کہ

دوسری آیت میں نقل فرمایا گیا ہے۔ وَلَن رَّجَعَتِ الْيَدِي إِلَىٰ رَبِّي الْخُحَّ حَقَّ تَعَالَىٰ جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں (لازمی) (یعنی) بات ہے کہ ان کے لئے دوزخ ہے۔ بلاشبہ وہ اس میں سب سے پہلے پہنچنے والے ہیں (جہنم رسید ہونے والے ہیں یا سب سے پہلے جہنم میں جھونکے جائیں گے اور ایک قرأت میں راء کے کسرہ کے ساتھ ہے۔ یعنی حدود سے آگے بڑھنے والے) بخدا آپ سے پہلے جتنی امتیں ہو گزری ہیں ان کے پاس بھی ہم نے رسولوں کو بھیجا تھا۔ لیکن شیطان نے لوگوں کو بد عملیاں خوشنما کر کے دکھائیں (برے کاموں کو لوگ اچھے کام سمجھنے لگے اور پیغمبروں کو جھٹلانے لگے) پس شیطان ان کا رفیق (کار ساز) بن بیٹھا۔ آج کے دن (یعنی دنیا میں) اور ان کے لئے دردناک سزا ہوگی (آخرت میں اور بعض کی رائے ہے کہ الیوم سے مراد قیامت کا دن ہے آنے والے حال کی حکایت کرتے ہوئے، یعنی بجز شیطان کے ان کا کوئی ہمدرد نہیں ہوگا جو خود بھی اپنی مدد نہیں کر سکے گا۔ جو دوسروں کی مدد تو خیر کیا کرے گا) اور ہم نے آپ پر (اے محمدؐ) یہ کتاب (قرآن) صرف اس لئے اتاری ہے کہ جن باتوں میں یہ لوگ اختلاف کر رہے ہیں (دینی معاملات میں) ان کی حقیقت ان پر واضح کر دے اور ایمان والوں کی ہدایت اور رحمت کی غرض سے (ہدی کا عطف تبیین پر ہے) اور اللہ نے آسمان سے پانی برسایا، پھر اس سے (سبزی اگا کر) زمین کو زندگی بخشی جو مردہ ہو چکی تھی۔ بلاشبہ اس صورت میں ان لوگوں کے لئے ایک نشانی ہے (قیامت کے ہونے کو بتلانے والی) جو (جی لگا کر) سنتے ہیں۔

تحقیق و ترکیب:..... الھین ائینین، الھین جب کہ خود تثنیہ ہے۔ پھر ائینین کہنے کی ضرورت کیا پیش آئی؟ جواب یہ ہے کہ عبارت میں تقدیم تاخیر ہے۔ اصل عبارت اس طرح ہے۔ لَا تَتَّخِذُوا اِئِیْنِیْنَ الھِیْنِ اَوْ یَا کہنا جائے کہ شرک کی برائی میں مبالغہ کرنے کے لئے ائینین کہا گیا ہے۔ مَن سَوَّءَ مَا بَشَرٌ غَمٌّ ورنج کی طرح خوشی بھی چونکہ چہرہ میں تغیر پیدا کر دیتی ہے۔ اس لئے بشارت سے مراد مطلق تغیر کنندہ ہے اور یا بشارت کے معنی مطلق خبر کے لئے جائیں۔

رابط آیات:..... پچھلی آیات میں توحید کا بیان تھا۔ اب آیت وَقَالَ اللّٰهُ الْخُحَّ سے شرک کا رد کیا جا رہا ہے۔ آیت وَلَوْ یُوَاخِذُ الْخُحَّ میں یہ بتلانا ہے کہ شرک کے اثر سے اگرچہ عذاب جلد آنا چاہیئے تھا۔ لیکن حکمت کے تقاضے سے سزا میں دیر کی گئی ہے، اور آیت وَیَجْعَلُوْنَ الْخُحَّ سے یہ بتلانا ہے کہ شرک کے باوجود مشرکین اپنی نجات کے دعویدار ہیں۔ آگے آیت تَاللّٰهِ الْخُحَّ سے آنحضرت ﷺ کی تسلی اور رسالت کا اثبات اور قرآن کی حقانیت کا بیان ہے۔

﴿تشریح﴾:..... فرشتے دیوتا اور دیویاں ہیں یا خدا تعالیٰ کی بیٹیاں:..... انسان میں جس طرح مرد عورت کا امتیاز ہے، لوگوں نے خیال کیا کہ اسی طرح روحانی قوتوں میں بھی دو جنسیں ہونی چاہئیں۔ مرد دیوتا ہیں اور عورتیں دیویاں ہیں۔ چنانچہ دنیا کی تمام اصنام پرست اقوام کی دیویاں میں یہ خیال عام طور پر نمایاں رہا ہے۔ مشرکین عرب میں بھی یہ تخیل پیدا ہو گیا تھا۔ قبیلہ خزاعہ اور کنانہ کی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ وہ فرشتوں کا تصور دیویوں کی شکل میں کرتے تھے اور انہیں خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔

عورتوں کی نسبت مشرکین کا متضاد خیال:..... قرآن نے جا بجا یہ خیال نقل کیا ہے اور اس کی برائی پر توجہ دلائی ہے کہ وہ فرشتوں کو تو خدا کی بیٹیاں سمجھتے تھے لیکن خود عورتوں کی نسبت ان کے خیالات کیا تھے؟ زیادہ سے زیادہ اسے ذلیل مخلوق سمجھتے تھے۔ جب کسی کے یہاں بیٹی پیدا ہوتی تو اسے بڑی غمگینی اور بد نصیبی کی بات سمجھتا بعض قبیلے جہنم اپنے نسلی شرف کا بڑا گھمنڈ تھا بیٹی کے باپ ہونے میں ایسی ذلت سمجھتے کہ اکثر حالتوں میں اسے خود اپنے ہاتھ سے زندہ گاڑ دیتے، جب کسی کو بیٹی پیدا ہونے کی خبر ملتی تو

مارے شرم کے لوگوں کے سامنے نہ آتا اور سوچنے لگتا ہے کہ ذلت گوارا کر کے بیٹی والا بن جائے یا ایک باعزت آدمی کی طرح اسے زمین میں زندہ دفن کر دے یہاں ایک طرف تو ان کے عقیدہ کی برائی دکھائی کہ جس بات کو خود اپنے لئے ذلت کی بات سمجھتے ہیں اسے خدا کے لئے تجویز کرنے میں انہیں باک نہیں۔ دوسری طرف خود اس برائی کو رد کرنا ہے کہ عورت ذات کو جو مرد ہی کی طرح انسان کی ایک جنس ہے ذلیل و حقیر سمجھتے ہیں حتیٰ کہ اپنی اولاد کو خود اپنے ہاتھوں قتل کرتے ہیں۔ کیا ہی برا فیصلہ ہے جو انہوں نے اس معاملہ میں کر رکھا ہے۔

دختر کشی کی رسم: مردوں کا عورتوں کے ساتھ ظلم و زیادتی کرنا ایک مسلسل سرگزشت ہے اور اس سرگزشت کا ایک سب سے زیادہ وحشیانہ معاملہ دختر کشی کی رسم ہے، اسلام کا جب ظہور ہوا تو عرب کے اکثر قبیلوں میں یہ رسم اسی طرح جاری تھی جس طرح ہندوستان کی مختلف قوموں میں کچھلی صدی تک جاری رہ چکی ہے لوگ اس پر فخر کرتے تھے اور کہتے تھے ہمارے قبیلے کے لوگ بیٹی کے باپ ہونے کی عار کو گوارا نہیں کر سکتے۔ لیکن اسلام نے نہ صرف یہ رسم منادی بلکہ وہ ذہنیت بھی مٹا دی جو ان تمام وحشیانہ مظالم کے اندر کام کر رہی تھی اس نے اعلان کیا کہ مرد و عورت کا یہ جنسی اختلاف، کسی فضیلت اور محرومی کی بنیاد نہیں ہو سکتا۔ دونوں کو اللہ تعالیٰ نے بحیثیت انسان ہونے کے ایک درجہ میں رکھا ہے اور دونوں کے لئے یکساں طریقہ پر ہر طرح کی فضیلتوں کی راہ کھول دی ہے ہاں دونوں نوعیت کا فرق اپنی جگہ پر صحیح ہے۔

خدا تعالیٰ انسانی تصور کی گرفت سے باہر ہے: انسان کے لئے اللہ خالق و پروردگار کی ہستی کے تصور سے بڑھ کر کوئی قدرتی اور حقیقی تصور نہیں ہو سکتا لیکن وہ ہستی کیسی؟ اس کی صفات کا تصور بھی کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور وہ صفاتیں کیا ہیں اور کس نوعیت کی ہیں؟ یہاں سے انسانی عقل کی در ماندگیاں شروع ہو جاتی ہیں اور پھر کوئی گمراہی ایسی نہیں جس میں وہ گم ہو جانے کے لئے تیار نہ ہو جاتا ہو۔ حتیٰ کہ بعض اوقات بھٹکتے بھٹکتے اتنا دور چلا جاتا ہے کہ جس درجہ پر خود کھڑا ہے اس سے بھی خدا کا تصور نیچے گرا دیتا ہے۔

قانون امہال: آیت ولو یؤاخذ اللہ الخ میں قانون امہال کا ذکر کیا جا رہا ہے اور اس شرط و جزاء میں لزوم اس طرح ہے کہ ظالم تو اپنے ظلم کی وجہ سے ہلاک ہوتے اور جو ظالم نہ ہوتے وہ یوں ہلاک ہو جاتے کہ اس دنیا میں مصلحت خداوندی کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کی آبادی اچھے اور برے سب طرح کے لوگوں سے ہو۔ ورنہ صرف نیکوں کی آبادی تو ایسی ہوگی جیسے آسمانوں پر فرشتوں کی آبادی پس جب اس دنیا میں ظالم تباہ کر دیئے جاتے تو مصلحت الہی باقی نہ رہنے کی وجہ سے اچھوں کے باقی رہنے کی بھی ضرورت نہ رہتی۔ اس لئے انہیں بھی ہلاک کر دیا جاتا۔ جیسا کہ حدیث میں بھی آیا ہے کہ لو لم تذنبوا لذهب اللہ بکم الخ یعنی اگر سب نیک ہو جائیں اور گنہگار نہ رہے تو اللہ تعالیٰ گنہگاروں کو پیدا فرمائے گا اور جانوروں وغیرہ دوسری مخلوقات انسان ہی کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ جب انسان ہی نہ رہتا تو دوسری چیزیں کیا ہوتیں۔

آیت یجعلون للہ مایکروہون اور آیت یجعلون للہ البنات الخ میں بظاہر تکرار معلوم ہوتا ہے۔ لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ اول تو مایکروہون بہ نسبت بنات کے عام ہے۔ کیونکہ اپنی ریاست میں کسی کا شرکت کا ناپسند ہونا بھی اس میں داخل ہے۔ دوسرے مایکروہون میں زیادہ تر اس بات پر زور دینا ہے کہ ایسی غلط باتیں کر کے یہ لوگ قیامت میں اپنے لئے بھلائی کی امید رکھتے ہیں اور قیامت کے یہ لوگ اگرچہ منکر تھے لیکن بہ طور فرض کے یہ آس بھی لگائے رکھتے تھے۔

عقل کی در ماندگی اور وحی کی وسعت: قرآن نے جا بجا کہا ہے کہ جن باتوں کو انسان اپنی عقل و ادراک سے نہیں

پاسکتا اور اس لئے طرح طرح کے اختلافات میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ کوئی کچھ سمجھنے لگتا ہے کوئی کچھ، وحی الہی نمودار ہوتی ہے۔ تاکہ ان اختلافات کو دور کر دے اور بتلا دے کہ اصل حقیقت کیا ہے؟ یہ باتیں کون سی ہیں۔ جن میں لوگ اختلاف کرتے ہیں اور جن کا اختلاف اس کے بغیر دور نہیں ہو سکتا کہ کتاب الہی آئے اور پردہ اٹھا دے؟ وہ تمام باتیں جو انسان کی عقل و ادراک کی سرحد سے پرے ہیں۔ اللہ کی صفات، مرنے کے بعد کی زندگی، برزخ اور قیامت کے احوال اور واقعات، جزائے عمل کا قانون، عالم غیب کے حقائق، یعنی وہ ساری باتیں جن کے اعتقاد و عمل کی درستگی سے روحانی سعادت کی زندگی پیدا ہو سکتی ہے انسان جب کبھی اس راہ میں وحی الہی کی روشنی سے الگ ہو کر قدم اٹھاتا ہے۔ اختلافات کی تاریکیوں میں گم ہو جاتا ہے لیکن جوں ہی اس روشنی میں آ جاتا ہے حقیقت واضح ہو جاتی ہے اور ہر طرح کے اختلافات و شکوک ختم ہو جاتے ہیں۔ کتاب ہدایت کا اترنا ایسا ہی ہے جیسے بارانِ رحمت کا نزول، وہ مردہ زمین کو زندہ کر دیتی ہے۔ یہ مردہ دلوں کو زندہ کر دیتا ہے۔

لطف آیات: آیت وما بکم من نعمۃ الخ سے اشارہ ہے کہ سب نعمتوں کے واسطے منعم حقیقی کے مظاہر ہیں۔ یہی حقیقت مسئلہ مظہریت کی ہے۔

وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۚ نُسْقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهِ أَى الْأَنْعَامِ مِنْ الْإِبْتِدَاءِ مُتَعَلِّقَةٌ بِنُسْقِيكُمْ بَيْنَ فَرْثٍ وَثَقُلِ الْكُرْشِ وَدَمٍ لَبْنَا خَالِصًا لَا يَشْوِبُهُ شَيْءٌ مِّنَ الْفَرْثِ وَالْدَمِ مِنْ طَعْمٍ أَوْ لَوْنٍ أَوْ رِيحٍ وَهُوَ بَيْنَهُمَا سَائِغًا لِلشَّرْبَيْنِ ﴿٦٦﴾ سَهْلُ الْمَرُورِ فِي حَلْقِهِمْ لَا يَغْصُرُ بِهِ وَمِنْ ثَمَرَاتِ النَّخِيلِ وَالْأَعْنَابِ ثَمَرٌ تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَرًا حَمْرًا تَسْكُرُ سُمِّيَتْ بِالْمُصْدَرِ وَهَذَا قَبْلَ تَحْرِيمِهَا وَرِزْقًا حَسَنًا كَالْتَّمَرِ وَالزَّيْتِ وَالْحَلِ وَالْدَبْسِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَمَذْكُورٍ لَايَةً عَلَى قُدْرَتِهِ تَعَالَى لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿٦٧﴾ يَتَذَكَّرُونَ وَأَوْحَى رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ وَحَى الْهَامِ أَنَّ مَفْسِرَةً أَوْ مُصَدِّرَةً اتَّخَذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا تَأْوِي إِلَيْهَا وَمِنَ الشَّجَرِ بُيُوتًا وَمِمَّا يَعْرِشُونَ ﴿٦٨﴾ أَى النَّاسُ يَنْتَوْنُ لَكَ مِنَ الْأَمَاكِنِ وَالْأَلَمِ تَأْوِي إِلَيْهَا ثُمَّ كُلِّي مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُكَ طَرَفُهُ فِي طَلَبِ الْمَرْغَى ذُلُلًا جَمْعُ ذُلُولٍ حَالٌ مِّنَ السُّلِّ أَى مُسَخَّرَةٌ لَكَ فَلَا تَعْسُرُ عَلَيْكَ وَأَنْ تَوَعَّرَتْ وَلَا تَصَلِّيَ عَنِ الْعُودِ مِنْهَا وَأَنْ بَعُذْتَ وَقِيلَ حَالٌ مِّنَ لِّصَمِرٍ فِي أَسْلُكِي أَى مُنْقَادَةً لِّمَا يَرَادُ مِنْكَ يَخْرُجُ مِنْ بُطُونِهَا شَرَابٌ هُوَ الْعَسَلُ مُخْتَلَفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ مِّنَ الْأَوْجَاعِ قِيلَ لِبَعْضِهَا كَمَا دَلَّ عَلَيْهِ تَنْكِيرُ شِفَاءٍ أَوْ لِكُلِّهَا بِضْمِيمِهِ إِلَى غَيْرِهِ أَقُولُ وَبَدُوْنَهَا بَيِّنَةٌ وَقَدْ أَمَرَ بِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِّنَ الْمَسْئَلِ بَطْنُهُ رَوَاهُ الشَّيْحَانِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٦٩﴾ سَيِّ صُنْعُهُ تَعَالَى وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَكُمْ شَيْئًا ثُمَّ يَتَوَفَّكُمُ ثُمَّ عِنْدَ انْقِصَاءِ أَجَالِكُمْ وَمِنْكُمْ مَّنْ تُرَدُّ إِلَى أَرْدَلِ الْعُمُرِ أَى أَحْسَنِهِ مِنَ الْهَرَمِ وَالْخَرَفِ لَكِي لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْنًا فَإِل

عَکْرَمَةٌ مِّنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ لَمْ يَصِرْ بِهَذِهِ الْحَالَةِ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِتَدْبِيرِ خَلْقِهِ قَدِيرٌ ﴿۷۰﴾ عَلَى مَا يُرِيدُهُ وَاللَّهُ فَضْلٌ
بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ فَمِنْكُمْ غَنِيٌّ وَفَقِيرٌ وَمَالُكَ وَمَمْلُوكٌ فَمَا الَّذِينَ فَضَّلُوا آيَ الْمَوَالِي
بِرَأْدِي رِزْقِهِمْ عَلَى مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ آيَ بِحَا عِلِّيَّ مَا رَزَقْنَاهُمْ مِنَ الْأَمْوَالِ وَغَيْرِهَا شَرَكَةٌ بَيْنَهُمْ
وَبَيْنَ مَمَالِيكِهِمْ فَهُمْ آيَ الْمَمَالِيكَ وَالْمَوَالِي فِيهِ سَوَاءٌ شُرَكَاءُ الْمَعْنَى لَيْسَ لَهُمْ شُرَكَاءُ مِنْ مَمَالِيكِهِمْ
فِي أَمْوَالِهِمْ فَكَيْفَ يَجْعَلُونَ بَعْضُ مَمَالِيكَ اللَّهِ شُرَكَاءَ لَهُ أَفَبِنِعْمَةِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ ﴿۷۱﴾ يَكْفُرُونَ حَيْثُ
يَجْعَلُونَ لَهُ شُرَكَاءَ وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا فَخَلَقَ حَوَاءَ مِنْ ضَلَعِ آدَمَ وَسَائِرَ النَّاسِ مِنْ
نُطْفِ الرَّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَجَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ بَنِينَ وَحَفَدَةً أَوْلَادًا لِأَوْلَادِكُمْ مِنْ الرِّزْقِ وَالطَّيِّبَاتِ
مِنْ أَنْوَاعِ الثَّمَارِ وَالْحُبُوبِ وَالْحَيَوَانَاتِ أَفَبِالْبَاطِلِ أَلْصَقْتُمْ يَوْمِنُونَ وَبِنِعْمَتِ اللَّهِ هُمْ يَكْفُرُونَ ﴿۷۲﴾
بِأَشْرَافِهِمْ وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ آيَ غَيْرُهُ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِنَ السَّمَوَاتِ بِالْمَطَرِ وَالْأَرْضِ
بِالنَّاتِ شَيْئًا بَدَلٌ مِنْ رِزْقٍ وَلَا يَسْتَطِيعُونَ ﴿۷۳﴾ يَقْدَرُونَ عَلَى شَيْءٍ وَهُوَ الْأَصْنَامُ فَلَا تَضْرِبُوا لِلَّهِ
الْأَمْثَالَ لَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَشْبَاهًا تُشْرِكُونَهُمْ بِهِ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ أَنْ لَا مِثْلَ لَهُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿۷۴﴾ ذَلِكَ
ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا وَيُبَدِّلُ مِنْهُ عَبْدًا مَمْلُوكًا صِفَةً تُمَيِّزُهُ مِنَ الْحُرَفَانَةِ عَبْدُ اللَّهِ تَعَالَى لَا يَقْدِرُ عَلَى شَيْءٍ
لِعَدَمِ مَلِكِهِ وَمَنْ نَكِرَةٌ مَوْصُوفَةٌ آيَ حُرًّا رَزَقْنَاهُ مِنْ رِزْقٍ حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَجَهْرًا آيَ
يَتَصَرَّفُ فِيهِ كَيْفَ يَشَاءُ وَالْأَوَّلُ مِثْلُ الْأَصْنَامِ وَالثَّانِي مِثْلُهُ تَعَالَى هَلْ يَسْتَوُونَ آيَ الْعَبِيدُ الْعَجِزَةُ وَالْحُرُّ
الْمُتَصَرِّفُ لَا الْحَمْدُ لِلَّهِ وَحْدَهُ بَلْ أَكْثَرُهُمْ آيَ أَهْلُ مَكَّةَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۷۵﴾ مَا يَصِيرُونَ إِلَيْهِ مِنَ الْعَذَابِ
فَيُشْرِكُونَ وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا وَيُبَدِّلُ مِنْهُ رَجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا أَبُكُمُ وَلَدٌ أَحْرَسَ لَا يَقْدِرُ عَلَى شَيْءٍ
لَأَنَّهُ لَا يَفْهَمُ وَلَا يَفْهَمُ وَهُوَ كُلُّ ثَقِيلٍ عَلَى مَوْلَاهُ وَلَيَّ أَمْرُهُ أَيْنَمَا يُوْجِّهُهُ يُصْرِفُهُ لَا يَأْتِ مِنْهُ بِخَيْرٍ
بُنْحٍ وَهَذَا مِثْلُ الْكَافِرِ هَلْ يَسْتَوِي هُوَ آيَ الْآبِكُمُ الْمَذْكُورُ وَمَنْ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ آيَ وَمَنْ هُوَ نَاطِقٌ
نَافِعٌ لِلنَّاسِ حَيْثُ يَأْمُرُهُ وَيَحْتُ عَلَيْهِ وَهُوَ عَلَى صِرَاطٍ طَرِيقٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿۷۶﴾ وَهُوَ الثَّانِي الْمُؤْمِنُ لَا يَغْ

وَقِيلَ هَذَا مِثْلُ اللَّهِ تَعَالَى وَالْآبِكُمُ لِلْأَصْنَامِ وَالَّذِي قَبْلَهُ فِي الْكَافِرِ وَالْمُؤْمِنِ

ترجمہ: اور بلاشبہ تمہارے لئے چوپایوں میں سوچنے سمجھنے کے لئے بڑا سامان عبرت ہے۔ ہم ان کے پیٹ میں (یہاں سے عبرت کا بیان ہو رہا ہے) جو گوبر (گندگی) ہے (من ابتداء کے لئے ہے اور نسقیکم سے اس کا تعلق ہے) اور خون ہے، اس کے درمیان سے صاف دودھ پیدا کر دیتے ہیں (جس میں نہ گوبر کی آمیزش ہوتی ہے اور نہ خون کے اثرات شامل ہوتے ہیں۔ یعنی ذائقہ، رنگت، بو، حالانکہ دودھ کا مادہ گوبر اور خون کے مادوں کا درمیانی حصہ ہوتا ہے) جو گلے میں آسانی سے اترنے والا ہوتا ہے (حلق سے

نیچے اترنے میں کچھ دشواری نہیں ہوتی اور نہ گلے میں اچھوتا لگتا ہے) اسی طرح کھجور اور انگور کے درختوں کے پھل میں کہ ان سے نشہ آور عرق کشید کرتے ہو (نشہ آور شراب بناتے ہو، مسکر مصدر ہے، جس کے معنی شراب کے ہو گئے، یہ آیت شراب حرام ہونے سے پہلے کی ہے) اور اچھی غذا (جیسے کھجور، کشمش، منقہ، سرکہ، شیرہ کھجور) دونوں طرح کی چیزیں حاصل کرتے ہو بلاشبہ اس بات میں ان لوگوں کے لئے (اللہ کی قدرت پر) ایک نشانی ہے جو عقل سے کام لیتے ہیں (تدبر کرتے ہیں) آپ کے پروردگار نے شہد کی مکھی کے جی میں یہ بات ڈال دی (وحی بمعنی الہام ہے) کہ (ان مفسرہ ہے یا مصدر یہ) پہاڑوں میں اپنا چھتہ بنا لے (ٹھکانا کرنے کے لئے) اور درختوں میں اور ان ٹیٹوں میں جو اس غرض سے بلندی میں بنائی جاتی ہیں (یعنی لوگ مکھیوں کے لئے چھتے بناتے ہیں، ورنہ شہد کی مکھیاں الہام الہی کے بغیر ان جگہوں میں خود اپنے لئے چھتے نہیں بنا سکتی ہیں) پھر ہر قسم کے پھلوں سے رس چوستی ہیں، پھر اپنے پروردگار کے ٹھہرائے ہوئے طریقہ پر (اپنی غذا کی تلاش میں) چل جو تیرے لئے آسان کر دیئے گئے ہیں (ذلل جمع ہے ذلیل کی ہے، سبیل سے حال ہے یعنی وہ راستے تیرے لئے سہل کر دیئے گئے ہیں۔ ان میں کوئی دشواری نہیں رہتی خواہ وہ کتنے ہی دشواریوں نہ ہوں اور وہاں سے واپسی میں ہرگز بچل نہیں سکتی۔ خواہ وہ راستے دور دراز ہی کیوں نہ ہوں اور بعض کی رائے میں اسلکسی کی ضمیر سے حال واقع ہو رہا ہے یعنی جس کام کے لئے تجھے پیدا کیا گیا ہے تو اسے بجالاتی ہے) اس کے پیٹ سے عرق (شہد) نکلتا ہے مختلف رنگوں کا جس میں انسان کے لئے شفا ہے (تکالیف سے بعض کے نزدیک کچھ بیماریاں مراد ہیں۔ جیسا کہ شفاء کا نکرہ ہونا اس پر دلالت کرتا ہے اور بعض کے نزدیک ہر مرض کی دوا ہے۔ بشرطیکہ دوسرا بدرقہ اس کے ساتھ شامل کر لیا جائے۔ لیکن جلال محقق کے نزدیک بلا بدرقہ کے بھی شہد ہر بیماری کی دوا بن سکتی ہے۔ بشرطیکہ نیت صحیح ہو۔ چنانچہ ایک صحابی کو دستوں کی شکایت میں آنحضرتؐ نے شہد تجویز فرمایا۔ جس کی تفصیل تیجین نے روایت کی ہے۔ بلاشبہ اس صورت حال میں ان لوگوں کے لئے ایک بڑی نشانی ہے۔ جو غور و فکر کرنے والے ہیں) اللہ تعالیٰ کی کاریگری میں (اور اللہ ہی نے تمہیں پیدا کیا) حالانکہ تم بالکل کچھ نہیں تھے (پھر وہی تمہاری جان قبض کرتا ہے) تمہاری زندگی پوری ہونے پر (اور بعضوں کو تم میں ناکارہ عمر تک پہنچاتا ہے) بڑھاپے اور پیرانہ سالی کی بدترین مر تک (جس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ ایک چیز جان لینے کے بعد پھر انجان بن جاتا ہے) حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص تلاوت قرآن پاک کرتا رہے تو وہ اس آفت سے محفوظ رہے گا) بے شک اللہ تعالیٰ ہر بات کو جاننے والا ہے (اپنی مخلوق کی تدبیر کے سلسلہ میں) اور (جو ارادہ کرتا ہے اس پر) قدرت رکھنے والا ہے اور اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر روزی کے لحاظ سے فضیلت دی (کوئی امیر ہے کوئی فقیر، کوئی آقا ہے کوئی غلام) پھر ایسا نہیں کہ جس کسی کو روزی دی گئی (یعنی آقا) وہ اپنی روزی اپنے غلاموں کو لٹا ڈالے (یعنی کچھ مال و دولت وغیرہ ہم نے ان آقاؤں کو دیا وہ اس میں اپنے ساتھ اپنے غلاموں کو بھی شریک کر لیں) حالانکہ وہ سب (آقا و غلام) اس میں برابر کے حقدار ہیں (شریک ہیں) یعنی جب یہ لوگ اپنے غلاموں کے مال میں شرکت گوارا نہیں کرتے تو پھر اللہ کے ساتھ اس کی مخلوق کی شرکت کیسے گوارا کر رہے ہیں) پھر کیا یہ لوگ اللہ کی نعمتوں سے مکر رہے ہیں (اس کے لئے شریک ٹھہرا کر کفر رہے ہیں) اور اللہ نے تم ہی میں سے تمہارے لئے جوڑے پیدا کر دیئے (چنانچہ ہوا، کوآدم کی بائیں پسلی سے پیدا کر دیا اور ماقی انسانوں کو مرد و عورت کی منی سے پیدا کر دیا) اور تمہارے جوڑوں سے تمہارے لئے بیٹے اور پوتے پیدا کر دیئے (یعنی اولاد کی اولاد) اور تم کو اچھی اچھی چیزیں کھانے کو دیں (طرح طرح کے پھل پھول، جانور) پھر کیا یہ لوگ بے بنیاد جھوٹی باتیں (بت) تو مان لیتے ہیں اور اللہ کی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں (اللہ کے ساتھ شک کر کے) یہ اللہ کو چھوڑ کر (اس کے سوا) ایسی چیزوں کی پوجا کرتے ہیں جو نہ آسمان سے (بارش ہے) یعنی دینے کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ (کھاس پھوس کے ذریعہ) زمین میں سے کچھ رزق دے سکتے ہیں (لفظ سیسا رزق سے بدل واقع ہو رہا ہے) اور نہ

کسی بات کا مقدور ہے (کسی چیز پر بھی انہیں قدرت حاصل نہیں۔ مراد بت ہیں) پس تم اللہ کے لئے مثالیں نہ گھڑو (اس کے لئے کوئی شریک تجویز نہ کرو) اللہ تعالیٰ جانتا ہے (کہ اس کے مثل کوئی چیز نہیں) اور تم کچھ نہیں جانتے (یہ بات) اللہ تعالیٰ ایک مثال میں بیان فرماتے ہیں (آگے اس سے بدل ہے) ایک غلام ہے کسی دوسرے کی ملک (لفظ عبد کے ساتھ مملوک کا کی قید، آزاد آدمی کو الگ کرنے کے لئے ہے، کیونکہ اللہ کا بندہ تو وہ بھی ہوتا ہے) وہ خود کسی بات کی قدرت نہیں رکھتا۔ (مالکانہ اختیار نہ ہونے کی وجہ سے) اور ایک دوسرا آدمی ہے (یہ نکرہ موصوفہ ہے یعنی آزاد آدمی) کہ ہم نے اپنے فضل سے اسے اچھی روزی دے رکھی ہے اور وہ اسے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتا ہے (یعنی جو چاہتا ہے اس روزی میں تصرف کرتا ہے، پہلی مثال توتوں کی ہے اور دوسری مثال اللہ میاں کی ہے) اب بتاؤ کیا یہ دونوں آدمی برابر ہو سکتے ہیں؟ (یعنی غلام عاجز، اور آزاد قادر؟) ہرگز (دونوں برابر نہیں ہو سکتے) ساری تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں (تنہا) مگر (مکہ والوں میں سے) اکثر آدمی جانتے ہی نہیں (کہ انہیں کیا عذاب ہوگا اس لئے وہ شرک کرتے رہتے ہیں) اور اللہ ایک اور مثال بیان فرماتے ہیں (آگے بدل ہے) دو آدمی ہیں، ایک (پیدائشی طور پر) گونگا ہے۔ کسی بات کی قدرت نہیں رکھتا ہے (نہ خود سمجھ سکتا ہے اور نہ دوسرے کو سمجھا سکتا ہے) اپنے آقا پر ایک بوجھ (وبال جان) ہے اسے جہاں کہیں، بھیجے کوئی کام ٹھیک کر کے نہیں لاتا (پورا نہیں کر سکتا۔ یہ مثال تو کافر کی ہوئی) کیا یہ شخص (گونگا پتھر) اور ایسا آدمی باہم برابر ہو سکتے ہیں جو اچھی باتوں کو تعلیم کرتا ہے (یعنی جب کسی بات کو کہتا ہے یا دوسروں کو ابھارتا ہو تو بولتا بھی ہے اور لوگوں کو فائدہ بھی پہنچاتا ہے) اور خود بھی سیدھے راستے پر ہے (یہ دوسری مثال مؤمن کی ہے، پس یہ دونوں ہرگز برابر نہیں ہو سکتے اور بعض کی رائے میں یہ مثال تو اللہ تعالیٰ کی ہے اور گونگے سے مراد بت ہیں اور پہلی مثال میں کافر و مؤمن مراد تھے)

تحقیق و ترکیب: و او حسی وحی سے مراد اصطلاحی معنی میں نہیں ہیں کہ جن باتوں کی تبلیغ مقصود ہوتی ہے۔ ان کی وحی تو انبیاء کے ساتھ مخصوص ہے لیکن مطلق الہام کے معنی میں وحی غیر انبیاء کے لئے بھی ہو سکتی ہے۔ بلکہ تکوینی وحی کا سلسلہ تو کائنات کے ذرہ ذرہ کی طرف جاری ہے شہد کی مکھی پر کاری تو اس کے چھتہ کے چھ گوشہ خانوں سے ظاہر ہے جن میں سر مو فرق نہیں ہوتا اگر یہ خانے گول یا تکو نے یا چوکور یا کسی اور شکل کے ہوتے تو جگہ بے کار اور خالی ہو جاتی۔ نیز یعسوب نامی ایک بڑی مکھی ان کی بادشاہ ہوتی ہے۔ جس کی سب یکساں اطاعت کرتی ہیں ایک مکھی رانی ہوتی ہے جس کا کام صرف انڈے سینا ہوتا ہے ایک جماعت محافظین کی ہوتی ہے جو شہد اور چھتہ اور موم کی حفاظت کرتی ہے۔ اگر کوئی مکھی نافرمانی کرتی ہے یا کوئی زہریلا مادہ کہیں سے لے آتی ہے جس سے شہد زہر آلود ہونے کا اندیشہ ہو جاتا ہے تو ایسی مکھی کو محافظ دستہ مار گرا دیتا ہے۔ اسی طرح ایک جماعت مختلف پھلوں پھولوں کا رس چوس کر لاتی ہے۔ پھر زائد شہد کو انشاک رکھا جاتا ہے ضرورت کے موقع پر مکھیاں اسے غذا کے کام میں لاتی ہیں پھر اس مکھی کا حافظہ اس قدر زبردست ہوتا ہے کہ پھلوں کا رس چوسنے کے لئے کتنی ہی دور نکل جائے لیکن کیا مجال ہے کہ اپنے راستہ اور چھتہ کو بھول جائے۔ غرضیکہ اس ذرا سے جانور میں قدرت کی کرشمہ سازیوں کے کتنے پہلو موجود ہیں اسی خصوصیت کے لحاظ سے پوری سورت کو اس کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

ومن ثمرات النخیل اس آیت میں دورائے ہیں اگر یہ آیت تحریم خمر سے پہلے کی ہے تب تو اس کو منسوخ مانا جائے گا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اس کو منسوخ نہ مانا جائے۔ بلکہ عتاب و احسان کا جامع مانا جائے منسوخ ماننے کی صورت یہ ہے کہ یہ سورت مکی ہے اور شراب کی حرمت مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی ہے۔ آیت ومن ثمرات النخیل الخ منسوخ ہے یا عتاب و احسان کی جامع ہے۔ مسکرنہ کو کہتے ہیں جو انگور یا منقی اور کھجور کے شیرہ کو پکا کر بنایا جاتا ہے شیخین کے نزدیک اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے اس کا پینا حلال ہے بشرطیکہ نشہ کی حد تک نہ پہنچ جائے۔ حدیث الخمر حرام لعینھا و السکر من کل شراب اور اجماع وغیرہ سے بھی اس کی

تائید ہوتی ہے۔ اور صاحب وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ سکر تر چھوڑوں کے پانی کو کہتے ہیں جو ہمارے نزدیک حرام ہے لیکن شریک بن عبد اللہ کے نزدیک حلال اور مباح ہے اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے کیونکہ حق تعالیٰ احسان کے طور پر ذکر کر رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ حرام چیز کا احسان نہیں ہوا کرتا۔ بعض حنفیہ کی دلیل حرمت اجماع صحابہؓ ہے اور یہ آیت ابتدائے اسلام پر محمول ہے۔ جب سب شراہیں حلال تھیں یا اس آیت کو زجر و تنبیہ پر محمول کیا جاسکتا ہے کہ ان چیزوں سے تم شراب بھی بناتے ہو اور پھر عمدہ رزق سمجھتے ہو۔ مختلف الوانہ مثلاً سرخ، سفیدی مائل رنگ کے شہد ہوتے ہیں اور رنگوں کا یہ اختلاف یا غذا کے اختلاف کی وجہ سے ہوگا اور یا خود مکھیوں کے مختلف ہونے کی وجہ سے ایسا ہوتا ہوگا۔ مثلاً چھوٹی مکھی کا شہد سفید اور جوان مکھی کا سرخ اور بوڑھی مکھی کا شہد زرد رنگ کا ہوتا ہو۔ شفاء اس میں تین رائے پیش کی ہیں (۱) بعض بیماریوں کے لئے شہد مفید ہوتا ہے جیسے بلغم اور برودت اور امراض بارہ (۲) تمام بیماریوں کے لئے مفید ہوتا ہے امراض بارہ کے لئے تو بنفسہ مفید ہے لیکن امراض حارہ کے لئے خاص خاص بدرقوں کے ساتھ مفید ہے (۳) سب بیماریوں کے لئے مفید ہے، بشرطیکہ اعتقاد اور نیت درست ہو۔ تیسری رائے جلال محقق کی ہے جس کی تائید میں شیخین کی روایت بھی پیش کی ہے۔

ارذل العمر۔ انسانی عمر کے چار دور ہوتے ہیں (۱) نشوونما کا زمانہ جو ۳۳ سال تک رہتا ہے جو بھری جوانی اور اشد بلوغ کا وقت کہلاتا ہے۔ (۲) چالیس سال تک سن وقوف کہلاتا ہے جو کمال عقل و قوت کا زمانہ ہوتا ہے۔ (۳) پھر ساٹھ سال تک زمانہ کہولت کہلاتا ہے۔ یہ دور انحطاط مانا گیا ہے لیکن آہستہ آہستہ کمی ہوتی ہے۔ (۴) ساٹھ سال کے بعد سن شیخوخت و ہرم کہلاتا ہے جس میں نقصان عقل کے ساتھ حواس معطل ہونے کی نوبت آ جاتی ہے لیکن بقول عکرمہ علم قرآن کی دولت سے جو مالا مال ہوتے ہیں وہ اس فساد عقل سے محفوظ رہتے ہیں۔ بلکہ ان کے ملکات علمیہ روز افزوں ترقی اور مدارج روحانیہ میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ ازواجہ اس سے مراد صرف حواء ہیں۔ جیسا کہ بعض مفسرین کی رائے میں البتہ صیغہ جمع تعظیم کے لئے ہوگا۔ یا لفظ بعض مقدر مان لیا جائے گا اور یا اولاد آدم بھی اس میں داخل ہو جس کی طرف ”وسائر الناس“ سے مفسر نے اشارہ کیا ہے۔ حفدة ابن عباسؓ کے نزدیک اس کے معنی اولاد الاولاد کے ہیں، اور ابن مسعودؓ کے نزدیک اس کے معنی احتیسن کے ہیں اور ابن عباسؓ کے نزدیک بیوی کی اولاد کو یا ہر اعانت کرنے والے کو بھی حفیدہ کہا جاتا ہے۔ ضرب اللہ غلط مثالوں کی ممانعت کے بعد صحیح مثالوں کو بیان کیا جا رہا ہے۔ لا یقدر علی شئی اس سے مکاتب اور وہ غلام جسے تجارت کی اجازت ہو دونوں نکل گئے۔ کیونکہ ان دونوں کو کچھ نہ کچھ قدرت ہوتی ہے۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کامل غلام وہی ہے جو ہر طرح کے تصرفات سے محروم ہو اور لفظ عبد کے ساتھ مملوک کی قید لگا کر آزاد آدمی سے احتراز ہے کیونکہ عبد کا لفظ آزاد پر بھی بولا جاتا ہے۔ چنانچہ ہر شخص کو عبد اللہ (اللہ کا بندہ) کہا جاسکتا ہے اور فقہاء نے مکاتب اور کافروں اور مدبروں اور ام ولد وغیرہ قسموں کے احکام اور جس غلام کا کچھ حصہ یا پورا آزاد کر دیا جائے۔ اس کے مفصل احکام بیان کر دیئے ہیں۔ وقیل ایک رائے یہ بھی ہے کہ دونوں مثالیں کافر و مومن کی ہیں اور دوسری رائے یہ ہے کہ ومن یامر بالعدل الخ سے مراد آنحضرتؐ ہیں اور ابکم سے مراد ابو جہل ہے اور بعض کے نزدیک ومن یامر الخ سے مراد حضرت عثمانؓ ہیں جو اپنے غلام کو ایمان لانے کی تلقین کرتے تھے اور ابکم سے مراد ان کا غلام ہے جو انہیں فی سبیل اللہ خرچ کرنے سے روکتا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ ابکم سے مراد ابی بن خلف ہے اور ومن یامر الخ سے مراد حمزہؓ اور عثمان بن مظعونؓ ہیں۔

ربط آیات۔ سورۃ کے شروع میں انعامات کے پیرایہ میں توحید کا بیان ہوا تھا اب پھر بالترتیب چند انعامات سے توحید پر استدلال کیا جا رہا ہے۔ مثلاً پانی، گھاس پھوس، جانوروں کے منافع، شہد کے فوائد انسان کے مختلف حالات، زندگی، موت، شخصی اور نوعی

بقاء، حواس و عقل اور سامان معیشت کا عطا کرنا بیان کیا گیا ہے۔ درمیان میں شرک کا رد بھی کیا گیا ہے اور کمال علم و قدرت کی صفات توحید پر استدلال کیا گیا ہے۔ غرضیکہ شروع سورت سے ان آیات کے ختم تک، سورت کا دوثلث حصہ ایسی ہی چیزوں پر مشتمل ہے جن میں اگر ایک طرف قدرت کا بیان ہے تو دوسری طرف نعمت کا بیان بھی ہے اسی لئے اس سورت کا نام سورۃ نعم بھی ہے۔

﴿تشریح﴾: دودھ ایک بہترین نعمت ہے: آیت وان لکم فی الانعام سے لے کر تفکرون تک ربوبیت الہی کی بخشائشوں کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ ساتھ ہی اللہ کی صنعت و حکمت کی کرشمہ سازیوں پر بھی توجہ دلائی گئی ہے۔ غرضیکہ ان آیات میں بحیثیت مجموعی، ربوبیت، رحمت اور حکمت سے استدلال کیا گیا ہے۔ فرمایا جاتا ہے کہ غذاؤں میں تین چیزیں سب سے زیادہ مفید اور لذیذ ہیں۔ دودھ، پھلوں کا عرق اور شہد۔ تم میں سے کوئی ایسا نہیں جو ان تین نعمتوں سے واقف نہ ہو۔ لیکن یہ دودھ بچپن سے لے کر بڑھاپے تک تمہاری سب سے زیادہ دل پسند غذا ہوتی ہے۔ کس طرح اور کہاں سے پیدا ہوتا ہے؟ تم نے کبھی یہ غور کیا ہے؟ اگر غور کرتے تو تمہارے فہم و عبرت کے لئے صرف یہی ایک بات کافی تھی یہ اسی جسم میں بنتا ہے جس جسم میں غلاظت بنتی ہے، جو طرح طرح کی آلائشوں اور گندگیوں سے بھرا پڑا ہے۔ جس میں اگر بننے والی چیز ہے تو خون ہے جسے کبھی تم ہونٹوں سے لگانا بھی پسند نہیں کرو گے پھر دیکھو جانوروں میں دودھ اترنے کی جگہ کہاں ہے؟ وہیں جس کے قریب پیشاب پاخانہ کی جگہ ہے یعنی ایک ہی کارخانہ میں ایک ہی مادہ سے اور ایک ہی طرح کے حصہ بدن میں، ایک طرف تو غلاظت بنتی اور نکلتی رہتی ہے جسے تم دیکھنا بھی پسند نہ کرو۔ دوسری طرف ایک ایسا جو ہر غذا جو پر لذت بھی بنتا اور نکلتا ہے جسے تم دیکھتے ہی بے غل و غش ایک ایک قطرہ پی جاؤ۔ کون ہے جس کی حکمت نے یہ عجیب و غریب کارخانہ بنا دیا؟ کون ہے جو ایسے عجیب طریقوں سے زندگی کے بہترین وسائل بخش رہا ہے اور پھر کیا ممکن ہے کہ قدرت کی یہ کار فرمائی، حکمت کی یہ صنعت طرازی، ربوبیت کی یہ چارہ سازی، بغیر کسی قدیر، حکیم، رب العالمین ہستی کے ظہور میں آگئی ہو؟

غلاظت اور خون کے بیچ میں سے دودھ کی نہر نکلتی ہے: غرضیکہ غلاظت اور خون کے درمیان سے دودھ کی نہر جاری کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ پیٹ میں ایک طرف گوہر ہوتا ہے اور دوسری طرف خون اور پھر ان دونوں کے بیچ میں دودھ رہتا ہے بلکہ منشاء یہ ہے کہ پیٹ میں جو غذا رہتی ہے اس میں وہ اجزاء جو آگے چل کر دودھ بنیں گے اور وہ اجزاء جو گوہر بن جائیں گے۔ سب رلے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس ابتدائی حالت سے پھر انہیں الگ الگ کرتا رہتا ہے فضلات خارج ہوتے رہتے ہیں اور عمدہ حصہ باقی رہ جاتا ہے مثلاً: ہضم معده کے بعد فضلہ کی شکل میں گوہر بن جاتا ہے اور عمدہ حصہ جگر میں کیلوس کی شکل میں چلا جاتا ہے پھر ہضم جگر کے نتیجے میں فضلہ پیشاب گردہ اور مثانہ کے حوالہ ہو جاتا ہے اور عمدہ حصہ کیموس کہلاتا ہے جس سے خون، صفرا، سودا، بلغم، خلطیں تیار ہوتی ہیں۔ پھر اس خون میں وہ حصہ بھی شامل ہوتا ہے جو آگے چل کر دودھ بننے والا ہے فی الحال یہ دونوں مخلوط ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان میں سے ایک حصہ کو الگ کر کے پستان تک پہنچا دیتا ہے اور وہاں دودھ بن جاتا ہے جس طرح خون سے بننے والا ایک مادہ انٹین میں پہنچ کر مٹی کی شکل اختیار کر لیتا ہے غرضیکہ غذاؤں ہی میں یہ سب اجزاء ملے ہوئے ہوتے ہیں جو درجہ بدرجہ اپنی مخصوص ہئیتیں اور شکلیں اختیار کرتے رہتے ہیں یہ باہمی امتیاز دینا اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے امتیاز کا پہلا درجہ تو خیر پیٹ میں ہوتا ہی ہے لیکن دوسرے درجہ کا محل پیٹ کو کہنا یا مانی داخل البدن ہونے کے اعتبار سے ہوگا اور یا اس لحاظ سے گویا کہ یہ اجزاء متمیزہ بھی تو آخر کسی وقت بدن ہی میں تھے۔

پھلوں کی پیداواری: پھلوں میں طرح طرح کے خوش ذائقہ عرق پیدا ہوتے ہیں اور انہیں مختلف طریقوں سے تم کام

میں لاتے ہو مثلاً کھجور اور انگور کے درخت ہیں ان کے عرق سے نشہ کی چیز بنا لیتے ہو اور اچھی اور جائز غذا کمیں بھی اس سے بنتی ہیں لیکن یہ پھل پیدا کس طرح ہوئے؟ کھجور اور انگور کا ہر دانہ شیرینی اور غذائیت کی ایک سر بمبر شیشی ہے جو درختوں سے نپکنے لگتی ہے اور تم ہاتھ بڑھا کر لے لیتے ہو لیکن یہ بنتی کس کارخانہ میں ہے زمین اور مٹی میں یعنی اس مٹی میں جس کا ایک ذرہ بھی تمہارے منہ میں پڑ جاتا ہے تو بے اختیار ہو کر تھوکنے لگتے ہو تم خشک گٹھلیاں مٹی میں پھینک دیتے ہو مٹی وہی گٹھلی ان نعمتوں کی شکل میں تمہیں واپس دے دیتی ہے کون ہے جس کی حکمت و ربوبیت مٹی کے ذروں سے یہ خزانے اگلا لیتی ہے خوشبو، ذائقہ اور غذائیت کے خزانے؟

دو (۲) رائیں: آیت تتخذون منه میں مفسرین کی دو رائیں ہیں ایک یہ کہ یہ آیت چونکہ مکی ہے اور اس وقت تک شراب حرام نہیں ہوئی تھی اس لئے بطور احسان کے یہ فرمایا جا رہا ہے مگر ساتھ ہی چونکہ شراب حرام ہونے والی تھی اس لئے ”رزقاً حسناً“ کی طرح شراب کو ”حسناً“ نہیں فرمایا دوسری رائے یہ ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے وقت یہ سمجھتے ہوئے کہ ممکن ہے یہ آیت مدنی ہو شراب اگرچہ حرام ہو چکی تھی لیکن یہاں حسی احسان جتنا نامقصود نہیں جو شراب کے حلال ہونے پر موقوف ہو بلکہ معنوی احسان مقصود ہے یعنی توحید پر استدلال کیا جا رہا ہے اور وہ شراب کے حرام ہونے کی صورت میں بھی درست ہے یعنی یہ قدرت الہی کی دلیل ہے کہ تازہ شیرہ میں نشہ نہیں تھا لیکن پھر ایک نئی کیفیت اس میں پیدا ہو گئی جس سے شراب حرام کر دی گئی اور ہر حادث اور نئی چیز کے لئے محدث کی ضرورت ہے اور وہ اللہ ہے پس اس طرح یہ حالت کی تبدیلی، اللہ کے وجود کی دلیل ہو گئی اور بعض کی رائے میں یہاں احسان جتنا نامقصود نہیں بلکہ نشہ بنانے پر تو عتاب مقصود ہے اور ”رزقاً حسناً“ میں احسان جتنا نامقصود ہے یعنی ہم نے تو تمہارے لئے یہ پھل پیدا کیئے اور تم اسے نشہ میں استعمال کرتے ہو پس اس طرح اس آیت میں عتاب و احسان دونوں باتوں کو جمع کر دیا گیا ہے کہ دیکھو ہماری طرف سے یہ احسان اور تمہاری طرف سے یہ حرکت بے جا؟ اور شہد کے متعلق اختلاف ہے کہ آیا یہ مکھی کے منہ کی رطوبت ہوتی ہے یا معدہ کی؟

شہد بیماریوں کے لئے شفا ہے: اور شہد کو اگر بعض بیماریوں کی شفا کا سبب مان لیا جائے تو پھر وجہ تخصیص کیا ہوگی جب کہ دوسری دوائیں بھی بیماریوں کے لئے شفا بخش ہوتی ہے؟ سو تخصیص کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ شہد کی مکھی ایک زہریلا جانور ہے جس کے کاٹنے سے بڑی تکلیف ہوتی ہے لیکن اسی میں اللہ نے اپنی قدرت سے شفا کا مادہ، شہد بھی پیدا فرما دیا ہے پس معدن زہر سے تریاق و شفا پیدا کرنا قدرت الہی کا کرشمہ ہے اور شہد کی مختلف رنگتیں بلحاظ غذا کے بھی ہو سکتی ہیں اور موسم اور وقت اور جگہ کے اعتبار سے بھی ہو سکتی ہیں

شہد کی مکھی قدرت الہی کا نمونہ ہے: شہد کے چھتوں کے یہ کارخانے جن میں تمہارے لئے رات دن شہد تیار ہوتا رہتا ہے تم دنیا کے سارے پھل اور پھول جمع کر کے چاہو کہ شہد کا ایک قطرہ بنا لو تو کبھی نہ بنا سکو گے۔ لیکن ایک چھوٹی سی مکھی بناتی رہتی ہے اور اس نظم و ضبط کے ساتھ اور محنت و استقلال ترتیب و تناسب یکسانیت و ہم آہنگی کے ساتھ بناتی رہتی ہے کہ اس کی ہر بات ہماری عقلوں کو در ماندہ کر دینے والی اور ہماری فکروں کی ساری توجیہوں اور تعلیلوں پر دروازہ بند کر دینے والی ہے چونکہ شہد کی مکھی کی یہ صنعت گری جدوجہد نظم و ضبط سرگرمی و باقاعدگی کا ایک پورا سلسلہ ہے جو عرصہ تک جاری رہتا ہے اور یکے بعد دیگرے بہت سی منزلوں سے گزر کر مکمل ہوتا ہے اس لئے اس کے کاموں کو عمل کی راہوں سے تعبیر کیا ہے یعنی اس کے لئے جو راہ عمل ٹھہرا دی گئی ہے اس پر ٹھیک چلتی رہتی ہے کبھی ایسا نہیں ہو سکتا کہ ذرا بھی ادھر ادھر ہو اس کا ہر فرد اس طرح حکم الہی کے آگے جھک گیا ہے کہ ممکن نہیں کسی کو راہ عمل

سے ہٹا ہوا پاؤ۔

مٹھائی کی تاریخ: ہندوستان کا گنا جس وقت تک دوسرے ملکوں میں نہیں پہنچا تھا میٹھی غذاؤں کے بنانے کا تمام تر دار و مدار شہد ہی پر تھا یا پھر ایسے پھلوں پر تھا جو بہت زیادہ میٹھے ہوتے ہیں جیسے کھجور سکندر اعظم جب ہندوستان آیا اور یونانیوں نے یہاں کی قد کھائی تو خیال کیا کہ یہ بلور کی طرح کی کوئی معدنی چیز ہے جس کا مزہ شہد کی طرح میٹھا ہوتا ہے غالباً سب سے پہلے عربوں نے ہندوستانی گنے کی کاشت مصر میں کی اور پھر مصر سے ”مصری“ یورپ پہنچی۔ پس اس آیت میں شہد کا ذکر خصوصیت کے ساتھ اس لیے کیا گیا ہے کہ دنیا کے اکثر حصوں میں مٹھاس کا مادہ اس کے سوا اور کچھ نہ تھا نیز شہد محض لذیذ غذا ہی نہیں ہے بلکہ کتنی بیماریوں کے لیے نسخہ شفاء بھی۔

سب روزی کے یکساں مستحق ہیں: آیت واللہ فضل بعضکم سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ سر و سامان معیشت سب کے لئے یکساں نہیں ہے اور یہ اختلاف حال قدرتی ہے اسی لیے اسے اللہ نے براہ راست اپنی طرف منسوب کیا دوسری یہ کہ رزق کے حقدار ہونے میں سب برابر ہوئے خواہ کوئی آقا ہو کوئی طاقت ور ہو کوئی زبردست ہو آیت واللہ جعل لکم میں ربوبیت الہی کی نعمتوں میں سے تین نعمتوں کا ذکر کیا ہے ایک یہ کہ ان سے انسان کی زندگی دو مختلف جنسوں مرد و عورت میں تقسیم کردی اور پھر ایک کو دوسرے کا ساتھی بنا دیا یعنی ازدواجی زندگی کا نظام قائم کر دیا دوسرے یہ کہ ازدواجی زندگی سے خاندانی زندگی پیدا ہو گئی اولاد پیدا ہوتی ہے پھر ان کی اولاد ہوتی ہے اور اس طرح ایک دائرہ قریبی رشتہ داری کا بن جاتا ہے جس کا ہر فرد دوسرے فرد سے وابستہ ہوتا ہے اور اسی وابستگی سے اجتماعی زندگی کی ساری برکتیں اور راحتیں حاصل ہوتی ہیں تیسری یہ کہ اس کی غذا کے لیے اچھی چیزیں پیدا کر دیں جو نہ صرف مفید ہیں بلکہ خوشگوار ہیں خوش رنگ ہیں خوشبودار ہیں۔

اللہ تعالیٰ تصور کی گرفت سے باہر ہے: لا تضربوا اللہ الامثال اپنے جی سے اللہ کے لیے مثالیں نہ گھڑنا اس آیت میں اس حقیقت کو واضح گف کرنا ہے کہ انسان کی ساری در ماندگی یہ ہے کہ وہ اپنے معیار خیال سے اللہ کا تصور آراستہ کرنا چاہتا ہے اور اس کے لیے مثالیں تراشتا ہے حالانکہ اس کے سارے تصور، اس کے سارے قیاسات اس کی ساری تمثیلیں اسکے لیے ٹھو کروں پر ٹھو کریں اور گمراہیوں پر گمراہیاں ہو جاتی ہیں وہ اپنی سوچی ہوئی تمثیلوں میں جتنا بڑھتا جاتا ہے اتنا ہی حقیقت سے دور ہوتا جاتا ہے کیونکہ وہ جتنی بھی تمثیلیں بناتا ہے اپنے ادراک و احساسات کے اندر رہ کر بناتا ہے اور اللہ کی ذات اس دائرہ سے باہر ہے جہاں تک تصور الہی کی تنزیہ کا تعلق ہے قرآن کی دو چھوٹی آیتوں میں سب کچھ کہہ دیا گیا ہے (۱) لیس کمثلہ شیء (۲) واللہ المثل الاعلیٰ۔

اللہ ہی اپنی صحیح تمثیل بیان کر سکتا ہے: اس کے بعد آیت ضرب اللہ مثلاً عبد مملوکاً اور ضرب اللہ مثلاً رجلین احدہما ابکم سے دو مثالیں بیان کی جا رہی ہیں پہلی مثال میں فرمایا گیا کہ اگر تمہیں حاجت اور ضرورت ہو تو تم کس کے پاس جاؤ گے؟ ایک غلام کے پاس جو کسی دوسرے کے اختیار میں ہے اور خود کوئی اختیار نہیں رکھتا یا اس کے پاس جو مالک و مختار ہے اور جس طرح چاہے اپنا مال خرچ کر سکتا ہے؟ کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ ایک بے بس غلام اور ایک مالک و مختار آقا؟ اگر نہیں ہو سکتے تو اس سے بڑھ کر عقل کی ہلاکت اور کیا ہو سکتی ہے کی تم اپنی حاجتوں اور مصیبتوں میں ان کے آگے جھکتے ہو جو خود اللہ کے بندے ہیں اور

اپنی ساری حاجتوں میں اس کی بخشائش کے محتاج اور اس کی طرف سے گردن موڑ لیتے ہو جس کے اختیار میں سب کچھ ہے اور کوئی نہیں جو اس کا ہاتھ پکڑنے والا ہو؟ دوسری مثال ایمان و کفر کی ہے کی فرض کر دو آدمی ہوں ایک گونگا بہرا اپنے ساتھیوں کے لئے بوجھ کوئی کام بھی اس سے بن نہ پڑے دوسرا بننے والا راہنما، فلاح و کامیابی کا راستہ چلنے والا تو کیا ان دونوں کی حالت میں تمہیں کوئی فرق دکھائی نہیں دے گا تمہاری نگاہ میں دونوں کا حکم ایک ہی ہوگا؟ اگر نہیں ہوگا اور تم بے اختیار بول اٹھو گے کہ کہاں ایک گونگا بہرا اور کہاں ایک گویا اور کار گزار تو پھر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم ایمان کی زندگی پر کفر کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو؟ ایمان کی زندگی کیا ہے؟ عقل و بصیرت کی زندگی جو خدا کی دی ہوئی حسوں سے کام لیتی ہے خود بھی سیدھی راہ چلتی ہے اور دوسروں کی بھی راہنمائی کرتی ہے اور کفر کی زندگی کیا ہے بہری گونگی زندگی عقل و حواس تا راج کر دینے والی جس راہ میں قدم اٹھائے کوئی خوبی کی بات حاصل نہ کر سکے قرآن کریم ہر جگہ ایمان کو عقل و بصیرت اور ہدایت و راہنمائی کی راہ قرار دیتا ہے اور کفر کو جہل اندھے پن اور بے کاری سے تعبیر کرتا ہے۔

لَطَافُ آیَاتِ: آیت یسخر ج من بطونہا میں اس طرف اشارہ ہے کہ بعض دفعہ کسی معمولی اور حقیر چیز میں حق تعالیٰ کوئی بہترین چیز رکھ دیتے ہیں چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ بہت سے میلے کھیلے لوگ اللہ کے ایسے مقبول بندے ہوتے ہیں کہ اگر وہ کسی بات پر قسم کھا بیٹھیں تو اللہ اسے پوری کر دکھاتا ہے اس لئے کسی چیز کی صورت اور ظاہر ہی پر انسان کو نظر نہیں کرنی چاہیے آیت فلا تضربوا سے معلوم ہوا کہ اللہ کی ذات اور صفات میں محض ذاتی رائے سے کام نہیں کرنا چاہیے اس سے اسماء الہیہ کا تو فیض ہونا بھی معلوم ہوا۔

وَلِلَّهِ غَيْبُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ أَيْ عِلْمُ مَا غَابَ فِيهِمَا وَمَا أَمْرُ السَّاعَةِ إِلَّا كَلَمَحٍ الْبَصَرِ أَوْ هُوَ أَقْرَبُ مِنْهُ لِأَنَّهُ بِلَفْظِ كُنْ فَيَكُونُ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۷۷﴾ وَاللَّهُ أَخْرَجَكُمْ مِنْ بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ لَا تَعْلَمُونَ شَيْئًا ۚ الْجُمْلَةُ حَالٌ وَجَعَلَ لَكُمْ السَّمْعَ بِمَعْنَى الْأَسْمَاعِ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۚ وَالْقُلُوبَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۷۸﴾ عَلَى ذَلِكَ فَتَوَمَّنُونَ أَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرَاتٍ مِثْلَاتٍ لِلطَّيْرَانِ فِي جَوِّ السَّمَاءِ ۚ أَيْ الْهَوَاءِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ مَا يُمْسِكُهُنَّ عِنْدَ قَبْضِ أَخْنِثَتِهِنَّ وَبَسْطِهَا أَنْ يَقَعْنَ إِلَّا اللَّهُ بِقُدْرَتِهِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۷۹﴾ هِيَ خَلْقُهَا بِحَيْثُ يُمَكِّنُهَا الطَّيْرَانِ وَخَلَقَ الْجَوَّ بِحَيْثُ يُمَكِّنُ الطَّيْرَانِ فِيهِ وَامْسَاكُهَا وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ سَكَنًا مَوْضِعًا تَسْكُنُونَ فِيهِ وَجَعَلَ لَكُمْ مِنْ جُلُودِ الْأَنْعَامِ بُيُوتًا كَالْحِيَامِ وَالْقُبَابِ تَسْتَخِفُّونَهَا لِلْحَمْلِ يَوْمَ ظَعْنِكُمْ سَفَرِكُمْ وَيَوْمَ إِقَامَتِكُمْ وَمِنْ أَصْوَابِهَا أَيْ الْغَنَمِ وَأَوْبَارُهَا أَيْ الْإِبِلِ وَأَشْعَارُهَا أَيْ الْمَعْرِ آثَانًا مَتَاعًا لِبُيُوتِكُمْ كَبُسْطِ وَأَكْسِيَةِ وَمَتَاعًا تَتَمَتَّعُونَ بِهِ إِلَى حِينٍ ﴿۸۰﴾ تُبْلَى فِيهِ وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ مِمَّا خَلَقَ مِنَ الْبُيُوتِ وَالشَّجَرِ وَالْغَمَامِ ظِلًّا جَمْعُ ظِلٍّ تَقِيكُمْ حَرَّ الشَّمْسِ وَجَعَلَ لَكُمْ مِنَ الْجِبَالِ أَكْنَانًا جَمْعُ كَنْ وَهُوَ مَا يَسْتَكِنُ فِيهِ كَالْغَارِ وَالسَّرْدَابِ وَجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيلَ قُمْصًا تَقِيكُمْ الْحَرَّ أَيْ وَالْبَرْدَ وَسَرَابِيلَ تَقِيكُمْ بَأْسَكُمْ

حَرْبُكُمْ أَى الطَّعْنِ وَالضَّرْبِ فِيهَا كَالدَّرْوَعِ وَالْجَوَاشِينِ كَذَلِكَ كَمَا خَلَقَ هَذِهِ الْأَشْيَاءَ يُتِمُّ نِعْمَتَهُ فِي الدُّنْيَا عَلَيْكُمْ بِخَلْقِ مَا تَحْتَاجُونَ إِلَيْهِ لَعَلَّكُمْ يَا أَهْلَ مَكَّةَ تُسَلِّمُونَ ﴿۸۱﴾ تَوْحِدُونَهُ فَإِنْ تَوَلَّوْا عَرَضُوا عَنِ الْإِسْلَامِ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ الْبُلْغُ الْمُبِينُ ﴿۸۲﴾ الْإِبْلَاحُ الْبَيِّنُ وَهَذَا قَبْلَ الْأَمْرِ بِالْقِتَالِ يَعْرِفُونَ نِعْمَتَ اللَّهِ أَى يَقْرُونَ بِأَنَّهَا مِنْ عِنْدِهِ ثُمَّ يُنْكِرُونَهَا بِإِسْرَاحِهِمْ وَآكُثَرُهُمُ الْكَافِرُونَ ﴿۸۳﴾ وَاذْكُرْ يَوْمَ نَبَعَثْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا فَهُوَ نَبِيُّهَا يَشْهَدُ لَهَا وَعَلَيْهَا وَهُوَ يَوْمُ الْقِيَمَةِ ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْإِعْتِذَارِ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿۸۴﴾ لَا تُطْلَبُ مِنْهُمْ الْعُتْبَى أَى الرَّجُوعُ إِلَى مَا لَا يَرْضَى اللَّهُ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ ظَلَمُوا كَفَرُوا الْعَذَابَ النَّارَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ﴿۸۵﴾ يُمَهِّلُونَ عَنْهُ إِذَا رَأَوْهُ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ أَشْرَكُوا شُرَكَاءَهُمْ مِنَ الشَّيَاطِينِ وَغَيْرِهَا قَالُوا رَبَّنَا هَؤُلَاءِ شُرَكَائُنَا الَّذِينَ كُنَّا نَدْعُوا نَعْبُدُهُمْ مِنْ دُونِكَ فَالْقُوا إِلَيْهِمُ الْقَوْلَ أَى قَالُوا لَهُمْ إِنَّكُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿۸۶﴾ فِى قَوْلِكُمْ إِنَّكُمْ عِبَدْتُمُونَا كَمَا فِى آيَةِ أُخْرَى مَا كَانُوا إِيَّانَا يَعْبُدُونَ سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ وَالْقُوا إِلَى اللَّهِ يَوْمَئِذٍ السَّلَامَ أَى اسْتَسلِمُوا الْحُكْمَ وَضَلَّ غَابَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَقْتَرُونَ ﴿۸۷﴾ مِنْ أَنَّ إِلَهُتَهُمْ تَشْفَعُ لَهُمْ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا النَّاسَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ دِينِهِ زِدْنَهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ الَّذِى اسْتَحَقُّوه بِكُفْرِهِمْ قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَقَارِبُ أَنْبَاءِهَا كَالنَّحْلِ الطَّوَالِ بِمَا كَانُوا يُفْسِدُونَ ﴿۸۸﴾ بِصَدِّهِمُ النَّاسَ عَنِ الْإِيمَانِ وَاذْكُرْ يَوْمَ نَبَعَثْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِمْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ هُوَ نَبِيُّهُمْ وَجَنَابُكَ يَا مُحَمَّدُ شَهِيدًا عَلَى هَؤُلَاءِ أَى قَوْمِكَ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ الْقُرْآنَ تَبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ يَحْتَاجُ النَّاسُ إِلَيْهِ مِنْ أَمْرِ الشَّرِيعَةِ وَهُدًى مِنَ الضَّلَالَةِ وَرَحْمَةً وَبُشْرَى بِالْجَنَّةِ لِلْمُسْلِمِينَ ﴿۸۹﴾ الْمَوْحِدِينَ

ترجمہ: اور آسمانوں اور زمین میں جتنی مخفی باتیں ہیں سب کا علم اللہ ہی کے پاس ہے (یعنی زمین و آسمان کی پوشیدہ باتوں کا علم اللہ ہی کے پاس ہے) قیامت کا معاملہ بس ایسا ہوگا جیسے آنکھ جھپکنا بلکہ اس سے بھی بہت جلد (کیونکہ کن کہتے ہی قیامت ہو جائے گی) بے شک اللہ کی قدرت سے کوئی بات باہر نہیں ہے اور اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے اس حالت میں نکالا کہ تم کچھ بھی نہ جانتے تھے (یہ جملہ حال ہے) پھر اس نے تمہیں کان دیئے (مع بمعنی اسماع ہے) اور آنکھ اور دل دیئے تاکہ تم (ان نعمتوں پر) شکر گزار ہو سکو (اور ایمان لے آؤ) کیا پرندوں کو نہیں دیکھتے جو فضا کے آسمانی (آسمان و زمین کے درمیان جو) میں مسخر ہو رہے ہیں (اڑنے کی استعداد لینے ہوئے ہیں) اللہ کے سوا کون ہے جو انہیں تھامے ہوئے ہے؟ (بازوؤں کے پھیلانے اور سکڑنے کے وقت انہیں گھم جانے سے) بلاشبہ اس بات میں بڑی ہی نشانیاں ہیں ایمان والوں کے لیے (کہ اللہ نے ان پرندوں کو اس طرح پیدا کیا ہے کہ ان کا اڑنا ممکن ہے اور جو فضاء آسمانی کو اس طرح پیدا کیا کہ اس میں اڑنا اور ٹھہرنا ممکن ہو سکا) اور اللہ نے تمہارے گھروں کو تمہارے رہنے کی جگہ بنایا

(جس میں تم سکونت اختیار کر سکتے ہو) اور تمہارے لیے چوپاؤں کی کھال کے گھر بنادیئے (جیسے خیمے اور قبے) جو سبک ہیں (اٹھانے میں ہلکے پھلکے) کوچ کرو (سفر کی حالت میں) یا اقامت کی حالت ہو اور (بھیڑوں کے) اون سے اور (اونٹ کے) روؤں سے اور (بکریوں کے) بالوں سے کتنے ہی سامان (جیسے گھروں کے بستر اور فرش فروش) اور مفید چیزیں بنادیں جن سے لوگ نفع حاصل کریں جو ایک خاص وقت تک کام دیتی ہیں (پھر پھٹ پھٹا جاتی ہیں) اور اللہ نے اپنی پیدا کی ہوئی بعض چیزوں کے (جیسے گھر درخت بادل) سائے تمہارے لیے پیدا کر دیئے ظلال جمع ہے ظل کی جن سے لوگ سورج کی گرمی سے بچتے ہیں اور پہاڑوں میں پناہ لینے کی جگہیں بنادیں (اکنان جمع ہے کن کی چھپنے کی جگہ جیسے خار اور تہ خانہ) اور تمہارے لیے لباس (کرتے) بنادیئے جو گرمی اور (سردی) سے تمہاری حفاظت کرتے ہیں نیز یہی لباس بنایا جوڑائی میں تمہاری حفاظت کرتا ہے (تلوار اور نیزہ کے وقت کام آتا ہے جیسے زرہ اور جوش) اللہ تعالیٰ اسی طرح (جیسے ان چیزوں کو پیدا کیا) اپنی نعمتیں پوری کر رہا ہے (دنیا میں) تم پر تمہاری ضروریات پوری کر کے تاکہ تم (اے مکہ والو!) اس کے آگے جھک جاؤ (توحید بجالاؤ) پھر اگر اس پر بھی یہ لوگ اعتراض کریں (اسلام سے روگردانی کریں) تو آپ کے ذمہ صاف صاف پیغام حق پہنچا دینا ہے (یہ حکم جہادی حکم سے منسوخ ہو چکا ہے) یہ لوگ اللہ کی نعمتیں پہچانتے ہیں یعنی اللہ کی نعمتیں ہونے کا اقرار کرتے ہیں پھر بھی اس سے انکار کرتے ہیں (شرک کر کے) اور اکثر ان میں ناسپاس ہیں اور (وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے) جس دن ہر امت میں سے ایک ایک گواہی دینے والا اٹھا کر کھڑا کریں گے (یعنی نبی جو اپنی اپنی امت کے موافق یا خلاف گواہی دیں گے قیامت کے دن) پھر کافروں کو اجازت نہ دی جائے گی (عذر و معذرت کرنے کی) اور نہ ہی ان سے کہا جائے گا کہ توبہ کر لیں ان سے اللہ کو راضی کرنے والی بات کی طرف رجوع کرنے کی فرمائش نہیں کی جائے گی جن لوگوں نے ظلم (کفر) کیا جب وہ عذاب (جہنم) دیکھیں گے تو ایسا ہرگز نہ ہوگا کہ ان پر عذاب ہلکا کر دیا جائے نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی (کہ عذاب سامنے آنے کے بعد کچھ مہلت مل جائے) اور جن لوگوں نے اللہ کے ساتھ (شیاطین وغیرہ) کو شریک ٹھہرایا ہے جب اپنے بنائے ہوئے شریکوں کو دیکھیں گے تو پکار اٹھیں گے اے پروردگار یہ ہیں ہمارے شریک جنہیں ہم تیرے سوا پکارا کرتے تھے (بندگی کیا کرتے تھے) اس پر وہ بنائے ہوئے شریک ان کی طرف اپنا جواب بھیجیں گے (یہ کہیں گے) کہ نہیں تم سراسر جھوٹے ہو کہ تم نے ہماری بندگی کی چنانچہ دوسری آیت میں بھی ارشاد ہے (ماکانوا ایا نایعبدون اور سیکفرون بعبادتہم) اور اس دن یہ لوگ اللہ کے آگے سراطاعت جھکا دیں گے (یعنی اس کے آگے اطاعت کی باتیں کرنے لگیں گے اور وہ سب افتراء پردازیاں کہ ان کے معبودان کے سفارشی ہوں گے) ان سے کھوئی جائیں گی جو وہ کیا کرتے تھے جن لوگوں نے کفر کیا اور (لوگوں کو) اللہ کی راہ (دین) سے روکا تو ہم نے ان کے عذاب پر ایک اور عذاب بڑھا دیا (کہ جس عذاب کے یہ لوگ کفر کی وجہ سے مستحق ہوئے تھے ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ یہ بچھواتے بڑے بڑے ہوں گے کہ کھجور کے بڑے درخت کے برابر تو ان کے ڈنگ ہوں گے) ان کی شرارتوں کی پاداش میں (لوگوں کو ایمان سے روکنے کی وجہ سے) اور (وہ وقت یاد کیجئے) جب ہم ہر ایک امت میں ایک ایک گواہ اٹھا کھڑا کریں گے جو انہیں میں سے ہوگا (یعنی اس امت کا نبی ہوگا) اور ان لوگوں (آپ کی قوم) کے مقابلہ میں آپ کو (اے محمد ﷺ) گواہ بنا کر لائیں گے اور ہم نے آپ پر قرآن اتارا ہے تمام (شریعت کی ضروری) باتیں بیان کرنے کے لیے اور اس لیے (کہ گمراہی سے) راہنمائی ہو اور رحمت (جنت کی) خوشخبری ہو مسلمانوں (توحید کے پرستاروں) کے لئے۔

تحقیق و ترکیب: وجعل لکم السمع: کان وغیرہ آلات ادراک چونکہ پیدائش کے بعد ہی ہو سکتے ہیں اس لیے اول پیدائش کا ذکر کیا پھر کان آنکھ کا اور چونکہ وحی کا ادراک کان سے ہوتا ہے اس لیے کان کو آنکھ سے پہلے ذکر کیا دوسری وجہ تقدیم یہ بھی ہو سکتی ہے کہ کان کا ادراک آنکھ کے ادراک سے پہلے ہوتا ہے جو السماء کعب احبار کی رائے یہ ہے کہ پرندہ زیادہ سے زیادہ بارہ میل

بلندی پر اڑ سکتا ہے ماسکھن مفسر کے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پرندہ اڑنے کے وقت بازو سکڑ لیتا ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں پس مراد یہ ہے کہ جانور کا ثقل طبعی گرنے کو چاہتا ہے حالانکہ بغیر حکم الہی کے نہ اوپر کوئی روک ہے اور نہ نیچے کوئی روک ہے جلود الانعام سوڈانی لوگ چمڑے کے خیمے استعمال کرتے تھے قبہ خیمہ سے چھوٹا ہوتا ہے اثاث اور متاع میں یہ فرق ہے کہ اول عام ہے گھر وغیرہ کے جملہ سامان پر اثاث بولا جاتا ہے اور متاع صرف خانگی ضروریات کو کہتے ہیں سکنا یہ مصدر بھی ہو سکتا ہے لیکن جلال محقق اس کو بمعنی مفعول مان رہے ہیں جیسے قبض بمعنی مقبوض اور نقض بمعنی منقوض

اکنانا کن پوشیدہ جگہ استکان چھپانا و ما تکن صدور ہم فرمایا گیا ہے الحر۔ اس کے ساتھ برد کو یا تو ایک ضد پر اکتفا کرتے ہوئے بیان نہیں کیا اور یا عرب کے نزدیک گرم ملک ہونے کی وجہ سے گرمی کی اہمیت زیادہ ہے بہ نسبت سردی کے جو شن کے معنی بھی ذرع کے ہیں پس گویا عطف تفسیری ہے اس آیت میں اگرچہ اللہ تعالیٰ کے انعامات کا ذکر ہو رہا ہے لیکن ان چیزوں کا پاک ہونا اور ان سے نفع کا جائز ہونا بھی معلوم ہوتا ہے یعنی اون رواں اور بال پاک ہیں کیونکہ نہ ان میں زندگی ہے اور نہ موت اس لیے ان چیزوں کا بیچنا بھی جائز ہے اور جس پانی میں یہ پڑ جائے اس سے وضو وغیرہ جائز ہے لایسوذن اس میں چار معانی کا احتمال ہے ای لا یوذن لہم فی الاعتذار اوفی کثرة الکلام اوفی الرجوع الی دارالدنیا فی حالۃ شہادۃ الشہود بل یسکت کلہم لیشہد الشہود یستعتبون۔ بغوی کہتے ہیں کہ اللہ کو راضی کرنے کی ان سے خواہش نہیں کی جائے گی کیونکہ آخرت دار التکلیف نہیں ہوگی اور زنجشیری کے نزدیک اس کے معنی لا یستر ضون کے ہیں اور قانون ادب میں ہے کہ استعتاب کے معنی اعتبار طلب کرنے کے ہیں اور اعتاب کے معنی ازالہ عتاب کے ہیں لیکن یہ خلاف قیاس ہے کیونکہ استفعال ثلاثی سے بنتا ہے نہ کہ مزید سے قال ابن مسعود یعنی عذاب کی زیادتی کی تفسیر ابن مسعود نے یہ فرمائی ہے اور ابن عباس فرماتے ہیں کہ المراد بتلک الزیادۃ خمسۃ انہار من نار تسیل من تحت العرش یعذبون بہا ثلثۃ باللیل واثنان بالنہار تبیاناً لکل شیء۔ یہ مبالغہ بلحاظ کیت ہے کیفیت کے اعتبار سے نہیں ہے اس لیے بعض چیزوں کا مخفی ہونا باعث اشکال نہیں ہونا چاہیے۔ رہا یہ شبہ کہ قرآن سے ہر بات کے معلوم ہونے کا دعویٰ کیسے صحیح ہے جواب یہ ہے کہ ہر چیز سے مراد دینی امور ہیں کہ بعض تو قرآن میں منصوص ہیں اور بعض کو سنت کے حوالہ کر دیا گیا ہے ما اتاکم الرسول فخذوہ وما یمنطق عن الہوی اور بعض کو ویتبع غیر سبیل المؤمنین کہہ کر اجماع کے حوالہ کیا گیا ہے اور بعض کو فاعتبروا یا اولی الابصار کہہ کر قیاس کے حوالہ کیا گیا گویا معنی یہ سب چیزیں بھی قرآن سے باہر نہیں ہیں اس لیے قرآن کو تبیاناً لکل شیء فرمانا صحیح ہے۔

ربط آیات:..... آیت وللہ غیب السموات بے صفات کمالیہ اور قدرت کا بیان ہے جس سے توحید پر استدلال کرنا ہے اس کے بعد آیت ویوم نبعث سے کفار کے لیے قیامت کی وعید کا ذکر ہے۔

﴿تشریح﴾:..... علم و عقل کی روشنی:..... آیت واللہ اخر حکم میں فرمایا جا رہا ہے کہ وہ کون ہے جس نے عقل و حواس کا چراغ تمہارے نہانخانہ دماغ میں روشن کر دیا ہے جب تم پیدا ہوتے ہو تو تمہاری تمام ذہنی قوتیں بظاہر معدوم ہوتی ہیں لیکن پھر جوں جوں بڑھتے جاتے ہو حواس کی قوتیں ابھرنے لگتی ہیں ادراک کا جو ہر ایلنے لگتا ہے اور عقل کا چراغ روشن ہو جاتا ہے اس قسم کی آیات میں ربوبیت الہی کی معنوی پروردگاریوں سے توحید پر استدلال مقصود ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی ربوبیت نے انسان کے لیے عقلی ہدایت کا سروسامان کر دیا اور یہی ہدایت ہے جس نے اسے تمام مخلوقات میں سے بلند مقام پر پہنچا دیا ہے لا تعلمون میں

جو عقل ہولانی کے مرتبہ میں مطلقاً علم کی نفی کی گئی ہے تو فلاسفہ کے اس دعویٰ کو کہ عقل ہولانی کے مرتبہ میں نفس کو اپنا علم حضوری ہوتا ہے اور اس کے تمام مقدمات کو اگر صحیح تسلیم کر لیا جائے تو لفظ نشیئاً سے عقلی قرینہ کی وجہ سے اس مرتبہ کی تخصیص کر لی جائے گی یعنی اس سے پہلے نفس کو کچھ پتہ نہیں ہوتا البتہ اس مرتبہ میں پہنچ کر خود اپنی حالت پیش نظر ہو جاتی ہے جس سے علم حضوری ہو جاتا ہے لیکن اگر سرے سے حکماء کی اس رائے ہی کو تسلیم نہ کیا جائے تو پھر آیت میں کسی توجیہ کی ضرورت نہیں ہوگی اور حکم اپنے عموم پر رہے گا۔

بخشائش الہی:..... اس کے بعد کی آیت میں بھی ربوبیت کی بخشائشوں پر توجہ دلائی گئی ہے کہ کسی طرح زمینی کرہ کی ہر پیداوار میں تمہارے لیے فائدہ اور فیضان کی صورت پیدا ہوگئی ہے اور کوئی چیز نہیں جو تمہاری کسی نہ کسی کار بر آری کا ذریعہ نہ ہو۔ آیت **سرابیل تقیکم الحر میں** کرتوں کے سلسلہ میں گرمی سے بچاؤ کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ اس سورت کے شروع میں آیت **لکم فیہا دفء** میں سردی سے بچاؤ کا ذکر ہو چکا ہے اور اکثر ملکوں میں سردیوں سے بچاؤ کیلئے پوستین اور اونی کپڑوں کا استعمال اور گرمیوں میں روئی کے کپڑوں کا استعمال بھی اس کا قرینہ ہے کہ شروع میں سردی سے بچاؤ کا اور یہاں گرمی سے بچاؤ کا ذکر ہو۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِنصَافِ وَالْإِحْسَانِ أَدَاءَ الْفَرَائِضِ أَوْ أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَمَا تَرَاهُ كَمَا فِي الْحَدِيثِ وَإِتْيَايَ إِعْطَاءِ ذِي الْقُرْبَى الْقَرَابَةَ خَصَّهُ بِالذِّكْرِ اهْتِمَامًا بِهِ وَيَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ الزِّنَا وَالْمُنْكَرِ شَرْعًا مِنَ الْكُفْرِ وَالْمَعَاصِي وَالْبُغْيِ الظُّلْمِ لِلنَّاسِ خَصَّهُ بِالذِّكْرِ اهْتِمَامًا كَمَا بَدَأَ بِالْفَحْشَاءِ لِذَلِكَ يَعِظُكُمْ بِالْأَمْرِ وَالنَّهْيِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿۹۰﴾ تَتَعَطَّوْنَ وَفِيهِ ادْغَامُ التَّاءِ فِي الْأَصْلِ فِي الدَّالِ وَفِي الْمُسْتَدْرَكِ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ هَذِهِ أَجْمَعُ آيَةٌ فِي الْقُرْآنِ لِلْخَيْرِ وَالشَّرِّ وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ مِنَ الْبَيْعَةِ وَالْإِيمَانِ وَغَيْرِهِمَا إِذَا عَاهَدْتُمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْإِيمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا تَوْثِيقُهَا وَقَدْ جَعَلْتُمْ اللَّهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا بِالْوَفَاءِ حَيْثُ حَلَفْتُمْ بِهِ وَالْجُمْلَةُ حَالٌ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ﴿۹۱﴾ تَهْدِيدٌ لَهُمْ وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ آفَسَدَتْ غَزَلَهَا مَا غَزَلَتْهُ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ إِحْكَامٍ لَهُ وَبَرَمٍ أَنْكَاثًا حَالٌ جَمْعُ نَكْثٍ وَهُوَ مَا يَنْكُثُ أَيْ يَحِلُّ أَحْكَامَهُ وَهِيَ امْرَأَةٌ حُمَقَاءُ مِنْ مَكَّةَ كَانَتْ تَغْزُلُ طَوَّلَ يَوْمِهَا ثُمَّ تَنْقُضُهُ تَتَّخِذُونَ حَالٌ مِنْ ضَمِيرٍ تَكُونُوا أَيْ لَا تَكُونُوا مِثْلَهَا فِي اتِّخَاذِكُمْ إِيْمَانَكُمْ دَخَلًا هُوَ مَا يُدْخِلُ فِي الشَّيْءِ وَلَيْسَ مِنْهُ أَيْ فُسَادٌ أَوْ خَدِيعَةٌ بَيْنَكُمْ بَانَ تَنْقُضُوهَا أَنْ أَيْ لَا تَكُونُ أُمَّةٌ جَمَاعَةٌ هِيَ رَبِّي أَكْثَرُ مِنْ أُمَّةٍ وَكَانُوا يُحَالِفُونَ الْحُلَفَاءَ فَإِذَا وَجَدُوا أَكْثَرُ مِنْهُمْ وَأَعَزَّ نَقَضُوا حَلْفَ أَوْلَئِكَ وَحَالَفُوهُمْ إِنَّمَا يُبْلُوكُمْ يَخْتَبِرُكُمُ اللَّهُ بِهِ أَيْ بِمَا أَمَرَهُ مِنَ الْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ لِيَنْظُرَ الْمُطِيعَ مِنْكُمْ وَالْعَاصِي أَوْ تَكُونُ أُمَّةٌ رَبِّي لِيَنْظُرَ أَتْفُونَ أَمْ لَا وَلِيُبَيِّنَ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿۹۲﴾ فِي الدُّنْيَا مِنْ أَمْرِ الْعَهْدِ وَغَيْرِهِ بَانَ يُعَذِّبُ النََّاكِثَ وَيُثِيبُ الْوَافِيَ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً أَهْلَ دِينٍ وَاحِدٍ وَلَكِنْ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ

وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَلَتُسْأَلُنَّ يَوْمَ الْقِيَمَةِ سَوَالٌ تَبْكِيَتْ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۹۳﴾ لَتَجَازُوا عَلَيْهِ وَلَا تَتَّخِذُوا أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ كَرَّرَهُ تَاكِيدًا فَتَزِلْ قَدَمُ أَيِّ أَقْدَامِكُمْ عَنْ مُحِجَّةِ الْإِسْلَامِ بَعْدَ ثُبُوتِهَا اسْتِقَامَتِهَا عَلَيْهَا وَتَذُوقُوا السُّوَاءَ الْعَذَابِ بِمَا صَدَدْتُمْ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ أَيِّ بَصَدِكُمْ عَنِ الْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ أَوْ بَصَدِكُمْ غَيْرَكُمْ عَنْهُ لِأَنَّهُ يَسْتَبِينُ بِكُمْ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۹۴﴾ فِي الْآخِرَةِ وَلَا تَشْتَرُوا بِعَهْدِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا مِنَ الدُّنْيَا بَلْ تَنْقُضُوهُ لِأَجْلِهِ إِنَّمَا عِنْدَ اللَّهِ مِنَ الثَّوَابِ هُوَ خَيْرٌ لَكُمْ مِمَّا فِي الدُّنْيَا إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۹۵﴾ ذَلِكَ فَلَا تَنْقُضُوا مَا عِنْدَكُمْ مِنَ الدُّنْيَا يَنْفَدُ يَفْنَى وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ دَائِمٌ وَلَنَجْزِيَنَّ بِالْبَيَاءِ وَالنُّونِ الَّذِينَ صَبَرُوا عَلَى الْوَفَاءِ بِالْعُهُودِ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۹۶﴾ أَحْسَنُ بِمَعْنَى حَسَنٍ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أَنشَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً قِيلَ هِيَ حَيٰوةُ الْجَنَّةِ وَقِيلَ فِي الدُّنْيَا بِالقَنَاعَةِ وَالرِّزْقِ الْحَلَالِ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۹۷﴾ فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ أَوْ أَرَدْتَ قِرَاءَتَهُ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ﴿۹۸﴾ أَيُّ قُلٍّ أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطٰنٌ تَسْلُطَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿۹۹﴾ إِنَّمَا سُلْطٰنُهُ عَلَى الَّذِينَ يَتَوَلَّوْنَهُ بِطَاعَتِهِ وَالَّذِينَ هُمْ بِهِ أَيُّ اللَّهِ تَعَالَى مُشْرِكُونَ ﴿۱۰۰﴾ وَإِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَكَانَ آيَةٍ نَسْخُحَهَا وَانْزَالٍ غَيْرَهَا لِمَصْلَحَةِ الْعِبَادِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُنْزِلُ قَالُوا أَيُّ الْكُفَّارِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا أَنْتَ مُفْتَرٍ كَذَابٌ تَقُولُهُ مِنْ عِنْدِكَ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۱۰۱﴾ حَقِيقَةُ الْقُرْآنِ وَفَائِدَةُ النَّسْخِ قُلْ لَهُمْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ جِبْرِئِيلُ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ مُتَعَلِّقٌ بِنَزْلِ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا بِأَيْمَانِهِمْ بِهِ وَهُدًى وَبُشْرَى لِلْمُسْلِمِينَ ﴿۱۰۲﴾ وَلَقَدْ لِلتَّحْقِيقِ نَعْلَمُ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ الْفَرَأَنُ بَشَرٌ وَهُوَ قَبْلُ نَصْرَانِيٌّ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ عَلَيْهِ قَالَ تَعَالَى لِسَانُ لُغَةِ الَّذِي يُلْحِدُونَ يَمِيلُونَ إِلَيْهِ أَنَّهُ يُعَلِّمُهُ أَعْجَمِيٌّ وَهَذَا الْقُرْآنُ لِسَانُ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ ﴿۱۰۳﴾ ذُو بَيَانٍ وَفَصَاحَةٍ فَكَيْفَ يُعَلِّمُهُ أَعْجَمِيٌّ إِنْ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ لَا يَهْدِيهِمُ اللَّهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۰۴﴾ مُؤَلِّمٌ إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ الْقُرْآنَ بِقَوْلِهِمْ هَذَا مِنْ قَوْلِ الْبَشَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَاذِبُونَ ﴿۱۰۵﴾ وَالتَّأَكِيدُ بِالتَّكْرَارِ وَإِنْ وَغَيْرُهُمَا رَدُّ لِقَوْلِهِمْ إِنَّمَا أَنْتَ مُفْتَرٍ مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ مِنْ بَعْدِ إِيْمَانِهِ الْأَمِنْ أَكْرَهُ عَلَى التَّلَفُظِ بِالْكَفْرِ فَتَلَفُظَ بِهِ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيْمَانِ وَمَنْ مُبْتَدَأٌ أَوْ شَرْطِيَّةٌ وَالْخَبَرُ أَوْ الْجَوَابُ لَهُمْ وَعَيْدٌ شَدِيدٌ دَلَّ عَلَيْهِ هَذَا وَلَكِنْ مَنْ شَرَحَ بِالْكَفْرِ صَدْرًا لَهُ أَيُّ فَتَحَهُ وَوَسَّعَهُ بِمَعْنَى

طَابَتْ بِهِ نَفْسُهُ فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللَّهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۱۰۶﴾ ذَلِكَ الْوَعِيدُ لَهُمْ بَأْنَهُمْ
 اسْتَحْبُوا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا اخْتَارُوا عَلَى الْآخِرَةِ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿۱۰۷﴾ أُولَٰئِكَ
 الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَاسْمَعَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ﴿۱۰۸﴾ عَمَّا يُرَادُّ بِهِمْ
 لَا جَرَمَ حَقًّا أَنَّهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْخَسِرُونَ ﴿۱۰۹﴾ لِمَصِيرِهِمْ إِلَى النَّارِ الْمُؤَبَّدَةِ عَلَيْهِمْ ثُمَّ إِذْ رَبَّكَ
 لِلَّذِينَ هَاجَرُوا إِلَى الْمَدِينَةِ مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوا عَذَّبُوا وَتَلَفَّظُوا بِالْكَفْرِ وَفِي قِرَاءَةِ بِلَبْنَاءٍ لِلْفَاعِلِ أَيْ
 كَفَرُوا أَوْ فُتِنُوا النَّاسَ عَنِ الْإِيمَانِ ثُمَّ جَاهِدُوا وَصَبَرُوا عَلَى الطَّاعَةِ إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا أَيْ الْفِتْنَةِ
 لَغَفُورٌ لَهُمْ رَحِيمٌ ﴿۱۱۰﴾ بِهِمْ وَحَبْرُ الْإِلَهِ دَلَّ عَلَيْهِ خَبْرُ الثَّانِيَةِ

ترجمہ: بلاشبہ اللہ حکم دیتا ہے کہ عدل کرو (توحید بجالاؤ یا انصاف کرو) بھلائی کرو (فرائض بجالاؤ یا اس طرح عبادت کرو
 کہ تم خدا کو دیکھ رہے ہو جیسا کہ حدیث میں ہے) اور قرابت داروں کے ساتھ سلوک کرو (رشتہ داروں کی تخصیص اہتمام کی وجہ سے کی
 گئی ہے) اور تمہیں روکتا ہے بے حیائی کی باتوں (زنا) سے اور ہر طرح کی برائی سے (جو شرعاً برائی ہو جیسے کفر اور گناہ) اور ظلم سے (لوگوں پر زیادتی کرنے سے خصوصیت سے ظلم کو اہتمام کے لیے ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ شروع میں فحش کا ذکر کرنا بھی اس وجہ سے ہوا ہے
 وہ تمہیں) (اس حکم اور ممانعت کے ذریعہ) نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو (سبق حاصل کرو دراصل اس میں تا تھی جس کو ذال بنا کر
 ذال میں ادغام کر دیا گیا ہے اور مستدرک میں ابن مسعود سے منقول ہے کہ یہ آیت قرآن کریم میں خیر و شر کی سب سے جامع آیت ہے)
 اور جب تم آپس میں قول و اقرار کرو تو چاہیے کہ اللہ کا عہد پورا کرو (بیعت کرنے، ایمان لانے وغیرہ کے متعلق) اور ایسا نہ کرو کہ قسمیں
 پکی کر کے انہیں توڑ دو حالانکہ تم اللہ کو اپنے اوپر گواہ بنا چکے ہو (عہد پورا کرنے کے سلسلہ میں اللہ کی قسمیں کھا کر یہ جملہ حالیہ ہے) یقین
 کرو تم جو کچھ کرتے ہو وہ اللہ سے پوشیدہ نہیں (یہ ان کے لیے دھمکی ہے) اور دیکھو تمہاری مثال اس عورت کی سی نہ ہو جائے جس نے
 بڑی محنت سے (مضبوطی اور کوشش) سے سوت کا تا پھر توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا (یہ حال ہے انکاث جمع نکث کی ہے یعنی کسی مضبوط کو
 ڈھیلا کر دینا اور کھول دینا یہ مکہ کی ایک بیوقوف عورت کے قصہ کی طرف اشارہ ہے جو سارے دن سوت کا ت کر پھر خود ہی اسے خراب کر
 ڈالتی تھی تم مت بناؤ تھکو نوا کی خبر سے یہ حال ہے یعنی اس کا ردائی میں تم اس عورت کی طرح مت بن جاؤ اپنی قسموں کو فساد کا ذریعہ
 (داخل ایسی چیز کو کہتے ہیں جو داخلی نہ ہو اور پھر اسے کسی چیز میں داخل کر دیا جائے یعنی فساد اور دھوکہ کا ذریعہ مت بناؤ) آپس میں کہ ان
 قسموں کو توڑ بیٹھو محض اس وجہ سے کہ ایک جماعت (گروہ) دوسری جماعت سے بڑھ جائے چنانچہ زمانہ جاہلیت میں لوگ آپس میں
 قسمی کر لیا کرتے تھے پھر جب طاقت میں دوسروں پر بڑھ چڑھ جاتے تو پھر ان قسموں کو توڑ بیٹھتے اور معاہدہ کی خلاف ورزی کرنے
 لگتے اللہ اس معاہدہ میں تمہاری آزمائش (امتحان) کرتا ہے (یعنی جس عہد کے پورا کرنے کا حکم دیا تھا تاکہ فرماں بردار اور نافرمان کی
 جانچ ہو سکے یا اگر ماب کروا ہے تو دیکھیں وفائے عہد کرتا ہے یا نہیں اور جن جن باتوں میں تمہارے اختلافات رہے ہیں قیامت کے
 دن ان سب کو تمہارا سامنے آشکارا کر دے گا) (یعنی دنیا میں جو عہد، عہدہ کی باتیں ہوئی ہیں تو عہد توڑنے والوں کو عذاب اور وفائے
 عہد کرنے والوں کو ثواب مرحمت فرمائے گا) اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تم سب کو ایک ہی طریقہ کا بنا دیتا لیکن وہ جسے چاہتا ہے بے راہ
 کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے راہ پر ڈال دیتا ہے اور تم سے ضرور باز پرس ہوگی قیامت کے دن (یہ پوچھنا مواخذہ کے طور پر

ہوگا) تمہارے سب اعمال کی (تاکہ تمہیں ان کاموں کا بدلہ دیا جاسکے) اور تم آپس کے معاملات میں اپنی قسموں کو مکرو فریب کا ذریعہ نہ بناؤ (تاکید کے لئے دوبارہ یہ حکم بیان کیا گیا ہے) کبھی لوگوں کے پاؤں اکھڑ نہ جائیں (یعنی تمہارے قدم اسلام کی میانہ روی سے ڈگمگا نہ جائیں) جنے کے بعد (یعنی اسلام پر قدم مضبوط ہونے کے بعد) اور تمہیں اس کی پاداش میں تکلیف (عذاب) کا مزہ چکھنا پڑے کہ اللہ کی راہ سے لوگوں کو تم نے روکا (یعنی تمہیں وفاء عہد سے روکا گیا یا تم نے دوسروں کو وفا عہد سے روکا رکاوٹ کا ذریعہ بن کر) اور تم ایک بڑے عذاب کے سزاوار ہو (آخرت میں) اور اللہ کے نام پر کئے ہوئے عہد بہت تھوڑے فائدے کے بدلے نہ پیچو (یعنی دنیا کے فائدوں کی خاطر عہد توڑ ڈالو) جو (ثواب) اللہ کے پاس ہے وہی تمہارے حق میں بہتر ہے (اس سے جو دنیا میں ہے) بشرطیکہ تم سمجھتے ہو جیسے ہو (تو ان عہدوں کو نہ توڑنا) جو تمہارے پاس (دنیا) ہے وہ ختم ہو جائے گی اور جو اللہ کے پاس ہے وہ ختم ہونے والا نہیں (دامنی ہے) جن لوگوں نے (وفائے عہد پر) صبر کیا ہم ضرور انہیں (یا اور نون کے ساتھ دونوں طرح ہے) ان کا اجر دیں گے انہوں نے جیسے جیسے اچھے کام کئے اسی کے مطابق ہمارا اجر بھی ہوگا (لفظ احسن بمعنی حسن ہے) جس کسی نے اچھا کام کیا خواہ مرد ہو خواہ عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا ہے تو ہم ضرور اسے بالطف زندگی دیں گے (بعض نے اس سے مراد جنت لی ہے اور بعض نے دنیاوی زندگی میں قناعت اور حال کماٹی مراد لی ہے) انہوں نے جیسے جیسے اچھے کام کئے ہیں اسی کے مطابق ہمارا اجر بھی ہوگا پس جب تم قرآن پڑھنے لگو (یعنی قرآن پڑھنا چاہو) تو چاہئے کہ شیطان مردود سے اللہ کی پناہ چاہو (یعنی اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھ لیا کرو) اس کا زور کبھی نہیں چل سکتا ان لوگوں پر جو ایمان والے ہیں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں اس کا قابو تو صرف انہی لوگوں پر چلتا ہے جو اس سے اپنا تعلق رکھتے ہیں (اس کی اطاعت کرتے ہیں) اور جو اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں اور جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت نازل کرتے ہیں (بندوں کی مصلحت کی خاطر اسے منسوخ کر کے دوسری آیت اتارتے ہیں) حالانکہ اللہ تعالیٰ جو حکم اتارتا ہے اس کو وہی خوب جانتا ہے تو یہ لوگ (کفار نبی کریم ﷺ سے) کہتے ہیں تم تو بس اپنے جی سے گھڑ لیا کرتے ہو (جھوٹے ہو اپنی طرف سے بات بنا لیتے ہو) حالانکہ ان میں سے اکثر لوگ جاہل ہیں (قرآن کی اور نسخ کی حقیقت سے بے خبر ہیں) آپ (ان سے) فرما دیجئے کہ اسے روح القدس (جبریل) تمہارے پروردگار کی طرف سے حکمت کے موافق لائے ہیں (بالحق کا تعلق نزل کے ساتھ ہے) اور اس لئے لائے ہیں تاکہ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھے (قرآن پر ان کے ایمان کو) اور مسلمانوں کے لئے رہنمائی اور خوشخبری ہو اور بلاشبہ ہم جانتے ہیں کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ان کو تو (یہ قرآن) ایک آدمی سکھلا جاتا ہے (یعنی ایک نصرانی لوہار جس کے پاس کبھی کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جایا کرتے تھے حق تعالیٰ فرماتا ہے) حالانکہ اس کی زبان جس کی طرف اسے منسوب کرتے ہیں عجیبی ہے اور یہ (قرآن) صاف اور آشکارا عربی زبان ہے (کلام فصیح اور واضح بھلا ایک عجیبی شخص کیسے اس کو سکھلا سکتا ہے) اصل یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی آیتوں پر یقین نہیں رکھتے اللہ انہیں کبھی کامیابی کی راہ نہیں دکھاتا اور ان کے لئے دردناک (تکلیف دہ) عذاب ہوتا ہے پس جھوٹ گھڑنا تو انہیں لوگوں کا کام ہے جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے (قرآن پر بقول ان کے یہ کلام بشر ہے) یہی لوگ ہیں کہ سرتاسر جھوٹے ہیں (تکرار کر کے اور ان وغیرہ کے ذریعے سے تاکید اگر ان کے قول "انما انت مفتر" کا رد کر دیا جو کوئی ایمان لانے کے بعد اللہ نے پھر اگر باں جو کوئی لفظ پر مجبور کیا جائے (زبردستی لفظی کلمات کہائے جائیں) بشرطیکہ اس کا دل اس ایمان پر مطمئن ہو گیا اور مس ممتد ہے یہ شرط ہے اور نہ یا جواب لیسہ و عید مسدد ہے جس پر اگلا جملہ دلالت کر رہا ہے) لیکن ماں و جی کھول کر کفر کرے (یعنی اس کا دل رضا مند اور مطمئن ہو جائے گا) یہ اس پر ترجیح گیا (تو ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب ہو گا) ان کو سخت سزا دی (یہ ان کے لئے سزا ہے) اس لئے ہے کہ انہوں نے آخرت چھوڑ کر دنیا کی زندگی کو عزیز رکھا نیز اس میں

اللہ کا قانون یہ ہے کہ وہ ایسے کافروں کو ہدایت نہیں دیا کرتا یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ نے ان کے دلوں پر کانوں پر اور آنکھوں پر مہر کر دی ہے اور یہی ہیں کہ غفلت میں ڈوب گئے (اپنے مقصد سے) (لا محالہ) (لازمی بات ہے کہ) یہی لوگ آخرت میں تباہ حال ہوں گے (کیونکہ ان کا ٹھکانہ دائمی آگ میں ہوگا) پھر جن لوگوں کا یہ حال ہوا کہ انہوں نے (مدینہ کی طرف) ہجرت کی آزمائشوں میں پڑنے کے بعد (کہ انہیں ستایا گیا جس پر انہوں نے کلمہ ادا کر دیا اور ایک قرأت میں معروف ہے یعنی کفر اختیار کر بیٹھے یا لوگوں کو ایمان سے روک دیا) اور پھر جہاد بھی کیا اور (اطاعت پر) جے رہے تو بلاشبہ تمہارا پروردگار اس آزمائش کے بعد (انہیں) ضرور (ان پر) رحمت فرمانے والا ہے (پہلے ان کی خبر پر دوسرے ان کی خبر دلالت کر رہی ہے)

تحقیق و ترکیب: بالعدل. توحید بھی تشریک و تعطیل کے درمیان میں ہوتی ہے اس لئے اس کو عدل سے تعبیر کیا گیا ہے یا انصاف مراد ہے۔ الاحسان اللہ کے ساتھ احسان تو یہ ہے کہ مکمل طریقہ سے اس کے فرائض بجالائے جائیں اور بندوں کے ساتھ احسان یہ ہے کہ ان تعفوا عمن ظلمک و تعطی من حرمک و تصل من قطعک فی الحدیث صحاح کی روایت ہے ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانه یراک. یہ حال جب درجہء رسوخ پر پہنچ جاتا ہے تو اسے مشاہدہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ جس کو بعض عرفاء نے ان الفاظ میں تعبیر کیا ہے۔ خیالک فی عینی و ذکرک فی فمی و حبک فی قلبی فا ین تغیب من البیعة. بیعت رضوان کی طرف اشارہ ہے۔ جو آیت ان الذین یمیعونک. میں مراد ہے۔ وہی امراة. بقول بغوی ریطہ بنت عمرو بن سعد بن کعب بن زید بن تمیم اس عورت کا نام ہے اور بلاذری کے نزدیک یہ عورت اسد بن العزی بن قصی کی ماں اور سعد بن تمیم کی بیٹی تھی جو دن بھر سوت کات کر شام کو بر باد کر ڈالتی تھی۔ بعض نے ریطہ کے بجائے راطہ اور بعض نے خرقانام بتلایا ہے بمعنی احمق محجة الاسلام میانہ روی اور طریق واضح احسن بمعنی حسن یعنی اسم تفضیل اپنے معنی میں نہیں ہے کہ واجبات جو احسن ہیں صرف انہی پر جزاء ہو بلکہ واجبات و مندوبات دونوں پر جزاء ملے گی۔ دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ احسن موصوف محذوف کی صفت ہو ای بشواب احسن من عملہم جیسا کہ حدیث میں ہے۔ الحسنۃ بعشر امثالہا حیة طیبہ مومن اگر مالدار ہے تب تو اس کی زندگی کا عمدہ ہونا ظاہر ہے لیکن اگر تنگدست ہے تب بھی قناعت اور صبر اور رضا بالقضاء کی وجہ سے اس کی زندگی پرسکون ہوتی ہے برخلاف فاجر شخص کے کہ تنگ دستی کی صورت میں تو اس کی بے چینی ظاہر ہے۔ لیکن خوش حالی کی صورت میں بھی وہ حریص و طمع کی قیود میں جھکڑا رہتا ہے۔ لیکن مومن کی دعا یہ ہوتی ہے کہ اللہم قنعنی بما رزقتی اور سعید بن جبیر اور عطاء کے نزدیک حیات طیبہ سے مراد حلال رزق ہے۔ اور ابو بکر دراق کے نزدیک حلاوت طاعات مراد ہے۔ فاذا قرأت یعنی قرأت قرآن چونکہ افضل الاعمال ہے اس لئے استعاذہ سے اس کی ابتداء ہونی چاہیے۔ لیکن صحابہؓ اور تابعینؓ اور امام مالکؒ کی ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ قرأت کے بعد استعاذہ ہونا چاہیے ظاہر آیت سے استدلال کرتے ہوئے اور اس امر کو استحباب استعاذہ پر محمول کرتے ہیں اور عطاء کہتے ہیں کہ قرآن پڑھنے کے وقت اعوذ باللہ پڑھنا ضروری ہے۔ خواہ نماز میں ہو یا نماز کے باہر۔ افضل اور سنت طریقہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کے الفاظ سے ہے۔ چنانچہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرتؐ کے سامنے اعوذ باللہ السميع العليم من الشیطان الرجیم پڑھا تو آپؐ نے فرمایا کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھا کرو۔ جبریلؑ نے مجھے یہ بتلایا ہے کہ لوح محفوظ میں اس طرح لکھا ہے۔ قین نصرانی یہ رومی لو ہارتھا اور بعض نسخوں میں قین کے بجائے قن کا لفظ ہے بمعنی غلام اس کا نام جبر تھا عامر بن حضرمی کا یہ غلام تھا اور بعض کی رائے میں حویطب بن اسد غری کا غلام عائشہ نامی تھا جو پچھلی کتابوں سے واقف تھا اور بعد میں مسلمان ہو گیا اور بعض سلمان فارسی مراد لیتے ہیں۔ اعجمی یعنی غیر فصیح اگرچہ عربی بولنے والا ہو عجمی منصوب الی العجم کو کہتے ہیں۔

اگرچہ فصیح ہو اور بقول خطیب نجفی کے معنی ہیں۔ جو عربی زبان نہ جانتا ہو۔ ثم ان ربك لفظ ان کی خبر میں تین احتمال ہیں۔ نمبر ۱: لغفور رحیم خبر بنائی جائے۔ اس صورت میں للذین کا تعلق بطور تنازع دونوں خبروں سے ہو یا محذوف سے ہو۔ ای الغفران ورحمة للذین هاجروا۔ نمبر ۲: للذین هاجروا کو خبر کہا جائے ان زيدا لك کی طرح ای هو لك لا عليك۔ نمبر ۳: خبر محذوف ہو بعد کے قرینہ کی وجہ سے۔

رابط آیات: آیت ان الله يامر الخ سے پہلے ونزلنا عليك الكتاب الخ میں قرآن کی فضیلت بیان کی گئی تھی۔ اب اس آیت میں یہ بتلانا ہے کہ جس کتاب میں اتنی عمدہ تعلیم ہو وہ اسی تعریف اور توصیف کی مستحق ہے غرضیکہ ساری شریعت کا عطر اس آیت میں کھینچ کر رکھ دیا۔ آگے آیت وافر و ابعده الله الخ سے ایک خاص حکم یعنی وفائے عہد کے متعلق زور دیا گیا ہے۔ کیونکہ اول تو فی نفسہ یہ حکم مہتمم بالشان ہے دوسرے آغاز اسلام میں عہد کی پابندی کرنے نہ کرنے کا اسلام پر بڑا اثر پڑتا تھا۔ اس لئے اس کی پوری اہمیت کو محسوس کرایا گیا کہ ایک طرف عہد کی پابندی کو سراہا گیا اور دوسری طرف اس کو توڑنے کی برائی کی گئی اس کے بعد آیت من عمل صالحا الخ میں عام طور پر نیک کام کی برتری بیان کی گئی ہے اور ساتھ ہی عہد کو توڑنا اور دوسرے برے کام شیطانی اغوا کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ اس لئے آیت فاذا قرأت سے شیطانی شر سے بچنے کا گر بتلاتے ہیں۔ اس کے بعد آیت واذ بدلنا الخ سے اسلام کی دوسری اصل عظیم رسالت سے متعلق شبہات کا ازالہ کیا جا رہا ہے۔ اور آیت ان الذین الخ سے منکرین توحید و رسالت کی وعید کا بیان ہے۔ آگے آیت من کفر بالله الخ سے مرتد کی سزا اور اس سزا سے جس شخص پر زبردستی کی گئی ہو اس کی استثنیٰ کے بیان ہے پھر اس اصلی کفر و ارتداد کی سزا کے بعد آیت ثم ان ربک الخ میں دوبارہ ایمان لانے والوں کے لئے بشارت مذکور ہے۔

شان نزول و فضائل: عثمان بن مظعونؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ مجھے بار بار اسلام کی دعوت دیتے تھے لیکن میں اسلام سے محروم تھا اور مجھے آپ کے سامنے جاتے ہوئے شرم بھی آتی تھی یہاں تک کہ آیت ان الله يامر بالعدل الخ نازل ہوئی تو میرے دل میں ایمان اتر گیا اور میں نے ولید بن مغیرہ کے سامنے یہ آیت پڑھتے ہوئے کہا واللہ ان لہ لحلاوة وان علیہ لطلاوة وان اعلاہ لمثمر وان اسفله لمعذوق وما هو قول البشر حتی کے ابو جہل بھی بول اٹھا کہ ان الہ لیامر بمکارم اخلاق ایک روایت یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک دفعہ یہ آیت ولید بن مغیرہ کے سامنے تلاوت فرمائی عرض کیا اعدھا یا محمد آپ ﷺ نے جب دوبارہ پڑھی تو کہنے لگا ان لہ حلاوة وان علیہ طلاوة وان اعلاہ لمثمر وان اسفله لمعذوق وما هو بقول البشر بہر حال یہ آیت قرآن کریم کی جامع ترین آیت ہے۔ اسی لئے خطبات کے آخر میں اس کو رکھا گیا ہے۔ آیت اذا بدلنا اية الخ کا سبب نزول یہ ہے کہ کفار مکہ آنحضرتؐ پر اعتراض کرتے تھے کہ یہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مذاق کرتا ہے کہ ایک بات کا حکم دیتا ہے پھر اس کے خلاف دوسرا حکم دے دیتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خدائی احکام نہیں ہوتے بلکہ اپنے جی سے گھڑ کر کہتا ہے؟ آیت میں اسی کا جواب دیا جا رہا ہے۔ آیت من کفر بالله الخ کے متعلق خازنؒ کی رائے یہ ہے کہ یہ آیت عمار بن یاسرؓ اور ان کی والدہ سمیہؓ اور بلال حبشیؓ اور صہیبؓ رومی اور خبابؓ بن ارت کے بارہ میں نازل ہوئی ہے جن کو اسلام کی خاطر طرح طرح کی اذیتیں اٹھانی پڑیں، سمیہؓ گودو انٹوں کے درمیان باندھ کر مارا جاتا تھا یہاں تک کہ ابو جہل نے ان کی شرمگاہ میں نیزہ مار کر انہیں مار ہی ڈالا اور ان کے شوہر یاسرؓ کو بھی شہید کر دیا گیا اسلام میں سب سے پہلے یہ قتل ہوئے۔ عمارؓ سے زبردستی کلمات کفر کہلائے گئے جس کی اطلاع نبی کریم ﷺ کو ہوئی کہ ان عمارا کفر آپ ﷺ نے فرمایا کلا ان عمارا ملٹی ایمانا من قرنه الی قدمہ واحتلط الایمان بدمہ ولحمہ یعنی عمار ہرگز

کا فر نہیں ہوئے وہ سرتاپا ایمان سے لبریز ہیں ان کے گوشت پوست تک ایمان رچ چکا ہے چنانچہ اس کے بعد جب حضرت عمارؓ روتے ہوئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو پتکی بندھی ہوئی تھی اور آنحضرت ﷺ اپنے دست مبارک سے ان کے آنسوؤں کو نچھتے جاتے تھے اور فرمایا مالک ان عادوا لک فعد لہم ما قلت گھبرانے کی کوئی بات نہیں بلکہ اگر پھر بھی تمہیں مجبور کریں تو اس بات کے دہرانے کی اجازت ہے۔ آیت ثم ان ربک الخ کا شان نزول یہ ہے کہ ابو جہل کے رضاعی بھائی عیاش بن ربیعہ اور ابو جندل بن سہل بن عمرو اور ولید بن مغیرہ اور سلمہ بن ہشام اور عبد اللہ بن اسد ثقفی کو جب مشرکین نے زیادہ ستایا تو انہوں نے کچھ دے دلا کر اپنی جان بچائی اور پھر ہجرت اور جہاد سے مشرف ہوئے رضی اللہ عنہم۔

﴿تشریح﴾: آیت کی جامعیت: فرمان الہی ان اللہ یامر الخ کا حاصل یہ ہے کہ تم عدل و انصاف کو اپنا شیوہ بناؤ۔ نیک کرداری میں سرگرم رہو، قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک کرو، فحش کاموں سے بچو، ہر طرح کی برائیوں سے پرہیز رکھو، ظلم و زیادتی سے کبھی آلودہ نہ ہو، جو لوگ مسلمان ہو چکے تھے ان کے لئے اب تو آزمائش عقائد میں نہ تھی، اعمال میں تھی، اس لئے اس آیت میں عملی زندگی کی تمام مہمات بیان کر دیں۔ یہ گویا قرآن کے اس وصف کی تفسیر ہے جو پچھلی آیت میں بیان کیا گیا ہے ”تبیانا لکل شیء“ اسی لئے مفسرین نے اسے جامع ترین آیت شمار کیا ہے۔

عدل و انصاف: عدل تمام محاسن اعمال کی اصل ہے جس انسان کے اندر یہ بات پیدا ہو گئی کہ جو بات کرنی چاہئے انصاف کے ساتھ کر سکے اس نے سب کچھ پالیا، قوت علمیہ و عملیہ دونوں میں اعتدال پیش نظر رکھنے سے اس میں تمام عقائد اور ظاہری و باطنی اعمال داخل ہو جائیں گے۔ احسان سے یہاں مقصود حسن عمل ہے، جو بات کرو حسن و خوبی کی کرو نیکی اور بھلائی کی کرو، یعنی عمل کی بنیاد بھی بھلائی ہونی چاہئے برائی نہیں۔ جس نے یہ بات پالی اس کے لئے اور کیا باقی رہا۔ پھر جو ہم سے قریب کا رشتہ رکھتے ہیں وہ ہمارے حسن سلوک کے زیادہ حقدار ہیں۔ غرضیکہ عدل عام کے بعد احسان کا حکم دیا گیا۔ جس کا نفع دور رس ہوتا ہے پھر خصوصیت سے اس کے مستحق قرابت دار پائے اسی طرح پہلے عام برائیوں کو روکا۔ پھر ان میں بھی فواحش کی خصوصیت سے ممانعت کی۔ اس طرح تمام منکرات سے روکنے کے مقاصد پورے کر دیئے فحش سے مقصود وہ برائیاں ہیں جو حد درجہ کی برائیاں تسلیم کر لی گئی ہیں۔ جیسے زنا، کجروی، افتراء، پردازی اور منکر میں ہر قسم اور ہر درجہ کی برائیاں آگئیں اور بغاوت میں ہر طرح کی زیادتی آگئی خواہ کسی طرف اور کسی شکل میں کی گئی ہو۔

محاسن اخلاق: پس جو کتاب ایسے سانچے لے کر آئی ہو جس سے ایسے اعمال ڈھلتے ہوں اور جو ایسی زندگیاں بناتی ہو اگر وہ ہدایت رحمت اور بشارت نہیں ہے تو اور کس نام سے اسے پکارا جاسکتا ہے اس لحاظ سے تبیان لکل شیء کہنا بالکل صحیح ہو گیا۔ کیونکہ دنیاوی باتیں تو مراد ہی نہیں کہ ان کا معلوم نہ ہونا قابل اعتراض ہو البتہ دینی باتیں ساری آگئیں، کیونکہ جن باتوں کا ثبوت حدیث یا اجماع یا قیاس سے ہے ان تینوں کا حجت ہونا بھی قرآن ہی سے ثابت ہے پس سب باتیں بالواسطہ یا بلا واسطہ گویا قرآن ہی سے معلوم ہو گئیں۔

عہد کی پابندی یا عہد شکنی: اس کے بعد خصوصیت کے ساتھ ایک خاص معاملہ پر زور دیا جو عموماً طرح طرح کی لغزشوں کا باعث ہوتا ہے اور مسلمانوں کو ایک جماعت کی حیثیت سے سب سے زیادہ اس میں سرگرم و استوار ہونے کی ضرورت تھی۔

یعنی ایفائے عہد جب تم نے کسی فرد یا جماعت سے کوئی قول و قرار لیا تو اب یہ قرآن کے نزدیک ”اللہ کا عہد“ ہو گیا۔ ایسا عہد جس کے لئے تم اللہ کے آگے ذمہ دار ہو گئے اگر تم نے اسے پورا نہیں کیا تو اللہ کے آگے جواب دہ ہو گے۔ عہد و میثاق کے معاملات میں سب سے زیادہ اہم اور سب سے زیادہ نازک معاملہ، جماعتوں کے معاہدوں کا ہے اور اسی میں اس کی اصلی آزمائش ہے۔ افراد بحیثیت افراد کے بہت کم عہد شکنی کرتے ہیں اور کریں تو ان کی برائیاں شخصی دائرہ سے باہر نہیں جاتی لیکن جماعتیں بہ حیثیت جماعت کے اکثر عہد شکن ہوتی ہیں اور اس کے نتائج سینکڑوں ہزاروں افراد کے حصہ میں آتے ہیں۔ بسا اوقات ایک جماعت کے افراد کبھی گوارا نہیں کرتے کہ اپنی انفرادی زندگی میں عہد شکنی گوارا کریں۔ لیکن اگر انہی لوگوں کو بہ حیثیت ایک جماعت، قوم اور حکومت کے بدعہدی کرنی پڑے تو ایک لمحہ کے لئے بھی اس میں تامل نہیں کریں گے اور ایسے جماعتی کام جو نیویں اور تہمدی کی ایک ہشیاری اور دانش مندی سمجھیں گے۔ خصوصاً اگر بدعہدی کسی ایسی جماعت کے ساتھ کرنی پڑے جس سے دشمنی اور لڑائی ہو۔ آج بیسویں صدی میں دنیا کے متمدن اقوام کا سیاسی اخلاق ہمارے سامنے ہے ان کے جو افراد چھوٹی سے چھوٹی بات میں بھی یہ گوارا نہیں کر سکتے کہ وہ وعدہ خلاف ثابت ہوں، قومی اور سیاسی معاملات میں ہر طرح کی بدعہدیاں اور خلاف ورزیاں جائز سمجھتے ہیں اور تاریخ کے اوراق کو آج تک اس کی مہلت نہیں ملی ہے کہ سیاسی معاہدوں کی شکست کی افسانہ سرائی سے فارغ ہو جائے۔

زمانہ جاہلیت اور وفائے عہد: زمانہ جاہلیت میں عربوں کا حال یہ تھا کہ وہ وفائے عہد کی اخلاقی قیمت سے بے خبر نہ تھے۔ ان میں ایسے لوگ بھی تھے جو اپنے اور اپنے قبیلہ کے مفاخر میں سب سے زیادہ نمایاں جگہ وفائے عہد ہی کو دیتے تھے لیکن جہاں تک جماعتی معاہدوں کا تعلق ہے وفائے عہد کا عقیدہ کوئی عملی قدر و قیمت نہیں رکھتا تھا۔ آج اگر ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ سے معاہدہ کرتا تو کل دیکھتا تھا کہ اگر اس کے مخالف زیادہ طاقت ور ہو گئے ہیں تو بے دریغ ان سے جا ملتا تھا اور اپنے حلیف پر بے تامل حملہ کر دیتا تھا۔ اگر کسی دشمن سے امن کا معاہدہ کرتے اور پھر دیکھتے کہ ان کی کمزوری سے فائدہ اٹھانے کا موقعہ ہو گیا ہے تو ایک لمحہ کے لئے بھی معاہدہ کا احترام انہیں حملہ کر دینے سے نہیں روکتا تھا اور بے خبر دشمن پر جا گرتے۔ لیکن قرآن کریم راست بازی کی جو روح پھونکنا چاہتا تھا وہ ایک لمحہ کے لئے بھی یہ بد اخلاقی گوارا نہیں کر سکتی۔ اس نے وفائے عہد اور وعدہ کی پابندی کا جو معیار قائم کیا ہے وہ اس درجہ بلند، قطعی بے لچک اور عالمگیر ہے کہ انسانی اعمال کا کوئی گوشہ بھی اس سے باہر نہیں رہ سکتا۔ قرآن کہتا ہے فرد ہو یا جماعت، ذاتی معاملات ہوں یا سیاسی، عزیز ہو یا اجنبی، ہم مذہب اور ہم قوم ہو یا غیر قوم و مذہب، دوست ہو یا دشمن، امن کی حالت ہو یا جنگ کی، کسی حال میں بھی عہد شکنی جائز نہیں، وہ ہر حال میں جرم ہے۔ اللہ کے ساتھ ایک بات کر کے اسے توڑ دینا ہے اور خود کو عذاب عظیم کا مستحق کرنا ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن نے جا بجا وفائے عہد پر زور دیا ہے احادیث میں منافق کی یہی پہچان بتلائی گئی ہے کہ اذا وعد اخلف یعنی جب وہ وعدہ کرے گا پورا نہیں کرے گا۔ یہاں خصوصیت سے آیت تتخذون ایمانکم دخلاً بینکم میں جماعتی عہد و قرار کے برقرار رکھنے پر زور دیا ہے۔ پھر آیت کالتی نقضت غزلها الخ میں بدعہدی کی برائی کی مثال دے کر سمجھائی گئی ہے۔ اس کے بعد آیت ولا تشتروا الخ میں فرمایا گیا ہے کہ اپنی قسموں کو لوگوں کے لئے ٹھوکر نہ بناؤ کیونکہ تم نے اگر بدعہدی کی تو لوگوں کا یقین تم سے اٹھ جائے گا وہ کہیں گے ایسے لوگوں کا دین کیا جو اپنی بات کے پکے نہیں۔ اس طرح نہ صرف بدعہدی کے مجرم ہو گے بلکہ راہ حق سے لوگوں کو روکنے کا باعث بنو گے۔

پاکیزہ زندگی: حیات طیبہ سے مراد یہ نہیں کہ اس کو بیماری یا مفلسی کبھی نہیں ہوگی بلکہ مقصد یہ ہے کہ اطاعت کی برکت

سے اس کے دل میں ایسا نور پیدا ہو جاتا ہے جس سے وہ ہر حال میں صابر و شاکر تسلیم و رضا کا پیکر بنا رہے گا اور ساری دل جمعی کی اصل یہی رضا ہے اور استعاذہ میں قرآن کی تخصیص کا نکتہ یہ ہے کہ تمام اعمال کی نسبت قرآن کریم میں شیطانی تصرف اور وسوسہ اندازی کا سب سے کم احتمال ہے، جیسا کہ ارشاد ہے ”لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ“ بلکہ بعض آیتوں اور سورتوں میں شیطان کے بھاگ جانے کی خصوصی تاثیرات منقول ہیں پس یہ بتلانا ہے کہ جب ایسے بہترین عمل میں بھی استعاذہ کا حکم ہے تو دوسرے اعمال میں بدرجہ اولیٰ استعاذہ ضروری ہوگا اور استعاذہ سے جو مقصود اصلی توکل ہے اس کے اعتبار سے یہ حکم اپنے حقیقی معنی و جوب پر ہے اور قابو میں آنے نہ آنے کا حاصل گناہ کرا سکتا یا نہ کرا سکتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ قرآن پڑھنے کے لئے اَعُوذُ بِاللّٰهِ پڑھنا ضروری ہے خواہ نماز میں ہو یا نماز سے باہر۔ جمہور کے نزدیک یہ حکم استحباً ہی ہے اور بعض کے نزدیک وجوبی ہے اور بعض کی رائے یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ پر فرض ہے اور امت کے لئے مستحب ہے۔ اس سلسلہ میں اگرچہ مختلف صیغے مروی ہیں۔ ابن مسعودؓ کی روایت میں اَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ منقول ہے اور بعض روایتوں میں اَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ کے الفاظ آئے ہیں۔ لیکن مشہور اور آیت کے زیادہ قریب اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ہے اور نماز کی حالت میں اَعُوذُ بِاللّٰهِ آہستہ پڑھنی چاہیئے۔ لیکن نماز کے علاوہ اگر قرآن زور سے پڑھا جا رہا ہے تو اَعُوذُ بِاللّٰهِ بھی زور سے پڑھنا چاہیئے ورنہ آہستہ پڑھنی چاہیئے۔ اور صاحب ہدایہ آیت فاذا قرأت الخ سے استدلال کر رہے ہیں کہ اَعُوذُ بِاللّٰهِ، سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ کے بعد پڑھنی چاہیئے۔ لیکن حنفیہ کے نزدیک صرف پہلی رکعت میں اور شوافع کے نزدیک ہر رکعت میں اَعُوذُ بِاللّٰهِ پڑھنی چاہیئے اور بظاہر آیت سے شوافع کی تائید نکل رہی ہے۔ اس لئے قاضی بیضاویؒ یہ کہتے ہیں۔ کہ شرط کا بار بار ہونا قیاساً حکم کے بار بار ہونے کو چاہتا ہے۔ اس لئے آیت کی رو سے ہر رکعت میں اَعُوذُ بِاللّٰهِ پڑھنی چاہیئے۔ لیکن حنفیہ کی طرف سے کہا جاسکتا ہے کہ اذا قرأت الخ میں لفظ اذا مہملہ ہے جو حکم میں جزئیہ کے ہوتا ہے۔ پس حکم کا کلی ہونا ثابت نہ ہوا۔ اعجمی کے معنی جس طرح غیر عربی کے آتے ہیں اسی طرح غیر واضح اور سمجھ میں نہ آنے والے کلام پر بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے اگرچہ عربی ہو اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ اس شخص کی تقریر خود کافی اور روانی نہیں ہے۔ بہر حال اس آیت ومن کفر سے معلوم ہوا کہ جبر یہ حالت میں زبان سے کلمات کفر کہنے کی اگرچہ اجازت و رخصت ہے بشرطیکہ دل میں ایمان کی اطمینانی کیفیت ہو۔ لیکن عزیمت اور فضیلت کی بات یہ ہے کہ جان پر کھیل جائے مگر کفر یہ کلمہ نہ کہے۔ ایسی موت شہادت کی موت کہلائی گی۔ چنانچہ روایت ہے کہ مسلمانہ کذاب نے دو صحابیوں کو پکڑا اور ایک سے پوچھا کہ محمد کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ رسول اللہ ہیں۔ اس نے پوچھا کہ میرے متعلق کیا خیال ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ تو بھی یہ سن کر مسلمانہ نے انہیں چھوڑ دیا۔ دوسرے صحابی سے جب پوچھا کہ محمد کے متعلق تم کیا کہتے ہو؟ کہا کہ رسول اللہ ہیں اس نے پوچھا کہ میرے بارے میں کیا خیال ہے؟ کہنے لگے میں اونچا سنتا ہوں اس لئے میں نے سنا نہیں۔ اس نے تین دفعہ پوچھا۔ انہوں نے تینوں دفعہ یہی جواب دیا جس پر جل کر مسلمانہ نے انہیں قتل کر دیا۔ آنحضرت ﷺ کو جب اطلاع ہوئی تو فرمایا کہ پہلے نے تو رخصت پر عمل کیا ہے لیکن دوسرے نے حق پر جان فدا کر دی ہے۔ ”فہنیئاً لہ“ صاحب ہدایہ کتاب الاکراہ میں لکھتے ہیں کہ اگر کسی کو جان جانے کا خطرہ ہو یا کسی عضو کے تلف کر دیئے جانے کا اندیشہ ہو تو اسے ایمان اپنے دل میں رکھ کر کلمات کفر زبان سے ادا کرنا جائز ہے۔ حدیث عمارؓ کی وجہ سے اور اس آیت اکراہ کی وجہ سے۔ لیکن اگر صبر کر کے شہید ہو جائے تو مستحق ثواب ہوگا۔ چنانچہ حضرت خبیبؓ کو آنحضرت نے سید الشہداء فرمایا تھا جب کہ انہیں سولی دی گئی تھی اور ”ہو رفیقی فی الجنة“ فرمایا۔ اسی لئے اصولیوں نے رخصت کی اس قسم کو کامل طور پر

حقیقی قرار دیا ہے۔ کیونکہ محرم اپنے حکم سمیت باقی ہے اور پھر بھی کلمہ کفر کہنے کی رخصت ہے۔ پس جب عزیمت بھی مکمل ہے تو رخصت بھی اسی درجہ کی ہونی چاہیے۔ نیز اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر دل میں ایمان نہیں ہوگا تو کلمہ کفر ادا کرنے سے کافر ہو جائے گا خواہ زبردستی یا ویسے ہی نادانی اور مذاق سے کہے۔ پس معلوم ہوا کہ ایمان کے لئے اقرار زبانی اور تصدیق جنانی (قلبی) دونوں ضروری ہیں۔ البتہ مجبوری کی حالت میں زبانی اقرار معاف بھی ہو سکتا ہے۔ مگر قلبی تصدیق کسی حال میں بھی ساقط نہیں ہو سکتی۔ گویا ایمان کی رکنیت کا اول درجہ قلبی تصدیق ہے اور زبانی اقرار دوسرے نمبر پر ہے کہ ظاہری ایمان کے لئے۔ بشرطیکہ اکراہ کی حالت نہ ہو ضروری ہے مگر باطنی ایمان کے لئے ضروری نہیں اور اعمال صالحہ فی نفسہ تو ضروری ہیں۔ مگر جزا ایمان نہیں ہیں کہ ان کے بغیر نجات ہی نہ ہو سکے۔ ہاں کمال نجات یقیناً ان کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ اس سے ثابت ہوا کہ جو حضرات ایمان کے لئے صرف قلبی تصدیق کو کافی سمجھتے ہیں یا صرف اقرار زبانی کو کافی سمجھتے ہیں یا اقرار زبانی اور تصدیق جنانی اور عمل ارکانی تینوں ایمان کے لئے ضروری کہتے ہیں وہ صحیح نہیں۔ آیت ان ربك من بعدھا لغفورہ رحیم سے اہلسنت کے مسلک پر معتزلہ کی طرف سے کوئی شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ بقول اہل سنت نفس نجات اور رحمت اگرچہ صرف ایمان لانے سے حاصل ہو جاتی ہے۔ لیکن کامل رحمت کے عالی درجات کے لئے عادتہ اور اعمال کی بھی ضرورت ہے۔ پس اگر اس آیت میں نفس رحمت بھی مراد ہو تب بھی نجات و مغفرت کے لئے مجموعی طور پر ایمان و اعمال کے سبب ہونے سے یہ لازم آتا کہ یہ مجموعہ شرط نجات بھی ہو جیسا کہ معتزلہ کا خیال ہے۔

لطائف آیات: آیت ان الله يامر بالعدل الخ اصول اخلاق کی جامع ہے۔ آیت ما عندكم ينقد الخ میں آخرت کا دنیا کے مقابلہ میں قابل ترجیح ہونا ظاہر ہے۔ فلنحسب حیاة طيبة الخ کے ذیل میں بعض اہل دل کا قول ہے کہ محبوب کے ساتھ جو زندگی ہو وہ حیات طیبہ ہے اور اولیاء اللہ کو دنیا میں بھی یہ دولت میسر ہوتی ہے۔ آیت انه ليس له سلطان الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن اگر غالب آنا چاہے تو اس پر شیطان کا ذرا بھی زور نہیں چل سکتا۔ آیت ولكن من شرح الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ وسوسہ میں بھی شرح صدر نہیں ہوتا اور نہ وسوسہ اختیاری ہوتا ہے بلکہ اکراہ کی بے بسی سے بھی اس کی بے اختیاری بڑھی ہوئی ہے۔ اس لئے وساوس قطعاً قابل التفات اور مذموم نہیں ہیں۔ آیت ذلك بانهم الخ سے حب دنیا کا مذموم ہونا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن جب کہ دنیا کی محبت آخرت کی محبت پر رائج ہو ورنہ دنیا کی محبت طبعی قابل ملامت نہیں ہے۔

أَذْكُرُ يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ تُحَاجُّ عَنْ نَفْسِهَا لَا يُهْمُهَا غَيْرُهَا وَهُوَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَتُوفَّى كُلُّ نَفْسٍ جَزَاءَ مَا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۱۱۱﴾ شَيْئًا وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا وَيُبدَلُ مِنْهُ قَرْيَةً هِيَ مَكَّةُ وَالْمُرَادُ أَهْلُهَا كَانَتْ أَمِنَةً مِنَ الْغَارَاتِ لَا تَهَاجُ مُطْمَئِنَّةً لَا تَحْتَاجُ إِلَى الْإِنْتِقَالِ عَنْهَا لِضِيقٍ أَوْ خَوْفٍ يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا وَأَسْعًا مَنْ كُلَّ مَكَانٍ فَكَفَرْتُ بِأَنْعَمِ اللَّهِ بِكَذِيبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا قَهَا اللَّهُ لِبَاسَ الْجُوعِ فَقُحِطُوا سَبْعَ سِنِينَ وَالْخَوْفِ بِسَرَايَا النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ﴿۱۱۲﴾ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِنْهُمْ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَهُمْ

الْعَذَابُ الْجَوْعُ وَالْخَوْفُ وَهُمْ ظَلِمُونَ ﴿۱۱۳﴾ فَكُلُوا مِنْهَا الْمُؤْمِنُونَ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا
وَأَشْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْبُدُونَهُ ﴿۱۱۴﴾ إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ
وَمَا أَهْلَ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۱۵﴾ وَلَا تَقُولُوا لِمَا
تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ أَعْيُوسُ السِّنِّكُمْ هَذَا حَلَالٌ وَهَذَا حَرَامٌ لِمَا لَمْ يُحِلَّهُ اللَّهُ وَلَمْ يُحَرِّمْهُ لَتَفْتَرُوا
عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ بِنِسْبَتِهِ ذَلِكَ إِلَيْهِ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ﴿۱۱۶﴾ لَهُمْ مَتَاعٌ
قَلِيلٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۱۷﴾ مُؤَلَّمٌ وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا أَيْ الْيَهُودُ حَرَمًا مَا
قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ فِي آيَةٍ وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَمًا كُلِّ ذِي ظُفْرِ إِلَى آخِرِهَا وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ
بِتَحْرِيمِ ذَلِكَ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿۱۱۸﴾ بِإِذْنِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَتَوَلَّى وَتَمَارَأَتْ لَكُمْ
رَبُّكَ لِلَّذِينَ عَمِلُوا السُّوءَ الشِّرْكَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوا رَجَعُوا مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَأَصْلَحُوا عَمَلُهُمْ إِنَّ
رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا أَيْ الْجَهَالَةَ أَوِ التَّوْبَةَ لَغُفُورٌ لَهُمْ رَحِيمٌ ﴿۱۱۹﴾ بِهِمْ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً إِمَامًا قُدُوةً
جَامِعًا لِيُخْصَلَ الْخَيْرُ قَانِتًا مُطِيعًا لِلَّهِ حَنِيفًا مَائِلًا إِلَى الدِّينِ الْقَيِّمِ وَلَمْ يَلِكْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۲۰﴾
شَاكِرًا لَا نِعْمَهُ اجْتَبَاهُ اصْطَفَاهُ وَهَدَاهُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿۱۲۱﴾ وَآتَيْنَاهُ فِيهِ الْتِفَاتٍ عَنِ الْغَيْبَةِ فِي
الدُّنْيَا حَسَنَةً هِيَ الشَّاءُ الْحَسَنُ فِي كُلِّ أَهْلِ الْأَدْيَانِ مَوَانِهِ فِي الْآخِرَةِ لِمَنِ الصُّلَحِينَ ﴿۱۲۲﴾ الَّذِينَ
لَهُمُ الدَّرَجَاتُ الْعُلَى ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ أَنْ اتَّبِعْ مِلَّةَ دِينِ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ
الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۲۳﴾ كَرَّرَ رَدًّا عَلَى زَعْمِ الْيَهُودِ وَالتَّصَارُفِ أَنَّهُمْ عَلَى دِينِهِ إِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ فَرَضَ
تَعْظِيمُهُ عَلَى الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ عَلَى نَبِيِّهِمْ وَهُمْ الْيَهُودُ أَمَرُوا أَنْ يَتَفَرَّغُوا لِلْعِبَادَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالُوا لَا
نُرِيدُهُ وَاخْتَارُوا السَّبْتَ فَشَدَّ عَلَيْهِمْ فِيهِ وَإِنَّ رَبَّكَ لَيُحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ
يَخْتَلِفُونَ ﴿۱۲۴﴾ مِنْ أَمْرِهِ بِأَنْ يُثَبِّطَ الطَّائِعَ وَيُعَذِّبَ الْعَاصِيَ بِإِتِّهَافِ حُرْمَتِهِ أَدْعُ النَّاسَ يَا مُحَمَّدُ إِلَى
سَبِيلِ رَبِّكَ دِينِهِ بِالْحُكْمَةِ بِالْقُرْآنِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ مَوَاعِظُهُ أَوِ الْقَوْلِ الرَّفِيقِ وَجَادِ لَهُمْ بِالنِّبِيِّ
أَيِّ بِالْمُجَادِلَةِ الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ كَالدُّعَاءِ إِلَى اللَّهِ بِآيَاتِهِ وَالدُّعَاءِ إِلَى حُجَجِهِ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ أَيْ
عَالِمٌ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿۱۲۵﴾ فَيُجَازِيهِمْ وَهَذَا قَبْلَ الْأَمْرِ بِالْقِتَالِ وَنَزَلَ لِمَا
قُتِلَ حَمْرَةُ وَمِثْلُ بِهِ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ رَأَاهُ لَا مِثْلَ بَسْبَعِينَ مِنْهُمْ مَكَانَكَ وَإِنْ عَاقَبْتُمْ

فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهِ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ عَنِ الْإِنْتِقَامِ لَهُوَ أَيْ الصَّبْرُ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ ﴿۱۸۶﴾ فَكَفَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَفَّرَ عَنْ يَمِينِهِ رَوَاهُ الْبَزَّازُ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ بِتَوْفِيقِهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ أَيْ الْكُفَّارِ إِنْ لَمْ يُؤْمِنُوا لِحِرْصِكَ عَلَى إِيْمَانِهِمْ وَلَا تَلْكَ فِي ضَيْقٍ مِمَّا يَمْكُرُونَ ﴿۱۸۷﴾ أَيْ لَا تَهْتَمَّ بِمَكْرِهِمْ فَإِنَّا نَاصِرُكَ عَلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا الْكُفْرَ وَالْمَعَاصِيَ وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ ﴿۱۸۸﴾ بِالطَّاعَةِ وَالصَّبْرِ بِالْعَوْنِ وَالنَّصْرِ

۱۶
ع
۲۲

ترجمہ: (اور وہ وقت یاد کیجئے) جس دن ہر شخص اپنی ہی طرفداری میں گفتگو (حجت بازی) کرتا ہوا آئے گا (اے کسی دوسرے کی پرواہ نہیں ہوگی، یہ قیامت کا دن ہوگا) اور ہر شخص کو اس کے کئے کا پورا بدلہ ملے گا اور ان پر (کسی درجہ میں بھی) ظلم نہیں کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ یہ عجیب حالت بیان فرماتے ہیں (آگے بدل ہے) ایک ہستی تھی (یعنی مکہ، مراد اہل مکہ ہیں) جہاں ہر طرح کا امن چین تھا (لوٹ مار نہیں ہوتی تھی) اطمینان تھا (کسی تنگی یا خوف کی وجہ سے کہیں جانے کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی) ہر طرف سے کھانے پینے کی چیزیں بڑی فراغت سے ان کے پاس پہنچا کرتی تھیں لیکن پھر انہوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی (نبی کریم ﷺ کو جھٹلایا) اس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں قحط میں گھیر کر مڑھ چکھادیا (سات سال قحط میں مبتلا رہے) اور ان پر خوف چھا گیا (نبی کریم ﷺ کی طرف سے لشکر کشی کا خطرہ رہنے لگا) ان کی حرکتوں کی پاداش میں اور پھر خود انہی میں سے ایک رسول (محمد ﷺ) بھی ان کے پاس آ گیا مگر انہوں نے اسے جھٹلایا۔ تب انہیں (بھوک اور خوف کے) عذاب میں پکڑا۔ جب کہ وہ بالکل ہی ظلم پر کمر باندھنے لگے۔ پس چاہیئے کہ اللہ نے جو رزق (اے مسلمانوں!) تمہیں عطا کیا فرمایا ہے اسے شوق سے کھاؤ۔ حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں اور اللہ کی نعمت کا شکر بھی بجالاؤ اگر فی الحقیقت تم صرف اسی کے پجاری ہو تم پر تو صرف مردار جانور، لہو، سور کا گوشت اور وہ جانور جسے خدا کے سوا کسی دوسری ہستی کے نامزد کر دیا گیا ہو، حرام کئے گئے ہیں۔ پھر جو شخص بالکل بیقرار ناچار ہو جائے بشرطیکہ لذت کا طلبگار نہ ہو اور نہ حد سے گزر جانے والا ہو تو اللہ بخشنے والا رحمت والا ہے اور جن چیزوں کے بارہ میں محض تمہارا جھوٹا دعویٰ ہو (تمہاری زبان پر جھوٹی بات ہو) ان کی نسبت بے دھڑک یوں مت کہہ دیا کرو کہ فلانی چیز حلال ہے اور فلانی چیز حرام ہے (حالانکہ اللہ نے نہ اسے حلال قرار دیا ہے اور نہ حرام) جس کا حاصل اللہ پر جھوٹی تہمت لگانا ہے (جھوٹ کی نسبت اللہ کی طرف کر کے) بلاشبہ جو لوگ اللہ پر افتراء پردازیاں کرتے ہیں وہ کبھی فلاح پانے والے نہیں ہیں۔ یہ چند روزہ عیش ہے (دنیا میں رہتے ہوئے) لیکن (آخرت میں) ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا اور صرف یہودیوں پر ہم نے وہ چیزیں حرام کر دی تھیں۔ جن کا بیان ہم اس سے پہلے آپ سے کر چکے ہیں (آیت و علی الذین ہادوا حرمنا کل ذی ظفر الخ میں) اور ہم نے ان پر کچھ زیادتی نہیں کی (یہ چیزیں حرام کر کے) بلکہ وہ خود اپنے ہاتھوں اپنے اوپر ظلم کرتے رہے (ایسی برائیاں کیں جو اس کو حرام کرنے کا سبب بنیں) ہاں! جو لوگ نادانی سے برائیوں (شرک) میں پڑ گئے۔ لیکن اس کے بعد توبہ کر لی اور توبہ کے بعد اپنی (عملی) حالت سنوار لی تو بلاشبہ آپ کا پروردگار اس صورت حال کے بعد ضرور بخشنے والا، رحمت فرمانے والا ہے۔ بے شک ابراہیم بڑے مقتدا تھے (امام، پیشوا، بہترین خوبیوں کے مالک) اللہ تعالیٰ کے پورے فرمانبردار، بالکل اللہ کی طرف کے ہو رہے تھے (دین قیم کی طرف جھک گئے تھے) اور شرک کرنے والوں میں سے ہرگز نہ تھے وہ اللہ کی نعمتوں کا شکر بجالانے والے تھے۔ اللہ نے انہیں برگزیدہ (منتخب) کر کے جن لیا تھا اور سیدھے راستے پر لگادیا تھا اور ہم نے (اس میں صیغہ غائب سے التفات پایا گیا ہے) دنیا میں بھی انہیں خوبیاں دیں تھیں (ہر

مذہب میں ان کی عزت ہوئی) اور آخرت میں بھی وہ بہترین لوگوں میں شمار ہوں گے (جن کے لئے بلند مراتب تجویز ہوں گے) پھر ہم نے (اے محمد:) آپ کے پاس وحی بھیجی کہ ابراہیمؑ کے طریقہ کی پیروی کیجئے جو بالکل ایک طرف کے ہو رہے تھے اور وہ شرک کرنے والوں میں نہیں تھے (یہ بات یہود و نصاریٰ کے اس خیال کو رد کرنے کے لئے دہرائی گئی ہے کہ وہ ابراہیمؑ کو اپنے مذہب پر بتلاتے تھے) پس ہفتہ کے دن کی تعظیم تو صرف ان لوگوں پر لازم کی گئی تھی جنہوں نے اس بارہ میں خلاف ورزی کی تھی (اپنے پیغمبر کی یعنی یہودی جنہیں جمعہ کے دن عبادت کے لئے فارغ رکھنے کا حکم ملا تھا۔ لیکن انہوں نے جمعہ کی بجائے ہفتہ کا دن پسند کیا۔ تو اس وجہ سے ان پر سختی کی گئی) اور بلاشبہ تمہارا پروردگار قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا۔ جن باتوں میں یہ اختلاف کیا کرتے تھے (یعنی اللہ کے حکم کے مطابق، چنانچہ فرمانبرداروں کو ثواب اور گنہگاروں کو عذاب ملے گا) آپ (اے محمد! لوگوں کو) اپنے پروردگار (کے دین) کی طرف بلائیے، حکمت (قرآن) اور اچھی نصیحتوں (وعظ یا نرم باتوں) کے ذریعہ اور اچھے طریقہ سے بحث کیجئے (جیسے اللہ کی نشانیوں اور دلائل کی طرف لوگوں کو بلانا) تمہارا پروردگار ہی بہتر جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بھٹک رہا ہے اور وہی جانتا ہے کہ کون راہ راست پر ہے (چنانچہ وہی لوگوں کو بدلہ دے گا۔ یہ حکم جہاد کے حکم سے پہلے کا ہے۔ حضرت حمزہؓ کو قتل کر کے جب مثلہ کیا گیا اور آنحضرت ﷺ نے دیکھ کر فرمایا کہ ہم بھی ستر (۷۰) کفار کا مثلہ کر کے تمہارا بدلہ لیں گے۔) تو اس پر اگلی آیت نازل ہوئی (اور مخالفوں کی سختی کے جواب میں سختی کرو تو ویسی ہی اور اتنی ہی سختی کرو جیسی تمہارے ساتھ کی گئی ہے اور اگر تم نے (انتقام لینے سے) صبر کیا تو بلاشبہ صبر کرنے والوں کے لئے یہ (صبر) ہی بہتر ہے (چنانچہ نبی کریم ﷺ اپنے ارادہ سے باز رہ گئے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دیا، جیسا کہ ہزار کی روایت میں ہے) آپ صبر کیجئے اور آپ کا صبر کرنا خاص اللہ ہی کی توفیق سے ہے اور ان پر غم نہ کھائیے (کفار اگر ایمان نہ لائیں تو ان کے ایمان کی طمع میں غم نہ کیجئے) اور نہ ان کی مخالفانہ کاروائیوں سے دل تنگ ہو جیئے (یعنی ان کی تدبیروں کی پرواہ مت کیجئے کیونکہ ہم آپ کے پشت پناہ ہیں) یقیناً اللہ انہی کا ساتھی ہے جو (کفر و گناہ سے) پرہیز کرتے ہیں اور نیک عملی میں سرگرم رہتے ہیں (نیکی اور صبر میں اور اللہ کا ساتھ ہونا بلحاظ مدد کے ہے)۔

تحقیق و ترکیب: تجادل عن نفسہا تا ویلات نجمیہ میں لکھا ہے کہ قیامت میں ہر شخص حتیٰ کہ انبیاء علیہم السلام نفسی نفسی پکارتے ہوں گے۔ صرف آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک پر امتی امتی ہوگا۔ اس آیت میں پہلے نفس سے مراد انسان ہے جو جسم و روح اور حقیقت سے مرکب ہے۔ لیکن دوسرے نفس سے مراد صرف جسم و روح سے مرکب مجموعہ ہے۔ پس دونوں میں اعتباری فرق رہے گا۔ قریۃ مشہور یہ ہے کہ اس سے مکہ معظمہ مراد ہے کیونکہ آیت میں جو چھ خصلتیں ذکر کی گئی ہیں وہ اہل مکہ میں پائی جاتی ہیں اس صورت میں آیت کو مدنی کہا جائے گا۔ لیکن حضرت عائشہؓ اور حفصہؓ قرماتی ہیں مدینہ مراد ہے اور بعض کے نزدیک عام بستی مراد ہے اور یہی صحیح ہے تعین غیر ضروری ہے۔ لباس الجوع بھوک اور خوف کو بطور استعارہ لباس سے تعبیر کیا گیا ہے مبالغہ کے لئے۔ ائمہ حضرت ابراہیمؑ کو جامع کمالات ہونے کے اعتبار سے ائمہ کہا گیا ہے گویا کہ وہ تنہا اپنی ذات سے پوری انجمن تھے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ چونکہ تنہا وہی مومن تھے اور باقی سب لوگ کافر تھے اس لئے انہیں ائمہ کہا گیا ہے۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ فعلتہ بمعنی مفعول ہے۔ جیسے رحلۃ و بغیۃ پس امت کے معنی مبتداء کے ہوئے۔ شریعت و ملت فاضل خیالی کے نزدیک دونوں متحد بالذات اور مختلف بالاعتبار ہیں۔ کیونکہ شریعت بلحاظ اطاعت کے ہے اور ملت بلحاظ کتابت کے کہلاتی ہے۔ بال حکمۃ زخشری قاضی بیضاوی وغیرہ اس کے معنی دلیل واضح اور محکم کے کرتے ہیں۔ مجادلۃ بجائے اظہار حق کے اگر مخالف کو صرف الزام دینا ہو تو اسے مجادلہ کہتے ہیں لیکن یہاں مجادلہ حسنہ سے مراد ایسی دلیل ہے جو مشہور اور مسلم مقدمات سے مرکب ہو۔ وان عاقبتہم اس میں قصاص کی برابری سمجھ میں آتی ہے لیکن بعض کی

رائے ہے کہ لا قود الا بالسيف والعون والنصر اس کا تعلق مع الذین سے ہے۔

رابط آیات: آیت یوم تاتی الخ میں کفر کی اخروی سزا کا بیان ہے اور آیت وضرب اللہ الخ میں کفر پر دنیاوی سزا کا بیان ہے آگے آیت فکلوا مما رزقکم اللہ الخ میں بطور تفریع کے کفر و شرک کی بعض رسوم کو بیان کیا جا رہا ہے یعنی بغیر حکم الہی کے اپنی طرف سے کفار کسی چیز کو حلال حرام کر دیتے تھے۔ لیکن مسلمانوں کو ایسا نہیں کرنا چاہیے کہ یہ خدا پر غلط بہتان طرازی ہے۔ اس کے بعد آیت ثم ان ربلث میں یہ بتلانا ہے کہ ایمان و توبہ سے کفر معاف ہو سکتا ہے آگے آیت ان ابراهیم الخ سے حضرت ابراہیم کا مسلک اور مشرب واضح کرنا ہے جو ان کفار اور یہود و نصاریٰ سب کے خلاف ہے۔ حالانکہ یہ سب کے مسلمہ بزرگ ہیں البتہ آنحضرتؐ اپنے جد امجد کے ہم مسلک و ہم مشرب ہیں گویا ان میں سے کسی ایک کا اقرار یا انکار دوسرے کے انکار اقرار کے ہم معنی ہے غرضیکہ دوسروں سے آپؐ کی رسالت کے حقوق کی ادائیگی کا مطالبہ ہے۔ آگے آیت ادع الی سبیل الخ میں خود آنحضرتؐ کو رسالت کے حقوق و آداب کی تعلیم ہے بالخصوص مقابل سے عدل و انصاف قائم رکھنے کا حکم جس میں آپؐ کی امت بھی اس خطاب میں شریک ہے کیونکہ انتقام کے وقت عادۃً دوسروں کی شرکت ضروری ہوتی ہے برخلاف تبلیغ و دعوت وغیرہ احکام مذکورہ کے وہ تنہا پیغمبر ہی انجام دے سکتا ہے۔

﴿تشریح﴾: بہترین بستی بدترین بستی بن گئی: آیت وضرب اللہ میں جس بستی کا ذکر ہے اس کی تفسیر میں مفسرینؒ کی دو رائیں ہیں یا تو یہ مضمون، مکہ والوں کو سنانا ہے اور کسی خاص بستی کی کوئی تعیین نہیں ہے کیونکہ اس طرح کی باتیں بہت سے کافروں کی بستیوں میں پیش آچکی تھیں۔ چنانچہ جب مکہ والوں نے اس سے سبق حاصل نہ کیا اور برابر کفر پر جمے رہے تو قحط سالی میں مبتلا ہوئے اور مسلمانوں کی طرف سے ہر وقت کے خطرہ میں الگ پھنسے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اہل مدینہ کو سنانا ہے کہ مکہ والوں کی حالت سے سبق حاصل کرو، اس صورت میں بستی سے مراد مکہ ہوگا اور آیت مدنی ماننی پڑے گی۔ تاہم گناہ اور کفر پر دنیاوی سزا کا ہونا لازم اور ضروری نہیں۔ کیونکہ بعض دفعہ دنیا میں صریح سزا نہیں ہوتی اور یوں تو خدا کا قہر اور ناراضگی خود بہت بڑی سزا ہے، مگر مخفی سزا ہے، بہر حال دوام سزا کا دعویٰ نہیں اس لئے کوئی شبہ نہیں، مقصود صرف ڈرانا ہے جس میں احتمالی ضرر بھی کافی ہے۔ البتہ اخروی سزا یقینی اور لازم ہے۔ امن کی حقیقت تو یہ ہے کہ دشمن وغیرہ کا خطرہ ٹل جائے اور اطمینان اس امن کا اثر ہوتا ہے یعنی جب خوف نہیں رہے گا تو سکون قلب ہو جائے گا۔ یہی فرق ہے امن اور اطمینان میں۔

حرام و حلال کرنے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے: آیت ولا تقولوا لما تصف الخ میں فرمایا جا رہا ہے کہ تم اپنی زبانوں کو جھوٹ کے لئے بے لگام نہ چھوڑ دو کہ جس چیز کو چاہا اپنی رائے اور قیاس سے حرام ٹھہرا دیا۔ جس چیز کو چاہا حلال کہہ دیا۔ حلال و حرام ٹھہرانے کا حق تو صرف وحی الہی کو ہے اور تمہارے پاس اپنے ادھام و آراء کے سوا کوئی وحی کی روشنی نہیں جو قرآن کے خلاف پیش کر سکو۔ پس یہ آیت ان لوگوں کے خلاف قطعی حجت ہے جو محض اپنے گھڑے ہوئے قیاسوں کی بناء پر بغیر شرعی استناد کے جس چیز کو چاہتے ہیں حرام ٹھہرا دیتے ہیں اگرچہ نص صریح اس کے خلاف موجود ہو۔ کفار اگرچہ حرام کو حلال اور حلال کو حرام کرنے کے دو جرموں میں مبتلا تھے۔ لیکن آیت انما جعل السبت الخ میں صرف حلال کو حرام کرنے کے جرم کی طرف اشارہ کیا ہے ممکن ہے اس

تخصیص کی وجہ یہ ہو کہ اس حرام کرنے میں شرک کا شائبہ پایا جاتا تھا کیونکہ بتوں کی تعظیم اس حرام کرنے کا باعث تھی۔ برخلاف حرام کو حلال کرنے کے کہ وہاں ایک مستقل غلطی تھی بتوں کی تعظیم کو اس میں کچھ دخل نہیں تھا۔

خلیل اللہ کی راہ: مشرکین عرب اپنے اوہام و خرافات کو حضرت ابراہیم علیہم السلام کی طرف منسوب کرتے تھے۔ آیت وان ابراہیم الخ میں اس کی تردید و تغلیط کرنی ہے کہ حضرت ابراہیم کی راہ تو وہی راہ تھی جس کی طرف پیغمبر اسلام دعوت دے رہے ہیں۔ ایک اور شبہ جو حلت اور حرمت کے بارہ میں کیا گیا تھا۔ یہ تھا کہ ہفتہ کے دن کا شکار یہودیوں پر حرام کر دیا گیا تھا پھر کیوں قرآن اس سے نہیں روکتا؟ فرمایا کہ یہودیوں کو جو اس سے روکا گیا تھا تو اس لئے نہیں کہ ہفتہ کے دن حلال جانور شکار کیا جائے تو وہ حرام ہو جاتا ہے بلکہ یہ ان کے اختلاف اور نافرمانی کی ایک سزا تھی۔ یعنی جب انہوں نے ہفتہ کے احکام کی تعمیل نہ کی اور حیلے بہانے نکال کر شکار کرنے لگے تو سرے سے شکار کا گوشت اور شکار ہی حرام قرار دے دیا گیا ہے۔

دعوت حق کا طریقہ: آیت ادع الی سبیل الخ میں دعوت حق کا طریقہ واضح کیا جا رہا ہے۔ فرمایا وہ سرتا سر حکمت اور موعظت حسنہ ہے۔ حکمت یعنی دانائی کی باتیں موعظت حسنہ یعنی پند و نصیحت کی باتیں جو حسن و خوبی کے ساتھ کی جائیں۔ آگے فرماتے ہیں کہ اگر بحث و نزاع کرنی پڑے تو کر سکتے ہو لیکن ایسی ہی بحث و نزاع جو نہایت اچھے طریقہ پر ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ دعوت حق کا طریقہ حکمت اور موعظت کا ہے اور بحث و نزاع کی اجازت صرف اس صورت میں ہے کہ احسن طریقہ پر ہو۔ پس جو بحث و نزاع احسن طریقہ پر نہ ہو۔ وہ دعوت حق نہیں۔ احسن طریقہ یہ ہے کہ مقصود و طلب حق ہو اپنی بات کی سچ نہ ہو مخالف کے اندر یقین پیدا کرنا ہو، اسے باتوں سے ہرانا نہ ہو، اگر وہ چپ ہو گیا اور دل کا کائنات نکلا تو بحث سے کیا فائدہ ہوا؟ ایسا انداز، ایسا طریق گفتگو، ایسا لب و لہجہ، اس طرح کے الفاظ اختیار نہ کئے جائیں، جو مخالف کے دل کو دکھ پہنچانے والے ہوں یا اسے سننے والوں کی نظروں میں ذلیل و رسوا کرنے والے ہوں، کیونکہ اگر بحث سے مقصود دعوت حق نہیں تو مخاطب کے دل کو نرمی و محبت سے حق کی طرف متوجہ کرنا چاہیے نہ یہ کہ صدمہ پہنچانا، ضد میں لانا اور جوش نفرت سے بھر دینا۔

دینی راہ دنیوی راہ کی طرح جھگڑے اور دنگے کی راہ نہیں ہے: بد قسمتی سے دنیا میں طلب حق کی راہ بھی جھگڑے اور دنگے کی راہ بن گئی ہے۔ ہم اپنے دنیوی اغراض و مقاصد کے لئے لڑنے جھگڑنے کے عادی ہیں جب کبھی کوئی ایسا جھگڑا پیش آ جاتا ہے تو صرف اپنی جیت ہی کے لئے لڑتے ہیں۔ اس خیال سے نہیں لڑتے کہ حق و انصاف کیا ہے؟ اکثر اوقات خود ہمارا ضمیر گواہی دیتا ہے کہ ہم برسر حق نہیں ہیں اور انصاف مخالف کے ساتھ ہے۔ لیکن چونکہ اپنا مطلب کسی نہ کسی طرح حاصل کرنا ہوتا ہے اس لئے کبھی اعتراف حقیقت کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ حق و انصاف ہم سے جس قدر الگ ہوتا جاتا ہے بحث و نزاع کی سرگرمی اتنی ہی زیادہ بڑھتی جاتی ہے۔ اگر ہمارا مقدمہ سب سے زیادہ کمزور ہوگا تو ہم خیال کریں گے کہ ہماری بحث و نزاع کی سرگرمی سب سے زیادہ ہونی چاہیے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ کم از کم دین کے معاملہ میں ہم ایسا نہ کرتے۔ دنیوی معاملات میں کچھ نہ کچھ لینا دینا ہوتا ہے اس لئے غرض پرست آدمی اپنی بات کی سچ کرتا ہی رہے گا۔ لیکن دین کی راہ لین دین کی راہ نہیں ہے سچ کو سچ مان لینے کی راہ ہے اور جوں ہی ہم نے کسی بات کو سچ نہ سمجھ کر بھی سچ ثابت کرنا چاہا دین کی راہ نہ رہی بلکہ اس کی ضد ہو گئی۔ لیکن مصیبت یہ ہے کہ ہم نے سچائی کے کام کو بھی

جھوٹ کا کاروبار بنادیا ہے ہم دین کے بارے میں بھی ٹھیک اسی طرح جھگڑتے ہیں جس طرح دنیا کے معاملات میں۔ ہم جب کبھی کسی سے بحث کرتے ہیں تو ہمارے وہم و گمان میں بھی یہ خیال نہیں گزرے گا کہ اس راہ میں اصل مقصود طلب حق ہے اور جوں ہی حق سامنے آجائے ہمارا فرض ہے کہ اعتراف کر لیں بلکہ بحث کریں گے ہی اس لئے کہ اپنی اور اپنے فریق کی بات منوانی ہے اور خواہ کچھ ہو فریق مخالف کو ہرانا ہے اگر دیکھیں گے کہ حق اور معقولیت ہمارے ساتھ نہیں ہے تو غیر متعلق باتوں پر زور دینے لگیں گے بدزبانی پر اتر آئیں گے مارنے مرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے اور پھر کہیں گے کہ ہم جیت گئے۔

کٹ جتی قرآن کا طریقہ نہیں ہے:..... قرآن کہہ رہا ہے کہ یہ جدل کا طریقہ ہے دعوت کا طریقہ نہیں ہے اور دین کی راہ دعوت کی راہ ہے جدل کی راہ نہیں ہے اگر جدل کرنا ہی پڑے تو صرف اسی حالت میں کیا جاسکتا ہے کہ احسن طریقہ پر ہو یعنی راست بازی، دیانت داری، شیریں زبانی، اور شائستگی کے ساتھ کیا جائے اس کے بعد فرمایا وان عاقبتكم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم الخ یعنی اگر مخالف، ناحق کوشی میں سرگرم ہے اور سختی اور زیادتی پر اتر آیا ہے تو ایسا نہیں ہونا چاہیئے کہ تم بھی آپے سے باہر ہو جاؤ ایسا کرنا راست بازی کا طریقہ نہ ہوگا بلکہ ایک برائی کے جواب میں دوسری برائی کا ارتکاب ہوگا جو ممکن ہے پہلی سے بھی زیادہ سخت برائی ہو جائے بہتری تو اس میں ہے کہ سختی کا جواب سختی سے نہ دو، جھیل جاؤ، پرواہ نہ کرو، بخش دو، اسی میں تمہاری اصل جیت ہے۔ لیکن اگر طبیعت پر قابو نہیں پاتے اور سختی کا جواب سختی سے دینا چاہتے ہو تو پھر انصاف کا سررشتہ ہاتھ سے نہ چھوٹے، جتنی اور جیسی سختی تمہارے ساتھ کی گئی ہے، ویسی ہی اور اتنی ہی تم بھی کرلو، اس سے آگے نہ بڑھو، ذرا بھی بڑھے تو یہ ظلم ہوگا اور ظلم راستی کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا، غور کرو، قرآن کا محض ایک لفظ یا ایک ترکیب کس طرح مقاصد اور وسائل کے فیصلے کر دیا کرتی ہے؟

بدلہ لینے کی اجازت اور اس کی حد:..... وان عاقبتكم الخ میں ادع الی سبیلک ربلک کی طرح بدلہ لینے اور سختی کرنے کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ صرف یہ کہا گیا ہے کہ اگر تم مخالف کی سختی کے جواب میں سختی کرنا چاہو تو تمہیں حد سے نہیں بڑھنا چاہیئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سختی کے جواب میں سختی کا حکم نہیں ہے، محض اجازت ہے۔ یعنی اگر ایک آدمی وہ مقام حاصل نہیں کر سکتا جو اس بارہ میں بہتری اور خوبی کا اصلی مقام ہے جھیل جانا اور بخش دینا تو پھر اسے بدلہ کی اجازت دے دی گئی ہے۔ لیکن اس اجازت کو مماثلت کے ساتھ مقید کر دیا ہے تاکہ زیادتی کا دروازہ بالکل بند ہو جائے۔ اب دو ہی راہیں کھلی رہ گئیں بہتری تو اس میں ہوئی کہ جھیل جاؤ اور معاف کر دو۔ رخصت و اجازت اس کی بھی ہوئی کہ جتنی سختی کی گئی ہے اتنی ہی تم بھی کرلو، اس سے آگے قدم نہیں بڑھا سکتے۔

قرآنی اصطلاح معقولی اصطلاح سے بدلی ہوئی ہے:..... حکمت اور موعظت حسنہ اور جدال کی جو تقریر کی گئی یہ زیادہ بہتر معلوم ہوتی ہے بہ نسبت اس کے ان الفاظ کو اصطلاحی طور پر برہان اور جدل و خطاب یہ قرار دیا جائے، جیسا کہ کبیر میں کہا گیا ہے کیونکہ اول تو اس میں تکلف کرنا پڑے گا۔ دوسرے یہ کہ پھر ان تینوں لفظوں حکمت، موعظت، جدال کے مخاطب الگ الگ قسم کے لوگ ماننے پڑیں گے۔ حالانکہ سیاق سے یہ بات بعید معلوم ہوتی ہے۔ اصل حکمت میں قطعی دلائل ہیں جنہیں برہان کہا جاتا ہے ظاہر قرآن میں خطاب عادی اور ظنی دلائل استعمال کئے گئے ہیں لیکن اصل یہ ہے کہ کسی ایسے دعویٰ پر ظنی استدلال نہیں کیا گیا جس پر برہانی دلیل قائم نہ ہو بلکہ سب ہی دعویٰ برہانی ہیں البتہ سننے والوں کی سہولت اور رعایت سے ایسے عنوانات اختیار کئے گئے ہیں جن سے طبائع مانوس

ہوں اس لئے اب کسی کو یہ شبہ نہیں کرنا چاہیے کہ قرآن کریم نے استقرار وغیرہ کو حجت سمجھا ہے اور اسی وجہ سے اہل قرآن، مخالف کے ایسے استدلالات پر بے تکلف کلام کرنے کا حق رکھتے ہیں جب تک کہ وہ کوئی برہانی دلیل پیش نہ کریں۔ اور وما صبرنا الا باللہ کا مطلب یہ ہے کہ بغیر خاص توفیق الہی کے اگرچہ کوئی شخص بھی صبر اور کوئی نیک کام بھی نہیں کر سکتا لیکن آنحضرت ﷺ کی تخصیص، مراتب توفیق کے اعتبار سے ہے۔ یعنی نفس توفیق تو سب میں مشترک ہے لیکن انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص قسم کی اور سب سے زائد عنایت و توفیق شامل ہوتی ہے اور وہی ان کے کاموں میں مؤثر ہوتی ہے۔

لطائف آیات: آیت فکفرت بانعم اللہ الخ کے قریب بلاء میں بہت سے مدعیان زہد مبتلا ہیں جو اللہ کی نعمتوں کو حقیر سمجھتے ہیں اور اللہ کو چھوڑ بیٹھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم لذتوں کو چھوڑے ہوئے ہیں۔ حالانکہ وہ ذات حق کو چھوڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان کی نظر وما بکم من نعمۃ فمن اللہ اور وکلوا مما رزقکم اللہ پر نہیں ہوتی۔

آیت ولا تقولوا لما تصف الخ سے معلوم ہوا کہ شریعت و طریقت کے احکام ایک دوسرے کے خلاف نہیں ہوتے کہ ایک حکم ایک جگہ حرام ہو اور دوسری جگہ حلال۔

آیت و اتیناہ فی الدنیا الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں نعمتوں کا مل جانا عقبیٰ کے مقامات و درجات میں کمی کا باعث نہیں ہوتا اور یہ کہنا کہ مشہور ولی کا مقام غیر مشہور ولی کے مقام سے کم ہوتا ہے۔ اس سے مراد وہ شخص ہے جس میں شہرت کی آفتیں پیدا ہو گئی ہوں۔

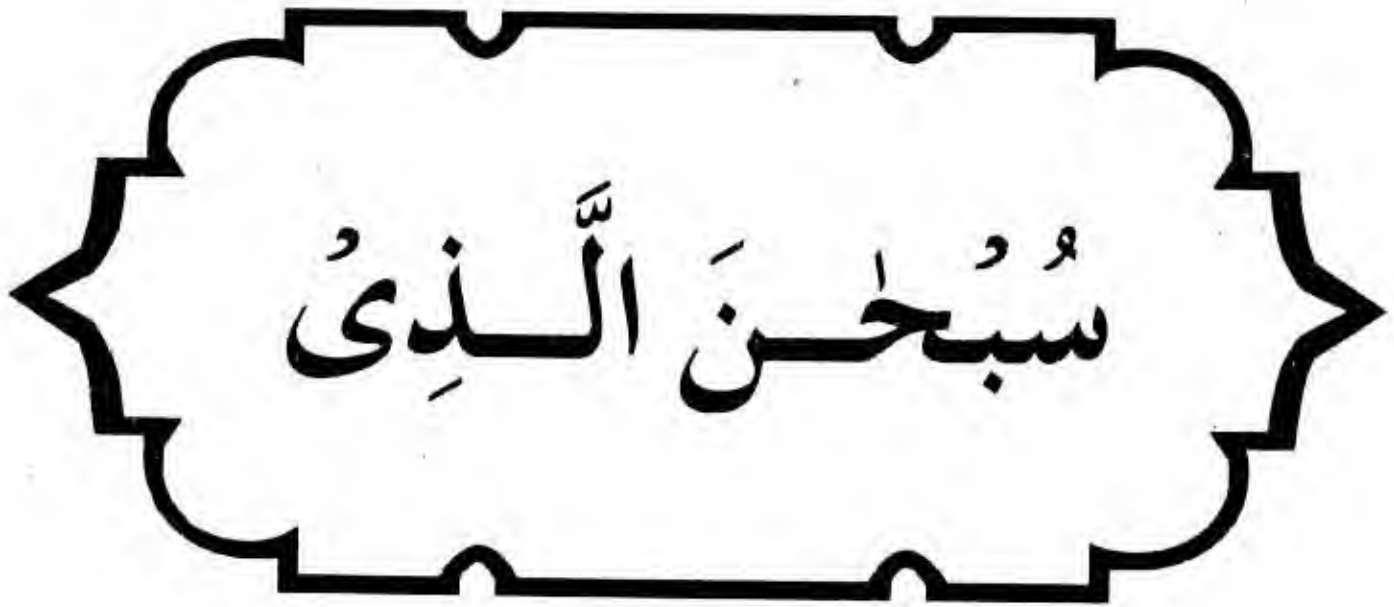
آیت ادع الی سبیل ربک الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل اللہ کے تمام طرق تصوف، دعوت حق ہی کی تفصیلات ہیں۔ نیز دعوت حق کی تبلیغ کے بعد اصرار کی ضرورت نہیں ہے۔ اہل طریق کا مذاق یہی ہے اور حکمت سے مراد یہ ہے کہ تربیت کے لئے شیخ کا دانش مند ہونا ضروری ہے کہ وہ مریدوں کے حسب حال وظائف و مجاہدات تجویز کرے۔ سب کو ایک ہی لکڑی سے نہ ہانکے اور موعظت حسنہ میں شیخ کی شفقت و خیر خواہی اور نرمی بھی داخل ہے۔ جس سے یہ واضح ہو جائے کہ بجز مرید کی مصلحت کے شیخ کے پیش نظر دوسری کوئی مصلحت نہیں ہے اور وجادلہم باللہ ہی احسن میں مشائخ صوفیہ بھی داخل ہیں وہ بھی اسی اصول کے پابند ہونے چاہئیں۔

آیت ولئن صبرتم الخ سے معلوم ہوا کہ صبر بھی اہل اللہ کی خصلت ہوتی ہے۔ آیت و اصبر الخ سے معلوم ہوا کہ صبر کے بہت سے مراتب و درجات ہوتے ہیں۔ صبر اللہ، صبر فی اللہ، صبر مع اللہ، صبر عن اللہ، صبر باللہ۔ ان سب میں صبر باللہ سب سے افضل ہے۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ کے لئے اس کو ثابت کیا گیا ہے۔

الحمد للہ چودہویں پارہ کی تفسیر ختم ہوئی



﴿پارہ نمبر ۱۵﴾



صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۳۰۳	اعمال نامے دا بنے ہاتھ میں یا بائیں ہاتھ میں ہوں گے	۳۰۳	سبحن الذی
۳۰۳	توفیق الہی کی بدولت آنحضرت ﷺ سازشوں کا شکار نہیں ہو سکے	۳۱۲	واقعہ معراج کی تفصیل
۳۰۴	آیت سے متعلق واقعات	۳۱۲	معراج اور اسراء کا حکم
۳۰۴	تہجد گزاری ایک بڑھ کر عبادت ہے	۳۱۲	آنحضرت کو جسمانی معراج ہوئی ہے یا خوابی اور روحانی؟
۳۰۵	آنحضرت ﷺ اور امت کے بارہ میں تہجد کا حکم	۳۱۳	جسمانی معراج پر نقلی اشکالات
۳۰۵	مقام مہود کی تشریح	۳۱۴	جسمانی معراج پر عقلی اشکالات
۳۰۸	روح سے کیا مراد ہے	۳۱۵	معراج میں تجلی الہی ہوئی یا نہیں؟
۳۰۹	روح کی حقیقت وحی کے علاوہ کسی اور طریقہ سے معلوم ہو سکتی ہے یا نہیں	۳۱۷	بنی اسرائیل کی سرکوبی کے واقعات
۳۰۹	علم انسانی کی حد	۳۱۸	آیت کی دوسری توجیہ
۳۰۹	ذکر جنات کی وجہ	۳۲۳	انسان بھلائی برائی میں امتیاز نہیں کرتا
۳۰۹	دو خاص گمراہیاں	۳۲۴	بھلائی برائی نتیجہ اعمال ہے
۳۰۹	بے سرو پا فرمائشیں	۳۲۴	امرا کی کثرت تباہی کا پیش خیمہ ہوتی ہے
۳۵۰	قرآن کا جواب	۳۲۴	انسان دو طرح کے ہیں
۳۵۰	اصلی جواب کار	۳۲۵	ماں باپ کے حقوق
۳۵۰	رسول کا پیغام حق	۳۲۵	قرابت داروں کے حقوق
۳۵۰	ایک لطیف تمثیل	۳۲۵	اسراف و تبذیر کا فرق
۳۵۱	انسان کی ہدایت کا کام انسان ہی کر سکتا ہے	۳۲۶	میان روی
۳۵۱	چند شبہوں کا جواب	۳۳۰	دختر کشی اور عام انسانی قتل
۳۵۱	کٹ جتی سے فرمائشی معجزات قطعاً کارآمد نہیں ہوتے	۳۳۱	بلا تحقیق عملدرآمد نہیں کرنا چاہئے
۳۵۱	کفار کی فرمائشیں راستبازی کی نیت سے نہیں تھیں	۳۳۱	دلیل اتماعی سے اشارت توحید
۳۵۲	حقیقی معنی بننے کی صورت میں مجاز اختیار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں	۳۳۱	کائنات کی ہر چیز تسبیح کرتی ہے
۳۵۲	دفع تعارض	۳۳۲	کائنات ہستی سر تا سر حسن و جمال ہے
۳۵۲	آخروی زندگی کی دلیل	۳۳۲	ایک شبہ کا جواب
۳۵۲	رحمت سے مراد نبوت بھی ہو سکتی ہے	۳۳۲	آیت وحدیث میں تعارض کے شبہ کا جواب
۳۵۹	حدیث ترمذی سے آیت کا بظاہر تعارض	۳۳۳	ابتدائی زندگی سے آخروی زندگی پر استدلال
۳۵۹	سجدہ میں گرنے سے کیا مراد ہے	۳۳۸	نرم کلامی موثر ہوتی ہے
۳۵۹	دنیا میں بہت سے اختلاف محض لفظی جنگ کی حیثیت رکھتے ہیں	۳۳۸	نخت کلامی کا نقصان
۳۵۹	اللہ اور رحمن کا مصداق ایک ہی ہے	۳۳۹	مصلح صرف داعی ہوتا ہے نہ کہ ذمہ دار
۳۶۰	جہری نماز میں زیادہ زور سے نہ پڑھنے کی دو مصلحتیں	۳۳۹	مشیت اور قانون الہی
		۳۳۹	واقعہ معراج اور زقوم درخت کے فتنہ ہونے کا مطلب
		۳۴۰	شرف انسانی

سُورَةُ الْاِسْرَاءِ

سُورَةُ الْاِسْرَاءِ مَكِّيَّةٌ اِلَّا وَاِنْ كَادُوا لَيَفْتِنُوْكَ اٰلِيَتِ السَّمٰوٰتِ مِاۤئَةً

وَعَشْرَ اٰیٰتٍ اَوْ اِحْدٰی عَشْرَةَ اٰیَةً

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿۱﴾

سُبْحَنَ تَنْزِيۡهِ الَّذِیْ اَسْرٰی بَعْدَہٗ مُحَمَّدًا لَّیْلًا نَّصَبَ عَلَی الظَّرْفِ وَالْاِسْرَاءِ سَیْرُ اللَّیْلِ وَفَائِدَةُ ذِکْرِہِ
اِلْاِشَارَةُ بِتَنْکِیْرِہِ اِلَی تَقْلِیْلِ مُدَّتِہٖ مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِیْ مَكَّةَ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا بَیْتِ الْمَقْدِسِ
لِبَعْدِہٖ مِنْہُ الَّذِیْ بَرَكْنَا حَوْلَہٗ بِالْثَمَارِ وَالْاَنْهَارِ لِنُریۡہِ مِنْ اٰیَتِنَا عَجَابٍ قُدْرَتِنَا اِنَّہٗ هُوَ السَّمِیْعُ
الْبَصِیْرُ ﴿۱﴾ اِی الْعَالَمُ بِاَقْوَالِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وَاَفْعَالِہٖ فَاَنْعَمَ عَلَیہٗ بِالْاِسْرَاءِ الْمُشْتَمِلِ عَلَی
اجْتِمَاعِہٖ بِالْاَنْبِیَاءِ وَغُرُوْجِہٖ اِلَی السَّمَاءِ وَرُؤِیۡتِہٖ عَجَابِ الْمَلٰٓئِکَوتِ وَمُنَاجَاۡتِہٖ تَعَالٰی فَاِنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
وَسَلَّمْ قَالَ اُوْتِیْتُ بِالْبَرَقِ وَهُوَ دَابَّةٌ اَبَیضٌ فَوْقَ الْحِمَارِ وَذُوۡنَ الْبَغْلِ یَضَعُ حَافِرَہٗ عِنْدَ مُنْتَهٰی طَرَفِہٖ فَرُکِبَتُہٗ
فَسَارِبٰی حَتّٰی اُتِیْتُ بَیْتَ الْمَقْدِسِ فَرَبَطْتُ الدَّابَّةَ بِالْحَلَقَةِ الَّتِیْ یُرْبِطُ فِیْہَا الْاَنْبِیَاءُ ثُمَّ دَخَلْتُ فَصَلَّیْتُ فِیْہِ
رُكْعَتَیْنِ ثُمَّ خَرَجْتُ فَجَآءَ نَبِیُّ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ بِاَنَاءٍ مِّنْ حَمْرٍ وَّاَنَاءٍ مِّنْ لَّبَنٍ فَاخْتَرْتُ اللَّبَنَ قَالَ جِبْرِیْلُ
اَصْبَتَ الْفِطْرَةَ قَالَ ثُمَّ عَرَجَ بِیْ اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِیْلُ قِیْلَ لَہٗ مَنْ اَنْتَ فَقَالَ جِبْرِیْلُ قِیْلَ وَمَنْ
مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِیْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَیْہِ قَالَ قَدْ اُرْسِلَ اِلَیْہِ فَفُتِحَ لَنَا فَاِذَا اِنَّا بِاَدَمَ فَرَحَّبَ بِیْ وَدَعَاۤیِیْ بِخَیْرِ ثُمَّ
عَرَجَ بِنَا اِلَی السَّمَاءِ الثَّانِیَةِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِیْلُ فَقِیْلَ مَنْ اَنْتَ فَقَالَ جِبْرِیْلُ قِیْلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِیْلَ
وَقَدْ بُعِثَ اِلَیْہِ قَالَ قَدْ بُعِثَ اِلَیْہِ فَفُتِحَ لَنَا فَاِذَا اِنَّا بِاَبْنٰی الْحَالَةِ یَحٰی وَعِیْسٰی فَرَحَّبَا بِیْ وَدَعَوَاۤیِیْ بِخَیْرِ ثُمَّ
عَرَجَ بِنَا اِلَی السَّمَاءِ الثَّلَاثَةِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِیْلُ فَقِیْلَ مَنْ اَنْتَ قَالَ جِبْرِیْلُ قِیْلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِیْلَ
وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَیْہِ قَالَ قَدْ اُرْسِلَ اِلَیْہِ فَفُتِحَ لَنَا فَاِذَا اِنَّا بِیُوسُفَ وَاِذَا هُوَ قَدْ اُعْطِیَ شَطْرَ الْحُسَنِ فَرَحَّبَ بِیْ

وَدَعَا إِلَىٰ بَحِيرٍ ثُمَّ عَرَجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ الرَّابِعَةِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِئِيلُ فَقِيلَ مَنْ أَنْتَ قَالَ جِبْرِئِيلُ فَقِيلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ فَقِيلَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ قَالَ قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ فَفُتِحَ لَنَا فَإِذَا أَنَا بِأَدْرِيسَ فَرَحَبَ بِي وَدَعَا إِلَىٰ بَحِيرٍ ثُمَّ عَرَجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ الْخَامِسَةِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِئِيلُ فَقِيلَ مَنْ أَنْتَ فَقَالَ جِبْرِئِيلُ فَقِيلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ فَقِيلَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ قَالَ قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ فَفُتِحَ لَنَا فَإِذَا أَنَا بِهَارُونَ فَرَحَبَ بِي وَدَعَا إِلَىٰ بَحِيرٍ ثُمَّ عَرَجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ السَّادِسَةِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِئِيلُ فَقِيلَ مَنْ أَنْتَ قَالَ جِبْرِئِيلُ قِيلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيلَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ قَالَ قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ فَفُتِحَ لَنَا فَإِذَا أَنَا بِمُوسَىٰ فَرَحَبَ بِي وَدَعَا إِلَىٰ بَحِيرٍ ثُمَّ عَرَجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِئِيلُ فَقِيلَ مَنْ أَنْتَ قَالَ جِبْرِئِيلُ فَقِيلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيلَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ قَالَ قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ فَفُتِحَ لَنَا فَإِذَا أَنَا بِإِبْرَاهِيمَ فَإِذَا هُوَ مُسْتَنِدٌّ إِلَى الْبَيْتِ الْمَعْمُورِ وَإِذَا هُوَ يَدْخُلُهُ كُلُّ يَوْمٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ ثُمَّ لَا يَعُودُونَ إِلَيْهِ ثُمَّ ذَهَبَ بِي إِلَى سِدْرَةِ الْمُنتَهَىٰ فَإِذَا وَرَقُهَا كَأَذَانِ الْفِيلَةِ وَإِذَا ثَمَرُهَا كَالْقِلَافِ فَلَمَّا غَشَّهَا مِنْ أَمْرِ اللَّهِ مَا غَشَّهَا تَغَيَّرَتْ فَمَا أَحَدٌ مِنْ خَلْقِ اللَّهِ يَسْتَطِيعُ أَنْ يَصِفَهَا مِنْ حُسْنِهَا قَالَ فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ مَا أَوْحَىٰ وَفَرَضَ عَلَىٰ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ خَمْسِينَ صَلَاةً فَنَزَلَتْ حَتَّىٰ انْتَهَيْتُ إِلَىٰ مُوسَىٰ فَقَالَ مَا فَرَضَ رَبُّكَ عَلَىٰ أُمَّتِكَ قُلْتُ خَمْسِينَ صَلَاةً كُلَّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ قَالَ ارْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ فَسَلِّهُ التَّخْفِيفَ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيقُ ذَلِكَ وَإِنِّي قَدْ بَلَوْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَخَبَرْتُهُمْ قَالَ فَرَجَعْتُ إِلَىٰ رَبِّي فَقُلْتُ أَيُّ رَبِّ خَفِيفٌ عَنْ أُمَّتِي فَحَطَّ عَنِّي خَمْسًا فَرَجَعْتُ إِلَىٰ مُوسَىٰ قَالَ مَا فَعَلْتَ قُلْتُ قَدْ حَطَّ عَنِّي خَمْسًا قَالَ إِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيقُ ذَلِكَ فَارْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ فَسَلِّهُ التَّخْفِيفَ لِأُمَّتِكَ قَالَ فَلَمْ أَزَلْ أَرْجِعُ بَيْنَ رَبِّي وَبَيْنَ مُوسَىٰ وَيَحْطُّ عَنِّي خَمْسًا خَمْسًا حَتَّىٰ قَالَ يَا مُحَمَّدُ هِيَ خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ بِكُلِّ صَلَاةٍ عَشْرُ فَتِلْكَ خَمْسُونَ صَلَاةً وَمَنْ هُمْ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَتْ لَهُ حَسَنَةٌ فَإِنْ عَمَلَهَا كَتَبَتْ لَهُ عَشْرًا وَمَنْ هُمْ بِسَيِّئَةٍ وَلَمْ يَعْمَلْهَا لَمْ تُكْتَبْ فَإِنْ عَمَلَهَا كَتَبَتْ سَيِّئَةً وَاحِدَةً فَنَزَلَتْ حَتَّىٰ انْتَهَيْتُ إِلَىٰ مُوسَىٰ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ ارْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ لِأُمَّتِكَ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيقُ ذَلِكَ فَقُلْتُ قَدْ رَجَعْتُ إِلَىٰ رَبِّي حَتَّىٰ اسْتَحْيَيْتُ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ وَرَوَى الْحَاكِمُ فِي الْمُسْتَدْرِكِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ قَالَ نَعَالِي وَآتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ التَّوْرَةَ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِبَنِي إِسْرَائِيلَ لِي لَا تَتَّخِذُوا مِنْ دُونِي وَكِيلًا ﴿۲﴾ يَفُوضُونَ إِلَيْهِ أَمْرَهُمْ وَفِي قِرَاءَةِ تَتَّخِذُوا بِالْفَوْقَانِيَةِ التَّفَاتَا فَإِنْ زَائِدَةٌ

وَالْقَوْلُ مُضْمَرٌ يَا ذَرِيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ فِي السَّفِينَةِ إِنَّهُ كَانَ عَبْدًا شَكُورًا ﴿۳﴾ كَثِيرُ الشُّكْرِ لَنَا حَامِدًا فِي جَمِيعِ أَحْوَالِهِ وَقَضِينَا أَوْحِينَا إِلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ فِي الْكِتَابِ التَّوْرَةَ لَتُفْسِدَنَّ فِي الْأَرْضِ أَرْضَ الشَّامِ بِالْمَعَاصِي مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوقًا كَبِيرًا ﴿۴﴾ تَبْعُونَ بَغْيًا عَظِيمًا فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ أُولَهُمَا أُولَى مَرَّتِي الْفَسَادِ بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَنَا أُولَى بَأْسٍ شَدِيدٍ اصْحَابِ قُوَّةٍ فِي الْحَرْبِ وَالْبَطْشِ فَجَاسُوا تَرَدَّدُوا وَالطَّلَبُكُمْ خِلَلَ الدِّيَارِ وَسَطَ دِيَارِكُمْ لِيَقْتُلُوكُمْ وَيَسْبُوكُمْ وَكَانَ وَعْدًا مَفْعُولًا ﴿۵﴾ وَقَدْ أَفْسَدُوا الْأُولَى بِقَتْلِ زَكْرِيَّا فَبَعَثَ عَلَيْهِمْ جَالُوتَ وَجُنُودَهُ فَقَتَلُوهُمْ وَسَبُّوا أَوْلَادَهُمْ وَخَرَبُوا بَيْتَ الْمَقْدِسِ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمْ الْكُرَّةَ الدَّوْلَةَ وَالْغَلْبَةَ عَلَيْهِمْ بَعْدَ مِائَةِ سَنَةٍ بِقَتْلِ جَالُوتَ وَآمَدَدْنَكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَجَعَلْنَاكُمْ أَكْثَرَ نَفِيرًا ﴿۶﴾ عَشِيرَةٌ وَقُلْنَا إِنْ أَحْسَنْتُمْ بِالطَّاعَةِ أَحْسَنْتُمْ لِنَفْسِكُمْ لِأَنَّ ثَوَابَهُ لَهَا وَإِنْ آسَأْتُمْ بِالْفَسَادِ فَلَهَا آسَاءُ تُكُمْ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْمَرَّةِ الْآخِرَةِ بَعَثْنَا لَهُمْ لَيْسُوًّا أَوْجُوهَكُمْ يَحْرَبُوكُمْ بِالْقَتْلِ وَالسَّبِي حُزْنَا يَظْهَرُ فِي وَجُوهِكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَيُخْرِبُوهُ كَمَا دَخَلُوهُ وَخَرَبُوهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَلِيَتَّبِعُوا يَهْلِكُوا مَا عَلَلُوا غَلَبُوا عَلَيْهِ تَتَبِيرًا ﴿۷﴾ أَهْلَاكًا وَقَدْ أَفْسَدُوا ثَانِيًا بِقَتْلِ يَحْيَى فَبَعَثَ عَلَيْهِمْ بُحْتَ نَصْرَ فَقَتَلَ مِنْهُمْ الْوُفَاوَ سَبَى ذُرِّيَّتَهُمْ وَخَرَبَ بَيْتَ الْمَقْدِسِ وَقُلْنَا فِي الْكِتَابِ عَسَى رَبُّكُمْ أَنْ يَرْحَمَكُم بَعْدَ الْمَرَّةِ الثَّانِيَةِ إِنْ تَبُتُمْ وَإِنْ عُدْتُمْ إِلَى الْفَسَادِ عُدْنَا إِلَى الْعُقُوبَةِ وَقَدْ عَادُوا بِتَكْذِيبِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّطَ عَلَيْهِمْ بِقَتْلِ قُرَيْظَةَ وَنَفَى النَّضِيرِ وَضَرْبِ الْجَزِيَةِ عَلَيْهِمْ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ حَصِيرًا ﴿۸﴾ مَحْبَسًا وَسِجْنًا إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي آتَى لِلطَّرِيقَةِ الَّتِي هِيَ أَقْوَمُ أَعْدَلُ وَأَصَوَّبُ وَيُشِيرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا ﴿۹﴾ وَ يُخَبِّرُ أَنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿۱۰﴾ مُؤْلَمًا هُوَ النَّارُ

ترجمہ: سورہ اسراء کی ہے۔ بزوان کا دو الیفتونک آٹھ آیتوں کے۔ اس میں کل ۱۰ آیات ہیں۔

بسم الله الرحمن الرحيم

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ (محمدؐ) کو راتوں رات (لفظ لیلۃ ظرف کی وجہ سے منصوب ہے اور اسراء کہتے ہیں رات کے چلنے کو، اور اس کے ذکر کرنے کا فائدہ، اس کے تکرر ہونے سے مدت کی کمی کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ مسجد حرام (مکہ معظمہ) سے مسجد اقصیٰ تک (مراد بیت المقدس ہے کیونکہ وہ مسجد حرام سے بہت دور ہے) سیر کرائی جس کے گرد اگر وہم نے بڑی ہی برکتیں دے رکھی ہیں (پھلوں اور نہروں کے ذریعہ) تاکہ ہم انہیں اپنی نشانیاں (عجائبات قدرت) دکھلا دیں۔ بلاشبہ وہی ذات ہے جو بڑی سننے والی بڑی دیکھنے والی ہے (یعنی نبی کریم ﷺ کے افعال و اقوال کو جاننے والی ہے۔ چنانچہ آنحضرتؐ پر واقعہ اسراء کا انعام فرمایا ہے جس میں انبیاء

علیہم السلام کی اجتماعی ملاقات بھی ہوئی اور آنحضرتؐ کا آسمانوں پر تشریف لے جانا بھی ہوا اور عالم ملکوت کے عجائبات بھی دیکھے اور حق تعالیٰ سے مناجات بھی ہوئی ارشاد نبویؐ ہے کہ میرے پاس ایک سفید براق لایا گیا جو کہ گدھے سے بڑا اور نچر سے چھوٹا تھا۔ جس کا ایک قدم حدنگاہ تک جاتا تھا۔ چنانچہ مجھے اس پر سوار کیا گیا اور مجھے بیت المقدس لے جایا گیا وہاں میں نے اپنی سواری کو اس حلقہ سے باندھ دیا۔ جس پر انبیاءؑ اپنی سواریوں کو باندھا کرتے تھے اس کے بعد میں بیت المقدس میں داخل ہوا اور دو گانہ ادا کیا، پھر باہر آیا تو جبریلؑ نے دو برتنوں میں شراب اور دودھ پیش کیے۔ میں نے دودھ پسند کیا تو جبریلؑ کہنے لگے، تم نے صحیح فطرت اختیار کی۔ فرمایا کہ مجھے پھر آسمان دنیا پر لے گئے اور جبریلؑ نے آسمان کا دروازہ کھلوانا چاہا تو ان سے پوچھا گیا تم کون ہو؟ انہوں نے کہا جبریلؑ پوچھا گیا تمہارے ساتھ اور کون ہے؟ کہا کہ محمدؐ ہیں۔ دریافت کیا کہ تمہیں ان کے پاس بھیجا گیا تھا؟ جواب ملا، ہاں! بھیجا گیا تھا۔ دروازہ کھولا گیا تو حضرت آدمؑ سے نیاز حاصل ہوا انہوں نے مرحبا کہا اور مجھے دعائے خیر دی۔ پھر مجھے دوسرے آسمان پر لے جایا گیا وہاں بھی جبریلؑ نے دروازہ کھلوانا چاہا تو اسی طرح پوچھا گیا تم کون ہو؟ کہا کہ جبریلؑ۔ پوچھا گیا آپ کے ساتھ اور کون ہے؟ جواب دیا کہ محمدؐ ہے پوچھا گیا کہ تمہیں ان کے پاس بھیجا گیا تھا کہا ہاں! چنانچہ دروازہ کھولا گیا۔ تو دونوں خالہ زاد بھائی عیسیٰؑ اور یحییٰؑ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے بھی خوش آمدید کہا اور مجھے دعائے خیر دی۔ پھر مجھے تیسرے آسمان پر لے جایا گیا چنانچہ وہاں بھی جبریلؑ نے دروازہ کھلوانا چاہا تو پوچھا گیا کہ تم کون ہو؟ جواب دیا گیا کہ جبریلؑ۔ دریافت ہوا کہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا گیا کہ محمدؐ ہیں۔ پوچھا گیا کہ تم ان کے پاس بھیجے گئے تھے؟ بتلایا کہ ہاں! بھیجا گیا تھا۔ چنانچہ دروازہ کھلا تو یوسفؑ سے ملاقات ہوئی۔ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ انہیں تو ساری دنیا کے حسن کا ایک حصہ ملا ہے۔ انہوں نے بھی خوش آمدید کہا اور دعائے خیر دی۔ پھر چوتھے آسمان پر مجھے لے جایا گیا اور جبریلؑ نے دروازہ کھلوانا چاہا تو پوچھا گیا کہ تم کون ہو؟ کہا کہ میں جبریلؑ ہوں سوال کیا گیا کہ تمہارے ساتھ اور کون ہے؟ جواب دیا کہ محمدؐ ہیں۔ پوچھا گیا کہ تمہیں ان کے پاس بھیجا گیا تھا؟ کہا ہاں! چنانچہ دروازہ کھول دیا گیا تو ادریسؑ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے بھی خوش آمدید کہی اور دعائے خیر دی۔ اس کے بعد پانچویں آسمان پر لے جایا گیا۔ جبریلؑ نے دروازہ کھلوا یا، پوچھا گیا کہ کون ہے؟ جواب ملا کہ میں جبریلؑ ہوں۔ پھر پوچھا گیا کہ تمہارے ساتھ اور کون ہے؟ جواب دیا گیا کہ محمدؐ ہیں۔ پوچھا گیا کہ تمہیں ان کے پاس بھیجا گیا تھا؟ کہا ہاں! چنانچہ دروازہ کھلا اور ابراہیمؑ سے شرف ملاقات حاصل ہوا۔ وہ بیت المعمور پر ٹیک لگائے بیٹھے تھے جہاں روزانہ ستر ہزار فرشتے حاضری دیتے ہیں جنہیں دوبارہ حاضری دینے کی نوبت نہیں آتی ہے۔ زان بعد مجھے سدرۃ المنتہیٰ کی طرف لے جایا گیا۔ اس بیری کے پتے ہاتھی کے کان کی طرح اور اس کے پھل مشکوں کے برابر تھے۔ پیغامات الہی جب اس مقام پر چھا گئے تو جو کیفیت اس کی خوبصورتی کی ہوئی وہ ناقابل بیان ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے کہ پھر جو کچھ بھی وحی آئی تھی وہ مجھ پر آئی اور روزانہ کیلئے پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔ غرضیکہ واپسی پر جب موسیٰؑ سے ملاقات ہوئی، تو انہوں نے پوچھا پروردگار نے تمہاری امت کے لئے کیا حکم دیا ہے؟ میں نے کہا روزانہ پچاس نمازیں فرض ہوئی ہیں۔ بولے کہ اپنے رب کے پاس واپس جاؤ اور اس میں کمی کی درخواست کرو کہ تمہاری امت یہ حکم بجا نہیں لاسکتی کیونکہ میں نے بنی اسرائیل کو خوب آزمایا ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے کہ حق تعالیٰ کی دربار میں پھر حاضر ہوا اور عرض گزار ہوا کہ اے پروردگار میری امت پر کچھ تخفیف فرما؟ چنانچہ پانچ نمازیں کم کر دی گئیں لیکن جب موسیٰؑ کے پاس آیا، انہوں نے پوچھا کیا ہوا؟ میں نے کہا کہ پانچ نمازیں کم ہو گئیں انہوں نے مشورہ دیا کہ تمہاری امت اس پر بھی عمل نہیں کر سکتی جاؤ اور جا کر اس

میں کمی کراؤ آنحضرت فرماتے ہیں کہ میں اسی طرح برابر موسیٰ اور اپنے رب کے پاس آتا جاتا رہا اور پانچ نمازیں کم کراتا رہا۔ حتیٰ کہ حکم الہی ہو گیا کہ اے محمد! روزانہ کی یہ پانچ نمازیں ہیں۔ ہر نماز کا ثواب دس نمازوں کے برابر ہوگا اور اس طرح پچاس نمازیں ہو جائیں گی نیز جو شخص کسی کام کا ارادہ کرے گا مگر اس کام کو کسی وجہ سے کر نہیں سکے گا تو اس کے لئے ایک نیکی لکھوں گا اگر اس کام کو کر لے گا تو اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔ لیکن اگر کوئی کسی بڑے کام کا ارادہ کرے مگر اس بڑے کام کو نہ کر سکا تو کچھ نہیں لکھا جائے گا البتہ جب وہ بڑا کام کر لے گا تو صرف ایک برائی لکھی جائے گی۔ غرض یہ کہ اس کے بعد میں موسیٰ کے پاس آیا اور صورت حال کی اطلاع دی۔ انہوں نے پھر کہا جاؤ اپنی امت کے لئے مزید تخفیف کی درخواست کرو کیونکہ تمہاری امت اتنی طاقت نہیں رکھتی۔ میں نے جواب دیا کہ میں اپنے پروردگار کے پاس جا چکا ہوں اب مجھے حیا آتی ہے۔ یہ روایت بخاری و مسلم کی ہے۔ البتہ اس کے الفاظ مسلم کے ہیں اور حاکم نے مستدرک میں ابن عباسؓ کی روایت نقل کی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے حق تعالیٰ کی تجلی دیکھی تھی۔ ارشاد ربانی ہے۔ اور ہم نے موسیٰ کو کتاب (تورات) دی اور اسے بنی اسرائیل کے لئے ہدایت کا ذریعہ ٹھہرایا (تاکہ) تم میرے سوا اور کسی کو اپنا کارساز نہ بنالو (جس کی طرف اپنے کام سپرد کرو اور ایک قرأت میں لفظ تتخذ تا کے ساتھ ہے۔ صفت التفات ہوگی اور ان زائد ہوگا اور لفظ قول مقدر مانا جائے گا،) ان لوگوں کی نسل جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ (کشتی میں) سوار کیا تھا۔ بلاشبہ نوح ایک شکر گزار بندہ تھا (ہمارا بڑا شکر گزار ہر حال میں ہماری حمد کرنے والا) اور ہم نے خبر دی تھی (یہ بات بتلا دی تھی) بنی اسرائیل کو ان کی کتاب (تورات) میں کہ تم ضرور سرزمین میں (شام میں گناہ کر کے) دو مرتبہ خرابی پھیلاؤ گے اور حد درجہ کی سرکشی کرو گے (بڑا زور باندھو گے) پھر جب ان دنوں میں پہلی بار آئے گی (پہلا فساد آئے گا) ہم تم پر اپنے ایسے بندے مسلط کر دیں گے، جو بڑے جنگجو ہوں گے (لڑنے اور پکڑنے دھکڑنے میں بڑے طاقتور ہوں گے) پھر وہ (قتل و قید کرنے کے لئے) گھس پڑیں گے (تمہیں ڈھونڈتے پھریں گے) تمہارے گھروں میں، اور اللہ کا وعدہ تو اسی لئے تھا کہ پورا ہو کر رہے۔ (چنانچہ پہلا فساد تو حضرت زکریا کے قتل کرنے پر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر جالوت بادشاہ اور اس کے لشکر کو مسلط کر دیا، انہوں نے سب کو تہ تیغ کر کے ان کی اولاد کو قید کر دیا اور بیت المقدس کو برباد کر ڈالا) پھر ہم ان پر تمہارا غلبہ کر دیں گے (جالوت کے واقعہ قتال کے سو سال بعد) اور مال و دولت اور اولاد کی کثرت سے ہم تمہاری امداد کریں گے اور تمہیں بڑے جتنے والا (گروہ بند) بنادیں گے (اور ہم نے یہ بھی کہہ دیا تھا۔ کہ) اگر تم اچھے کام (اطاعت) کرتے رہے تو اپنے ہی نفع کے لئے کرو گے (کیونکہ اس کا ثواب تمہیں ہی ملے گا) اور اگر بُرے کام (فساد) کرو گے تو بھی اپنے لئے کرو گے (اس کا تمہیں ہی نقصان ہوگا) پھر جب دوسرے وعدہ کا وقت آئے گا (تو ہم پھر انہیں مسلط کر دیں گے کہ) وہ تمہارے منہ بگاڑ دیں گے (قتل اور گرفتار کر کے تمہیں اس درجہ غمگین کر دیں گے کہ غم کا اثر تمہارے چہروں پر نمایاں ہو جائے گا) اور اسی طرح یہ لوگ مسجد (بیت المقدس) میں داخل ہو کر (اسے برباد کر ڈالیں گے) جس طرح پہلی مرتبہ یہ حملہ آور گھسے (اور اسے خراب کر چکے) اور جس چیز پر ان کا زور (بس) چلا اسے تھوڑ پھوڑ کر برباد کر ڈالا (چنانچہ دوسری دفعہ حضرت یحییٰ کو شہید کر کے فساد برپا کر دیا۔ اللہ نے ان پر بخت نصر کو مسلط فرما دیا۔ جس نے ہزاروں آدمی مار ڈالے اور ان کی نسل کو قید کر ڈالا اور بیت المقدس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ ہم نے کتاب تورات میں یہ بھی لکھ دیا تھا کہ) عجب نہیں تمہارا پروردگار تم پر رحم فرمائے (اس دوسری دفعہ کے بعد بشرطیکہ تم توبہ کر لو) لیکن اگر پھر تم (سرکشی اور فساد) کی طرف لوٹے تو ہم بھی پھر وہی کریں گے (یعنی سزا وہی)۔ چنانچہ آنحضرتؐ کو جھٹلانے کا انہوں نے پھر ارتکاب کیا تو اللہ نے بھی ان پر قریظ کی جنگ اور بنو نضیر کی جلا وطنی اور جزیہ کی وبا مسلط کر دی) اور ہم نے کافروں کے لئے جہنم کا قید خانہ (جیل خانہ) تیار کر رکھا ہے۔ بلاشبہ یہ قرآن (اس راستہ کی طرف) راہنمائی کرتا ہے جو سب سے سیدھا (درمیانہ اور ٹھیک) راستہ ہے اور ایمان والوں کو جو نیک کام کرتے ہیں بشارت دیتا ہے کہ انہیں بہت بڑا اجر ملنے والا ہے اور (قرآن بھی یہ کہتا ہے کہ) جو لوگ آخرت کا یقین نہیں رکھتے ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے (جو تکلیف دہ ہے یعنی جہنم کی آگ)

تحقیق و ترکیب:..... سُبْحَنَ یہ اسم مصدر بھی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے سُبْحَتِ اللہ تَسْبِيحًا و سُبْحَانًا اس میں تَسْبِيح مصدر ہے اور سُبْحَان اسم مصدر ہے کفوران کی طرح۔ دوسری صورت یہ ہے کہ غفران کے وزن پر مصدر ہو۔ تیسری صورت یہ ہے کہ عثمان کے وزن پر علم مصدر ہو۔ اخیر کی دونوں صورتوں پر کچھ نہ کچھ اشکال رہے گا۔ تو اس کا ازالہ اس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ مصدر لینے کی صورت میں سُبْحِ اللہ سُبْحَانَا کہا جائے یا سُبْحَتِ اللہ سُبْحَانَا کہا جائے۔ کیونکہ معمول اور عامل کا ایک باب سے ہونا ضروری نہیں ہے اور علم مصدر لینے کی صورت میں بھی کچھ حرج نہیں۔ کیونکہ علم وصفی ہے اور لا علم لا یصاف کا قاعدہ علم ذاتی کے لئے ہے نہ کہ علم وصفی کے لئے۔ چونکہ آنحضرتؐ کو آسمانوں پر لے جانا عجیب و غریب تھا اور یہ جانا جس براق پر ہوا اس کی برق رفتاری عجیب تھی اس لئے لفظ سُبْحَان سے شروع کرنا مناسب ہوا۔ اسری مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے جانے کو اسراء کہتے ہیں اور آگے آسمانوں پر جانے کو معراج کہتے ہیں۔ لیکن کبھی یہ دونوں لفظ مجموعی سفر پر بھی بول دیئے جاتے ہیں اور اسراء اگرچہ رات کے چلنے کو کہتے ہیں لیکن لیلا بڑھانے سے رات کا بعض حصہ مراد ہو گیا۔ جس سے اللہ کی قدرت معلوم ہوتی ہے کہ اتنے ذرا سے وقت میں اتنا بڑا دور دراز کا سفر طے کرادیا۔ جرجانی، سیبویہ اور ابن مالک نے تصریح کی ہے کہ لیل و نہار اگر معرفہ ذکر کئے جائیں تو عموم کے ساتھ ظرفیت کے معنی ہوں گے۔ لیکن اگر یہ دونوں نکرہ ہوں تو پھر عموم و استغراق نہیں ہوگا۔ پس یہاں لیلا نکرہ آنے سے معلوم ہوا کہ ساری رات مراد نہیں بلکہ بعض حصہ مراد ہے۔ بعدہ ایہام الوہیت سے بچانے کے لئے عبد کا لفظ استعمال کیا ہے تاکہ حضرت عیسیٰ کی طرح لوگ رسالت سے الوہیت پر نہ پہنچا دیں۔ اس سے مقام عبدیت کا شرف ظاہر ہوتا ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ عبدیت، رسالت سے افضل ہوتی ہے۔ کیونکہ عبدیت میں مخلوق سے حق کی طرف پھرنا ہوتا ہے پس یہ مقام جمع ہے اور رسالت میں حق سے خلق کی طرف آنا ہوتا ہے اور یہ مقام فرق ہے۔ نیز بندگی میں اپنے سب کام اللہ کے حوالے کرنے ہوتے ہیں اور رسالت میں امت کے کاموں کا تکفل کرنا ہوتا ہے اور دونوں میں جو کچھ فرق ہے وہ ظاہر ہے۔ شیخ اکبرؒ فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرتؐ کو چونتیس مرتبہ معراج ہوئی ہے لیکن صرف ایک دفعہ جسمانی معراج ہوئی اور باقی سب معراجیں روحانی ہوئی ہیں اور اس میں اختلاف ہے کہ جسمانی معراج کا واقعہ کب پیش آیا۔ بعض کے نزدیک ربیع الاول اور بعض کے نزدیک ربیع الثانی میں اور بعض کے نزدیک رمضان یا شوال میں پیش آیا مگر صحیح یہ ہے کہ ستائیس رجب کو ہجرت سے کچھ پہلے یہ واقعہ پیش آیا۔ غرض یہ کہ یہاں لفظ عبد لانے میں کئی فائدے مد نظر ہیں۔ ایک تو آنحضرتؐ کے تقرب اور مقبولیت کو ظاہر کرنا ہے۔ دوسرے یہ کہ کہیں اس عجیب و غریب معجزہ کو دیکھ کر آپؐ کی الوہیت کا کوئی شبہ نہ کرنے لگے۔ تیسرے یہ کہ اس لفظ سے ظاہری طور پر معلوم ہوتا ہے، کہ آنحضرتؐ کو روح و جسم کے ساتھ معراج ہوئی ہے۔ چنانچہ جساء بنی عبدالفلان کے معنی یہ نہیں کہ فلاں شخص کی صرف روح آئی۔ بلکہ جسمانی آنا مراد ہوتا ہے۔ من المسجد الحرام۔ بعض روایتوں سے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کی معراج کی ابتداء حطیم سے ہوئی تھی۔ اور بعض میں ہے کہ ام ہانیؓ کے گھر سے شروع ہوئی تھی اور یہاں آیت میں مسجد حرام سے شروع ہونا معلوم ہو رہا ہے پس بظاہر یہ تعارض ہے۔ لیکن کہا جائے گا کہ مسجد حرام جس طرح متعارف معنی میں استعمال ہوتا ہے اسی طرح مطلق حرم پر بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے۔ پس اس صورت میں سب باتوں میں تطبیق ہو جائے گی۔ کیونکہ ام ہانیؓ بنت ابی طالب کا مکان حرم ہی میں تھا پس آپؐ اول وہاں سے حطیم میں تشریف لائے ہوں گے اور پھر وہاں سے روانگی ہوئی ہوگی۔ جلال محقق نے (امی مکہ) کہہ کر اس تطبیق کی طرف اشارہ کیا ہے المسجد الاقصیٰ۔ مسجد حرام کے بعد سب سے پہلے زمین میں مسجد اقصیٰ ہی بنائی گئی ہے اسی کے معنی دور کے ہیں یہ مسجد بھی بیت اللہ اور مکہ سے بہت دور تھی۔ اس لئے مسجد اقصیٰ نام ہوا لیکن مسجد اقصیٰ سے مراد اس کی عمارت نہیں بلکہ اس کی سرزمین مراد ہے کہ اصل مسجد زمین ہی ہوتی ہے نہ کہ عمارت۔ پس اب یہ تاریخی شبہ نہیں ہو سکتا کہ حضرت عیسیٰؑ اور آنحضرتؐ کے درمیانی زمانہ میں

مسجد قصیٰ پامال رہی اور عمارت منہدم ہو گئی تھی پھر کیسے کہا گیا کہ آپؐ کو مسجد قصیٰ لے جایا گیا؟ کیونکہ ظاہر ہے کہ مسجد قصیٰ کی سر زمین مراد ہے اور وہ باقی تھی البتہ یہ شبہ کہ روایتوں میں آتا ہے کہ کفار نے امتحاناً آپؐ سے وہاں کی عمارتوں کے بارے میں کچھ سوالات کئے۔ جس کی وجہ سے آپؐ کو کچھ فکر و تردد ہوا۔ لیکن کشفی طور پر جب آپؐ کو وہ حصہ دکھلادیا گیا تو آپؐ نے دیکھ دیکھ کر جوابات دیئے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت عمارتیں موجود تھیں ورنہ محض زمین کی کیفیت کے متعلق کوئی کیا پوچھتا؟ اور آپؐ کو جواب میں فکر کی کیا ضرورت تھی؟ تو جواب دیا جائے گا کہ اول تو منہدم اور شکستہ عمارت اور محض زمین کے حدود اور محل وقوع کے اعتبار سے بھی سوال ممکن ہے۔ دوسرے اس زمین کے آس پاس جو لوگوں نے بیت المقدس کے لئے نام نہاد طریقہ پر کچھ عمارتیں بنا ڈالی تھیں ان سے بھی سوال ممکن ہے باقی مسجد قصیٰ میں لے جانا اس لئے ہوگا کہ آپؐ کا شرف تمام انبیاءؑ پر ظاہر ہو جائے کہ آپؐ کی اقتداء میں سب نے دو گناہ ادا کیا۔ جیسا کہ رات کو معراج کرانے میں آپؐ کے تخصّص کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ وہ وقت خلوت اور یکسوئی اور تقرب کا ہوتا ہے اور عالم بالا کے عجائبات کا مشاہدہ بغیر لیجائے ہوئے نہیں ہو سکتا تھا اس لئے رات کو لے جایا گیا اور وہ بھی سوار کر کے جس سے مقصود اکرام اور اظہار شان تھا الذی برکنہ حوالہ دونوں قسم کی برکتیں مراد ہیں دنیوی بھی کہ درخت، سبزی، پھل پھول، پانی کی نہریں وغیرہ وہاں بکثرت ہیں اور دینی برکتیں جیسے تمام انبیاءؑ کا قبلہ ہونا اور بہت سے انبیاءؑ کا رہنا اور دفن ہونا کہ یہ سب سے بڑی برکتیں ہیں۔ بعض اکابر کی تو یہاں تک رائے ہے کہ آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کا وہ اندرونی حصہ جس میں آپؐ کا جسم اطہر ہے وہ عرش سے بھی بڑھ کر افضل ہے۔ گو فضیلت جزئی ہی سہی، پس معلوم ہوا کہ جب مسجد قصیٰ کے آس پاس کی برکت کا حال یہ ہے تو خود مسجد قصیٰ کی برکت کا کیا ٹھکانہ ہوگا۔ اسی لئے فرمایا گیا ہے کہ مسجد قصیٰ میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کے برابر اور بیت اللہ میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔ لنریہ من ایئنا اس میں واقعہ معراج کی غرض و غایت کی طرف اشارہ ہے۔ آسمانی عجائبات چوں کہ زمین کے عجائبات سے بڑھے ہوئے ہیں اس لئے ان کو آیات کہا اور اس لفظ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپؐ مسجد قصیٰ سے اوپر بھی تشریف لے گئے اور بالا اجمال ذکر کرنے میں یہ نکتہ ہے کہ زیادہ عجیب و غریب ہونے کی وجہ سے ممکن ہے کوئی جلدی سے اس کا انکار کر دے اور نص قطعی کا انکار کرنا کفر ہے۔ اس لئے گویا تصریح نہ کرنے میں ضعیف الایمان لوگوں کی رعایت پیش نظر ہوئی اور من تبعیضیہ لانے میں اشارہ ہے کہ قدرت الہی کی تمام نشانیوں کا آپؐ مشاہدہ نہ فرما سکے بلکہ بعض نشانیاں ملاحظہ فرمائیں۔ چنانچہ صحاح کی روایت میں ہے اسمع صریف الاقلام جس سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے لوح محفوظ پر قلم چلنے کی آواز تو سنی مگر اس قلم کو دیکھا نہیں۔ رہا یہ شبہ کہ حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں تو فرمایا گیا، وكذلك نرى ابراهيم ملكوت السموات والارض اور آنحضرتؐ کے بارے میں لنریہ من ایئنا فرمایا جا رہا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیمؑ کو آنحضرتؐ سے زیادہ نشانیاں دکھائی گئیں تھیں؟ جواب یہ ہے کہ آسمان و زمین کی نشانیاں بھی تو اللہ کی کل نشانیاں نہیں تھیں پس جب دونوں کو بعض نشانیاں دکھلائیں تو ممکن ہے آنحضرتؐ کو بمقابلہ حضرت ابراہیمؑ کے بڑی بڑی نشانیاں دکھائی گئی ہوں۔ اس لئے حضرت ابراہیمؑ کا بڑھنا لازم نہیں آیا۔ انہ هو السميع البصير لفظ اسریٰ اور انہ میں اول و آخر غائب کی ضمیریں استعمال کیں اور درمیان میں بطور التفات کے ضمیر متکلم استعمال کی اس میں کلام میں تجدید و نشاط مقصود ہے اور آیات و برکات کے معائنہ کی عظمت پیش نظر ہے اور اسراء کے بعد قرب خداوندی کے زیادہ ہونے کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ کیونکہ قُرب کے وقت اصل متکلم کا صیغہ ہوتا ہے اور اللہ کی ان دونوں صفتوں یا تخصیص ذکر کرنے کا منشاء آنحضرتؐ کی تسلی و تشفی ہے کہ ہم آپؐ کے حال قال سے بھی واقف ہیں اور مخالفین کی طرف سے بھی بے خبر نہیں ہیں۔ اس لئے فکر کی کوئی بات نہیں ہے نیز یہ بھی بتلانا ہے کہ گو آنحضرتؐ نے عجائب و غرائب کا مشاہدہ فرمایا ہے مگر پھر بھی علم میں ہمارے برابر نہیں

ہونگے۔ کیونکہ ذاتی طور پر سمیع و بصیر ہم ہیں۔ ہم نے جتنی چیزیں آپ کو سنوادیں وہ آپ نے سن لیں اور جتنی باتیں آپ کو دکھلانی چاہیں وہ آپ نے دیکھ لیں۔ نیز آپ کا سننا اور دیکھنا محدود ہے۔ اور ہم مطلقاً سمیع و بصیر ہیں علی اجتماعہ۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کو مع اجسام و ارواح کے جمع فرما کر آپ کی اقتداء میں نماز پڑھوائی، تاکہ آپ کی مقتدا انت نمایاں ہو جائے۔ البراق۔ برق سے ماخوذ ہے۔ برق رفتاری کے اعتبار سے یا بریق سے ہے چمک دمک کے معنی میں۔ رتج الابراہیم میں لکھا ہے کہ اس کا چہرہ انسان کا سا تھا اور پاؤں اونٹ کی طرح تھے اور بدن گھوڑے کی طرح تھا۔ بالحلقۃ۔ زیارت و عبادت کے موقع پر جب انبیاء تشریف لاتے ہونگے تو اپنی سواریاں اسی حلقہ میں باندھتے ہونگے اور ممکن ہے اس سے دوسرے انبیاء کے براق کی طرف بھی اشارہ ہو فصلیت یعنی اول آپ نے اور جبریل نے دو گانہ الگ الگ ادا کیا اور دوسرے انبیاء نے بھی نمازیں پڑھیں۔ اس کے بعد باقاعدہ اذان کہی گئی اور نماز باجماعت ہوئی۔ آپ امام الانبیاء بنے اس میں اگرچہ اختلاف ہے کہ یہ نماز فرض تھی یا نفل تھی لیکن صحیح یہی ہے کہ نفل تھی کیونکہ اس وقت تک نماز کی فرضیت کہاں ہوئی تھی۔ الفطرۃ یعنی دودھ اسلام کی صورت مثالیہ تھی۔ سہل اور طیب و طاہر ہونے کے اعتبار سے۔ قبل من انت۔ ہر آسمان پر مستقل تین تین سوال و جواب کا اعادہ خدائی نظام کے استحکام اور فرشتوں کے کمال سیقظ و بے داری پر دلالت کرتا ہے اور ہر دروازہ پر باقاعدہ مکمل پوچھ گچھ نگران جماعت کی پوری چستی جس درجہ واضح ہوئی ہے وہ پہلے سے دروازے کھلے رکھنے اور آمد کی انتظار کی صورت میں حاصل نہیں ہو سکتی تھی۔ گویا یہ ظاہر کرنا ہے کہ کتنے ہی بڑے سے بڑا واقعہ بھی ہو جائے اور کیسا ہی بڑا آدمی کیوں نہ آجائے مقررہ نظام اور معمول میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اس میں مخلوق کو تعلیم بھی دینی ہے۔ فاذا انا بادم بیت المقدس میں اجتماعی ملاقات کے بعد پھر مختلف انبیاء سے اپنے اپنے موقع پر ملاقات ہوئی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس اجتماعی جلسہ کے بعد پھر بجلت تمام انبیاء کو آپ سے پہلے عالم بالا میں پہنچا دیا گیا اور وہاں انہوں نے آپ کا استقبال کیا اور اس میں کچھ بعد نہیں اس کے نظائر دنیا میں پیش آتے رہتے ہیں کسی ادارہ میں کوئی معزز مہمان آتا ہے تو استقبالہ اجتماعی ملاقات کے بعد سب اپنی اپنی ڈیوٹیوں میں پہلے سے پہنچ جاتے ہیں اور پھر وہاں معائنہ کے وقت خوش آمدید کہی جاتی ہے۔ حضرت آدم کے ترحیمی الفاظ یہ تھے مرحبا بہ و اھلاحیاء اللہ من اخ و من خلیفۃ فنعم الاخ و نعم الخلیفۃ نعم المجعی جاء۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدم کے دائیں ایک مخلوق تھی اور ایک ایسا دروازہ تھا جس سے خوشبو مہک رہی تھی اور بائیں جانب بھی مخلوق تھی اور ایک دروازہ تھا جس سے نہایت بدبو آ رہی تھی۔ دائنی طرف دیکھ کر حضرت آدم ہنستے اور خوش ہوتے لیکن بائیں طرف دیکھ کر رو پڑتے اور غمگین ہوتے آنحضرت نے جبریل سے صورت حال پوچھی تو انہوں نے بتلایا کہ دائنی طرف نیک اولاد ہے اور جنتی دروازہ میں اسے دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ لیکن بائیں طرف بڑی اولاد ہے اور جہنمی دروازہ میں اسے دیکھ کر غمگین ہوتے ہیں۔ غرض یہ کہ حضرت آدم و ابراہیم کی ترحیب تو ان الفاظ سے تھی۔ مرحبا لابن الصالح و نبی الصالح۔ لیکن اور تمام انبیاء کی ترحیب ان الفاظ کے ساتھ تھی۔ مرحبا لایح الصالح و النبی الصالح۔ یانسی الخالۃ۔ لیکن صاحب جمل کے نزدیک حضرت تھی اور حضرت عیسیٰ کو خالہ زاد بھائی کہنے میں مسامت ہے۔ کیونکہ فی الحقیقت حضرت عیسیٰ، حضرت یحییٰ کی خالہ کے بیٹے نہیں تھے بلکہ خالہ زاد بہن کے بیٹے تھے کیونکہ حضرت مریم کی والدہ جنہ تھی اور ان کی بہن اشاع تھیں اور اشاع کے صاحبزادہ تھی علیہ السلام تھے۔ اعطی شطر الحسن۔ کے معنی بعض کے ہیں اور نصف کے بھی ہیں۔ اب یا اپنے زمانہ کے حسن کا نصف مراد ہو یا مطلق جنس حسن کا نصف مراد ہو۔ ان تینوں صورتوں میں سے پہلی صورت تو اس لئے بعید ہے کہ تعریف کے موقع پر یہ معنی مناسب نہیں۔ البتہ پہلی اور دوسری دونوں صورتوں میں یہ اشکال نہیں رہتا۔ کہ حضرت یوسف کا حسن تو آنحضرت سے بڑھ جاتا ہے ہاں! تیسری صورت میں یہ اشکال رہتا ہے اس کے تین جواب ہیں۔ یا تو اسے حضرت یوسف کی جزئی فضیلت شمار کی جائے۔ کلی فضیلت

آنحضرتؐ ہی کو حاصل ہے۔ دوسری توجیہ اس سے اچھی یہ ہے کہ حسن دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک حسن صباحت کہ اس میں حضرت یوسفؑ بڑے ہوئے تھے۔ دوسرے حسن ملاحت کہ اس میں آنحضرتؐ بڑھے ہوئے تھے۔ تیسری توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ حضرت یوسفؑ کو آدھا حسن دیا گیا اور آدھا ساری دنیا کو لیکن آنحضرتؐ کو اس کے علاوہ غیر منقسم حسن عطا فرمایا گیا ہے۔ حضرت یوسفؑ کی دادی بھی نہایت حسین تھیں۔ ان کے بارے میں کہا گیا و كانت قد اعطيت سدس الحسن اسی لئے بعض نے کہا ہے۔ ذهب يوسف وامه یعنی جدتہ بثلثی الحسن۔

مستند الی البيت المعمور۔ بیت المعمور مثل کعبہ کے قبلہ ملائکہ ہے اور حضرت ابراہیمؑ کے اس طرح بیٹھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بیٹھنے کے وقت استدبار قبلہ جائز ہے۔ یعنی ٹیک لگا کر بیٹھنا۔

سدرۃ المنتہی۔ ساتویں آسمان پر پیری کا یہ درخت ہے۔ جس کی شاخیں جنت اور کرسی تک پھیلی ہوئی ہیں اور جڑ چھٹے آسمان میں ہے نیچے کے سب فرشتے نیک کام وہاں جا کر رک جاتے ہیں۔ اسی طرح اوپر سے احکام الہی اول وہیں اترتے ہیں۔ غرض یہ کہ اس کی مثال ایک مرکزی ڈاک خانہ کی طرح ہے۔ جبرآنحضرتؐ کے اس سے آگے کوئی نہیں بڑھ سکا۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

اگر یک سرموئے برتر پریم فروغ تجلی بسوزد پریم

فلما غشھا۔ بخاریؒ کے یہ الفاظ ہیں۔ فغشاها الوان لا ادري ما هي۔ اور مسلمؒ کی روایت فغشها فراش من ذهب اور ایک روایت میں جراد من ذهب اور ایک روایت میں علی کل ورقة منها ملک۔ بہر حال انوار الہی سدرۃ المنتہی پر چھائے ہوئے تھے۔ فساوخی۔ بہتر یہ ہے کہ اسے مبہم و مجمل ہی تسلیم کرنا چاہئے۔ تاہم تین باتیں صحیح ثابت ہیں (۱) فرائض پنجگانہ (۲) سورۃ بقرہ کی آخری آیتیں (۳) شرک کے علاوہ امت کے تمام گناہوں کی معافی۔ ارجع الی ربذ۔ بعض عرفاء نے اس موقع پر یہ نکتہ ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے تجلی الہی کی درخواست کی تو منظور نہ ہوئی۔ لیکن آنحضرتؐ کو بلا طلب ہی یہ دولت حاصل ہو گئی۔ اس پر حضرت موسیٰؑ کو کچھ تکدر آمیز خیال پیدا ہوا کہ مجھ سے تو محمدؐ ہی بڑھ گئے۔ یہ بات چونکہ ان کے شایان شان نہیں تھی اور امت محمدیہ کو بھی جب یہ معلوم ہوتا تو حضرت موسیٰؑ کی نسبت سوء ظنی میں لوگ مبتلا ہوتے۔ اس لئے حضرت موسیٰؑ نے امت محمدیہ کے حق میں نمازوں کی تخفیف کا مشورہ دے کر اس کی مکافات کرنی چاہی۔ تاکہ امت اس احسان کو سن کر خوش ہو جائے۔ نیز خود تو تجلی الہی کا دیدار نہ کر سکے لیکن آنحضرتؐ کو تجلی الہی کی دولت حاصل ہوئی۔ تو کم از کم دیکھنے والے ہی کو دیکھ کر کچھ سیری حاصل کر لیں۔ اس لئے بار بار آنحضرتؐ کی آمد و رفت کو پسند کیا۔ و خبرتھم۔ چنانچہ صبح، دوپہر، شام و دو در کعتیں حضرت موسیٰؑ کی امت پر فرض تھیں مگر وہ بھی اسے پوری طرح نبھانہ سکے۔ قد حط عنی خمساً۔ اس طرح دس مرتبہ گویا حق تعالیٰ کا آنحضرتؐ کو دیدار نصیب ہوا۔ من ہم۔ یہ حدیث قدسی ہے۔ یہاں ہم سے مراد پختہ ارادہ ہے۔ مطلق ارادہ کے پانچ درجے ہوتے ہیں۔ مراتب القصد خمس، ہاجس ذکر و افعال، فحادث النفس فاستمعنا، یلیہ ہم فعزم کلھا رفعت، سوی الخیر ففیہ الاخذ قد وقعا۔ ان میں باہمی ترتیب یہ ہے کہ سب سے کم درجہ خاطر ہے۔ اس سے اوپر ہاجس ۲، پھر حدیث النفس ۳، پھر ہم ۴، ان چاروں پر کوئی مواخذہ نہیں، خواہ اچھے خیالات ہوں یا برے۔ مگر ۵ عزم مصمم جو پانچواں آخری درجہ ہے۔ اس پر مواخذہ ہوگا۔ یہاں ہم سے وہی مراد ہے۔ ان لا تتخذوا۔ جلال مفسر نے ظاہر پر نظر کرتے ہوئے لازماً دمان لیا ہے۔ حالانکہ یہاں مفسرہ ماننا مناسب تھا کیونکہ زائد ہونے کے مواقع میں سے نہیں ہے۔ اس لئے قول مقدر مانا جائے گا۔

ربط آیات: سورۃ بنی اسرائیل میں اکثر مضامین توحید اور انعامات باری اور رسالت سے متعلق ہیں۔ چنانچہ معراج کے

واقعہ سے اسے شروع کیا گیا ہے۔ جس سے ایک طرف اگر اللہ کی عظمت و تنزیہ کا اندازہ ہوتا ہے۔ تو دوسری طرف رسالت بھی ثابت ہوتی ہے۔ پھر آگے چل کر آیت وائینا موسیٰ سے رسالت کی تقویت کے لئے حضرت موسیٰ اور نوح علیہم السلام کا ذکر کیا گیا ہے اور پھر ترغیب و ترہیب کے لئے طوفان نوح سے نجات کا واقعہ اور بنی اسرائیل کی تباہی و بربادی بیان کی جا رہی ہے آگے ان ہذا القرآن سے قرآن کی تعریف کی جا رہی ہے جس سے تو حید و رسالت ثابت ہوتی ہے۔

﴿تشریح﴾: واقعہ معراج کی تفصیل: واقعہ معراج سے متعلق کچھ تحقیقات اور اشکالات و تنبیہات تو عنوان تحقیق میں گزر چکی ہیں جو قابل ملاحظہ ہیں:

ہجرت مدینہ سے تقریباً ایک سال پہلے آنحضرت ﷺ کے ساتھ اسری اور معراج کا اہم واقعہ ۲۷ رجب کو پیش آیا۔ اس سورۃ کی ابتداء اس واقعہ کے ذکر سے کی گئی ہے ان آیات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک آنحضرت کا جانا تو ذکر کیا گیا ہے جسے اسراء کہتے ہیں۔ لیکن مسجد اقصیٰ کے اندر داخل ہو کر دو گناہ ادا کرنا اور انبیاء علیہم السلام کو جماعت سے نماز پڑھانا احادیث سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح اس سفر کی دوسری منزل یعنی مسجد اقصیٰ سے آسمانوں پر جانا اس آیت سے صاف طور پر معلوم نہیں ہوتا اشارہ اس طرف ضرور نکلتا ہے۔ البتہ سورۃ نجم کی آیت ولقد رآه نزلة اخرى عند سدرة المنتهى میں اس سے زیادہ صاف روشنی واقعہ معراج پر رہی ہے۔ یعنی آپ سدرۃ المنتہی تک پہنچے۔ پھر اس سلسلے میں احادیث اتنی کثرت سے ہیں جن کا انکار ممکن نہیں خود جلال مفسر مفصل روایت پیش کر رہے ہیں۔

معراج اور اسراء کا حکم: چونکہ بیت المقدس تک آنحضرت کا تشریف لے جانا نص قطعی سے ثابت ہے۔ اس لئے اس کا انکار کرنا کفر ہے اور اس میں تاویل کرنا بدعت اور تاویل کرنے والا مبتدع سمجھا جائے گا۔ البتہ آسمانوں پر جانے کا انکار کرنا یا اس کی تاویل کرنا کفر تو نہیں ہوگا مگر ایسا شخص مبتدع سمجھا جائے گا کیونکہ سورۃ نجم کے الفاظ عند سدرۃ المنتہی۔ آنحضرت کے سدرۃ المنتہی تک پہنچنے میں نص نہیں ہیں بلکہ دونوں معنی کا احتمال ہے۔ اگر آنحضرت کا سدرہ کے پاس ہونا مراد ہو، تب تو جسمانی معراج کا ثبوت نص قرآنی سے ہو جائے گا۔ لیکن اگر جبریل کا سدرہ کے پاس ہونا مراد ہو تو پھر مدعا ثابت نہیں ہوگا۔ غرضیکہ کعبہ سے مسجد اقصیٰ تک جانے کا انکار کرنا تو کفر ہوگا لیکن مسجد اقصیٰ سے آسمان تک جانے کا انکار بدعت اور وہاں سے اوپر جنت و دوزخ کی سیر کا انکار فسق ہوگا۔

آنحضرت ﷺ کو جسمانی معراج ہوئی ہے یا خوابی اور روحانی؟: تمام اہلسنت والجماعت یہ مانتے ہیں کہ آنحضرت کو بیداری کی حالت میں جسمانی معراج ہوئی ہے۔ اجماع امت اس کی دلیل ہے۔ اور اجماع کی بنیاد یہ ہے کہ اول تو قرآن کریم نے جس اہتمام و اہمیت کے ساتھ اس واقعہ کا تذکرہ کیا ہے اس کا تقاضا یہی ہے کہ جسمانی معراج مراد ہو۔ اگر صرف روحانی یا منامی معراج مراد ہوتی تو نہ وہ اس درجہ تعجب آمیز اور حیرت انگیز ہوتی کہ مخالفین کی اس درجہ بالچل مچ گئی اور نہ ہی اس میں آپ کی کوئی خصوصیت تھی۔ ایسی معراج تو آپ کے خدام کو بھی ہوتی رہتی ہے۔ چنانچہ الصلوۃ معراج المؤمنین میں اس دولت کا دوسروں کے لئے حاصل ہونا بیان فرمایا گیا ہے نیز لفظ بعبدہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ روح و جسم سمیت تشریف لے گئے۔ کیونکہ صرف خواب میں یا روحانی طور پر آنے جانے کو جہاں او ذہب عبد فلان نہیں کہا جاتا نیز اگر صرف خواب ہی کی حد تک معاملہ ہوتا یا روحانی سیر کا دعویٰ ہوتا تو نہ کفار اور مخالفین میں اتنی ہل چل اور ہنگامہ ہوتا اور نہ آپ کو جواب دینے میں الجھن اور فکر ہوتی۔ بے تامل آپ فرما سکتے تھے کہ میں نے ظاہری طور پر جانے کا دعویٰ کب کیا جو تم اس درجہ رد و قدح کر رہے ہو۔

جسمانی معراج پر نقلی اشکالات تاہم جسمانی معراج کے مسئلہ پر بعض نقلی اور عقلی اشکالات بھی کئے گئے ہیں۔ جواب کے ساتھ ان کا ذکر کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔

۱۔ نقلی طور پر بعض حضرات کو آیت وما جعلنا الرؤیا سے شبہ ہوا ہے۔ کہ اس میں منامی معراج کا ذکر ہے جس سے جسمانی معراج کی نفی ہوتی ہے؟ جواب یہ ہے کہ اول تو ممکن ہے اس میں واقعہ بدر مراد ہو یا واقعہ حدیبیہ سے پہلے جو آنحضرتؐ نے خواب دیکھا جس کی طرف دوسری آیت اذیریکھم اللہ فی منامک اور آیت ولقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا میں اجمالاً اشارات کئے گئے ہیں۔ وہی خواب یہاں بھی مراد ہو۔ جیسا کہ بعض مفسرین اس طرف گئے ہیں۔ دوسرے اگر معراج ہی مراد ہو، تب بھی لفظ رؤیا بمعنی رؤیت ہو سکتا ہے۔ جیسے قربی بمعنی قرابت نیز رات کے وقت دیکھنے کو بھی رؤیا کہا جاسکتا ہے خواہ بیداری میں ہو۔ تیسرے تشبیہاً معراج کے واقعات دیکھنے کو رؤیا سے تعبیر کر دیا گیا ہو۔ یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ وہ واقعات ایسے عجیب و غریب تھے جیسے کوئی خواب دیکھ رہا ہو۔ چوتھے یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ بقول شیخ اکبر چونتیس مرتبہ معراج ہوئی۔ جن میں سے ایک دفعہ جسمانی اور باقی تینتیس مرتبہ روحانی یا منامی ہوئیں پس ممکن ہے اس آیت میں بھی منامی معراج مراد ہو مگر اس سے جسمانی معراج کی نفی نہیں ہوتی۔

(۲) حدیث شریف میں ”ثم استيقظت“ کے لفظ سے بعض حضرات کو شبہ ہو گیا ہے کہ واقعہ معراج خواب میں پیش آیا تھا؟ جواب یہ ہے کہ اول تو شریک حافظ حدیث نہیں ہیں پھر دوسرے حافظ حدیث کی خلاف کہہ رہے ہیں اس لئے ان کی یہ زیادتی مقبول نہیں ہوگی۔ دوسرے یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ پہلے آپؐ کو روحانی یا منامی معراج کرائی گئی اور بار بار کرائی گئی۔ تاکہ بتدریج جسمانی معراج کی استعداد اور قوت پیدا ہو جائے۔ پھر آخر میں معراج اعظم کرا دی گئی۔ پس اس حدیث شریک میں خوابی معراج بھی اگر مراد ہو تب بھی اس سے جسمانی معراج کی نفی لازم نہیں آتی۔

(۳) بعض حضرات کو حضرت معاویہؓ اور حضرت عائشہؓ کے اقوال سے شبہ ہو گیا جو جسمانی معراج کے خلاف ہیں؟ جواب یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ تو اس وقت تک مسلمان بھی نہیں ہوئے تھے، کہ ان کی بات یقینی سمجھی جائے۔ ممکن ہے کسی سے سن سنا کر کہہ دیا ہو۔ یا ان کا اپنا اجتہاد ہو۔ یا ممکن ہے کسی دوسرے واقعہ کی نسبت کہا ہو۔ کیونکہ روحانی معراج آپؐ کو کئی دفعہ ہوئی۔ غرضیکہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔ رہا حضرت عائشہؓ کا معاملہ، سوا اول تو وہ کمسن تھیں چار پانچ سال کی عمر ہوگی اور اگر بقول حضرت زہریؒ اگر واقعہ معراج ۵۰ نبوی میں ہوا ہے، تو ایک سال کی بھی مشکوک سے ہوں گی۔ دوسرے اگر یہ کہا جائے کہ انہوں نے بڑی اور سمجھدار ہونے کے بعد تحقیق کر کے کہا ہوگا جیسا کہ یہی احتمال حضرت معاویہؓ کے بارے میں بھی ہو سکتا ہے، کہ انہوں نے اسلام لانے کے بعد تحقیق کر کے بات کہی ہوگی۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ یہ دونوں بلا تحقیق ایسی اہم بات کہہ دیں تو کہا جائیگا کہ ممکن ہے کسی دوسرے واقعہ کے متعلق ان دونوں کا یہ قول ہو۔ نیز حضرت عائشہؓ کے قول واللہ ما فقد جسد محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی لیلۃ الاسراء۔ میں فقدان کا لفظ آیا ہے اور جس طرح اس کے معنی گم ہونے کے ہیں اسی طرح تلاش کرنے کے بھی آتے ہیں۔ چنانچہ سورۃ یوسف کی آیت ماذا تفقدون ائی معنی میں مستعمل ہے۔ پس حضرت عائشہؓ کا مطلب یہ نہیں ہے، کہ آپؐ کا جسم مبارک وہیں رہا وہاں سے گم نہیں ہوا بلکہ مطلب یہ ہے آپؐ اتنی دیر غائب نہیں رہے کہ آپؐ کو تلاش کرنے کی نوبت اور ضرورت پیش آئے اور اگر فقدان کے متبادر پہلے ہی معنی لئے جائیں۔ تب بھی جسمانی معراج کی نفی لازم نہیں آتی، کیونکہ فقدان فعل لازمی نہیں۔ بلکہ متعدی ہے۔ یعنی اس کے معنی غیبت و انفعال کے نہیں، بلکہ گم ہونے کے ہیں اب بھی مطلب وہی ہوا کہ اس رات کسی گھر والے نے آپؐ کو گم اور غائب نہیں پایا کیونکہ سوتے وقت بھی آپؐ گھر میں تھے اور جاگنے کے وقت بھی آپؐ وہیں تشریف فرما تھے۔ اس کی نوبت ہی نہیں آئی کہ آپؐ دیر تک غائب رہتے

اور گھر والوں کو غیر موجودگی کا احساس ہو جاتا۔

جسمانی معراج پر عقلی اشکالات:..... عقلی اشکالات یہ ہیں: (۱) سائنس جدید کی رو سے لوگ آسمانوں کا وجود ہی نہیں مانتے۔ پھر جسمانی معراج کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ جواب یہ ہے کہ یہ دعویٰ محض بلا دلیل ہے۔ یونکہ انکار آسمان پر آج تک کوئی دلیل پیش نہیں کی گئی۔ رہا کسی چیز کا معلوم نہ ہونا اس کے ناموجود ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی البتہ فضا میں اس نیلگوئی رنگ کو بخار و دھان ماننا یا نور و ظلمت کو مجموعہ ماننا۔ سو اس سے آسمان کا انکار لازم نہیں آتا ممکن ہے آسمان اس سے اوپر ہو۔ اب خواہ اس کا رنگ بھی اس نظر آنے والے رنگ کے ہمرنگ ہو کر ممتزج ہو گیا ہو یا اس کے خلاف دوسرا کوئی رنگ ہو غرض کہ عقلاً آسمان کے انکار پر کوئی دلیل نہیں۔ بلکہ اس کے خلاف آسمان کا وجود فی نفسہ ممکن ہے اور جس ممکن کے ہونے نہ ہونے کی اطلاع سچا شخص دے تو اس کو ماننا ضروری ہوتا ہے۔ پس قرآن وحدیث کی اطلاع کے بعد آسمانوں کا وجود ماننا ضروری ہوگا۔ (۲) سائنس جدید سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان کے نیچے ہوا نہیں اور ایسی سخت گرمی ہے کہ کوئی جاندار چیز زندہ نہیں رہ سکتی۔ پھر آنحضرتؐ کا معراج میں جانا کیسے ہوا؟ جواب یہ ہے کہ ایسی جگہ سے جانا اور گزرنا محال نہیں البتہ مستبعد ضرور ہے۔ اس لئے معجزہ ہے۔ (۳) بعض کوشبہ ہے کہ فلاسفہ کے نزدیک آسمانوں کا خرق والتیام (یعنی پھٹنا) اور ملنا محال ہے۔ پس آنحضرتؐ کا آسمانوں میں جانا آنا کیسے ہوا ہوگا؟ جواب یہ ہے کہ فلاسفہ کے اس دعویٰ کی دلیل کے تمام مقدمات غلط ہیں اس لئے یہ دعویٰ بھی غلط ہے۔ پس آسمانوں کا خرق والتیام ممکن ہے۔ بلکہ واقع ہوا ہوگا ورنہ قیامت کا انکار لازم آئے گا نیز یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ آسمانوں کی وضع اور ساخت اور بناوٹ میں پہلے ہی سے آمد و رفت کے لئے دروازے رکھ دیئے گئے ہوں گے۔ اس لئے آنحضرتؐ یا فرشتوں کی آمد و رفت پر کوئی اشکال نہیں رہا۔ وما لہامن فروع یاہل تروی من فطور اس سے آسمانوں میں دروازوں کی نفی لازم نہیں آتی کیونکہ اس سے تو آسمانوں کی شکستگی یا خستگی کا انکار کرنا ہے۔

(۴) اور یہ شبہ تو بہت ہی لچر ہے کہ اتنے دور دراز سفر کو آپؐ نے کیسے طے فرمایا لیا؟ کیونکہ آج کی سائنسی دنیا نے جب کہ میزائل اور راکٹ کے ذریعہ ساری دنیا کا چکر صرف ڈیڑھ گھنٹہ میں اور ۲۴ گھنٹہ میں ساری دنیا کے ۱۶ چکر کرنے کا ریکارڈ قائم کر دیا ہے۔ حالانکہ ابھی تیز رفتاری کی کوئی آخری حد ختم نہیں ہو گئی۔ تو پھر اس اعتراض کی اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سامنے کیا حقیقت رہ جاتی ہے چنانچہ خیال کی بلند پروازی سب کو معلوم ہے کہ ایک ہی لمحہ میں فرش سے عرش تک پہنچ جاتا ہے نیز یہ بھی کہا جاتا ہے کہ زمانہ نام ہے فلک الافلاک کی حرکت کا۔ پس ممکن ہے فلک الافلاک کی حرکت ہی روک دی گئی ہو کہ زمانہ میں ٹھہراؤ پیدا ہو گیا۔ چاند، سورج، زمین وغیرہ کی حرکت اتنی دیر کیلئے موقوف کر دی گئی ہو۔ جو چیز جہاں تھی وہیں رہی آفتاب، ماہتاب، ستارے سب اپنی جگہ رہے اور جب آپؐ سیر فلک سے فارغ ہوئے تو وہیں سے حرکت شروع ہو گئی جہاں سے موقوف ہوئی تھی۔ اس لئے کسی کو بھی وقت گزرنا معلوم نہ ہوا۔ چاہے آپؐ گو سیر میں کتنا ہی وقت لگا ہو، مگر دنیا والوں کو سارا قصہ ایک رات سے بھی کم معلوم ہوا۔ اب اگر کوئی آسمان کے لئے یا سورج کے لئے دائمی حرکت کا دعویٰ کرے تو وہ اس کے لزوم کو ثابت کرتا رہے انشاء اللہ ایک دلیل بھی قائم نہیں کر سکے گا۔

(۵) ایک فلسفی اشکال یہ بھی ہے کہ طبقہ ہوا سے اوپر خلا میں کوئی جاندار چیز زندہ نہیں رہ سکتی پھر آپؐ کا ان طبقات سے گزرنا کیسے ہوا؟ جواب یہ ہے کہ کسی جسم کے اس حصہ میں ٹھہرنے کی صورت میں تو اشکال ہو سکتا ہے لیکن اگر تیزی کے ساتھ کسی جسم کو گزاردیا جائے تو پھر مقامی اثرات بہت کم ہوتے ہیں جیسے آگ سے ہاتھ اگر نہایت تیزی کے ساتھ گزاردیا جائے تو ہاتھ پر آج تک نہیں آ سکتی۔ یہی حال طبقہ زمہریر یہ طبقہ نار یہ اور طبقہ ہوائیہ سے اوپر گزرنے کا ہے۔ واللہ اعلم۔

معراج میں تجلی الہی ہوئی یا نہیں:..... علماء کے درمیان یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ آنحضرتؐ نے شب معراج میں ان ظاہری آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا ہے یا نہیں؟ اس میں سلف سے لیکر خلف تک اختلاف ہے ادھر دونوں طرف کی روایتوں کی تاویل کی گنجائش ہے۔ مثلاً: جن روایات سے دیدار الہی کا ہونا معلوم ہوتا ہے ان میں کہا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے قلبی دیکھنا مراد ہو، یا جن روایات سے انکار معلوم ہوتا ہے ان میں کہا جاسکتا ہے کہ کسی خاص قسم کے دیکھنے کا انکار مقصود ہوگا۔ مثلاً: جنت میں جس قسم کا دیدار خداوندی ہوگا ویسی تجلی نہیں ہوئی۔ پس گویا تجلی ہوئی بھی اور نہیں بھی۔ جیسے کہ بلا چشمہ کے بھی دیکھنا ہوتا ہے۔ مگر چشمہ سے اور زیادہ نظر آتا ہے بہر حال اس بارہ میں توقف کرنا زیادہ بہتر ہے۔ اس سلسلہ میں بحث کے اختتام پر عارف شیرازی اور مولانا نظامی گنجویؒ کا کچھ کلام نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

(۱) کلیے کہ چرخ فلک طور اوست
(۲) شبے بر نشست از فلک برگذشت
(۳) چنان گرم و رتہ قربت براند
(۴) بد و گشت سالار بیت الحرام
(۵) چودر دوستی مخلصم یافتی
(۶) بگفتا، فراتر مجالم نمائد
(۷) اگر یک سر موئے برتر پریم

(۱) شبے کا سماں مجلس افروز کرد
(۲) محمد کہ سلطان ایں مہد بود
(۳) سر نافہ در بیت اقصی کشاد
(۴) ز بند جہاں داد خود را خلاص
(۵) بنہ بست زیں کوی ہفتا دراہ
(۶) دل از کار نہ حجرہ پرداختہ
(۷) براتے شتابندہ زیش چو برق
(۸) بریشم تنے بلکہ لولو سے
(۹) ازاں خوش عنان ترکہ آید گماں
(۱۰) چنان شد کہ از تیزی گام او
(۱۱) قدم بر قیاس نظری گشاد
(۱۲) ہم اوراہ داں ہم فرس راہوار
(۱۳) چوزیں خانقہ عزم دروازہ کرد
(۱۴) بہار و نیش خضر و موسی دواں

شب از روشنی دعویٰ روز کرد
ز چندیں خلیفہ ولی عہد بود
ز ناف زمین سر باقصی نہاد
بمعشوقی عرشیاں گشت خاص
بہفتم فلک برزدہ بارگاہ
بنہ حجرہ آسمان تاختہ
شماش چو خورشید در نور غرق
روندہ چو لولو بر ابریشم
وز آں تیز رو ترکہ تیراز کماں
سبق بر و بر جنبش آرام او
مگر خود قدم بر نظری نہاد
زہے شاہ مرکب زہے شہسوار
بدستش فلک خرقہ راتازہ کرد
میجا چہ گویم ز موکب رواں

(۱۵) پر جبریل از ریش ریختہ	سرافیل ازاں صدمہ بگر ریختہ
(۱۶) زر فرف گذشتہ بفرنگہا	دراں پرودہ بنمودہ آہنگہا
(۱۷) ز دروازہ سدرہ تاساق عرش	قدم بر قدم عصمت افگندہ فرش
(۱۸) زد یوانگہ عرشیاں در گذشت	بدرج آمد و درج رادر نوشت
(۱۹) جہت راولایت پیاپاں رسید	قطعیّت پیرکار دوراں رسید
(۲۰) زمین زادہ بر آسماں تاختہ	زمین وزماں راپس انداختہ

ترجمہ اشعار:

- (۱) ایسے کلام کرنے والے کہ چرخ فلک آپ کا طور ہے : تمام نور ان ہی کے نور کا سایہ ہیں
- (۲) ایک رات کو سوار ہوئے تو آسمان سے گزر گئے : عزت و مرتبہ میں فرشتے سے آگے نکل گئے
- (۳) نزدیکی کے میدان میں ایسا تیز دوڑایا : کہ سدرۃ المنتہی پر جبریل آپ سے پیچھے رہ گئے
- (۴) کعبہ کے سردار نے اس سے کہا : کہ اے وحی کے حامل آگے بڑھو
- (۵) دوستی میں آپ نے جب مجھے مخلص پایا ہے : تو میری صحبت سے کیوں باگ موڑی
- (۶) اس نے کہا آگے جانے کی مجھ میں ہمت نہیں رہی : میں عاجز ہوں اس لئے کہ میرے بازو میں طاقت نہیں رہی
- (۷) اگر ایک بال برابر بھی آگے بڑھوں : تو تجلی کی روشنی میرے پر جلا دے۔

- (۱) ایک رات کہ آسمان نے مجلس آراستہ کی : رات نے روشنی سے دن کا دعویٰ کیا۔
- (۲) محمدؐ کہ اس گہوارہ کے بادشاہ تھے : چند خلیفوں کے ولی عہد تھے
- (۳) نافہ کا سرابیت المقدس میں کھولا : ناف زمین یعنی مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تشریف لے گئے
- (۴) دنیا کی قید سے اپنے آپ کو رہائی دی : فرشتوں کی معشوقی میں خاص ہو گئے
- (۵) باندھا سامان اپنا اس ستر راستے کی گلی سے (دنیا سے) : ساتویں آسمان پر اپنا ڈیرا لگایا
- (۶) دل کو نو حجروں (ازواج مطہرات کے حجرے) کے کام سے خالی کیا : آسمان کے نو حجروں کی طرف دوڑے
- (۷) ایک براق ان کی ران کے نیچے بجلی کی طرح تیز دوڑنے والا : سامان اس کا آفتاب کی طرح نور میں ڈوبا ہوا۔
- (۸) جسم ریشم کی طرح اور کھرموتی کی طرح : تیز دوڑنے والا موتی کی طرح ریشم پر۔
- (۹) اس سے زیادہ خوش عنان کہ گمان میں آئے : اس سے زیادہ تیز رفتار جیسا کہ تیرکمان سے
- (۱۰) ایسا تیز چلا کہ اس کے قدم کی تیزی سے : اس کا سکون اس کی حرکت پر سبقت لے گیا
- (۱۱) قدم حد نظر پر رکھتا تھا : شاید اپنا قدم نظر پر رکھتا تھا۔

(۱۲) گھوڑا راستے کا چلنے والا اور وہ راستہ کے جاننے والے : کیا ہی اچھا ہے گھوڑوں کا بادشاہ اور کیا ہی اچھا ہے چابک سوار

(۱۳) جب اس جگہ سے ارادہ آسمان کا کیا : ان کے ہاتھ سے آسمان نے نئی خلعت حاصل کی۔

(۱۴) ان کی نقیبی میں دوڑنے والے یعنی حضرت موسیٰؑ اور خضرؑ ان کے نقیب تھے : عیسیٰؑ کو کیا بتاؤں سواری کے پیچھے دوڑنا لے تھے۔

- (۱۵) حضرت جبریلؑ کے پر اس کی راہ سے گرے یعنی تھک گئے اور حضرت اسرافیلؑ بھی وہاں تک نہ پہنچ سکے۔
 (۱۶) رفرف سے گزر گئے کوسوں دور: اس پردے میں آوازیں کیں (اللہ پاک سے کلام کیا)،
 (۱۷) سدرة المنتہی کے دروازے سے عرش کے برابر تک: ہر قدم پر پاکی نے فرش بچھا دیا۔
 (۱۸) فرشتوں کے مقام سے گزر گئے: مقام درج پر آئے اور اس کو بھی طے کیا۔
 (۱۹) جہت کی ولایت کی انتہا کو پہنچا (جہت ختم ہو گئی): انتہا زمانے کی پرکار کو پہنچی۔
 (۲۰) زمین پر پیدا ہو کہ آسمان پر پہنچے: زمین اور زمانے کو پیچھے ڈال دیا۔

بنی اسرائیل کی سرکوبی کے واقعات:..... آیت وقضینا الی بنی اسرائیل، میں جن واقعات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ تاریخی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کے ساتھ مندرجہ ذیل چھ حادثات پیش آئے۔

۱:..... حضرت سلیمانؑ کے انتقال سے کچھ دنوں بعد بیت المقدس کا حاکم بے دین ہو گیا۔ تو اس پر ایک مصری بادشاہ حملہ آور ہوا بہت سا مال لوٹ لے گیا البتہ شہر اور بیت المقدس کو نہیں چھیڑا۔

۲:..... اس کے چار سو سال بعد پھر بعضوں کی بے دینی اور آپس کی پھوٹ سے ایک اور مصری بادشاہ حملہ آور ہوا اور اس دفعہ شہر اور مسجد کو بھی نقصان پہنچایا۔

۳:..... پھر اس کے چند سال بعد بخت نصر مشہور بادشاہ بابل نے چڑھائی کردی اور شہر کو فتح کر کے اپنے ساتھ بہت سے قیدی پکڑ لے گیا اور مال و دولت لوٹ لے گیا اور اپنی جگہ یہیں کے شاہی خاندان کے کسی شخص کو اپنا نائب بنا کر چلا گیا۔

۴:..... لیکن یہ نیا بادشاہ بت پرست اور بدکار تھا۔ حضرت یرمیاہ علیہ السلام کی نصائح پر نہیں چلتا تھا بلکہ خود بخت نصر سے بغاوت کر بیٹھا۔ جس کے نتیجے میں بخت نصر کو دوبارہ سخت حملہ کرنا پڑا جس سے سارا شہر مسمار ہو گیا اور مسجد اقصیٰ کو آگ لگا کر ویران کر دیا۔ یہ حادثہ گویا بیت المقدس کی تعمیر سے چار سو پندرہ سال بعد پیش آیا اس کے بعد ستر سال تک یہودی بڑی ذلت کے ساتھ بابل میں جا کر رہ پڑے۔ مگر شاہ بابل کو شاہ ایران نے مارڈالا اور خود سلطنت پر قابض ہو گیا لیکن تاہم اس نے یہودیوں پر رحم کر کے پھر ان کے آبائی ملک شام میں پہنچا دیا اور ان کا سامان بھی واپس کر دیا چنانچہ شاہ ایران کی مدد سے پھر یہودیوں نے از سر نو شہر پناہ اور مسجد اقصیٰ کو بنا لیا اور نیک چلنی پر قائم رہے۔

۵:..... لیکن پھر کچھ دنوں بعد پرانی شرارتوں پر اتر آئے جس کی وجہ سے ایسے اسباب پیدا ہو گئے کہ حضرت مسیحؑ سے قریب ایک سو ستر سال پہلے کی بات ہے جب کہ شاہ انطاکیہ نے بیت المقدس پر حملہ کر کے چالیس ہزار یہودیوں کو قتل اور چالیس ہزار یہودیوں کو قید کر دیا اور مسجد کی بڑی بے حرمتی کی لیکن مسجد بچ رہی پھر اس کے بہت دنوں بعد اس بادشاہ کے کسی جانشین نے شہر اور مسجد کو ویران کر کے ڈال دیا۔ پھر اس کے کچھ دنوں بعد وہاں سلاطین روم کی عملداری ہو گئی اور انہوں نے پھر سے مسجد کی مرمت کی۔ جس کے آٹھ سال بعد حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے۔

۶:..... ان واقعات کے بعد پھر سلاطین روم نے بھی بغاوت کردی اور شہر و مسجد کی پھر وہی ویران حالت کردی۔ یہ زمانہ طیطس نامی رومی بادشاہ کا تھا، جو نہ یہودی تھا اور نہ نصرانی۔ یہ حادثہ حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر تشریف لے جانے سے چالیس برس بعد پیش آیا۔ اس وقت سے لے کر عہد فاروقی تک یہ مسجد ویران ہی پڑی رہی حتیٰ کہ آپؐ نے تعمیر کرائی تاہم ان چھ واقعات میں سے اس آیت میں جن واقعات کی طرف اشارہ ہے۔ اگرچہ یقین کے ساتھ ان کی تعیین دشوار ہے لیکن واقعات کی اہمیت و تباہی پر اگر نظر ڈالی جائے تو چوتھے

اور چھٹے واقعات پر انگلی رکھی جاسکتی ہے۔

آیت کی دوسری توجیہ: اسی کے ساتھ لفظ مرتین سے مراد موسوی اور عیسوی دونوں شریعتوں کی مخالفت بھی ہو سکتی ہے، اگرچہ ہر شریعت کی مخالفت بار بار ہوئی ہو۔ پس اس صورت میں تمام واقعات اور انقلابات اس میں داخل ہو جائیں گے کیونکہ بعض واقعات میں شریعت موسوی کی مخالفت کی سزا ہوئی اور بعض میں عیسوی شریعت کی خلاف ورزی کی سزا ہوئی تھی آگے ”ان عدتم“ میں اسلام کے ساتھ ان کی مخالفانہ سرگرمیوں کی طرف اشارہ ہے۔ اس طرح کلام پورے طور پر مربوط ہو جائے گا اور مقصود کے پیش نظر بہتر یہی ہے کہ واقعات کی تعین نہ کی جائے اور مجمل رکھا جائے کہ جب بھی گناہوں کی کثرت ہو جاتی ہے شامت اعمال سے سزا ہوتی ہے۔ فسی الکتاب میں صرف تورات کی اگر تعین نہ کی جائے بلکہ عام رکھا جائے۔ بنی اسرائیل کی دوسری الہامی کتابوں کو بھی اس میں داخل کر لیا جائے تو پھر یہ شبہ نہیں رہتا کہ یہ مضامین موجودہ تورات میں تو نہیں ہیں اور تورات بھی مراد لی جائے تو یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اصلی تورات میں یہ مضامین ہوں گے۔ اب تو تحریف ہو گئی ہے۔ اس لئے قرآن کے بیان پر شبہ نہیں رہا، آیت عسی ربکم، میں دو لفظوں کے اندر وہ سب کچھ کہہ دیا جو جزائے عمل کے بارہ میں کہا جاسکتا ہے، یعنی اگر تم پھر انہی شرارتوں کی طرف لوٹے تو ہم بھی لوٹیں گے۔ اگر تم بد عملیوں کی طرف لوٹو گے تو اللہ کا قانون پاداش بھی سزا کی طرف پھر جائے گا۔ جوں ہی تم نے بُرائی کا رخ کیا، نتائج عمل کا قانون بھی پاداش و عقوبت میں سرگرم ہو گیا ”عمل اور نتیجہ دو ایسی لازم و ملزوم حقیقتیں ہیں، جو کسی حال میں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتیں۔ نتیجہ عمل کا سایہ ہے۔ جہاں عمل آیا اس کا سایہ بھی ساتھ آ گیا۔ تم نے اچھے عمل کی طرف رخ کیا اور اچھے نتائج بھی تمہارے طرف ٹکے لگے۔ تم نے بُرے عمل کی طرف قدم اٹھایا، برے نتائج کے بھی قدم اٹھ گئے۔ اس راہ میں جتنے بڑھتے جاؤ اور جس قدر بھی غور کرو، حقیقت ہر جگہ یہی نظر آئے گا۔ آیت ان هذا القرآن۔ میں یہ بتانا ہے کہ دو مہلتیں ہو چکی ہیں، اب تمہیں تیسری مہلت مل رہی ہے۔ یعنی دعوت حق نے رحمت الہی کی بخشائشوں کا دروازہ کھول دیا ہے۔ اگر انکار و سرکشی سے باز آ جاؤ تو تمہارے لئے سعادت و کامرانی ہے۔ باز نہ آؤ گے تو پھر جس طرح دو مرتبہ نتائج عمل کا قانون اپنی عقوبتیں دکھلا چکا، تیسری مرتبہ دکھلائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہودیوں نے جس طرح اس مہلت سے فائدہ نہیں اٹھایا تھا جو حضرت مسیح علیہ السلام کے ظہور نے انہیں دی تھی۔ اسی طرح دعوت اسلام سے فائدہ نہ اٹھایا اور محرومی و نامرادی کی مہر ہمیشہ کے لئے ان کی قسمت پر لگ گئی۔ قرآن نے اپنے جس قدر اوصاف بیان کئے ہیں، ان سب میں جامع ترین وصف یہی ہے۔ زندگی اور سعادت کے ہر گوشہ میں اس کی راہنمائی سیدھی سے سیدھی بات کے لئے ہے۔ کسی طرح کی افراط و تفریط اس کی راہنمائی میں نہیں ہو سکتی۔ آیت ویبشر المؤمنین سے معتزلہ استدلال نہیں کر سکتے کیونکہ اجر اکبیرا سے مراد اگر جنت میں مطلق داخل ہونا لیا جائے تب تو کہا جائے گا کہ اعمال صالحہ جنت میں داخل ہونے کا سبب ہیں شرط نہیں ہیں جو معتزلہ کے لئے مفید ہو لیکن اگر ”اجر اکبیرا“ سے مراد جنت کے بلند درجات ہوں تو پھر اعمال صالحہ کا ان درجات عالیہ کے لئے شرط کہنا بھی صحیح ہے۔

لطا ف آیات: آیت سبحان الذی سے مقام عبدیت کی جہاں ایک طرف بلندی معلوم ہوتی ہے وہاں دوسری طرف بندہ کی پستی بھی معلوم ہوتی ہے۔ انسان خواہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو جیسے آنحضرت ﷺ مگر رہتا وہ انسان ہی ہے معبود نہیں بن جاتا کہ عیسائیوں کی طرح اس کے لئے صفات الوہیت ثابت کر دی جائیں۔ آیت لیلا من المسجد الحرام آنحضرتؐ کا اتنے دور دراز کے سفر کو اتنی جلدی طے کرنا کئی صورتوں کو محتمل ہے۔

(۱) ایک تو زمانہ اور مکان اپنی جگہ برقرار رکھتے ہوئے آپؐ کو اتنی جلدی سیر کرائی گئی ہو اور ظاہر یہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔ (۲) دوسرے

یہ کہ زمانہ اپنے حال پر رہے لیکن طے مکانی کرتے ہوئے آپ کو معراج کرائی گئی ہو اور صوفیاء اور بعض فقہاء بطور کرامت، طے مکانی کو اولیاء اللہ کے لئے بھی مانتے ہیں۔ (۳) تیسرے یہ کہ مکان تو اپنے حال پر رہے لیکن زمانہ میں پھیلاؤ کر کے اسے وسیع کر دیا گیا ہو اور صوفیاء کے نزدیک اولیاء اللہ کیلئے یہ کرامت بھی تسلیم کی ہے۔ غرض یہ کہ مکان اور زبان دونوں میں نشرو طے دونوں خوارق ممکن ہیں اور صوفیاء ان چاروں صورتوں کو مانتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ”مسائل السلوک“ مصنفہ حضرت تھانویؒ کا یہ مقام قابل ملاحظہ ہے۔ آیت ولید خلوا المسجد۔ سے صراحت یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض تکوینی مصالح کی وجہ سے شرور اور برائیاں بھی ضروری ہوتی ہیں اور چونکہ کفار کے ذریعہ ان مصالح کو پورا کرایا گیا۔ اس لئے ان کفار کو ”عباد النار“ فرمایا ہے یعنی وہ ہمارے بندے ہیں۔

وَيَذُّعُ الْإِنْسَانُ بِالشَّرِّ عَلَى نَفْسِهِ وَآهْلِهِ إِذَا ضَجِرَ دُعَاءُهُ أَي كَدُّعَائِهِ لَهُ بِالْخَيْرِ وَكَانَ الْإِنْسَانُ الْجِنْسُ عَجُولًا ﴿۱۱﴾ بِالْدُّعَاءِ عَلَى نَفْسِهِ وَعَدَمِ النَّظَرِ فِي عَاقِبَتِهِ وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ دَالَّتَيْنِ عَلَى قُدْرَتِنَا فَمَحَوْنَا آيَةَ اللَّيْلِ طَمَسْنَاهُ نَوْرَهَا بِالظَّلَامِ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالْإِضَافَةُ لِلْبَيَانِ وَجَعَلْنَا آيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً أَي مُبْصِرًا فِيهَا بِالضُّوءِ لَتَبْتَغُوا فِيهِ فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ بِالْكَسْبِ وَلِتَعْلَمُوا بِهِمَا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابِ لِلْأَوْقَاتِ وَكُلَّ شَيْءٍ يُحْتَاجُ إِلَيْهِ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيلًا ﴿۱۲﴾ أَي بَيَّنَّاهُ تَبْيِينًا وَكُلَّ إِنْسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ عَمَلُهُ يَحْمِلُهُ فِي غُنْقِهِ خُصَّ بِالذِّكْرِ لِأَنَّ الزُّرْمَ فِيهِ أَشَدُّ وَقَالَ مُجَاهِدٌ مَا مِنْ مَوْلُودٍ يُوَلَّدُ إِلَّا وَفِي غُنْقِهِ وَرَقَّةٌ مَكْتُوبٌ فِيهَا شَقِيٌّ أَوْ سَعِيدٌ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ كِتَابًا مَكْتُوبًا فِيهِ عَمَلُهُ يَلْقَاهُ مَنْشُورًا ﴿۱۳﴾ صِفَتَانِ لِكِتَابًا وَيُقَالُ لَهُ اقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا ﴿۱۴﴾ مُحَاسِبًا مَنْ اهْتَدَى فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ لِأَنَّ ثَوَابَ اهْتِدَائِهِ لَهُ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا لِأَنَّ إِثْمَهُ عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَفْسُ وَازِرَةٌ أَثَمَةٌ أَي لَا تَحْمِلُ وَزَرَ نَفْسٍ أُخْرَى وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ أَحَدًا حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا ﴿۱۵﴾ يُبَيِّنُ لَهُ مَا يَجِبُ عَلَيْهِ وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا مُنْعِمِيهَا بِمَعْنَى رُؤُسَائِهَا بِالطَّاعَةِ عَلَى لِسَانِ رُسُلِنَا فَفَسَقُوا فِيهَا خَرَجُوا عَنْ أَمْرِنَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ بِالْعَذَابِ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا ﴿۱۶﴾ أَهْلَكْنَاهَا بِأَهْلَاكِ أَهْلِهَا وَتَحْرِيبِهَا وَكَمْ أَي كَثِيرًا أَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُونِ الْآمَمِ مِنْ بَعْدِ نُوحٍ وَكَفَى بِرَبِّكَ بِذُنُوبِ عِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ﴿۱۷﴾ عَالِمًا بِبَوَاطِنِهَا وَظَوَاهِرِهَا وَبِهِ يَتَعَلَّقُ بِذُنُوبٍ مَنْ كَانَ يُرِيدُ بِعَمَلِهِ الْعَاجِلَةَ أَي الدُّنْيَا عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ التَّعْجِيلَ لَهُ بَدَلٌ مِنْ لَهُ بِإِعَادَةِ الْجَارِ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ فِي الْآخِرَةِ جَهَنَّمَ يَصْلُهَا يَدْخُلُهَا مَذْمُومًا مَلُومًا مَذْخُورًا ﴿۱۸﴾ مَطْرُودًا عَنِ الرَّحْمَةِ وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَى لَهَا سَعْيَهَا عَمَلْ عَمَلِهَا اللَّائِقُ بِهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ حَالٌ فَأُولَئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا ﴿۱۹﴾ عِنْدَ اللَّهِ أَي مَقْبُولًا مَثَابًا عَلَيْهِ كَلَّا مِنَ الْفَرِيقَيْنِ نِمْدُ نُعْطَى هَؤُلَاءِ وَهَؤُلَاءِ بَدَلٌ

مِنْ مُتَعَلِّقٍ بِنِمْدٍ عَطَاءِ رَبِّكَ فِي الدُّنْيَا وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ فِيهَا مَحْظُورًا ﴿۲۰﴾ مَمْنُونًا عَنْ أَحَدٍ
 أَنْظِرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ وَالْجَاءِ وَلِلْآخِرَةِ أَكْبَرُ أَعْظَمُ دَرَجَاتٍ وَأَكْبَرُ
 تَفْضِيلًا ﴿۲۱﴾ مِنَ الدُّنْيَا فَيَنْبَغِي الْإِغْتِنَاءُ بِهَا دُونَهَا لَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُومًا
 مَّخْذُومًا لَا ﴿۲۲﴾ لَا نَاصِرَ لَكَ وَقَضَىٰ أَمْرُ رَبِّكَ أَيْ بَانَ لَا تَعْبُدُوا إِلَّا آيَاهُ وَ أَنْ تَحْسِنُوا بِأَلْوَالِدَيْنِ
 إِحْسَانًا بَانَ تَبَرُّوهُمَا إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا فَاعِلٌ أَوْ كِلَاهُمَا وَفِي قِرَاءَةِ يَبْلُغَانِ
 فَاحَدُهُمَا بَدَلٌ مِنَ الْآخَرِ فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أَفْ بِفَتْحِ الْفَاءِ وَ كَسْرِهَا مُنَوَّنًا وَغَيْرُ مُنَوَّنٍ مَصْدَرٌ بِمَعْنَى تَبَاوَقَبًا
 وَلَا تَنْهَرُهُمَا تَزَجْرُهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ﴿۲۳﴾ جَمِيلًا لَيْنًا وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذَّلِيلِ أَلَنْ
 لَهُمَا جَانِبَكَ الذَّلِيلِ مِنَ الرَّحْمَةِ أَيْ لِرِقَّتِكَ عَلَيْهِمَا وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَحِمَانِي حِينَ رَبَّيْنِي
 صَغِيرًا ﴿۲۴﴾ رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ مِنْ إِضْمَارِ الْبِرِّ وَالْعُقُوقِ إِنْ تَكُونُوا صَالِحِينَ طَائِعِينَ لِلَّهِ
 تَعَالَىٰ فَإِنَّهُ كَانَ لِلْأَوَّابِينَ الرِّجَاعِينَ إِلَىٰ طَاعَتِهِ غَفُورًا ﴿۲۵﴾ لِمَا صَدَرَ مِنْهُمْ فِي حَقِّ الْوَالِدَيْنِ مِنْ بَادِرَةٍ
 وَهُمْ لَا يَضْمِرُونَ عُقُوقًا وَآتِ اعْطِ ذَا الْقُرْبَى الْقَرَابَةَ حَقَّهُ مِنَ الْبِرِّ وَالصَّلَةِ وَالْمِسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ
 وَلَا تُبْذِرْ تَبْذِيرًا ﴿۲۶﴾ بِالْإِنْفَاقِ فِي غَيْرِ طَاعَةِ اللَّهِ تَعَالَىٰ إِنْ الْمُبْذِرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيْطَانِ أَيْ
 عَلَى طَرِيقَتِهِمْ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا ﴿۲۷﴾ شَدِيدًا لِكُفْرِ لِنِعْمِهِ فَكَذَلِكَ أَخُوهُ الْمُبْذِرُ وَإِمَّا تُعْرِضَنَّ
 عَنْهُمْ أَيْ الْمَذْكُورِينَ مِنْ ذِي الْقُرْبَى وَمَا بَعْدَهُ فَلَمْ تُعْطِهِمْ ابْتِغَاءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَبِّكَ تَرْجُوهَا أَيْ لِطَلَبِ
 رِزْقٍ تَنْتَظِرُهُ يَأْتِيكَ فَتُعْطِيهِمْ مِنْهُ فَقُلْ لَهُمْ قَوْلًا مَّيْسُورًا ﴿۲۸﴾ لِيَنَاسَهُلَا بَانَ تَعِدُّهُمْ بِالْإِعْطَاءِ عِنْدَ مَجِيءِ
 الرِّزْقِ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ أَيْ لَا تُمْسِكْهَا عَنِ الْإِنْفَاقِ كُلِّ الْمَسْكِ وَلَا تَبْسُطْهَا
 فِي الْإِنْفَاقِ كُلِّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا رَاجِعٌ لِلأَوَّلِ مَحْسُورًا ﴿۲۹﴾ مُنْقَطِعًا لِأَشْيَاءٍ عِنْدَكَ رَاجِعٌ لِلثَّانِي
 إِنْ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ يُوسِّعُهُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ يُضِيقُهُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا
 بَصِيرًا ﴿۳۰﴾ عَالِمًا بِوِطَانِهِمْ وَظَوَاهِرِهِمْ فَرَزَقَهُمْ عَلَى حَسَبِ مَصَالِحِهِمْ

ترجمہ: اور اسی طرح انسان (اپنے اور اپنے متعلقین کے لئے بے قراری کے وقت) برائی کی دعا مانگتا ہے (جیسے اس کی دعا) اپنی بھلائی کے لئے ہوتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ انسان بڑا ہی جلد باز ہے۔ (بد دعا کرنے اور انجام نہ سوچنے میں) اور ہم نے رات اور دن دونوں کو الگ نشانیاں بنایا ہے (جو ہماری قدرت پر دلالت کر رہی ہے) سو، رات کی نشانی کو ہم نے دھندلا کر دیا۔ (رات کی روشنی، اندھیرے کی وجہ سے ماند کر دی، تمہارے آرام کی خاطر، اس میں اضافت بیا یہ ہے) اور دن کی نشانی کو روشن بنایا (یعنی روشنی کی وجہ سے دن میں نظر آ جاتا ہے) تاکہ اپنے پروردگار کی روزی (کمائی کے ذریعہ) تلاش کرو، نیز (دن رات کے ذریعہ) برسوں کی گنتی

اور (قتلوں کا) حساب معلوم کر لو، اور ہم نے ہر (ضروری) چیز کو خوب تفصیل کے ساتھ (الگ الگ کھول کھول کر) بیان کر دیا ہے اور ہم نے ہر انسان کا عمل اس کے گلے کا ہار کر رکھا ہے (گلے کی تخصیص اس لئے کی ہے کہ اس میں زیادہ پابندی ہو جاتی ہے اور مجاہد فرماتے ہیں کہ انسان جب پیدا ہوتا ہے تو اس کا سعید یا شقی ہونا لکھ کر اس کے گلے میں ڈال دیا جاتا ہے) اور قیامت کے دن ہم اس کا نامہ اعمال نکال کر اس کے سامنے پیش کر دیں گے (جس میں اس کا کیا ہوا سب کچھ لکھا ہوگا) جسے وہ اپنے سامنے کھلا ہوا دیکھ لے گا۔ (یہ دونوں لفظ کتاب کی صفت ہیں، اس شخص سے کہا جائے گا) اپنا نامہ اعمال پڑھ لے آج تو خود ہی اپنا آپ محاسب کافی ہے۔ جو شخص سیدھے رستے پر چلا تو اپنے ہی لئے ہی چلا (کیونکہ راہ راست پر چلنے کا ثواب خود اسے ملے گا) اور جو شخص بھٹک گیا تو بھٹکنے کا خمیازہ بھی اسے ہی بھگتنا پڑے گا (کیونکہ گناہ کا وبال اس پر ہوگا) کوئی بوجھ اٹھانیوالا (گنہگار) کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا۔ اور ہم کبھی (کسی کو) سزا نہیں دیتے، جب تک ہم کسی رسول کو نہیں بھیج لیتے (جو ان کو تمام ضروریات بتلا دیتا ہے) اور جب ہمیں کسی بستی کو برباد کرنا منظور ہوتا ہے تو ہم خوشحال لوگوں کو حکم دیتے ہیں۔ (پیغمبروں کے ذریعہ رئیسوں اور امیروں کو دعوت دیتے ہیں) لیکن پھر وہ نافرمانی کرنے لگتے ہیں (ہماری حکم عدولی کرتے ہیں) تب ان پر (عذاب کی) حجت تمام ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ہم اس بستی کو تباہ اور غارت کر ڈالتے ہیں (بستی والے جب برباد ہو جاتے ہیں، تو بستی بھی اجاڑ ہو جاتی ہے) اور نوح کے بعد قوموں کے کتنے ہی دور گزر چکے ہیں۔ جنہیں ہم نے ہلاک کر دیا ہے اور اپنے بندوں کے گناہوں کے لئے آپ کے پروردگار کا باخبر اور واقف ہونا کافی ہے (یعنی چھپے اور کھلے سب گناہ وہ جانتا ہے اور بذنوب کا تعلق خبیثہ کے ساتھ ہے) جو اپنے (عمل سے) فوری فائدہ (دنیا کا) چاہتا ہے تو جس کسی کو، جتنا ہم دینا چاہیں اسی دنیا میں دے ڈالتے ہیں (لمن نریہ) بدل ہے لہ سے حرف جروا کر (پھر آخر کار ہم اس کے لئے جہنم تجویز کریں گے وہ اس میں بد حال (پھٹکار برستا ہوا) راندہ (رحمت سے دور) ہو کر داخل ہوگا۔ لیکن جو کوئی آخرت کا طالب اور اس کے لئے (جیسے کوشش کرنی چاہئے) ویسی کوشش کرے گا۔ بشرطیکہ وہ ایمان بھی رکھتا ہو (یہ حال ہے) تو ایسے ہی لوگ ہیں جن کی کہ کوشش مقبول ہوگی (اللہ میاں کے یہاں قبولیت اور ثواب سے نوازے جائیں گے) ہم دونوں جماعتوں میں سے (ہر فریق کو (دنیا میں) اپنی پروردگار کی بخشائشوں میں سے مدد دیتے ہیں (من کا تعلق نمد سے ہیں) ان کو بھی اور ان کو بھی اور آپ کے پروردگار کی بخشش عام کسی پر بند نہیں ہے۔ دیکھو ہم نے کس طرح بعض لوگوں کو بعض لوگوں پر برتری دیدی ہے (رزق اور مرتبہ میں) اور حقیقت یہ ہے کہ آخرت کے درجے بڑھ کر اور برتر ہیں (بہ نسبت دنیا کے اس لئے آخرت ہی کی طرف توجہ ہونی چاہئے نہ کہ دنیا کی طرف) اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ ٹھہراؤ، ورنہ بد حال بے یار و مددگار ہو کر بیٹھ رہو گے (کہ کوئی تمہاری بات پوچھنے والا نہ ہوگا) اور تمہارے پروردگار نے یہ حکم دیا ہے کہ اس کے سوا اور کسی کی بندگی نہ کرو اور (یہ کہ احسان کرو) اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کے ساتھ پیش آؤ (اچھا سلوک کرو) اگر ماں باپ میں سے کوئی ایک (یہ فاعل ہے) یادوں (ایک قرأت میں لفظ یسلغان ہے۔ پس لفظ احدہما الف سے بدل ہو جائے گا) تمہاری موجودگی میں بڑھاپے کی عمر تک پہنچ جائیں تو ان کی کسی بات پر اُف تک بھی نہ کرو (فا کے فتح اور کسرہ کے ساتھ تنوین اور بغیر تنوین کے سب طرح ہو سکتا ہے مصدر ہے یعنی کبھی تم انہیں ہاں سے ہوں بھی نہ کرو اور نہ انہیں جھڑکو (ڈانٹو) اور ان سے خوب ادب و آداب (خوش اسلوبی) کے بات کرو اور ان کے آگے عاجزی سے جھکے رہنا (ان کے سامنے سر نیاز جھکائے رہنا) مہربانی سے (یعنی ان سے محبت کا برتاؤ کرنا) اور ان کے حق میں دعا کرتے رہنا کہ پروردگار! جس طرح انہوں نے مجھ پر رحم کھایا، کہ بچپن میں پالا پوسا اور بڑا کیا۔ اسی طرح آپ بھی ان دونوں پر رحم فرمائیے۔ تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے جو کچھ تمہارے جی میں ہوتا ہے (صلہ رحمی کرنا یا بدسلوکی کرنا) اگر تم نیک (اللہ کے فرمانبردار) ہوئے تو اللہ توبہ کریں والوں (اللہ کی طرف رجوع کرنے والوں) کی خطا معاف فرما دیتا ہے (جو کچھ جلدی میں ماں باپ کی حق تلفی ہو جاتی ہے۔ حالانکہ دل میں کسی نافرمانی کا جذبہ نہیں تھا) اور قرابت دار کو اس کا حق (یعنی حسن سلوک اور صلہ رحمی کر کے) دیتے رہنا اور محتاج اور مسافر کو بھی دیتے رہنا اور روپیہ پیسہ بے موقعہ مت اڑانا (کہ اللہ کی مرضی کیخلاف بے محل خرچ کر ڈالو) بلاشبہ بے موقع خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی بند ہیں (یعنی ان کے طریقہ پر ہیں) اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا

ناشکر ہے (اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا کھلے بندوں انکار کرنے والا ہے۔ یہی حال ان فضول خرچ شیطان کے بھائی بندوں کا ہے) اور اگر آپ کو پہلو تہی کرنی پڑ جائے (ان رشتہ داروں سے اور محتاج اور مسافروں سے اور ان کو تم نہ دے سکو) اپنے پروردگار کی طرف سے رزق آنے کی امید میں۔ جس کی تم راہ دیکھ رہے ہو (یعنی اس انتظار میں ہو کہ تمہارے پاس کہیں سے کچھ آجائے تو تم انہیں دے ڈالو) تو انہیں نرمی سے سمجھا دو (یعنی نرمی سے انہیں کہہ دو کہ جب آئے گا تو تمہیں ضرور دے دیا جائے گا) اور اپنا ہاتھ نہ تو اتنا سیڑ لو کہ گردن ہی میں بندھ جائے (یعنی پوری بخیلی پر کمر باندھ لو) اور نہ بالکل ہی پھیلا دو، ورنہ نتیجہ یہ نکلے گا کہ ہر طرف سے ملامت پڑے گی (یہ تو پہلی صورت کی خرابی ہوگی) اور خالی ہاتھ ہو کر بیٹھ رہو گے (بالکل تہی دست کہ ایک پھوٹی کوڑی بھی تمہارے پاس نہیں رہے گی۔ یہ دوسری صورت کا نتیجہ نکلے گا) تمہارا پروردگار جس کی روزی چاہتا ہے فراخ کر دیتا ہے اور جس کی چاہتا ہے نپی تلی (تنگ) کر دیتا ہے۔ بے شک وہ اپنے بندوں کو خوب جانتا، دیکھتا ہے۔ (ظاہر و باطن سے خوب واقف ہے، جتنی مناسب سمجھتا ہے روزی دیتا ہے)۔

تحقیق و ترکیب: فمحوٰنا۔ اس میں دو حکمتوں کی طرف اشارہ ہے۔ ایک تو دن اور رات کا اس طرح بنانا کہ مستقل طور پر قدرت الہی کی یہ دونشانیاں ہیں۔ دوسرے رات کو سکون و راحت کے پیش نظر تاریک بنانا اور دن کو روزی کی جستجو کے لئے روشن بنانا اور رات کی نشانی کے محو کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ اول اسے روشن بنا کر پھر اسے ماند کیا جاتا ہے۔ بلکہ پیدائشی طور پر فی نفسہ دن کے مقابلہ میں رات کو ماند پیدا کیا ہے اور بعض نے دن و رات کی نشانیوں سے مراد چاند سورج لئے ہیں، کہ اول دوسرے کے مقابلہ میں ماند ہوتا ہے۔ طائرہ فی عنقہ۔ یعنی تقدیر الہی نے ہر شخص کے لئے جس قدر علم، عقل، رزق، عمر، سعادت، شقاوت مقدر کر دی ہے۔ انسان اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ یہ بطور کنایہ کہا گیا ہے۔ ابن عباسؓ کی رائے بھی یہی ہے کہ اسباب خیر و شر کو طائر کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ چنانچہ زمانہ جاہلیت میں لوگ پرندوں سے نیک فالی اور بد فالی حاصل کرتے تھے جس کی ممانعت حدیث لا طیرۃ ولا ہامۃ میں کی گئی ہے۔ لا تزد۔ بظاہر یہ آیت، حدیث من سن سنة حسنة کے خلاف معلوم ہوتی ہے۔ جواب یہ ہے کہ گمراہ ہونے کا ذمہ دار تو گمراہ ہونے والا ہوگا اور گمراہ کرنے کا ذمہ دار گمراہ کرنے والا ہوگا۔ غرض یہ کہ دونوں اپنے اپنے عمل کے لئے جواب دہ ہونگے۔ ایک دوسرے کے عمل میں نہیں پکڑا جائے گا۔ اس لئے آیت و حدیث میں تعارض نہیں۔ رہا حسی نبعث اس سے معلوم ہوا کہ شریعت کے بغیر کوئی حکم واجب نہیں لیکن جو اس کے قائل ہیں وہ اس کو دنیوی سزا پر محمول کرتے ہیں۔ وقصی یہاں سے قریباً ۱۲۵ صلی اور فرعی احکام ذکر کئے جا رہے ہیں۔ سب سے پہلے توحید سے شروع کیا گیا ہے۔ فلا نقل لهما ف مقصد یہ ہے کہ کوئی تکلیف دہ کلمہ ان کی شان میں نہ کہا جائے خواہ یہ ہو یا دوسرا کوئی لفظ لیکن اگر کسی زبان میں اف کے معنی اچھے ہوں تو پھر اس کی ممانعت نہیں ہوگی۔ امام غزالی اکثر علماء کی رائے نقل کرتے ہیں کہ شبہات کے مواقع میں بھی والدین کی اطاعت ضروری ہے۔ البتہ حرام کاموں میں ان کی اطاعت نہیں کیونکہ شبہات سے بچنا ایک تقویٰ کی بات ہے لیکن والدین کو راضی رکھنا واجب ہے اس لئے اسی کو ترجیح ہوگی۔ البتہ اگر دونوں کی خوشنودی حاصل کرنا کسی وجہ سے دشوار ہو جائے تو پھر تعلیم اور احترام سے متعلق باتوں میں والد کی خوشنودی کو مقدم سمجھا جائے گا اور مالی اور بدنی خدمت کے لحاظ سے والدہ کو ترجیح دی جائے گی۔ چنانچہ اگر دونوں اولاد کے پاس آئیں تو والد کے لئے احتراماً کھڑا ہو جانا چاہئے۔ اور اگر دونوں کچھ مانگیں تو والدہ کو مقدم سمجھنا چاہئے۔ چنانچہ فقہاء فرماتے ہیں کہ اولاد کے پاس اگر صرف اتنا ہو کہ وہ والدین میں سے ایک کی خدمت کر سکتا ہے تو چونکہ ماں نے زیادہ محنت و تعب اٹھایا ہے اور محبت و شفقت زیادہ کی ہے، اسی لئے اس کا زیادہ حق ہے۔ و اخفض اس میں استعارہ مکینہ یا مصرحہ اور ترشیحہ ہو سکتا ہے۔ و انت ذ القربى امام اعظمؒ کے نزدیک یہ حکم وجوبی ہے۔ مالدار شخص پر اپنے بھائی بہن کی خبر گیری بھی واجب ہے لیکن دوسرے ائمہ کے نزدیک یہ حکم استحبابی ہے۔ یعنی صرف اصول و فروع کے ساتھ حسن سلوک ضروری ہے

اور دوسروں کے ساتھ مستحسن ہے۔ لاتبذر بے موقع خرچ کرنے کو تبذیر اور حد سے زیادہ خرچ کرنے کو اسراف کہتے ہیں۔ راجع للاول۔ یعنی بخل کا انجام ہر طرف ملامت ہوگی۔ اسی طرح راجع الی الثانی کا مطلب یہ ہے کہ اسراف کا نتیجہ تہی دست ہو جانا ہے۔

رابط آیات: پچھلی آیات میں توحید و رسالت اور قرآن کی حقانیت کا بیان تھا اور کفار کے لئے مستحق عذاب ہونا بتلایا تھا۔ لیکن کفار یہ کہتے تھے کہ اگر یہ باتیں حق ہیں تو ان کے انکار پر دنیا ہی میں ہم پر عذاب کیوں نہیں آجاتا؟ آیت ویدع الانسان میں اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ جس طرح دن رات اپنے اپنے وقت پر آتے جاتے ہیں اسی طرح عذاب بھی مقررہ وقت پر آکر رہے گا۔ نیز وجعلنا الیل کا تعلق توحید سے بھی ہو سکتا ہے۔ اسی طرح کل شیء فصلناہ سے قرآن کی تعریف مراد ہے اور اگر لوح محفوظ مراد ہو تو پھر یہ بتلانا مقصود ہے کہ جس طرح حساب کتاب لوح محفوظ میں درج ہے اسی طرح یہ ٹھیک اپنے مقررہ وقت پر واقع ہوں گے۔ اس کے بعد آیت واذآردنسا سے یہ بتلانا ہے کہ پیغمبروں کے آنے کے بعد ان کی اطاعت نہ کرنے سے عذاب الہی آتا ہے۔ چنانچہ آنحضرتؐ کی اطاعت نہ کرنے سے تم بھی مستحق عذاب ہو گے، مقررہ وقت کا انتظار ہو رہا ہے۔ پس اس طرح اس آیت کا تعلق و ما کنا معذبین سے بھی ہو گیا اور ویدع الانسان سے بھی آگے آیت من کان یویدع کفار کے دوسرے شبہ کا جواب ہے کہ ان کے بعض کام اگر بقول مسلمانوں کے باعث عذاب بھی ہوں تب بھی ان کی مہمانداری، مظلوم کی حمایت و ہمدردی اور ضرورت مندوں کی امداد وغیرہ بھلے کاموں کی نجات ہو جائے گی؟ حاصل جواب یہ ہے کہ دو حال سے خالی نہیں۔ ان کاموں سے یا دنیا مقصود ہوگی تب تو یہ کفار من کان یویدع العاجلہ میں داخل ہیں اور اگر بالفرض آخرت ہی مقصود ہو تو ایمان کی قید اور شرط ہے جو کفار میں نہیں پائی جاتی۔ پس بہر صورت کفار مستحق نجات ہونے کے بجائے مستوجب عذاب ہیں۔ اس کے بعد آیت وقضی ربک سے تقریباً ۱۲۵ احکام کا سلسلہ شروع ہو رہا ہے لیکن چونکہ بلا ایمان و توحید کوئی عمل بھی معتبر و مقبول نہیں۔ اس لئے توحید کو پہلے ذکر کیا اور توحید ہی پر اس مضمون کو ختم کیا ہے۔ دوسرا حکم وبالوالدین میں والدین کے حقوق کی ادائیگی سے متعلق ہے۔ تیسرا حکم آیت ذی القربنی میں دوسرے قرابت داروں سے متعلق ہے اور چوتھا حکم لاتبذر میں فضول خرچی کی ممانعت کا ہے اور پانچواں حکم اما تعرضن میں مجبوری کے وقت معقول عذر کر دینے کا ہے اور چھٹا حکم ولا تجعل میں خرچ اخراجات کی میانہ روی سے متعلق ہے۔

﴿تشریح﴾: انسان بھلائی برائی میں امتیاز نہیں کرتا: آیت ویدع الانسان میں انسان کی اس کمزوری کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے کہ وہ خیر و شر بھلائی برائی میں امتیاز نہیں کرتا اور بسا اوقات برائی کا اس طرح خواہاں ہو جاتا ہے۔ جس طرح بہترائی کا خواستگار ہونا چاہئے۔ یہ حالت اسے اس لئے پیش آتی ہے کہ اس کی طبیعت میں جلد بازی ہے وہ اپنی خواہشوں کو فوراً پورا کرنا چاہتا ہے۔ ایک لمحہ کے لئے صبر و انتظار نہیں کرنا چاہتا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ اچھائی کی طلب گاری کرتے ہوئے برائیوں کا طلب گار ہو جاتا ہے اور نہیں جانتا کہ اس کی طلب گاری اسے برائی کی طرف لے جا رہی ہے پس معلوم ہوا کہ اسے ایک راہنما کی ضرورت ہے جو خیر و شر میں امتیاز سکھلائے اور خواہشوں کی ٹھوکروں سے اس کی حفاظت کرے۔ یہی راہنمائی ہدایت وحی کی راہنمائی ہوئی اور اسی لئے انسان کسی ایسی راہنمائی کا باطن محتاج ہوا۔ اس کے بعد آیت وجعلنا میں اس طرف اشارہ ہے کہ دیکھو کس طرح ربوبیت الہی نے تمہاری ہدایت کا فطری سامان کر دیا ہے اور کس طرح کارخانہ ہستی کا ہر معاملہ تمہاری کار بر آریوں کا ذریعہ ہے اور جب ربوبیت الہی کی یہ کار فرمائیاں شب و روز دیکھ رہے ہو تو اس سے تمہیں کیوں انکار ہے۔ اگر وہ وحی و نبوت کے ذریعہ تمہاری ہدایت کا مزید سامان کر دے؟ اسی کے ساتھ اس طرف بھی اشارہ ہے کہ دن و رات کی حکمت، حساب ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ تلاش روزی بھی اس کی حکمت ہے اور

نہج اس لئے فرمایا کہ عالم غیب میں نامہ اعمال فرشتوں کے ہاتھوں میں محفوظ تھا۔ گویا ان کے پاس سے اعمال نامے برآمد کئے جائیں گے اور قلم فرماتے ہیں کہ بے پڑھے لکھے آدمی بھی قیامت میں اپنے اعمال نامے پڑھ لیں گے۔

بھلائی برائی نتیجہ اعمال ہے:..... آیت و کل انسان سے یہ حقیقت واضح کرنی ہے کہ انسان اپنے اعمال کے نتائج سے بندھا ہوا ہے اور جو برائی بھی اسے پیش آتی ہے خود اسی کے اعمال کی پیداوار ہے اور آیت و ما کننا معذبین سے بعض حضرات نے یہ سمجھا ہے کہ جن قوموں تک رسولوں کے آنے کی اطلاع نہیں پہنچی وہ گناہ اور کفر کی وجہ سے بتلائے عذاب نہیں ہونگے اسی طرح اس آیت سے بعض لوگ یہ سمجھے ہیں کہ جن عقائد اور اعمال کی برائی عقل سے معلوم ہو سکتی ہے اور کسی سبب سے اسے جاننے کی تحریک بھی ہو گئی ہو۔ بلکہ جاننے اور غور کرنے کا موقع بھی مل گیا ہو اب خواہ غور و تامل نہ کرنے کی وجہ سے انہیں نہ جانا ہو یا جان بوجھ کر پھر ایسے عقائد و اعمال کو اختیار کیا ہو ان کو عذاب ہوگا۔ کیونکہ یہ سب صورتیں نبی آنے کے قائم و مقام ہیں نبی کے آنے کا جو فائدہ ہو سکتا ہے وہ اس صورت میں بھی پورا ہو رہا ہے۔ پس گویا آیت کا حاصل یہ ہوگا۔ ما کننا معذبین حتی نبھہ بالنقل او بالعقل۔

امراء کی کثرت تباہی کا پیش خیمہ ہوتی ہے:..... بعض حضرات نے امر نامہ تر فیہا کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ کسی بستی کو جب ہم برباد کرنا چاہتے ہیں تو ہم وہاں کے امراء کو تعداد اور سامان میں بڑھا دیتے ہیں حتیٰ کہ اس استدراجی حالت میں جب وہ پورے طور پر منہمک اور غافل ہو جاتے ہیں تو انہیں تباہی آگھیرتی ہے۔ غرض یہ کہ ان دونوں تفسیروں کا حاصل یہ نکلا کہ تباہی اور ہلاکت سے پہلے استدراجی صورت یا پیغمبر کی تشریف آوری ہوتی ہے اور دوسرے عام تکوینی واقعات کی طرح کسی قوم کے قابل ہلاکت ہونے کی حکمت کا متعین اور معلوم ہونا ضروری نہیں ہے۔

اس لئے اب یہ شبہ نہیں رہا کہ انبیاء کے آنے سے پہلے اگر وہ لوگ قابل عذاب نہیں تھے۔ تو گویا انہیں ہلاک کرنیکی خاطر یہ حیلہ نکالا جو بظاہر شان رحمت کے خلاف ہے اور اگر پہلے ہی سے ہلاکت کے قابل تھے تو پہلی تفسیر پر پیغمبر کے آئے بغیر ان کا ہلاک ہونا لازم آتا ہے کیونکہ جواب دیا جائے گا کہ ہم دوسری شق اختیار کر کے کہتے ہیں۔ حکمت الہی سے ہی ان کی تباہی مناسب تھی۔ مگر ان کی تباہی کا واقع ہونا انبیاء کے آنے پر موقوف رکھا گیا، کہ ان کی نافرمانی کرنے پر اس تباہی کا تحقق ہو جائے گا پس گویا ان کی تباہی کا باعث خود ان کی حرکتیں ہوئیں نہ کہ محض ارادہ الہی۔ اذا اردنا میں شرط و جزاء کے ظاہری ربط سے جو ہلاکت و تباہی کے مقصود بالذات ہونے کا شبہ ہوتا وہ بھی اس تقریر سے دور ہو گیا اور مالداروں کی تخصیص کی دو وجہ ہو سکتی ہیں۔ ایک تو ان کے ذی اثر ہونے کی وجہ سے ان کی اچھائی اور برائی دوسروں پر زیادہ اثر انداز ہو سکتی ہے۔ دوسرے غفلت کے پردے بھی انہیں کی نگاہوں پر زیادہ پڑے رہتے ہیں۔

انسان دو طرح کے ہیں:..... آیت من کان یرید میں بتلایا جا رہا ہے کہ نتائج عمل کے لحاظ سے انسان دو حصوں میں بٹ گیا ہے۔ ایک گروہ وہ ہے جس کی ساری طلب دنیا کی چند روزہ زندگی ہی کے لئے ہے۔ دوسرا وہ ہے جو یقین رکھتا ہے کہ اس دنیاوی زندگی کے بعد بھی ایک زندگی ہے اور اس لئے اس دوسری زندگی کی سعادت کا بھی طالب ہے۔ جہاں تک دنیا کی زندگی کا تعلق ہے، ہمارا قانون یہ ہے کہ دونوں کے آگے یکساں طریقہ پر دنیوی نتائج کا دروازہ کھول دیا جائے۔ چنانچہ سب ہی کو کارخانہ ربوبیت کا فیضان مل رہا ہے۔ انہیں بھی جو صرف دنیا کے ہو رہے اور انہیں بھی جو آخرت کے بھی طلب گار ہوئے لیکن جہاں تک اخروی سعادت کا تعلق ہے پہلے کے لئے محرومیاں ہوں گی، دوسرے کے لئے کامرانیاں۔ آیت و من اراد الاخرۃ میں یہ حقیقت واضح کی جا رہی ہے، کہ آخری سعادت کی شرائط کیا ہیں؟ فرمایا: دو شرطیں ہیں۔ اول یہ کہ سعادت اخروی کے لئے کوشش کرے لیکن جو کوشش اس کے لئے صحیح ہو سکتی ہے یعنی جو اللہ

کی وحی نے بتلادی ہے۔ دوسری یہ کہ اللہ پر اور اس کی صداقتوں پر ایمان ہو۔ اس کے بغیر آخرت کی بہترین سعادت کیسے حاصل ہو سکتی ہے۔ آیت لاتجعل سے سلسلہ بیان ادا مروا ہوا ہی کی طرف متوجہ ہوا ہے۔ اور یہ واضح کرنا ہے کہ آخرت کے طلب گاروں کے اعمال کیسے ہونے چاہئیں۔ سب سے پہلے توحید عبادت کی تلقین ہے کہ اللہ کے سوا کسی اور کی بندگی نہ کرو کیونکہ توحید خالقیت کا اعتقاد تو تمام پیروان مذاہب میں موجود تھا مگر توحید عبادت کی حقیقت مفقود ہو گئی تھی۔

ماں باپ کے حقوق: پھر والدین کی حقوق پر توجہ دلائی کیونکہ والدین کی ربوبیت، ربوبیت الہی کا پر تو ہے۔ اس لئے عبودیت الہی کے بعد سب سے پہلے جو عمل قابل تعریف ہو سکتا ہے وہ یہی ہے کہ والدین کے حقوق خدمت سے غافل نہ ہو، والدین کی خدمت و اطاعت کا اصلی وقت ان کے بڑھاپے کا وقت ہوتا ہے کیونکہ بڑھاپے کی کمزوریاں انہیں دوسروں کی خدمت و اطاعت کا محتاج بنادیتی ہیں اور اولاد اپنی جوانی کی امنگوں اور عیش پرستیوں میں اس کی بہت کم مہلت پاتی ہے کہ اپنے محتاج اور معذور ماں باپ کی خبر گیری کرے۔ پس یہاں سب سے زیادہ زور اسی بات پر دیا۔ کیونکہ جو اولاد اپنے بوڑھے ماں باپ کی خدمت و اطاعت میں کوتاہی نہیں کرے گی وہ دوسرے وقتوں میں کب کوتاہی گوارا کر سکتی ہے۔ انسان کی ضرورت اور محتاجی کے دو ہی وقت ہوتے ہیں۔ بچپن اور بچپن کا وقت۔ بچپن میں خود ماں باپ نے تمہاری خدمت کی تھی اب ان کے بچپن میں اولاد کو کرنی چاہئے۔

قربتداروں کے حقوق: ماں باپ کے بعد درجہ بدرجہ دوسرے قربتداروں اور محتاجوں کی خبر گیری کا حکم دیا گیا ہے۔ بعض حضرات نے آیت واثا القربی کے ذیل میں نقل کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو باغ فدک اس آیت کے نازل ہونے پر مرحمت فرمایا تھا۔ جس سے معلوم ہو کہ فدک حضرت فاطمہؓ کا تھا۔ اس روایت کو اگر صحیح تسلیم کر لیا جائے تو جواب یہ ہے کہ کیا آپ نے بطور عاریہ مرحمت فرمایا تھا یا برسمیل ہے؟ اگر پہلی صورت تھی تو پھر اہل سنت اور روافض کے درمیان جس مسئلہ میں کلام ہو رہا ہے اس میں کیسے استدلال ہو سکتا ہے اور اگر دوسری صورت تھی تو پھر حضرت فاطمہؓ نے میراث کا دعویٰ کیوں کیا؟ استدلال میں اس آیت کو پیش کرنا چاہئے تھا۔ پھر فرمایا جو لوگ تبذیر کرتے ہیں۔ یعنی خدا تعالیٰ کی دی ہوئی دولت بے موقعہ اور بے محل خرچ کر ڈالتے ہیں۔ مثلاً: محض اپنے نفس کی عیش پرستیوں میں اڑا دیں تو وہ شیطان کے بھائی بندوں میں سے ہیں کیوں کہ شیطان کی راہ کفران کی راہ ہے اور انہوں نے بھی کفران نعمت کی راہ اختیار کی ہے۔ مال و دولت کے بے جا استعمال کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ آدمی نہ تو اپنے اوپر خرچ کرے نہ دوسروں پر۔ محض جمع کر کے رکھے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ صرف اپنے اوپر خرچ کرے دوسروں پر خرچ نہ کرے۔ پہلی صورت خزانہ جمع کرنے کی ہے۔ جسے اکتناز کہنا چاہئے۔ دوسری صورت اسراف اور تبذیر کی ہے۔ قرآن نے دونوں صورتوں کو گناہ قرار دیا ہے اور دونوں سے روکا ہے۔

اسراف و تبذیر کا فرق: اسراف اور تبذیر کا حاصل ایک ہی ہے۔ یعنی گناہ میں خرچ کرنا اب خواہ وہ اصلی گناہ ہو۔ جیسے شراب اور جو اور زنا وغیرہ۔ یا بالواسطہ گناہ ہو، جیسے شہرت و فخر کی نیت سے خرچ کرنا کہ فی نفسہ تو خرچ کرنا جائز ہے مگر تفاخر کی نیت سے ناجائز ہو گیا اور بعض نے یہ فرق کیا ہے کہ اسراف کہتے ہیں حد سے زیادہ خرچ کرنے کو۔ مثلاً: ایک روپیہ کی بجائے دو روپے خرچ کر ڈالنا اور تبذیر کہتے ہیں بے موقعہ و بے محل خرچ کرنے کو۔ اور حق میں جس طرح حق مالی داخل ہے اسی طرح حسن معاشرت بھی داخل ہے۔ یعنی قربتداروں کی مالی اور غیر مالی ہر طرح کی مدد کرنا اور اہلیس چونکہ ایک ہے اس لئے شیطان خود لایا گیا لیکن چونکہ شیاطین کے افراد بہت سے ہیں اس لئے جمع کے صیغہ سے بھی ذکر کیا ہے۔

میانہ روی:..... آیت ولا تجعل یدک نہایت جامع ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ مال و دولت خرچ کرنے میں اور ہر بات میں اعتدال کا راستہ اختیار کرو کسی ایک ہی طرف کو جھک نہ پڑو۔ مثلاً: خرچ کرنے پر آئے تو سب کچھ اڑا دیا۔ احتیاط کرنی چاہی تو اتنی کہ کنجوسی پر آئے۔ دراصل تمام محاسن و فضائل کی بنیادی حقیقت میانہ روی اور اعتدال ہی ہے اور جتنی برائیاں پیدا ہوتی ہیں وہ افراط و تفریط سے پیدا ہوتی ہیں۔

لطف آیات:..... آیت و یدع الانسان میں بعض آداب دعا کی طرف اشارہ ہے کہ مطلقاً دعا میں جلدی نہ کرے۔ بالخصوص بددعا کرنے میں خاص کر دوسروں کے لئے بددعا کرنے میں اور وہ بھی جب کہ انتقامی ارادہ سے ہو۔ آیت و اذا اردنا میں اشارہ ہے کہ جب کسی سالک راہ کے قلب کو خراب کرنا منظور ہوتا ہے تو اس پر نفس و شیطان کے لشکر مسلط کر دیئے جاتے ہیں۔ اس لئے وہ خواہشات کے اتباع سے خراب ہو جاتا ہے۔ آیت و من اراد الاخرة سے معلوم ہوا کہ آخرت کے لائق وہی سعی معتبر ہوگی جس میں شریعت کی موافقت اور استقامت ہو۔ آیت کلانمدا سے صراحتاً معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی وسعت قبولیت کی علامت نہیں ہے۔ نیز اس میں اکابر کی اس عادت کی بھی اصل نکلتی ہے کہ وہ صرف مسلمانوں ہی کو نفع نہیں پہنچاتے بلکہ اخلاق الہی کی اتباع کرتے ہوئے عام انسانوں کی فلاح و بہبود کی کوشش کرتے ہیں۔ ہاں! ہدیہ وغیرہ میں البتہ تقویٰ کی رعایت مناسب ہے۔ آیت و قل رب ارحمہما سے اپنے مربی شیخ کے لئے دعائے خیر کرنے کا استحسان معلوم ہوتا ہے۔ آیت و اما تعرضن سے یہ بات نکلتی ہے کہ اگر کسی وقت طالب حق کو فائدہ پہنچانے سے معذوری ہو تو اسے نرم جواب دینا چاہئے۔ ہاں! اصلاح کی مصلحت سختی کو چاہتی ہو تو دوسری بات ہے۔ آیت ولا تجعل یدک میں مشائخ کے لئے راہنمائی ہے کہ انہیں نہ تو اہل کے سامنے حقائق و معارف ظاہر کرنے میں بخل سے کام لینا چاہئے اور ناقابل تحمل اسراء و رموز بیان کر کے دوسروں کو تباہ کرنا چاہئے۔

وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ بِالْوَادِ خَشْيَةَ مَخَافَةِ إِمْلَاقٍ فَقَدْ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطَاً
إِثْمًا كَبِيراً ﴿۳۱﴾ عَظِيمًا وَلَا تَقْرَبُوا الزَّوْنَىٰ أَبْلَغَ مِنْ لَا تَأْتُوهُ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً قَبِيحًا وَسَاءَ بِئْسَ
سَبِيلًا ﴿۳۲﴾ طَرِيقًا هُوَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا
لَوْلِيهِ لَوَارِثَهُ سُلْطَانًا تَسَلُّطًا عَلَى الْقَاتِلِ فَلَا يُسْرِفَ بِتَجَاوُزِ الْحَدِّ فِي الْقَتْلِ بَأَن يَقْتُلَ غَيْرَ قَاتِلِهِ أَوْ بِغَيْرِ
مَا قُتِلَ بِهِ إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورًا ﴿۳۳﴾ وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ
وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِذَا عَاهَدْتُمْ اللَّهُ أَوْ النَّاسَ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا ﴿۳۴﴾ عَنْهُ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ أَيْمُونَهُ إِذَا
كَلْتُمْ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ الْمِيزَانِ السَّوِيِّ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿۳۵﴾ مَالًا وَلَا
تَقْفُ تَتَّبِعْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ أَلْقَلَبَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ
مَسْئُولًا ﴿۳۶﴾ صَاحِبُهُ مَاذَا فَعَلَ بِهِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا أَي دَامَرَ حَالًا بِالْكِبَرِ وَالْخِيَلَاءِ إِنَّكَ لَنْ

تَخْرِقَ الْأَرْضَ تَشْقُهَا حَتَّى تَبْلُغَ الْإِخْرَافَ بِكَبْرِكَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا ﴿۳۷﴾ الْمَعْنَى إِنَّكَ لَا تَبْلُغُ هَذَا الْمَبْلَغَ فَكَيْفَ تَحْتَاطُ كُلُّ ذَلِكَ الْمَذْكُورُ كَانَ سَيِّئُهُ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوهًا ﴿۳۸﴾ ذَلِكَ مِمَّا أَوْحَى إِلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ الْمَوْعِظَةِ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتُلْقَى فِي جَهَنَّمَ مَلُومًا مَدْحُورًا ﴿۳۹﴾ مَطْرُودًا عَنْ رَحْمَةِ اللَّهِ أَفَاصِفُكُمْ أَخْلَصُكُمْ يَا أَهْلَ مَكَّةَ رَبُّكُمْ بِالْبَيْنِ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ إِنَاثًا بَنَاتًا لِنَفْسِهِ بِزَعْمِكُمْ إِنَّكُمْ لَتَقُولُونَ بِذَلِكَ قَوْلًا عَظِيمًا ﴿۴۰﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا عَيْنًا فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنَ الْأَمْثَالِ وَالْوَعْدِ وَالْوَعِيدِ لِيَذْكُرُوا وَيَتَعَفَّوْا وَمَا يَزِيدُهُمْ ذَلِكَ إِلَّا نُفُورًا ﴿۴۱﴾ عَنِ الْحَقِّ قُلْ لَهُمْ لَوْ كَانَ مَعَهُ آيُ اللَّهِ إِلَهَةٌ كَمَا يَقُولُونَ إِذَا لَا بُتْغَوْا طَلَبُوا إِلَى ذِي الْعَرْشِ آيُ اللَّهِ سَبِيلًا ﴿۴۲﴾ طَرِيقًا لِيَقَاتِلُوهُ سُبْحَنَهُ تَنْزِيهًا لَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يَقُولُونَ مِنَ الشُّرَكَاءِ غُلُوبًا كَبِيرًا ﴿۴۳﴾ تُسَبِّحُ لَهُ تُنَزِّهُهُ السَّمَوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ وَإِنْ مَا مِنْ شَيْءٍ مِنَ الْمَخْلُوقَاتِ إِلَّا يُسَبِّحُ مُنْتَهِسًا بِحَمْدِهِ آيُ يَقُولُ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَفْهَمُونَ تَسْبِيحَهُمْ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِلُغَتِكُمْ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ﴿۴۴﴾ حَيْثُ لَمْ يُعَاجِلْكُمْ بِالْعُقُوبَةِ وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ حِجَابًا مَسْتُورًا ﴿۴۵﴾ آيُ سَاتِرًا لَكَ عَنْهُمْ فَلَا يَرُونَكَ وَنَزَلَ فِيمَنْ أَرَادَ الْفَتْكَ بِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعَلْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَغْطِيَةً أَنْ يَفْقَهُوهُ مِنْ أَنْ يَفْهَمُوا الْقُرْآنَ آيُ فَلَا يَفْهَمُونَهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا ثَقُلًا فَلَا يَسْمَعُونَهُ وَإِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْآنِ وَحْدَهُ وَلَّوْا عَلَى أَدْبَارِهِمْ نُفُورًا ﴿۴۶﴾ عَنْهُ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُونَ بِهِ بِسَبَبِهِ مِنَ الْهَزْءِ إِذْ يَسْتَمِعُونَ إِلَيْكَ قِرَاءَتِكَ وَإِذْ هُمْ نَجْوَى يَتَنَاجَوْنَ بَيْنَهُمْ آيُ يَتَحَدَّثُونَ إِذْ بَدَلُ مِنْ إِذْ قَبْلَهُ يَقُولُ الظَّالِمُونَ فِي تَنَاجِيهِمْ إِنْ مَا تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَسْحُورًا ﴿۴۷﴾ مَخْدُوعًا مَغْلُوبًا عَلَى عَقْلِهِ قَالَ تَعَالَى أَنْظِرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ بِالْمَسْحُورِ وَالْكَاهِنِ وَالشَّاعِرِ فَضَلُّوا بِذَلِكَ عَنِ الْهُدَى فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا ﴿۴۸﴾ طَرِيقًا إِلَيْهِ وَقَالُوا مُنْكَرِينَ لِلْبَعْثِ إِذَا كُنَّا عِظَامًا وَرُفَاتًا إِنَّا لَمُبْعُوثُونَ خَلْقًا جَدِيدًا ﴿۴۹﴾ قُلْ لَهُمْ كُونُوا حِجَارَةً أَوْ حَدِيدًا ﴿۵۰﴾ أَوْ خَلْقًا مِمَّا يَكْبُرُ فِي صُدُورِكُمْ يَعْظُمُ عَنْ قُبُولِ الْحَيَاةِ فَضْلًا عَنِ الْعِظَامِ وَالرُّفَاتِ فَلَا بُدَّ مِنْ إِحْيَادِ الرُّوحِ فِيكُمْ فَسَيَقُولُونَ مَنْ يُعِيدُنَا إِلَى الْحَيَاةِ قُلِ الَّذِي فَطَرَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَلَمْ تَكُونُوا شَيْئًا لَآ الْقَادِرُ عَلَى الْبَدْءِ قَادِرٌ عَلَى الْإِعَادَةِ بَلْ هِيَ أَهْوَنُ فَسَيُغْفَضُونَ يُحَرِّكُونَ إِلَيْكَ رُءُوسَهُمْ تَعْجَبًا وَيَقُولُونَ اسْتِهْزَاءً مَتَى هُوَ آيُ الْبَعْثِ قُلْ

عَسَىٰ أَنْ يَكُونَ قَرِيبًا ﴿۵۱﴾ يَوْمَ يَدْعُوكُمْ يُنَادِيكُم مِّنَ الْقُبُورِ عَلَىٰ لِسَانِ إِسْرَافِيلَ فَتَسْتَجِيبُونَ فَتُجِيبُونَ
مِنَ الْقُبُورِ بِحَمْدِهِ بِأَمْرِهِ وَقِيلَ لَهُ الْحَمْدُ وَتَظُنُّونَ إِنَّ مَا لَبِثْتُمْ فِي الدُّنْيَا إِلَّا قَلِيلًا ﴿۵۲﴾ لَهُوَلِ مَا تَرْوُونَ

ترجمہ: اور اپنی اولاد کو (زندہ درگور کر کے) ہلاک مت کرو افلاس (ناداری) کے اندیشہ سے ہم ہی ہیں کہ انہیں بھی اور تمہیں بھی روزی دیتے ہیں۔ بلاشبہ انہیں قتل کرنا بڑے بھاری گناہ کی بات ہے! اور زنا کاری کے پاس بھی مت پھٹکو (یہ طرز زیادہ بلیغ ہے بہ نسبت اس کہنے کہ ”زنا مت کرو“) یقین کرو وہ بڑی بے حیائی کی بات ہے اور بڑی برائی کا چلن ہے اور کسی کا قتل ناحق نہ کرو ہاں مگر حق پر اور جو کوئی ظلم سے مارا جائے تو ہم نے اس کے وارث کو اختیار دے دیا ہے۔ پس چاہئے کہ اسے قتل کرنے میں حدود سے زیادہ تجاوز نہ کرے (اس طرح کہ قاتل کے علاوہ کسی اور کو قتل کر دے، یا طریقہ بدل ڈالے) وہ شخص طرف داری کے قابل ہے اور یتیم کے مال کے پاس بھی نہ جاؤ۔ مگر ہاں ایسے طریقے سے جو بہتر ہو یہاں تک کہ یتیم جوان ہو جائیں اور اپنا عہد پورا کرو، (جو تم نے اللہ سے یا لوگوں سے کیا ہے) بے شک عہد کے بارے میں باز پرس کی جائے گی اور جب کوئی چیز ناپ کر دو تو پورا ناپو (پیمانہ بھر پور رکھو) اور جب تو لو تو بیع ترازو سے (جو برابر برابر ہو) تو لویہ اچھی بات ہے اور اس کا انجام (نتیجہ) اچھا ہے اور دیکھو جس بات کا تمہیں علم نہیں اس کے پیچھے مت پڑو یا درکھو کان، آنکھ، دل سب کے بارے میں باز پرس ہو نیوالی ہے (کہ ان اعضاء سے لوگوں نے کیا کام لیا ہے) اور زمین پر اکڑ کر (اترا کر) نہ چلو، یقیناً تم زمین میں شکاف نہیں ڈال سکتے (کہ اپنے تکبر کی وجہ سے اُسے پھاڑ کر آخر تک پہنچ جاؤ) اور نہ پہاڑوں کی لمبان تک پہنچ سکتے ہو (یعنی تم پہاڑ کی بلندی تک نہیں پہنچ سکتے۔ پھر کیوں تکبر کرتے ہو) یہ (مذکورہ) سارے برے کام آپ کے پروردگار کے نزدیک سخت ناپسند ہیں۔ یہ باتیں اس حکمت (دانائی) کی باتوں میں سے ہیں جو (اے محمد!) آپ کے پروردگار نے وحی کے ذریعہ آپ پر بھیجی ہیں اور اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ ٹھہراؤ کہ بالآخر ملامت کے مستوجب اور ٹھکرائے ہوئے ہو کر دوزخ میں جھونک دیئے جاؤ (اللہ کی رحمت سے راندہ ہو کر) کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ تمہارے پروردگار نے تمہیں تو اس برگزیدگی کے لئے چن لیا ہو (اے مکہ والو! خاص کر لیا ہو) کہ بیٹے والے ہو اور خود فرشتوں کو بیٹیاں بنالیا ہو (تمہارے خیال کے مطابق) بے شک (یہ) کیسی سخت بات ہے جو تم کہہ رہے ہو اور ہم نے اس قرآن میں طرح طرح کے طریقوں سے (مثالیں اور وعدے اور وعیدیں) بیان کی ہیں تاکہ یہ لوگ نصیحت (سبق) حاصل کریں۔ لیکن انہیں (حق سے) دوری اور نفرت بڑھتی جاتی ہے۔ آپ ان سے کہہ دیجئے اگر اس (اللہ) کیساتھ اور بہت سے معبود ہوتے جیسا کہ یہ لوگ کہتے ہیں تو اس صورت میں ضروری تھا کہ وہ فوراً عرش کے مالک (اللہ) تک راستہ ڈھونڈ لیتے (اسے قتل کرنے کی کوئی راہ نکال لیتے) ان ساری باتوں سے (جو یہ مشرک) کہتے ہیں اس کی ذات پاک اور بلند ہے، بے حد بلند ہے۔ ساتوں آسمان اور زمین اور ان میں جو رہنے والے سب اس کی پاکیزگی بیان کر رہے ہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے (مخلوق میں سے) جو تعریف کے ساتھ اس کی حمد و ثناء نہ کرتی ہو (یعنی سبحان اللہ وبحمدہ نہ کہتی ہو) لیکن تم لوگ ان کی پاکی بیان کرنے کو سمجھتے نہیں ہو (کیونکہ وہ تمہاری زبان میں نہیں ہوتی) بلاشبہ وہ بڑا ہی بردبار، بڑا ہی بخشنے والا ہے (کہ سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا) جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور ان لوگوں کے درمیان ایک پوشیدہ پردہ حائل کر دیتے ہیں۔ جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے (وہ آپ کو ان کی نگاہوں سے اوجھل رکھتا ہے جس کی وجہ سے وہ آپ کو دیکھ نہیں سکتے اور آنحضرت ﷺ کو شہید کر دینے کا ارادہ رکھنے والوں کے بارے میں اگلی آیت نازل ہوئی ہے) اور ہم نے ان کے دلوں پر حجاب (پردے) ڈال دیئے ہیں کہ وہ سمجھیں (قرآن کو یعنی اب وہ قرآن سمجھ نہیں سکیں گے) اور ان کے کانوں میں ڈاٹ ٹھوک دی ہے (بہرا پن پیدا کر دیا ہے) تاکہ وہ قرآن نہ سن سکیں اور جب آپ قرآن میں صرف اپنے پروردگار کا ذکر کرتے ہیں تو وہ لوگ نفرت کرتے ہوئے پیٹھ پھیر کر دوڑنے لگتے ہیں۔ ہم خوب اچھی طرح جانتے ہیں جس غرض سے یہ سنتے ہیں (یعنی جس استہزاء

کی وجہ سے یہ سنتے ہیں) جس وقت یہ لوگ آپ کی (قرأت کی) طرف کان لگاتے ہیں اور جس وقت یہ آپس میں سرگوشیاں کرتے ہیں (باہم کا نا پھوسی کرتے ہیں) جب کہ یہ ظالم (سرگوشیاں کرتے ہوئے) یوں کہتے ہیں کہ تم جس آدمی کے پیچھے پڑے ہو وہ محض جادو کا مارا ہوا ہے (دھوکہ میں آیا ہوا اور مغلوب العقل ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں) غور کرو ان لوگوں نے آپ کی نسبت کیا کیا القاب تجویز کر رکھے ہیں (جادو ہوا ہوا، کاہن، شاعر) جس کی وجہ سے گمراہی میں پڑ گئے (ہدایت سے ہٹ کر) اب راستہ نہیں پاسکتے اور یہ بھی کہتے ہیں (منکرین قیامت) کہ جب ہم محض چند ہڈیوں کی شکل میں رہ گئے اور گل سڑ کر ریزہ ریزہ ہو گئے تو پھر کیا از سر نو کھڑے کئے جاسکتے ہیں؟ آپ (ان سے) کہہ دیجئے ہاں! تم کچھ ہی کیوں نہ ہو جاؤ، پتھر ہو جاؤ، لوہا ہو جاؤ یا کوئی اور چیز جو تمہارے خیال میں بہت ہی سخت ہو (ہڈیوں اور بوسیدہ ہڈیوں سے بھی بڑھ کر اگر تمہارے نزدیک کوئی چیز ایسی ہو کہ زندگی کو قبول نہ کر سکے، تب بھی تم میں روح آکر رہے گی) یہ سن کر پوچھیں گے کہ وہ کون ہے جو دوبارہ ہمیں زندہ کر دے گا۔ آپ فرما دیجئے کہ وہ وہ ہے جس نے پہلی مرتبہ تمہیں پیدا کیا؟ (حالانکہ تم اس وقت ناپید تھے کیونکہ جو ذات پہلی بار پیدا کرنے پر قدرت رکھتی ہو وہ دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہوگی۔ بلکہ بدرجہ اولیٰ) اس پر یہ لوگ آپ کے آگے سر بلا ہلا کر (مٹکا کر تعجباً) اور کہیں گے (بطور استہزاء کے) ایسا کب ہوگا؟ آپ کہئے! عجب نہیں کہ اس (قیامت) کا وقت قریب ہو، یہ اس روز ہوگا اللہ تمہیں بلائے گا (اسرافیل کی معرفت قبروں سے بلایا جائے گا) اور تم اس کی تعمیل کرو گے (قبروں سے جواب دیتے ہوئے اٹھو گے) اس کے حکم سے (اور کہا جائے گا کہ اللہ کے لئے تعریف ہے) اور (ہیبت ناک چیزوں کے دیکھنے سے) ایسا خیال کرو گے کہ تم نے جو وقت (دنیا میں) گزار دیا ہے وہ مدت کوئی بڑی نہ تھی۔

تحقیق و ترکیب: لاتقربوا۔ اس میں مقدماتِ زنا کی بھی ممانعت ہے اس لئے یہ طرزِ زیادہ بلغ ہے۔ الا بالحق۔ قتل حق کی تین صورتیں ہیں۔ مرتد ہو جانا، محسن کا زنا کرنا، دانستہ بے قصور مسلمان کو قتل کرنا۔ سلطانا۔ ولی مقتول کے لئے حق قصاص مراد ہے یا سلطان سے مراد حمیت و غلبہ ہے۔ بہر حال آیت میں اسی بات کی دلیل ہے کہ ولی کو قصاص لینے کا حق ہے۔ عصبات کی ترتیب سے اور جس کا کوئی ولی نہ ہو، اس کا ولی بادشاہ ہے۔ فلا یسرف۔ مثلاً: قاتل کے علاوہ کسی دوسرے کو یا ایک کے بدلہ دو آدمیوں کو قتل کر ڈالنا اسراف فی القتل ہے۔ اسی طرح ابتداء قتل کرنا اور کسی کو مشلہ کر دینا بھی اسراف قتل ہے اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ ولی مقتول اگر قصاص کو معاف کر دے یا دیت وصول کر لے تو پھر قصاص لینا نہیں چاہئے اور صاحبِ مدارک کی رائے یہ ہے کہ ظاہر آیت سے آزاد اور غلام اور مسلمان و ذمی کے درمیان قصاص کا مشروع ہونا معلوم ہوتا ہے۔ کیوں کہ ذمی اور غلام بھی نفس محترم ہونے کی وجہ سے آیت میں داخل ہیں۔ یبلغ اشده۔ ابن عباسؓ کے نزدیک بلوغِ اشد کی حد اٹھارہ سال ہے۔ روایات سے مختلف مدتیں ثابت ہیں۔ مگر یہ کم از کم ہونے کی وجہ سے یقینی ہے۔ اسی لئے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بلوغ کی علامات نہ ہونے کی صورت میں بلوغ کی زیادہ سے زیادہ مدت اٹھارہ سال ہے اور چونکہ عورتیں جلدی بڑھتی ہیں۔ اس لئے ان کے لئے ایک سال کی کمی کر دی گئی ہے۔ یعنی سترہ سال زیادہ سے زیادہ مدت ہے۔ غرض یہ کہ اس مدت کے بعد یتیم کو مال میں تصرف ہو جائے گا۔ ولا تنفق ای لا تنفق۔ قافیہ کو بھی قافیہ اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ پیچھے ہوتا ہے۔ کل ذالک آیت ولا تجعل۔ سے یہاں تک ۲۵ باتیں ذکر کی گئی ہیں۔ ان سب کی طرف ذلک سے اشارہ ہے۔ لو کان معہ یہ قیاس استثنائی ہے۔ جس میں نقیض تالی کا استثناء کیا گیا ہے۔ جس کا نتیجہ نقیض مقدم ہوتا ہے۔ البتہ یہاں استثناء اور نتیجہ حذف کر دیئے گئے ہیں۔ اصلی عبارت اس طرح تھی۔ لکنہم لم یطلبوا طریقاً لقتالہ فلم یکن معہ الہة حاصل یہ ہے کہ لو فرض ان له شریکاً فی الملک لنزاعہ وقاتلہ واستعلی علیہ لکنہ لم یوجد من ہو بہذہ المثابة فبطل التعدو ثبت الوحدا نیة۔ وان من شیء بقول قتادہ تمام حیوانات اور نامیات کو بھی یہ حکم شامل ہے اور عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ درخت تسبیح کرتے ہیں۔ البتہ ستون نہیں کرتے اور مقدم کہتے ہیں کہ مٹی جب تک خشک رہے اسی طرح پتے جب تک درختوں پر ہیں اور پانی جب تک جاری رہے اور کپڑا جب تک نیا اور اُجلا رہتا ہے اور وحوش و طیور اڑنے کی حالت میں تسبیح کرتے ہیں۔ لیکن ارباب عقل یہ کہتے ہیں کہ اس

کا منشاء یہ ہے کہ ان چیزوں سے قدرت الہی پر دلالت ہوتی ہے۔ جس سے دیکھنے والا تسبیح و تہلیل کرنے لگتا ہے۔ واذقراۃ یا تو مطلقاً آیات قرآن کی برکت سے مشرکین کی نگاہوں سے پڑنے والا مستور ہو جاتا ہے اور یا صرف تین آیات مراد ہیں۔ سورۃ نحل کی آیت اولئک الذین طبع اللہ علی قلوبہم وسمعہم اور سورۃ کہف کی آیت وجعلنا علی قلوبہم اکنۃ۔ اور سورۃ جاثیہ کی آیت افرایت من اتخذ اللہ ہواہ اور قرطبیؒ سورۃ یسین کی آیت فہم لا یبصرون کا اور اضافہ کرتے ہیں۔ چنانچہ ہجرت کے موقع پر آپؐ نے حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر لٹا دیا اور خود سورۃ یسین شروع سے فہم لا یبصرون تک پڑھتے ہوئے کفار کے مجمع سے صاف بچ کر نکل گئے اور آپؐ کے مٹھی بھر مٹی پھینکنے سے سب گویا اندھے ہو گئے تھے۔ اسی طرح سعید ابن جبیرؓ کی روایت ہے کہ جب آیت تبّت ید ابی لہب نازل ہوئی تو ابولہب کی بیوی ام جمیل ہاتھ میں پتھر لئے ہوئے آئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس حضرت ابوبکرؓ بیٹھے ہوئے تھے مگر آنحضرتؐ اس کو نظر نہیں آئے اور وہ حضرت ابوبکرؓ سے پوچھنے لگی کہ تمہارے دوست کہاں ہیں؟ میں نے سنا ہے کہ وہ میری جھوکرتے ہیں حالانکہ آپؐ وہاں تشریف رکھے ہوئے تھے مگر اسے نظر نہیں آئے۔ یا آیت کا منشاء یہ ہے کہ آپؐ کے کمالات نبوت کفار کو نظر نہیں آتے تھے۔ اس لئے وہ آپؐ کو پہچان نہیں سکے۔ یہی دونوں مطلب وفسی اذ انہم وقرآ کے بھی ہو سکتے ہیں۔ اذ یستمعون۔ چنانچہ روایت ہے کہ آپؐ کے پڑھنے کے وقت قبیلہ عبدالدار کے دو آدمی آپؐ کے داہنے اور دو آدمی بائیں کھڑے ہو کر تالیاں پیٹتے، سیٹیاں بجاتے اور اشعار پڑھتے۔

ربط آیات:..... ساتواں حکم آیت ولا تقتلوا میں اولاد کو قتل کی ممانعت کا دیا جا رہا ہے۔ یعنی لڑکیوں کو زندہ دفن درگور کرنے سے منع کیا جا رہا ہے اور آٹھواں حکم لا تقربوا الزنا میں زنا کاری کی ممانعت کا ہے اور نوواں حکم لا تقتلوا النفس میں مطلقاً قتل کے ناجائز ہونے کا دیا جا رہا ہے۔ دسواں حکم لا تقربوا مال الیتیم میں مال یتیم کے حرام ہونے کا اور گیارہواں حکم او فوا بالعهد میں وفائے عہد کا دیا جا رہا ہے اور بارہواں حکم ناپ تول پورا کرنے کا دیا جا رہا ہے اور چودھواں حکم ولا تقف میں بلا تحقیق عمل درآمد کرنے کو منع کیا جا رہا ہے اور آیت ولا تمش میں پندرہواں حکم اکڑ کر چلنے اور اترانے سے منع کیا جا رہا ہے۔ آگے آیت کل ذلک میں ان مذکورہ باتوں میں سے تمام بُرے پہلوؤں کو روکا جا رہا ہے اور پھر ذلک مما اوحی میں توحید پر کلام ختم کیا جا رہا ہے اور افا صفکم میں توحید کی تاکید کی جا رہی ہے۔ اس کے بعد آیت واذقراۃ میں بتلایا جا رہا ہے کہ توحید کی طرف توجہ نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے بلکہ تمسخر و استہزاء سے پیش آتے ہیں۔ اس لئے قرآن اور رسول دونوں سے پھر رہے ہیں۔ اس کے بعد آیت وقالوا اذا کنا سے قیامت کے بارے میں کفار کے شبہ کا جواب دیا جا رہا ہے۔

﴿تشریح﴾:..... دختر کشی اور عام انسانی قتل:..... زمانہ جاہلیت میں دختر کشی کی غلط رسم کو جس کا رواج ہندوستان کے راجپوتوں میں بھی رہا ہے۔ آیت لا تقتلوا اولادکم میں قتل اولاد کے عنوان سے روکا جا رہا ہے۔ اس تعبیر میں تعلق کو ابھار کر جوشِ ترحم پیدا کرنا مقصود ہے۔ قرآن میں انسانی کشت و خون اور قتل کو سب سے بڑا گناہ قرار دیا گیا ہے۔ شرک کے بعد اگر کوئی برائی ہو سکتی ہے تو وہ یہی ہے۔ اس بارے میں طبیعت انسانی کے لئے اصلی آزمائش کا وقت وہ ہوتا ہے جب انتقام کا جوش ابھرتا ہے اور بسا اوقات ایک قتل کے بدلے سینکڑوں جانوں کا خون بہا دیا جاتا ہے۔ آیت فلا یسرف فی القتل میں اسی فتنہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جو شخص کسی ظلم سے مارا جائے، تو اس کے وارثوں کو قصاص کے مطالبہ کا حق دیا گیا ہے۔ لیکن اس کا بے جا استعمال نہیں ہونا چاہئے کہ ایک خونریزی کے بدلے بہت سی خونریزیاں ہو جائیں اور ولی سے مراد وہ شخص ہے جسے حق قصاص حاصل ہو لیکن اگر وارث موجود نہ ہو، تو پھر بادشاہ حکمی وارث سمجھا جائے گا اور عہد کی پابندی میں تمام عہد آگئے۔ خواہ وہ احکام الہیہ کی صورت میں ہوں یا بندوں کے ساتھ معاہدے بلکہ خازن نے

تو عہد کی ایسی عام تفسیر کی ہے جس میں وعدے بھی آگئے البتہ وعدہ پورا کرنا دینا واجب ہوگا۔ قضاء واجب نہیں ہوگا اور عہدے سے صرف مشروع عہد مراد ہیں نا مشروع عہد اس میں داخل نہیں اور وعدہ کا واجب ہونا بلا عذر کے ہے عذر کی حالت میں واجب نہیں رہتا۔

بلا تحقیق عمل درآمد نہیں کرنا چاہئے:..... آیت ولا تقف کا حاصل یہ ہے کہ بلا تحقیق و تفتیش کوئی حکم نہیں لگانا چاہئے باقی علم اصول و کلام میں ہر کام کی تحقیق کا الگ الگ درجہ ثابت ہو چکا ہے اسی کے مطابق ہر کام میں اسی درجہ کی تحقیق ضروری ہوگی جس کا وہ مستحق ہے اس کے بغیر عمل درآمد جائز نہیں ہے نہ قول کے اعتبار سے جیسے کسی چیز کی نقل و حکایت یا فتویٰ دینا اور نہ عمل کے لحاظ سے۔ الغرض قطعیات میں قطعی دلیل کی ضرورت ہوگی اور ظنیات میں ظنی دلیل درکار ہوگی پس اب شرعی قیاس کی نفی کا شبہ باقی نہیں رہا۔ آیت ولا تمش فی الارض کا مطلب یہ ہے کہ اگر کر زور سے پاؤں رکھنے کے لئے کم از کم اتنی قوت تو ہونی چاہئے کہ دہل کر زمین پھٹ جائے اور تن کر چلنے کے لئے کم از کم اتنی قدرت ہونی چاہئے کہ پہاڑوں سے سر مل جائے۔ لیکن یہ بات میسر نہیں تو پھر کیوں یہ چال اختیار کی جائے اور انسان جن چیزوں پر قادر سمجھا جاتا ہے ان پر بھی حقیقۃً انسان کو قدرت حاصل نہیں اس لئے تکبر ہر کام میں برا ہوا۔ اس تقریر پر یہ شبہ نہیں رہتا کہ اس سے اختیاری کاموں میں تکبر کا جائز ہونا معلوم ہو رہا ہے۔ اور کل ذلک کان سینہ کا مطلب یہ کہ جن باتوں کی ممانعت کی گئی ہے ان میں تو صراحۃً برائی ہے لیکن جن باتوں کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے ان میں صراحۃً تو برائی نہیں البتہ دلائل ان میں بھی برائی ہے یعنی ان کی خلاف جانب..... مثلاً وفائے عہد کی ضد بے وفائی بڑی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے کی ضد شرک کرنا بڑا ہے۔ والدین کے ساتھ احسان کرنے کی خلاف جانب یعنی بدسلوکی کرنا بڑا ہے۔

دلیل امتناعی سے اثبات توحید:..... آیت قل لو کان معہ الہة میں لو کان فیہما الہة کی طرح برہان تمنع بیان کیا جا رہا ہے۔ یعنی ملازمت عادیہ کے طریقہ پر کلام ہو رہا ہے کہ ایسی دو بڑی عظیم طاقت و قدرت رکھنے والی دو ذاتوں میں ہمیشہ صلح عادیہ محال ہے اور چونکہ توحید باری برہانی دلیل سے ثابت ہے۔ جن کی تقریر سورہ بقرہ کی آیت ان فی خلق السموات میں گزر چکی ہے اس لئے یہاں برہان تمنع کے اکتفا میں کوئی حرج نہیں۔ جب کہ قریب الی الفہم یہی ہوتی ہے۔

کائنات کی ہر چیز تسبیح کرتی ہے:..... آیت تسبح میں فرمایا جا رہا ہے کہ کائنات ہستی میں کوئی چیز نہیں جو اللہ کی حمد و تسبیح نہ کر رہی ہو لیکن تم میں سمجھ نہیں کہ ان کی تسبیح تقدیس پر غور کرو۔ یہ تسبیح جو کائنات ہستی کی ہر چیز کر رہی ہے کیا محض آوازوں کی تسبیح ہے؟ نہیں وہ اپنی ہستی میں، اپنی بناوٹ میں، اپنی صورت میں، اپنے افعال و خواص میں مجسم تسبیح و تقدیس ہیں۔ ان کی ہستی ہی تسبیح کا ترانہ اور ان کی موجودگی ہی سرتا سر حمد و ثنا ہے۔ وہ اپنی ہر بات میں کسب بنانے والے کی صنعت، کسب پرورش کرنے والے کی پرورش اور کسی سرچشمہ حسن و کمال کی حسن افروزیوں میں اور اس لئے زبان حال سے اس کی خالقیت و حکمت اور ربوبیت و رحمت کی حمد و تسبیح کر رہی ہیں۔ عربی میں مَنْ چونکہ ذوی العقول کے لئے آتا ہے اس لئے گویا پہلے تو فرمایا کہ آسمان زمین میں جتنی ذی عقل ہستیاں ہیں سب تسبیح الہی میں سرگرم ہیں اور پھر فرمایا کہ کائنات ہستی میں کوئی شے نہیں جو اس تسبیح میں انکی شریک نہ ہو۔ کیونکہ عربی میں شے کا لفظ جس طرح جسم و حجم رکھنے والی چیزوں پر بولا جاتا ہے اسی طرح دوسری چیزوں پر بھی بولا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ دروازہ کھلنے کی آواز کو بھی شے کہتے ہیں۔ پس مطلب یہ ہوا کہ کائنات ہستی کی ہر چیز ہر حالت، ہر وجود ہر حادثہ اپنے بنانے والے کی یکتائی اور صنعت گری کی تصویر ہے اور خود تصویر سے بڑھ کر اور کس کی زبان ہو سکتی ہے جو مصوّر کے ہنر اور کمال کا اعلان کرے؟ اگر ایک با کمال سنگتراش موجود ہے۔ تو اس کی صنایع اور کمال کی تعریف تم زبانوں سے نہیں کر سکتے اس کی مجسم تعریف و توصیف خود اس کی بنائی ہوئی مورتی ہوتی ہے۔ اس مورتی کا حسن، اس کا

تناسب، اسکا انداز، اس کی ساری باتیں اپنے سنگتراش کی چابک دستی کی ابھرتی ہوئی تعریف اور ابلتی ہوئی شناخوانی ہوتی ہے۔

کائنات ہستی سرتا سر حسن و جمال ہے:..... اس آیت نے یہ حقیقت بھی واضح کر دی کہ کارخانہ ہستی میں جو کچھ ہے سرتا سر حسن و خوبی ہی ہے کیونکہ حمد کے معنی بہترین تعریف کے ہیں اور تمام چیزوں کا وقف ثنا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ بنانے والے نے جتنی چیزیں بنائی ہیں حسن و خوبی کی بنائی ہیں۔ اگرچہ ہماری کوتاہ نظری اسے نہ پاسکے لیکن کیا کائنات ہستی کی یہ تسبیح محض صدائے حال ہی کی تسبیح ہے، زبان قال کا اس میں کوئی حصہ نہیں؟ غرضیکہ آیت میں تسبیح کا لفظ عموم مجاز کے طریقہ پر حقیقی اور زبانی تسبیح کی طرح حکمی اور حالی تسبیح دونوں کو شامل ہے۔ پس ذی عقل اطاعت گزاروں کی زبانی تسبیح تو ظاہر ہے لیکن جو ذی عقل مخلوق نہیں ان کی تسبیح بھی احادیث سے ثابت ہے اور کشف سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ البتہ نافرمان مگر ذی عقل چیزوں کی تسبیح صرف حالی ہے کہ ان کا وجود اور اس سے متعلق تمام حالتیں وجود صانع پر دلالت کر رہی ہیں اور اس طرح کی حالی تسبیح دوسری مخلوقات کو بھی شامل ہے۔ پس گویا زبانی یا حالی تسبیح کہنا بطور منع الخلو کے ہے اور نہ سمجھنے کا خطاب قرینہ مقام کی وجہ سے صرف مشرکین کو ہے۔ البتہ تسبیحہم کی خبر بطور تغلیب تمام مسکین کی طرف لوٹ رہی ہے نہ ہوں یا مادہ اور ان کا نہ سمجھنا ہر تسبیح کے اعتبار سے ہے اور اسی پر ملامت ہے۔ ورنہ تسبیح کی بعض قسموں کا نہ سمجھنا باعث ملامت نہیں برخلاف مؤمنین کے، وہ سب کی تسبیح کو سمجھتے ہیں۔ اہل کشف تو ہر تسبیح کرنے والے کی تسبیح کو سمجھتے ہیں اور جمادات کی طرح کی چیزوں میں صرف حالی تسبیح کو سمجھتے ہیں۔

ایک شبہ کا جواب:..... اور بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوا ہے کہ تسبیح کرنے کے لئے علم کی اور علم کے لئے زندگی کی ضرورت ہے حالانکہ جمادات جیسی چیزوں میں زندگی نہیں ہوتی؟ جواب یہ ہے کہ تسبیح کے لئے جتنے علم اور زندگی کی ضرورت ہے وہ اگر جمادات میں موجود ہو مگر محسوس نہ ہو تو کچھ حرج نہیں ہے۔ آیت و اذافرات میں منکرین کی حالت بیان کی جا رہی ہے کہ وہ قرآن کی طرف رخ نہیں کرتے اسے سننا نہیں چاہتے اسے سمجھنے کے لئے تیار نہیں ہیں اور اللہ کا مقررہ قانون یہ ہے کہ اگر تم آنکھیں نہیں کھولو گے تو تمہارے آگے ایک سیاہ پردہ حائل کر دیا جائے گا اگر تم سننا نہیں چاہو گے تو تمہارے کان بہروں کے کان ہو جائیں گے اگر تم سوچنے سے انکار کر دو گے تو تمہاری عقل پر پردے پڑ جائیں گے اس کی روشنی کام نہیں دے سکے گی منکروں کی یہ حالت خود انہی کی پسند کی ہوئی حالت تھی۔ یہ قانون اللہ کا ٹھہرایا ہوا ہے کہ نہ دیکھنے والوں کی آنکھوں پر پردہ پڑ جاتا ہے۔ لیکن اسی وقت پڑتا ہے جب دیکھنے والا دیکھنے سے انکار کر دیتا ہے۔ یہاں تین باتیں بیان کی گئی ہیں۔ آنکھوں کے آگے حجاب، کانوں کے اندر ڈاٹ اور عقل پر غلافوں کا چڑھ جانا اور یہ وہی تین حالتیں ہیں جو خود منکروں نے اپنے لئے پسند کی تھیں جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ وقالوا اقلوبنا فی اکنۃ مما تدعونا الیہ وفی اذاننا وقرؤ من بیننا و بینک حجاب۔

آیت وحدیث میں تعارض کے شبہ کا جواب:..... بعض حضرات نے آیت الارجال مسحورا سے اس حدیث کے انکار پر استدلال کیا ہے جس میں ہے کہ ایک دفعہ آپ پر جادو چل گیا تھا کیونکہ آیت میں اس کو کفار کا قول کہہ کر رد کیا ہے؟ جواب یہ ہے کہ یہاں کفار کا مقصود بطور کنایہ آپ کو مسحور کہنے سے مجنوں کہنا تھا۔ جس کی باتیں اور خیالات ہذیانات اور توہمات ہوتے ہیں۔ پس کفار جی کو بھی اسی طرح مجنونانہ پریشان خیالات اور دیوانگی قرار دیتے ہیں۔ جس کا رد اس آیت میں کیا جا رہا ہے اس سے حدیث میں جادو کے جزئی واقعہ کا انکار لازم نہیں آیا۔ ہاں جادو کے اثر سے بعض دنیوی باتوں کا ذہول ہو جاتا تھا۔ لیکن اس سے دنیوی کاموں میں کسی طرح کا کوئی خلل نہیں آتا تھا۔ اور دینی کاموں میں تو ایسا ذہول بھی نہیں ہوا۔ ورنہ

خطائے اجتہادی کی طرح اس اثر کے ختم ہو جانے کے بعد حق تعالیٰ متنبہ فرمادیتے غرض کہ اس آیت میں تو جادو کے ایک خاص اثر یعنی جنون کا انکار ہے اور حدیث میں مطلق جادو کا بیان ہے پس دونوں میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ خاص کی نفی سے عام کی نفی لازم نہیں آتی۔

ابتدائی زندگی سے اُخروی زندگی پر استدلال:..... قرآن کریم نے جگہ جگہ نشاۃ اولیٰ سے نشاۃ ثانیہ پر استدلال کیا ہے۔ یعنی جس خالق و قدیر نے تمہیں پہلی مرتبہ زندگی دی، کیا وہ تمہیں دوبارہ زندگی نہیں دے سکتا؟ پھر اس پر اچنبھا کیوں ہو۔ یہاں بھی آیت و قالوا اذا کننا میں یہی استدلال ہے۔ پہلی زندگی سے مراد، فرد زندگی بھی ہو سکتی ہے اور نوع کی بھی۔ ہر شخص اپنی ہستی میں غور کر سکتا ہے کہ اس کا وجود نہ تھا مگر ظہور میں آگیا اور کس طرح ظہور میں آیا؟ محض نطفہ کے ایک خوردبین کیڑہ سے جو جو تک کی طرح ہوتا ہے۔ پھر اگر کیڑے کے ایک ذرہ سے اس کا وجود بن سکتا ہے تو کیا اس کے پورے وجود کے ذرات سے دوبارہ وجود نہیں بن سکتا۔ فتستجیبون بحمدہ کی تفسیر میں علامہ آلوسیؒ نے ابن جبیر کا قول نقل کیا ہے کہ قبروں سے سبحانک اللہم وبحمدک کہتے ہوئے مسلمان اور کافر سب نکلیں گے یہ دوسری بات ہے کہ یہ کہنا کافروں کے لئے مفید نہ ہو اور بعض نے کنایۃ انقیاد و اطاعت کے معنی لئے ہیں اور نغمۂ اسرائیلی میں یہی حکم ہوگا۔

لطائف آیات:..... آیت فقد جعلنا لولیہ میں قدرت کے وقت ضبط نفس کی تعلیم ہے۔ آیت ولا تقف میں الہیات و نبوت کے سلسلہ میں ظن و تخمین اور رائے سے کلام کرنے کی ممانعت ہے اور سالک کو بھی غلط دعووں سے بچنا چاہئے۔ آیت وان من شیء میں اور آثار کی تائید سے اس پر دلالت ہو رہی ہے کہ جمادات زبانی تسبیح بھی کرتے ہیں اور اس کے لئے شعور ضروری ہے اگرچہ ضعیف ہی سہی۔

وَقُلْ لِّعِبَادِي الْمُؤْمِنِينَ يَقُولُوا لِّلْكَفَّارِ الْكَلِمَةُ الَّتِي هِيَ اَحْسَنُ اِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ يَفْسِدُ بَيْنَهُمْ اِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلْانْسَانِ عَدُوًّا مُّبِينًا ﴿۵۳﴾ بَيْنَ الْعَدَاوَةِ وَالْكَلِمَةِ الَّتِي هِيَ اَحْسَنُ هِيَ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ اِنَّ يَشَاءُ يَرْحَمَكُم بِالتَّوْبَةِ وَالْاِيْمَانِ اَوْ اِنْ يَشَاءُ تَعَذِّبُكُمْ بِالْمَوْتِ عَلٰى الْكُفْرِ وَمَا اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ وَكِيلًا ﴿۵۴﴾ فَتَجْبِرُهُمْ عَلٰى الْاِيْمَانِ وَهَذَا قَبْلَ الْاَمْرِ بِالْقِتَالِ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَيَخُصُّهُمْ بِمَا شَاءَ عَلٰى قَدْرِ اَحْوَالِهِمْ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّنَ عَلٰى بَعْضٍ بِتَخْصِيصِ كُلِّ مِنْهُمْ بِفَضِيلَةٍ كَمُوسٰى بِالْكَلامِ وَاِبْرٰهِيْمَ بِالْخُلَّةِ وَمُحَمَّدٍ عَلَيْهِ وَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ بِالْاِسْرَاءِ وَاٰدَمَ زَبُورًا ﴿۵۵﴾ قُلْ لَهُمْ اَدْعُوا الَّذِيْنَ رَعِمْتُمْ اِنَّهُمْ اِلٰهَةٌ مِّنْ دُوْنِهِ كَالْمَلَائِكَةِ وَعِيسٰى وَعَزِيْرَ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ﴿۵۶﴾ لَهٗ اِلٰى غَيْرِكُمْ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ هُمْ اِلٰهَةٌ يَّبْتَغُوْنَ يَطْلُبُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ الْقُرْبٰى بِالطَّاعَةِ اِيْتُهُمْ بَدَلٌ مِّنْ وَّاَوْ يَبْتَغُوْنَ اٰى يَبْتَغِيْهَا الَّذِيْ هُوَ اَقْرَبُ اِلَيْهِ فَكَيْفَ بَغْيِهِ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهُ كَغَيْرِهِمْ فَكَيْفَ يَدْعُوْنَهُمْ اِلٰهَةً اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا ﴿۵۷﴾ وَاِنْ مَّا مِّنْ قَرْيَةٍ اُرِيْدُ اَهْلَهَا اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَمَةِ بِالْمَوْتِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا بِالْقَتْلِ وَغَيْرِهِ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتَابِ الْلَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ مَسْطُورًا ﴿۵۸﴾ مَكْتُوبًا وَمَا مَنَعَنَا اَنْ نُّرْسِلَ

بِالْآيَاتِ الَّتِي افْتَرَحَهَا اَهْلُ مَكَّةَ اِلَّا اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُونَ لِمَا ارْسَلْنَاهَا فَاَهْلَكْنَاهُمْ وَلَوْ ارْسَلْنَاهَا اِلَى هَؤُلَاءِ لَكَذَّبُوا بِهَا وَاسْتَحَقُّوا الْاِهْلَاكَ وَقَدْ حَكَمْنَا بِاَمْهَالِهِمْ لِاتِمَامِ اَمْرِ مُحَمَّدٍ وَاتَيْنَا ثَمُودَ النَّاقَةَ اَيَةً مُبْصِرَةً بَيِّنَةً وَاضِحَةً فَظَلَمُوا كَفَرُوا بِهَا فَاَهْلِكُوا وَمَا نُرْسِلُ بِالْآيَاتِ الْمُعْجَزَاتِ اِلَّا تَخْوِيفًا ﴿٥٩﴾ لِلْعِبَادِ لِيُؤْمِنُوا وَاذْكُرُوا اِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ عِلْمًا وَقُدْرَةً فَهُمْ فِي قَبْضَتِهِ فَبَلَّغَهُمْ وَلَا تَخَفْ اَحَدًا فَهُمْ يَعِصُوكَ مِنْهُمْ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِي ارَيْنَاكَ عَيَانًا لَيْلَةَ الْاَسْرَاءِ اِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ اَهْلُ مَكَّةَ اِذْ كَذَّبُوا بِهَا وَارْتَدَّ بَعْضُهُمْ لَمَّا اخْبَرَهُمْ بِهَا وَالشَّجَرَةُ الْمَلْعُونَةُ فِي الْقُرْآنِ وَهِيَ الرَّقُومُ الَّتِي تُنْبِتُ فِي اَصْلِ الْجَحِيمِ جَعَلْنَا فِتْنَةً لَهُمْ اِذْ قَالُوا النَّارُ تَحْرِقُ الشَّجَرَةَ فَكَيْفَ تُنْبِتُهُ وَنُخَوِّفُهُمْ بِهَا فَمَا يَزِيدُهُمْ تَخْوِيفُنَا اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيرًا ﴿٦٠﴾ وَاذْكُرْ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلَكَةِ اسْجُدُوا لِادَمَ سُجُودَ تَحِيَّةٍ بِالْاِنْجَاءِ فَسَجَدُوا اِلَّا ابْلِيسَ قَالَ اَسْجُدْ لِمَنْ خَلَقْتَ طِينًا ﴿٦١﴾ نَصَبَ بَنَزَرَ الْخَافِضِ اَيَ مِنْ طِينٍ قَالَ اَرَأَيْتَ اِيَّتِكَ اَيُّ اخْبَرْنِي هَذَا الَّذِي كَرَّمْتَ فَضَّلْتَ عَلَيَّ بِالْاَمْرِ بِالسُّجُودِ وَاَنَا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ لَنْ لَامُ قَسَمٍ اُخْرَتَنِي اِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ لَا حَتِّكَنَّ لَا سَتَاصِلَنَّ ذُرِّيَّتَهُ بِالْاَغْوَاءِ الْاَقْلِيلَا ﴿٦٢﴾ مِنْهُمْ مِمَّنْ عَصَمْتَهُ قَالَ تَعَالَى لَهُ اِذْهَبْ مُنْظَرًا اِلَى وَقْتِ النَّفْخَةِ الْاُولَى فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَاءُكُمْ اَنْتَ وَهُمْ جَزَاءُ مَوْفُورًا ﴿٦٣﴾ وَافِرًا كَامِلًا وَاسْتَفْزِرُ اسْتَخَفٍ مَنْ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ بِدُعَائِكَ بِالْغِنَاءِ وَالْمَزَامِيرِ وَكُلَّ دَاعٍ اِلَى الْمَعْصِيَةِ وَاجْلِبْ صَحْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجْلِكَ وَهُمْ الرِّكَابُ وَالْمَشَاءُ فِي الْمَعَاصِي وَشَارِكُهُمْ فِي الْاَمْوَالِ الْمُحَرَّمَةِ كَالرِّبَا وَالْغُصْبِ وَالْاَوْلَادِ مِنَ الزِّنَا وَعِدَّهُمْ بِاَنْ لَا يَبْعَثَ وَلَا جَزَاءَ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ بِذَلِكَ اِلَّا غُرُورًا ﴿٦٤﴾ بَاطِلًا اِنَّ عِبَادِي الْمُؤْمِنِينَ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ تَسْلُطُ وَقُوَّةٌ وَكَفَى بِرَبِّكَ وَكِيلًا ﴿٦٥﴾ حَافِظَالَهُمْ مِنْكَ رَبُّكُمْ الَّذِي يُزْجِي لَكُمْ الْفُلْكَ السُّفْنَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ تَعَالَى بِالتِّجَارَةِ اِنَّهُ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ﴿٦٦﴾ فِي تَسْخِيرِهَا لَكُمْ وَاِذَا مَسَّكُمْ الضُّرُّ الشَّدَّةُ فِي الْبَحْرِ خَوْفُ الْغَرَقِ ضَلَّ غَابَ عَنْكُمْ مَنْ تَدْعُونَ تَعْبُدُونَ مِنَ الْاِلَهِةِ فَلَا تَدْعُوْنَهُ اِلَّا اِيَّاهُ تَعَالَى فَاِنَّكُمْ تَدْعُوْنَهُ وَحْدَهُ لَآنَكُمْ فِي شِدَّةٍ لَا يَكْشِفُهَا اِلَّا هُوَ فَلَمَّا نَجَّكُمْ مِنَ الْغَرَقِ وَاَوْصَلَكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ عَنِ التَّوْحِيدِ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُورًا ﴿٦٧﴾ جُحُودُ النِّعَمِ اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَخْصِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَيَ الْاَرْضِ كَقَارُونَ اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا اَيَ يَرْمِيْكُمْ بِالْحُصْبَاءِ كَقَوْمِ لُوطٍ ثُمَّ لَا تَجِدُوا لَكُمْ وَكِيلًا ﴿٦٨﴾ حَافِظًا مِنْهُ اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ يُعِيدَكُمْ فِيهِ اَيَ الْبَحْرِ تَارَةً مَرَّةً اُخْرَى فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنْ

الرِّيحِ اَيُّ رِيْحٍ شَدِيْدَةٍ لَا تَمُرُّ بِشَيْءٍ اِلَّا اَقْصَفَتْهُ فَتَكْسِرُ فُلُكُكُمْ فَيُغْرِقُكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ لَا يَكْفِرُكُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهِ تَبِيْعًا ﴿٦٩﴾ نَصِيْرًا اَوْ تَابِعًا يُطَالِبُنَا بِمَا فَعَلْنَا بِكُمْ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي اٰدَمَ بِالْعِلْمِ وَالنُّطْقِ وَاَعْتَدَالِ الْخَلْقِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ وَمِنْهُ طَهَّرْتُهُمْ بَعْدَ الْمَوْتِ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ عَلٰى الدَّوَابِّ وَالْبَحْرِ عَلٰى السُّفُنِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا كَالْبَهَائِمِ وَالْوُحُوْشِ تَفْضِيْلًا ﴿٧٠﴾ فَمَنْ يَمَعْنٰى مَا اَوْ عَلٰى بَابِهَا وَتَشْمِلُ الْمَلَاٰئِكَةُ وَالْمُرَادُ تَفْضِيْلُ الْجِنْسِ وَلَا يَلْزَمُ تَفْضِيْلُ بَعْزِ اَفْرَادِهِمْ اِذْهُمْ اَفْضَلُ مِنَ الْبَشَرِ غَيْرَ الْاَنْبِيَاءِ

ترجمہ: اور (اے پیغمبر) میرے (مومن) بندوں سے کہہ دیجئے کہ (کفار سے) جو بات کہو ایسی کہو کہ خوبی کی ہو، شیطان لوگوں کے درمیان فساد ڈالتا ہے، واقعی شیطان انسان کا صریح دشمن ہے (کھلم کھلا اور وہ بہتر بات یہ ہے کہ) تمہارا پروردگار تمہارے حال سے خوب واقف ہے وہ چاہے تو تم پر رحم کرے (توبہ اور ایمان کی بدولت) چاہے تو عذاب میں ڈالے (کفر کی حالت میں موت دے کر) اور ہم نے آپ کو ان پر پاسبان بنا کر نہیں بھیجا ہے (کہ آپ انہیں ایمان لانے پر مجبور کریں، یہ حکم جہادی حکم سے پہلے کا ہے) اور آسمان وزمین میں جو کوئی بھی ہے، آپ کا پروردگار سب کا حال بہتر جاننے والا ہے (پس ان کے حالات کے مناسب جیسے چاہتا ہے۔ انہیں خاص کر دیتا ہے) ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر برتری دی ہے (ہر ایک کو مخصوص فضیلت بخش کر مثلاً: موسیٰ کو کلیم اللہ اور ابراہیم کو خلیل اللہ اور محمد علیہم السلام کو صاحب اسراء بنا کر) اور ہم نے داؤد کو زبور مرحمت فرمائی آپ (ان سے) فرما دیجئے تم نے جن ہستیوں کو اپنے خیال میں اللہ کے سوا (معبود) سمجھ کر رکھا ہے (مثلاً: فرشتے اور حضرت عیسیٰ و حضرت عزیر) انہیں پکار دیکھو۔ نہ تو تم سے تکلیف دور کرنے کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ اس کے بدل ڈالنے کا یہ لوگ جن ہستیوں کو پکارتے ہیں وہ تو خود اپنے پروردگار کے حضور وسیلہ (اطاعت کے ذریعہ تقرب) ڈھونڈتے رہتے ہیں۔ کہ کون ان میں سے (یتغنون کی ضمیر سے یہ بدل رہا ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ یتغیہا الذی ہو) اس راہ میں زیادہ قریب ہوتا ہے (پس دوسروں کا تو کیا پوچھنا) اور وہ اس کی رحمت کے امیدوار رہتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں۔ (دوسری مخلوق کی طرح، پھر انہیں معبود کیسے قرار دے رہے ہیں؟) فی الحقیقت تمہارے پروردگار کا عذاب بڑے ہی ڈرنے کی چیز ہے اور جتنی بستیاں ہیں (یعنی بستی والے ہیں) ہم انہیں ضرور ہلاک کریں گے۔ قیامت سے پہلے (موت دے کر) یا (قتل کے ذریعہ) سخت عذاب میں مبتلا کریں گے۔ یہ بات تو نوشتہ الہی (لوح محفوظ) میں لکھی جا چکی ہے اور ہمیں خاص قسم کے معجزات (جن کی فرمائش یہ مکہ والے کر رہے ہیں) بھیجنے سے صرف یہی بات روک رہی ہے کہ پچھلے عہد کے لوگ ایسی ہی نشانیاں جھٹلا چکے ہیں (چنانچہ اس وجہ سے ہم نے انہیں ہلاک کر دیا، پس ان کے فرمائشی معجزات پورے کئے اور یہ جھٹلانے لگے تو پھر یہ بھی مستحق تباہی ہو جائیں گے، حالانکہ ہم نے محمد کے کام کی تکمیل کے لئے انہیں ڈھیل دینے کا فیصلہ کر رکھا ہے) اور ہم نے قوم ثمود کو اونٹنی دی کہ واضح (کھلی) نشانی تھی لیکن انہوں نے اس پر ظلم کیا (منکر ہو کر تباہی مول لی) اور ہم ایسی نشانیاں صرف ڈرانے کے لئے بھیجا کرتے ہیں (تاکہ بندے ایمان لے آئیں) اور (اے پیغمبر وہ وقت یاد کیجئے) جب ہم نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کے پروردگار نے تمام لوگوں کو گھیرے میں لے رکھا ہے (علم اور قدرت کے لحاظ سے، سب لوگ اللہ کے قبضہ میں ہیں یہ بات لوگوں کو سنا دیجئے اور کسی سے نہ ڈریئے کیونکہ اللہ آپ کا حافظ ہے) اور ہم نے (معراج کی رات کھلم کھلا) جو نظارہ آپ کو دکھلایا تھا وہ ان لوگوں کے لئے فتنہ کا سبب بنا دیا (کیونکہ مکہ والوں نے آپ کو جھٹلایا اور جب آپ نے لوگوں کو اس کی اطلاع دی تو بعض کچے لوگ اسلام سے پھر گئے) اسی طرح اس درخت کا ذکر جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے (یعنی زقوم کا درخت جو جہنم کی تلی میں اگا ہوا ہے۔ اس درخت کو بھی ان کے

لئے فتنہ بنا دیا۔ کیونکہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ آگ تو درخت کو جلا دیتی ہے پھر کیسے آگ میں درخت پیدا ہو سکتا ہے؟ اور ہم انہیں ڈراتے رہتے ہیں لیکن ان کی سرکشی حد سے زیادہ بڑھتی ہی چلی جا رہی ہے۔ اور (اے پیغمبر! وہ وقت یاد کیجئے) جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے جھک جاؤ (جھک کر تعظیمی آداب بجالاؤ) اس پر سب جھک گئے مگر ایک ابلیس نہ جھکا، کہنے لگا کیا میں اس ہستی کے آگے جھکوں، جسے تو نے مٹی سے بنایا ہے (یہ لفظ منسوب ہے حذف جار کے ساتھ، اصل عبارت من طیس تھی) کہنے لگا کہ اس شخص کو جو مجھ پر برتری (فوقیت) دی ہے (سجدہ کا حکم دے کر حالانکہ میں اس سے بہتر ہوں، آگ سے پیدا ہوا ہوں) تو بھلا بتلائیے تو، خیر اگر (لام قسمیہ ہے) آپ مجھے قیامت تک مہلت دے دی تو میں تھوڑے سے آدمیوں کے علاوہ (جنہیں تو نے معصوم بنایا ہوگا) ضرور اس کی نسل کی بیخ بنیاد اکھاڑ کے (ختم کر کے) رہوں گا (بہکا سکھا کر اپنے بس میں کر لوں گا) ارشاد (باری) ہوا جا (تجھے پہلی دفعہ صورت پھونکنے تک مہلت دے دی) جو شخص ان میں سے تیرے پیچھے چلے گا تو تم سب کی (تیری اور ان کی) سزا جہنم ہے، پوری پوری (بھر پور) سزا ہے اور ان میں سے جس جس پر تیرا قابو چلے اپنی چیخ و پکار سے (گا بجا کر اور ہر گناہ کی بات کی طرف لبھا کر) اس کے قدم کو اکھاڑ دینا (بہکا لینا) اور ان پر اپنے لشکر کے سوار اور پیادے چڑھالانا (جو گناہوں میں سواروں اور پیدلوں کی طرح ہیں) اور ان کے (سود اور غصب جیسے حرام) مال اور اولاد (زنا) میں اپنا سا جھا کر لینا اور ان سے (قیامت اور سزا نہ ہونے کے بارہ میں) وعدے کرتے رہنا اور (اس بارہ میں) شیطان کے وعدے سرا سر دھوکا ہوتے ہیں، میرے خاص بندوں (مسلمانوں) پر تیرا ذرا قابو (دباؤ) نہ چلے گا تمہارا پروردگار کار سازی کے لئے پس کرتا ہے (تیرے شر سے انکی حفاظت کرے گا) تمہارا پروردگار تو وہ ہے جو تمہارے کام سنوارنے کے لئے سمندر میں جہاز چلاتا ہے۔ تاکہ تم (تجارت کے ذریعہ) رزق تلاش کرو، بلاشبہ وہ تمہارے حال پر بڑا مہربان ہے (کہ جہاز و سمندر کو تمہارے بس میں کر دیا ہے) اور جب تمہیں سمندر میں کوئی مصیبت (آفت) آگھیرتی ہے (ڈوب جانے کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے) تو اس وقت وہ تمام ہستیاں تم سے کھوئی جاتی ہے (غائب ہو جاتی ہیں) جنہیں تم پکارا کرتے تھے (جن کی تم بندگی کرتے ہو لہذا تمہیں ان کی پوجا نہیں کرنی چاہئے) صرف ایک اللہ ہی کی یاد باقی رہ جاتی ہے۔ (کیونکہ تم اس وقت صرف اسی کو پکارتے ہو، کیونکہ اس کے سوا مصیبت کو اور کوئی دور نہیں کر سکتا) پھر جب وہ تمہیں بچالے جاتا ہے (ڈوبنے سے اور تمہیں پہنچا دیتا ہے) خشکی کی طرف تو پھر تم (توحید سے) پھر جاتے ہو حقیقت میں کہ انسان ہے بڑا ہی ناشکرا (کفران نعمت کرنے والا) پھر کیا تم اس بات سے بے فکر ہو بیٹھے ہو کہ وہ تمہیں خشکی کی جانب لا کر زمین میں دھنسا دے (قارون کی طرح زمین میں) یا تم پر کوئی ایسی ہوا بھیج دے جو کنکر پتھر برسانے لگے (یعنی قوم لوط کی طرح تم پر کنکریٹ برسا دے) پھر کسی کو اپنا کارساز نہ پاؤ (جو تمہیں اس عذاب سے بچالے) یا تم اس بات سے بے فکر ہو گئے ہو کہ اللہ پھر تمہیں اس (سمندر) میں دوبارہ بھیج دے۔ پھر تم پر ہوا کا سخت طوفان بھیج دے (ہوا کہ ایسے جھکڑ کہ جس پر گزریں اسے توڑ پھوڑ کر رکھ دیں۔ وہ تمہارے جہاز کے ٹکڑے کر کے رکھ دیں) اور تمہیں تمہارے کفر کی وجہ سے غرق کر دیا جائے، تم پھر کسی کو نہ پاؤ جو اس کے لئے ہم پر دعویٰ کرنے والا ہو؟ (مددگار اور اس کا ردوائی پر ہمارا پیچھا کرنے والا ہو جو تمہارے ساتھ کی ہے) البتہ ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی (علم اور گویائی اور پیدائش میں اعتدال وغیرہ کی وجہ سے۔ اسی لئے مرنے کے بعد انسان کو پاک کیا جاتا ہے) اور ہم نے انہیں خشکی میں (جانوروں پر) اور سمندر میں (جہازوں پر) سوار کیا اور نفیس نفیس چیزیں انہیں عطا کیں اور اپنی بہت سی مخلوق (جیسے چوپائے اور وحشی جانوروں) پر برتری بخشی (یہاں من بمعنی ما ہے یا اپنے معنی پر رہتے ہوئے فرشتوں کو بھی شامل ہو، اس سے مراد جب انسانی جنس کی برتری ہے جس کے لئے افراد کا برتر ہونا ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ فرشتے، علاوہ انبیاء کے انسانوں میں برتر ہوتے ہیں۔

تحقیق و ترکیب: بمن فی السموات یہ آیت ان مشرکین پر رد ہے جو آنحضرتؐ کے بارے میں یہ کہتے تھے کہ ایک یتیم نبی کیسے ہو سکتا ہے اور بھوکے ننگے لوگ اس کے صحابی کیسے ہو سکتے ہیں اسی لئے بعض مالکیہ یہ کہتے ہیں کہ جو شخص تنقیص کی نیت سے یہ الفاظ آنحضرتؐ اور صحابہ کی شان میں یہ کہے اس کو قتل کر دینا چاہئے۔ و اتیناد اؤد۔ یہود کا غلط خیال چونکہ یہ تھا کہ حضرت موسیٰ کے بعد کوئی

نبی نہیں آیا۔ اس لئے حضرت داؤد کا خصوصیت سے ذکر کیا کیونکہ حضرت داؤد کی نبوت یہود مانتے تھے اور ان کی کتاب زبور کو بھی مانتے تھے، جس میں ڈیڑھ سو آیات تھیں۔ اس کی سب سے بڑی سورت چوتھائی قرآن کے برابر اور چھوٹی سورت سجدۃ اذجاء کے برابر تھی۔ پوری زبور میں اللہ کی حمد و تعریف تھی۔ کوئی حکم حلال حرام، فرائض و حدود سے متعلق نہیں تھا۔ دوسری وجہ تخصیص یہ بھی ہو سکتی ہے کہ حق تعالیٰ نے زبور میں فرمایا تھا کہ محمد خاتم النبیین ہوں گے اور آپ کی امت بہترین امت ہوگی۔ جیسا کہ آیت ولقد کتبنا فی الزبور میں اس طرف اشارہ ہے۔ وان من قریۃ یعنی قیامت سے پہلے مرنا ہر ایک کو ہے کسی کو اچھی موت، کسی کو بری موت۔ وما جعلنا الرؤیا بقول ابن عباسؓ اور اکثر مفسرین کے نزدیک اس رؤیا سے مراد دیکھنا ہے جو آنحضرت ﷺ نے شب معراج میں ملاحظہ فرمایا بعض مفسرین نے جو اس کو خواب پر محمول کیا ہے وہ ضعیف ہے۔ کیونکہ لفظ رؤیا اور رؤیت میں لغوی حیثیت سے کوئی فرق نہیں ہے۔ بولتے ہیں رائتہ بعینی رؤیۃ ورؤیا۔ لیکن تفسیر کواشی میں ہے کہ رؤیا سونے کی حالت میں ہوتا ہے اور رؤیۃ جاگنے کی حالت میں۔ ولقد کرمنا منجملہ انسان کی تکریم کے یہ ہے کہ وہ دوسرے جانوروں کی طرح صرف منہ سے نہیں کھاتا بلکہ ہاتھ سے کھاتا ہے۔ نیز بہترین شکل اور اندازہ پر اس کو پیدا کیا گیا ہے۔ اور کل عالم انسان کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور فرشتوں کو انسان کی مختلف خدمتوں پر لگا دیا گیا ہے۔

بقول ابوالسعود اس سے تمام انسان مراد ہیں، مومن ہو یا فاجر لیکن امام قشیریؒ فرماتے ہیں کہ صرف مومن مراد ہیں۔ کیونکہ کفار کے بارے میں تو ومن یھن اللہ فمالہ من مکرم۔ فرمایا گیا ہے اور مومن کی ظاہری تکریم تو یہ ہے کہ انہیں مجاہدات کی توفیق بخشی گئی ہے اور باطنی یہ کہ انہیں مشاہدات سے نوازا گیا ہے اور محمد بن کعبؒ کہتے ہیں کہ انسان کی کرامت یہ ہے کہ حضرت محمدؐ کو انسانوں میں پیدا کیا گیا ہے۔ طہارتھم بعد الموت۔ منجملہ انسان کے فضائل کے یہ بھی ہے کہ مرنے کے بعد غسل دیا جاتا ہے۔ البتہ اگر کنوئیں میں کوئی مردہ انسان گر جائے تو ہمارے نزدیک کنواں ناپاک ہو جائے گا۔ شہید جس کے بدن پر خون نہ لگ رہا ہو یا غسل دیا ہو یا مسلمان مردہ اگر کنوئیں میں گر جائے تو کنواں ناپاک نہیں ہوگا۔ برخلاف کافر کے وہ زندہ ہو یا مردہ بقول درمختار کے پانی ناپاک ہو جائے گا۔ اور ردالمحتار میں ہے کہ مردہ ناپاک ہوتا ہے۔ کیوں کہ جس جانور کے جسم میں خون ہوتا ہے وہ مرنے سے ناپاک ہو جاتا ہے۔ بہر حال مردہ کا غسل دینا امر تکریم ہے تو انسان سے مراد بقول قشیریؒ صرف مسلمان لیا جائے گا۔ کیوں کہ غسل و کفن دینا تو شرعی احکام ہے جو مسلمان ہی کے ساتھ کئے جاتے ہیں۔ من الطیبات انسان کی خوراک نباتات ہوں یا حیوانات دونوں قسم کی غذائیں بغیر مکمل طریقہ پر پکائے بنائے نہیں کھائی جاتیں۔ یہ بھی انسان کی خصوصیات میں سے ہیں۔ وفضلناہم تکریم اور تفضیل میں فرق یہ ہے کہ انسان میں جو سمجھنے بولنے اور لکھنے اور حسن صورت کی جو خلقتی اور طبعی خوبیاں ہیں۔ وہ تکریم میں داخل ہیں اور انسانی سمجھ اور عقل کے ذریعہ جو صحیح عقائد اور عمدہ اخلاق حاصل ہوں۔ انہیں تفضیل کہا جائے گا اور فضیلت سے یہاں جنسی فضیلت مراد ہے۔ یعنی انسان کی جنس فرشتوں کی جنس سے برتر ہے۔ پس اب یہ شبہ نہیں رہا کہ تمام انسان کے افراد فرشتوں کے افراد سے کیسے بہتر ہو سکتے ہیں۔ کیوں کہ جنسی فضیلت کی یہ صورت ہے کہ خواص انسان خاص فرشتوں سے اور خاص فرشتے عام انسانوں سے اور عام انسان عام فرشتوں سے برتر ہوں۔ اس لئے یہ ممکن ہے خواص ملائکہ، عام انسانوں سے افضل ہوں۔ گویا اشخاص کے درجہ میں تو فرشتے، انسانوں اور انسان فرشتوں سے بہتر ہو سکتے ہیں۔ لیکن جنسی اور نوعی برتری انسان ہی کو حاصل ہے جیسا کہ اشاعرہ کی رائے ہے۔

ربط آیات: چونکہ پچھلی آیات میں کفار کی جہالتوں کا بیان ہوا تھا پس ممکن تھا کہ مسلمانوں کو غصہ آجاتا۔ اس لئے جواب میں نرمی برتنے کی تعلیم آیت وقل لعبادی۔ سے دی جا رہی ہے۔ اس کے بعد آیت ربکم اعلم۔ میں کفار کے اس شبہ کا جواب دیا جا رہا ہے کہ اول تو رسول انسان ہی نہیں ہونا چاہئے اور ہو بھی تو کسی رئیس امیر کو ہونا چاہئے۔ اس کے بعد آیت قل ادعوا الذین میں

مشرکین کے جنات اور فرشتوں کی پرستش کرنے پر رد کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ فرشتے تو سارے ہی مومن ہیں اور بعض جنات بھی ایمان لائے تھے۔ آگے آیت وان من قریۃ میں کفار کو ہلاکت و عذاب سے ڈرایا جا رہا ہے کہ دنیا میں یا آخرت میں یہ عذاب ٹلے گا نہیں۔ اس کے بعد آیت وما منعنا سے کفار کے بعض فرمائی معجزات پورا نہ ہونے کی حکمت بتلائی جا رہی ہے۔ اور پھر آیت واذ قلنا للملائکہ سے حضرت آدم کی پیدائش کا حال ذکر فرما دیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ جس طرح مخالفتِ آدم کا سبب شیطان کا حسد تھا۔ اسی طرح آنحضرتؐ سے عداوت کا باعث بھی یہود و کفار کا حسد ہے اور یہ کہ جس طرح آدمؑ شرِ شیطانی سے محفوظ رہے، آپؐ بھی اسی طرح تسلی رکھئے۔ بعد آیت ربکم الذی میں منعم حقیقی کے حقوق کی ادائیگی کی ترغیب ہے جس میں بڑا حق توحید ہے اور پیرایہ بیان انعامات اختیار کیا گیا ہے، اسی طرح ذیل میں ولقد کرمنا سے خصوصی انعام کا ذکر کیا ہے۔

شانِ نزول:..... ابن اسحاقؒ کی تخریج ہے کہ معراج کی صبح جب آنحضرتؐ نے لوگوں سے رات کا واقعہ ذکر کیا تو لوگوں نے آپؐ کو جھٹلایا۔ اس پر آیت وما جعلنا نازل ہوئی اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مکہ والوں نے آپؐ سے فرمائش کی کہ آپؐ صفا پہاڑ سونے کا بنادیتے اور دوسرے پہاڑوں کو یہاں سے ہٹا دیتے تاکہ مکہ میں کاشتکاری ہو سکے۔ چنانچہ حق تعالیٰ کی طرف سے آپؐ کو اختیار دیا گیا کہ چاہے آپؐ صبر و انتظار سے کام لے کر انہیں حالات کے حوالے کر دیں اور دیکھیں کہ حالات کیا رخ کرتے ہیں لیکن اگر آپؐ کی خواہش نہ ہو تو ہم ان کی فرمائش پوری کئے دیتے ہیں لیکن یہ یاد رکھئے کہ پھر اگر باز نہ آئے تو عذاب الہی ان پر اترے گا۔ چنانچہ آپؐ نے پہلی شق کو اختیار کیا۔ اس سلسلہ میں آیت وما منعنا نازل ہوئی۔

﴿تشریح﴾:..... نرم کلامی موثر ہوتی ہے:..... آیت وقل لعبادی میں حکم دیا جا رہا ہے کہ مسلمان جب منکرین اسلام سے گفتگو کریں تو پسندیدہ طریقہ پر کرنی چاہئے اس طرح کی باتیں نہ کرو جس سے باہم فتنہ فساد پیدا ہو اور بجائے کھینچنے کے اور زیادہ متفرق ہو جائیں۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض مسلمانوں نے بعض مشرکوں کو کہا تھا کہ ”تم جہنمی ہو“ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں کو اس بات سے روکا گیا کہ کسی جماعت یا فرد کو یقین کے ساتھ اس طرح کی بات نہ کہو کہ تم جہنمی ہو کیونکہ کوئی نہیں جانتا کہ کس آدمی کا خاتمہ کس حال پر ہونے والا ہے؟ بہت ممکن ہے جسے تم جہنمی کہہ رہے ہو اسے ہدایت کی توفیق ملنے والی ہو اور اس کی جگہ جنتوں میں ہو۔ بلاشبہ تم کہہ سکتے ہو، یہ بات حق ہے اور یہ نہیں۔ لیکن کسی جماعت یا فرد کی نسبت حکم نہیں لگا سکتے ہو کہ یہ ضرور جہنمی ہے ایسا کہنے کا حق کسی کو نہیں۔ غور کرو قرآن کس طرح قدم قدم پر یہ بات یاد دلاتا رہتا ہے کہ فکر میں رواداری ہونی چاہئے۔ حکم میں احتیاط ہونی چاہئے جس بات کو حق سمجھتے ہو اس پر جم جاؤ اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دو مگر نہ بھولو کہ انسان کی نجات و عدم نجات کی ٹھیکہ داری تمہیں نہیں دی گئی۔ کون نجات پانے والا ہے اور کس کے لئے بالآخر محرومی ہے؟ اس کا علم خدا ہی کو ہے تمہیں حق نہیں کہ اس طرح کے حکم لگاتے پھرو۔

سخت کلامی کا نقصان:..... علاوہ ازیں اگر ایک انسان غلط راہ پر چل رہا ہے تو تمہارے جہنمی کہہ دینے سے وہ جنتی نہیں بن جائے گا بلکہ بہت ممکن ہے اپنی غلطی میں اور ضدی ہو جائے۔ پس جو کچھ بھی زبان سے نکالو حسن و خوبی کی بات ہو، سختی و خشونت کی بات نہ ہو شیطان چاہتا ہے کہ لوگوں میں تفرقہ و فساد ڈالے۔ یعنی اس طرح کا طریق گفتگو تفرقہ و فساد پیدا کرتا ہے اور اصل مقصود، رشد و ہدایت گم ہو جاتی ہے۔ غرضیکہ غیر ضروری سختی اور درشت کلامی سے روکا جا رہا ہے ورنہ ضرورت اور مصلحت کے موقع پر تو اس سے بھی زیادہ قتل و قتال تک اجازت ہے۔

مصلح صرف داعی ہوتا ہے نہ کہ ذمہ دار:..... آیت و مسارسلنک میں فرمایا جا رہا ہے کہ اے پیغمبر! ہم نے آپ کو لوگوں پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا ہے کہ لوگوں کی نجات و عدم نجات کے لئے ذمہ دار ہو اور جب خود پیغمبر کو یہ منصب حاصل نہیں تو اور کسی کے لئے کب جائز ہو سکتا ہے کہ اپنے کو جنت و دوزخ کا دار و غہ سمجھ لے۔ آیت وان من قریۃ میں افراد کا ذکر نہیں جماعتوں، قوموں اور بستیوں کا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں ہر بد اعمال گروہ کو اس کے اعمال بد کی پاداش کامل جانا ضروری ہے خواہ ہلاکت کی صورت میں ہو یا کسی دوسرے عذاب کی صورت میں اور ہلاکت ہونے سے طبعی موت مراد نہیں کہ وہ تو سب ہی کو پیش آتی ہے فرماں بردار ہو یا نافرمان بلکہ بطور آفت الہی کے تباہی مراد ہے۔

مشیت اور قانون الہی:..... آیت و ما منعنا نے قطعی طور پر یہ حقیقت واضح کر دی کہ پیغمبروں نے جو نشانیاں دکھائی تھیں ان کی حقیقت کیا تھی فرمایا کہ نشانیاں اس لئے نہیں دی گئیں کہ سچائی کی دلیل تھیں یا ہدایت کا معاملہ ان پر موقوف ہوتا ہے۔ بلکہ صرف اس لئے کہ وہ ظہور عذاب کا مقدمہ تھیں۔ یعنی جو قومیں سرکشی سے باز نہیں آئیں انہیں ظہور نتائج کی خبر دے دی گئی اور اس خبر کا ظہور ایک نشانی کی صورت میں ہوا چنانچہ قوم شہود سرکشی سے باز نہ آئی تو اونٹنی کا معاملہ اس کے لئے ایک فیصلہ کن نشانی ہو گئی اور اس نشانی کے بعد وعدہ کے مطابق عذاب آکر رہا۔ اس آیت میں منکرین عرب سے خطاب ہے جو اپنی بات بنانے کے لئے نشانہوں کی فرمائشیں کرتے تھے۔ فرمایا کہ جو طالب حق ہیں ان کے لئے سچائی کی دعوت ہی سب سے بڑی نشانی ہے اور جو ماننے والے نہیں، ان کے لئے کوئی نشانی سودمند نہیں ہوتی۔ چنانچہ پچھلے عہدوں میں ہمیشہ ایسا ہی ہو چکا ہے کوئی نشانی بھی سرکشوں کے لئے سودمند نہ ہو سکی اور فرمایا کہ ہمارا قانون یہ ہے کہ اس طرح کی نشانیاں ڈرانے دھمکانے ہی کے لئے نمودار ہوتی ہیں۔ پس اگر اب بھی اُن تک نوبت پہنچی تو منکروں کے لئے عذاب کا آنا ناگزیر ہوگا۔ حالانکہ مشیت الہی نہیں چاہتی کہ عذاب آئے۔

واقعہ معراج اور زقوم درخت کے فتنہ ہونے کا مطلب:..... بعض لوگوں نے آیت و ما جعلنا الرؤیا سے معراج کے خوابی ہونے پر استدلال کیا ہے عنوان تحقیق میں اس کا حل گزر چکا ہے۔ واقعہ معراج جسمانی کے فتنہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کفار کو یقین نہیں آتا تھا۔ کہ اتنے سے وقت میں اتنے دور دراز اور آسمانوں کا سفر کیسے ممکن ہے اور زقوم کے درخت کا جہنم میں ہونا اس لئے فتنہ کا باعث بنا کر آگ سے تو درخت جل کر بھسم ہو جاتا ہے پھر جہنم میں یہ درخت کیسے اُگے گا۔ غرضیکہ منکرین ان دونوں باتوں کی ہنسی اڑاتے تھے۔ اسراء کا معاملہ جب بیان کیا گیا تو کہنے لگے یہ جنوں کی انتہا ہے اور جہنم کے احوال و شدائد کی جب آیتیں سنائی گئیں تو کہنے لگے جہنم بھی عجیب ہوگی جہاں آگ کے شعلوں میں درخت پیدا ہوں گے۔ فرمایا ان دونوں باتوں میں ان لوگوں کے لئے آزمائش ہوئی اگر طالب حق ہوتے تو ہنسی اڑانے کی جگہ عقل و بصیرت سے کام لیتے۔ آیت و اذ قلنا میں ابلیس کی سرکشی کا تذکرہ کیا تا کہ واضح ہو جائے کہ حق کے مقابلہ میں سرکشی کی چال چلنا ابلیس کی چال ہے اور یہ پہلے سے چلی آتی ہے۔ پھر آیت ربکم الذی سے سلسلہ بیان انسان کی غفلت و گمراہی کی طرف پھر گیا۔

شرف انسانی:..... انسان میں بعض خصوصیتیں ایسی پائی جاتی ہیں جو دوسری کسی جاندار چیز میں نہیں پائی جاتیں۔ مثلاً: حسن صورت، راست قد ہونا اور عقل و فہم کا رکھنا مختلف ایجادات و کمالات پر قادر ہونا کہ یہ باتیں تمام نوع انسان میں پائی جاتی ہیں۔ اس لئے سب ہی انسان مراد ہیں اور چونکہ انسانی تکریم کے سلسلہ میں خشکی و تری کے سفر کی سہولتیں بہم پہنچانا بیان کیا گیا ہے اور یہ چیزیں کسی طرح مدار

فضیلت و شرافت نہیں ہو سکتیں ادھر جن صفات کی وجہ سے انسان، فرشتوں سے افضل ہو سکتا ہے وہ سب انسانوں میں عام نہیں۔ اس لئے اس شبہ کو دور کرنے کے لئے فضلنا کا لفظ لایا گیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ تکریم سے مراد تمام مخلوق پر برتری بتلانا نہیں ہے۔ بلکہ بعض مخلوق پر برتری بیان کی ہے یعنی جانور یا ان سے کم درجہ جو مخلوق ہے ان سب سے انسان بڑھا ہوا ہے متکلمین کے درمیان، انسان اور فرشتوں کی فضیلت کا جو مشہور مسئلہ مختلف فیہ ہے اس آیت کو اس سے کوئی تعلق نہیں اس لئے کسی فریق کے استدلال کے لئے بھی یہ آیت مفید نہیں ہے۔

۱. **اطْلُفِ آیات:** آیت و قل لعبادی سے معلوم ہوا کہ مخالفین کے ساتھ نرمی سے پیش آنا چاہئے۔ آیت ربکم اعلم سے معلوم ہوا کہ اصلاحی سلسلہ میں کسی کے درپے نہیں ہونا چاہئے۔ آیت و کفی بربک و کیلا سے معلوم ہوا کہ انسان بغیر حفاظت الہی کے خود گمراہی کے مواقع سے نہیں بچ سکتا۔ آیت ام امنتم میں اگرچہ پچھلی حالت یاد دلائی جا رہی ہے اور اہل طریق، یاد ماضی کو حجاب کہتے ہیں اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ اہل طریق کا مشورہ ان لوگوں کے بارہ میں ہے جو غفلت دور کر کے یا حق میں مشغول ہو گئے ہوں اور آیت میں اہل غفلت سے خطاب کیا جا رہا ہے کہ وہ غفلت اور سرکشی دور کر دیں۔ غرضیکہ آیت اور اہل طریق کے کلام میں کوئی منافات نہیں ہے بلکہ دونوں میں قدر مشترک حق میں مشغول ہونا ہے۔

اَذْكُرْ يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ ۚ بِنَبِيٍّهُمْ فَيَقَالُ يَا اُمَّةَ فَلَانِ اَوْ بَكِتَابٍ اَعْمَالِهِمْ فَيَقَالُ يَا صَاحِبَ الْخَيْرِ وَيَا صَاحِبَ الشَّرِّ وَهُوَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ فَمَنْ اُوتِيَ مِنْهُمْ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ وَهُمْ السَّعْدَاءُ اُولُوا الْبَصَائِرِ فِي الدُّنْيَا فَاُولَٰئِكَ يَقْرَءُ وَنَ كِتَابَهُمْ وَلَا يُظْلَمُونَ ۖ يُنْقَضُونَ مِنْ اَعْمَالِهِمْ فَتِيلاً ﴿۱۷﴾ قَدْ رَقِشْرَةَ النَّوَاةِ وَمَنْ كَانَ فِي هَذِهِ اَي الدُّنْيَا اَعْمٰى عَنِ الْحَقِّ فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى عَنِ طَرِيقِ النَّجَاةِ وَقِرَاءَةِ الْكِتَابِ وَاَضَلُّ سَبِيلاً ﴿۱۸﴾ اَبْعَدُ طَرِيقًا عَنْهُ وَنَزَلَ فِي ثَقِيفٍ وَقَدْ سَأَلُوهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُحَرِّمَ وَاَدِيَهُمْ وَالْحَوَا عَلَيْهِ وَاِنْ مُخَفَّفَةً كَاذُوًا قَارِبُوا لِيَفْتِنُوْنَاكَ يَسْتَزِلُّونَكَ عَنِ الَّذِي اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهُ ۖ وَاِذَا لَوْ فَعَلْتَ ذَٰلِكَ لَاتَّخَذُوْكَ خَلِيلاً ﴿۱۹﴾ وَلَوْ لَا اَنْ تُبْتَلٰكَ عَلٰى الْحَقِّ بِالْعَصْمَةِ لَقَدْ كَذَّبْتَ قَارِبْتَ تَرَكْنُ تَمِيْلُ اِلَيْهِمْ شَيْئًا رُّكُونًا قَلِيلاً ﴿۲۰﴾ لِشِدَّةِ اِحْتِيَالِهِمْ وَالْحَاجِهِمْ وَهُوَ صَرِيحٌ فِيْ اِنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَرْكَنْ وَلَا قَارِبَ اِذَا لَوْرَكَنْتَ لَا ذَنْبَكَ ضَعْفَ عَذَابِ الْحَيٰوةِ وَضَعْفَ عَذَابِ الْمَمَاتِ اَيْ مِثْلِيْ مَا يُعَذَّبُ غَيْرُكَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ﴿۲۱﴾ مَانِعًا مِنْهُ وَنَزَلَ لَمَّا قَالَ لَهُ الْيَهُودُ اِنْ كُنْتَ نَبِيًّا فَالْحَقُّ بِالشَّامِ فَانْهَآ اَرْضُ الْاَنْبِيَاءِ وَاِنْ مُخَفَّفَةً كَاذُوًا يَسْتَفْزِرُوْنَاكَ مِنَ الْاَرْضِ اَرْضِ الْمَدِيْنَةِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذَا لَوْ اَخْرَجُوْكَ لَا يَلْبَثُوْنَ خِلْفَكَ فِيْهَا اِلَّا قَلِيلاً ﴿۲۲﴾ ثُمَّ يَهْلِكُوْنَ سُنَّةً مِّنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا اَيْ كَسَبْتَنَا فِيْهِمْ مِنْ اِهْلَاكِ مَنْ اَخْرَجَهُمْ وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلاً ﴿۲۳﴾ تَبْدِيلاً اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اَيْ مِنْ وَقْتِ زَوَالِهَا اِلَى غَسَقِ الْيَلِّ اِقْبَالَ ظُلُمَتِهِ

أَيُّ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ صَلَوةُ الصُّبْحِ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا ﴿٧٨﴾
تَشْهَدُهُ مَلَائِكَةُ اللَّيْلِ وَمَلَائِكَةُ النَّهَارِ وَمَنْ أَلِيلٍ فَتَهَجَّدُ فَصَلِّ بِهِ بِالْقُرْآنِ نَافِلَةً لَكَ فَرِيضَةٌ زَائِدَةٌ لَكَ
دُونَ أَمْتِكَ أَوْ فَضِيلَةٌ عَلَى الصَّلَوَاتِ الْمَفْرُوضَةِ عَسَى أَنْ يَتَخَلَّكَ يَقِيمَكَ رَبُّكَ فِي الْآخِرَةِ مَقَامًا
مَحْمُودًا ﴿٧٩﴾ يَحْمَدُكَ فِيهِ الْأَوَّلُونَ وَالْآخِرُونَ وَهُوَ مَقَامُ الشَّفَاعَةِ فِي فَضْلِ الْقَضَاءِ وَنَزَلَ لَمَّا أُمِرَ
بِالْهَجْرَةِ وَقُلْ رَبِّ أَدْخِلْنِي الْمَدِينَةَ مُدْخِلَ صِدْقٍ أَيْ إِدْخَالًا مَرْضِيًّا لَا أَرَى فِيهِ مَا أَكْرَهُ وَأَخْرِجْنِي مِنْ
مَكَّةَ مُخْرَجَ صِدْقٍ إِخْرَاجًا لَا لَتَفَتْ بِقَلْبِي إِلَيْهَا وَاجْعَلْ لِي مِنْ لَدُنْكَ سُلْطَانًا نَصِيرًا ﴿٨٠﴾ قُوَّةٌ تَنْصُرُنِي
بِهَا عَلَى أَعْدَائِكَ وَقُلْ عِنْدَ دُخُولِكَ مَكَّةَ جَاءَ الْحَقُّ الْإِسْلَامُ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ بَطَلَ الْكُفْرُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ
زَهُوقًا ﴿٨١﴾ مُضْمَحَلًّا زَائِلًا وَقَدْ دَخَلَهَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَوْلَ الْبَيْتِ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَسِتُّونَ صَنَمًا
فَجَعَلَ يَطْعُنُهَا بَعُودٍ فِي يَدِهِ وَيَقُولُ جَاءَ الْحَقُّ الْخَطِيئَةُ حَتَّى سَقَطَتْ رَوَاهُ الشَّيْخَانُ وَنُزِّلَ مِنَ اللَّيْلِ الْقُرْآنُ
مَا هُوَ شِفَاءٌ مِنَ الضَّلَالَةِ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ بِهِ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ الْآخِسَارَ ﴿٨٢﴾ لِكُفْرِهِمْ بِهِ
وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنْسَانِ الْكَافِرِ أَعْرَضَ عَنِ الشُّكْرِ وَنَابِجَانِيهِ ثَنَى عَطْفَهُ مُتَبَخِّرًا وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ
الْفَقْرُ وَالشَّدَّةُ كَانَ يَتُوسَّأُ ﴿٨٣﴾ قَنُوطًا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ قُلْ كُلُّ مِّنَّا وَمِنْكُمْ يَعْْمَلُ عَلَى شَاكِلَتِهِ طَرِيقَتَهُ
فَرُبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ أَهْدَى سَبِيلًا ﴿٨٤﴾ طَرِيقًا فَيْثِيَّةً

۹
ع

ترجمہ: اس دن کو (یاد کیجئے) جب ہم تمام انسانوں کو ان کے پیشواؤں کے ساتھ بلائیں گے (یعنی انبیاء سمیت) چنانچہ
”فلاں کی امت“ کہہ کر پکارا جائے گا یا اعمال نامے مراد ہیں۔ یعنی اس طرح پکارا جائے گا کہ اے اچھے کام کرنے والے! اے برے کام
کرنے والے! اور وہ قیامت کا دن ہوگا) پھر جس کا اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا (اور یہ وہ نیک لوگ ہوں گے جو دنیا میں دانشمند
شمار ہوتے تھے) تو ایسے لوگ اپنے اعمال نامے پڑھیں گے اور ان پر زیادتی نہیں کی جائے گی (ان کے اعمال کم کر کے) رائی برابر (کھجور کی
گٹھلی پر جھلی کے برابر) اور جو شخص اس دنیا میں (حق سے) اندھا بنا رہا تو یقین کرو آخرت میں بھی وہ اندھا ہی رہے گا (راہ نجات
اور اعمال نامے پڑھنے سے) اور یک قلم بھٹکا ہوا (بہت ہی گم کردہ راہ، اگلی آیت ثقیف کے لوگوں کے بارہ میں نازل ہوئی۔ جنہوں نے
آنحضرتؐ سے درخواست کی تھی کہ آپؐ ان کی رہائش گاہ کو بھی حرم بنادیں، اور اس پر انہوں نے اصرار سے کام لیا) ان لوگوں نے تو اس
میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی تھی (ان مخففہ ہے اور کسادوا بمعنی قسار ہوا ہے) کہ آپؐ کو اس کلام سے بچلانے ہی لگے تھے جو ہم نے آپؐ
پر بذریعہ وحی نازل کیا ہے تاکہ اس کلام کی جگہ دوسری باتیں کہہ کر آپؐ ہماری طرف غلط بات کی نسبت کر دیں اور ایسی حالت میں (کہ آپؐ
یہ کارروائی کر گزرتے) آپؐ کو یہ گاڑھا دوست بنا لیتے اور اگر ہم نے آپؐ کو جمادیا نہ ہوتا (حق پر معصوم بنا کر) تو آپؐ ضرور کچھ نہ کچھ ان کی
طرف میلان کر بیٹھتے۔ (ان کی حیلہ گری اور سخن سازی کی وجہ سے، اس سے صراحۃً معلوم ہوا کہ نہ آپؐ انکی طرف جھکے اور نہ مائل
ہوئے) اگر ایسا (کہ آپؐ کا کچھ بھی میلان) ہو جاتا تو ہم ضرور آپؐ کو زندگی میں بھی دوہرا عذاب چکھاتے اور موت کا بھی (یعنی
دنیا و آخرت میں اوروں سے دگنے عذاب میں آپؐ کو مبتلا کر دیا جاتا) پھر آپؐ کو ہمارے مقابلہ میں کوئی مددگار بھی نہ ملتا (جو عذاب الہی روک

لیتا، اگلی آیت اس وقت نازل ہوئی جب یہود کہنے لگے کہ آپ اگر نبی ہیں تو ملک شام چلے جائیے کہ وہی سرزمین انبیاء ہے (اور یہ لوگ اس سرزمین سے (مدینہ) آپ کے قدم اکھاڑنے لگے تھے تاکہ آپ کو وہاں سے نکال دیں۔ اور اگر ایسا ہو جاتا (کہ آپ کو یہ نکال باہر کرتے) تو یہ بھی آپ کے بعد بہت کم ٹھہرنے پاتے (کہ پھر برباد ہو کر رہتے) جیسا کہ آپ سے پہلے جو پیغمبر ہم بھیج چکے ہیں۔ ان سب کے معاملہ میں ہمارا ایسا ہی قاعدہ رہا ہے (یعنی جیسا طریقہ ہمارا ان لوگوں کو برباد کرنے کا رہا ہے جنہوں نے پیغمبروں کو نکالا تھا) اور ہمارے ٹھہرائے ہوئے قاعدوں کو کبھی بدلتا ہوا نہ پائیے گا، نمازیں ادا کیجئے، سورج ڈھلنے کے بعد سے (یعنی زوال آفتاب کے بعد سے) رات کے اندھیرے تک (اندھیری شروع ہونے تک، یعنی ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں) اور صبح کا قرآن (صبح کی نماز) بے شک صبح کا قرآن حاضر ہونے کا وقت ہے (جس میں رات دن کے فرشتے حاضر رہتے ہیں) اور کسی قدر رات کے حصہ میں بھی (نماز پڑھئے) سوتجد میں (قرآن) پڑھئے۔ یہ آپ کے لئے مزید ایک عمل ہے (آپ کی امت سے زائد یہ ایک فریضہ ہے جو آپ کے ذمہ ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ اس میں فرض نمازوں سے بڑھ کر فضیلت ہے) اُمید ہے کہ آپ کا پروردگار (آخرت میں) آپ کو مقام محمود میں جگہ عنایت کرے گا (جس کی تعریف اولین و آخرین سب کریں گے اور وہ مقدمات کے فیصلوں کے وقت، سفارش کا ایک مقام ہوگا اور آنحضرت کو جب ہجرت کا حکم ہوا تو یہ آیت نازل ہوئی) اور آپ یوں دعا کیجئے کہ اے میرے پروردگار! مجھ کو خوبی کے ساتھ (مدینہ میں) پہنچائیو (یعنی ایسی راحت کے ساتھ جس میں ناگواری کا نام و نشان نہ ہو) اور (مکہ سے) خوبی کے ساتھ لے جائیو (ایسے طریقہ سے کہ مکہ کی طرف میری توجہ نہ رہے) اور مجھے اپنے حضور سے ایسی قوت عطا فرما، جس کے ساتھ مدد شامل ہو (جو تیرے دشمنوں کیخلاف میری امداد کر سکے) اور (مکہ میں داخلہ کے وقت) تمہارا اعلان یہ ہونا چاہئے کہ دیکھو حق (اسلام) ظاہر ہو گیا اور باطل (کفر) گیا گزرا ہوا۔ اور باطل چیز تو یوں ہی نیست و نابود ہو کر رہتی ہے (آتی جاتی رہتی ہے۔ چنانچہ جب آنحضرت ﷺ بیت اللہ میں داخل ہوئے تو اس کے ارد گرد تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے آپ اپنے ہاتھ کی لکڑی سے اشارہ کرتے جاتے تھے۔ اور ”جاء الحق“ فرماتے جاتے تھے۔ اور بت تھے کہ گرتے جا رہے تھے رواہ الشیخان) اور ہم نے جو قرآن میں نازل کیا ہے (مَنْ بَيَانِیہ ہے) تو وہ ایمان لانے والوں کے حق میں (گمراہی سے) شفاء اور رحمت ہے اور نا انصافوں (کافروں) کو اور اُلٹا نقصان بڑھاتا ہے (ان کے کفر کی وجہ سے) اور انسان (کافر) پر جب ہم انعام کرتے ہیں تو ہم سے (ہمارے شکر سے) منہ پھیر لیتا ہے اور کروٹ پھیر لیتا ہے (اکڑتے ہوئے پہلو تہی کر لیتا ہے) اور جب اسے دکھ (تنگ دستی اور سختی) پہنچ جائے تو دیکھو بالکل مایوس (اللہ کی رحمت سے ناامید) ہو کر بیٹھ جاتا ہے آپ فرما دیجئے (ہم میں سے اور تم میں سے) ہر انسان اپنے طور (طریقہ کے مطابق عمل کر رہا ہے پس تمہارا پروردگار ہی بہتر جانتا ہے کہ کون سب سے زیادہ ٹھیک راستہ پر ہے) (اس لئے وہ اسے ثواب دے گا)

تحقیق و ترکیب:..... فتیلا۔ اس کی تشریح قدرہ قشر النواة۔ گٹھلی کے اوپر کی جھلی سے کرنا ٹھیک نہیں ہے بلکہ گٹھلی کے بیچ میں جو ایک باریک دھاگہ ہوتا ہے اسے فتیل کہتے ہیں اور جھلی کو قطمیر کہتے ہیں اور نقیر کہتے ہیں اس باریک سے دھاگہ کو جو کھجور کی گٹھلی کے کمر پر ہوتا ہے۔ پس گویا گٹھلی پر تین چیزیں ہوئیں فتیل، قطمیر، نقیر۔

دلوک۔ اس کے معنی اگر زوال آفتاب کے لئے جائیں تو یہ آیت پانچوں نمازوں کے لئے جامع ہے اور غروب کے معنی لئے جائیں تو صرف تین نمازیں مراد ہوں گی اور ظہر و عصر نکل جائے گی۔ وقرآن الفجر۔ اگر اس کا عطف الصلوۃ۔ پر ہو تو مراد نماز فجر ہوگی اور منصوب علی الاعراء، ہو تو تلاوت قرآن مطلوب ہوگی اور تیسری صورت یہ ہے کہ منصوب فعل مضمر سے ہو۔ ای اقم او الزم قرآن الفجر اور قرآن سے مراد نماز اس لئے ہے کہ قرأت نماز کا جزو ہے۔ برخلاف یزید بن اجم کے وہ قرأت کو نماز کا جزو نہیں مانتے اور نماز فجر کی تخصیص میں طول قرأت کی طرف اشارہ ہے کہ اس میں طوال مفصل مسنون ہے۔ ومن الیل۔ اس کا تعلق تہجد کے ساتھ بھی

ہو سکتا ہے۔ ای تہجد بالقرآن بعض اللیل اور اس کا تعلق مخدوف کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے۔ ای قم قومۃ من اللیل فتہجد نافلۃ لک۔ اگر تہجد آنحضرتؐ پر واجب مانا جائے تو نافلۃ کے لغوی معنی مراد لئے جائیں گے۔ ورنہ اصل اصطلاحی معنی پر رہے گا۔

رابط آیات: آیت وقالوا اذا كنا عظاما۔ میں اثبات قیامت کا مضمون تھا۔ آیت یوم ندمع میں بعض واقعات قیامت کے ضمن میں مخالفت کرنے والوں کو وعید فرمائی جا رہی ہے۔ اس کے بعد آیت وان کسادوا۔ سے آنحضرتؐ کی مخالفت کرنے والوں کا بیان ہے خواہ دینی اعتبار سے عداوت کریں یا دنیاوی لحاظ سے اور آخر سورت تک رسالت ہی سے متعلق مضمون چلا گیا ہے۔ آگے آیت واقم الصلوۃ میں آنحضرتؐ کے عبادت میں مشغول رہنے اور قل رب ادخلنی میں اللہ کی طرف خود کو سپرد کرنے اور اس سے التجا کرنے کی تعلیم ہے اور عسی ان یبعثک میں بعض اخروی بشارتوں کا تو صراحتاً ذکر ہے اور جاء الحق میں بعض دنیاوی بشارتوں کا اشارہ وعدہ ہے اور مقصود آپؐ کو تسلی دینا ہے کہ آپؐ ان کاموں میں مشغول رہنے کی وجہ سے ادھر دھیان نہ لے جائیں جس سے طبع مبارک پر ملال اور میل آئے یا رہے۔ پھر آیت ننزل من القرآن میں نبوت پر استدلال کرتے ہوئے آیت ولا یزید میں کفار کی بدستعدادی بیان فرمادی۔ تاکہ کفار سے مایوس ہونا زیادہ رنج کا باعث نہ ہو۔ اس کے بعد آیت واذا النعمنا میں کفار کی مخالفت کا سبب بتلانا ہے کہ تکبر اور قلبی قساوت اور خدا سے بے تعلقی سے ایسا ہوا ہے۔ اور آیت قل کل میں عام الفاظ سے مسلمان اور کفار دونوں کے اعمال اور اقوال اور جزاء اور سزا کے فرق کی طرف اجمالاً اشارہ ہے۔

شان نزول: قبیلہ ثقیف کے لوگ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے ہم آپؐ کی بات اس وقت مانیں گے جب آپؐ ہمیں ایسی چیز عطا فرمادیں جس سے ہم سارے عرب پر فخر کریں۔ لانعشرو لانحشرو لانجی فی صلاتنا یعنی نہ ہم عشاء کریں گے اور نہ جہاد کریں گے اور نہ ہم نماز پڑھیں گے اور اگر عرب کے لوگ آپؐ سے پوچھیں کہ آپؐ نے ایسا کیوں کیا؟ آپؐ کہہ دینا کہ اللہ نے مجھے ایسا ہی کہا ہے۔ آنحضرتؐ یہ باتیں سن کر خاموش ہوئے، وہ خوش ہوئے کہ ہماری مراد برآنے والی ہے۔ اس پر آیت وان کادوا نازل ہوئی اس طرح آیت وان کادوا لیستفزونک کے شان نزول کی طرف جلالِ محقق اشارہ ہے کر رہے ہیں کہ یہود نے آنحضرتؐ کو یہ کہہ کر مغالطہ میں ڈالنے کی کوشش کی کہ اگر آپؐ واقعی نبی ہیں تو آپؐ کو ملک شام میں جا کر رہنا چاہئے جو تمام انبیاء کا وطن و مسکن رہا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس صورت میں آیت کو مدنی ماننا پڑے گا لیکن اگر آیت کو مکی مانا جائے تو پھر آیت لیخرجولک سے مراد مکہ سے نکالنا ہوگا کہ اللہ نے کفار کو ان کے عزائم میں ناکام کیا۔ یہ دوسری بات ہے کہ آپؐ کو ہجرت کا حکم ہوا اور آپؐ خود وطن کو چھوڑ آئے مگر دشمن نکالنے کی تدابیر میں ناکام رہے۔

﴿تشریح﴾: اعمالنا مے داہنے ہاتھ میں یا بائیں ہاتھ میں ہوں گے: سورۃ حاقہ کی آیت انہ کان لایؤمن بالله العظیم اور سورۃ تکویر کی آیت انہ ظن ان لن یحور سے معلوم ہوا کہ کفار کے بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جائے گا۔ پس تقابل سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل ایمان کا اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا خواہ وہ گنہگار ہوں یا متقی اور ہاؤم اقرؤا کتابہ میں نامہ اعمال کو جس خوشی سے پڑھنے کا ذکر ہے وہ ایمان کی خوشی ہوگی جو بالآخر دائمی عذاب سے نجات کا باعث ہوگی اور لایظلمون فتیلا میں اعمال صالحہ مراد ہیں، اگرچہ بعض ہوں اور کفار کے پاس چونکہ قبولیت اعمال کی شرط ایمان نہیں ہوگی اس لئے انکے اعمال قبول ہی

نہیں ہوں گے اور قرآن میں اگرچہ یہ ذکر نہیں کہ اعمال نامے کس طرح ہاتھوں میں آئیں گے۔ لیکن حدیث عند قطائر الکتب میں ان کی کیفیت بیان کی گئی ہے جسے حضرت عائشہؓ نے مرفوعاً روایت کیا ہے اور بعض روایات میں ہے کہ سب اعمال نامے عرش کے نیچے جمع ہو جائیں گے۔ اس وقت ایک ہوا آئے گی جس سے نامہ اعمال اڑ کر کسی کے داہنے ہاتھ میں اور کسی کے بائیں ہاتھ میں چلے جائیں گے۔

توفیق الہی کی بدولت آنحضرتؐ سازشوں کا شکار نہیں ہو سکے:..... آیت وان کادوالیفتونک میں فرمایا جا رہا ہے کہ اگر وحی الہی کی روشنی آپؐ کی راہنمائی کے لئے موجود نہ ہوتی تو وقت کی تاریکی اتنی شدید تھی کہ ممکن نہ تھا اس بے لاگ ثبات و استقامت کے ساتھ آپؐ اپنی راہ چلتے رہتے۔ کام کی دشواریاں ضرور آپؐ کو مغلوب کر لیتیں لوگوں کی مقاومتیں ضرور تمہیں تھکا دیتیں طاقتور افراد کی منتیں اور التجائیں ضرور آپؐ کو متوجہ کر لیتیں طرح طرح کی مصلحتیں ضرور امن گیر ہو جاتیں لغزشیں بٹھو کریں قدم قدم پر نمودار ہوتیں۔ لیکن اب کوئی چیز بھی تیری راہ نہیں روک سکتی کوئی فتنہ بھی تجھے قابو میں نہیں لاسکتا۔ یہ وحی الہی کی راہنمائی ہے اور وحی الہی کی راہنمائی پر کوئی انسانی طاقت غالب نہیں آسکتی۔

آیت سے متعلق واقعات:..... دونوں آیتوں وہی کادوالیفتونک اور وان کادوالیستفزونک میں الگ الگ دو واقعوں کی طرف اشارہ ہے۔ لیکن واقعات کی تعیین میں اختلاف ہے اور اسی لئے ان کے مکی اور مدنی ہونے میں بھی اختلاف ہے۔ مثلاً: مکہ میں دو واقعے پیش آئے ان میں سے پہلا واقعہ یہ تھا کہ قریش نے آنحضرتؐ سے درخواست کی کہ ہماری طرف اگر رسول ہو کر آئے ہیں تو ان غریب مسلمانوں اور عوام کو اپنے پاس سے بالکل ہٹا دیجئے تب ہم آپؐ کا اتباع کر لیں گے۔ دوسرا واقعہ یہ ہوا کہ مکہ والوں نے دارالندوہ میں جمع ہو کر آپؐ کو جلاوطن کرنے کا مشورہ کیا۔ اسی طرح مدینہ میں بھی دو واقعے پیش آئے۔ پہلا واقعہ قبیلہ ثقیف کا کہ انہوں نے آنحضرتؐ سے ایک سال کی مہلت چاہی کہ ذرا اس سال بتوں کے چڑھاوے کی آمدنی ہم وصول کر لیں پھر آئندہ مسلمان ہو جائیں گے۔ دوسرا واقعہ یہ ہوا کہ یہود نے براہ شرارت کہا کہ اگر آپؐ واقعی نبی ہیں تو ملک شام جا کر رہئے جو مسکن انبیاءؑ رہا ہے چنانچہ آپؐ کو وہاں جانے کا کچھ خیال بھی پیدا ہو گیا۔ بہر حال اگر یہ واقعات مدینہ کے ہیں تب تو چونکہ آپؐ کا مدینہ سے نکلنا نہیں ہوا۔ اس لئے یہود کے نکلنے نہ نکلنے کے متعلق کوئی اشکال نہیں۔ اگرچہ ان کا اخراج مستقل حکم کے ذریعہ سے کیا گیا اور مکہ کے قصہ میں تو چونکہ مکہ سے آپؐ کا نکلنا ہوا۔ اس لئے اس کی دو توجہیں ہو سکتی ہیں۔ ایک توجہ یہ ہے کہ یہ وعید آنحضرتؐ کو جلاوطن کر دینے پر تھی اور کفار اس میں کامیاب نہیں ہوئے بلکہ آنحضرتؐ نے حکم الہی سے خود ہجرت فرمائی۔ اس لئے وعید پورا کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ دوسری توجہ یہ ہو سکتی ہے کہ آنحضرتؐ کی جلاوطنی پائی گئی خواہ وہ کسی طرح سے ہونکا لے سے ہو یا نکلنے سے۔ پس وعید پورا ہونے کی صورت یہ ہوئی کہ ان میں سے بڑے بڑے لوگ مارے گئے جس سے ان کا سارا زور ٹوٹ کر کس بل نکل گیا۔ اس طرح لایلبشون صادق آگیا۔ آیت لقد کدت ترکن سے آپؐ کی انتہائی نزاہت شان معلوم ہو رہی ہے کیونکہ اول تو رکون یعنی میلان و سوسہ کا بہت ہی ابتدائی درجہ جو برائیاں نہیں پھر اس کا پایا جانا بھی بیان نہیں کیا جا رہا ہے بلکہ اس کا قریب ہونا ذکر کیا جا رہا ہے۔ جس سے اور بھی ہلکی بات ہو گئی اور پھر آنحضرتؐ سے یہ درجہ بھی سرزد نہیں ہوا۔ نیز یہ فرمانا عتاب کے طریقہ پر نہیں بلکہ آپؐ کی محبوبیت کا اظہار مقصود ہے کہ آپؐ اس درجہ محبوب ہیں کہ آپؐ کو اس خفیف میلان سے بھی ہم نے بچا لیا۔

تہجد گزاری ایک بڑھ کر عبادت ہے:..... آیت اقم الصلوٰۃ میں تمام نمازیں آجاتی ہیں نفل کے معنی کسی ایسی بات

کے ہیں جو اصل مطلوب سے زیادہ ہو۔ پس فرمایا کہ رات کا بھی کچھ حصہ جاگنے اور عبادت میں صرف کیا کرو۔ یہ تمہارے لئے عبادت کی مزید زیادتی ہوگی اس آیت میں خطاب اگرچہ آنحضرتؐ سے ہے لیکن حکم عام ہے اس سے معلوم ہو گیا کہ شب بیداری کی عبادت تہجد ایک مزید عبادت ہے۔

آنحضرتؐ اور امت کے بارہ میں تہجد کا حکم:..... تہجد پہلے سب پر فرض تھا اس کے بعد امت سے تو فرضیت معاف ہوگئی البتہ آنحضرتؐ کے بارہ میں دورائیں ہیں۔ ایک یہ کہ آپؐ پر فرض رہا۔ دوسری یہ کہ آپؐ پر فرض نہیں رہا ہے۔ پہلی صورت میں ناسفلہ کے معنی لغوی ہوں گے۔ یعنی فریضۃ زائدۃ لک اور دونوں میں تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ پہلے امت سے فرضیت منسوخ ہوئی ہو پھر آنحضرتؐ سے بھی فرضیت منسوخ ہوگئی ہو اور یہی صحیح ہے کہ آنحضرتؐ پر بھی تہجد فرض نہیں رہا تھا۔ البتہ دوسرے قول پر لک کی وجہ تخصیص یہ ہوگی، کہ یہ فضیلت زائدہ آپؐ ہی کے ساتھ خاص ہے، ورنہ امت کے لئے تو تہجد گناہوں کا کفارہ بھی ہے۔ مگر آپؐ چونکہ معصوم ہیں اس لئے کفارہ سینات ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں۔

مقام محمود کی تشریح:..... مقام محمود سے ایسا درجہ مراد ہے جس کی اطلاع صحاح کی بعض روایات میں آنحضرتؐ کے بارہ میں دی گئی ہے یعنی قیامت میں ”شفاعت کبریٰ“ کا خصوصی مقام جس میں آپؐ تمام مخلوق کے حساب کتاب شروع ہونے کی سفارش فرمائیں گے اور آپؐ کی درخواست پر عدل و انصاف کی ترازو کھڑی کی جائے گی۔ لیکن بعض روایات میں ”مقام محمود“ کی تفسیر شفاعۃ لامتی سے جو آئی ہے اس سے دوسروں کی نفی مراد نہیں ہے۔ اور یا مقام محمود سے مقصود آنحضرتؐ کی عالمگیر ستائش ہے گویا وحی الہی نے ایسے مقام تک پہنچنے کی خبر دی ہے جو انسان کے لئے عظمت و برتری کا سب سے بلند مقام ہے۔ حسن و کمال کا ایسا مقام جہاں پہنچ کر خلاق کی عالمگیر محمودیت اور دائمی مرکزیت حاصل ہو جائے گی۔ یہ مقام انسانی عظمت کی انتہاء ہے اس سے زیادہ اونچی جگہ اولادِ آدم کو نہیں مل سکتی۔ اس سے بڑھ کر انسانی رفعت کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا انسان کی سعی و ہمت ہر طرح کی بلندیوں تک اڑ کر جاسکتی ہے لیکن یہ بات نہیں پاسکتی کہ روحوں کی ستائش اور دلوں کی مداحی کا مرکز بن جائے یہ محمودیت اس کو حاصل ہو سکتی ہے جس میں حسن و کمال ہو کیونکہ روحمیں حسن ہی سے عشق کر سکتی ہیں اور زبانیں کمال ہی کی مدح سرائی میں گھل سکتی ہیں لیکن حسن و کمال کی سلطنت وہ سلطنت نہیں، جسے شہنشاہوں اور فاتحوں کی تلواریں مسخر کر سکیں۔ غور کرو، جس وقت سے نوع انسانی کی تاریخ معلوم ہے، نوع انسانی کے دلوں کا احترام اور زبان کی ستائش رکن انسانوں کے حصہ میں آئی ہیں؟ شہنشاہوں اور فاتحوں کے حصہ میں، یا خدا کے ان رسولوں کے حصہ میں جنہوں نے مہم و ملک کو نہیں، روح و دل کو فتح کیا تھا؟ پس دنیا میں آپؐ کے لئے مقام محمودیت یہی ہو۔ اور بلاشبہ محمودیت کا مقام دنیا اور آخرت دونوں کے لئے ہے جو ہستی یہاں محمود خلاق ہے وہاں بھی محمود و مدوح ہوگی۔

لطائف آیات:..... آیت ولولا ان ثبتتک سے صنف معلوم ہوا کہ انبیاء کے لئے بھی صرف قوت قدسیہ کافی نہیں جب تک تائید الہی شامل نہ ہو۔ پس دوسروں کو اپنے تقدس اور نسبت پر گھمنڈ اور ناز کا کیا مقام ہے بلکہ ممکن ہے خود وہ نسبت بھی موہوم ہی ہو۔ آیت قل رب ادخلنی سے معلوم ہوا کہ سالک کو بھی ہر حال میں اسی طرح دعا کی ضرورت ہے کیونکہ نہ معلوم کون سی حالت اس کے لئے مفید ہے اور کون سی مضر۔ آیت قل جاء الحق و بطل کو عام ہے۔ پس اس میں باطنی نور و ظلمت بھی داخل ہیں اور حُب خلق بھی۔ آیت و ننزل میں شفاء سے تخلیہ اور رحمت سے تحلیل کی طرف اشارہ ہے۔

وَيَسْأَلُونَكَ أَيُّ إِلَهِ الْيَهُودِ عَنِ الرُّوحِ الَّذِي يُحْيِي بِهِ الْبَدَنُ قُلْ لَهُمُ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي أَيْ عِلْمُهُ لَا تَعْلَمُونَهُ وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ﴿۸۵﴾ بِالنِّسْبَةِ إِلَى عِلْمِهِ تَعَالَى وَلَئِنْ لَمْ قَسَمِ شَيْئًا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَيُّ الْقُرْآنِ بَانَ نَمَحُوهُ مِنَ الصُّدُورِ وَالْمَصَاحِفِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهِ عَلَيْنَا وَكِيلًا ﴿۸۶﴾ إِلَّا لَكِنْ أَبْقَيْنَاهُ رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ إِنَّ فَضْلَهُ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيرًا ﴿۸۷﴾ عَظِيمًا حَيْثُ أَنْزَلَهُ عَلَيْكَ وَأَعْطَاكَ الْمَقَامَ الْمَحْمُودَ وَغَيْرِ ذَلِكَ مِنَ الْفَضَائِلِ قُلْ لَسِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ فِي الْفَصَاحَةِ وَالْبَلَاغَةِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا ﴿۸۸﴾ مُعِينًا نَزَلَ رَدًّا لِقَوْلِهِمْ لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هَذَا وَلَقَدْ صَرَّفْنَا بَيْنًا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ صِفَةً لِمَحْدُوفٍ أَيْ مَثَلًا مِنْ جِنْسِ كُلِّ مَثَلٍ لِيَتَّعِظُوا فَابْتِئِزَّ النَّاسُ أَيْ أَهْلُ مَكَّةَ إِلَّا كُفُورًا ﴿۸۹﴾ جُحُودًا لِلْحَقِّ وَقَالُوا عَظُفٌ عَلَى أَبِي لَئِنْ نُوْمِنَ لَكَ حَتَّى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنْبُوعًا ﴿۹۰﴾ عَيْنًا يَنْبُعُ مِنْهَا الْمَاءُ أَوْ تَكُونُ لَكَ جَنَّةٌ بُسْتَانٌ مِّنْ نَّحِيلٍ وَعَنْبٍ فَتَفْجُرَ الْأَنْهَارُ خِلَالَهَا وَسُطْحَهَا تَفْجِيرًا ﴿۹۱﴾ أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا قِطْعًا أَوْ تَأْتِيَ بِاللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ قَبِيلًا ﴿۹۲﴾ مُقَابِلَةً وَعَيْنَانَا فَنَرَاهُمْ أَوْ يَكُونُ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرَفٍ ذَهَبٍ أَوْ تَرْفَى تَصْعَدُ فِي السَّمَاءِ يُسَلِّمُ وَلَنْ نُوْمِنَ لِرُقِيِّكَ لَوْرَقِيَّتٍ فِيهَا حَتَّى تَنْزِلَ عَلَيْنَا مِنْهَا كِتَابًا فِيهِ مَعِ تَصْدِيقُكَ نَقْرُوهُ قُلْ لَهُمْ سُبْحَانَ رَبِّي تَعَجَّبَ هَلْ مَا كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا ﴿۹۳﴾ كَسَائِرِ الرُّسُلِ وَلَمْ يَكُونُوا يَأْتُوا بِالْبَيِّنَاتِ إِلَّا بَيِّنَاتٍ مِنَ اللَّهِ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَى إِلَّا أَنْ قَالُوا أَيْ قَوْلُهُمْ مُنْكَرِينَ أَرْسَلَ اللَّهُ بَشَرًا رَسُولًا ﴿۹۴﴾ وَلَمْ يَبْعَثْ مَلَكًا قُلْ لَهُمْ لَوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ بَدَلُ الْبَشَرِ مَلَائِكَةٌ يَّمْشُونَ مَطْمَئِنِّينَ لَنَزَلْنَا عَلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ مَلَكَارَ رَسُولًا ﴿۹۵﴾ إِذْ لَا يُرْسَلُ إِلَى قَوْمٍ رَسُولٌ إِلَّا مِنْ جِنْسِهِمْ لِيَمْكِنَهُمْ مُّخَاطَبَتُهُ وَالْفَهْمُ عَنْهُ قُلْ كَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ عَلَى صِدْقِي إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ﴿۹۶﴾ عَالِمًا بِبَوَاطِنِهِمْ وَظَوَاهِرِهِمْ وَمَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ يُضِلِلْ اللَّهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ أَوْلِيَاءَ يَهْدُونَهُمْ مِنْ دُونِهِ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ مَا شِئْنَا عَلَى وُجُوهِهِمْ غُمِيًّا وَبُكْمًا وَصُمًّا مَا وَهَمُ جَهَنَّمَ كُلَّمَا خَبَتْ سَكَنَ لَهَا رُزْدُ نَهْمٍ سَعِيرًا ﴿۹۷﴾ تَلْهُبًا وَاشْتِعَالًا ذَلِكَ جَزَاءُ هُمْ بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا وَقَالُوا مُنْكَرِينَ لِلْبَعْثِ إِذَا كُنَّا عِظَامًا وَرُفَاتًا إِنَّا لَمَبْعُوثُونَ خَلْقًا جَدِيدًا ﴿۹۸﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ مَعَ عَظَمَتِهَا قَادِرٌ عَلَى أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ أَيْ الْإِنْسِي فِي الصِّغَرِ وَجَعَلَ لَهُمْ أَجَلًا لِلْمَوْتِ وَالْبَعْثِ لَا رَيْبَ فِيهِ فَابْتِئِزَّ الظَّالِمُونَ إِلَّا كُفُورًا ﴿۹۹﴾ جُحُودًا لَهُ قُلْ لَهُمْ لَوْ أَنَّكُمْ

تَمْلِكُونَ خَزَائِنَ رَحْمَةِ رَبِّيَ مِنَ الرِّزْقِ وَالْمَطَرِ إِذَا لَا مُسْكُتُمْ لِبَيْحَاتِكُمْ خَشْيَةَ الْإِنْفَاقِ خَوْفَ نَفَادِهَا
بِالْإِنْفَاقِ فَتَفْتَقِرُوا وَكَانَ الْإِنْسَانُ قَتُورًا ﴿۱۰۰﴾ بَخِيلًا

ترجمہ: اور یہ (یہودی) آپ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں (جس سے بدن زندہ رہتا ہے) آپ (ان سے) فرمادیجئے کہ روح میرے پروردگار کے حکم سے بنی ہے (یعنی اللہ کو معلوم ہے تمہیں اس کی خبر نہیں) اور تمہیں (علم الہی کے مقابلہ میں) بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے اور جو کچھ ہم نے آپ پر وحی کی ہے۔ اگر ہم چاہیں تو اسے بھی سلب کر لیں (یعنی قرآن کو سینوں اور کتابوں میں سے منادیں) پھر اس کے لئے آپ کو ہمارے مقابلہ میں کوئی حمایتی نہ ملے مگر (ہم نے اسے باقی رکھا ہے، آپ کے پروردگار کی رحمت سے، بلاشبہ آپ پر اس کا بڑا ہی فضل ہے) کہ اس نے آپ پر قرآن نازل فرمایا ہے اور آپ کو مقام محمود وغیرہ فضائل عطا فرمائے ہیں (اس بات کا اعلان کر دیجئے کہ اگر تمام انسان اور جن اکٹھے ہو کر چاہیں (کہ فصاحت و بلاغت میں) اس قرآن کے مانند کوئی کلام پیش کر دیں تو کبھی نہیں کر سکیں گے۔ اگرچہ ان میں سے ہر ایک کے دوسرے کا مددگار ہی کیوں نہ ہو) کفار نے جب لو نشاء لقلنا مثل هذا کہا تو اس پر اگلی آیت نازل ہوئی) اور ہم نے اس قرآن میں لوگوں کیلئے ہر قسم کے عمدہ مضمون طرح طرح سے پیش کئے ہیں (لفظ مثل محذوف کی صفت ہے۔ اصل عبارت اس طرح تھی مثلاً من جنس کل مثل لیتعظوا) پھر بھی (مکہ کے) اکثر لوگ (حق سے) بے انکار کئے نہ رہے اور یہ لوگ (ابسی پر عطف ہے) کہتے ہیں کہ ہم آپ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک آپ ہمارے لئے زمین سے کوئی چشمہ نہ جاری کر دیں (جس سے پانی بہہ نکلے) یا خاص آپ کے لئے کھجور اور انگوروں کا کوئی باغ نہ ہو پھر اس باغ کے بیج میں، جگہ جگہ بہت سی نہریں آپ جاری کر دیں یا جیسا آپ کہا کرتے ہیں آسمان کے ٹکڑے آپ ہم پر نہ گرا دیں یا آپ اللہ کو اور فرشتوں کو سامنے لا کر نہ کھڑا کر دیں (کہ ہم انہیں کھلم کھلا دیکھ لیں) یا آپ کے پاس سونے کا بنا ہوا کوئی گھر نہ ہو یا آپ آسمان پر (سیڑھی لگا کر) نہ چڑھ جاویں اور ہم تو آپ کے چڑھنے کو بھی کبھی باور نہ کریں۔ جب تک ہمارے پاس آپ ایک نوشتہ لے کر نہ آویں (جس میں آپ کی تصدیق ہو) جسے ہم پڑھ بھی لیں۔ آپ (ان سے) فرمادیجئے کہ سبحان اللہ میں اس کے سوا اور کیا ہوں۔ کہ ایک آدمی ہوں پیغام حق پہنچانے والا (دوسرے انبیاء کی طرح کہ بغیر حکم الہی کے کوئی نشانی نہیں لائے) اور حقیقت یہ ہے کہ جب کبھی اللہ کی ہدایت ظاہر ہوئی تو صرف اسی بات نے لوگوں کو ایمان لانے سے روکا (مکرمین کے اس کہنے سے) کہ کہنے لگے، کیا اللہ نے ایک آدمی پیغمبر بنا کر بھیج دیا ہے؟ (اور فرشتہ کو نہیں بھیجا) آپ (ان سے) فرمادیجئے کہ اگر زمین پر (انسانوں کے بجائے) فرشتے بے ہوتے اور اطمینان سے چلتے پھرتے، تو ضرور ہم آسمان سے ایک فرشتہ پیغمبر بنا کر اتار دیتے (کیونکہ ہر قوم میں انہی کے ایک فرد کو نبی بنا کر بھیجا گیا ہے تاکہ بات چیت اور سمجھنے میں آسانی رہے، آپ کہہ دیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی گواہی بس کرتی ہے (میری سچائی پر) یقیناً وہ اپنے بندوں سے واقف اور سب کچھ دیکھنے والا ہے (ظاہر و باطن سے باخبر ہے) جس کسی کو اللہ راہ پر لگا دے، فی الحقیقت وہی راہ پر ہے۔ اور جس کسی کو وہ بے راہ کر دے تو تم اللہ کے سوا ان کا کوئی مددگار نہیں پاؤ گے) (کہ وہ ان کو راہ پر لگا دے) قیامت کے دن ہم ایسے لوگوں کو انکے منہ کے بل اٹھائیں گے، اندھے، گونگے، بہرے، ان کا آخری ٹھکانا دوزخ ہوگا، جب کبھی آگ بجھنے کو ہوگی (ذرا دھیمی ہونے لگے گی) اسے اور زیادہ بھڑکا دیں گے (دھونکا دیں گے) یہ ہے ان کی سزا اس لئے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا تھا اور (قیامت کا انکار کرتے ہوئے) کہا تھا۔ بھلا جب ہماری ہڈیاں بالکل ریزہ ریزہ ہو جائیں گی۔ تو کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ از سر نو پیدا کر کے اٹھائے جائیں؟ کیا ان لوگوں کو اتنا معلوم نہیں کہ جس اللہ نے آسمان و زمین کی یہ پوری کائنات پیدا کر ڈالی وہ ضرور اس پر قادر ہے کہ وہ ان جیسے (چھوٹے) آدمی دوبارہ پیدا کر دے اور ان کیلئے موت اور قیامت کی) ایک میعاد معین کر رکھی ہے کہ اس میں کسی طرح کا ذرا بھی شک نہیں کیا جاسکتا؟ اس پر بھی دیکھو بے انصاف لوگ بے انکار کئے نہ رہے۔ آپ (ان سے) فرمادیجئے اگر میرے پروردگار کی رحمت کے خزانے (رزق اور بارش

کے) تمہارے اختیار میں ہوتے، تو تم ضرور خرچ ہو جانے کے اندیشہ سے ہاتھ روک لیتے (کہ کہیں خرچ کرنے سے بالکل ختم نہ ہو جائیں اور تم کنگال ہو کر رہ جاؤ) اور حقیقت یہ ہے کہ انسان ہے بڑا ہی تنگ دل (بخیل)

تحقیق و ترکیب: عن الروح - مراد حقیقہ روح ہے جس سے جسم کی زندگی وابستہ ہے۔ وما اوتینکم خاص طور پر یہود کو خطاب ہے کیونکہ وہ یہ کہتے ہوئے گھمنڈ کرتے تھے کہ اوتینا التوراة وفيها العلم الكثير اور یا پھر سب کو خطاب عام ہے۔ ولئن شئنا۔ یہاں سے وحی قرآن پر احسان جتانا ہے، کہ جس طرح ہم اس کے دینے پر قادر ہیں، اسی طرح اسے لے بھی سکتے ہیں۔ الاستثناء متصل ہے یا منقطع جیسے آنحضرتؐ کا سید اولادِ آدمؑ اور فخر کائنات ہونا اور ختم الانبیاء ہونا۔ فابلی۔ استثناء مفرع کا اثبات کے موقعہ پر واقع ہونا باعث اشکال ہے۔ ضربت الازیدہ کی طرح یہ بھی ناجائز ہونا چاہئے جواب یہ ہے کہ لفظ ابلی نفی کے معنی میں ہے۔ گویا عبارت فلم یرضوا الا کفورا کے معنی میں ہے۔ عمیا و بکما یعنی خوش حالی نہیں دیکھ سکیں گے اور دلیل پیش کرنے سے گونگے رہیں گے اور خوشخبریاں نہیں سن سکیں گے۔ غرض کہ خاص قسم کی نفی ہے اس لئے یہ آیت دوسری آیات وراى المجرمون النار، دعوا هنالك ثبورا، سمعوا لها تعظيا و زفيرا سے اب معارض نہیں رہی۔

رابط آیات: پچھلی آیات میں آنحضرتؐ کے ساتھ کفار کے معاملات پر گفتگو تھی آیت و یسئلونک سے بھی امتحان کفار کے بعض استفسارات کا تذکرہ کیا جا رہا ہے اب خواہ یہود نے آپؐ سے پوچھا ہو یا یہود کے مشورہ سے قریش نے یہ سوال کیا ہو۔ اسی لئے اس آیت کے مکی مدنی ہونے میں اختلاف ہے آگے آیت و لئن شئنا سے وحی کے ذریعہ ان علوم کو تعلیم دینے اور باقی رکھنے پر احسان جتایا جا رہا ہے اور آیت قل لئن اجتمعت میں اعجاز قرآنی کا اثبات ہے اور آیت ولقد صرفنا میں قرآن کا شافی و کافی ہونا لیکن اس کے باوجود اس کو نہ ماننا مذکور ہے۔ اس کے بعد آیت و قالوا لن نؤمن سے ان کے فرماؤں کی معجزات کا جواب ہے اور آیت و مامنع الناس میں کفار کے اس شبہ کا جواب ہے کہ فرشتہ کے بجائے انسان کو نبی بنا کر کیوں بھیجا گیا ہے۔ آگے آیت قل کفی سے آخری خطاب ہے کہ جب معاندین کسی طرح نہیں مانتے تو قیامت میں ان سے بننا جائے گا۔

شان نزول: علماء یہود کی ایک جماعت نے امتحان آنحضرتؐ سے تین سوال کئے (۱) روح کیا چیز ہے؟ (۲) اصحاب کہف کون تھے؟ (۳) ذوالقرنین کون شخص ہوئے ہیں؟ پہلے سوال کا جواب یہاں آیت و یسئلونک عن الروح میں دیا گیا ہے اور دوسرے اور تیسرے سوال کا جواب اگلی سورۃ کہف میں آرہا ہے۔ آیت ولقد صرفنا کے شان نزول کی طرف خود جلال مفسر اشارہ کر رہے ہیں۔ آیت و نحن شرهم جب نازل ہوئی تو بعض لوگوں نے آنحضرتؐ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! کفار کیا سر کے بل چلیں گے؟ آپؐ نے فرمایا کہ جو ذات دنیا میں پیروں کے بل تمہیں چلاتی ہے کیا وہ سر کے بل نہیں چلا سکتی؟ حضرت قتادہؓ کو جب یہ حدیث پہنچی تو بول اٹھے۔ بلی وعزہ ربنا۔ یعنی بخدا ضرور ایسا ہوگا۔

﴿تشریح﴾: روح سے کیا مراد ہے: تورات اور انجیل میں روح کا لفظ فرشتہ کے لئے بولا گیا ہے اور قرآن نے فرشتہ اور وحی دونوں کے لئے استعمال کیا ہے۔ پس یہاں روح سے مقصود جسم انسانی کی روح ہے یا فرشتہ؟ اس بارہ میں ائمہ تفسیر کی رائیں مختلف ہیں۔ لیکن اکثر مفسر اس طرف گئے ہیں کہ یہاں روح سے جسم انسانی کی روح ہے نہ کہ فرشتہ، کیونکہ جب مطلق روح بولتے ہیں تو یہی روح سمجھ میں آتی ہے جس سے انسان زندہ ہے۔ بہر حال سوال دونوں کی نسبت ہو سکتا ہے اور جواب بھی دونوں کے لئے

مطابقت رکھتا ہے اور آیت کی اصلی موعظت ظاہر نہ کرنے کی وجہ بتلائی ہے اور اس کے حادث ہونے کا ضروری عقیدہ بتلادیا گیا ہے۔

روح کی حقیقت وحی کے علاوہ کسی اور طریقہ سے معلوم ہو سکتی ہے یا نہیں؟ رہا یہ کہ کسی دوسرے طریقہ سے اس کا انکشاف ہو سکتا ہے یا نہیں۔ آیت اس سے خاموش ہے دونوں باتوں کا احتمال ہے اور آیت کسی شق کے معارض نہیں اس معاملہ کے لئے جو کچھ تمہیں بتلایا جاسکتا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ کا حکم کام کر رہا ہے اس سے زیادہ تم نہیں پاسکتے اور اس سے زیادہ پانے کی کاوش کیوں کرو، جب کہ تمہارا دائرہ علم نہایت محدود ہے تم علم الہی کے آگے اپنے علم و ادراک میں ایک خاص حد سے آگے نہیں بڑھ سکتے۔ تم علم میں سے جو کچھ پاسکتے ہو وہ اصل حقیقت کے مقابلہ میں بہت ہی تھوڑا ہے، وہ اس سمندر میں چند قطروں سے زیادہ نہیں اور تمہیں اسی پر قناعت کرنا ہے۔

علم انسانی کی حد: انسان کے علم و ادراک کی حقیقت کیا ہے؟ بس یہ کہ اسے حواس دیئے گئے ہیں انہی کے ذریعہ وہ محسوسات کا ادراک حاصل کرتا ہے لیکن خود محسوسات کے دائرہ کا کیا حال ہے یہ کہ کائنات ہستی کے سمندر میں ایک قطرہ سے زیادہ نہیں۔ پھر اگر انسان تمام عالم محسوسات کا علم حاصل بھی کر لے تو اس کی مقدار حقیقت کے مقابلہ میں کیا ہوگی؟ ایک قطرہ کا علم اس سے زیادہ نہیں اور حالت یہ ہے کہ انسان محسوسات کے بھی کامل علم کا دعویٰ نہیں کر سکتا وہ ہمیشہ اسی ایک قطرہ کیلئے پیاسا رہا اور آج تک پیاسا ہے۔ باقی دوسری آیت میں علم کو جو خیر کثیر فرمایا گیا ہے وہ بلحاظ متاع دنیا کے ہے پس قلیل اور کثیر دونوں حکم صحیح ہیں۔

ذکر جنات کی وجہ: آیت قل لئن اجتمعت میں جنات کا ذکر ممکن ہے اس لئے کیا ہو کہ مشرکین جنات کی پوجا کیا کرتے تھے۔ حاصل یہ کہ اگر تمہارے خدا بھی آجائیں تب بھی ایسا قرآن نہیں بنا سکتے یا جنات کے مکلف ہونے کی وجہ سے انہیں بھی شریک خطاب کیا گیا ہے۔

دو خاص گمراہیاں: قرآن کریم نے جا بجا منکرین حق کے عقائد و اقوال نقل کر کے دو خاص گمراہیوں پر توجہ دلائی ہے۔ ایک یہ کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ روحانی ہدایت کا معاملہ ایک ایسا معاملہ ہے جو محض ایک انسان کے ذریعہ ظاہر نہیں ہو سکتا۔ ضروری ہے کہ انسانیت سے کوئی بالاتر ہستی ہو اسی خیال نے دیوتاؤں کے ظہور اور ان کی عجائب آفرینیوں کا اعتقاد پیدا کیا۔ دوسری یہ کہ سچائی میں خود سچائی نہیں ڈھونڈتے اچلھوں اور کرشموں کی تلاش میں رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں جو آدمی سب سے زیادہ عجیب قسم کی باتیں کر دکھائے۔ وہی سب سے زیادہ سچائی بتلانے والا ہے۔ گویا سچائی اس لئے سچائی نہ ہوگی کہ وہ سچائی ہے بلکہ اس لئے کہ عجیب طرح کے کرشمے اس کے پیچھے کھڑے ہیں چنانچہ فرمایا جا رہا ہے ولقد صرفنا یعنی ہم نے قرآن میں عبرت و موعظت کی تمام باتیں دہرا کر بیان کر دیں مگر یہ باتیں انہی کے دلوں کو پکڑ سکتی ہیں جن میں سچائی کی طلب ہے ورنہ اکثر لوگ اس کا حال یہ ہے کہ انکار و سرکشی میں بڑھے چلے جاتے ہیں۔

بے سرو پا فرمائشیں: پھر ان کی سرکشی کی باتیں نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ کہتے ہیں ہم تو جہی مانیں گے جب تم ہمیں اس طرح کی باتیں کر دکھاؤ۔ مثلاً مکہ کی ریگستانی سرزمین میں اچانک نہر پھوٹ نکلے آسمان کے ٹکڑے ہو کر گر پڑیں اللہ اور اس کے فرشتے ہمارے سامنے آجائیں، سونے کا ایک بنا بنا یا محل نمودار ہو جائے، تم ہمارے سامنے آسمان پر چڑھ دوڑو اور وہاں سے ایک لکھی لکھائی کتاب لا کر ہمارے ہاتھوں میں پکڑادو۔ آگے پیغمبر اسلام کو ان باتوں کا جواب دینے کیلئے کہا جا رہا ہے کہ ان فرمائشوں کے جواب

میں کہہ دو کہ میرے پروردگار کے لئے پاکی ہے میری حیثیت اس کے سوا کیا ہے کہ میں خدا کا بھیجا ہوا ایک آدمی ہوں۔

قرآن کا جواب:..... سبحان اللہ قرآن کی معجزانہ بلاغت کہ اس جملہ کے اندر وہ سترے دفتر آگئے جو انکار و سرکشی کی ان صداؤں کے جواب میں کہے جاسکتے تھے۔ یعنی میں نے کچھ خدائی کا دعویٰ نہیں کیا میں نے یہ نہیں کہا ہے کہ آسمان کو زمین اور زمین کو آسمان بنادینے والا ہوں اور دنیا کی ساری قومیں میرے تصرف و اختیار میں ہیں۔ میرا دعویٰ جو کچھ ہے، وہ تو یہ ہے کہ ایک آدمی ہوں۔ پیغام حق پہنچانے والا پھر تم مجھ سے یہ فرمائش کیوں کرتے ہو؟ کیوں میرے لئے ضروری ہو کہ سونے کے محل دکھاؤں اور آسمان پر سیڑھی لگا کر چڑھ جاؤں۔

اصل جواب کا رخ:..... اس پہلو پر غور کرو جس پر جواب کا اصلی زور پڑ رہا ہے اگر ایک شخص نے کسی بات کا دعویٰ کیا ہے۔ تو ہم دیکھیں گے اس کا دعویٰ کیا ہے اور اسی کے مطابق دلیل مانگیں گے اگر اس شخص نے دعویٰ کیا ہے کہ لوہا ہے تو ہم دیکھیں گے کہ وہ لوہے کا سامان بنا سکتا ہے کہ نہیں؟ ایک شخص نے دعویٰ کیا ہے کہ طبیب ہے تو ہم دیکھیں گے کہ علاج میں ماہر ہے یا نہیں اور بیماروں کو اس سے شفاء ملتی ہے یا نہیں۔ ایسا نہیں کریں گے کہ کسی نے دعویٰ تو کیا طبابت کا اور ہم اس سے دلیل وہ مانگنے لگیں جو ایک لوہار سے مانگنی چاہئے۔ یعنی کہیں کہ ہمیں لوہے کی شہتیر بنا کر دکھاؤ اگر ایسا کریں گے تو صریح بے عقلی کی بات ہوگی۔ یہ بات یعنی دعویٰ اور دلیل کی مطابقت ایک ایسی عام اور قدرتی بات ہے کہ ہر آدمی خواہ کتنی ہی موٹی عقل کا ہو، خود بخود اسے پالیتا ہے۔ جو نبی ایک آدمی کہے گا میں لوہا ہوں وہ سنتے ہی فرمائش کر دے گا کہ قفل بنادو۔ کبھی اس کی زبان سے یہ نہیں نکلے گا کہ شیشے کا برتن بنادو۔

رسول کا پیغام حق:..... اچھا ایک انسان آتا ہے اور کہتا ہے میں رسول ہوں، پیغام حق پہنچانے والا ہوں اب اس کا دعویٰ کیا ہوا؟ یہ کہ خدا نے اس پر سچائی کی راہ کھول دی ہے اور وہ دوسروں کو بھی اسی راہ پر چلانا چاہتا ہے۔ جب دعویٰ یہ ہوا تو اسی کے مطابق دلیل بھی ہونی چاہئے قدرتی طور پر اس کی دلیل یہی ہو سکتی ہے کہ دیکھا جائے وہ سچائی کی راہ پر ہے یا نہیں اور اس کی بتائی ہوئی راہ پر چل کر سچائی ملتی ہے یا نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ دعویٰ تو اس نے سچائی کی راہ کا کیا ہوا اور ہم دلیل مانگنے لگیں کہ پہاڑ کو سونا بنادے یا آسمان پر اڑ کر چلا جائے۔

ایک لطیف تمثیل:..... طبیب کہتا ہے، میں بیماروں کو اچھا کر دیتا ہوں اور دیکھتے ہیں اس کے علاج سے بیمار اچھے ہوئے یا نہیں۔ اسی طرح خدا کا رسول کہتا ہے میں روح و دل کی بیماریوں کو دور کر دیتا ہوں اور اگر ہم طالب حق ہیں تو ہمیں دیکھنا چاہئے اس کے علاج سے روح و دل کی بیماریوں کو شفا ملتی ہے یا نہیں۔ اگر ہم طبیب سے کہیں تیرا دعویٰ ہم جیسی مانیں گے، جب تو آسمان پر اڑ کر چلا جائے۔ تو یقیناً وہ کہے گا میں نے طبابت کا دعویٰ کیا ہے آسمان پر اڑنے کا نہیں کیا ہے، ہو سکتا ہے خدا مجھے اڑنے کی بھی طاقت دیدے لیکن طبابت کے دعوے کا اڑنے سے کیا واسطہ؟ اگر میرا دعویٰ پرکھنا ہے تو آؤ تمہارا علاج کر کے اپنی طبابت کا ثبوت دے دوں۔ ٹھیک یہی معنی اس جواب کے ہیں۔ ہل کنت الالبشر ارسولا میں نے یہ کب کہا ہے کہ آسمان و زمین کے قلابے ملا دوں گا؟ میرا دعویٰ تو صرف یہ ہے کہ پیغام حق پہنچانے والا ہوں پس اگر طالب حق ہو تو میرا پیغام پرکھ لو میرے پاس نسخہ شفاء ہے کہ نہیں؟ میں صراط مستقیم پر چلا سکتا ہوں کہ نہیں؟ میں سرتاسر ہدایت اور رحمت ہوں کہ نہیں؟ پھر اس جواب میں یہی نہیں کہ میں رسول ہوں بلکہ بشر ا کے لفظ پر بھی زور دیا کیونکہ جو بات منکروں کے دماغ میں کام کر رہی تھی وہ یہی تھی کہ ایک آدمی جس میں مافوق انسانیت کرشمہ نہیں پایا جاتا۔ خدا کا فرستادہ کیسے ہو سکتا ہے اور کیوں ہم اس پر ایمان لائیں؟ فرمایا کہ میں تو اس کے سوا کچھ نہیں ہوں کہ ایک آدمی ہوں پیغام حق پہنچانے والا آدمی۔ میں نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ فرشتہ ہوں یا کوئی انسان سے بالا مخلوق۔ جب کبھی دنیا میں خدا کی ہدایت نمودار ہوئی تو ہمیشہ اسی خیال

فاسد نے لوگوں کو قبولیت حق سے روکا کہ کہنے لگے کیا خدا نے ایک آدمی کو پیغمبر بنا کر بھیج دیا ہے؟ یعنی یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہماری طرح ہی کا ایک کھانے پینے والا آدمی خدا کا پیغمبر ہو جائے۔

انسان کی ہدایت کا کام انسان ہی کر سکتا ہے: پھر اس کا جواب دیا ہے کہ اگر زمین میں انسانوں کی جگہ فرشتے بے ہوتے تو ان کی ہدایت کے لئے فرشتے ہی اترتے۔ لیکن یہاں تو انسان بستے ہیں اور انسانوں ہی کی ہدایت مقصود ہے پس ان کی ہدایت کی صداکیں انسانوں ہی کی زبان سے نکلیں گی فرشتے نہیں اتر سکتے اور نہ کبھی اس کام کے لئے فرشتے اترے ہیں۔

چند شبہوں کا جواب: اگر کوئی شبہ کرنے لگے کہ جب مناسبت کے لئے ہم جنس ہونا ضروری ہے تو پھر پیغمبر کے پاس انسان ہوتے ہوئے فرشتہ کیسے آتا ہے؟ اور اسے کیوں کر فیض ہوتا ہے؟ جواب یہ ہے کہ رسول اور نبی میں چونکہ ملکوتی شان بھی ہوتی ہے اس لئے انسان رہتے ہوئے اسے فرشتہ سے بھی مناسبت ہوتی ہے پس وہ ایک طرف سے لیتا ہے اور دوسری طرف پہنچا دیتا ہے برخلاف عام انسانوں کے وہ ملکوتی صفات سے محروم ہوتے ہیں۔ رہا یہ شبہ کہ فرشتہ اگر انسانی شکل میں آتا تو عوام کو بھی مناسبت ہو جاتی اس کے دو جواب ہیں۔ ایک جواب سورۃ انعام کی شروع آیت ولو جعلناہ ملکاً لجعلناہ رجلاً میں گزر چکا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ محض شکل بدلنے سے فرشتہ کی خاصیت نہیں بدلا کرتی اس لئے پھر بھی فرشتہ کو عوام سے مناسبت نہ ہوتی۔ اور اگر شبہ ہو کہ اکتساب فیض کے لئے اگر مناسبت ضروری ہے تو آنحضرتؐ کا انسانوں کے لئے مبعوث ہونا تو خیر صحیح ہے۔ لیکن جنات کے لئے آپؐ کا نبی بننا کیسے صحیح ہوگا؟ جواب یہ ہے کہ آنحضرتؐ میں جامعیت کا وعف ایسا ہے جس کی وجہ سے انسانوں کی طرح جنات بھی آپؐ سے فیض حاصل کر سکتے ہیں اور فرشتوں کے لئے یمشون مطمئنین کی قید اس لئے لگائی ہے کہ اگر فرشتوں کو اس صورت میں آسمانوں میں جانے کی اجازت ہوتی تو پھر پیغمبروں کے بھیجنے کی ضرورت نہ رہتی۔

کٹ جتنی سے فرمائشی معجزات قطعاً کارآمد نہیں ہوتے: واضح رہے کہ منکروں کی یہ فرمائشیں حجت و برہان کی طلب میں نہ تھیں بلکہ محض سرکشی اور ہٹ دھرمی کی باتیں تھیں۔ جو اس لئے کہی جاتی تھیں کہ کوئی نہ کوئی بات کہہ کر اپنے انکار کے لئے سہارا پیدا کیا جائے اور ہمیشہ راست بازوں کے مقابلہ میں نہ ماننے والوں کا ایسا ہی طرز عمل رہا ہے۔ جب کبھی سچائی کی کوئی بات کہی جاتی ہے تو طلب حق رکھنے والی طبیعتیں اور کسی طرف نہیں جاتیں۔ خود اسی بات پر غور کرتی ہیں اور جب سچائی پالیتی ہیں تو فوراً قبول کر لیتی ہیں۔ لیکن ایک سرکش اور ہٹ دھرم آدمی کبھی ایسا نہیں کرتا وہ پہلے سے طے کر لیتا ہے کہ کبھی ماننے والا نہیں۔ پھر کوشش کرتا ہے کہ اپنے نہ ماننے والے کے لئے کوئی بات بنا لے وہ طرح طرح کی باتیں ادھر ادھر کی نکالے گا۔ کبھی ایک بات کہے گا کبھی دوسری، پہلے کسی ایک بات پر زور دے گا۔ کہ اس کا جواب کیا ہے؟ جب اس کا جواب مل جائے گا تو کوئی دوسری بات ڈھونڈ نکالے گا اور کہے گا اس کا جواب تمہارے پاس کوئی نہیں؟ یہاں تک کہ اگر تم اس کی ساری کٹ جتوں کا جواب دے دو اور ساری شرطیں اور فرمائشیں پوری کر دو جب بھی وہ کوئی نہ کوئی اور بات ڈھونڈ نکالے گا اور راست بازی کی راہ پر کبھی نہیں چلے گا۔ چنانچہ قرآن نے جا بجا منکروں کی اس حالت کا ذکر کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ وہ کبھی ماننے والے نہیں اگر وہ ماننے والے ہوتے تو اس طرح کی روش اختیار نہ کرتے۔

کفار کی فرمائشیں راست بازی کی نیت سے نہیں تھیں: ان آیات میں غور کرو ان کے اقوال کیا نقل کئے گئے ہیں پہلے کہا نہر بہادو، باغ اگا دو، سونے کا محل لا دکھاؤ، خود اللہ اور اس کے فرشتوں کو ہمارے سامنے لا کھڑا کر دو، پھر کہا آسمان پر چڑھ

جاؤ، لیکن کیا آسمان پر چڑھ جانا کافی ہوگا؟ نہیں اس پر بھی وہ ماننے والے نہیں۔ یہ بھی ہونا چاہئے کہ وہاں سے لکھی لکھائی کتاب اپنی بغل میں دا بے ہوئے واپس آؤ اور پھر وہ لکھی ہوئی بھی ایسی ہو کہ وہ خود اسے پڑھ کر جانچ سکیں۔ تب کہیں جا کر ان کی شرط پوری ہوگی ظاہر ہے کہ کسی راست باز انسان کی زبان سے ایسی باتیں نکل سکتیں اس کے معنی صریح یہی تھے کہ وہ کبھی ماننے والے نہیں۔

حقیقی معنی بننے کی صورت میں مجاز اختیار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں:..... حدیث شیخین میں تصریح ہے کہ قیامت میں کفار منہ کے بل چلیں گے پس علی وجہہم کے معنی تو یقیناً مجازی نہیں ہیں اور اسی کے قرینہ سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ عمیا و بکما و صما میں بھی مجاز نہیں ہے۔ جیسا کہ دوسری آیت حشر تنی اعمی و قد کنت بصیرا میں مجاز ہے۔

دفع تعارض:..... پھر دوسری آیتوں میں جیسے اسمع بہم و ابصر اور مقنعی رؤسہم سے کفار کا سمیع و بصیر ہونا یا ان کا سراونچا ہونا معلوم ہوتا ہے جو اس آیت کے خلاف ہے۔ اس شبہ کے کئی جواب ہو سکتے ہیں۔ سہل تر اور قریب تر جواب یہ ہے کہ عین حشر کے وقت ذلت کے لئے کفار اندھے، بہرے، گونگے ہوں گے۔ لیکن پھر بعد میں دوسری مصلحتوں سے حواس ٹھیک کر دیئے جائیں گے۔ تاکہ جہنم کی ہولناک مصیبتوں کا پوری طرح احساس ہو سکے غرض کہ قیامت کے لمبے چوڑے عرصہ میں بہت سے حالات پیش آئیں گے، گا ہے چنیں، گا ہے چناں۔ اس لئے دونوں آیتوں میں کوئی تعارض نہیں رہا۔ اور ان یخلق مثلہم کہنے میں اشارہ ہے کہ از سر نو پیدا کرنا انہی کے ساتھ خاص نہیں ہوگا بلکہ ان جیسے سب کو شامل ہوگا۔

آخری زندگی کی دلیل:..... آیت قل لو انتم میں اخروی زندگی پر رحمت الہی کی وسعت سے استدلال کیا ہے۔ اس کی حقیقت سمجھ لینی چاہئے، انسان کی زندگی کیا ہے؟ قرآن کہتا ہے۔ اللہ کی رحمت کا فیضان ہے یہ رحمت ہے۔ جو چاہتی تھی کہ وجود ہو، نیاز ہو، حسن ہو، کمال ہو اور اس لئے سب کچھ ظہور میں آگیا۔ اچھا اگر رحمت الہی کا تقاضہ یہ ہوا کہ انسان کو زندگی۔ لئے تو اسی رحمت کا لیا یہ تقاضہ نہیں ہونا چاہئے کہ زندگی صرف اتنی ہی نہ ہو اس کے بعد ہو اور رحمت کا فیضان برابر جاری رہے؟ اس کی رحمت ابدی ہے پھر کیا اس کا فیضان دائمی نہ ہوگا؟ اگر دائمی ہونا ہے تو کیوں انسانی زندگی اس سے محروم رہ جائے؟ کیوں اس گوشہ میں کہ مخلوقات ارضی کا سب سے بلند گوشہ ہے۔ وہ ایک بہت ہی محدود اور حقیر حد سے آگے نہ بڑھے؟ انسان کی دنیوی زندگی کی مقدار کیا ہے؟ محض چند گنے ہوئے دنوں کی زندگی، پھر کیا خدا کی رحمت کا فیضان ہی اتنا تھا کہ چار دن کی زندگی پیدا کر دے اور ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے اس سے زیادہ کچھ نہیں دے سکتی تھی؟ چنانچہ فرمایا جا رہا ہے کہ ان منکروں سے کہہ دو اگر میرے پروردگار کی رحمت کے خزانے کبھی تمہارے قبضہ میں ہوتے تو ضرور تم ہاتھ روک روک کر خرچ کرتے، کہ کہیں خرچ نہ ہو جائے۔ لیکن وہ تمہارے قبضہ میں نہیں ہیں وہ اس کے قبضہ میں ہیں جس کی بخشش کی کوئی انتہا نہیں جس کے خزانے کبھی ختم ہونے والے نہیں جس کا فیضان دائمی اور لگاتار ہے۔

رحمت سے مراد نبوت بھی ہو سکتی ہے:..... اور یا رحمت سے مراد نبوت ہوگی یعنی نبوت اگر تمہارے قبضہ اور اختیار میں دے دی جاتی تو باوجود یہ کہ وہ ایسی چیز ہے کہ دینے سے بھی نہیں گھٹتی مگر تم اپنے طبعی بخل کی وجہ سے اس کے دینے ہی کو مثل خرچ کرنے کے سمجھ کر کسی کو بھی نہ دیتے۔ جیسے بعض لوگ انتہائی بخل کی وجہ سے کوئی علمی بات کسی کو نہیں بتلاتے، پس انسان اس قدر تنگ دل ہے کہ نہ گھٹنے والی چیز یعنی نبوت کے دینے میں بھی دریغ کرتا جس کی وجہ بخل و عداوت کے علاوہ شاید یہ بھی ہوتی کہ اگر کسی کو نبی بنا لیا تو پھر خواہ مخواہ احکام کی پابندی کرنی پڑے گی جیسے اتفاق کر کے کسی کو بادشاہ بنا لیا جائے تو پھر خود ہی اس کے فرامین کی تعمیل کرنی پڑتی ہے۔

لطائف آیات: آیت ویسنلونک عن الروح سے معلوم ہوا کہ غیر ضروری اسرار کی جستجو بری ہے اور آیت ولنن شئنا سے معلوم ہوا کہ اہل نسبت کو سلب نسبت سے ڈرتے رہنا چاہئے کیوں کہ جب آنحضرت کو ایسا خطاب فرمادیا تو آپ سے بڑھ کر کون ہے اور دوسرے کس حساب میں ہیں؟ آیت وقالوا لن نؤمن سے خوارق طلب کرنے کی مذمت معلوم ہوئی۔ آیت قل سبحان ربی سے معلوم ہوا کہ مقبولین میں یہ قدرت نہیں کہ جو بھی ان سے درخواست کی جائے تو وہ اس کو پورا کر دیں۔ آیت قل لو کان فی الارض سے معلوم ہوا کہ معلم اور معلوم اور اسی طرح مرشد و مسترشد میں باہمی مناسبت ضروری ہے اس کے بغیر فیض نہیں ہوتا۔ آیت کلمما خبت میں ان لوگوں پر رد ہے جو کہتے ہیں کہ زمانہ دراز کے بعد جہنم کا عذاب منقطع ہو جائے گا۔ آیت قل لو انتم تملکون میں ان لوگوں کی برائی کی طرف اشارہ ہے جو طریق کو طالبین سے چھپاتے ہیں اور وہ طریق کی حقیقت محض ان چند ملفوظات کو سمجھتے ہیں جو انہوں نے اپنے مشائخ سے سن لیے ہیں اور خدا جانے وہ انہیں کیا دلائل و خزانے سمجھتے ہیں البتہ علوم کشفیہ جو جزو طریق ہیں۔ انہیں ظاہر بھی نہیں کرنا چاہیے۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى تِسْعَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَاضْحَاتِ وَهِيَ الْيَدُ وَالْعَصَا وَالطُّوفَانُ وَالْجَرَادُ وَالْقُمَّلُ وَالضَّفَادِعُ وَالدَّمَ وَالطَّمَسُ وَالسَّيِّئِينَ وَنَقْصٍ مِنَ الثَّمَرَاتِ فَسُئِلَ يَا مُحَمَّدُ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَنْهُ سَوَالُ تَقْرِيرٍ لِلْمُشْرِكِينَ عَلَى صِدْقِكَ أَوْ فَقُلْنَا لَهُ إِسْأَلُ وَفِي قِرَاءَةِ بِلَفْظِ الْمَاضِي إِذْ جَاءَهُمْ فَقَالَ لَهُ فِرْعَوْنُ إِنِّي لَأَظُنُّكَ يَا مُوسَى مَسْحُورًا ﴿۱۰۱﴾ مَخْدُوعًا مَغْلُوبًا عَلَى عَقْلِكَ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتُ مَا أُنْزِلَ هَؤُلَاءِ الْآيَاتِ إِلَّا رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ بِصَآئِرٍ عِبْرًا وَلَكِنَّكَ تُعَانِدُ وَفِي قِرَاءَةِ بِضَمِّ التَّاءِ وَإِنِّي لَأَظُنُّكَ بِفِرْعَوْنَ مَشُورًا ﴿۱۰۲﴾ هَالِكًا أَوْ مَضْرُوفًا عَنِ الْخَيْرِ فَأَرَادَ فِرْعَوْنُ أَنْ يَسْتَفْزِهِمْ يُخْرِجَ مُوسَى وَقَوْمَهُ مِنَ الْأَرْضِ أَرْضَ مِصْرَ فَأَغْرَقْنَاهُ وَمَنْ مَعَهُ جَمِيعًا ﴿۱۰۳﴾ وَقُلْنَا مِنْ بَعْدِهِ لِبَنِي إِسْرَائِيلَ اسْكُنُوا الْأَرْضَ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ أَيِ السَّاعَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيفًا ﴿۱۰۴﴾ جَمِيعًا أَنْتُمْ وَهُمْ بِالْحَقِّ أَنْزَلْنَاهُ آيَ الْقُرْآنِ وَبِالْحَقِّ الْمُسْتَمَلِّ عَلَيْهِ نَزَلَ كَمَا أُنْزِلَ لَمْ يَغْتَرِ تَبْدِيلٌ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ يَا مُحَمَّدُ إِلَّا مُبَشِّرًا مَنْ أَمِنَ بِالْجَنَّةِ وَنَذِيرًا ﴿۱۰۵﴾ مَنْ كَفَرَ بِالنَّارِ وَقُرْآنًا مَنْصُوبٌ بِفَعْلِ يُفْسِرُهُ فَرَقْنَاهُ نَزَلْنَاهُ مُفْرَقًا فِي عِشْرِينَ سِنَةً أَوْ ثَلَاثٍ لَتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلَى مُكْثٍ مُهْلٍ وَتُودَّةٍ لِيَفْهَمُوهُ وَنَزَلْنَاهُ تَنْزِيلًا ﴿۱۰۶﴾ شَيْئًا بَعْدَ شَيْءٍ عَلَى حَسَبِ الْمَصَالِحِ قُلْ لِكُفَّارِ مَكَّةَ آمِنُوا بِهِ أَوْ لَا تُؤْمِنُوا تَهْدِيْدٌ لَهُمْ إِنَّ الَّذِينَ أَوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهِ قَبْلَ نُزُولِهِ وَهُمْ مُؤْمِنُوا أَهْلُ الْكِتَابِ إِذَا يُتْلَى عَلَيْهِمْ يَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ سُجَّدًا ﴿۱۰۷﴾ وَيَقُولُونَ سُبْحَنَ رَبِّنَا تَنْزِيلُهَا لَهُ عَنْ خُلْفِ الْوَعْدِ إِنَّ مُحَقِّقَةً كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا بِنُزُولِهِ وَبَعَثَ النَّبِيَّ لِمَفْعُولًا ﴿۱۰۸﴾ وَيَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ يَبْكُونَ عَطْفَ بَرِّيَّةٍ صِفَةٍ وَيَزِيدُهُمُ الْقُرْآنُ خُشُوعًا ﴿۱۰۹﴾ تَوَاضَعُوا لِلَّهِ وَكَانَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَا اللَّهُ يَا رَحْمَنُ فَقَالُوا إِنَّهُ يَنْهَانَا أَنْ نَعْبُدَ إِلَهَيْنِ وَهُوَ يَدْعُو إِلَهًا آخَرَ مَعَهُ فَزَلَّ قُلُوبُهُمْ ادْعُوا اللَّهَ أَوْ ادْعُوا

الرَّحْمَنُ أَيَّ سَمُوهُ بِأَيِّهِمَا أَوْ نَادُوهُ بَأَن تَقُولُوا يَا اللَّهُ يَا رَحْمَنُ أَيَّا شَرْطِيَّةً مَا زَائِدَةٌ أَيَّ شَيْءٍ مِّنْ هَٰذَيْنِ
تَدْعُوا فَهُوَ حَسَنٌ دَلَّ عَلَى ۖ أَفَلَهُ أَيَّ لِمَسْمَاهُمَا الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى وَهَٰذَا إِن مِنْهَا فَإِنَّهَا كَمَا فِي
الْحَدِيثِ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُتَّكِبُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ
الْمُتَكَبِّرُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ الْغَفَّارُ الْقَهَّارُ الْوَهَّابُ الرَّزَّاقُ الْفَتَّاحُ الْعَلِيمُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الْخَافِضُ
الرَّافِعُ الْمُعِزُّ الْمُدِلُّ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ الْحَكَمُ الْعَدْلُ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ الْحَلِيمُ الْعَظِيمُ الْغَفُورُ الشَّكُورُ الْعَلِيُّ
الْكَبِيرُ الْحَفِيفُ الْمُقِيتُ الْحَسِيبُ الْجَلِيلُ الْكَرِيمُ الرَّقِيبُ الْمُجِيبُ الْوَاسِعُ الْحَكِيمُ الْوَدُودُ الْمَجِيدُ
الْبَاسِعُ الشَّهِيدُ الْحَقُّ الْوَكِيلُ الْقَوِيُّ الْمَتِينُ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ الْمُحْصِي الْمُبْدِي الْمُعِيدُ الْمُحْيِي الْمُمِيتُ
الْحَيُّ الْقَيُّومُ الْوَاحِدُ الْمَاجِدُ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ الْقَادِرُ الْمُقْتَدِرُ الْمُؤَخِّرُ الْأَوَّلُ الْآخِرُ الظَّاهِرُ الْبَاطِنُ
الْوَالِي الْمُتَعَالِ الْبَرُّ التَّوَّابُ الْمُنتَقِمُ الْعَفْوُ الرَّؤُفُ مَالِكُ الْمُلْكِ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ الْمُقْسِطُ الْجَامِعُ
الْغَنِيُّ الْمُغْنِي الْمَانِعُ الضَّارُّ النَّافِعُ النُّورُ الْهَادِي الْبَدِيعُ الْبَاقِي الْوَارِثُ الرَّشِيدُ الصَّبُورُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ قَالَ
تَعَالَى وَلَا تَجْهَرُ بِصَلَاتِكَ بِقِرَاءَتِكَ فِيهَا فَيَسْمَعَكَ الْمُسْرِكُونَ فَيَسُبُّوكَ وَيَسُبُّوا الْقُرْآنَ وَمَنْ أَنْزَلَهُ وَلَا
تُخَافُ تُسْرِبُهَا لِيَنْتَفِعَ أَصْحَابُكَ وَابْتَغِ أَقْصَدَ بَيْنَ ذَلِكَ الْجَهْرَ وَالْمُخَافَةَ سَبِيلًا ۝۱۰ طَرِيقًا وَسُطًا وَقُلِ
الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ الْأَلُوْهِيَّةِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ وَلِيٌّ يَنْصُرُهُ
ع ۱۲ مِّنْ أَجْلِ الذَّلِّ أَيَّ لَمْ يَذَلَّ فَيَحْتَاجُ إِلَى نَاصِرٍ وَكِبَرُهُ تَكْبِيرًا ۝۱۱ عَظَمُهُ عَظَمَةً تَامَّةً عَنْ اتِّخَاذِ الْوَلَدِ
وَالشَّرِيكِ وَالذَّلِّ وَكُلُّ مَا لَا يَلِيقُ بِهِ وَتَرْتِيبُ الْحَمْدِ عَلَى ذَلِكَ لِلدَّلَالَةِ عَلَى أَنَّهُ الْمُسْتَحَقُّ لِجَمِيعِ
الْمَحَامِدِ لِكَمَالِ ذَاتِهِ وَتَفَرُّدِهِ فِي صِفَاتِهِ رَوَى الْإِمَامُ أَحْمَدُ فِي مُسْنَدِهِ عَنْ مُعَاذِ الْجُهَنِيِّ عَنْهُ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ آيَةُ الْعِزِّ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا إِلَى آخِرِ السُّورَةِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ قَالَ مُؤَلِّفُهُ
هَٰذَا آخِرُ مَا كَمَلْتُ بِهِ تَفْسِيرَ الْقُرْآنِ الْعَظِيمِ الَّذِي أَلْفَهُ الْإِمَامُ الْعَلَامَةُ الْمُحَقِّقُ جَلَالُ الدِّينِ الْمَحَلِّي
الشَّافِعِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَقَدْ أَفْرَعْتُ فِيهِ جُهْدِي وَبَذَلْتُ فِيهِ فِكْرِي فِي نَفَائِسِ آرَافِهَا إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَجَدُّي
وَأَلْفَتْهُ فِي مُدَّةٍ قَدَرِ مِيعَادِ الْكَلِيمِ وَجَعَلْتُهُ وَسِيلَةً لِلْفُوزِ بِجَنَّاتِ النَّعِيمِ وَهُوَ فِي الْحَقِيقَةِ مُسْتَفَادٌ مِّنْ
الْكِتَابِ الْمُكَمَّلِ وَعَلَيْهِ فِي الْآيِ الْمُتَشَابِهَةِ الْإِعْتِمَادُ وَالْمَعْوَلُ فَرَحِمَ اللَّهُ أَمْرًا نَظَرَ بَعَيْنِ الْإِنْصَافِ إِلَيْهِ
وَوَقَفَ فِيهِ عَلَى خَطَايَا فَاطَّلَعَنِي عَلَيْهِ وَقَدْ قُلْتُ شِعْرًا حَمِدْتُ اللَّهَ رَبِّي إِذْ هَدَانِي لِمَا أَبَدَيْتُ مَعَ عِجْزِي
وَضُعْفِي فَمَنْ لِي بِالْخَطَا فَارَدَّ عَنْهُ وَمَنْ لِي بِالْقَبُولِ وَلَوْ بِحَرْفٍ هَٰذَا وَلَمْ يَكُنْ قَطُّ فِي خَلْدِي أَنْ أَتَعَرَّضَ
لِلذَّلِكَ لِعِلْمِي بِالْعِجْزِ عَنِ الْخَوْضِ فِي هَٰذِهِ الْمَسَالِكِ وَعَسَى اللَّهُ أَنْ يَنْفَعَ بِهِ نَفْعًا جَمًّا وَيُفْتَحَ بِهِ قُلُوبًا

غُلْفًا وَاعْيُنًا عُمِيًّا وَاذَانًا صُمًّا وَكَانَ فِي مَنِّ اعْتَادَ بِالْمُطَوَّلَاتِ وَقَدْ أَضْرَبَ عَنْ هَذِهِ التَّكْمِلَةِ وَأَصْلُهَا حَسَمًا
وَعَدَلَ إِلَى صَرِيحِ الْعِنَادِ وَلَمْ يُوجِّهْ إِلَى دَقَائِقِهَا فَهَمًّا وَمَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْمَى فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَى
رَزَقَنَا اللَّهُ بِهِ هِدَايَةً إِلَى سَبِيلِ الْحَقِّ وَتَوْفِيقًا وَإِطْلَاعًا عَلَى دَقَائِقِ كَلِمَاتِهِ وَتَحْقِيقًا وَجَعَلْنَا بِهِ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ
اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَحْدَهُ وَصَلَّى
اللَّهُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيمًا كَثِيرًا وَحَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ قَالَ مُؤَلِّفُهُ عَامَلَهُ اللَّهُ
بِلُطْفِهِ فَرَعُتُ مِنْ تَأْلِيفِهِ يَوْمَ الْآحَدِ عَاشِرِ شَهْرِ شَوَّالِ سَنَةِ سَبْعِينَ وَثَمَانِ مِائَةٍ وَكَانَ الْإِبْتِدَاءُ فِيهِ يَوْمُ
الْأَرْبَعَاءِ مُسْتَهْلٌ رَمَضَانَ مِنَ السَّنَةِ الْمَذْكُورَةِ وَفَرَعَ مِنْ تَبْيِضِهِ يَوْمَ الْأَرْبَعَاءِ سَادِسَ صَفَرِ سَنَةِ إِحْدَى
وَسَبْعِينَ وَثَمَانِ مِائَةٍ

ترجمہ:..... اور ہم نے موسیٰ کو کھلے نو (۹) معجزے دیئے تھے (جو واضح تھے یعنی ید بیضا اور عصا اور طوفان اور ٹنڈی دل اور گھن
کا کیرا اور مینڈک اور خون اور صورتوں کا بگڑ جانا اور قحط سالی اور پھلوں میں نقصان کا ہو جانا) پس آپ (اے محمد!) بنی اسرائیل سے پوچھ
دیکھئے (تاکہ اس پوچھنے سے آپ کی سچائی کا مشرکین کو یقین ہو جائے، یا تقدیر عبارت اس طرح ہے کہ ہم نے موسیٰ سے پوچھنے کو کہا اور ایک
قرأت میں لفظ سال ماضی کے ساتھ ہے) یہ اس وقت کی بات ہے جب موسیٰ بنی اسرائیل میں ظاہر ہوئے تو فرعون نے ان سے کہا اے
موسیٰ! میرے خیال میں تو ضرور تم پر کسی نے جادو کر دیا ہے (جس سے تمہاری عقل فریب میں مبتلا ہو گئی اور تمہیں خبط ہو گیا ہے) موسیٰ نے
فرمایا تو خوب جانتا ہے کہ یہ نشانیاں مجھ پر کسی اور نے نہیں اتاری ہیں مگر اسی نے جو آسمان وزمین کا پروردگار ہے بصیرت کے ذرائع ہیں
(عبرت انگیز مگر تو ہٹ دھرمی سے باز نہیں آ رہا ہے۔ اور ایک قرأت میں علمت ضم تاء کی ساتھ ہے) اور اے فرعون! میں سمجھتا ہوں کہ
ضرورتیری کم بختی کے دن آگئے ہیں (تو نے اپنے ملک کو ہلاکت میں ڈال لیا ہے) یا خیر سے محروم کر دیا گیا ہے (پھر فرعون نے) چاہا کہ
بنی اسرائیل کا قدم اکھاڑ دے (موسیٰ اور ان کی قوم کو نکال باہر کرے) سرزمین (مصر) سے سو ہم نے اس کو اور ان سب کو جو اس کے ساتھ
تھے غرق کر دیا اور ہم نے اس واقعہ کے بعد بنی اسرائیل سے کہہ دیا تھا کہ تم اس سرزمین میں رہو سہو پھر جب آخرت (قیامت) کا وعدہ
آجائے گا تو ہم تم سب کو اپنے حضور اکھٹا کر لیں گے (تمہیں اور انہیں سب کو) اور ہم نے قرآن سچائی کے ساتھ اتارا اور وہ سچائی ہی کے
ساتھ اترایہی (جوں کا توں، ذرا بھی اس میں تغیر نہیں ہوا) اور ہم نے آپ کو (اے محمد!) صرف خوشخبری سنانے والا بنا کر بھیجا ہے (ایمان
لانے والوں کو جنت کی) اور ڈرانے والا (کفر کرنیوالوں کو جہنم سے) اور قرآن کو (یہ منصوب ہے ایسے فعل محذوف سے جس کی تفسیر آگے
آ رہی ہے) ہم نے الگ الگ ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا ہے (ہم نے اسے تھوڑا تھوڑا کر کے بیس تیس سال میں اتارا ہے) تاکہ آپ اسے
لوگوں کے سامنے ٹھہر کر پڑھیں (آہستہ اور دیر میں تاکہ لوگ اسے سمجھ سکیں) اور ہم نے اسے دھیرے دھیرے اتارا ہے (مصلح کے لحاظ
کر کے بتدریج اتارا ہے) آپ (کفار سے) کہہ دیجئے کہ تم قرآن کو مانو یا نہ مانو (یہ بطور دھمکی کے کہا ہے) جن لوگوں کو قرآن سے پہلے علم
دیا گیا تھا (یعنی قرآن آنے سے پہلے مراد اہل کتاب ہیں) تو انہیں جب یہ کلام سنایا جاتا ہے تو ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے
ہیں اور پکارتے ہیں کہ ہمارے پروردگار کے لئے پاکی ہو (وعدہ خلافی سے وہ پاک ہے) بلاشبہ ہمارے پروردگار کا وعدہ (قرآن نازل
کرنے اور پیغمبر بھیجنے کے بارے میں) ضرور (ان مخففہ ہے) پورا ہو کر رہتا ہے۔ اور ٹھوڑیوں کے بل گر پڑتے ہیں۔ روتے ہیں (یہ
معطوف ہے صفت زیادہ کر کے) اور (قرآن) اور بڑھا دیتا ہے ان کا خشوع (اللہ کے آگے عاجزی اور نبی جب کہتے ہیں یا اللہ، یا رحمن

تو مشرکین اعتراض کرتے کہ ہمیں تو دو خداؤں کی پرستش سے منع کرتے ہیں اور محمد خود، اللہ کے ساتھ دوسرے خدا کو بھی پکارتے ہیں؟ اس پر اگلی آیت نازل ہوئی (آپ (ان سے) فرمادیتے کہ خواہ اللہ کہہ کر پکارو، یا رُحمن کہہ کر پکارو، (جو نسا چاہے نام لو، جو نسا چاہے لفظ سے پکارو، اللہ کہو یا رُحمن) جس نام سے بھی (ای شرطیہ اور ما زائدہ ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے ای شئی من ہذین) تم پکارو گے (وہی بہتر ہوگا۔ اس محذوف جزا پر اگلا جملہ دلالت کر رہا ہے) سو اس کے (یعنی دونوں لفظ جس ذات پر صادق آتے ہیں) سارے نام اچھے اچھے ہیں (یہ دونوں نام بھی مجملہ ان اچھے ناموں کے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں اسماء الحسنی کی تفصیل آتی ہے۔ اللہ۔ رحمن۔ رحیم۔ ملک۔ قدوس۔ السلام۔ مؤمن۔ مہیمن۔ عزیز۔ جبار۔ متکبر۔ خالق۔ باری۔ مصور۔ غفار۔ قہار۔ وہاب۔ رزاق۔ فتاح۔ علیم۔ قابض۔ باسط۔ خافض۔ رافع۔ معز۔ مذل۔ سمیع۔ بصیر۔ حکم۔ عدل۔ لطیف۔ خبیر۔ حلیم۔ عظیم۔ غفور۔ شکور۔ علی۔ کبیر۔ حفیظ۔ مقیط۔ حسیب۔ جلیل، کریم۔ رقیب۔ مجیب۔ واسع۔ حکیم۔ ودود۔ مجید۔ باعث۔ شہید۔ حق۔ وکیل۔ قوی۔ متین۔ ولی۔ حمید۔ محصى۔ مبدی۔ معید۔ محی۔ ممیت۔ حی۔ قیوم۔ واجد۔ ماجد۔ واحد۔ صمد۔ قادر۔ مقتدر۔ مقدم۔ مؤخر۔ اول۔ آخر۔ ظاہر۔ باطن۔ والی۔ متعال۔ برّ۔ ثواب۔ منتقم۔ عفو۔ رؤف۔ مالک الملک۔ ذوالجلال والاكرام۔ مقسط۔ جامع۔ غنی۔ مغنی۔ مانع۔ ضار۔ نافع۔ نور۔ ہادی۔ بدیع۔ باقی۔ وارث۔ رشید۔ صبور۔ (ترمذی) (حق تعالیٰ کا ارشاد ہے) اور اپنی جہری نماز میں تا تو بہت چلا کر پڑیے (کہ مشرکین تک پڑھنے کی آواز آجائے اور وہ آپ کو گالیاں دیں اور قرآن اور قرآن اتارنے والی ذات کو گالیاں دیں) اور نہ بالکل ہی چپکے چپکے (آہستہ) پڑیے (تاکہ سننے سے آپ کے صحابہ کو نفع ہو) اور چاہیے کہ (بلند آوازی اور آہستگی کے) درمیان کی راہ (معتدل طریقہ) اختیار کی جائے۔ اور کہیے کہ ساری خوبیاں اسی اللہ کے لئے ہیں جو نہ اولاد رکھتا ہے اور نہ سلطنت (معبودیت) میں اس کا کوئی شریک ہے اور نہ کوئی اس کا مددگار ہے اسکی در ماندگی کی وجہ سے (یعنی وہ عاجز نہیں کہ اسے مددگار کی ضرورت پڑے) اور اس کی بڑائی کی پکار کو بلند کرو جیسی پکار بلند کرنی چاہیے (اولاد تجویز کرنے سے اور شریک اور ذلت وغیرہ تمام نامناسب باتوں سے اس کی پاکیاں خوب بیان کیجئے اور حمد کو ان صفات سلبیہ پر مرتب کر کے اس بات پر دلالت کرنی مقصود ہے کہ حق تعالیٰ اپنی کمال ذاتی اور صفات کی یکتا ہی کی وجہ سے تمام خوبیوں کے لائق ہے۔ امام احمدؒ معاذ جہنمیؒ سے اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ فرماتے تھے کہ الحمد لله الذی سے لے کر آخر سورۃ تک آیت عزت ہے۔ واللہ اعلم۔ مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ یہ آخری حصہ ہے قرآن عظیم کی اس تفسیر کا جسے امام، علامہ، محقق جلال الدین محلی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تالیف فرمایا تھا، میں نے اس میں اپنی انتہائی طاقت خرچ کر دی ہے اور ایسی نفیس چیزوں میں جو میرے خیال کے مطابق انشاء اللہ نافع ہوگی۔ میں نے اپنی قوت فکریہ صرف کر دی ہے میں نے اس کتاب کی تالیف صرف ایک چلہ میں پوری کر دی ہے، اور یہ میری حق میں جنات نعیم کی کامرانیوں کا ایک وسیلہ ہوگا فی الحقیقت میری یہ تصنیف ”کتاب مکمل“ سے ماخوذ ہے۔ اور آیت متشابہ کے سلسلہ میں میں نے ”کتاب مکمل“ ہی پر اعتماد کیا ہے۔ انصاف سے دیکھنے والی آنکھ پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور اس شخص پر جو میری خطا سے واقف ہو کر مجھے مطلع کر دیں میں نے ایک شعر بھی کہا ہے۔

حمدت اللہ ربی اذ ہدانی

لما ابدیت مع عجزی وضعفی

فمن لی بالخطا فاردعہ

ومن لی بالقبول ولوبحرف

جس کا حاصل یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہوں اس نے مجھے ہدایت عطا فرمائی ہے، شروع کرنے کے وقت عجز و کمزوری کے باوجود کون ہے جو میری خطا کی اصلاح کر دے اور کون ہے جو میرے ایک حرف ہی کو قبول کر لے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ میرے دل میں کبھی یہ بات گزری نہیں تھی کہ میں یہ خدمت انجام دوں گا۔ کیونکہ میں جانتا تھا کہ اس قسم کے کاموں میں گھسنے سے میں عاجز ہوں، پھر بھی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو اس سے نفع عطا فرمائیں گے اور بستہ دلوں کو اور اندھی آنکھوں کو اور بہرے کانوں کو اس کے ذریعہ کھول

دیں گے۔ اور یہ کافی ہے اس شخص کے لئے جو مطولات کا عادی ہو اور آنحالیکہ وہ اس تکملہ اور اس کی اصل سے قطعاً بے توجہ ہو اور کھلے عناد کی طرف اپنا رخ کرنا چاہتا ہو لیکن اس کی باریکیوں کے سمجھنے کی طرف متوجہ نہ ہو اور جو اس تکملہ کے بارے میں بے صبر ہو گا وہ دوسری مطولات کے بارے میں بھی بے بصیرت ہو گا۔ حق تعالیٰ ہمیں اس کے ذریعہ راہ حق کی ہدایت بخشے اور اس کے کلمات کے وقائع کی توفیق اور اطلاع اور تحقیق کی دولت عنایت فرمائے اور اس کے ذریعہ ہمیں اس گروہ میں داخل فرمادے جن پر اللہ کا انعام ہوا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کی جماعت میں جن کا انجام بہترین ہوا ہے۔

ساری خوبیاں اللہ یگانہ کے لیے ہیں اور اللہ کی رحمت اور بہت سی سلامتیاں ہوں۔ سیدنا محمد ﷺ اور ان کی آل و اصحاب پر، ہمارے لئے اللہ بس ہے اور بہترین کار ساز ہے۔ مؤلف کتاب، حق تعالیٰ ان سے لطف و مہربانی کا معاملہ فرمائے۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ میں اس کتاب کی تالیف سے ۱۰ اشوال ۸۷۰ھ بروز اتوار فارغ ہو گیا ہوں اور اس کی ابتداء اسی رمضان المبارک کی چاند رات بروز بدھ ہوئی تھی اور اس کے مسودہ کو صاف کر کے ۶ صفر ۸۷۰ھ بروز بدھ فراغت ہوئی۔

تحقیق و ترکیب: ولقد اتینا یعنی تمہاری فرمائشی نشانیوں سے بڑھ کر پہلے زمانہ میں نشانیاں دی جا چکی ہے اگر مصلحت الہی کا تقاضہ ہوتا تو اب بھی اس طرح کی نشانیاں ظاہر کی جاسکتی تھیں۔ ہسی البد اور صفوان کی روایت ہے کہ ایک یہودی نے اس کے بارہ میں نبی کریم سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ آیات بنیات سے مراد یہ احکام ہیں کہ شرک نہ کرو، چوری نہ کرو، ناحق قتل نہ کرو، جادو نہ کرو، سود نہ کھاؤ، کسی غیر مجرم شخص کو بادشاہ کے پاس لے جا کر قتل نہ کراؤ۔ کسی پاکدامن عورت پر زنا کی تہمت مت لگاؤ۔ میدان جنگ سے مت بھاگو اور یہودیوں کو خاص طور پر سینچر کے دن مچھلی کے شکار سے بچنا چاہیئے۔ اس پر یہودی نے آنحضرتؐ کے ہاتھ پاؤں کو بھوسہ دیا۔ غرض کہ اس روایت پر آیات سے مراد احکام عامہ ہے۔ او فقلنا لہا اس کا عطف یا محمد پر ہے اور یا موسیٰ کو خطاب ہے۔ ای اتینا فقلنا لہ اسال بنی اسرائیل، مسحورا۔ معنی اصلی مراد ہیں کہ جادو کرنے کی وجہ سے تمہارا دماغ العیاذ باللہ مختل ہو گیا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ مسحور بمعنی ساحر ہو ای انت ساحر۔ عجائبات ظاہر کرنے کی وجہ سے ادعوا اسماء الہی توفیقی ہیں۔ اور اسماء حسنی کہنے کی وجہ یہ کہ ان سب میں اچھے معنی ہیں۔ حکیم سے مراد یہ ہے کہ غضب اور غصہ جلدی سخت عذاب پر اسے آمادہ نہیں کرتا اور شکور کا مطلب یہ ہے کہ تھوڑی سی بھلائی پر بھی بڑا انعام کرتا ہے اور حفیظ کے معنی یہ ہیں کہ اپنی مخلوق کی جب تک چاہتا ہے حفاظت کرتا ہے۔ کریم کا مطلب یہ ہے کہ بغیر سوال وہ وسیلہ کہ وہ مرحمت فرماتا ہے۔ مجیب یعنی دعا کرنے والے کی سنتا ہے اور قبول کرتا ہے، حکیم سے مراد یہ ہے کہ علم اور حق میں ذی اصابت ہے۔ شہید کے معنی یہ ہے کہ کوئی چیز اس سے غائب نہیں ہو سکتی۔ وکیل سے مراد یہ ہے کہ بندوں کی ضروریات پورں کرنے والا ہے۔ محصى کا مطلب یہ ہے کہ معلومات کا احاطہ کرنے والا ہے۔ قیوم کا حاصل یہ ہے کہ مخلوق کی تدبیر میں پوری طرح مصروف ہے۔ فلہ مفرد ضمیر کا مرجع اللہ اور رحمن دونوں کا مسمی ذات واحدہ ہے۔ مومن کے معنی یہ ہیں کہ اللہ اپنے نفس کی تصدیق کرنے والا ہے۔ اور یا امن سے ماخوذ ہے کہ بندوں کو خوف سے مامون کرنے والا ہے۔ مہیمن کا منشاء یہ ہے کہ وہ انتہائی حفاظت و نگرانی کرنے والا ہے۔ اور باری بر سے ماخوذ ہے کسی چیز کا خالص اور کھرا ہونا اور بعض کے نزدیک بلا نمونہ پیدا کرنے کے معنی ہے۔ اور مقیت بمعنی مقتدر اور قادر ہے۔ اور حبیب کے معنی کافی کے ہے۔ باعث یعنی رسول کو بھیجنے والا یا مردوں کو قبروں سے اٹھانے والا ہے۔ اور واعد کے معنی غنی کے ہیں۔ اور ماجد بمعنی مجید اور بزرگ ہے۔ والی بمعنی حاکم اور بزمعنی محسن۔ باطن کا مطلب یہ ہے کہ وہ عقلی نظر سے بھی پوشیدہ

ہے۔ متعال نہایت بلند رتبہ، تو اب گناہ معاف کرنے والا، مقتدم بدلہ لینے والا۔ عفو گناہوں کو مٹا دینے والا۔ جامع قیامت میں جمع کرنے والا۔ نور یعنی خود بھی روشن اور دوسرے کو بھی ظاہر کرنے والا۔ بدیع بلا نمونہ کی چیز کو پیدا کر دینا۔ وارث بندوں کے فنا ہونے کے بعد رہنے والا کہ سب املاک اس کی طرف لوٹ آئیں۔ رشید کہ مخلوق کی بہترائی کی طرف رہنمائی کرنے والا۔ یا فعیل بمعنی مفعول ہے۔ صبور جو پکڑ میں جلدی نہ کرنے والا۔ ولا تجھرا آنحضرتؐ نماز میں بلند آواز سے قرآن پڑھتے تھے۔ جسے مشرکین بن کر بھناتے تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت عائشہؓ کی روایت بخاری میں ہے کہ یہ آیت دعا کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اور بعض نے دونوں میں اس طرح تطبیق کی ہے کہ نماز میں دعا کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں۔ لا تجھرا بصلا تلک ای بقراء تلک فیہا نہار او لا تخافت بہا لیل۱ اور علامہ سیوطیؒ نے ابن عباسؓ سے یہ معنی بھی نقل کئے ہیں کہ لا تجعل کلہا جھرا ولا کلہا سراً لیکن جو حضرات اسے دعا کے باب میں کہتے ہیں اس سورۃ میں آیت تضرعاً وخیفہ سے منسوخ مانا جائے گا۔ وقل الحمد بعض آثار میں ہے کہ جس گھر میں بھی رات کو یہ آیت پڑھی جائے اس میں نہ کوئی آفت آتی ہے اور نہ چوری ہوتی ہے۔ وترتیب الحمد جلال محقق اس شبہ کا جواب دینا چاہتے ہیں کہ حمد تو خوبیوں پر ہوا کرتی ہے حالانکہ یہاں صفات معدومہ اور سلبیہ کا بیان ہو رہا ہے۔ پس یہ مقام تنزیہ ہوا نہ کہ مقام حمد؟ حاصل جواب یہ ہے کہ اس میں صفات امکان کی نفی کا امکان ہے جو احتیاج کا مقتضی ہوتا ہے اور اللہ کے لئے واجب الوجود ہونے کا اثبات کرتا ہے کہ وہ بالذات غنی ہیں۔ سب چیزیں اس کی محتاج ہیں۔ اس لئے وہ جواد معطی اور تمام حمد کا مستحق ہوا اور بعض نے جواب کی یہ توجیہ کی ہے کہ اگر کسی کے اولاد اور بیوی ہو تو دوسرے خدام تک انعامات کی نوبت اولاد اور بیوی سے بچنے پر آتی ہے لیکن یہاں یہ بتلانا ہے کہ نہ اس کے اولاد ہے اور نہ بیوی۔ اس لئے سب کچھ افضال و انعام بندوں ہی پر کرتا ہے۔ آیۃ العز روزانہ تین سوا کیا ون دفعہ اس کو پڑھنا چاہیئے اور اس سے پہلے یہ عبارت بھی پڑھنی چاہیئے۔ تو کلت علی الحی الذی لا یموت الحمد للہ الخ ابن کعبؓ سے مروی ہے کہ تورات شروع تو ان الفاظ سے ہوئی ہے۔ جن سے سورۃ انعام شروع ہوئی۔ لیکن تورات کا اختتام ان لفظوں سے ہوا ہے جس پر یہ سورت ختم ہوئی ہے والفتہ سے مقصود تجدیث نعمت نہ کہ اظہار فخر۔ علامہ سیوطیؒ کی عمر تالیف کے وقت بائیس سال۔ سے بھی کم تھی۔ فمن لی یعنی اس بارے میں میری غلطیوں کی کون کفالت کرتا ہے اور فساد عنہ کے معنی یہ ہیں کہ پھر میں اس غلطی کی اصلاح کر لوں۔ ومن کان فی ہذہ یعنی جو شخص اس تکملہ اور اس کی اصل سے کنارہ کش ہو کر اس کے دقائق سے بے خبر رہے گا وہ دوسری مطولات سے بھی بے بہرہ رہے گا۔ گویا فسی بمعنی مع ہے اور ہذہ سے اپنی اور محلی کی تفسیر کی طرف اشارہ ہے اور آخرۃ سے دوسری مطولات تفسیر مراد لی ہیں۔ فرغت علامہ محلی کی وفات سے چھ سال بعد اس کی تالیف کی نوبت آئی ہے۔

رابط آیات :..... پچھلی آیات میں آنحضرتؐ کی رسالت اور رسالت کی دلیل یعنی اعجاز قرآنی کو ثابت کیا گیا تھا اور کفار کے عناد کا بیان ہوا تھا۔ اب آیت ولقد اتینا الخ سے بطور نظیر حضرت موسیٰ کی رسالت اور ان کے معجزات کا اور فرعون کے عناد کا ذکر ہے جس سے کفار کی فرمائشی نشانیوں کو پورا نہ کرنے کی وجہ بھی معلوم ہو گئی کہ فرعون کی طرح ضرور یہ بھی انکار کرتے اور عذاب کے مستحق ہوتے اور آنحضرتؐ کی تسلی کے لئے فرعون کے عناد اور بنی اسرائیل کے صبر کا انجام بھی بتا دیا تاکہ موجودہ عناد پسند کفار اپنا انجام سوچ لیں اور مسلمانوں کے لئے استقلال بہل ہو سکے اس نظیر کے بعد پھر آیت وبالحق الخ سے پھر اصلی مدعا یعنی رسالت اور دلیل رسالت کی تحقیق کی طرف رجوع ہے۔ اس کے بعد سورت کے ختم پر آیت قل ادعوا اللہ الخ سے توحید کے متعلق بعض تحقیقات اور

تعلیمات کا بیان ہے اور چونکہ سورت کے شروع میں سبحان سے اللہ کی تنزیہ کا بیان ہوا ہے اس لئے اختتام پر اس مضمون سے لطف اور دوبالا ہو جاتا ہے۔

شان نزول: ایک روز آنحضرت ﷺ نے دعا میں یا رحمن کہا تو مشرکین کہنے لگے ہمیں تو شرک سے منع کرتے ہیں اور محمد خود دو معبودوں کو پکارتے ہیں۔ اس پر آیت قل ادعوا اللہ نازل ہوئی۔ اسی طرح آنحضرت نماز میں ذرا بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے تو مشرکین اللہ تعالیٰ اور جبریل کی شان میں گستاخی کرنے لگے اس پر ولا تجھروا حکم نازل ہوا۔ عرب کے لوگوں کا شرک تو کھلا ہوا تھا ہی لیکن اہل کتاب بھی اللہ کے اولاد ہونے کا عقیدہ کر کے شرک کے مرتکب ہوئے اور فرقہ صابی اور مجوس کا عقیدہ یہ تھا کہ اگر یہ اللہ کے یہاں مخصوص نہ ہوں تو اللہ کی قدر ہی کم ہو جائے۔ اس پر قل الحمد لله کے الفاظ نازل ہوئے۔

﴿تشریح﴾: حدیث ترمذی سے آیت کا بظاہر تعارض: حدیث ترمذی میں یہود کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نو نشانیوں کے بارہ میں سوال کرنا اور پھر جواب میں احکام بیان کرنا آیا ہے۔ لیکن اس آیت میں اس کا مراد لینا سیاق کلام سے بعید ہے۔ کیونکہ ظاہراً کلام معجزات میں ہو رہا ہے۔ ممکن ہے حدیث کے معنی یہ ہوں کہ آپ نے جواب میں پہلے معجزات بیان کر دیئے ہوں اور پھر بطور زیادتی کے کچھ احکام بھی بیان فرمائے ہوں۔ لیکن راوی نے احکام کو مہتمم بالشان سمجھ کر بیان کر دیا اور معجزات کو کلام سے حذف کر دیا اور فرعون کو مشبور اکہنا اگر شفقت کے لہجہ میں ہو تو قولاً لاہ قولاً لینا کے خلاف نہیں ہوگا۔

سجدہ میں گرنے سے کیا مراد ہے: آیت ان الذین اتوا العلم الخ میں سجدہ میں گرنا بطور شکریہ کے ہے کہ پچھلی آسمانی کتابوں کا وعدہ پورا ہوا یا بطور تعظیم کے ہے کہ قرآن سن کر ہیبت طاری ہوتی ہے یا بطور مجاز، کمال خشوع و خضوع سے کنایہ ہے اور سجدہ اگرچہ چہرے کے بل ہوتا ہے مگر ٹھوڑی کے بل کہنا مبالغہ کے لئے ہے کہ اپنے چہرے کو زمین اور مٹی سے اس قدر لگا دیتے ہیں کہ ٹھوڑی زمین سے لگنے کے قریب ہو جاتی ہے۔

دنیا میں بہت سے اختلافات محض لفظی جنگ کی حیثیت رکھتے ہیں: آیت قل ادعوا اللہ الخ میں ایک بہت بڑی حقیقت کی طرف اشارہ ہے دنیا میں انسان کے اکثر اختلافات محض لفظی ہوتے ہیں وہ معنی پر نہیں لڑتا صورت لفظ پر لڑتا ہے۔ بسا اوقات ایک ہی حقیقت اس کے سامنے ہوتی ہے لیکن چونکہ نام مختلف ہوتے ہیں، صورتیں مختلف ہوتی ہیں، اسلوب اور ڈھنگ مختلف ہوتے ہیں۔ اسی لئے ہر انسان دوسرے انسان سے لڑنے لگتا ہے اور نہیں جانتا کہ ساری لڑائی لفظ کی لڑائی ہے من کی لڑائی نہیں ہے۔ اگر دنیا صرف اسی بات کو پالے تو نوع انسانی کے دو تہائی اختلافات جنہوں نے دائمی نزاعوں اور جنگوں کی صورت اختیار کر لی ہے ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں۔ اس آیت میں اور اس کے ہم معنی آیات میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ مشرکین عرب اللہ کے لفظ سے آشنا تھے کیونکہ یہ لفظ پروردگار عالم کے لئے بطور اسم ذات کے پہلے سے استعمال ہوتا رہا ہے لیکن وہ لوگ دوسرے ناموں سے آشنا نہ تھے جن کا قرآن نے اس کی صفتوں کے لئے اعلان کیا تھا۔

اللہ اور رحمن کا مصداق ایک ہی ہے: مثلاً: الرحمن، رحمن کا لفظ بولا جاتا تھا لیکن وہ نہیں مانتے تھے کہ اسے اللہ کے لئے بولنا چاہیئے، پس جب ایسے الفاظ سنتے تو تعجب کرتے اور طرح طرح کے اعتراضات کرتے قرآن کہتا ہے، تم اسے اللہ کہہ کر پکارو، یہ

رُحْمَن کہہ کر پکارو، جس نام سے بھی پکارو، پکار اسی کے لئے ہے اور ناموں کے کئی ہونے سے حقیقتیں کئی نہیں ہو جاتیں اس کا نام ایک ہی نہیں اس کے بہت سے نام ہیں لیکن جتنے نام ہیں حسن و خوبی کے نام ہیں کیونکہ وہ سرتاسر حسن و کمال اور کبریائی و جلال ہے تم ان ناموں میں سے کوئی نام بھی لو، تمہارا مقصود و مطلوب وہی ہوگا۔

عبارتنا شتی و حسنک واحد و کل الی ذالک الجمال یشیر

جہری نماز میں زیادہ زور سے نہ پڑھنے میں دو مصلحتیں ہیں:..... لا تجھر کا حکم ظاہر ہے کہ جہری نمازوں میں ہوگا، کیونکہ زور سے پڑھنے ہی میں کفار کے سننے اور بکنے کا احتمال ہوگا اور زیادہ زور زور سے پڑھنے میں علاوہ کفار کی بکواس کے، نماز میں خشوع و خضوع بھی باقی نہیں رہتا۔ قلب مشوش ہو جاتا ہے زیادہ زور سے نہ پڑھنے میں یہ مصلحت بھی ملحوظ ہوگی۔ برخلاف تبلیغ کے، وہاں چونکہ دوسروں کو سنائے بغیر غرض حاصل نہیں ہوتی۔ اس لئے تبلیغ کے وقت اگر قلب مشوش بھی ہو تب بھی اس نقصان کو مقصد کی خاطر گوارا کر لیا جاتا ہے لیکن نماز میں غرض اصلی حضور قلبی ہے۔ زیادہ زور سے پڑھنے اور سنانے میں چونکہ یہ فوت ہوتی ہے اس لئے روکا گیا ہے۔ انسان کو قوت و مدد کبھی تو اپنے سے چھوٹے سے پہنچتی ہے جیسے اولاد سے، اور کبھی برابر سے جیسے شریک سے اور کبھی بڑے سے جیسے ناصر و حامی کی جانب سے، لیکن حق تعالیٰ میں یہ تینوں صورتیں اس لئے نہیں کہ وہاں مقسم ہی نہیں کیونکہ وہ خود اتنے قوی ہیں کہ کسی سے بھی انہیں قوت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں اس سورت کو تبلیغ سے شروع کر کے تجمید و تکبیر پر ختم کیا گیا ہے۔ سبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر۔

لطايف آیات:..... آیت انی لاظنک الخ معلوم ہوتا ہے کہ اگر تسامح اور رعایت کرنے میں کوئی مصلحت نہ ہو تو ترکی بترکی جواب دینا، کمال اخلاق کے خلاف نہیں ہے آیت ویسخرن الخ سے خشیت حق سے رونے کی فضیلت معلوم ہو رہی ہے۔ فسبحان اللہ علی ما وفقنی لخدمة ایضاح تفسیر الجلال للسیوطی رحمہ اللہ بلسان الارذیة والحمد للہ علی ما فی حالة الصوم وقت الافطار ولكل صائم فرحتان ولی ثلاث فرحات واللہ اکبر۔ فارجو منه ان یوفقنی لاتمام ایضاح تفسیر الجلال الباقی للمحلی۔ محسن الختام وما اردت ان یکون تالیفی مثقلا و قیعا بالا کثار من نقل الماخذ ولکنی اعترف باستفادتی فی اکثر المواضع المهمة من "التفسیرات الاحمدیة" و بیان القرآن و مسائل السلوك و ترجمان القرآن و غیرہم، اللہم اغفر لی خطیئاتی و امحو عنی زلاتی و مسامحتی واجعله لی اجرا و ذخرا یا رب العلمین و هو حسبی و نعم الوکیل نعم المولی و نعم النصیر و قد تم التسوید و التبیض یوم الاثنين التاسع من شعبان ۱۳۸۴ھ المطابق لاربعة عشر من ديسمبر ۱۹۶۴ء العبد الاثیم المکنی بابی عبد اللہ المسمی بمحمد نعیم خادم التدريس بدارالعلوم الدیوبندیہ دارالسلام ابو البرکات دیوبند۔

